اردو ترجمہ

تفسیرِ عزیزی مجیدی

سُورۃ البقرۃ حِصّہ دوم

مؤلفہ
عُمدۃ المفسّرین فخر المُحدثین
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی

ناشر:
ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک کراچی

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

اردو ترجمہ

تفسیر عزیزی

موسوم بہ

تفسیر فتح العزیز مجیدی

سورۃ بقرہ

حصہ دوم

مؤلفہ

عمدۃ المفسرین فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

باہتمام نیاز مند حاجی محمد زکی نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفر اللہ لہ وحید

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔

۳۱

Marfat.com

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس (پاکستان چوک کراچی)

Marfat.com

فہرستِ مضامین تفسیرِ عزیزی سورۂ بقرہ جلد دوم

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
یہود کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان	۴۸۲	قرآن کے انکار اور قتل انبیاء کا بیان	۵۸۸
نصاریٰ کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان	۴۸۲	یہود کی گوسالہ پرستی اور ان کے سمع و عصیان کا بیان	۵۹۱
صابئین کے عقائد کا بیان	۴۸۳	یہودیوں کے دعوئے محبوبیت اور اختصاص دار آخرت کا بیان	۵۹۷
ایمان بخدا و روز آخرت ہی ذریعۂ نجات ہے	۴۸۷	یہود کے عدم تمنائے موت اور زندگی پر شدت حرص کا بیان	۵۹۷
یہود سے اخذ میثاق اور رفع طور کا بیان	۴۸۸	یہود کی جبرئیل سے دشمنی کا بیان	۶۱۱
یہود کے بندروں کی صورت میں مسخ کا بیان	۴۹۳	مقرب فرشتوں کے قرب و منزلت کا بیان	۶۲۲
حضرت موسیٰ اور یہود کا مکالمہ اور قصۂ ذبح بقرہ	۵۰۰	حضرت جبرئیل کی اصل صورت کا بیان	۶۲۶
دیت اور قصاص کا بیان	۵۱۰	نبی کریم کے سادی دارجی وزرار کا بیان	۶۳۰
یہود کی قساوت اور پتھروں کی خشیت کا بیان	۵۱۳	ہاروت و ماروت کے قصہ اور تعلیم سحر کا بیان	۶۳۵
جانوروں اور جمادات سے خرق عادات کا ظہور	۵۱۶	مومنوں کو راعنا نہ کہنے اور انظرنا کہنے کا حکم	۶۶۹
تحریف تورات اور یہود کے عناد و نفاق کا بیان	۵۳۰	نسخ اور ناسخ و منسوخ کا بیان	۶۷۳
لفظ ویل اور اس کے مترادفات کی تحقیق	۵۳۸	یہود کی مانند مطالبۂ تبدیل احکام کی ممانعت	۶۷۹
تحریف تورات اور بے دینی رؤساء کے عذاب کا بیان	۵۳۹	از راہ حسد مومنوں کو کافر بنانے کی خواہش کا بیان	۶۹۱
یہود کے قول لن تمسنا النار الخ کا بیان	۵۴۴	یہود و نصاریٰ کے دعوئے استحقاق داخلہ جنت کا بیان	۶۹۹
والدین قرابت یتامیٰ و مساکین کے ساتھ احسان کا بیان	۵۵۲	مسلم محسن کے اجر اور عدم خوف و حزن کا بیان	۷۰۲
یہود سے اخذ میثاق اور عہد شکنی کا بیان	۵۶۹	یہود و نصاریٰ کی تکذیب و تردید باہم کا بیان	۷۰۳
عہد شکنی کی دنیوی و اخروی سزا کا بیان	۵۷۲	مساجد میں یاد ذکر کی ممانعت اور ان کی تخریب کی سزا	۷۰۸
حضرت عیسیٰ کی معجزات اور روح القدس سے تائید	۵۷۵	اینما تولوا فثم وجہ اللہ کا مطلب	۷۱۱
یہود کی جانب سے تکذیب و قتل انبیاء کا بیان	۵۷۶	یہود و نصاریٰ کے عقیدۂ ابنیت کی تردید	۷۲۱
تعصبات و تعصب باطل اور اولاد کی تمیز کا بیان	۵۷۸	خدا سے ہمکلامی اور رسول اللہ سے اظہار معجزہ	
نبی آخر الزمان کے واسطے سے فتح طلبی اور بعثت پر انکار	۵۸۱	کے مطالبہ کا بیان	۷۳۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
یہود کا نبی کریمؐ کو اپنا تابع بنانے کی خواہش کا بیان	۷۳۸	ذکر، شکر کے مفہوم اور ناشکری کی نفی کا بیان	۸۷۷
حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش میں کامیابی اور عطائے امامت کا بیان	۷۴۵	استقامت بصبر و صلوٰۃ کا بیان	۸۸۱
بیت اللہ کے مرکز و مرجع ہونے اور مقام ابراہیم کا بیان	۷۶۴	مومنوں کے انواع مصائب سے ابتلا کا بیان	۸۸۶
مکہ کو شہر امن بنانے اور عطائے رزق کی دعا کا بیان	۷۸۵	صابرین کی جزا کا بیان اور استرجاع کا حکم	۸۸۷
بنائے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی		صفا و مروہ کے درمیان سعی اور اس کے احکام کا بیان	۸۹۳
دعاؤں کا بیان	۷۸۹	کتمانِ حق، کفر پر اصرار اور اس پر موت کے عذاب	
ملت ابراہیم سے اعراض کے دلیل سفاہت ہونے کا بیان	۸۱۳	کا بیان	۹۰۳
یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت کا بیان	۸۱۸	مختلف آیات تکوینیہ کے دانشمندوں کے لیے سامانِ	
یہود و نصاریٰ کے مسلمانوں سے اپنا دین اختیار کرنے کے		عبرت ہونے کا بیان	۹۰۵
مطالبہ کا بیان	۸۲۰	مشرکین کے شرک، بتوں سے محبت اور مومنوں کی	
خدائے واحد، قرآن مجید اور تمام کتب سماوی پر ایمان کا حکم	۸۳۰	خدا سے شدید محبت کا بیان	۹۲۳
صبغۃ اللہ کی تشریح اور اس کی خوبی کا بیان	۸۳۷	متبوعین اور تابعین کے اظہار برات اور ان کے	
یہود و نصاریٰ کے دعوے "ابراہیمؑ و اسماعیلؑ یہودی یا		دائمی عذاب کا بیان	۹۲۷
نصرانی تھے" کا بیان۔	۸۴۱	کفار و مشرکین کے اپنے باپ دادا کی تقلید پر	
تحویل قبلہ پر سفہاء کے اعتراض کا بیان	۸۴۳	اصرار کا بیان	۹۳۱
امتِ محمدی کے امتِ وسط اور جملہ امم و رسل پر شاہد		کفار کے گونگے، اندھے، بہرے اور بے عقل ہونے کا بیان	۹۳۳
ہونے اور نبی کریمؐ کے ان پر شاہد ہونے کا بیان	۸۴۸	مردار، خون، لحم خنزیر اور ما اہل لغیر اللہ کی تحریم کا بیان	۹۳۸
تحویل قبلہ کیلئے حضورؐ کے اضطراب اور کعبہ کے قبلہ قرار دینے کا بیان	۸۵۸	ابرار و متقین اور صادقین کی صفات کا بیان	۹۵۲
یہود کے حضورؐ کی اتباع نہ کرنے کی پیشگوئی کا بیان	۸۶۱	قصاص کا بیان اور اس کے احکام	۹۶۲
اہل کتاب کے نبی کریمؐ کو اپنی اولاد کی طرح پہچاننے کا بیان	۸۶۳	وصیت کا بیان اور اس کے احکام	۹۷۱
رسول اللہؐ کی بعثت اور ان کے مقاصد کا بیان	۸۷۴	روزہ کی فرضیت اور اس کے احکام	۹۷۶

Marfat.com

اگر ایمان ساتھ خدا کے اور روز آخرت کے درست کر کے لاویں تمام کفر کی قسموں
کو محو کر دیتا ہے اور مٹا دیتا ہے اور اگر عمل صالح بھی ایمان کے ساتھ ملجاوے
تمام اقسام خوف اور غم کے دور کرتا ہے پس کوئی کافر اور گنہگار بعد ایمان لانیکے قبول
ہونے توبہ اپنی سے مایوس نہ ہووے چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی تحقیق وہ آدمی کہ
ایمان لائے ہیں ساتھ زبان کے اور دل سے اس دین کو سچا نہیں جانتے ہیں ہر چند کہ کفر اُن
کا بہت مذموم ہے اس واسطے کہ باوجود کفر کے ارادہ فریب دینے خدا اور رسُول کا بھی کرتے ہیں
چنانچہ ابتدائے سورۃ میں بُرائی حال اُنکے کی گذری وَالَّذِیْنَ هَادُوْا یعنی وہ لوگ
کہ یہودی ہوئے ہر چند کہ برائیاں اُن کی بھی عملوں میں اور اعتقادوں اور اخلاق میں حد سے
زیادہ ہیں چنانچہ اصرار کفر اُن کے کا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور بصورت انسان کے اعتقادؔ
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چند ذات باری تعالیٰ کی جسمیت سے پاک ہے لیکن تعلق اُس کا
جسم کے ساتھ ضرور ہے ہرگز بغیر جسم کے نہیں رہتا ہے اور وہ جسم اُس کو لازم ہے کہ جسم مثالی
اور نورانی ہے مانند شعاع کے کبھی جمع ہوتا ہے اور کبھی پراگندہ اور اسی سبب سے ہے کہ آواز
اور کلام پکار کرنا اور طور سینا پر اُترنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا اور ہاتھ اپنے سے
توریت کا لکھنا اور عرش کے اوپر استواء کرنا یعنی ٹھہرنا اور بقرار بیٹھنا اور جواز رویت کا کسی جہت
میں ہونا اور طوفان نوح کے اوپر رونا اور ہنسی اور اندوہ اور غم اور خوشی ذات باری کے حق میں
جائز رکھتے ہیں اور ان چیزوں کا اس کے اُوپر اطلاق کرتے ہیں بعد اُس کے نبیوں کے حق میں
بد گمانی اور تہمت گناہ کی بھی بہت رکھتے ہیں کہ یہاں تک کہ حضرت موسٰی پر تہمت حضرت ہارون
کے قتل کی رکھتے ہیں اور صریح کہتے ہیں کہ حضرت موسٰیؑ حضرت ہارون کے اوپر حسد کرتے تھے اور بعضے
ان میں سے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر نہ تھے بلکہ ولی تھے اور ولایت کو افضل نبوت سے
جانتے ہیں اور خیال اُن کے میں یہ بات ٹھہر گئی ہے کہ معنی نبوت کے محض ایلچی گری اور پہنچانا
خدا کے پیغام کا ہے اور قرب الٰہی اور مرتبہ اللہ کے نزدیک ہونا اس خدمت میں درکار نہیں
اور حضرت ہارون کو بھی حضرت موسٰیؑ کے ساتھ نبوت میں شریک نہیں جانتے ہیں بلکہ خلیفہ اُن
کا کہتے ہیں اور گوسالہ بنانے کو حضرت ہارون کی طرف نسبت کرتے ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام

Marfat.com

اوریاؑ کے قتل کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہتے ہیں طلسم اور نیرنج رکھتے تھے اور تسخیر جنوں کی جانتے تھے اور رجعت نبیوں اور جو آیتیں توریت کی پیغمبر آخرالزماں کی حقیقت پر صریح دلالت کرتی ہیں اُن میں تاویل فاسد کرتے ہیں

یہود کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان

اور کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے تسلط اور ملک ان کا ثابت ہوتا ہے نبوت اور رسالت نہیں ثابت ہوتی ہے اور منسوخ ہونا شریعت کا ہرگز جائز نہیں جانتے ہیں بلکہ خدا کی شریعت منحصر حضرت موسیٰ کی شریعت میں جانتے ہیں اور یہ بات کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ سے پیشتر کوئی شریعت نہ تھی اور بعد اُن کے کوئی بھی شریعت نہ ہوگی اور اسی واسطے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں اور حضرت مریم کے حق میں تہمتیں باطلہ بیان کرتے ہیں اور لقب یہود کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے اپنے واسطے تراشا ہے کہ انھوں نے وقت مناجات اور طلب رحمت کے جناب الٰہی سے اناھدنا الیك کہا تھا یعنی ہم نے توبہ اور رجوع کی طرف تیرے وَالنَّصَارٰی یعنے اور نصاریٰ اور لفظ نصاریٰ کا اصل میں جمع نصران کی ہے مثل سکاریٰ اور سکران کے اور نصران بمعنی ناصر کے ہے اور اس لقب کو ترسایوں نے اپنے واسطے مقرر کیا ہے اس واسطے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب استمداد

نصاریٰ کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان

یہودیوں سے چاہی تھی کہا تھا من انصاری الی اللہ اور حواریوں نے جواب میں کہا تھا کہ نحن انصار اللہ اور اس فرقہ نے بھی اعتقاد اور عملوں میں بہت خبط کیا ہے اور زیادہ تر خبط اُن کا بیچ حال نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اتصال روح الٰہی کے ساتھ بدن اُن کے کے ہے پھر خبط بیچ بیان حال چڑھنے اُن کے کے طرف عالم ملکوت کے اور اتصال روح اُن کی کے اس حال میں اور بیچ بیان ان دونوں کیفیتوں کے عجیب عجیب کفر کی باتیں درمیان میں لاتے ہیں کہ کان سُننے ان کفریات کے سے کمال تنفر کرتے ہیں اور یہ دونوں فرقے معاد کے حال میں بھی کفر اختیار کرتے ہیں اکثر یہودی کہتے ہیں کہ جو کچھ توریت اور دوسری کتابوں آسمانی میں وعید اور خوف دلانا گناہوں پر مذکور ہے محض واسطے اور

لہ اوریا ایک شخص تھا کہ حضرت داوٗدؑ نے اس کو کافروں کے مقابلہ کے واسطے بھیجا تھا اور وہاں وہ شہید ہوگیا اور اس کی منسوبہ سے بعد شہادت اُس کی کے نکاح کر لیا تھا ۱۲

Marfat.com

صابئین کے عقائد کا بیان

لوگوں کے ہے سوائے فرقہ بنی اسرائیل کے کہ اُن کو بسبب شفاعت آبا اور اجداد اپنے کے کہ بڑے بڑے نبی ذوی القدر گذرے ہیں اندیشہ نہیں اور کسی طرح کا خوف اُس وعید سے نہیں رکھتے ہیں اور اکثر نصاری کہتے ہیں کہ مقدمہ جزا اور دارو گیر حساب دن قیامت کے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سپرد ہوگی بلکہ دن جزا کا محض حضرت عیسٰی کے ظاہر ہونے کا دن جانتے ہیں اور اسی جہت سے کمال تسلی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے تابعین کو بغیر پرسش کے بہشت کی نعمتوں سے سرفراز فرمادیں گے وَالصَّابِئِيْنَ یعنی اور بے دین کہ ساتھ کسی دین آسمانی کے مقید نہیں ہیں اور خلاصہ مذہب اُن کے کا یہ ہے کہ آدمی کو سعادت حاصل کرنے میں کسی پیغمبر یا مرشد کی حاجت نہیں روحانیات کہ آسمانوں اور عنصروں اور موالید ثلاثہ کے واسطے مدبر ہیں ان کی تکمیل اور پرورش کے کفایت کرتے ہیں لیکن آدمی کو چاہیئے کہ روحانیات سے مناسبت پیدا کرے تاکہ فیض اُن سے لیوے اور طریق مناسبت پیدا کرنے کا ساتھ روحانیات کے یہ ہے کہ اُن کے نام پر ہیکلیں اور شکلیں بنائی جاویں اور اُن بتوں کی کمال تعظیم بجالائی جاوے اور اُن روحانیات کے نام اور وصف اُن کے رُوبرو اُن بتوں کے بیان کئے جاویں اور اسی سبب سے بعضے لوگ اس فرقہ میں سے آفتاب اور چاند اور ستاروں کو سجدہ کرتے ہیں اور بعضے اُن میں سے ان ستاروں کے نام پر صورتیں تراشتے ہیں اور ان کو قبلہ اپنا بناتے ہیں اور کلدانیین ایک گروہ ہے اُن میں سے اُن کی یہی روش تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے مقابلہ کے واسطے بھیجے گئے اور فرقہ ناثبین اور آبادیان کا کہ انھیں میں سے ہے وہ لوگ بعضے بزرگوں اپنے کو پیغمبر جانتے ہیں اور اکثر صابئین تین وقت نماز پڑھتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور میت کے ہاتھ لگانے سے بھی غسل واجب جانتے ہیں اور کھانا گوشت گدھے کا اور کتے کا اور پنجہ گیر جانوروں کا پرندوں میں سے حرام جانتے ہیں اور ختنہ کو بھی حرام جانتے ہیں اور طلاق بغیر حکم حاکم کے درست نہیں جانتے ہیں اور مرد کے واسطے زیادہ ایک عورت سے روا نہیں رکھتے ہیں اور صورتیں اور بتوں کے بنانے میں باریکیاں خرچ کرتے ہیں ہیکل علۃ اولیٰ اور ہیکل عقل اور ہیکل سیاست اور ہیکل صورت اور ہیکل نفس کی کہ جواہر عقلیہ روحانیہ ہیں شکل مدور بناتے ہیں اور ہیکل زحل

Marfat.com

کی مسدس اور ہیکل مشتری کی مثلث اور ہیکل مریخ کی مربع مستطیل اور ہیکل آفتاب کی مربع
اور ہیکل زہرہ کی مثلث مربع کے جوف میں اور ہیکل عطارد کی مربع مستطیل مثلث کے جوف میں
اور ہیکل ماہتاب کی مثمن ہشت پہلو اور قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی ولایتیں آباد
ہیں ہر ایک ولایت چھتیس ہزار اور چار سو پچیس برس تک باقی رہتی ہے بعد اس مدت
کے جو ذی روح اس کے اندر ہیں خواہ انسان خواہ ... حیوانات بالکل فنا ہوتے ہیں
اور از سر نو ایک ایک جوڑا ہر حیوان کا اور ایسے ہی انسان کا بھی ایک جوڑا پیدا ہوتا ہے
اور توالد اور تناسل ہوتا رہتا ہے اور دورہ پورا ہوتا ہے پھر اسی طرح سے دورہ اور شروع
ہوتا ہے اور پہلے سب فنا ہوتے ہیں اور از سر نو پیدا ہوتے ہیں وعلیٰ ہٰذا القیاس اور جلانا
مُردوں کا اور اٹھانا قبروں میں سے آدمیوں کا اس کا بالکل انکار کرتے ہیں اور ثواب اور
عذاب کو انھیں دوروں میں بطریق تناسخ کے جانتے ہیں حاصل یہ ہے کہ ہر ایک نے ان
چار فرقوں سے باوجود کمال دوری کے اللہ کے راستے سے کم گندہ اور سڑے ہوئے کھانے
کا کیڑا ہے کہ ظاہر میں توقع اصلاح اس کی کسی وجہ سے نہیں لیکن کمال عنایت الٰہی ہے
کہ مَنْ اٰمَنَ یعنی جو کوئی ایمان لاوے اُن میں سے دل سے ساتھ اخلاص کے بِاللّٰہِ
یعنی ساتھ خدا کے بغیر تشبیہ اور بغیر تعطیل اور بے تشریک کے یعنی اللہ کو نہ کسی شے کے
ساتھ تشبیہ دیوے کہ جسم وغیرہ اس کے واسطے ثابت کر دے اور نہ معطل کہے اور نہ کوئی
شریک اس کا ٹھیراوے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اور بھی ایمان لاوے ساتھ دن پچھلے کے
کہ دن جزا کا ہے اور ایمان خدا کے ساتھ بغیر ایمان لانے کے ساتھ اُس دن کے تمام
نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ جو کوئی ایمان ساتھ اُس دن کے نہ رکھے ہمیشگی پرورش اُس
کی کا اور عام ہونے قدرت اور کمال حکمت اور عدل اُس کے کا منکر ہے اور ایمان
ساتھ کتابوں اور رسولوں اور فرشتوں کے ان دونوں ایمان کے واسطے لازم ہے اس
واسطے کہ یہ دونوں ایمان بغیر وسیلہ رسولوں اور فرشتوں کے معلوم نہیں ہو سکتے ہیں
اور بغیر کتابوں آسمانی کے علم ساتھ اس کے باقی نہیں رہ سکتا ہے اسی جہت سے ان
تینوں چیزوں کا جُدا بیان نہ کیا اور واقع میں اسی طرح ہے کہ جس کو ایمان مبدأ اور معاد

Marfat.com

کے ساتھ کماحقہ نصیب ہوا بغیر رسولوں اور فرشتوں اور کتابوں کے میسر نہیں ہوا اور محض ایمان بھی ساتھ مبدأ اور معاد اور وسائط کے ہر چند کہ بیچ امید نجات کے تاثیر عظیم رکھتا ہے لیکن واسطے نجات کل کے چیز دوسری بھی چاہئے جیسے کہ فرماتے ہیں وَعَمِلَ صَالِحًا یعنی عمل کیا عمل شائستہ اور عمل شائستہ میں یہ بات ضروری ہے کہ ناسخ کو لیوے اور منسوخ کو ترک کرے اور احکام الٰہیہ کو بیچ مقابلہ مصلحتوں عقل کے ترجیح دے اور جب ہر ایک گروہ نے ان چاروں گروہوں میں سے ایمان درست کیا اور عمل اس قاعدہ کے ساتھ بجالائے فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ یعنی پس واسطے اُن کے ہے اجر کامل اُن کا کہ اگر ابتدا سے اس وقت تک اوپر اس کے مداومت کرتے یہی اجر پاتے عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی نزدیک پروردگار اُن کے کہ جو ایمان اور عمل اُن کے کی تربیت فرماتا ہے اس حد تک کہ ایمان ایک لحہ اور عمل صالح ایک ساعت کے تئیں مٹانے والا کفر اور فسق تمام عمر کا کرتا ہے اور اُس ایمان اور عمل صالح ایک ساعت کے کو بسبب حسن تربیت اپنی کے موافق ایمان اور عمل صالح عمر بھر کے پہنچاتا ہے پس بکمال مہربانی اور رحمت اُس کی بندوں کے حال پر ہے کہ تھوڑی سی نیکی پر ثواب تمام عمر کی نیکی کا عنایت کرے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ یعنی اور نہیں ہے خوف اوپر اُن کے تاثیر پہلے کفر کی سے کہ مبادا موجب نقصان اجر کا ہووے اس واسطے کہ بسبب عنایت اُس کی کے پچھلے عمل اُن کے نے بعض عمر کے ایمان کو برابر ایمان تمام عمر کے کیا وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یعنی اور نہ وہ غم ناک ہووریں گے بسبب فوت ہونے عمل صالح کے کہ ایام کفر میں اس عمل سے محروم تھے اس واسطے کہ عنایت الٰہی اور پرورش اُس کی سے پچھلے عمل نے تدارک پہلے کا بھی کیا باقی رہا اس مقام میں ایک سوال کہ جواب اُس کے کی حاجت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سورہ میں ذکر نصارٰی کا صابئین کے ذکر پر مقدم فرمایا اور سورۂ حج میں صابئین کو اوپر نصارٰی کے مقدم کیا ہے اور ...... سورۂ مائدہ میں [illegible] صابئین کو مقدم فرمایا ہے اور تقدیراً موخر اس واسطے کہ تقدیر کلام کی اس جگہ اس طرح ہے کہ وَالصَّابِئُونَ كَذٰلِكَ یعنی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ الخ خبرات الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارٰى کی ہے اور صابئون کی خبر

Marfat.com

محذوف ہے یعنی کذلک پس تقدیر میں صابئون پیچھے ہوگیا اور باعتبار لفظ کے نصاریٰ سے مقدم ہے وجہ اس تفنن عبارت اور عبارت لانے کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلام اس سورۃ میں ساتھ بنی اسرائیل کے ہے اور خطاب طرف اہل کتاب کے ہے اور نصاریٰ بھی اصل میں بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوتے ہیں اور اہل کتاب بھی ہیں اور صابئون بنی اسرائیل نہیں ہیں شرافت کی جہت سے نصاریٰ کا ذکر مقدم ہوا اور سورۃ حج میں بیان قطع اختلاف کا ہے کہ فرقوں گمراہ کا ساتھ اہل حق کے ہے پس جن فرقوں کی تنازع اور مخالفت بہت تھی ان کا ذکر مقدم ہوا اور اسی واسطے یہود کو صابئین پر بھی مقدم کیا حالانکہ صابئین کا زمانہ پیشتر ہے زمانہ یہود کے سے اس جہت سے کہ یہودی زیادہ تر مسلمانوں سے مخالفت اور دشمنی رکھتے تھے بعد اس کے صابئین کا رتبہ ہے کہ ہرگز ساتھ کسی دین اور شریعت کے آشنا نہیں ہوتے بعد اس کے نصاریٰ کا کہ پیغمبر برحق جاننے اکثر رسولوں اور کتابوں کے مسلمانوں کے شریک ہیں بعد اُن کے مجوسی کہ اُن کے تیئں شبہ کتابوں کا ہے بعد ان کے مشرکین کہ ہرگز دعوٰی کتاب کا نہیں کرتے ہیں اور مخالف سب دینوں کے ہیں اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ صابئین ہرچند کہ موجود ہیں اور کسی وجہ سے شرک نہیں کرتے ہیں لیکن اس قول میں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے روحانیات میں حلول کیا ہے یعنی اُن کے اندر سماگئی اور روحانیات نے ان شکلوں اور بتوں میں کہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں حلول کیا ہے نصاریٰ سے بھی بڑھ کر اور پیشوا ان کے ہوتے ہیں گویا نصاریٰ نے مذہب حلولی انھیں سے سیکھا ہے بخلاف یہود کے کہ مذہب ان کا حلول سے دور ہے پس بجہت اُستاد ہونے صابئین کے اور شاگرد ہونے نصاریٰ کے صابئین کو مقدم فرمایا اور سورۃ مائدہ میں رعایت دونوں امر کی فرمائی کہ لفظ کے اعتبار سے مقدم کیا اور معنے میں موخر لائے اور وہب بن منبہ سے بیچ تفسیر ابن ابی حاتم کے مروی ہے کہ الصابی الذی یعرف اللہ وحدہ ولیست لہ شریعۃ یعمل بہا ولم یحدث کفرا یعنی صابی وہ شخص ہے کہ اللہ کو جانتا ہے اور اس بات کا اس کو عقیدہ ہے کہ اللہ کی کوئی شریعت نہیں کہ اُس کے اوپر عمل کیا جائے اور نہ کوئی کفر اس نے پیدا کیا اور ابی الزناد سے بھی اسی تفسیر کی

Marfat.com

الصابئون قوم متایلی العراق یکفرون بالنبیین کلّھم مطابق اُس کے ہے جوکہ ہماری تفسیر میں مذکور ہوا اور متقدمین مفسرین سے سوائے اس قول کے اور قول بہت بیچ بیان مذہب صابئین کے منقول ہیں لیکن کوئی مطابق نہیں پڑتا ہے ساتھ اُن اقوال کے کہ اصحاب ملل اور نحل نے لکھے ہیں منجملہ اُن کے جوکہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ الصابیۃ منزلۃ بین النصرانیۃ والمجوسیۃ یعنی صابیۃ مرتبہ ہے بیچ نصرانیۃ اور مجوسیۃ کے اور ابوالعالیہ سے منقول ہے کہ الصابئون قوم من اھل الکتاب یقرؤن الزبور یعنی صابئین ایک گروہ ہے اہل کتاب سے کہ پڑھتے ہیں زبور کو اور سدی سے منقول ہے کہ الصابئون طائفۃ من اھل الکتاب یعنی صابئون ایک گروہ ہے اہل کتاب سے اور قتادہ سے منقول ہے کہ الصابئون قوم یعبدون الملئکۃ ویصلون الی غیر القبلۃ ویقرؤن الزبور یعنی صابئون ایک قوم ہیں کہ پرستش کرتے ہیں فرشتوں کی اور نماز پڑھتے ہیں طرف غیر قبلہ کے اور پڑھتے ہیں زبور کو اس جگہ میں جاننا چاہیئے کہ جیسے منطوق اس آیت کا دلالت کرتا ہے اوپر قبول ہونے ایمان اور عمل صالح ہر کافر کے اگرچہ بدتر انواع کفر اور فسق کا مرتکب ہوا ہو ایسے ہی مفہوم اس آیت کا دلالت کرتا ہے اوپر نہ قبول ہونے ایسے ایمان کے کہ جن چیزوں کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے بعضی چیزوں کے ساتھ ان میں سے ایمان لاوے اور بعضوں کے ساتھ نہ لاوے بلکہ ایمان جب قبول ہوگا کہ کل ان چیزوں کے ساتھ ایمان لاوے اور اُس کے اوپر بھی دلالت کرتا ہے کہ تمام عبادتیں خواہ بدنی ہوں خواہ مالی اگر کفر کے وقت اور بغیر ایمان کے کی جاویں مقبول نہیں چنانچہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان کو بھی ارشاد فرمایا تھا جس وقت کہ سلمان فارسی مسلمان ہوتے تھے اور راہبوں نصاریٰ کا حال اور بڑی بڑی سخت عبادتیں اور استدراج اُن کے آں حضرت کے رُو برو بیان کئے تھے اور یہی آیت واسطے تصدیق کلام مبارک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نازل ہوئی تھی جیسا کہ جریر کی روایت میں کہ مجاہد سے بیچ قصہ سلمان فارسی کے کہ وہ قصہ بہت طویل ہے مذکور ہے کہ حضرت سلمان نے آنحضرت سے سوال کیا صالح اعمال اور عملوں انکے بارے میں پس آں حضرت

Marfat.com

نے اُن کے جواب میں فرمایا تھا کہ نہیں مرے وہ اور پا لام کہ اور اسی قصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعد سوال اُن کے کے آخری یہ آیت ان الذین آمنوا والذین ھادوا پس بلایا آں حضرت نے سلمان کو پس فرمایا آخری ہے یہ آیت تیرے ہمراہیوں کے حق میں پھر فرمایا، آں حضرت صلعم نے جو شخص مرا اور پر دین عیسیٰ کے قبل اس کے کہ سُنا میرے تئیں پس وہ اوپر خیر کے مرا اور جس شخص نے کہ سُنا مجھ کو اور نہ لایا ایمان ساتھ میرے پس تحقیق وہ ہلاک ہوا القصہ بنی اسرائیل نے اس استبدال میں نافرمانی خدا کی شروع کی تھی اور آخر کو بے پردہ مخالفت خدا کی جیسا کہ جو مخالفت اُن سے ظاہر ہوئی تھی یاد دلاتے ہیں کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد محکم تم سے اس بات پر کہ احکام سخت اور مشکل توریت کے قبول کرو اور اطاعت احکام کی سے گردن نہ پھیرو اور تم نے جب دیکھا کہ احکام توریت کے بہت بھاری اور سخت ہیں ان تکلیفات کے قبول کرنے سے انکار کیا حالانکہ پیشتر اُس سے کمال مبالغہ اور تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ہمارے پاس شریعت اور دین نہیں ہے چاہیئے کہ ہمارے واسطے ایک کتاب آوے اور اس کتاب میں قاعدے شریعت کے اور طریقے طاعت اور عبادت کے مفصل مذکور ہوں تاکہ موافق اس کے عمل کریں اور حضرت موسیٰ نے کئی بار تم سے عہد اور پیمان مضبوط کیا تھا کہ اگر میں خدا کی طرف سے تمہارے واسطے ایسی کتاب لاؤں کہ تکلیفات اور احکام اُس میں ہوویں البتہ اس کو قبول کرنا تم کو پڑے گا اور جب تم نے بعد آنے اُس کتاب کے قبول کرنے اُس کے سے توقف کیا اور عہد اور پیمان دینے سے بھی سستی کی ہم نے تم سے زبردستی قبول کروایا وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ یعنی اور اٹھایا ہم نے اوپر سروں تمہارے کے پہاڑ کو اور طور لغت میں پہاڑ کو کہتے ہیں کہ جس میں سبزہ اور درخت ہو جیسا کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ الطور ماینبت من الجبال وما لم ینبت فلیس بطور یعنی طور وہ پہاڑ ہے جس میں سبزہ ہو اور جس میں سبزہ نہ ہو وہ طور نہیں لیکن مراد اس جگہ ایک پہاڑ معین ہے اور وہ پہاڑ وہی پہاڑ ہے کہ توریت اُس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اُس پہاڑ کو اپنی جگہ سے پروں اپنے پر اُٹھا کر

ذکر دوسرے عہد و پیمان اور رفع طور کا بیان

Marfat.com

نائے اور قد آدم کے فاصلہ سے بنی اسرائیل کے سر پر کھڑا کر دئے انھوں نے ایسا ہی کیا کہتے ہیں کہ گرد لشکر گاہ کا اسوقت بیں طول اور عرض میں ایک ایک فرسنگ تھا اور ایک پہاڑ بھی اتنا ہی لمبا چوڑا تھا جب بنی اسرائیل نے پہاڑ کو اوپر سروں اپنے کے دیکھا ڈرے اور سجدے میں گرے لیکن ایک طرف پیشانی کی زمین پر رکھ دی تھی اور دوسری طرف سے ایک آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ بادا ہمارے سر پر گر پڑے اسی سبب سے بنی اسرائیل میں طور سجدہ کا اسی وضع پر ٹھہرا تاکہ اس حالت ہولناک کو یاد دلاوے اور بعد کھڑا کرنے پہاڑ کے تمھارے سروں پر کہا ہم نے خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ یعنی پکڑو تم اُس چیز کو کہ دیا ہم نے تم کو تکلیفات شاقہ سے کہ توریت میں ہیں اور حقیقت میں عطا ہماری ہے بِقُوَّۃٍ یعنی ساتھ تمام کوشش کے جیسے کہ دُنیا کے حاصل کرنے میں نہایت درجہ کی کوشش کرتے ہو اور واسطے نفع دُنیا کے کہ قلیل ہے اُس کی سختیوں کے اٹھانے میں نہایت مشقت کرتے ہو حالانکہ تکلیفات شرع کی عقل سلیم کے نزدیک ان دُنیا کی سختیوں کے مقابلے میں مرغوب اور مقصود ہیں اسواسطے کہ ان تکلیفوں کے اٹھانے میں نفع بہت بڑا ہے پس جب اسلاف اور بزرگوں تمھارے نے جس چیز کو کہ کمال آرزو اور خواہش سے طلب کیا تھا اور بسبب مشکل اور بھاری ہونے کے انکار کیا اور پھر گئے ہیں اس حکمت کہ بسبب کھڑے کرنے پہاڑ کے اُن کے سروں پر اُن کو ڈرایا ہم نے اور حد اجباری اور اکراہ کو پہنچایا تم نے کیا بعیب ہے کہ متابعت اور پیروی اس پیغمبر آخر الزماں کی بسبب فوت ہونے رشوتوں اور نذروں اور نیازوں کے کہ جاہلوں اپنے سے لیتے تھے اور برہم ہونے ریاست اور مرتبہ اپنے کے ترک کرو اور منکر ہو جاؤ یہاں تک کہ تم کو ساتھ قتل کرنے اور لوٹنے اور قید کرنے اور جلا وطنی کے نہ ڈراویں اطاعت اُس کی بجا نہ لاؤ حالانکہ اگر تامل کرو تو متابعت اس پیغمبر کی بھی منجملہ ان تکالیف کے ہے کہ نیچے اُس پہاڑ کے قبول کی تھی تم نے اور اسی واسطے ہم نے تمسک ان بات فقط عہد لینے کی اور پر عمل کرنے ظاہر توریت کے نہ کی تھی بلکہ کہا تھا ہم نے وَاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ یعنی اور یاد کرو تم بار بار اُس چیز کو کہ درمیان ان تکلیفوں کے ہے فائدوں اور بھیدوں اور حکمتوں سے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تاکہ تم بسبب اس ذکر اور فکر کے مرتبہ تقویٰ کا حاصل کرو اور مخالفت حکموں الٰہی کے سے ہر زمانے میں جو پیغمبر کی زبان سے سنو پرہیز کرو

باقی رہا اس جگہ ایک اشکال قوی اور وہ یہ ہے کہ بنائے تکلیفات الٰہی کی اوپر اختیار بندوں کے ہے اور زبردستی اور جبر کرنا بیچ قبول کرنے ان تکلیفوں کے مخالف غرض تکلیف کے ہے اس واسطے کہ منظور تکلیف دینے بندوں کے سے ساتھ احکام اور امر اور نہی کے امتحان اور آزمائش اُن کی ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کونسا ان میں سے خوشی اور رغبت اپنی سے مطابق اُس کے عمل کرتا ہے اور کونسا ساتھ اختیار اور ارادہ اپنے کے راہ عصیان اور نافرمانی کی چلتا ہے تاکہ موافق اُس کے جزا دیا جاوے اور جس صورت میں زبردستی اور لاچاری سے ایک چیز کروائی جاوے خواہش اور رغبت بالکل سلب ہوتی ہے اور مطیع نافرمانی سے جدا نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ یہ بات انسان کی جبلت میں پڑی ہوئی ہے کہ وقت خوف جان اور ہلاک ہونے خاندان اپنے کے ہر چیز کو خواہ مخواہ قبول کرتا ہے اور طرف اس بات کے اشارہ فرمایا ہے دوسری آیت میں کہ لا اکراہ فی الدین یعنی نہیں زبردستی کرنی بیچ دین کے اور ظاہر ہے کہ طور کا اُٹھانا اُن کے سروں پر اس وضع کے ساتھ نہایت مضطر کرنا اور زبردستی سے تسلیم کروانا ہے بنی اسرائیل سے احکام توریت کے اس طرح سے کیا فائدہ رکھتے تھے کہ حقیقت میں قبول کرنا نہ تھا جواب اس کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے پہلے اس واقعہ سے خواہش اور رغبت سے بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ایک کتاب جس میں احکام الٰہی ہوں ہمارے پاس لاؤ تاکہ بموجب اس کے ہم عمل کریں اور اس امر پر حضرت موسیٰ نے اُن سے عہد و پیمان محکم لیے تھے اور جب وہ کتاب آئی اور احکام اُس کے مخالف خواہش اپنی کے دیکھے انکار کیا اوس اُس کے قبول کرنے سے، تو پھر اس حقیقت میں انھوں نے عہد شکنی کی اور اپنے اقرار سے پھرے لسبب اُٹھانے پہاڑ کے اُس عہد شکنی سے باز رکھا اور اوپر بد عہدی کے ڈرایا پس اکراہ دین اور ایمان میں نہ ہوا بلکہ ڈرانا اُن کا اوپر ایک حرکت ناشائستہ اُن کی کے وقوع میں آیا مثل قائم کرنے حد اور تعزیر کے مسلمانوں کے حق میں کہ ہرگز اکراہ کے قبیل سے نہیں تاکہ تکلیف کے لشتت ہونے میں کوئی خلل پڑے مثال اُس کی یہ ہے کہ کسی شخص نے عہد کیا ہو کہ جو کچھ اس شادی یا اس عمارت میں تیرا مال خرچ ہو وہ میرے ذمہ ہے اور جس وقت فرد جمع اور خرچ اس شادی یا عمارت کی ملاحظہ کرے

Marfat.com

پھر جاوے اور کہے کہ اس قدر اپنے ذمہ پر نہیں لوں گا پس یہ مرتکب عہد شکنی اور بد معاملگی ہے
اس تنبیہ اور خوف دلانے سے پہلے عہد پر پھیرا جاوے اور اقرار اوّل کے ساتھ پکڑا جاوے اور
بعضے مفسروں نے جواب میں کہا ہے کہ جو کافر ذمی اور معاہد نہ ہو اس کے اوپر جبر کرنا واسطے
اسلام کے جائز ہے اور لڑائی اور جہاد اور لوٹ مار کہ بادشاہ اسلام حربیوں کے ساتھ کرتے
ہیں تمام اکراہ کے قبیل سے ہیں پس آیت لا اکراہ فی الدین کے ساتھ آیت قتال کی منسوخ
ہوئی اور اکراہ ذمیوں اور معاہدوں کا دین کے اوپر کہ حرام ہے اس سبب سے کہ عہد شکنی کرتے
ہیں اور عہد شکنی حرام ہے اور مخالف اس امر کے بھی ہے کہ دعوھم وما یدینون یعنی
چھوڑ دو تم اُن کو ساتھ دینوں اُن کے کے پس اس جہت سے بھی ان کے اوپر اکراہ حرام ہوتا
ہے علاوہ اس کے آیت لا اکراہ فی الدین میں نفی اکراہ کی بندوں کی طرف سے ہے کہ
کوئی بندہ دوسرے بندہ پر اکراہ اور زبردستی نہ کرے اس واسطے کہ یہ نفی ساتھ معانی نہی
کے ہے یعنی لا تکرھوا احدا فی الدین زبردستی نہ کرو کسی پر دین کے معاملہ میں اور
طور کا کھڑا کر دینا اُن کے سروں پر یہ فعل خدا کا ہے اس نفی میں وہ داخل نہیں اس واسطے کہ یہ
نفی خاص بندوں کے واسطے ہے بہرحال بزرگوں تمہارے نے وہ عہد اور پیمان دیئے اور
احکام توریت کے اور تکلیفیں اس کی قبول کیں ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ یعنی پھر پھر گئے تم ظاہر اور
باطن توریت کے سے نہ احکام توریت کے بجا لائے تم اور نہ پیچ اس پیغمبر کی متابعت کی
تم نے کہ متابعت ان دونوں کی مدلول باطنی توریت کی تھی یعنی اُس کے مضمون سے بھی
جاتی تھی مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ یعنی بعد ان تاکید دل سخت کے اور بعضے عہدوں اور پیمانوں
محکم کے کہ عقل کے نزدیک بھی اور اہل کتاب اور شرع کے نزدیک بھی مخالفت اُن عہدوں
کی مذموم اور قبیح ہے فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ یعنی پس اگر نہ ہوتا فضل
اللہ کا اور رحمت اللہ کی تم پر ہرگز تقصیر یں تمہاری معاف نہ کرتا اور توبہ تمہاری قبول نہ فرماتا
اور ایمان تمہارا اس پیغمبر کے ساتھ صحیح نہ کرتا پس لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی البتہ
ہو جاتے تم خسارہ کھانے والوں میں سے لیکن عنایت خداوندی ہے کہ اب تک تمہارے
اوپر دروازہ توبہ کا کھول رہا ہے اور ایمان اور عمل صالح تمہارے کو لائق قبولیت کے بنایا ہے

پس چاہیئے تم کو کہ زیاں کاری اپنی کو ثابت نہ کرو اور ہرگز روا نہ رکھو کہ اس پیغمبر بےنظیر کی
دوام نفع تمہارے کی منحصر ہے اور اسی کی متابعت سے حاصل ہے انکار کرو اور اسی انکار
پر مرو اور اگر تم کو یہ بات بعید معلوم ہووے کہ ایک شخص کی متابعت نہ کرنے سے گروہ ہماری
جنس سے ہے کیا بے نصیبی اور نقصان پاوے اور فضل اور رحمت اللہ کی ہم سے دور ہو جاویگی
ہم بہت پیغمبروں کی تعظیم کرتے ہیں اور بہت شریعتوں کے ساتھ کہ منسوخ ہوگئیں،
عمل کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اس بعید سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں تمہارے ہی گروہ میں سے
ایسے آدمی تھے کہ تم سے درجے میں بہت بڑے تھے بسبب ترک کرنے ایک حکم کے کہ حکموں
میں سے تھا اس پیغمبر کی متابعت نہ کرنے سے بہت حصہ کم تھا زیانکاری اور بے نصیبی کی
کی لینے واسطے جمع کی اور قبا لعنت اور مسخ کی اپنے بدن پر آراستہ کی وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ
اعْتَدَوْا یعنی اور تحقیق تم جانتے ہو ان لوگوں کو کہ زیادتی کی انھوں نے بسبب شکار
مچھلیوں دریا کے مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ یعنے فرقہ تمہارے سے تھے ہفتہ کے دن میں کہ
تم کو توریت میں حکم ہوا تھا اس بات کا کہ اس دن کوئی دُنیا کا کام نہ کرو اور خالص اللہ کی
عبادت میں مشغول رہو اور وہ گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا کہ شہر ایلیا میں رہتے تھے اور وہ
گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا کہ امتحان اللہ کو اُن کا منظور تھا اس واسطے ہفتہ کے دن بہت
مچھلیاں پانی کی اوپر ظاہر ہوتی تھیں اور اُس دن بسبب حرام ہونے شکار اُن کا نہیں کر سکتے تھے
کہ جال یا شست کے ساتھ پکڑیں اور مچھلیوں کے کھانے کی حسرت میں رہتے تھے اور دریا کے
قریب رہنے والوں کو بہت مرغوب ہوتی ہیں مانند مچھلی بے آب کے تڑپتے تھے اور جب دن
شنبہ کا چلا جاتا مچھلیاں پوشیدہ ہو جاتی تھیں اور ہرگز نام اور نشان مچھلی کا معلوم نہیں ہوتا
تھا جس وقت اس حسرت میں بے تاب ہوئے مشورہ اس کا آپس میں کیا کہ حیلہ شرعی اٹھایا جاوے
تاکہ حرام فعل سے باز رہیں اور مچھلی کے شکار سے بھی محروم نہ رہیں جو لوگ اُن میں بڑے ذی عقل
تھے انھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ جمعہ کے دن شام کے وقت دریا کے کنارے پر گڑھے کھودتے تھے
اور ہفتہ کے دن کہ مچھلیوں کا آنا شروع ہوتا تھا دریا سے اُن گڑھوں تک نالیاں بناتے تھے
کہ پانی دریا کا اُن نالیوں کے رستہ سے اُن گڑھوں میں بھر جاتا اور پانی کے ہمراہ مچھلیاں بھی

Marfat.com

اُن گڑھوں میں چلی آتیں اور جب مچھلیاں خوب بھر جاتیں تو اُن نالیوں کو بند کر دیتے تاکہ پھر دریا میں نہ چلی جاویں اور جب دن یکشنبہ کا ہوتا اُن مچھلیوں کو جال اور شست اور ہاتھوں سے اُن گڑھوں میں سے پکڑ لیتے اور اپنے گھروں میں لے جاتے اور کھاتے اور فروخت کرتے اور کہتے کہ ہم نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو پانی سے نہیں نکالا ہے بلکہ پانی میں نگاہ رکھتے تھے پس دن شکار مچھلی کا ہفتہ کا دن ہمارے اوپر ثابت نہیں ہوتا ہے یکشنبہ کے دن کہ شکار مچھلی کا حلال ہے ان کو پانی سے ہم باہر نکالتے ہیں اور جب اُن کو اللہ تعالیٰ نے اس بُرے کام پر فی الحال نہ پکڑا انھوں نے جانا کہ یہ عمل حلال ہے کہتے ہیں کہ چالیس برس یا ستر برس تک یہ عمل اُن میں رائج رہا یہاں تک کہ عہد نبوت اور خلافت حضرت داؤد علیہ السلام کا پہنچا حضرت داؤد علیہ السلام نے اُن کے حال پر مطلع ہو کر پند اور نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ بند کرنا تمھارا اُن نالیوں کو اور روکنا مچھلیوں کو گڑھے کے اندر جو بھی شکار ہے یہ ہفتہ کے دن کرتے ہو تم ہرگز یہ عمل نہ کرو تم ورنہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگے وہ اس عمل سے باز نہ آئے اور کہا کہ ہم رسول اور قرنوں سے اس حیلہ سے شکار کرتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں اور بسبب فروخت کرنے اُن کی ہڈی اور دانت اور چربی وغیرہ مچھلیوں کی سے تونگر ہوگئے ہیں اور ایک وجہ معاش کی ہم نے حاصل کی ہے اس کو ہم نہیں چھوڑتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے اُن کے اوپر بددعا اور لعنت فرمائی حق تعالیٰ نے دعا حضرت داؤد علیہ السلام کی قبول فرمائی اور اُن سے انتقام لیا جیسا کہ فرماتے ہیں فَقُلْنَا لَهُمْ یعنی کہا ہم نے اُن کے تئیں كُوْنُوْا قِرَدَةً یعنی ہو جاؤ تم بندر اور یہ کہنا ایجاد اور تکوین کا ہے اور کہنا تکلیف کا نہیں جیسا کہ اور امور شرعی میں ہوتا ہے تاکہ اس میں قدرت مکلف کی درکار ہوتی اور یہ صفت اس طرح اُن میں پیدا ہوگئی کہ وہی گوشت مچھلیوں کا اُن کے پیٹ میں فاسد ہوا اور مادہ خبیثہ جذام کا ہوا اور ایک دفعہ اُن کی جلد کی طرف دفع ہو کر پوست اُن کے نے شکل پوست بندروں کی پکڑی اور اُن کی پیٹھوں میں بھی خم اور جھک جانا ظاہر ہوا اور رنگ چہرہ کا جل گیا اور اصل بال ان کے گر گئے اور شکل چہرہ کی بدل گئی جیسا کہ وقت غلبہ جذام کے ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے قوت بولنے کی بھی ان سے زائل ہوئی اور فہم اور شعور انسانی باقی رہا یعنی یہ سب باتیں سمجھتے تھے آپس میں دیکھتے تھے اور روتے تھے اور بعد تین دن کے

Marfat.com

سب ہلاک ہوئے اور مر گئے اور کاش خوش شکل بندر ہوتے کہ آدمی اُن کو بسبب دلپسند ہونے حرکتوں اُن کی کے پرورش کرتے ہیں اور کھانے اچھے اچھے کھلاتے ہیں اور پٹے سنہری اور کپڑے ریشمیں پہناتے ہیں اور اپنے ہمراہ رکھتے ہیں اور مانند لڑکے بالوں کے اُن کو چاہتے ہیں لیکن ہوگئے وہ بندر اس حال میں کہ تھے وہ خَاسِئِیْنَ یعنی خوار اور ذلیل بسبب گندہ ہونے غلط اکال کے اور بدبو آتی ہے بدنوں ان کے سے اور جو کوئی دُور سے واسطے عبرت کے اُن کو دیکھنے کو آتا تھا وہ ان کو لعن طعن اور سرزنش کرتا تھا کمال حسرت سے سر ہلاتے تھے اور دیکھتے تھے حدیثوں میں آیا ہے کہ اُس شہر کے لوگ وقت پھیلنے اس عمل بد کے تین گروہ ہوئے تھے بقدر بارہ ہزار آدمیوں کے ان میں سے نصیحت کرنے والے تھے اور اس کام سے اُن کو منع کرتے اور حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بجالاتے تھے یہاں تک کہ درمیان اپنے اور محلہ اس گروہ بدذات کے ایک دیوار کھینچ لی تھی اور کسی کو اپنے درمیان سے اُن کے پاس نہیں جانے دیتے تھے اور نہ کسی کو اُن میں سے اپنے پاس آنے دیتے اور قریب ستر ہزار آدمیوں کے مچھلیوں کے شکار میں گرفتار تھے اور ایک جماعت دونوں کام نہ کرتی تھی اور خاموش تھی بلکہ نصیحت کرنے والوں کو کہتی تھی کہ تم عبث اس جماعت خون منہ کو لگے ہوئے کو وعظ اور نصیحت کرتے ہو پس جو کہ نصیحت کرنے والے تھے انھوں نے بہمہ وجوہ نجات پائی اور جو شکار میں مبتلا تھے وہ سب مسخ ہو کر ہلاک ہوگئے اور جو کہ خاموش تھے ان کے حق میں اختلاف ہے نقل ہے کہ ایک دن حضرت ابن عباس اس قصہ کو سورۂ اعراف میں سے پڑھتے تھے اور روتے تھے اور آدمی ان کے آگے حیران بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رونے کے سبب تعجب کرتے تھے یکایک عکرمہ کہ چیلہ خاص ان کا تھا دروازہ سے آیا اور پوچھا کہ یا حضرت سبب اس رونے کا کیا ہے فرمایا کہ میں اس قصہ میں تامل کرتا تھا میرے دل میں گزرا کہ مچھلی کے شکار کرنے والوں کو خود یہ آفت پہنچی اور جو آدمی نصیحت اور منع کرنے میں مشغول رہے نص قرآن سے اُن کی نجات ثابت ہوئی حال خاموش رہنے والوں کا کیا ہوگا ہر گاہ کہ خیال آتا ہے کہ مبادا اُن کو بھی حق تعالیٰ نے مواخذہ میں شریک اُنھیں گناہ کرنے والوں کے کیا ہو اس واسطے کہ انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا تھا خوف میرے اوپر غالب ہوتا ہے اور بے اختیار

Marfat.com

رونا آتا ہے کہ اکثر شخصوں سے اس قسم کا سکوت اور سستی صادر ہوتی ہے عکرمہ نے تمام جرأت کرکے کہا کہ یا حضرت حکم خاموش رہنے والوں کا حکم واعظوں کا ہے کہ بلاشبہ انھوں نے بھی نجات پائی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس دعوے کو کس دلیل سے کہتا ہے تو تاکہ خاطر میری تسلی پکڑے عکرمہ نے کہا کہ بارہا تم سے سُنا ہے اور شرع میں بھی مقرر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ میں بجالانا بعض کا حکم بجالانے کل کا رکھتا ہے جس وقت ایک جماعت نے ان میں سے امر بالمعروف کیا سب کے ذمے سے ساقط ہوا اور جو کہ ساقط تھے اُن کو مواخذہ نہ رہا اگر سب کے سب سکوت کرتے البتہ گناہگاروں کے شریک ہوتے اور نصیحت کرنے والوں کو اس واسطے وہ منع کرتے تھے کہ اُن کے نصیحت قبول کرنے سے مایوس ہوئے تھے منع ان کا سُستی کی راہ سے اور رضامندی گناہ کے سبب سے نہ تھا حضرت ابن عباسؓ بسبب سُننے اس کلام کے نہایت خوش ہوئے اور اُٹھے اور عکرمہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُس کو بغل میں لیا اور برابر اپنے بٹھایا البتہ غلام اور کم اصل بھی عالموں اور کاملوں کی صحبت میں ریاست دین اور دنیا کی پیدا کرتے ہیں اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا بیت ؎

داغ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند　　میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب کہ درمیان اہل معانی کے مشہور ہے. اور وہ یہ ہے کہ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت خبر اس بات کی ہے کہ مخاطبین اصحاب سبت کے قصہ کو جانتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ ساتھ حکم المرء اعلم بحالہ کے یعنی آدمی اپنے حال کو خوب جانتا ہے مخاطبین اپنے تئیں جانتے تھے کہ ہم اس قصہ کو جانتے ہیں پس یہ اخبار واسطے جتلانے مخاطبین کے مفید نہیں ہو سکتا ہے اور ایسے ہی اس بات کا جتلانا بھی مفید نہیں کہ متکلم اس حکم کو جانتا ہے اس واسطے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزیں جانتا ہے اور متکلم اس جگہ وہ ہے پس فائدہ خبر دینے کا کہ علم مخاطب کا ساتھ حکم کے ہے اور لازم فائدہ خبر کا کہ وہ اعلام مخاطب کا ہے ساتھ علم متکلم کے اس اخبار میں دونوں مفقود ہیں پس یہ خبر صحیح نہ ہوئی اس واسطے کہ خالی دونوں فائدوں سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ عالم ہونا مخاطبوں کا ساتھ اس قصہ کے اُس کے واسطے ایک لازم ہے اور وہ عبرت

Marfat.com

پکڑنی اور پند پذیر ہونا ہے اور مراد اس جگہ اخبار سے افادہ لزوم اس لازم کا ہے پس گویا معنی کلام کے یہ ہیں کہ قد لزمکم العبرۃ ووجب علیکم التحرز من المعصیۃ اذ علمتم بھذہ القصۃ یعنی لازم ہوئی تم کو عبرت اور واجب ہوا تمہارے بچنا گناہ سے جس وقت جانا تم نے اس قصہ کو اور باعتبار معنی کنائی کے قصد کیا جاتا ہے جیسا کہ درمیان کلام بلاغت نظام نبوی کے دودھ کے حق میں آیا ہے کہ ان لہ دسما یعنے واسطے اس دودھ کے چکناہٹ ہے اور اس جگہ کنایت استحباب مضمضہ کی سے بعد کھانے اس کے کے ہے اور فائدہ اخبار کا یہی ہے ورنہ معنی ظاہری اس کے ہر شخص کو معلوم ہیں حاجت ذکر کرنے اس کے کی نہیں اور مثل اسی کے دوسری حدیث شریف میں آیا ہے ان ابراھیم ابنی وانہ مات فی الثدی کہ کنایت اندوہگیں اور غمناک رہنے سے ہے اور سوا اس کے اور مثالیں ایسی بہت ہیں اور سوا اس جواب کے سوال دوسرا پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معنی کنائی کے بیان کرنے میں حاجت تاکید قسمی کی کہ لام موطئہ اس کے اوپر دلالت کرتا ہے اور ضرورت تاکید کی ساتھ لام اور قد کی کیا ہے اور لانا جملہ کا کہ مؤکد ساتھ ان کے جس وقت جانا تم نے اس قصہ کو اور باعتبار معنی مکنی کے مقصود اس اخبار سے بھی فائدہ دینا ثبوت حکم مخاطب کو ہے کہ فائدہ خبر کا ہے اور اخبار میں فائدہ خبر کا کبھی باعتبار معنی صریح اس کے کے مقصود ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جب انھوں نے عبرت نہ رکھی اور احتراز گناہ سے نہیں کرتے تھے گویا حقیقت میں انکار لزوم عبرت اور وجوب احتراز کا گناہوں سے کرتے تھے گویا اس جہت سے ان کو نازل منزلہ منکر اصرار کرنے والے کے ٹھہرا کر کلام کو ایسی تاکید وں کے ساتھ مؤکد فرمایا آئے ہم طرف اس کے کہ بعضے بے وقوف فرقہ معتزلہ نے اس مسخ واقعی کا کہ تواتر سے ثابت ہے انکار کیا ہے اور ظاہر اس آیت کی تاویل کی ہے کہ مراد مسخ معنوی ہے یعنی تبدیل دلوں اور عقلوں کی جیسا کہ حق میں اور کافروں کے اس معنی کو ختم اور طبع کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور اور آیت میں آیا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا یعنی مثال گدھے کی کہ اٹھاوے کتابوں کو اور دوسری آیت میں فمثلہ کمثل الکلب یعنی مثال اس کی کتے کی ہے بمنزلہ اس کے ہے کہ استاد شاگرد کند ذہن اپنے کو کہے کہ گدھا یا کتا ہے اور باعث

انکار کرنے مسخ حقیقی کا اور موجب تاویل کا ایک شبہ ہے کہ ان کے دل میں گذرا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسخ حقیقی انسان کو انسانیت سے باہر کرتا ہے اور حیوانوں کی جنس میں داخل کرتا ہے پس اس صورت میں قابل عذاب چکھنے کے اور جزا پانے کے نہیں رہتے ہیں اس واسطے کہ عذاب کا چکھنا اور پانا جزا کا شرط اس کی انسانیت ہے چنانچہ تکلیف کی بھی یہی شرط ہے اس واسطے کہ جزا کا ملنا تکلیف کا ثمرہ ہے وما ھو شرط الاصل شرط الفرع یعنی اور جو چیز شرط اصل کی ہے شرط فرع کی ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس جگہ تین چیزیں جدا جدا ہیں ایک مسخ حقیقی دوسری مسخ صوری تیسری مسخ معنوی پس مسخ حقیقی باطل ہونے سے مسخ معنوی نہیں لازم آتا ہے چاہیئے کہ مسخ صوری ہو جاوے یعنی صورت ظاہری بدل جاوے اور انسانیت باقی رہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حقیقت انسان کی یہ شکل محسوس اور عوارض اور صفتیں اس شکل خاص کی نہیں ہیں بلکہ جس صورت میں تبدل فربہی کا لاغری کے ساتھ یا جوانی کا بڑھاپے کے ساتھ ہو سوا اس کے اور طرح ہو لازم آتا ہے کہ تبدل حقیقت کا ہو جاوے پس جس وقت اس شکل ظاہری کو باطل کر کے بجائے اس کے ترکیب اور شکل بندر کی پیدا کر دی حقیقت انسان کی متبدل نہ ہوئی بلکہ شکل انسانی کہ مدار اس کی ان عوارض پر تھی وہ جاتی رہی اور اس کی جائے اور ساعراض ہیکل بوزنہ والی کی پیدا کر دی پس اس جگہ مسخ شکل انسانی کا ہوا اور روح انسانی کہ حقیقت انسانی اس کے سبب سے قائم ہے وہ موجود تھی اور عقل اور فہم بھی بجائے خود باقی رہا تاکہ اپنی بدلنے صورت اور خلقت سے اور مکروہ جاننے اس کے سے اور نہ قادر ہونے سے اوپر گویائی کے بلکہ معدوم ہونے تمام خواص انسانی کے سے تعلق اس شکل کے ساتھ رکھتے تھے غمناک ہو دیں اور معنی عذاب اور جزا کے متحقق ہو دیں اور مسخ معنوی بھی ظاہر ہے کہ تبدل بعض صفات نفسانیہ کا ضرور ہوگا جیسے کہ تغیر ذکاوت کا یعنی تیز فہمی کا ساتھ بلاہت کے یعنی کم فہمی کے اور تبدل قناعت کا ساتھ حرص کے اور طہارت کا ساتھ خباثت کے وعلیٰ ہٰذا القیاس اور عقل کے لو دیکھ بدل جانا صفات نفسانیہ اور صفات محسوسہ یعنی ظاہری صفتوں کا برابر ہے کچھ فرق نہیں ایک کا یقین کرنا اور دوسرے کا انکار کرنا مسخ معنوی کا اثر ہے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ وہ لوگ مسخ ہو گئے تھے تمام بعد مسخ کے ہلاک ہوئے ہیں

Marfat.com

اور نسل اُن کی باقی نہیں رہی اور یہ بندر کہ فی الحال موجود ہیں اُن کی نسل سے نہیں ہیں بلکہ یہ اصلی بندر ہیں جیسے اور حیوانات اور یہی بات صحیح ہے باعتبار نقل اور عقل کے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اخیر کو یہی منکشف ہوا ابتدا تو جب تک کہ ملعونیت آخرت اور دنیا میں اُن شخصوں کی جن کی صورت مسخ ہو گئی تھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی بعضے مسخ کئے ہوؤں کی نسل باقی رہنے میں تردد فرماتے تھے چنانچہ چوہوں کے حق میں آیا کہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے ہیں مبادا فرقہ بنی اسرائیل میں سے ہوں کہ مسخ ہو کر یہ صورت اُن کی ہو گئی ہو حضرت ابن عباس اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم سے طریق صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ لم یعش من مسخ فطفوق ثلثة ایام ولم یاکل ولم یشرب ولم ینسل یعنی نہ زندہ رہا کوئی مسخ کیا ہوا ہرگز زیادہ تین دن سے اور نہ کھایا اور پیا اور نہ اولاد اُس کی ہوئی القصہ بنی اسرائیل کو یہ قصہ گذرا ہوا اُن کے بزرگوں میں یاد دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب ترک کرنے متابعت ایک حکم کے حکموں شریعت منسوخہ کی سے سبب طمع شکار مچھلی کے کہ کچھ مالیت نہ تھی اس قدر خسارہ ہوا چھوڑنے متابعت ایسے پیغمبر اور انکار کرنے اصل شریعت اُس کی سے کہ ناسخ تمام شریعتوں پہلی کی ہے بسبب طمع شکار رشوتوں اور نذروں اور فتوحوں کہ اندلوں اپنے سے لیتے تھے اور واسطے ریاست اور مرتبہ اپنے کو برقرار رکھتے ہیں کس قدر ٹوٹا اور خسارہ ہوگا اور ہم نے تمہارے بزرگوں میں اس واقعہ کو محض عبرت کے واسطے ظاہر فرمایا تھا فَجَعَلْنٰهَا یعنی پس ہم نے مقرر کیا تھا اس واقعہ اور اس عذاب کو نَکَالًا یعنے سبب عبرت اور باز رہنے کا گناہوں سے چنانچہ نکال حقیقی کہ زنجیر کو کہتے ہیں چلنے اور دوڑنے سے باز رکھتی ہے اور جیسا کہ آدمیوں کو اس قسم کے عذاب دینے سے مقصود کیا ہوتا ہے کہ تشفی غصہ کی اور دور کرنی اذیت دل کی کہ عاصی سے انتقام کے دن کی انتظاری میں ہوتا ہے کرتے ہیں ہم کو یہ مقصود نہیں تھا اس واسطے کہ عزت اور کبریائی ہماری ایسے امور سے مبرا ہے اور یہ عبرت اور منع کرنا گناہوں سے فقط انھیں شخصوں کے واسطے نہ تھا جو اُس وقت میں موجود تھے بلکہ عام لوگوں کے واسطے ہے کہ انتقام اور عذاب کے عادی ہیں جیسے کہ ہلاک کرنا وبا اور قحط اور غرق اور حرق کے ساتھ کفایت نہیں کرتا بلکہ عبرت عام کا ارادہ

Marfat.com

ہم نے کیا لِمَا بَیْنَ یَدَیْهَا یعنی واسطے اُن شہروں اور گاؤں کے کہ رُو برو اُس شہر کے اُس زمانہ میں موجود تھے اور باشندے انکے مرتکب گناہوں کے ہو چکے تھے وَمَا خَلْفَهَا یعنی اور اُن شہروں اور گاؤں کے کہ پس پشت اُس شہر کے تھے اور غیبت زمانی یا مکانی رکھتے تھے یعنی اُس شہر کے پاس نہ تھے بلکہ اُس سے غائب تھے یا اُس زمانہ میں نہ تھے پیچھے اُس سے موجود ہوں گے اور مرتکب گناہوں کے ہوتے تھے اس واسطے کہ یہ واقعہ عجیبؓ غریب بسبب ندرت کے آدمی اُس کی نقلیں اور حکایتیں کر کے مشہور کریں گے اور اس کو تاریخ میں لکھیں گے اور تاجر اور سوداگر دُور دُور کے شہروں میں پہنچا دیں گے تاکہ عبرت عام متحقق ہووے وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی اور سبب نصیحت کا واسطے متقیوں کے کہ تقوٰی کی جہت سے گناہ کرنے سے باز رہے ہوں لیکن نفوس اُن کے بحکم جبلت بشریت کے میلان گناہ کی طرف کرتے ہیں ہر گاہ کہ اس واقعہ میں تامل کریں گے تقوٰی کی حد سے باہر نہ جاویں گے اور یہ واقعہ ان کے حق میں بمنزلہ وعظ کرنے والے کے ہو کر بسبب خوف دلانے اور ڈرانے کے طریق مستقیم سے نہ پھریں اور فرق درمیان نکال اور موعظہ کے کہ اول کو واسطے گناہ گاروں کے مقرر کیا اور موعظہ واسطے متقیوں کے اس جہت سے ہے کہ نکال مانع فعلی ہے اور موعظہ مانع قولی اور مانع فعلی اقوٰی ہے مانع قولی سے گناہ کرنے والوں کو بغیر منع فعلی وقوی کے نہیں باز رکھ سکتے اور متقیوں کو مانع قولی بھی کفایت ہے جیسا کہ لکھا گیا العبد یقرع بالعصا والحر تکفیه الملامة غلام کو مار لکڑی کی اور آزاد کو ملامت بھی کفایت کرتی ہے اور اس مقام میں ایک اور نکتہ بھی حاجت بیان کی رکھتا ہے کہ قردۃ جمع غیر ذوی العقل ہے اور غیر ذوی العقول کی صفتوں میں مؤنث کا صیغہ آتا ہے خواہ مفرد خواہ جمع پس موافق اس قاعدہ کے قردۃ خاسئات اور خاسئۃ فرمانا چاہیئے تھا خاسئین کہ صیغہ ذوی العقول کا ہے کس واسطے ارشاد ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ خاسئین اس جگہ صفت قردۃ کی واقع نہیں ہوئی تاکہ موافق اُس قاعدہ کے تانیث اُسکی ضروری ہوتی بلکہ حال بھی ہے کونوا کی ضمیر سے پس معنی اس طرح ہوئے کُوْنُوْا قِرَدَةً حال کونکم خاسئین فی هٰذا المسخ والتبدیل اور اگر بنی اسرائیل بعد کھلنے اس قصہ کے کہیں کہ اس قسم کا اعراض حکم الٰہی سے ہمارے بزرگوں میں بسبب دُور ہونے زمانہ نبوت حضرت موسٰی علیہ السلام

Marfat.com

اور بسبب غلط فہمی کے کہ حیلہ شرعی کو دلیل واقعی واسطے مباح ہونے شکار کے گمان لے گئے اور
پیغمبر کہ بسبب اس کے یہ شبہ دُور ہوتا موجود نہ تھے حضرت داؤد علیہ السلام نے غائبانہ ان کی طرف
کچھ لکھا اور اُنھوں نے اور کچھ سمجھ لیا اور یہی واقعہ تھوڑی سی جماعت کے واسطے ہم سے سرزد
ہوا تھا تمام گروہ بنی اسرائیل کو بسبب فعل تھوڑی سی جماعت کے کس واسطے زجر اور سرزنش کرنا
چاہیئے اور قیاس کل فرقہ کا اور بعض کے کس واسطے کرنا چاہیئے کہتے ہیں کہ ہم کو روگردانی حکموں
الٰہی سے اور نہ ماننا اُن حکموں کا تمہارے بزرگوں سے کئی مرتبہ حضرت موسٰی کے سامنے اور اُن کے
زمانہ میں اور اُن کے فرمانے سے ایک مقدمہ میں ظاہر ہوا پس اس مقدمہ کو یاد کرو وَاِذْ قَالَ
مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ کہا موسٰی نے اپنی قوم سے اُس وقت
میں کہ ایک مرد مالدار کا بھتیجا یا چچا کا بیٹا تھا اور سوا اُس کے اور کوئی وارث اُس کا نہ تھا ایک
مدت سے منتظر تھا کہ اُس کے مال سے افلاس اپنا دُور کروں اور روٹی میری مرغن اور چرب
ہووے لیکن وہ نہیں مرتا تھا تنگدل ہو کر ایک روز اس کو مار ڈالا اور بعد مارنے کے اس کی نعش
کو اُٹھا کر دوسرے محلے میں ڈال دیا اور صبح کے وقت آپ ہی فریاد کرتا ہوا حضرت موسٰی کے رو برو
آیا اور اُن محلے والوں پر دعوٰی خون اُس کے کا کیا اور چاہا کہ اس محلہ کے لوگوں سے خون بہا
لیوے چنانچہ حکم قسامہ کا ہماری شریعت میں ہے حضرت موسٰی علیہ السلام نے اُن محلہ والوں سے
پوچھا انھوں نے بالکل انکار کیا حضرت موسٰیؑ نے بیچ جاری کرنے حکم قسامہ کے اور لینے سوگند
کے اُن محلہ والوں سے توقف کیا اور جناب الٰہی میں دُعا کی تا کہ حقیقت حال کی ظاہر ہو حق تعالیٰ
نے ان کی طرف وحی بھیجی اور حضرت موسٰیؑ نے مضمون اُس وحی کا بنی اسرائیل کے سرداروں
کو جمع کر کر سنا دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً یعنی تحقیق خدا تعالیٰ فرماتا ہے
تم کو کہ ذبح کرو تم ایک گاؤ کو اور ایک پارچہ گوشت اُس گاؤ کا اُس مقتول پر مارو تم کہ زندہ
ہو جاوے گا اور اپنے قاتل کا نشان دے گا اور یہ طریق اس واسطے اختیار فرمایا کہ اگر وحی کی راہ سے
نام قاتل کا معین کر کے خبر دیتے تو یہ جماعت بے باک حضرت موسٰی کو تہمت جھوٹ اور بہتان کی
لگا دیتی اور گرداب صریح کفر کے میں پڑتی اور پھر ان کو عذاب کے ساتھ چشم نمائی کرنی ضروری ہوتی
اسی واسطے معجزہ زندہ کرنے مردے کا بسبب مارنے ایک عضو کے مردہ کے اعضاؤں سے کہ ہرگز

قصہ موسیٰ اور یہود کا گاؤ ذبح کرنا

Marfat.com

علاقہ سببیت اور مسببیت کا کسی کے خیال میں نہیں گزرتا ہے اوّل ان کو دکھلایا بعد اس کے مقتول کی زبان سے کہ تازہ عالمِ غیب سے آیا ہے اور دار الجزا کو دیکھ کر پھرا ہے البتہ بات اس کی سچی ہوگی تعیین قاتل کی کر دے گا اگر قاتل بھی اس کا انکار کرے تو مقتول خود اس کے قرینوں سے ثابت کر دے گا اور جب واقع میں قاتل اس مقتول کا سوائے وارث اس کے کے اور نہ تھا اور وہ مقتول بھی سوا اس کے کوئی وارث اپنا نہ رکھتا تھا اور قاعدہ شرعی ہے کہ قصاص کا لینا بغیر دعویٰ وارث کے درست نہیں اگر حضرت موسیٰؑ وحی کی راہ سے قاتل اس کا معلوم کر کے نام قاتل کا بتاتے تو جب بھی لینا قصاص کا ہرگز ممکن نہ ہوتا اب ہم اسی مطلب پر آتے کہ زندہ کرنا میت کا بہ سبب مارنے گوشت گاؤ کے محض اللہ کے فضل سے تھا اور علاقہ سببیت اور مسببیت کا ان میں نہ تھا پس کس واسطے تخصیص اس جانور کے ذبح کرنے میں ہوئی جواب اس واقعہ میں یہ بھی منظور تھا کہ ایک مرد نیک کے بیٹے کو کہ اس کو حوالہ اللہ کے کر کے آپ اس جہان سے رخصت ہوا تھا اور سوائے ایک بچھڑے گاؤ کے کوئی میراث اس بیٹے کے واسطے نہ چھوڑی تھی قرار واقعی فائدہ اور نفع ہو کہ تمام عمر اس نفع کی وجہ سے معیشت اپنی حاصل کرے اور اسی جانور کو زمین کے زندہ کرنے اور آباد کرنے اور جوتنے بونے اور درختوں کو پانی دینے میں بہت دخل ہے اور اصل پیدائش آدمی کی مٹی ہے اور سبزی اور درخت اصل غذا اس کی ہے پس اس جانور کو اس واسطے خصوصیت زیادہ تر ہوئی اور اگر زندہ ہی گاؤ کے لگانے سے بغیر ذبح کرنے کے یہ میت زندہ ہو جاتی ہرگز نفع اس مسکین کا کہ جس کا نفع منظور خدا تھا نہ پہنچتا اور علاوہ اس کے میت کو میت کے لگانے سے زندہ ہو جانا زیادہ تعجب خیز ہے بہ نسبت زندہ کے میت کے لگانے سے حاصل کلام بنی اسرائیل نے اس حکم صریح سے روگردانی کی اور حد درجہ بے ادبی کے ساتھ حضرت موسیٰ سے کہا قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا یعنی کہا انھوں نے کیا بناتا ہے تو ہم کو مسخرہ ہم پوچھتے ہیں کہ قاتل اس مردہ کا بیان کرو اور تم کہتے ہو کہ ایک گاؤ کو ذبح کرو اس سوال اور جواب میں کیا مناسبت ہے بے جان کو نے ایک جانور مارنے سے قاتل اس مقتول کا کیونکر معلوم ہوگا اور بسبب اس روگردانی کے فرقہ بنی اسرائیل نے کمال دوری اپنے اجداد کی وضع سے کہ جن کے ساتھ فخر کرتے ہیں حاصل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے

Marfat.com

خواب میں فرمایا کہ اپنے بیٹے کو ہمارے واسطے ذبح کرو وہ فوراً مستعد اس بات کے ہوئے اور جب
یہ بیٹے اپنے سے کہا انھوں نے بھی بے تامل اور بے توقف گردن رکھ دی اور یہ نہ کہا کہ مدار
خواب کا خیال پر ہے اور یہ لوگ گائے کے ذبح کرنے میں اس قدر تردد اور توقف عمل میں لائے
یہاں سے اطاعت اور فرمانبرداری اُن کی بعد اور حکموں الٰہی کے اسی پر قیاس کرنی چاہیئے،
اب ہم پھر اُسی مطلب پر آئے کہ یہ کلام اُن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے موجب کفر کا ہوا یا نہ ہوا
علمار کا اس میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں وہ کافر ہوئے اس واسطے کہ یہ کلام اُن کا اگر شک
کی راہ سے قدرت الٰہی میں زندہ کرنے مردوں کے صادر ہوا پس صریح کفر ہے اور اگر موسیٰؑ
پر تہمت وحی کی رکھی تو یہ بھی کفر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی باعث
اس کلام کا نہ تھا بلکہ اس جواب میں تعجب کرتے تھے کہ ہرگز سوال کے ساتھ مطابقت جواب کی
اُن کے ذہن میں نہیں آتی تھی بطریق تشبیہ کے کہا کہ گویا ہمارے ساتھ خوش طبعی اور تمسخر کرتا ہے
اور جائز ہے کہ انبیار کا مطائبہ اور استہزا انھوں نے جائز جان کر یہ کلام کہے ہوں ہر چند کہ انبیاءؑ
ایسے امور استہزار وغیرہ سے پاک ہیں کہ ایسے مقام میں خوش طبعی اور بازی کریں لیکن اُن کو
یہ بلندی منصب کی معلوم نہ ہوئی ہوگی اور اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے جواب
میں قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ یعنی کہا پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ
اللہ کے اس بات سے کہ ہوں میں جاہلوں سے اور جواب کو مطابق سوال کے نہ لاؤں میں یا
وقت حکم چاہنے کے کسی دعوے کے اور طلب کرنے قصاص کے استہزا کروں میں بلکہ اگر انبیاءؑ
سے خوش طبعی بھی واسطے ظاہر کرنے تفریح طبیعت کے وقوع میں آتی ہے غیر مقام میں تبلیغ
احکام اور قطع خصومات کے واقع ہوتی ہے چنانچہ جناب پیغمبر آخر الزماں سے بھی اس قسم
کی خوش طبعیاں پسندیدہ منقول ہیں اور جنس جہل اور نادانی کی سے نہیں اس واسطے کہ اور
موقع اپنے کے ہے جہل وہ ہے کہ ان کے کہ افعال بے موقع کرے اور جس وقت کشادگی اور تفریح
طبیعت کی منظور ہو قصداً اس کا کرے القصہ بنی اسرائیل نے جب جانا کہ شاید گائے کے ذبح
کرنے میں کوئی خاصیت ہوگی کہ بسبب مارنے ٹکڑے گوشت اُس کے کے ساتھ مردہ کے وہ مردہ
زندہ ہو جاوے اور ہر گائے میں یہ خاصیت نہیں لاچار اُس عجیب گائے کے اوصاف تحقیق کرنے میں

Marfat.com

دُور دُور گئے اور حدیث شریف میں روایت ابوہریرہ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سے وارد ہوا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کوئی گاؤ پکڑ کر ذبح کر دیتے کفایت کرتا لیکن انھوں نے اپنے اوپر سخت گیری کی حق تعالیٰ نے بھی ان کے اوپر سخت گیری فرمائی اور حقیقت میں جناب الٰہی کو مالک اُس گاؤ کے کو بہت بڑا نفع پہنچانا منظور تھا اور اسی واسطے بنی اسرائیل کے دل میں ڈالا کہ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ یعنی کہا انھوں نے کہ دُعا کر ہمارے واسطے پروردگار اپنے سے تاکہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ حقیقت اس گاؤ کی کیا ہے اس واسطے کہ حقیقت متعارفہ اس گاؤ کی یہ خاصیت نہیں رکھتی ہے اور بقر وحش میں بھی جس کو نیل گاؤ کہتے ہیں یہ خاصیت نہیں اور نہ پہاڑی گاؤ میں کہ جس کو سور گاؤ کہتے ہیں اور دریائی گاؤ میں بھی یہ خاصیت ہے اس کی حقیقت اور ہے سوائے ان صنفوں کے کہ مشہور ہیں گو نام میں شریک ہیں جیسے بیر باغی اور بیر جنگلی کہ ہر ایک کے خواص اور آثار جدا جدا ہیں گو نام میں شریک ہیں اور اسی تقریر سے دفع ہوتا ہے وہ سوال کہ اہل تفسیر اس مقام میں وارد کرتے ہیں اور حاصل اس کا یہ ہے کہ سوال ساتھ لفظ ما کے لغت عرب میں واسطے طلب حقیقت کسی چیز کے ہوتا ہے اور تعریف حقیقت کی نہیں ہوتی ہے مگر ساتھ اجزا اور مقومات مدیہ اُس کے کے یا ساتھ خواص اور لوازم نوعیہ اُس کی کے نہ ساتھ صفات مفارقہ کے پس جواب مطابق سوال کے نہیں ہوتا ہے اور باوجود اس کے بالقطع معلوم ہے کہ غرض بنی اسرائیل کی اس سوال سے طلب کرنی ماہیت نوعیہ اُس کی نہ تھی اس واسطے کہ سنا تھا انھوں نے وہ بقرہ ہے اور اجزا مدیہ کی بھی طلب منظور نہ تھی اس واسطے کہ حقیقت گاؤ کی بھی جانتے تھے پس سوال نہ تھا مگر مشخصات سے غیر ذوی العقول کے سے ساتھ لفظ ما کے ہوتا ہے ذساتھ لفظ ما کے اور اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ شاید انھوں نے حقیقت شخصیہ کو بجائے حقیقت نوعیہ کے قائم کر کے ساتھ لفظ ما کے سوال کیا اس واسطے کہ شخص کے واسطے بھی حقیقت ہے سوائے حقیقت نوعیہ کے یا ما ہے اس واسطے کہ اکثر سوال جزئیات اور عوارض مشخصہ اُن کی سے ذوی العقول میں ساتھ لفظ من کے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ من زید و من عمرو اور ہر گاہ کہ منظور اس جگہ سوال جزئی غیر ذوی العقول کے سے تھا لفظ ما کا بجائے من کے

Marfat.com

لائے اور اصل سے وجہ رفع ہونے اس سوال کی یہ ہے کہ انھوں نے جب یہ خواص عجیبہ اُس گائے کے اس نے گمان کیا کہ حقیقت اُس گاؤ کی مِن حیث حقیقت گاؤ متعارف کی ہے اگر چہ اُس کی صورت اور نام گاؤ کا سا ہے اسی واسطے لفظ ماھی کے سوال کیا پس حضرت موسیٰ نے واسطے کھولنے اس معنی کے پھر جناب الٰہی میں دُعا کی اور بعد اس کے کہ جناب الٰہی سے نشان اس گاؤ کا معلوم کیا قَالَ یعنی کہا حضرت موسیٰ نے کہ وہ گاؤ جدا حقیقت گاؤ متعارفہ کی حقیقت سے نہیں رکھتی ہے اور یہ خاصیت عجیبہ باعتبار خصوصیت ماہیت یا باعتبار کسی صفت کے نہیں آئی اِنَّهٗ یَقُوْلُ یعنی تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا یعنی تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ گاؤ کہ علم الٰہی میں معین واسطے ذبح کے ہے اور ارادہ الٰہی نے تعلق پکڑا ہے ساتھ زندہ کرنے میت کے بسبب مارنے ٹکڑے اُس گاؤ کے اوپر بدن اُس میت کے بَقَرَةٌ یعنی ایک گاؤ ہے انھیں گاؤ عرفی میں سے اور خلاف ان کی جنس کے نہیں اور نہ کوئی صفت کمال کی اُس میں ہے کہ جس کے سبب یہ خاصیت عجیبہ اس میں ظاہر ہوئے مگر باعتبار سن اور عمر کے ایک کمال اُس میں پایا جاتا ہے اس واسطے کہ لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ یعنی نہ اس کی عمر بڑی ہے کہ بسبب ناتوانی کے سخت کام بیلوں کے اُس سے نہ ہو سکیں اور نہ عمر اس کی ایسی چھوٹی ہے کہ اب تک بکر ہے مادہ بکر اس طرح ہوتا ہے کہ بچہ اُس کے پیدا نہ ہوا ہو اور نر اس طرح بکر ہوتا ہے کہ مادہ پر سوار نہ ہوا ہو اس واسطے کہ بسبب نو عمری کے شوخی اور سرکشی اس کی طبیعت میں ہوتی ہے پس بخوبی کام اُس سے نہیں لے سکتے اور جیسا کہ بالکل ضعیف اور نوجوان نہیں ایسے ہی نہ بڑھاپے کی طرف مائل ہے اور نہ جوانی کی طرف جھکا ہوا ہے بلکہ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ یعنی میانہ سال ہے کہ جس کو ادھیڑ کہتے ہیں اور اس جگہ چند سوال جواب طلب ہیں اوّل یہ کہ مدلول لا فارض و لا بکر کا بعینہ مدلول عوان کا ہے پس عوان کے ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے پھر عوان اور بین ذٰلك کا بھی ایک مطلب ہے پس تکرار پر تکرار لازم آتا ہے جواب اس کا اس طرح ہے کہ مدلول لا فارض و لا بکر کا یہ ہے کہ نہ بڑی عمر اُس کی ہے اور نہ جوان ہے اور یہ بات چھوٹے بچے کو بھی کہہ سکتے ہیں اور میانہ سال کو بھی شامل ہے پس ذکر عوان کا پہلے احتمال کے رفع کرنے کے واسطے کیا اور میانہ سال ہونا بھی عام تھا کہ عین وسط حقیقی میں ہو یا مائل بڑھاپے یا جوانی کی طرف ہو واسطے

Marfat.com

معین کرنے اس بات کے کہ وسط حقیقی کے مرتبہ میں تھا لفظ بین ذٰلک کا لانا ضرور ہوا پس
کسی وجہ سے تکرار نہیں دوسرا سوال یہ ہے کہ خاصہ لفظ بین کا یہ ہے کہ مدخول اُس کا صرف
ایک چیز نہ ہو بلکہ کئی چیزیں ہوں اور اس جگہ لفظ ذٰلک کے اوپر داخل ہوا ہے اور وہ ایک
ہی شے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کئی چیز ہونا مضاف الیہ بین کا اعم ہے اس سے کہ لفظاً ہو
اس جگہ تعدد معنوی موجود ہے اس واسطے کہ لفظ ذٰلک کا اشارہ طرف دو چیزوں کے ہے
یعنے فارض اور بکر تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ گاؤ دو حال سے خالی نہیں نر تھا یا مادہ اگر نر تھا
پس لا بکر اس کے حق میں کہنا کیا ضروری ہے اس واسطے کہ ہر ایک نر لا بکر ہے اور حیوانات
میں بکر کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے بچہ پیدا نہ ہوا ہو اور باعتبار تقابل عدم ملکہ کے صلاحیت
پیدا ہونے کی اُس میں ضرور ہے اور نر بالکل بچہ جننے کا صالح نہیں پس بکر کے ساتھ متصف
نہیں ہو سکتا ہے اور علاوہ اس کے کہ ضمیریں تانیث کی ابتدائے قصہ سے انتہا تک برابر کلام
الٰہی میں موجود ہیں یہ بھی نر ہونے کو منع کرتی ہیں اور اگر اس کو مادہ ٹھیرایا جاوے پس صفت
لا بکر کی ضمیریں درست ہو جاتی ہیں لیکن لا ذلول تثیر الارض و لا تسقی الحرث
صفت ممیزہ اُس کی نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے کہ ہر مادہ گاؤ باعتبار عرف اور عادت کے
صلاحیت ہل میں چلنے اور پانی کھینچنے کی نہیں رکھتی ہے گو باعتبار عقل کے ممکن ہو جواب
اس کا یہ ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ گاؤ نر گاؤ تھا اور تانیث ضمیروں کی باعتبار لفظ بقرہ کے
ہے اس واسطے کہ بقرہ مونث لفظی ہے اگرچہ تا اُس میں واسطے وحدت کے ہے نہ واسطے تانیث
کے مثل تمرۃ اور حمامۃ اور عصفورۃ کے اور اسی کی مانند اور لفظ بھی ہیں جن میں
فارق درمیان جنس اور واحد کے تا ہو اور قاعدہ لغت عرب کا ہے کہ جب مذکر کو ساتھ لفظ مونث
کے تعبیر کرتے ہیں ضمیروں کو مونث کر کے لاتے ہیں جیسے کہ لفظ دابۃ کا اگرچہ اُس سے گھوڑا
مراد رکھیں اُس کی ضمیروں کو مونث کریں گے اور بکر کا استعمال نر میں بھی ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہیں
کہ مادہ کے اُوپر نہ کودا ہو اور اُس کو حاملہ نہ کروایا ہو اور باز اینکہ تعلق غرضوں کا عادت اور عرف
میں بکارت نروں کی سے بہت کم اور نادر ہے لغت والے بیچ مقام تحقیق معنی بکر کے مادوں کی
بکارت کا فقط ذکر کرتے ہیں اور بکارت نروں کی بیان نہیں کرتے ہیں اور بعضے مفسرین اس طرف

Marfat.com

گئے ہیں کہ یہ گاؤ مادہ تھی بسبب تانیث ضمیروں اور وصف بکلمت کے اور عدم مطابقت وصف لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث کا انھوں نے جواب دیا ہے کہ عرف اور عادت ہر زمانہ میں اور ہر ایک شہر میں مختلف ہوتی ہے شاید اُس زمانہ میں اور اُس شہر میں استعمال مادہ گایوں کا بھی قلبہ رانی اور آب کشی میں رائج ہوگا بہر حال حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بعد اس نشان کے فرمایا کہ تم خیال اس گاؤ کے خواص اور صفتوں کا نہ کرو بلکہ فکر اپنا طرف فرمانبرداری الہٰی کے دوڑاؤ اور جس نے کہ یہ خواص اشیاؤں میں رکھ دیئے ہیں اس کو دیکھو فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ یعنی پس بجالاؤ تم اُس چیز کو کہ فرمایا جاتا ہے تم کو جناب الہٰی کی طرف سے کہ پیدا کرنا خواص اور عجائب کا اُسی کی خواہش کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جس وقت وہ چاہے گا یہ خواص عجیب پیدا کرے گا لیکن بنی اسرائیل کو اتنے نشان دینے حضرت موسیٰ کے سے تسلی اور تشفی نہ ہوئی اور پھر سوال کرنے لگے قَالُوْا یعنی کہا انھوں نے کہ کمال جانور کا جیسا کہ بسبب سن اور سال کے ہوتا ہے باعتبار رنگ اور صورت کے بھی ہوتا ہے اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا یعنی دعا کرو واسطے ہمارے جناب الہٰی میں کہ بیان کرے ہمارے واسطے کیا ہے رنگ اس گاؤ کا تاکہ جانیں ہم کہ رنگ اور صورت میں بھی اُس کا کمال ہے کہ باعث اس خاصیت عجیبہ کا ہوا ہے قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا یعنی کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ البتہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق وہ گاؤ زرد رنگ ہے اور صاف اور تیز ہے زردی اُس کی اور یہ رنگ جانوروں کی رنگتوں میں سے سب سے بہتر رنگ ہے اس واسطے کہ بسبب اُسی رنگ کے تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ یعنی خوش کرتی ہے وہ گاؤ دیکھنے والوں کو اُس کے دیکھنے سے لطف حاصل ہوتا ہے اور ہر رنگ زرد خالص میں خاصیت ہے کہ بیچ تفریح خاطر اور دور کرنے غموں کے نفع کرتا ہے طبرانی اور خطیب اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جو کوئی پاپوش زرد پہنے وہ شخص خوش رہتا ہے جب تک کہ وہ جوتی اُس کے پیر میں رہے اور تفسیروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے من لبس نعلا صفراء قل همه یعنی جو کوئی پہنے پاپوش زرد کم ہوتا ہے غم اس کا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ جو کوئی سات جوڑے پاپوش زرد رنگ کے پہنے پے در پے غم اور رنج اُس کا دور ہو جاوے حاصل یہ ہے کہ پانچوں

رنگ یعنی سرخی اور زردی اور سیاہی اور سفیدی اور سبزی جدا جدا خواص رکھتے ہیں کہ تجربہ اور قیاس والوں نے اُن کو ثابت کیا ہے عرب میں مشہور ہے کہ الحمرۃ اجمل والصفرۃ اشکل والخضرۃ انبل والسواد اھول والبیاض افضل یعنی سُرخی جمال رکھتی ہے اور زردی نظر میں خوش معلوم ہوتی ہے اور سبزی موجب بزرگی اور وقار کا ہے اور سیاہی ہولناک ہے اور سفیدی خوبی اور فضیلت رکھتی ہے اور لغت عرب میں وقت بیان کرنے تیزی اور صفائی ہر ایک رنگ کے علیحدہ علیحدہ لفظ اُس کی تاکید کے واسطے لاتے ہیں کہ احمر قانی و اصفر فاقع واسود حالك واخضر وارق وناضر وابیض ناصع پس معنی فقوع کے صفائی اور تیزی ادہ زرد رنگت کے ہیں دوسرے رنگ میں استعمال اس کا جائز نہیں القصہ بنی اسرائیل باوجود نشان دینے رنگ اُس گاؤ کے پھر بھی سوال کرنے سے باز نہ رہے قَالُوا یعنی کہا اُنھوں نے کہ ہر چند کمال اُس کا باعتبار سن اور سال اور باعتبار رنگت اور جمال کے معلوم کیا لیکن یہ کمال بہت گاؤوں میں پایا جاتا ہے ایک خاص فرد کیونکر معلوم ہووے کہ جس میں یہ خاصیت عجیب ہمارے دلنشین ہو پس اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ یعنی دُعا کر ہمارے واسطے پروردگار اپنے سے تاکہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ حقیقت شخصیہ اس گاؤ کی کیا ہے کہ جس کے سبب سے یہ خاصہ اُس میں موجود ہو اس واسطے کہ اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا یعنی تحقیق جنس گاؤ کی مشابہ ایک دوسرے کے ہوئی اور حس اور خیال ہمارے کے کوئی مرجح اس خاصہ عجیبہ کا اُن تخصیصات سے ہماری نظر میں نہیں آتا ہے وَاِنَّا یعنی اور تحقیق ہم جب اُس مرجح کو معلوم کریں گے اور ذہن نشین ہمارے ہوگا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ یعنے اگر چاہے اللہ تعالےٰ البتہ راہ پاویں گے ہم اور مطلع ہو جاویں گے اُوپر اُس کے کہ مبدا اور منشا اس خاصیت عجیب کا کس میں ہے سبب پھر واسطے متابعت تمھارے فرمودہ کے سرگرم ہوں گے اور بصیرت حاصل کرکے اتباع حکم تمھارے کا کریں گے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کلمہ انشاء اللہ کا نہ کہتے ہرگز اُس گاؤ کو معلوم نہ کرتے اور تشفی اُن کی خاطر کی نہ ہوتی اس کلمہ کی برکت سے حیرت اور تردد سے خلاص ہوئے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ استعانت ساتھ اس کلمہ مبارک کے ہر عمل نیک میں کہ جس کے حاصل ہونے کی غرض ہو نیک اور مستحسن ہے اور قریب استحباب شرعی کے ہے اور کس واسطے نہ ہو

Marfat.com

اس کلمہ کے کہنے سے استعانت ہے ساتھ خدائے عزوجل کے اور بھی حوالہ کرنا کاموں کا طرف مشیت اس کی کے اور بھی اقرار اور اعتراف ہے ساتھ قدرت اس کی کے اور پیدا ہونا ارادہ اُس کے کے اور ان دونوں امر میں درستی اعتقاد اور عمل کی ہے قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ یعنی کہا حضرت موسیٰؑ نے تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے ایسا صریح کہ ذہن نشین تمہارے ہو۔ اور موجب اس خاصیت عجیب کا اُس میں سے دو چیزیں ہیں اوّل ہونا اُس گاؤ کا اوپر صرف اپنی عزت کے کہ ہرگز بوجہ کھینچنے اور کاموں بنی آدم کے میں ذلیل نہ ہوئی دوسرے سب عیبوں سے کہ اس قسم میں ہوتے ہیں پاک ہے کہ کچھ عیب نہ رکھے اس واسطے کہ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ یعنی تحقیق وہ گاؤ ہے کہ کبھی کسی کام میں پکڑی نہیں گئی اور ذلیل نہ ہوئی اس طرح پر کہ تُثِيْرُ الْاَرْضَ یعنی نیچا اوپر کرے زمین کو جوتنے یا بوجہ کھینچنے سے وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ یعنی اور نہ پانی دیتی ہے کھیتی کو اور نہ ڈول کو کوئیں سے کھینچتی ہے مُسَلَّمَةٌ یعنی سلامت ہے اس بات سے کہ آدمیوں کے ہاتھ میں آکر کسی کام میں ذلیل ہوئی ہو یا بدن اس کے کو کاٹنے یا سوراخ کرنے یا داغ دینے سے نشان پہنچایا ہو جیسا کہ اور جانوروں میں کرتے ہیں اس حد تک کہ لَّا شِيَةَ فِيْهَا یعنی نہیں ہے کوئی داغ اور رنگ کا بدن میں بالکل برابر زرد رنگت تمام جسم کی ہے اور اگر آدمیوں کے کام میں مستعمل ہوتی تو ضرور کہیں نشان اور رنگ کا اس کے بدن میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اور جانوروں میں پایا جاتا ہے کہ کام میں لانے سے داغ مخالفت نظر میں آتا ہے۔۔۔

قَالُوا الْاٰنَ یعنی کہا اُنھوں نے یعنی بنی اسرائیل نے کہ اس وقت اور آن اصل میں ایک نام تھوڑے سے ٹکڑے زمانہ کا ہے کہ جس کی تقسیم نہ ہو سکے خواہ وہ جزو غیر منقسم زمانہ ماضی میں فرض کیا جاوے یا زمانہ آئندہ میں لیکن جب اس لفظ پر الف لام عہد کا لاتے ہیں مراد اس سے ایک جزو متعین ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب کو وہ معلوم ہو اور اس وقت ہر ایک جزو کے اوپر استعمال نہیں ہوتا ہے اور بعد داخل ہونے لام عہد کے اس لفظ کو مانند ظروف غیر متمکن کے استعمال کرتے ہیں اور ہمیشہ منصوب لاتے ہیں جیسا کہ الیوم اور الساعۃ میں بھی اسی طرح عمل میں آتا ہے جِئْتَ بِالْحَقِّ یعنی لایا تو بات درست کر فی الحقیقۃ سبب پیدا کرنے اس صفت کا اُس میں بھی ہے اور اب تردد ہمارا بالکل دُور ہوا اس واسطے کہ فیضان حیات کا عالم غیب سے

Marfat.com

حیوانوں میں اوّل اوپر روح حیوانی کے ہوتا ہے اور بواسطہ اس روح کے اثر حیات کا تمام بدن کے اجزا گوشت اور پوست وغیرہ میں پہنچتا ہے اور حیوانات دو قسم ہیں وحشی اور اہلی حیات وحشیوں کی متعدی نہیں یعنی دوسرے کی طرف پہنچے بلکہ انھیں کی ذات کو لازم ہے اثر حیات اُن کی کا طرف انسان کے کہ اُن سے نفرت رکھتے ہیں اور بھاگتے ہیں یا درپے مارنے آدمی کے ہوتے ہیں کس طرح پہنچے پس جو حیات کہ فیض اس کا انسان کو پہنچے اور اس کو زندہ کرے نہیں ہو سکتی مگر حیات جانور اہلی کی اور اہلی جانوروں میں سے جس نے کہ حیات غیبی بعض صورتوں میں بغیر اسباب ظاہری شل نطفہ پڑنے اور تربیت رحم کے قبول کی ہے ہماری نظر میں گاؤ کا بدن ہے کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں بچھڑا سامری کا بسبب ڈالنے خاک سم گھوڑی جبرئیل علیہ السلام کے زندہ اور بولنے والا ہو گیا تھا پس زندہ کرنا مردہ ہمارے کا بواسطہ ایسی حیات کے گاؤ کے بدن پر فائض ہوئی ہے موافق حکمت الٰہی کی ہے پھر وہ گاؤ کہ آدمیوں کے استعمال میں آتی ہیں اور اُن کے بدنوں میں پکڑنے اور ذلیل کرنے اور سوراخ کرنے اور داغ وغیرہ سے تصرف کرتے ہیں اور اپنے کاموں میں دوڑاتے ہیں اس سبب سے صرف حیات غیبیہ اپنی پر نہیں رہتے ہیں اور روح حیوانی اُن کی اس صفائی اور قوت پر نہیں رہتی ہے تاکہ بے پردہ وسیلہ زندہ کرنے میت کا ہو مگر جوتنے اور پانی کھینچنے وغیرہ کے پردہ میں کہ اناج وغیرہ کی پیدائش میں ان کو دخل ہے اور ظاہر سامان حیات غیبیہ کے ہیں رُوح حیوانی اُن کی اس صفائی اور قوت پر نہیں رہتی ہے تاکہ بے پردہ وسیلہ زندہ کرنے کمال مشابہت اس کو ساتھ گوسالہ سامری کے پیدا ہوئی کہ اس کو ساتھ خالص زر کے بنایا تھا اور کمال تعظیم اور توقیر سے نگاہ رکھا تھا اور وہ گوسالہ ہمارے سامنے گویا ہوتا تھا اور آثار حیات غیبیہ کے اس سے ظاہر ہوتے تھے پس موافق اس قاعدے کے کہ حکم المثلین واحد یعنی حکم دو مثلوں کا ایک ہوتا ہے ظاہر ہونا اس اثر کا یعنی زندہ ہو جانا میت کا اُس کے واسطے سے ذہن میں بیٹھ گیا اور اگر کوئی کہے کہ حیات انسان کو ساتھ حیات انسانی کے مناسبت زیادہ ہے بہ نسبت مناسبت حیات حیوانی کے ساتھ حیات انسانی کے پس زندہ کرنا اس میت کا اس طرح کیوں نہ کیا کسی آدمی کو اس میت کے بدن سے لگا دیتے کہتے ہیں ہم کہ لگانا اجزا آدمی یا اور حیوان کا کسی میت کے بدن سے سبب زندہ کرنے اُس میت کا نہیں ہو سکتا ہے مگر

اس طرح کہ اُس زندہ کی رُوح نکل کر مردہ کے بدن میں چلی آوے پس اس صورت میں ایک آدمی کے جلانے سے دوسرا آدمی مرے گا اور اس کی ایسی مثل ہو جاوے گی کہ بنی قصرا و ھدم مصرا یعنی بنایا ایک محل اور گرایا ایک شہر اس واسطے کہ مارنا انسان کا بے وجہ شرعی کے کسی طرح روا نہیں اور اور حیوان کے مار ڈالنے سے بسبب ذبح کرنے اُس کے کے ساتھ نام خدا کے کچھ قباحت نہیں بلکہ ایک قسم کی عبادت ہے اور جبکہ نقل کرنا حیات انسانی کا ساتھ حکم شرع کے متعذر ہوا لاچار انتقال حیات اُس حیوان کا کیا گیا کہ انسان کے ساتھ کمال مشابہت رکھتا ہے بیچ قبول حیات کے عالم غیب سے کہ مدت حمل اُس کے کی برابر مدت حمل انسان کے ہے اور اسی سبب سے ہے کہ دودھ اس کا سب دودھوں سے بہتر ہوتا ہے اور مدت حمل کی برابر ہونے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی روح بھی اتنے دنوں میں پڑتی ہے جتنے دنوں میں انسان کی رُوح پڑتی ہے اور بدن اُس کا بھی اتنے ہی دنوں میں پورا ہوتا ہے القصہ جب بنی اسرائیل کو بقدر فہم اور استعداد اپنی کے اطلاع اوپر وجوہ حکمت الٰہی کے اس امر میں حاصل ہوئی بیچ تلاش ایسی گاؤ کے کہ جس میں یہ صفتیں ہوں سرگرم ہوئے اور جستجو کرنے لگے اتفاقاً ایک گاؤ کہ ایسی صفتوں کے ساتھ موصوف ہوتی فقط ایک گاؤ تھی کسی نواح میں اور قصہ اس گاؤ کا یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک مرد بہت نیک بخت تھا اور اس کے ایک لڑکا صغیر سن اور اس مرد صالح کے پاس بسبب حوادث زمانہ کے سوائے ایک بچھڑے گاؤ کے کوئی چیز مال کی جنس سے باقی نہ رہی تھی اُس بچھڑے کو پکڑ کر اور مہر اس کی گردن پر لگا کر ساتھ نام خدا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے تبرک پکڑ کے جنگل میں چھوڑ دیا اور کہا کہ بار خدایا میں نے اس بچھڑے کو اپنے بیٹے کے واسطے تیرے پاس امانت چھوڑا ہے جب تک کہ میرا بیٹا بڑا ہو اور یہ بچھڑا اُس کے کام میں آوے بعد اُس کے وہ شخص مر گیا اور وہ بچھڑا اُس جنگل میں چرتا تھا اور درختوں کے پتوں سے پرورش پاتا تھا اور بسبب عنایت الٰہی کے آفت درندوں کی سے محفوظ رہتا تھا اور جس وقت جنگل سے آتا تھا اور کوئی شخص آدمیوں میں سے اُس کو دیکھتا تھا اور ارادہ پکڑنے کا کرتا ایسا بھاگتا اور چھپ جاتا کہ ہرگز کسی کے ہاتھ نہ آتا جب یہ لڑکا بڑا ہوا، موافق باپ اپنے کے بیچ کمال نیکی اور توکل کے مستعد ہوا رات کو تین حصہ کرتا تھا ایک حصہ

اپنی ماں کے پاس بیٹھتا تھا اور خدمت اُس کی کرتا اور ایک حصہ سوتا تھا اور ایک حصہ میں نماز پڑھتا
تھا اور جب صبح ہوتی تھی رسی اور کلہاڑا لے کر جنگل کا راستہ لیتا اور لکڑیاں بہت ساری باندھ
کر لاتا اور شام کے وقت بازار میں بیچتا اور قیمت ان لکڑیوں کی بھی تین حصہ کرتا اور ایک حصہ
خدا کے واسطے دیتا اور ایک حصہ آپ کھاتا اور ایک حصہ اپنی ماں کے پاس چھوڑتا اور ایک مدت
اسی کام میں مشغول رہا یہاں تک اس کی ماں نے اس سے کہا کہ تیرا باپ واسطے تیرے ایک بچھڑا
جنگل میں چھوڑ گیا تھا اور ساتھ نام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب کے امانت
رکھ گیا تھا اب وہ بچھڑا جوان ہوا ہو گا نہ اُس میں شوخی ہے مثل اور نوجوان جانوروں کے
اور نہ ضعف ہے مانند بوڑھے جانوروں کے چاہیے کہ اُس بچھڑے کو جنگل میں سے لا کر لکڑیاں
کہ جنگل سے لاتا ہے اس پر لاد کر لایا کر تاکہ پیٹھ تیری ہر روز لکڑیاں لاتے لاتے زخمی نہ ہو جائے
اُس لڑکے نے کہا کہ علامت اُس بچھڑے کی کیا ہے مبادا میں اُس جنگل میں جاؤں اور کسی غیر شخص
کی گاؤ بچھڑا لاؤں وہ مجھ کو حلال نہ ہو اُس کی ماں نے کہا کہ رنگ اُس کا صاف زرد ہے چمکتا ہوا
اور اگر کوئی اُس کو دُور سے دیکھے ایسا خیال کرے کہ شعاع آفتاب کی اس کے پوست میں سے
نکلتی ہے اور اسی واسطے ہم نے نام اُس کا زرین رکھا تھا، لڑکے نے کہا اب تک میں نے بھی
یقیناً اس بچھڑے کو نہیں پہچانا مبادا کہیں دوسرا گاؤ بھی اسی رنگت کا اور کسی کا اس جنگل میں چرتا
ہو اُس کی ماں نے کہا کہ دوسری گاؤ کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کو دیکھ کر بھاگتا ہے اور ہرگز تابعدار
نہیں ہوتا ہے اور پاس نہیں آتا ہے جب تو اس کو دُور سے دیکھے تو اس طرح کہہ کر پکاریو
کہ اے گاؤ بنام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے فرماں بردار ہو اور
میرے پاس آ لڑکا یہ علامت معلوم کر کے اس جنگل کی طرف روانہ ہوا دیکھا کہ ایک گاؤ ایسی ہی
جنگل میں چرتی ہے اس لڑکے نے اُسی طرح سے کہ ماں نے اس کو تعلیم کیا تھا آواز دی وہ گاؤ
چراگاہ کو چھوڑ کر پاس اُس لڑکے کے آ کر کھڑی ہوئی اُس لڑکے کو ماں نے اُس کی وصیت
کی تھی کہ تو گردن اُس گاؤ کی پکڑ کر کھینچ لانا اور اُس کے اُوپر سوار نہ ہونا تاکہ انسان کے تصرف
میں نہ آوے اور مستعمل نہ ہووے کہ مبادا بسبب استعمال آدمی کے برکت اُس کی جاتی رہے لڑکا
موافق وصیت والدہ اپنی کے گردن پکڑ کر اُس کی کھینچنے لگا وہ گاؤ اللہ کے حکم سے بولنے لگی

اور کہا اے جوان نیک بخت میرے اوپر سوار ہو تا کہ آسانی سے اپنے گھر پہنچے کہ یہاں سے گھر تیرا ایک سن کا راستہ ہے اس لڑکے نے کہا کہ والدہ میری نے تیرے اوپر سواری کا مجھ کو حکم نہیں دیا ہے بلکہ کہا ہے کہ گردن اُس کی کھینچ کر لائیو گاؤ نے کہا کہ آفریں باد اور شاباش ہیں تیری آزمائش کرتی تھی اگر تو میرے اوپر سوار ہوتا تجھ کو اپنی پیٹھ پر سے ڈال کر بھاگ جاتی یہ فرماں برداری میری اسی سبب سے ہے کہ تو اپنی والدہ کے ساتھ احسان کرتا ہے اور اُس کی عدول حکمی نہیں کرتا ہے درمیان اس راہ کے ابلیس لعین ایک مسافر کی شکل میں اس لڑکے کے ساتھ ملا اور کہا اے جوان تو بہت نیک بخت معلوم ہوتا ہے اور مجھ کو ایک حادثہ در پیش آیا اس شکل میں میری مدد کر اُس طرف پہاڑ کے ایک قطار گاووں کی رکھتا ہوں اور اُن کو چراتا تھا یکایک مجھ کو خواہش قضا حاجت کی ہوئی اس پہاڑ میں قضا حاجت کے واسطے گیا تھا اب میرے شکم میں درد اُٹھا ہے کہ راستہ چلنے سے حیران ہوں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کی طرف جاؤں اگر تو فرما دے تو میں اس گاؤ پر سوار ہو کر جاؤں اور اس کی مزدوری میں ایک گاؤ بہت عمدہ اپنی گاووں میں سے چن کر تجھ کو دوں گا پس میرا بھی اس میں نفع ہو گا اور تیرا بھی بہت نفع ہے اور کسی طرح سے تیری گاؤ کو تکلیف نہیں پہنچانے کا اُس لڑکے نے کہا کہ والدہ میری نے خود مجھے سوار ہونے کو منع فرمایا ہے تیرے تئیں کر اپنے کر کس طرح سوار کر دوں ابلیس نے کہا تیری ماں کو کیا عقل ہے تجھ کو چاہیے کہ اپنی عقل سے بھلائی بُرائی اس کام کی سوچ اور اپنا نفع ہاتھ سے نہ کھو اور نصیحت میری مان لے کہ سراسر خیر خواہی تیری کرتا ہوں لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز نافرمانی والدہ اپنی کی نہیں کرنے کا اور شیطان نے پیچھا اس کا یہاں تک کیا کہ وہ لڑکا عاجز ہوا اور آواز بلند سے کہا کہ اے خدائے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اس رفیق بدذات کے ہاتھ سے مجھ کو نجات دے ابلیس نے جب یہ آواز سُنی ایک جانور کی صُورت بن کر جلدی سے اُڑ گیا اُس گاؤ نے اس جوان سے کہا کہ کچھ جانتا ہے یہ کون تھا یہ ابلیس تھا چاہتا تھا کہ کسی حیلہ سے میرے اوپر سوار ہو اور بسبب اپنی سواری کے برکت میری دُور کرے اور پھر تیرے کام میں نہ آؤں جبکہ نام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کا لیا تو نے اور فریاد کی تو نے ایک فرشتہ واسطے دُور کرنے اس شیطان کے حاضر ہوا اور شیطان

Marfat.com

گھبرا کر اپنے تئیں جانور کی صورت بنا کر اُڑ گیا القصہ وقت شام کے وہ جوان گاؤ کو پکڑ کر بدور
اپنی والدہ کے لایا اور ماں کو اس حقیقت عجیب اور دوبارہ بولنے گاؤ کے سے مطلع کیا اور اس
کی ماں نے کہا کہ یہ گاؤ ایسی نہیں کہ اس کو بوجہ لانے میں ذلیل کریگا اور ہم سے حق تسلیم اس کا
بجا نہ لایا جاوے گا بہتر یہ ہے کہ اس گاؤ کو بیچ ڈالیں تاکہ اگر اور کوئی اس گاؤ کی خوبی سے
نگاہ نہ رکھے گا تو وبال اُس کا اُسی کی گردن پر ہوگا اور تجھ کو بھی چند روز لکڑیاں بیچنے کی محنت
سے فراغت حاصل ہوگی جب فجر ہوئی یہ جوان گاؤ کو لے کر گھر سے نکلا اور نخاس کی طرف گیا
اور اپنی ماں سے پوچھا کہ کس قیمت کو اس گاؤ کو فروخت کروں کہا قیمت اس گاؤ کی اس شہر میں
اس وقت تین دینار ہیں کہ قریب چودہ ماشہ سونے خالص کے ہوتے تھے لیکن یہ گاؤ عجیب ہے
اگر تجھ سے کوئی اس قیمت کو خریدنی چاہے تو یہ شرط اُس سے کر لیجیو کہ اگر والدہ میری اس قیمت
پر راضی ہوگی تو دوں گا والا نہ دوں گا اور ایک دفعہ دیکھ ڈالیو خدائے تعالیٰ نے واسطے قیمت
مقرر کرنے اُس گاؤ کے ایک فرشتہ کو بھیجا کہ راستے میں اس جوان سے ملا اور کہا کہ اے جوان
اس گاؤ کو کتنی قیمت پر بیچتا ہے تو جوان نے کہا تو کیا دیتا ہے فرشتے نے کہا کہ تین دینار جوان
نے کہا بشرطیکہ والدہ میری راضی ہووے ساتھ تین دینار کے فروخت کروں گا فرشتہ نے کہا یہ شرط
موقوف کر اور چھ دینار مجھ سے لے جوان نے کہا کہ چھ دینار بھی یہی شرط ہے فرشتے نے کہا
بارہ دینار لے اور یہ شرط موقوف کر جوان نے کہا کہ اے عزیز اگر برابر اس گاؤ کے سونا خالص
دے گا تو بغیر مرضی والدہ اپنی کے اس کو نہیں بیچنے کا تو عبث کس واسطے دردسری کرتا ہے ۔
فرشتہ نے کہا کہ میں آدمی نہیں ہوں تیرے امتحان کے واسطے آیا تھا کہ کیسی اطاعت اپنی ماں
کی کرتا ہے تو اب اس گاؤ کو اپنے گھر لے جا اور بازار میں کسی کو نہ دکھلا بنی اسرائیل کو ایک واقعہ
درپیش ہوا ہے اور علاج اُس کا موسیٰ عمران کے بیٹے نے کہ پیغمبر اُن کا ہے اس طرح فرمایا
ہے کہ ایسی گاؤ ذبح کرو بنی اسرائیل جستجو اور تلاش میں ہیں اور سوائے تیری گاؤ کے کوئی گاؤ
ساتھ ان صفتوں کے متصف نہیں اگر بنی اسرائیل تجھ سے اس گاؤ کو طلب کریں ہرگز ان کے
ہاتھ نہ بیچیو یہاں تک کہ سونا اس گاؤ کے چمڑے میں بھر کر تیرے حوالہ کریں کہ تمام عمر وجہ معیشت
سے تجھ کو فراغت ہووے اور آدمی جانیں کہ جو کوئی عیال اپنی کو حوالہ خدا کے کر جاتا ہے خدائے

Marfat.com

تعالیٰ اس طرح پرورش کرتا ہے اور جو کوئی اپنا مال خدا کی امانت میں چھوڑتا ہے خدا تعالیٰ اس طرح اس کو بڑھاتا ہے یہ جوان اس گاؤ کو پکڑ کر اپنے گھر لایا اور تمام ماجرا اپنی ماں کے سامنے ظاہر کیا رفتہ رفتہ خبر اس گاؤ کی شہر میں مشہور ہوئی اور بنی اسرائیل اُس کے خریدنے کے واسطے اُس کے گھر پر جمع ہوئے اور قیمت اس گاؤ کی بڑھانے لگے وہ جوان اور ماں اُس کی راضی نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ بات مقرر ہوئی کہ اس گاؤ کا چمڑا بعد ذبح کرنے اور جدا کرنے کے سونے سے بھر کر ان کے حوالہ کریں اُس جوان اور اُس کی ماں نے حضرت موسیٰؑ کو ضامن لے کر گاؤ کو بنی اسرائیل کے ہاتھ میں سونپا فَذَبَحُوْهَا یعنی پس ذبح کیا بنی اسرائیل نے اس گاؤ کو اور ذبح عبارت ہے کاٹنے گلے کے سے ٹھوڑی کے پاس سے اور بکری اور گائے اور بھینس وغیرہ میں یوں ہی مسنون ہے اور نحر کہتے ہیں کاٹنا گلے کا سینے کے پاس سے اور منظور دونوں میں کاٹنا حلقوم اور مری اور شہ رگوں کا ہے لیکن گردن اونٹ کی لمبی ہوتی ہے اگر اوپر کی طرف سے اس کا گلا کاٹیں دیر میں جان اُس کی نکلے اور تکلیف ہو اس واسطے کہ مکان خون کہ سواری روح حیوانی کی ہے دھول اور جگر اور اس کے گرداگرد میں ہیں اسی واسطے اونٹ کے اندر نحر آیا ہے اور اگر اونٹ کو بھی کوئی اوپر کی طرف سے ذبح کرلے جائز ہے لیکن ترک اولیٰ اور غیر مستحب ہے وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی اور نزدیک نہ تھے بنی اسرائیل کہ اس کام کو کریں۔ اس واسطے کہ سوال پر سوال واسطے طلب کرنے بیان خصوصیتوں اُس گاؤ کے لاتے تھے یہاں تک کہ سلسلہ ان کی تفتیش کا منقطع نہ ہوتا تھا اور یہ بھی کہ بسبب گرانی قیمت اس گاؤ کے خرچ کرنے میں اس قدر زرِ کثیر کے بخل کرتے تھے اور اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ مبادا مقتول بعد زندہ ہونے کے کسی کا نام لیوے اور سبب رسوائی کا ہو اور قصاص لینا اُس سے دشوار ہو لیکن حق تعالیٰ نے اُن سے چار و ناچار یہ کام کروایا اور اگر بنی اسرائیل کہیں کہ اسلاف ہمارے نے اس معاملہ میں وحی الٰہی سے روگردانی نہیں کی بلکہ جب حضرت موسیٰؑ نے قاتل کے ظاہر ہونے کے واسطے ذبح کرنا گاؤ کا ٹھیرایا اور ظاہر میں اُن میں کچھ مناسبت نہ تھی تعجب کی راہ سے اتنا انھوں نے توقف کیا اگر پہلے ہی سے حضرت موسیٰؑ قاتل کو معین قرار دیتے اسلاف ہمارے ہرگز اعراض نہ کرتے کہتے ہیں ہم یہ سب غلط ہے بلکہ اسلاف اور بزرگ تمھارے ابتدائے قصہ سے اقرار وحی الٰہی کا کرتے تھے

Marfat.com

اور اس بات کو بعید جانتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کو بسبب وحی کے اس امر غیب پر اطلاع ہوگی
والا ایک دوسرے پر تہمت خون کی نہ ڈالتے اور قاتل خود اقرار کرتا اور اس کا اگر یقین نہیں
رکھتے ہو تو پس یاد کرو تم پرے سے قصہ کو وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا یعنے اور یاد کرو تم اُس وقت
کو کہ مار ڈالا تم نے ایک جان کو کہ نام اُس کا عامیل تھا اور ہر چند کہ مارنے والا ایک شخص تم میں
سے تھا لیکن جب یہ قتل درمیان تمھارے واقع ہوا اور تحقیق قاتل کی سے تم نے سستی کی گویا تم
سب شریک قتل کے ہوئے اور کاش ایک ہی گناہ قتل کا تمھارے اندر ہوتا لیکن تم نے اور
گناہ بھی اس کے اوپر زیادہ کیا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا یعنی پھر تم ایک دوسرے پر ڈالتے تھے اور
ہر شخص کہتا تھا کہ فلانے نے یہ کام کیا ہے میں نے نہیں کیا اور اصل اس میں صیغہ کی تدارأتم
ہے تا کو دال میں ادغام کیا اور احتیاج ہمزہ وصل کی پڑی تدارأ بمعنی تدافع کے ہے
یعنی ایک دوسرے کو دفع کرے اور پیچ کرے جیسا کہ ڈالے پس یہ تدارأ گناہ دوسرا تھا
کہ تہمت ناحق آپس میں کرتے تھے اور دلیل اس بات کی ہوئی کہ تمھارے تئیں وحی آنے کا طرف
حضرت موسیٰؑ کے یقین کامل نہیں تھا اور اطلاع ہو جانی قاتل کی اُن کے تئیں غیب کی طرف سے
بعید جانتے تھے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ یعنی اور خدائے تعالیٰ باہر لانے والا ہے پردۂ پوشیدگی سے
مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی اُس چیز کو کہ تم چھپاتے تھے یعنی حال اور قاتل اور نفاق اور سستی
یقین اپنے کی اور اسی واسطے حضرت موسیٰؑ کو نہ فرمایا کہ نام قاتل کا بیان کریں کہ مبادا تکذیب کریں
اور قاتل جھوٹی قسم کھاوے کہ میں نے نہیں مارا ہے پس پھر مقصود پردہ میں رہے اور عادت الٰہی
اس طرح جاری ہے کہ جب کوئی بندہ اُس کے بندوں میں سے کسی چیز پر ہمیشگی کرتا ہے خواہ وہ
چیز نیک ہو یا بد البتہ اُس کو حق تعالیٰ آدمیوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور حال اُس کا پوشیدہ نہیں
رکھتا ہے بخلاف اس کے کہ ایک دو بار بندہ سے کوئی تقصیر سرزد ہوئے اور اس کے اوپر
ندامت کرے اور اس کے چھپانے میں کوشش کرے کہ حق تعالیٰ بھی اس کو اپنی رحمت سے پوشیدہ
رکھتا ہے اور پردہ دری اس کی نہیں کرتا ہے چنانچہ مستدرک حاکم کے ساتھ سند صحیح کے ابو سعیدؓ کی
سے روایت آئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو ان رجلا عمل عملا فی
صخرة صماء لا باب لها ولا كوة خرج عمله الى الناس كائنا ما كان

Marfat.com

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ اگر کوئی پتھر کے اندر کہ اُس میں نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ سوراخ ہو کچھ عمل کرے وہ عمل بھی اُس کا آدمیوں پہ ظاہر ہو جاتا ہے کوئی عمل ہو ویسے اور بیہقی نے کہا والموقوف اصح یعنی اور موقوف حدیث صحیح ہوتی ہے اور ابوالشیخ نے ساتھ سند ضعیف کے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت علیہ السلام نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ مومن کون ہے عرض کی کہ خدا اور رسول اُس کا بہتر جانتا ہے فرمایا مومن وہ ہے کہ حق تعالیٰ اس کو اس جہان سے نہیں لے جاتا ہے یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کانوں اس کے کو بھر دیتا ہے اس ثنا اور صفت سے کہ پسند اس کی ہے اور اگر کوئی بندہ خدا کے بندوں میں سے عمل تقویٰ کا بجا لاوے ایسے گھر کے اندر کے ستر گھروں کے اندر ہو اور ہر ہر گھر کا دروازہ لوہے کا ہو البتہ اس بندہ کو حق تعالیٰ چادر عمل کی اس کے پہناتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے عمل کو بیان کرتے ہیں اور جس قدر وہ کرتا ہے اس سے زیادہ اس کی طرف نسبت کرتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہونا اور مشہور ہونا عمل اس کے کا بدلہ اُس کے تقویٰ کا ہو گیا زیادتی کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ مرد متقی اگر قدرت پاوے اپنے مقدور سے زیادہ عمل کرے حق تعالیٰ اس کو اس نیت کے بدلے میں زیادتی شہرت کی عطا فرماتا ہے پھر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاجر اور بدبخت کون ؟ صحابہ نے کہا خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ فاجر وہ ہے کہ بیشتر اس جہان کے جانے سے بڑی کانوں اپنے سے سُنے گا اگر کوئی بندہ خدا کے بندوں میں سے ایسے گھر میں کہ ستر گھروں کے اندر ہو اور ہر ہر گھر پر لوہے کا دروازہ بند کیا ہو اور بُرا کام کرے البتہ حق تعالیٰ چادر عمل اُس کے کی اُس کو پہناتا ہے تاکہ آدمی اُس عمل کو ذکر کریں اور زیادہ اُس سے کہ جس قدر کرتا ہے اُس کی طرف نسبت کریں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس جگہ وجہ زیادہ گوئی کی کیا ہے فرمایا مرد فاجر مستعد اس کا ہوتا ہے اگر مقدور پاوے فسق اور بُرائی زیادہ کرے حق تعالیٰ اسی نیت کے بدلے میں یہ زیادہ گوئی کروا تا ہے باقی رہا اس جگہ ایک سوال مشہور دعلامی امدد وہ یہ ہے کہ

Marfat.com

مخرج صیغہ اسم فاعل کا ہے اور ما کنتم تکتمون میں اس نے عمل کیا ہے یعنی منصوب کیا ہے اوپر مفعولیت کے حالانکہ بمعنی ماضی کے ہے اس واسطے کہ اخراج مکتومات بنی اسرائیل کو خصوصاً بیچ مقدمہ قتل عامیل مذکور کے ہزاروں برس گزرے اور اسم فاعل کے عمل کی یہ شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی اس میں ہوں اس جگہ بغیر موجود ہونے شرط کے کس واسطے عمل کیا جواب اس کا یہ ہے کہ نکالنا اور ظاہر کرنا مکتومات بنی اسرائیل کا ہر چند خطابات کے وقت نسبت سے ماضی ہے لیکن بہ نسبت وقت تدافع اور اختلاف کے مستقبل ہے اور معنی استقبال کا ہونا کہ بسبب اُس کے عمل اسم فاعل کا صحیح ہو جاوے بہ نسبت وقت خطاب کے منظور نہیں بلکہ بہ نسبت وقت اُس واقعہ کے کہ پہلے ہو چکا ہے درکار ہے لیکن اس جواب پر ایک اور سوال وارد ہوتا ہے کہ جملہ واللہ مخرج کا حال ہے فادّٰرءتم کی ضمیر سے پس مضمون اس جملہ کا چاہیئے کہ تدافع اور اختلاف کے وقت موجود ہوا اور مقارن اُس کے ہو نہ بعد اُس کے اور بلاشک اخراج مکتومات کا وقت تدافع اور اختلاف کے نہ تھا بلکہ بعد اُس کے ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ جملہ حال مقدرہ ہے جیسا کہ جاءنی زید معه صقر وهو صائد به اور مختصر کلام یہ ہے کہ خطاب کے وقت حکایت اس چیز کی کرتے ہیں کہ تدارء اور تدافع کی نسبت سے مستقبل تھی جیسا کہ بیچ آیت وکلبهم باسط ذراعيه بالوصيد کے حکایت حال کی فرماتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہو پس اشکال وارد نہیں ہوتا ہے القصہ واسطے ظاہر کرنے قاتل کے ہم نے تم کو حکم کیا ساتھ ذبح کرنے گاؤ کے اور جب ذبح گاؤ ہو گیا فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ یعنی پس کہا ہم نے کہ مارو تم اس نفس مقتول کو اور مذکر لانا ضمیر کا باعتبار قتیل کے ہے اور نکتہ نہ لانے ضمیر مؤنث کی کہ ظاہر لفظ نفس کا چاہتا ہے یہ ہے کہ مارنا نفس کا کہ بدن میت سے جدا ہے ممکن نہیں پس اگر اضربوها فرماتے ظاہر میں تکلیف مالایطاق کرتے اور حاجت تاویل کی پڑتی بخلاف قتیل کے کہ باعث مذمت اور عذاب کا وہی قتل ہے کہ نفس کے اوپر ہوا ہے اور اُسی قتل نے تعلق اُس نفس کا بدن سے دُور کیا ہے بلکہ حقیقت میں یہی قتل ہے اور بس بِبَعْضِهَا یعنے کسی عضو کے ساتھ اُس گاؤ کے اعضا میں سے تاکہ زندہ ہو جاوے اور اپنے قاتل کی خبر دے اور اُس سے قصاص طلب کرے اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ

کونسا عضو تھا بعضے کہتے ہیں کہ زبان اُس گاؤ کی تھی اس واسطے کہ منظور زندہ کرنے اس میت کے سے محض بلانا اس مردہ کا تھا اور یہ بات زبان کے ساتھ بہت مناسب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عجب الذنب ہے اور عجب الذنب نام ایک ہڈی کا ہے کہ جانوروں کی دُم پر پیدا ہوتی ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حشر تک تمام بدن آدمی اور حیوانوں کے گل جاویں گے اور چورا چورا ہو جاویں گے مگر یہ ہڈی باقی رہے گی اور اسی ہڈی سے مردوں کا نیا بدن بنانا شروع کریں گے اور اصل بدن کی یہی ہڈی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ داہنی ران اُس گاؤ کی تھی کہ حرکت اکثر اُسی طرف سے شروع ہوتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان میں ایک ٹکڑا گوشت کا تھا اکثر جگہ پہنے روح حیوانی کی کہ حوالی قلب اور جگر میں منتشر ہے رہی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کوئی ٹکڑا مقرر نہ تھا بلکہ اُن کو اختیار تھا کہ جس ٹکڑے کو چاہیں ماریں حق تعالیٰ وقت مارنے اُس کے کے اُوپر بدن مردہ کے اُس کو زندہ کرے لیکن جس وقت کہ اُس گاؤ کو ذبح کیا ہو کسی نے زبان کو اور کسی نے ران کو اور کسی نے اور ٹکڑے کو مارا ہو اور نقل کرنے والوں نے ان سب کو نقل کیا اور رہا تا کہ یہ سب اللہ کے حکم سے تھا القصہ بنی اسرائیل نے بعد ذبح کرنے گاؤ کے اس مُردہ کو ساتھ اعضا اُس کے کے مارا اور وہ زندہ ہوا اور کھڑا ہوا اور اس کے حلق کی رگوں میں سے فوارہ کی مانند خون اُبلتا تھا اور اپنے مارنے والے کا نام بتا دیا کہ فلانے نے میرے تئیں مارا ہے تاکہ میرے مال کا وارث ہو حضرت موسیٰ نے اُس قاتل سے اقرار کروایا اور بعد اقرار کے اُس سے قصاص اُس کا لیا اور اسی وقت سے حکم شریعت کا ایسا ہو گیا کہ قاتل میراث مقتول کی سے محروم رہے گا گو آپس میں باپ بیٹا ہوں یا بھائی ہوں یا اور طرح کی قرابت ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ما ورث قاتل بعد صاحب البقرۃ یعنی نہیں وارث ہوا کوئی قاتل بعد صاحب بقرہ کے باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ ذکر اقرار کروانے حضرت موسیٰ کا قاتل سے حدیثوں میں نہیں آیا ہے اور مقتول کے کہنے سے قصاص نہیں لے سکتے اکثر اہل فقہ نے جواب اس سوال کا اس طرح دیا ہے کہ جب مقتول بعد مرنے کے زندہ ہوا تھا اور حال برزخ اور نمونہ عذاب آخرت کا دیکھ کر آیا قول اُس کا برابر دو گواہوں معتبر کے بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر ہو گیا البتہ

Marfat.com

جب تک کہ مقتول نہیں مرا ہے اور حال برزخ کا اُس نے نہیں دیکھا احتمال صدق اور کذب کا اُس کے کلام میں پایا جاتا ہے اور کہنا اُس کا بیچ معین کرنے قاتل کے معتبر نہیں ہوتا ہے لیکن موافق قاعدہ کلامیہ کے اس جواب میں خدشہ قوی ہے اس واسطے کہ اہل کلام نے معجزات کی بحث میں ایسی تقریر کی ہے کہ اگر پیغمبر کی دُعا سے مردہ زندہ ہوا اور ساوپر حق ہونے نبوت اُس پیغمبر کے گواہی دیوے یا تکذیب اس پیغمبر کی کرے معتبر نہیں بلکہ معجزہ اس پیغمبر کا فقط زندہ کرنا میت کا ہے گواہی اسکی کو خواہ موافق دعوئے نبوت کے ہو یا مخالف اس کے دخل نہیں اس واسطے کہ میت جس وقت زندہ ہوئی عقل اور شعور اور خیال اور وہم انسانی کہ محل خطا کا معرفت کے بیچ میں ہے حاصل ہوا اور حکم اُس کا حکم اور آدمیوں کا ہے کہ گواہی اُن کی کام نہیں آتی ہے اور اگر کوئی جانور یا پتھر یا درخت پیغمبر کی دُعا سے بولنے لگے اور گواہی اوپر حقیقت دعوئے نبوت کے دیوے معتبر ہے اور اگر تکذیب کرے تو بھی معتبر ہے اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی اس کے سبب اہانت ہو جاوے گی جیسی کہ اہانت مسیلمہ کذاب وغیرہ کی ہوئی تھی اس واسطے کہ کلام جمادات اور حیوانات کے خیال اور وہم کی بناوٹ سے نہیں بلکہ کلام اُن کے کلام غیبی ہیں احتمال صدق اور کذب کی اُس میں گنجائش نہیں پس موافق اس قاعدہ کے چاہیئے کہ کلام مردہ کا بعد حیات کے متحمل صدق اور کذب کا ہو کہ جھوٹ اور ملاوٹ بیچ کلام کے شیوۂ انسان کا ہے اور کہنا اس بیچ تعیین قاتل کے معتبر نہ ہوگا جب تک خود قاتل اقرار نہ کرے پس جواب صحیح یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ان کو واسطے ذبح بقرہ کے امر فرمایا اور کہا کہ بسبب مارنے بعض اعضاء اس کے کے مردہ زندہ ہو جاوے گا اور حال قاتل کے سے خبر دے گا. حقیقت میں گواہی اور سچا ہونے اس مردہ خالص کی اللہ کی طرف سے ثابت ہوئی. اسی واسطے اس مقتول کے کہنے سے قصاص لینا قاتل سے درست ہوا اور کچھ حاجت اقرار قاتل کی نہیں اور اور مردوں کو اس پر قیاس نہ کرنا چاہیئے کہ اس کا صدق نص سے ثابت ہوا خاص کر اس چیز میں گو التزاماً ہو شے اور اس جواب کی حاجت اُس وقت ہے کہ بعد دیکھنے

Marfat.com

اس معجزہ روشن اور حالت ہولناک کے قاتل نے خود اقرار نہ کیا ہو اور یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے ظن غالب یہ ہے کہ قاتل نے بھی اقرار یا سکوت کہ قائم مقام اقرار کے ہے کیا ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ بیچ زمانہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک لڑکی انصار میں کی کہ زیور چاندی کا گلے اور ہاتھوں اور پاؤں میں پہنے ہوئے تھی کھیلنے کے واسطے باہر چلی گئی ایک یہودی مرد نے جنگل میں اُس کو مار ڈالا اور زیور اُس کا لے گیا جب اُس کے وارثوں کو خبر ہوئی تگ و دو کر کے اس لڑکی کو پایا اور اب تک ایک رمق اُس میں باقی تھی کہ رُوبروآں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محلہ والوں کا نام اسکے سامنے لیتے جاؤ کہ فلانے نے تجھکو مارا ہے یا فلانے نے یہاں تک کہ نام اس یہودی کا لیا تب اس کا ہلا کر اشارہ کیا کہ اس نے مارا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلا کر قصاص لیا اور بعض روایتوں میں آیا ہے اس یہودی نے بھی اقرار کیا پس احتمال ہے کہ اس قاتل نے بھی جس سے حضرت موسیٰ نے قصاص لیا تھا اقرار کیا ہو اور بعضی روایتوں میں ذکر اقرار اس کے کا ساقط ہے اب حکم اس مسئلہ کا معلوم کرنا چاہیئے اور شریعت حضرت موسیٰ کی بھی اس حکم میں مطابق اسی شریعت کے ہے چنانچہ توریت مقدس سے یہی بات سمجھی جاتی ہے اگر مردہ کہ نشان قتل اور زخم کا اس میں پایا جاتا ہے اور کسی جگہ پڑا ہوا ہے اور قاتل اس کا معلوم نہ ہووے نزدیک امام اعظمؒ کے اس محلہ والوں یا اس گاؤں والوں سے جس میں وہ مقتول پڑا ہے اور اگر جنگل میں پڑا ہوا ہے جو گاؤں کہ قریب اُسکے ہو پچاس نیکبخت آدمی معتبر کو خدا کی قسم دینی چاہیے کہ ہم نے نہیں مارا ہے اس مقتول کو اور نہ اُس کے قاتل کی ہم کو خبر ہے اگر انھوں نے قسم کھائی تمام اُن محلہ والوں یا گاؤں والوں سے دیت لینی چاہیئے اور اُن کو چھوڑ دیں اور اگر قسم کھانے سے اُنھوں نے انکار کیا اُن کو قید رکھنا چاہیئے تاکہ قسم کھاویں یا قاتل کا تحقیق کر کے نشان دیویں کہ اس قدر جماعت کثیر ایک محلہ یا ایک گاؤں کی ایسے واقعہ سے کہ اُس محلہ یا گاؤں میں ہو جائے بے خبر نہیں رہ سکتی اور امام شافعی کے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر تہمت قتل کی اوپر جماعت اُس محلہ یا گاؤں کے ہو اس طرح سے کہ ظن غالب حکم کرتا ہے کہ اُنھوں نے مارا ہے جیسا کہ کوئی جماعت گھر میں یا جنگل میں جمع تھی بعد اس کے متفرق ہوئی اور ایک کو مار کر چھوڑ گئی یا گاؤں والے اس مقتول سے عداوت رکھتے تھے اور عداوت اُن کی اُس کے ساتھ مشہور تھی پس مقتول کے ولیوں کو کہنا چاہیئے کہ پچاس آدمی اُس جماعت میں سے ایک ایک کا نام لے کر قسم کھاویں کہ فلانا قاتل

Marfat.com

اس شخص کا ہے اور بعد قسم کھانے اُن کے کے اُس شخص کے مال سے دیت دلائی جاوے اور قصاص نہیں اور امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ اگر دعویٰ کرنے والے خون کے قتل عمداً کو قسم کھاتا ہے ثابت کریں قصاص لینا چاہیئے اور اگر تہمت نہ ہو پس بقول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اُن محلہ والوں یا اُس گاؤں والوں سے قسمیں لے کر اور دیت دلوا کر خلاص کرنا چاہیئے، القصہ حق تعالیٰ نے بعد حکم کرنے کے واسطے ذبح گائے کے اور مارنے بعض اعضا اُس کے میت کے ساتھ اور زندہ ہونے اُس مردہ کے اور خبر دینے اُس کے کے قاتل اپنے کی اور پھر مرجانے اُس کے کے بنی اسرائیل کے گروہ کو فرمایا کَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى یعنی جیسا کہ اس مردہ کو محض اپنی قدرت سے رُوبرو تمہارے زندہ کیا اور کلام اُس کے سُنے تم نے ویسے ہی زندہ کرے گا اللہ مردوں کو نزدیک نفخ صور کے نہ بسبب اُس نفخ کے اور نہ کسی اور کے سببوں میں سے بلکہ واسطے محض جتا دینے اور قائم کرنے عدل اور جاری کرنے قصاص کے اس واسطے کہ اس جگہ بھی سوائے لگانے اعضائے گائے ذبح کی ہوئی کے ساتھ بدن میت کے کوئی سبب واقع نہ ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ لگانا میت کا ساتھ میت کے سبب حیات کا نہیں ہوتا ہے لیکن عدل اور انتقام لینا قاتل سے منظور تھا اور اولیائے مقتول کو تشفی بدون اُس کے حاصل نہ ہوتی تھی ارادہ الٰہی نے تعلق اُس کے ساتھ پکڑا کہ مردہ کو زندہ کر کے زبان اُس کی سے تعیین قاتل کی اور دعویٰ قصاص کا کروائے اور قاتل کو اس کے بدلے میں مارنے کا حکم فرماوے اور یہی بات بیچ آخرت کے واسطے قائم کرنے عدل اور بدلہ لینے تمام ظالموں سے باعث قوی اوپر زندہ کرنے مردوں کے ہے وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی اور دکھلاتا ہے تم کو حق تعالیٰ نشان قدرت اور حکمت اور عدالت اپنی کے تاکہ تم سمجھو اور فکر کرو پس تمام ان نشانیوں میں سے کہ اس قصہ سے ظاہر ہوئے کتنی چیزیں بکار آمد ہیں اوّل یہ کہ جب مارنے اعضا ایک میت کے سے اوپر اعضا میت دوسری کے حصول حیات کا ہوا یقیناً معلوم ہوا کہ موثر عالم کے پیدا کرنے میں فقط ذات مسبب کی ہے اسباب موثر نہیں ہیں دوسرے یہ کہ جب کوئی چاہے کہ کوئی فیض عالم غیب سے اوپر اپنے یا خاندان اپنے کے نازل کرے پس طریق اُس کا یہ ہے کہ اوّل ذبح اور قربانی اور نیکیاں اور خیرات کرے تاکہ اُس کی برکت سے مطلب اُس کا حاصل ہووے تیسرے یہ کہ سخت گیری اپنی طرف سے موجب سخت گیری

Marfat.com

کا اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنی بیچ فرماں برداری اوامر اور نواہی الٰہی کے موجب سہولت اور آسانی اور مقبولیت کا ہے چوتھے یہ کہ یتیموں کے اوپر حق تعالیٰ مہربانی اور رحمت اپنی کرتا ہے بس ساتھ حکم تخلقوا بالخلاق اللہ کے رعایت کرنی حال یتیموں اور محافظت کرنی مال اُن کے کی اور نفع کروانا تجارتوں اُن کی سے اوپر تمام خلائق کے لازم ہے پانچویں یہ کہ جس نے عیال اپنی کو خدا کے اوپر چھوڑا اور مال اپنے کو بیچ محافظت خدا کے اور پناہ اُس کی کے سونپا حق تعالیٰ نے اُس کی تعیین طبع کے اوپر نفع بخشا چھٹے یہ کہ احسان کرنا والدین کے ساتھ اور خدمت کرنی اُن کی موجب نزول رحمت اور برکت کا جناب الٰہی کی طرف سے ہے ساتویں یہ کہ جو مال کہ اللہ کے واسطے خرچ کریں اور اُس کے عوض میں اُمید ثواب بڑھنے کی رکھیں چاہیئے کہ بہتر اور نفیس مالوں میں سے ہو اور دل پسند اور بیش قیمت ہو جیسا کہ یہ گاؤ تھی اور اسی واسطے قربانی کے حق میں بڑی تاکید آئی ہے کہ لاغر اور عیب دار نہ ہو آٹھویں یہ کہ بنی اسرائیل کو تنبیہ اور عبرت ہو جائے کہ جب گوسالہ زریں کی کہ سامری نے بنایا تھا بغیر حکم الٰہی کے تعظیم کی تو اس کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں دوستوں اور یگانوں کا قتل کرنا لازم ہوا تاکہ توبہ صحیح ہوئی اور اس گاؤ زریں کو اللہ کے حکم سے بہت سا زر خرچ کر کے خریدا اور حکم الٰہی سے ذبح کیا باعث ظاہر ہونے اس معجزہ عجیبہ کا ہوا کہ اُس کے عضو کے مارنے سے مردہ زندہ ہو گیا تاکہ معلوم کر لو کہ گوسالہ پرستی بسبب مخالفت حکم الٰہی کے موجب اس وبال اور عذاب کا ہوئی اور گاؤ کشی میں بسبب تابعداری حکم الٰہی کے اس قدر برکت ظاہر ہوئی اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا بیت۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست　　　　دگر خوں بہ فتویٰ بریزی رواست

باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ پہلے ذکر عامیل کے مارے جانے کا کس واسطے نہ کیا کہ شروع اس قصہ کا وہاں سے تھا اور بقرہ کا ذبح کرنا اُس سے پیچھے تھا چاہیئے تھا کہ ذکر اُس کا بھی بعد میں ہوتا اس میں کیا نکتہ ہے جواب لطیف اس سوال کا عنوان تفسیر میں گزرا تامل کرنا چاہیئے اس پر دوسرا جواب کہ دوسرے مفسروں نے لکھا ہے یہ ہے کہ اگر اسطرح ذکر کرتے تمام ایک قصہ ہو جاتا اور جو غرض کہ منظور تھی حاصل نہ ہوتی اس واسطے کہ غرض بیان کرنے اس قصہ کے سے اس مقام میں اولاً یہ ہے کہ بزرگوں تمہارے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیچ پہنچانے

Marfat.com

ایک حکم الٰہی کے کہ حکمت اُس کی اُن کے فہم ناقص میں نہ آتی تھی تہمت استہزاء اور تمسخر کی لگا دیتے تھے اور پھر اس حکم کی جلدی سے بجا آوری نہ کی بلکہ بار بار کھود کھاد شروع کی اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ نزدیک اُن کے وحی الٰہی کی چنداں عزت نہ تھی اور حضرت موسیٰؑ کے فرمانے کو حساب میں نہ لاتے اور یہی بیماری سخت پہلی اُمتوں کی تھی کہ اپنے نبیوں کی نسبت سے ضعیف الاعتقاد ہوتی تھیں اور عقلی مصلحتوں کو مقدم اور پر احکام شرعیہ کے کرتی تھیں اور ثانیاً یہ ہے کہ تم ساتھ اس مرتبہ کے بد افعال ہوئے ہو کہ بزرگوں تمہارے نے جس زمانہ میں کہ قتل نفس محرمہ کا کیا تھا ایک دوسرے کو تہمت لگائی تھی اور بیچ پوشیدہ کرنے اس قصّہ کے کوشش بھی کی تھی حالانکہ وحی نازل ہوتی تھی اور ایسا پیغمبر اولوالعزم اُن میں موجود تھا پس باعتبار جدا جدا ہونے ان دونوں غرضوں کے اور مقدم ہونے پہلی غرض کے دوسری سے اس قصّہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیان کیا مگر اس تقدیر سے شبہ اس بات کا پڑا کہ کوئی شخص جدا جدا کرنے اس قصّہ کے سے ایک قصّہ کو دو قصّہ سمجھ کر غلطی میں پڑے سو علاج اس کا کر دیا ہے کہ ضمیر بِبَعْضِهَا کی رجوع طرف بقرہ کے کرے گویا کہ اس سے تصریح ایک قصّہ ہونے کی ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ اور بھی اس جگہ جاننا چاہیے کہ قاتل خواہ عمداً یا خطاءً قتل کرے محروم ہونے میراث مقتول میں دونوں برابر ہیں بلا اجماع اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قاتل حق پر ہو اور مقتول ناحق پر پھر بھی حرمان میراث کا ہوتا ہے یا نہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر عادل باغی کو مار ڈالے یا کسی شخص پر حملہ کیا اور جس پر حملہ کیا تھا اُس نے حملہ کرنے والے کو مار ڈالا میراث سے محروم نہیں ہوتا ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی میراث سے محروم ہوتا ہے گو گناہ اور عذاب ہو یہاں تک بنی اسرائیل کی عادت کا بیان کہ انکار حکموں الٰہی کا ہمیشہ کرتے تھے ختم ہوا اب فرماتے ہیں کہ زیادہ تر تعجب حال تمہارے سے یہ ہے کہ جو چیز سبب نرم ہونے دل اور قبول کرنے نصیحت کی ہوتی ہے تمہارے حق میں وہی شے سبب سختی اور نہ ماننے نصیحت کا ہو جاتی ہے اس واسطے کہ تم حضرت موسیٰ کے عہد میں کبھی کافر ہوتے تھے اور کبھی ایمان لاتے تھے اور کبھی گناہ کرتے تھے اور کبھی توبہ اور ندامت کرتے تھے اور کبھی عہد شکنی تم سے ہوتی تھی اور کبھی اُس عہد کو محکم اور مضبوط کرتے تھے اور کبھی پیغمبر اپنے کو کہتے تھے کہ اتتخذنا ھزوا اور کبھی اطاعت اور فرمانبرداری اُس کی آرزو رکھتے

Marfat.com

کروانا انشاء اللہ لمھتدون ان مختلف حالتوں میں اور جُدا جُدا جگہوں میں تمہارے دلوں میں فی الجملہ نرمی تھی اور صلاحیت قبول کرنے نصیحت اور خیر خواہی کی تم میں تھی اور بیماری تمہاری ہر چند کہ سخت ہوتی تھی تخفیف بھی قبول کرتے تھے اور سوء مزاجی تمہاری مستحکم تھی ثُمَّ یعنے پھر واقع ہونے واقعات ذکر کئے گئے کے اور مشاہدہ کرنے آیتوں روشن کے کہ ہر ایک نشانی اُن میں سے سمجھنے میں اور نصیحت پانے میں گویا ایک نسخۂ جامعہ تھا علی الخصوص دیکھنا زندہ ہوجانا مردہ کا دنیا میں واسطے قصاص کے اور قائم کرنے عدل کے دلیل روشن تھی اور حیات اُخروی کے واسطے جزا دینے کے قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ یعنی سخت اور بے دھڑک ہوئے دل تمہارے مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ یعنی بعد ان تمام معجزوں اور نشانیوں کے کہ سبب نرم ہوجانے دلوں کے اور قبول کرنے وعظ اور نصیحتوں کے تھے فَهِيَ یعنی پس وہ دل سختی میں کَالْحِجَارَةِ یعنی مانند پتھر کے ہیں نہ مانند لوہے کے اس واسطے کہ لوہا آگ میں نرم ہوجاتا ہے اور دل تمہارے بسبب آگ خوف اور ہیبت کے بھی نرم نہیں ہوتے ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یعنی یا وہ دل زیادہ سخت ہیں پتھر سے سختی میں پس اس کے بھی قابل نہیں کہ اُن کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دی جاوے اس واسطے وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ یعنی اور تحقیق بعضی جنس پتھروں کی سے جیسا کہ پہاڑ ہے لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ یعنی البتہ ایسی چیزیں ہیں کہ جاری ہوتی ہیں ان سے نہریں اور ندیاں چنانچہ کوہ سوالک اور مانندلُس کے ایسے ہیں جیسے کہ اجزا اُس پہاڑ کے بدل کر دھواں بن جاتے ہیں اور ہوا ہوکر پانی بن جاتے ہیں اور ہوا کو دوسری طرفوں سے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اس ہوا کھینچی ہوئی کو بسبب قوت بری کے کہ اُن میں موجود ہے پانی بنا دیتے ہیں یا اس طریق سے کہ انجرے بہت اندر زمین کے جمع ہوتے ہیں اور ہر گاہ نسبت پہاڑ سخت کے کہ زمین کے اُوپر ہے اُن انجروں کو مسامات اور راستے نہیں ملتے کہ جلدی سے زمین کے اندر سے نکل کر اوپر چلے آویں لاچار زور کر کے اُس پہاڑ کو جگہ جگہ سے پھاڑ کر نکلتے ہیں اور بسبب اس حرکت کے وہ انجرے پانی ہوتے ہیں اور پہاڑ کے اندر جگہ جگہ پانی بھرنے لگتا ہے اور پانی زیادہ ہوتے ہوتے زمین کو پھاڑ کر بہنے لگتا ہے کہ نہریں بن جاتی ہیں یا اس طریق سے کہ بعضے پتھر بسبب اس کے کہ روح ان کے اندر ہے پیغام الٰہی کہ نبیوں کے واسطے سے طرف اُن کے پہنچتا ہے اُس کے بجالانے کے واسطے ہوا کو پانی کے ساتھ بدل ڈالتے

پتھر دلوں کی عبارت اور پتھروں کی خشیت کا بیان

Marfat.com

ہیں اور جیسا کہ پہاڑیں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں ان پتھروں میں سے ویسے ہی نہریں جاری ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے پتھر میں کہ عصا کے مارنے سے چشمے جاری ہوتے تھے دیکھا ہے اور سُنا ہے تم نے وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ یعنے اور تحقیق جنس پتھر سے البتہ وہ ہے کہ پھٹ جاتے ہیں بسبب زور کرنے پانی تیز کے کہ اس کے پیچھے سے آوے فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ یعنی پس نکل آتا ہے اُس سے پانی اگرچہ سُست چلنے والا ہو جیسا کہ کوہستان میں دیکھا جاتا ہے کہ چشمے ہلکے ہلکے چلتے ہیں کہ مادہ اُن کا پتھر کے نیچے سے آتا ہے اور فرق اس صورت میں کئی طرح سے ہے جیسے کہ تفسیر کی عبارت سے معلوم ہو چکا اور عمدہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں شگاف چوڑے چوڑے جگہ جگہ پیدا ہوتے ہیں اور جو مادہ کہ پہاڑ کے اندر رُکا ہوا ہے بصورت پانی کے منقلب ہو کر اُن میں سے نکلتا ہے اور دُوسری صورت میں شگاف دراز چھوٹے عرض کا ایک ہی جگہ میں بسبب آنے مادہ کے عقب پہاڑ کے سے پیدا ہوتا ہے اور وہی مادہ کہ پیچھے سے زور کر کے آتا ہے ٹپک ٹپک کر نکلتا ہے وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ اور تحقیق جنس پتھر کی سے وہ چیز ہے کہ گرتا ہے پہاڑ کے اوپر سے نیچے مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ بسبب خوف اللہ کے اور دل تمہارے نرم بھی نہیں ہوتے ہیں چہ جائیکہ پانی ہو دیں اور نہ پھٹتے ہیں کہ اُن کے اندر نصیحت اور وعظ داخل ہو جائے اس کے کہ اثر وعظ اور نصیحت کا اُن میں پیدا ہوئے اور وہاں سے اثر اُس کا اعضا کی طرف پہنچے اور نہ نخوت اور تکبر اُن کا گھٹتا ہے باوجودیکہ حوادث اور مصائب سخت وارد ہوتے رہتے ہیں یہ ہے حال دلوں تمہارے کا اور وصفوں دلوں کا وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ اور نہیں ہے خدا غافل اُس چیز سے کہ کرتے ہو تم بدن کے کاموں سے اور انھیں کاموں کے سبب سے دلوں تمہارے کا بھی احوال ظاہر ہوتا ہے پس دل بھی تمہارے اندر سے خراب ہیں اور ایسے ہی اعمال اور اعمال اور ظاہر تمہارا بُرا ہے یا اس طرح مطلب اس آیت کا بیان کیا جاوے کہ یہ ہیں افعال اور آثار پتھروں کے کہ دلالت اوپر گونہ نرمی کے کرتے ہیں اور نہیں ہے خدا غافل عملوں اور فعلوں تمہارے سے کہ تمام آثار سنگدلی اور سختی کے ہیں اور بالکل نرمی کا نشان نہیں باقی رہیں اس جگہ چند باتیں کہ اُن کی تحقیق ضرور کہا ہے اوّل یہ کہ پتھروں کو ساتھ صفت خشیت کے کہ بمعنی ترس کے ہے موصوف کیا ہے اور خوف اور ڈر بغیر حیات اور عقل

Marfat.com

کے نہیں ہوتا ہے اور پتھر ان دونوں صفتوں سے خالی ہیں پس وصف اُن کے ساتھ اس صفت کے کس طرح درست ہو سکتے ہیں جواب نزدیک اہل سنّت اور جماعت کے یہ ہے کہ تمام جمادات اور حیوانات کے اندر روح مجرد ہے کہ ساتھ لفظ ملکوت کل شیٔ کے بیچ آیت فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیٔ کے اُس سے تعبیر فرمائی ہے اور وہ روح مجرد شعور اور ادراک اور حیات رکھتی ہے اور صلوٰۃ اور تسبیح جمادات اور حیوانات کی کہ بہت جگہ کلام الٰہی میں ذکر اُس کا آیا ہے جیسے کہ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ و لکن لا تفقھون تسبیحھم ساتھ اُسی رُوح کے ہے لیکن اُس روح کو علاقہ تدبیر اور تصرف کا اُن کے بدنوں میں نہیں اور نہ اثر اُس کا روح حیوانی کے واسطے سے پہنچتا ہے بلکہ مانند روحوں فرشتوں کے کہ اپنے بدنوں میں بلا واسطہ روح حیوانی کے تصرف کرتے ہیں یہ روحیں بھی پرتو اور روشنی اپنی جسم خاص پر ڈالتی ہیں اور اُس وقت میں اُس جسم سے افعال شعور اور ارادہ کے صادر ہوتے ہیں اور یہ تعلق دائمی نہیں تا کہ محل تکلیف اور ثواب اور عذاب کے ہوں اور آخرت میں ظہور آثار ان روحوں کا اپنے بدنوں میں ہمیشہ ہوگا اور اسی سبب سے گواہی دیں گے اور کلام کریں گے اور شاخیں اور پھل بہشت کے بہشتیوں کی آواز کا جواب دیں گے اور اس جہان میں کہ حکم ارواح کا اُن میں غالب نہیں ساتھ قوت نفس قدسیہ کے وہ تعلق پرتو ڈالتا ہے اور پھر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ درختوں اور پتھروں اور حیوانوں بے زبانوں نے ساتھ نبیوں کے کلام کیا ہے اور نبیوں کے فرمانے سے کلام اور ادائے شہادت اور جواب دینا اور فرمانبرداری اُن کے حکموں کی کی ہے اور بقدر تواتر کے ایسے امور انبیاء علیہم السلام سے منقول ہوئے ہیں منجملہ اُن امور کے یہ ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوپر پہاڑ ثبیر کے تشریف رکھتے تھے اور کفار آں حضرتؐ کے تجسس میں تھے پہاڑ نے عرض کی یا رسُول اللہ اس جگہ سے نیچے اترو کہ میری پُشت پر سے تم کو پکڑ لیں اور مجھ کو شرمندگی حاصل ہو اور صحیح مسلم میں ساتھ روایت جابر بن سمرہ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحت کو پہنچا کہ فرمایا آں حضرتؐ نے پہچانتا ہوں میں ایک پتھر کو کہ مکہ میں ہے پیشتر نبوت سے میرے اوپر سلام کرتا تھا اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے بھی سلام کرنا مکہ کے پتھروں کا اوپر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منقول ہوا

Marfat.com

جانوروں اور جمادات سے خرق عادات کا ظہور

اور سعت کو پہنچا اور صحیحین میں ساتھ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کا پہاڑ نظر آیا فرمایا کہ ھذا جبل یحبنا ونحبہ اور صحیحین میں ساتھ روایت ابو ہریرہ اور صحابہ کے آیا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قصہ ایک بیل کا بیان فرماتے تھے کہ اُس کو ایک شخص پکڑے ہوئے لے جاتا تھا اس کے دل میں آیا کہ اس پر سوار ہو جائے اُس بیل نے کہا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے سواری کے واسطے پیدا نہیں کیا ہے واسطے کھیتی کے پیدا کیا ہے اور بولنا بھیڑیے کا بھی حدیث شریف میں آیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے اور صحیحین میں ساتھ چند روایتوں کے ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حرا کے پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے کہ اُس پہاڑ کے پتھروں نے بطور زلزلہ کے ہلنا شروع کیا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پتھر کو لات ماری اور فرمایا کہ ادب سے رہ اس واسطے کہ تیری پشت پر اور کوئی نہیں مگر پیغمبر اور صدیق اور کئی شہید بمجرد فرمانے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہاڑ ٹھہر گیا اور آواز کرنا ستون حنانہ کا بسبب مفارقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قدر مشہور ہے کہ حاجت بیان کی نہیں اور رونا اُس ستون کا اور خاموش ہو جانا اُس کا بعد شفقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح دلالت اُس کے شعور اور حیات پر کرتا ہے اور سب آیتوں میں یہ آیت زیادہ تر اس پر دلالت کرتی ہے اور تاویل بعید اس میں نہیں کہ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ اور سوا اس کے اور دلیلیں بھی ظاہر اور روشن ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اگر مراد اس آیت سے طعن کرنا کفار اور فجار سنگدل پر ہے اس طرح سے کہ پتھر خدا کے حکموں کو بجالاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور تم اُس کے حکموں کو بجا نہیں لاتے ہو اور نہ اُس سے ڈرتے ہو پس یہ مطلب ظاہر نہیں اس واسطے کہ جو امر خود بخود جبلت میں پیدا ہو جاوے اور طبیعت اس کو تقاضا کرے نہ انسان ایسی شے سے انکار کرتا ہے اور نہ پتھر اور نہ درخت اور اوامر اور نواہی شرعیہ اور تکلیفوں شرع کا قبول کرنا پتھروں اور درختوں اور جمادات سے ثابت نہیں ہوا تا کہ بسبب اُس کے الزام دے سکیں اور بسبب قبول کرنے اُس کے کے اُن کو پتھروں سے زیادہ سخت کہا جاتا

Marfat.com

جواب اس کا یہ ہے کہ طبیعت کے الہاموں کا قبول کرنا ہر چند پتھروں اور فاجروں سنگدلوں میں برابر ہے لیکن پتھروں کی کمال فرمانبرداری اسی قدر کافی ہے کہ اُن کی خلقت میں عقل اور شعور اور حس اور حرکت نہیں رکھی گئی قبول کرنا حکموں الٰہی کو گو طبیعت کے تقاضے سے ہو بڑے تعجب اور کمال کی بات ہے اور کفار اور فجار سنگدلی میں کہ سب طرح کی عقل اور شعور اور سمجھ رکھتے ہیں اُن کے واسطے الہامات طبیعی کا قبول کرنا اور تقاضائے جبلت سے امر الٰہی کو مان لینا بعید نہیں اور یہ بات پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اس واسطے کہ کمال انسان کا اس میں ہے کہ موافقت الہام ناموسی کرے اور جو احکام شرع کے رسولوں اور وارثوں اُن کے کے واسطہ سے پہنچتے ہیں، اپنے اختیار سے اُن کو قبول کرے اور عمل میں لاوے پس جمادات اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور جو الہام کہ لائق اُن کے ہے اُس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور فجار سنگدل حد کمال اپنے کو نہیں پہنچتے ہیں اور فرمانبرداری اس الہام کی کہ لائق اُن کے ہے نہیں کرتے ہیں پس قساوت اور سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کہتے ہیں کہ اس سال میں موسم گرمی کا زیادہ گرم ہے موسم جاڑے کے سے یعنی گرمی اس کی شدت اور کمال میں زیادہ تر ہے نرمی جاڑے کی سے جو کہ موافق اُس موسم کے ہے تیسری یہ بات ہے کہ کفار سنگدلوں سے اور پتھروں کے درمیان میں فرق کے واسطے تین قسم کے پتھر ذکر کئے گئے ہیں حالانکہ ذکر ایک قسم کا بھی اس بات کے واسطے کافی تھا اس اطناب کی کیا وجہ ہے جواب ذکر تین قسم کے پتھر کا اشارہ ہے طرف معرفت سلوکیہ کے اس واسطے کہ نزدیک اہل سلوک کے تمام دل چار مرتبہ پر ہیں اوّل وہ دل ہے کہ نور الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو اور علم کے دریا میں فنا ہوا ہو اور اُس دل میں نہریں معرفت کی جوش کرتی ہوں اور سبب زندگی دلوں راہ ڈھونڈنے والوں کا اور فیض چاہنے والوں کی ہو اور ایسے دل اہل اللہ اور سابقین کے دل ہیں اور ایک دل ایسا ہے کہ دریائے علم سے سیر ہو کر باعث نفع خلائق کا ہوا اور یہ دل علماء راسخین کے ہیں تیسرا وہ دل ہے کہ فرمانبرداری اور اطاعت میں مشغول ہے اور یہ دل زاہدوں اور عابدوں کے ہیں اور کمتر حال پتھر کا یہ ہے کہ اللہ کے خوف سے نیچے کو گر پڑے یعنی فرمانبرداری کرے حکم طبیعی کی کہ اللہ نے اُس کے اوپر حاکم کیا ہے اور حکم طبیعت اُس کی کا یہی ہے کہ میل مرکز کی طرف کرے یعنی بسبب بھاری ہونے کے نیچے کو جاوے

Marfat.com

اور جب اس حد سے گزرتا ہے پانی کو راستہ دیتا ہے اور بسبب لطافت جوہر کے مسام باریک
اس میں پیدا ہوتے ہیں کہ ترشح پانی کا ان کے اندر سے ممکن ہو پھر جب اس حد سے بھی بڑھتا ہے
تو قوت تحمیل کرنے ہوا کو پانی کی طرف پیدا ہو جاتی ہے اور سامان جاری ہونے نہروں کا اس میں
بہم پہنچتا ہے چوتھا دل غیر متاثر یعنی اثر قبول نہ کرے اور بسبب کمال سرکشی اور غرور کے بغاوت
ہوتا ہے اور فیض علمی کو قبول نہیں کرتا ہے اور اطاعت کی طرف نہیں آتا ہے اور ایسا دل کفار
فجار کا ہے اور کوئی چیز سخت مثل لوہے پتھر وغیرہ کی اس کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی ہے اور حدیث
شریف میں آیا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عنایت کی ہے یعنی ہدایت اور علم مانند مینہ کے
ہے کہ کثرت سے زمین پر برستا ہے پس جو ٹکڑا زمین کا کہ پاک اور پاکیزہ اور نرم ہے پانی کو
پی لیتا ہے اور گھاس وغیرہ بہت اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور بسبب اس کے نفع عام ہوتا ہے
اور دوسرا ٹکڑا کہ سخت اور نیچان میں ہے پانی اس کے اندر ٹھہر جاتا ہے اس سے بھی نفع آدمیوں
کو پہنچتا ہے کہ پانی پیتے ہیں اور کھیتوں کو بھی پانی دیتے اور مواشی وغیرہ کو پلاتے ہیں اور
ایک قطعہ زمین کا کہ شور اور ہموار ہے نہ پانی کی رطوبت اس میں باقی رہتی ہے اور نہ اس میں
اکٹھا ہوتا ہے نہ کچھ اس میں پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی کے کام میں پانی اس کا آتا ہے اور پہلی
مثال اس شخص کی ہے کہ ہدایت کو قبول کیا اور دوسروں کو بھی تعلیم کیا اور مثال اسکی ہے کہ اس طرف
سر بھی نہ اٹھایا اور کسی طرح سے نفع بھی نہ لیا اور بعضے مفسرین اس طرح سے کہتے ہیں کہ تینوں
قسم کے پتھر اشارے ہیں طرف تاثیروں الٰہی کے کہ سبب سے انھوں نے پتھروں میں ظہور پکڑا
ہے پس وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار اشارہ ہے طرف اس پتھر
کے کہ بسبب مارنے عصائے موسیٰ کے بارہ چشمے اس میں ظاہر ہوئے تھے اور وان منها لما
يشقق فيخرج منه الماء اشارہ ہے طرف اس پتھر کے کہ واسطے بند کرنے سیل عرم
کے اس کو مقرر کیا تھا اللہ کے حکم سے پھٹ کر سیل کے پانی کو راستہ دیا تاکہ ملک سبا کا خراب کر دے اور
وان منها لما يهبط من خشية الله اشارہ ہے طرف پتھر کے کہ اللہ کے حکم
سے آسمان کی طرف سے گرا اور لوط کی قوم کو زیر و زبر کیا چوتھی بات یہ ہے کہ کلمہ او کا شک
کے واسطے ہے اور علام الغیوب کے کلام میں جگہ شک کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلمہ او کا

Marfat.com

اس جگہ شک کے واسطے نہیں بلکہ واسطے تخییر کے ہے یعنے جو سننے والا اُن کے حال کا ہے اُس کو اختیار ہے کہ اصل سختی اُن کی کا اعتبار کرکے اُن کے دلوں کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دیوے یا سختی کے مرتبہ کا تصور کرے کہ کس مرتبہ کی سختی ہے پتھر کی سختی سے زیادہ جان کر اس تشبیہ کو چھوڑ دیا اور باعتبار سختی کے پتھر سے زیادہ ہونے کا اُن کے واسطے حکم کرے اور اگر کہا جائے کہ تخییر انشاءات میں ہوتی ہے نہ اخبار میں جواب اس کا یہ ہے کہ ہر انشاء کو ایک خبر ضمنی لازم ہے جیسے کہ ہر ایک خبر کو انشاء بھی لاحق ہوتی ہے پس کبھی باعتبار تقاضائے مقام کے لازم ضمنی کی طرف نظر کرتے ہیں اور جو اعتبار کہ لائق اُس حال کے ہے اُس کی رعایت کرتے ہیں پانچویں یہ ہے کہ اشد قسوۃ کس واسطے کہا حالانکہ اس فعل سے اسم تفضیل کا وزن بھی ممکن تھا یعنی اقسیٰ کہہ سکتے تھے لفظ اشد یا اکثر یا ازید کا اُس جگہ لایا کرتے ہیں کہ افعل التفضیل کا وزن اُس جگہ ممکن نہ ہو جیسے الوان اور عیوب میں جواب اس کا یہ ہے کہ دلالت قسی کی اوپر زیادتی قساوت کے دلالت اجمالی ہے اور دلالت اشد قسوۃ کی دلالت تفصیلی اس مقام میں کہ بیان شقاوت حال اُن کے کا ہے دلالت تفصیلی مناسب ہوئی اور اقسیٰ اور اشد قسوہ کے معنی میں فرق بھی ہے لیکن باریک کہ قسی اوپر زیادتی قسوۃ کے دلالت کرتا ہے خواہ کیفیت کی حیثیت سے ہو یا کمیت کی حیثیت سے ہو اور اشد قسوۃ خاص زیادتی کیفیت کے اوپر دلالت کرتا ہے اور یہاں منظور بھی یہی ہے اور اس مقام سے معلوم ہوا کہ جس وقت منظور بیان زیادتی کمیت کسی فعل کا ہو اُس جگہ اکثر یا ازید کہنا چاہیئے اور جس جگہ منظور بیان زیادتی کیفیت کا ہو اشد یا اقویٰ کہنا چاہیئے اور افعل التفضیل نہ خاص زیادتی کیفیت کیلئے ہے اور نہ زیادتی کمیت کیلئے بلکہ احتمال دونوں کا رکھتی ہے اور اس کا استعمال اس جگہ آتا ہے کہ ابہام منظور ہو اور بیان خاص کمیت یا کیفیت کا نہ ہو چھٹی بات یہ ہے کہ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار آخر کلام تک ظاہر میں بیان اُن دلوں کا ہے جو کہ قاسیہ اور سخت ہیں اس واسطے کہ پتھروں کے ساتھ تشبیہ نہیں کی ہے نہ اُن دلوں کی کہ نرم ہیں لیکن اتنی بات ہے کہ جن کافروں کے ساتھ خطاب اور کلام ہو رہا ہے قسوۃ اُن کی اعلیٰ اور انتہا درجہ کو پہنچ گئی ہے اور اُن کے دل سختی تمام اور سخت دلوں سے بڑھ گئے ہیں اور اسی سبب سے ان کے دلوں کی تشبیہ پتھر کے ساتھ

Marfat.com

وانی نہیں بلکہ پتھر سے سختی اُن کی زیادہ ہے پس یہ تینوں صفتیں سخت دلوں کی تصور کرنی چاہئیں
کیونکہ ایسے دلوں میں تین مرتبہ متحقق ہوں گے اور اس جگہ قلوب صافیہ کے اندر ان تینوں
صفتوں کا تصور کرنا نہ چاہیئے اور بیان اُن کی صفتوں کا کہ اہل سلوک سے منقول ہے پہلے ہوچکا
ہے جواب اس کا یہ ہے کہ دلوں کے مرتبے سختی کی حالت میں بھی مختلف ہیں جیسے کہ صفائی میں مختلف
ہوتے ہیں اس واسطے کہ بعضے قلوب قاسیہ میں بھی چشمے جاری ہوتے ہیں اور یہ دل اُن لوگوں
کے ہیں کہ مدت تک لذتوں اور خواہش نفسانی کو چھوڑ دیتے ہیں اور بسبب اس چھوڑنے کے فی الجملہ
انوار روح کے اُن کے اُوپر غالب ہو جاتے ہیں اور بعضی باتیں اُن سے بھی خلاف عادت کرامات
کے ساتھ مل جاویں صادر ہوتی ہیں جیسے کہ ہند کے بعضے راہبوں میں دیکھی جاتی ہیں اور انھیں
میں سے بعضی ایسی ہوتی ہیں کہ مثل پانی کے غیب کے علموں کا راستہ اُن میں ہو جاتا ہے اور
اُن علموں کا آنا جانا رہتا ہے اور ایسے ہی دل اُن لوگوں کے ہیں کہ بشریت کے پردہ کو پھاڑ کر
ایک پرتو عالم روح اور ملکوت سے اُن کو گھیر لیتا ہے اور اسی جہت سے بعضی آیتیں الٰہی اور
معانی اس جہان کی کہ تعقل میں آتی ہیں اُن پر ظاہر ہو جاتی ہیں جیسے کہ حکماء اشراقیین کا یہی حال ہے
اور بعضے اُن میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ خوف اور ڈر خدا کا اُن میں آجاتا ہے اور ایسے ہی دل
ان لوگوں کے ہیں کہ بسبب تقرب بعضی ارواح کے پس پشت حجابوں کے سے عکس کسی کیفیت کا
کیفیتوں میں سے اُن پر پڑتا ہے اور اس کیفیت سے لبریز ہو کر خوف اور ڈر اُن میں موجود
ہوتا ہے اور یہ صفتیں اور مرتبہ اگرچہ مسلمانوں اور کافروں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن بغیر توجہ کے
طرف عالم غیب کے اور ریاضتوں اور عبادتوں اور تصفیہ روح کے حاصل نہیں ہوتی ہیں اور اسی
واسطے جو لوگ کہ فاسق ہیں گو کسی دین کے ہوں ان باتوں سے محروم ہیں کہ وہ اہل غفلت اور
اہل غرور ہیں اور اس طرف انھوں نے اپنا سر نہیں اٹھایا ہے اور فرق مسلمانوں اور کافروں
میں اس قدر ہے کہ جس وقت یہ مرتبہ دونوں کو حاصل ہوتا ہے اُس وقت مسلمانوں کے مرتبہ کی تائید
نورایمان کیساتھ ہوتی ہے اور اس کے سبب سے قبولیت اور ترقی درجوں کی اور رضامندی ملاء اعلیٰ
کے اندر پائی جاتی ہے اور جب کفاروں میں یہ مراتب پائے جاویں تو اُن کی تائید ساتھ نورایمان
کے نہیں ہوتی ہے اور قبولیت اور رضامندی جماعت اعلیٰ کی بھی اُن کو میسر نہیں ہوتی حاصل

Marfat.com

یہ ہے کہ کشف وغیرہ اور ظاہر ہونا خرق عادتوں کا کچھ خاص مسلمانوں ہی کے واسطے نہیں بلکہ یہ انوار روحیہ ہیں اور سبب حاصل ہونے اُن کے کا تصفیہ باطن کا ہے اور ترک کرنا لذتوں کا اور مجرد ہونا علائق سے ہے اسلام اس کی شرط نہیں اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے بیت

صفا باخبث باطن نیز گاہے جمع میگردد　بروبالوعہ راچوں وزد می نشنید تماشا کن

اور اہل اسلام کے واسطے جو خاص چیز ہے وہ یہ ہے کہ احکام شریعت میں محکم قدم ہونا اور حاصل کرنی رضامندی عالم ملکوت والوں کی اور فیضان اور انوار اُس عالم کا حاصل ہونا الغرض جبکہ سرزنش بنی اسرائیل کی سے ساتھ یاد دلانے حالات بزرگوں اُن کے کے کہ دم بدم تعدی اور تکبر میں بڑھتے جاتے تھے اور جس قدر نعمتیں الٰہی اور معجزے نبیوں کے دیکھتے تھے کفران و ناشکری کرتے تھے اور تہمت اور بے اعتباری اُن کی شرع کے حکموں پر زیادہ تر ہوتی تھی فراغت پائی اب مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ یعنی اے مسلمانو! تم جانتے ہو اُن کی قساوت کو کہ جس قدر دلیلیں کثرت سے اُن کے اُوپر قائم کی جاتی ہیں اسی قدر کفر اور تکبر میں بڑھتے جاتے تھے پھر چاہتے ہو کہ وعظ اور نصیحت سے اُن کو راستہ پر لاؤ اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ یعنی پس طمع رکھتے ہو کہ ایمان لادیں یہ لوگ کہ تمھارے زمانہ میں اُنھیں میں کے ہیں ساتھ دلیلوں اور نصیحتوں تمھاری کے وَقَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ یعنی اور حال یہ ہے کہ تھا ایک فرقہ اُن میں سے پہلے زمانہ میں کہ اب تک پیغمبر تمھارے مبعوث نہ ہوئے تھے اور طالب اُن کی ریاست کے نہ تھے اور ساتھ حکم المعاصرۃ اصل النافرۃ یعنی ہم عصر ہونا اصل تنافر کی ہے کسی وجہ سے نفرت اس پیغمبر سے نہیں آئی تھی اور تعصب اور جانبداری کہ مناظرہ کے وقت اہل علم ظاہری کو ہوتی ہے لاحق نہ ہوئی تھی اور باوجود اس کے یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ یعنی سُنتے تھے کلام خدا کے توریت کے اندر کہ اُس سے برحق ہونا پیغمبر تمھارے اور دین تمھارے کا معلوم ہوتا تھا اور کثرت بزرگیوں اور فضیلتوں تمھاری کا ثبوت ہوتا تھا ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ پھر تحریف کرتے تھے اس کلام کو کبھی لفظ اُس کے بدل ڈالتے تھے چنانچہ بجائے ابیض کے کہ بیچ بیان شمائل پیغمبر تمھارے کے تھا ادم بنا دیا اور بجائے ربعۃ مائلا الی الطول کے طوالا لکھ دیا اور کبھی تاویل فاسدہ اُس کی کرتے تھے چنانچہ فضائل اور کرامات اُمت مصطفوی کو اور صلاحیت اور خوبی اطوار انکے کو

تحریف توریت اور پیغمبر کے عناد و دغا کا بیان

Marfat.com

کہ توریت اور زبور میں منصوص ہے اور پر انتظام امور دنیوی اور موافقت تدبیر اُن کی کے ساتھ تقدیر کے اور تسلط اور غلبہ اور اقبال ظاہری کے عمل کرتے تھے مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ یعنی بعد اس کے کہ سمجھے تھے انھوں نے لفظ اور معنی اس کلام کے اس واسطے کہ اگر ان کو اس کلام کے لفظوں کے سُننے میں شبہ پڑتا ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ سمجھتے یا معنی میں شبہ پڑتا تو اس کلام سے اور معنی سمجھتے البتہ معذور ہوتے لیکن انھوں نے بعد جاننے کے کہ یہ لفظ ہے اور یہ معنی ہیں لفظ دُوسرا اصلی لفظ کی جگہ لائے کہ بالکل اُس لفظ کو توریت کے لفظ سے مشابہت نہ تھی یا معنی اپنی طرف سے تراشش لئے کہ ہرگز لفظ اصلی اس معنی کے اوپر دلالت نہیں کرتا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی اور وہ جانتے تھے تحریف کے وقت کہ یہ لفظ توریت کا نہیں ہے یا یہ معنی ہرگز خدا کی مراد نہیں پس کسی وجہ سے تحریف کرنے میں معذور نہ تھے اس واسطے کہ عذر کلام کی تحریف میں دو وجہ سے ہو سکتا تھا یا سُننے کے وقت لفظ اور معنی کو اچھی طرح نہ سمجھے یا وقت نقل کرنے اُس کلام کے لفظ اور معنی اُس کے ذہن سے فراموش ہو جاویں اور سوائے ان دو عذروں میں سے ایک بھی نہ تھا پس ان کی مثل ایسی ہوئی کہ کسی شخص نے کسی لکھنے والے کی ہجو میں کہا ہے کہ یسمع غیر ما یقال له ویفهم غیر ما یسمع ویکتب غیر ما یفهم و یقرء غیر ما یکتب ویترجم غیر ما یقرء یعنی سُنتا ہے غیر اُس شے کا کہ کہا جاتا ہے اُس سے اور سمجھتا ہے غیر اُس شے کا کہ سُنتا ہے اور لکھتا ہے غیر اُس شے کا کہ سمجھتا ہے اور پڑھتا ہے غیر اُس شے کا کہ لکھتا ہے اور ترجمہ کرتا ہے غیر اُس شی کا کہ پڑھتا ہے اور احتمال ہے کہ اس طرح تفسیر کی جاوے کہ تحریف کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ جانتے ہیں کہ کلام الٰہی کی تحریف کرنے میں کس قدر ہم مستحق سخت عتاب الٰہی کے ہوتے ہیں اور بُرے کام کو باوجود اس کے کہ بُرائی اُس کی خوب طرح نزدیک اُس کے روشن ہے عمل میں لانا بہت بُرا ہے اس سے کہ بُرائی اُس کام کی اُس کو معلوم نہ ہو اور سوائے اُس کو کرے اور روایتوں میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واسطے تصدیق احکام توریت کے ستر آدمیوں کو بنی اسرائیل میں سے ہمراہ اپنے لے گئے اور انھوں نے بلا واسطہ اپنے کانوں سے امر اور نہی الٰہی کو سُنا اور پھر اپنے لشکر اور قوم میں آکر بیان کیا کہ ہم نے پیچھے سے یہ بھی سُنا تھا کہ ان استطعتم ان تفعلوا هذه الاشیاء

Marfat.com

فافعلوا وان لم تفعلوا فلا باس یعنے اگر ہو سکے تم سے پس کر بھیو ان چیزوں کو اور اگر نہ کر و گے پھر بھی کچھ ڈر نہیں پس انھوں نے ان لفظوں کو اپنی طرف سے زیادہ کیا اور ایجاب کلام الٰہی کا کر سُنا تھا اُس کو تغیر کے ساتھ بدل ڈالا اور مراد اس فریق سے کہ اس آیت میں مذکور ہے وہی گروہ ہے کہ جو کچھ اپنے کانوں سے سُنا تھا اُس میں اپنی طرف سے اور زیادہ کیا حاصل یہ ہے کہ تم کو ان آدمیوں سے کہ تمھارے زمانہ میں ہیں اور بسبب ہم عصر ہونے کے کمال نفرت تم سے رکھتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں نہایت سرگرم ہیں کیا توقع اس بات کی ہے کہ وعظ اور نصیحت تمھاری سے ایمان لاویں اور اگر تمھارے دل میں اس طرح آوے کہ یہ حرکت ان کے بزرگوں سے ہوئی تھی اور جو ہمارے زمانہ میں لوگ ہیں ویسے نہیں اس واسطے کہ ہمارے روبرو ایمان کا اقرار کرتے ہیں بلکہ اپنے بزرگوں کی تحریف کو زبان سے ظاہر کرتے ہیں پس اُن کو اس اظہار میں سچا نجانو اور اُن کے ایمان کا بھی یقین نہ کرو اس واسطے کہ یہ لوگ بہت چھپاتے ہیں اور جو کوئی اُن میں سے ایمان کی باتیں یا تحریف بزرگوں کی ظاہر کرتا ہے اس کو خلوت میں نہایت ملامت کرتے ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک جماعت اُن میں سے وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا یعنی اور جب ملاقات کرتے ہیں ساتھ مسلمانوں کے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں اور یہ دین تمھارے کے اور اپنے دل میں اسی دین کو سچا جانتے ہیں لیکن ظاہر میں دین اپنے باپ دادوں کا نہیں چھوڑ سکتے ہیں اس واسطے کہ اپنے اقارب اور بزرگوں سے ڈرتے ہیں اور اسی واسطے ظاہر میں توریت کے حکموں پر عمل کرتے ہیں وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب تنہائی میں جاتے ہیں بعضے اُن میں سے کہ چھپانے والے نعت اس پیغمبر اور حقیقت اس دین کے ہیں طرف دوسروں کے کہ جن کی زبان سے اظہار تحریف بزرگوں اپنے کا ہوا اور موجود ہونے نعت اس پیغمبر کا اور حقیقت دین اُس کے کا اقرار کیا اور اس خلوت میں کوئی مسلمانوں میں سے نہیں ہوتا ہے قَالُوْٓا کہتے ہیں چھپانے والے ظاہر کرنے والے کو اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ یعنی کیوں بتاتے ہو تم مسلمانوں کو بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ یعنی اُن چیزوں کو کہ کھول دی ہے اللہ نے تمھارے اوپر علم کے خزانوں سے کہ توریت اور زبور اور دوسرے صحیفوں میں رکھی ہوئی ہیں اور اُن سے سمجھی جاتی ہیں تعظیم اُس پیغمبر کی اور حقیقت رسالت اُس کی اور فضیلت اور بڑائی

Marfat.com

اتت اُس کی کی اور پیمان اور عہد کر تم سے لیا ہے اور قبول کرنے حکموں اُس کے کے اور مدد کرنی دین اُس کے کے لِیُحَآجُّوۡکُمۡ بِہٖ تاکہ انجام کام کا یہ ہو کہ یہ مسلمان ساتھ اس حجت اور دستاویز کے تمہارے ساتھ مقابلہ کریں گے اور تم کو خفیف اور ملزم کریں گے عِنۡدَ رَبِّکُمۡ یعنی نزدیک پروردگار تمہارے کے کہ ہر کسی سے حجت اور دست آویز طلب کرے گا آیا تم ان کو اپنی طرف سے تلقین حجت کرتے ہو اپنے اوپر اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا نہیں سمجھتے ہو کہ انجام اس کا کیا ہے ان سرسری باتوں تمہاری سے ان کو دستاویز محکم ہو جاوے گی اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اکثر مفسرین نے عِنۡدَ رَبِّکُمۡ کے معنی میں بہت تردد کیا۔ بے فائدہ ایسی تاویلات کی ہیں کہ مطلب بہت دور ہے وجہ تردد کی یہ ہے کہ گمان کو خوف رسوائی اپنی کا قیامت کے دن رُو برو پروردگار اپنے کے باعث اس کلام کا ہوتا پس اس کی کوئی وجہ نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ تمام حجتوں اور دلیلوں اور دستاویز کو جانتا ہے ظاہر کرنے سے خوف کس طرح دفع ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ اُن کو منظور انکار کرنے سے یہ تھا کہ اگر ہم اپنی زبان سے اقرار کر لیں گے کہ یہ پیغمبر اور یہ دین برحق ہے اس میں زیادہ رُسوائی اور فضیحت قیامت کے دن اگلے پچھلوں میں اللہ کے سامنے ہوگی اور جب تک کہ ہم نے اقرار نہیں کیا فقط جاننے حاکم کے سے حجتوں اور دلیلوں کو اس قدر فضیحت اور رُسوائی نہیں چنانچہ دنیاوی معاملات میں بھی تجربہ میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زبان سے کسی کے حق کا اقرار کرے یا دستاویز لکھ دے اور پھر رُو برو حاکم کے انکار کرے نہایت رُسوا ہوتا ہے اور اگر آپ حاکم اُس کو جانتا ہے یا اور گواہوں سے حق ثابت ہوتا ہے منکر کو اس قدر رسوائی اور فضیحت نہیں ہوتی ہے اور جو لوگ کہ اس تفرقہ سے غافل ہیں کبھی عِنۡدَ رَبِّکُمۡ کو ساتھ معنی فی کتاب ربکم کے لیتے ہیں اور کبھی ساتھ معنی فی حکم ربکم کے اور کبھی ساتھ معنی بینکم و بین ربکم کے اور یہ سب تاویلیں بعید اور احتمال ضعیف ہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور بعید ہونے ان تاویلات کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اُن کے انکار پر انکار فرماتا ہے کہ آیا گمان کرتے ہیں کہ اگر انھوں نے ان چیزوں کو چھپایا تم کو ان کے اوپر حجت نہ ہوگی اور خدا کو بھی دستاویز مذکور اُن کی کی بہم نہ پہنچے گی اَوَلَا یَعۡلَمُوۡنَ کیا وہ نہیں جانتے ہیں اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ یعنی اس بات کو کہ حق تعالیٰ جانتا ہے اس چیز کو کہ پوشیدہ کرتے ہیں اور اس کو بھی

Marfat.com

کو کہ ظاہر کرتے ہیں پس اگر وہ چاہے تمام حجتیں مسلمانوں کو خود بخود بتلا دے کہ فلانی فلانی دستاویز تمہاری فلانی کتاب میں موجود ہے اس دستاویز سے ان کو ملزم کرو اور یہ بات بھی ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ جاننے والا ظاہر اور پوشیدہ کا ہے پس ان کے انکار کو بھی کہ خلوت میں ظاہر کرنے والوں پر کرتے ہیں تمہارے اوپر ظاہر فرمایا یہاں تک کہ دستاویز تمام تمہارے ہاتھ میں آئی اس واسطے کہ جب کہ انھوں نے خلوت میں انکار نہ کیا تھا فقط ظاہر کرنے والوں کی زبان سے اظہار پایا گیا تھا اور جب انھوں نے انکار ان پر کیا ان کی زبان سے بھی اظہار پایا گیا پس تمام اظہار کرنے والے ہوتے اور مسلمانوں کو کہنے کی جگہ ہاتھ آئی کہ تم سب اقرار کرنے والے ہو بعضے ہمارے سامنے اور بعضے خلوت میں پس انکار میں زیادہ تر فضیحت اور رسوائی ان کی ہوئی پس مثال ان کے انکار کی اُس احمق کی سی ہے کہ فرمن المطر ووقع تحت المیزاب یعنی بھاگا مینہ سے اور کھڑا ہوا نیچے پرنالہ کے یہ حال اُن کے عالموں کا ہے کہ اپنے زعم میں کتاب دانی اور عقل مندی میں کمال رکھتے ہیں اور بسبب حماقت کے یہ بات نہیں سمجھتے ہیں کہ جب معاملہ خدا کے ساتھ ہے اُس کے نزدیک ظاہر کرنا اور چھپانا ایک سا ہے وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ اور بعضے اُن میں سے اُمّی ہیں کہ بالکل لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی ہیں اور اسی واسطے ان کو نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے اور اُمّی کہنے میں آتا ہے گویا وہ بیٹے فقط ماں کے ہیں باپ نہیں رکھتے ہیں کہ ان کی تربیت کرتا اور لکھنا پڑھنا سکھلاتا حالت ان کی ایسی ہے کہ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ یعنی کچھ نہیں جانتے ہیں کتاب کو نہ لفظ اس کے پہچانتے ہیں اور نہ معنی اُس کے سمجھتے ہیں اور باوصف اس کے اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں اِلَّآ اَمَانِيَّ مگر کتنی آرزوئیں کہ آتے ہیں تحریف کرنے والوں سے سُنی ہیں اور اُن کو موافق خواہش دلی اپنے کے پاکر خاطر نشین کیا ہے اور اپنے زعم میں اُن آرزوؤں کو خلاصہ مضمون کتاب کا جان کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے لب لباب کتاب کا نکال لیا ہے انھیں آرزوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ ہم کو اللہ کے ساتھ علاقہ سوائے بندگی اور مخلوقیت کے کہ تمام لوگوں میں مشترک ہے اور بھی ہے کہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نے ہم کو بیٹا بنا لیا ہے پس جو گناہ ہم سے ہوتا ہے حق تعالیٰ بسبب کمال محبت اور شفقت کے درگذر کرتا ہے دوسری آرزو یہ ہے کہ باپ دادا ہمارے کوشش کر کے ہم کو چھڑا لیں گے تیسری

Marfat.com

یہ ہے کہ یہود کے گروہ کو سات دن یا چالیس دن سے زیادہ عذاب نہ ہوگا چوتھی یہ کہ شریعت یہود کی قیامت تک واجب العمل ہے اور منسوخ ہونے والی نہیں پانچویں یہ کہ استعداد نبوت اور رسالت کی بنی اسرائیل کے خاندان میں ہے اور دوں کو لیاقت ہرگز اس کام کی نہیں چنانچہ عوام اور جاہلوں کو قدیمی خاندان سلطنت میں بھی یہی اعتقاد ہے اور اسی قسم کی دوسری جھوٹی باتیں بھی بسبب تقلید کے اُن کے ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہیں مگر اس اعتقاد تقلیدی میں کہ علمائے بے عمل نے اپنے سے حاصل کیا ہے کفر سے خلاص نہیں ہوتے ہیں اور معذور نہیں ہوں گے۔ اس واسطے کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ علماء ہمارے جھوٹ بولتے ہیں اور جب اُنکے جھوٹ اور رشوت ستانی کا دنیا کے معاملات میں تجربہ کرتے ہیں پس اُن کو خود اپنے عالموں کے کہنے کا یقین نہیں تاکہ معذور ہوں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر یہ گمان قوی کرتے ہیں اور اعتقاد اُن کا فقط اسی قدر ہے کہ ظن غالب ہوجاتا ہے اور اُس کا اصول دین میں اعتبار نہیں جب تک یقین کامل نہ ہو پس علماء اور جہلا اُن کی گمراہی اور گناہ اور وبال میں دونوں برابر ہیں۔ اس واسطے کہ عالم پر فرض ہے کہ موافق علم اپنے کے عمل کرے اور جھوٹ بولنے اور تحریف کرنے کتاب کی سے احتراز کرے اور عامی کے اوپر فرض ہے کہ فقط تقلید اور ظن کے اوپر کفایت نہ کرے بلکہ یقین کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے البتہ اتنا فرق ہے کہ عذاب جاہلوں کا اُن عالموں کی نسبت سے جنھوں نے اُن جاہلوں کو گمراہ کیا ہے کم ہوگا اس واسطے کہ عذاب جاہلوں کا محض گمراہی کے سبب سے ہے اور عذاب عالموں کا بسبب گمراہی اور گمراہ کرنے کے ہے فَوَيْلٌ یعنی بُرا حال ہے لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ اُن عالموں کا کہ لکھتے ہیں کتاب تحریف کی ہوئی کو اپنے ہاتھوں سے باوجود اس کے کہ جانتے ہیں کہ ہماری تحریف کی ہوئی ہے اور زیادہ کرنا لفظ بِاَيْدِيْهِمْ کا واسطے بیان کرنے زیادتی قبح فعل اُن کے کے ہے کہ اگر نقل بسبب نادانی اور بےخبری کے اُس نسخہ کی کرتے کہ دوسرے نے اس کو پہلے زمانہ میں تحریف کیا تھا تو اس قدر مستحق وبال کے نہ ہوتے یہ خود آپ ہی تحریف کر کے اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا پھر کہتے ہیں کہ یہ لکھا ہوا ہمارا وہی ہے جو نازل ہوا ہے مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس سے دو وجہ سے گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے اوّل یہ کہ کلام محرف کو کتاب میں لکھتے ہیں کہ محض

Marfat.com

لکھنا اس کا گناہ کبیرہ ہے اس واسطے کہ اگر وہ لکھا ہوا کسی کے ہاتھ آیا وہ شخص سب کو کلام الٰہی سمجھے گا اور گمراہ ہوگا گو انھوں نے نہ کہا ہو کہ یہ کلام خدا کا ہے اور اسی سبب سے اگر تفسیر اور ترجمہ اور شمار آیتوں کا اور محل نزول سورتوں کا اور علامت وقف اور ربع اور نصف اور عشر اور خمس کی اس طرح لکھی جائیں کہ قرآن کی عبارت ہیں اور اُس میں فرق نہ معلوم ہو حرام ہے بلکہ اس طرح کہ معلوم ہو جاوے کہ یہ قرآن میں داخل نہیں دوسرے یہ کہ بعد لکھنے اس تحریف شدہ کے نسبت اُس کی خدا کی طرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کلام الٰہی ہے کہ صریح افترا کرنا خدا پر ہے پھر اور وجہ سے بھی اس نوشت و خواند میں مرتکب بڑے گناہ کے ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہ بے ایمانیاں نہیں کرتے مگر لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا یعنی اس واسطے کہ خریدیں بدلے اس کہنے اور لکھنے کے قیمت تھوڑی کہ اُن کو اس تحریف سے خاطر داری سرداروں اور دُنیاداروں اپنے کی منظور ہوتی تھی یا لینا رشوت کا جاہلوں سے کہ موافق مطلب اُن کے کتاب سے روایتیں لکھ دیتے تھے اور یہ کمال بدبختی ہے کہ تھوڑے سے نفع کو کہ فنا ہونے والا ہے اجر عظیم ہمیشہ باقی رہنے والے کے بدلے میں لیتے تھے فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ پس بُرا حال ہے اُن لوگوں کا اس جہت سے کہ لکھا ہے ہاتھوں اُن کے نے وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ اور بُرا حال ہے اُن کا اس جہت سے کہ کماتے ہیں ساتھ اس لکھنے اور بتلانے کے رشوت دُنیا کی کہ تھوڑے دنوں میں فنا ہونے والی ہے باقی یہاں کئی باتیں تحقیق طلب ہیں اوّل یہ کہ ویل لغت عرب میں ایسا کلمہ ہے کہ مصیبت زدہ کو کہتے ہیں اور دلالت اسکی بدانجامی پر کرتا ہے گویا اس کلمہ کہنے والے کو ایسا منظور ہوتا ہے کہ یہ اس مصیبت سے کبھی خلاص نہ ہو اور زیادہ گرفتار ہو جاوے اور ویح اور ویس بھی اسی طرح مصیبت زدہ پر استعمال کرتے ہیں لیکن ان میں منظور ترحم اور خواہش خلاصی اس مصیبت زدہ کی مصیبت سے ہوتی ہے اور ویب مرادف اور ہم معنی ویل کا ہے اس کا استعمال بھی بدخواہی کے مقام میں ہے ابونعیم بیچ کتاب دلائل النبوۃ کے امیر المومنین حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں الويح والويل بابان فاما الويح فباب رحمة و اما الويل فباب عذاب یعنی ویح اور ویل دو دروازے ہیں اس پر ویح دروازہ رحمت کا ہے اور ویل دروازہ عذاب کا ہے اور ابراہیم عربی نے بیچ فوائد

Marfat.com

اپنے کے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے کلام اور خطاب فرماتے تھے اور مجھ کو ویک کہا میں نے اس کلمہ کے سننے سے بہت اضطراب کیا اور تنگ دل ہوئی فرمایا کہ اے حمیرا ویحك اور ویلك رحمت ہے اس سے تنگ دل مت ہو لیکن ویل سے تنگ دل ہو حاصل یہ ہے کہ یہ کلمہ کہ کلام الٰہی میں ہے بعضے گروہ کافروں اور فاجروں کے حق میں وارد ہوا ہے قیامت کے دن اس وعید کا پورا اثر تاکسی کسی طرح سے ظہور پکڑے گا اور یہود محرفین کتاب کے حق میں ایک پہاڑ آگ کا ظاہر ہو کر اُن پر گرے گا اور اُن کا جسم پاش پاش ہو جائے گا جیسے کہ انھوں نے کتاب اللہ کو تحریف سے پاش پاش اور جُدا جُدا کر دیا ہے اور کافروں اور متکبروں کے حق میں ایک غار کی صورت میں نمودار ہوگا اور اُن کو اُس کے قعر میں بعوض تکبر اور خودپسندی کے گرایا جاوے گا اور بیچ حق چودھریوں بے دین کے کہ اپنے گروہ پر ظلم اور ستم کرتے ہیں ایک پتھر کی صورت میں ظاہر ہوگا اور وہ پتھر نہایت گرم اور دہکتا ہوا ہوگا اور اُن لوگوں کو اُس پتھر پر چڑھاویں اور اُتاریں گے اور فاسقوں کے حق میں خصوصاً شراب خواروں کے واسطے ایک ندی بہتی ہوئی کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ اُس ندی میں زرد پانی بدبودار دوزخیوں کے بدن کا جاری ہوگا اور ان کو اس ندی کا پانی پلایا جاوے گا اور امام احمد اور ترمذی بیچ باب صفۃ النار کے اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور ابن حبان بیچ صحیح اپنی کے اور حاکم بیچ مستدرک کے اور بیہقی بیچ کتاب البعث کے ساتھ روایت ابو سعید خدری وغیرہ کے لاتے ہیں کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے ویل نام ایک کوئیں کا ہے جہنم میں کہ کافروں کو اُس میں ڈالیں گے اور چالیس برس تک نیچے چلے جاویں گے تب بھی عمق اس کا تمام نہیں ہوگا اور ابن جریر نے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے بیچ تفسیر فویل لہم مما کتبت ایدیہم کے نقل کی ہے کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ویل ایک پہاڑ ہے آگ کا اور وہ وہی پہاڑ ہے کہ گرے گا اوپر یہود کے اس واسطے کہ انھوں نے تحریف کیا ہے توریت کو اور زیادتی اور کمی کی ہے کلام الٰہی میں اور بزار اور ابن مردویہ نے سعد بن وقاص سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں ایک بڑا نالہ آگ کا ہے کہ اس کو ویل کہتے ہیں چودھریوں بے دین اور جماعت داروں بے ایمان کو اس کے اوپر

Marfat.com

آتاریں۔ اور چڑھا دیں گے اور طبرانی اور بیہقی نے کتاب البعث میں ابن مسعود سے اور ابن ابی حاتم نے نعمان بن بشیرؓ سے روایت کی ہے کہ ویل نام ایک نالہ کا ہے کہ دوزخ میں بہتا ہے اور اُس میں پیپ اور زرد پانی دوزخیوں کا جاری ہے اور صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی شراب خوری میں بغیر توبہ کئے مرا تو ذمۃ اللہ کے ہے کہ اُس کو نچڑا ہوا پانی دوزخیوں کے بدنوں کا پلاویگا اور عبد اللہ بن مبارک نے بیچ کتاب الزہد کے اور بیہقی نے بیچ کتاب البعث کے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ ویل نام ایک نالہ کا ہے دوزخ میں کہ اگر دنیا کے پہاڑوں کو اس کے اندر ڈال دیں تو گرمی اُس کی سے پگھل کر پانی ہو جاویں دوسری یہ کہ جب اس کلام میں منظور بیان اس بات کا تھا کہ محرفین کا عذاب زیادہ ہے امیوں کے عذاب سے پس چاہیئے تھا کہ زیادتی کی تینوں وجہیں ذکر فرماتے فقط دو وجہوں پر کہ مما کتبت ایدیہم ومما یکسبون ہیں کس واسطے کفایت کی اور یقولون ھذا من عند اللہ کو کس واسطے ساقط فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ کہنا کلام محرف کا کتاب میں محض اسی واسطے تھا کہ جاہل لوگوں سے کہیں ھذا من عند اللہ یعنی یہ اللہ کے پاس سے ہے اور مطلب ان بدبختوں کا اس حرکت سے یہی گفتار نابکار تھی اور یہ جو کہ فقط لکھنے سے بغیر کہنے کے کچھ فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ دوسرے کو اشتباہ واقع ہو جائے کہ یہ کلام الٰہی ہے یہ اُن کے خیال میں نہ تھا اور نہ اس کا ارادہ تھا اور نہ آب تک مرتب ہوا تھا اور نہ اُس کا ہونا قطعی تھا اس واسطے اس لکھنے اور کہنے کو ایک گناہ اعتبار کیا اور پہلی خبر کو ان دونوں میں سے بیان کیا یعنے لکھنے کو اس واسطے کہ جب لکھنے سے یہی مقصود تھا اور اس کہنے ہی کی نیت سے لکھا تھا گویا کہہ کر فراغت پائی پس بعد ذکر لکھنے کے کچھ حاجت نہیں کہ کہنے کا ذکر کریں تیسری بات یہ ہے کہ مناسب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فویل لہم مما کتبت ایدیہم وویل لہم مما کسبوا فرماتے یعنی دونوں جگہ صیغہ ماضی کا لاتے اور اگر حکایت حال گذرے ہوئے کو واسطے حاضر کرنے اُس حال قبیح کے مد نظر مضارع کو بجائے ماضی کے لاتے پس دونوں جگہ یہی مناسب تھا یعنی مضارع کے صیغہ دونوں جگہ ہوتے اس طرح کہ فویل لہم مما یکتبون بایدیہم وویل لہم مما یکسبون جیسے کہ صدر آیۃ میں اسی طرح فرمایا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جب کتابت ان کی ایک بار ہو چکی اور اس

Marfat.com

کلام محرف کو ایک نسخہ میں لکھ کر چھوڑ دیا تعبیر اس کی ساتھ صیغہ ماضی کے مناسب ہوئی اور رشوت ستانی ان کی تمام نہیں ہو چکی بلکہ ہر بار طالب اس مضمون کا انکے آگے آتا تھا اسے اسی نسخہ محرفہ سے نشان دیتے اور موافق اُس کی خواہش کے بیان کرتے پس تعبیر اس کی ساتھ صیغہ مضارع کے کہ دلالت اوپر استمرار تجددی کے کرتا ہے ضرور ٹھہری اور معمول تحریف کرنیوالوں کتابوں کا اور جعلسازی اور فرمان اور پروانے بنانے والوں کا اور مہریں جھوٹی کرنے والوں کا یہی ہے اور ایک بار ان چیزوں فریب کی کو درست کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور وقت حاجت کے اُسی سے مطلب اپنا حاصل کرتے ہیں چوتھی یہ ہے کہ صدر آیت میں یعنی اول میں فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیہم واقع ہوا ہے پس تکرار اسی مضمون کا آخر آیت میں کس واسطے فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ مطلب شروع آیت کا اور اخیر آیت کا جدا جدا ہے دو وجہ سے اول یہ ہے کہ صدر آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ موصوف ان صفتوں کے ساتھ ہیں حال بد رکھتے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان صفات کو بھی بیچ برائی انجام اُن کے کے دخل ہے یا نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ذکر ان صفتوں کا محض علامت اور پہچاننے کے واسطے ہو جیسے کہ اس مثال میں یاغلام اعط درھما صاحب الثوب الاحمر یعنی اے غلام دے تو ایک درہم سرخ کپڑے والے کو یہاں سرخ ہونا کپڑے کا محض نشان تبلانے کے واسطے ذکر کیا ہے اور دینے نہ دینے میں اس کو دخل نہیں اور اخیر آیت سے دخل ان صفتوں کا بد انجامی ان کی میں معلوم ہوتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ موافق اس قاعدہ کے کہ تعلیق الحکم بالوصف یشعر بعلیتہ یعنی معلق کرنا حکم کا ساتھ وصف کے مشعر ہے ساتھ علت ہونے اس وصف کے واسطے اُس حکم کے دخل ان صفتوں کا بیچ خرابی حال اُن کے کے شروع آیت سے بھی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مجموع دونوں صفتوں کو اس امر میں دخل ہے اور یہ بات نہیں سمجھی جاتی ہے کہ ہر ہر صفت کو علیحدہ علیحدہ اس امر میں دخل ہے بغیر زیادتی عذاب اُن کے کے امیوں کے عذاب سے دو جہتوں سے سمجھی نہیں جاتی مگر آخر آیت سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ مقابل ہر جہت کے کلمہ ویل کا لاتے ہیں پانچویں یہ ہے کہ بعضے پہلے مفسروں میں سے کہ ظاہر بین ہیں مضمون اس

Marfat.com

آیت کا دیکھ کر کر ظاہر ہیں اس کے اندر ذکر تحریف اور افترا اور تعین ثمن قلیل کا کر کس جنس سے ہے اور کونسی چیز یہ ہے آیا عوض کاغذ اور سیاہی اور قلم اور محنت کتابت کے ہے یا عوض مضمون کے کر اُس سے مستنبط ہوتا ہے اُس میں موجود نہ تھا قائل اس بات کے ہوتے ہیں کر خرید و فروخت قرآن کی حرام ہے عبد الرزاق اور ابن ابی داؤد نے بیع مساحف کے ابراہیم نخعی سے اور انھوں نے اعمش سے روایت کی ہے کر کہتے تھے یکرہ ان تکتب المصاحف بالاجرۃ یعنی مکروہ ہے یہ کہ لکھے جاویں قرآن ساتھ اجرت کے اور اس آیت کو استدلال کے مقام میں پڑھتے ہیں فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیہم الیٰ اٰخرھا اور ابو الضحیٰ سے روایت ہے کہا ہے انھوں نے کر میں نے تین آدمیوں کوفہ کے بزرگوں میں سے مسئلہ خرید نے قرآن کا دریافت کیا عبد اللہ بن یزید خطمی اور مسروق بن الاجدع اور شریح تینوں نے کہا کہ لاتاخذ علی الکتاب ثمنًا یعنی نہ لے تو اوپر کتاب کے ثمن اور ابی الدنیا نے طریق قتادہ کے سے زرارہ بن اوفیٰ سے انھوں نے مطرف سے روایت کی ہے کہ میں بیچ فتح شہر تستر کے ہمراہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حاضر تھا اس غنیمت میں دو دو پٹہ کتان کے پائے میں نے اور ایک صندوقچہ کھوٹا کر اُس میں کوئی کتاب کتب الٰہی سے توریت یا زبور یا انجیل تھی اور ہمارے لشکر میں ایک شخص مزدور تھا قوم نصاریٰ سے اُس نے کہا کہ اس صندوقچہ کو میرے ہاتھ فروخت کرو کہ قدر دان اور سمجھنے والا اس کتاب کا میں ہوں اور اُس کا نعیم نام تھا پس مسلمانوں نے اس بات کو مکروہ جانا کر اس کے ہاتھ کتاب اللہ کو بیچیں صندوقچہ کو بعوض دو درم کے اُس کے ہاتھ فروخت کیا اور اس کتاب کو بغیر قیمت اس کے حوالہ کیا قتادہ کر راوی اس قصہ کا ہے کہتا تھا کہ اسی جگہ سے کراہیت فروخت کرنے قرآنوں کی ثابت ہے اس واسطے کر ابو موسیٰ اشعری اور یاروں ان کے نے کتاب الٰہی کا فروخت کرنا جائز نہ کیا اور ابن ابی داؤد نے بھی سعید بن مسیبؒ اور حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ یہ دونوں بزرگ بیع مصحف کی مکروہ کہتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان استاد حضرت امام اعظم رضؓ سے نقل لائے ہیں کہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ قرآن کے فروخت کرنے میں کیا فرماتے ہو جواب دیا کہ ابراہیم نخعی خرید اور فروخت قرآن کو مکروہ رکھتے تھے اور ساتھ روایت سالم کے لایا ہے کہ

Marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ جب بازار میں گزرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کوئی قرآن بیچتا ہے فرماتے تھے کہ بُری تجارت ہے یہ تجارت اور ساتھ روایت سعید بن جبیر کے لاتے ہیں کہ ابن عمر فرماتے تھے کاش کہ میری زندگی میں کوئی حاکم پیدا ہوتے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم قرآن کے بیچنے والوں کے واسطے دیوے اور کراہیت اس تجارت کی حضرت امیر المومنین عمرؓ اور ابن مسعود سے بھی منقول ہے بیچ کتاب ابن ابی داؤد کے کہ کتاب المصاحف نام اُس کا مشہور ہے اور عبداللہ بن شقیق عقیلی سے عبدالرزاق اور ابن ابی داؤد نقل لائے ہیں کہ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشددون فی بیع المصاحف و یرونه عظیما یعنے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشدد کرتے تھے بیچ بیع مصاحف کے اور دیکھتے تھے اس کے تئیں بڑا سخت امر اور حضرت امام زین العابدینؓ نے روایت کی ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں بیچنا مصاحف کا مروج نہ تھا عادت ایسی تھی کہ جس کو لکھوانا قرآن کا منظور ہوتا تھا خالی دوات قلم لے کر متصل منبر کے بیٹھتا تھا جو مسلمان کہ آتا تھا اس سے استدعا لکھنے کی کرتا جو کوئی لکھا جاتا تھا ایک ورق لکھ کر دیتا پھر دوسرے سے اسی طرح لکھواتا اسی طریق سے چند روز میں کلام اللہ تمام ہوجاتا اور عطا اور تابعین سے بھی یہی مضمون مروی ہوا ہے حاصل یہ ہے اس قدر خود صحیح ہے کہ قرآن کا لکھ کر بیچنا یا اُجرت اس کے لکھنے کی لینا چاروں خلیفوں کے عہد تک نہ تھا اور اللہ کے واسطے لکھتے تھے پہلی یہ بدعت اخیر زمانہ معاویہ بن سفیان میں مروج ہوئی چنانچہ ابو عبیدہ وغیرہ نے ابو محرز تابعی سے کہ شاگرد ابن عباس کے ہیں روایت کی ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے بدعت سیئہ نہیں ابتدا میں اُس وقت کے علماء نے انکار کیا تھا اور اسی آیت کو تمسک پکڑا تھا جب اور علماؤں نے غور اور تامل کیا کوئی وجہ حرمت کی اُس میں نہ پائی تو اس کے جواز پر اجماع ہوگیا اور اس آیت سے حرمت اس کی ثابت نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر مراد لیشتروا به ثمنا قلیلا سے لینا اجرت کتابت کا یا قیمت کاغذ اور سیاہی کا ہوتا لفظ ثم یقولون هذا من عند الله محض ضائع اور لغو ہوجاتا اور اس واسطے ابن عباس اور محمد بن الحنفیہ نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا ہے ابن ابی داؤد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اُن سے اس مسئلہ کا حکم پوچھا فرمایا کہ لا باس

Marfat.com

یہود کے قول لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ الخ کا بیان

اِنَّمَا یأخذون اجور ایدیھم یعنی نہیں ہے ڈر سوا اس کے نہیں کہ لیتے ہیں مزدوری ہاتھوں اپنے کی اور محمد بن الحنفیہ سے نقل لاتے ہیں کہ کہا انھوں نے لا باس انما بیع الورق وعمل یدیہ یعنی نہیں ہے کچھ اندیشہ کہ اس میں فقط بیع ورق اور عمل ہاتھوں اپنے کی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی لا باس بشراء المصاحف وان یعطی الاجر علی کتابتھا یعنی نہیں خوف ہے بیچ خرید قرآنوں کے اور دیتے جانے اُجرت کے اوپر لکھائی اُس کی کے اور حسن بصری اور معرف سے بھی صحیح روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے رجوع اس مذہب سے کیا جیسے کہ کتاب المصاحف میں موجود ہے اور زیادہ عجب یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ اور بعضے اور فقیہاؤں سے مروی ہے کہ خریدنا قرآن کا جائز کرتے تھے اور بیع اُس کی کو حرام اور مکروہ جانتے تھے اس واسطے کہ اس آیت میں لفظ اشترا کا بمعنی بیع کے ہے ساتھ دلیل ثَمَنًا قَلِیْلًا کے لیکن جو چیز کہ بیع اس کی حرام مطلق ہو خریدنا اس کا بھی جائز نہیں اس واسطے کہ خریدنا باعث بیع کا ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ کراہیت اس معاملہ کی خواہ باعتبار خرا کے ابتدا میں سلف کے اندر بے تعمق اور غور کرنے کے رائج ہو گئی تھی اخیر کو یہ حکم جاتا رہا اور اجماع اس کی صحت پر منعقد ہوا خلاصہ یہ ہے کہ جب حال عالموں بنی اسرائیلوں کا ساتھ اس مرتبہ کے خراب ہوا کہ علانیہ واسطے غرضوں دنیاوی کے تحریف کتاب کی کرتے ہیں اور حال عام لوگوں کا ان کی تقلید کرنے میں اُس حد کو پہنچا کہ طمع ایمان کی اُن سے باقی نہ رہی اور سب ان میں سے خواہ علماء ہوں خواہ جہال ہوں گناہ کرنے میں اور تحریف کتاب اور تقلید اپنے پیشواؤں میں باوجود اس کے کہ قول ان کے مخالف دلیلوں قطعی کے ہیں بہت جرأت اور بے باکی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر چند کہ کسی طرح کا دلیل اور اسباب عذاب کے بکثرت ہر طرف سے ہمارے اوپر ہجوم کریں لیکن ہم کو کچھ خوف نہیں اس واسطے کہ عذاب ہم کو نہ ہوگا مگر تھوڑی مدت۔

وَقَالُوْا اور کہا اُن سب نے یعنی علماء نے افترا پردازی سے اور جاہلوں نے تقلید ان کی سے کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ یعنی ہرگز نہ پہنچے گی ہم کو آگ دوزخ کی اگرچہ ہم مرتکب طرح طرح کے کفر اور تحلیل محرمات کے ہوں اور انکار فرضوں کا کریں اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر دن شمار کئے گئے اور اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کتنے دن تھے بعضوں نے کہا ہے سات دن

Marfat.com

اس واسطے کہ مدت پیدائش نوع انسانی کی سات ہزار برس ہیں کلام الٰہی میں آیا ہے وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون یعنی تحقیق یوم نزدیک رب تیرے کے مثل ہزار برس کے ہے اس سے کہ شمار کرتے ہو پس برابر ہزار برس کے ایک دن عذاب کا ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ چالیس دن اس واسطے کہ بزرگ جانے اتنی ہی مدت کہ میقات حضرت موسیٰ کا تھا انوار اور برکتوں نبوی سے محروم رہے اور گوسالہ پرستی میں گرفتار ہوتے تھے اور وہ بڑا سخت کفر انواع کفر سے تھا جبکہ چالیس دن کی مدت میں اثر اس کا زائل ہوا اور گناہ اور کفر کی باتوں کا اتنی مدت میں کیونکر اثر زائل نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ قید چالیس برس کی اس واسطے لگائی کہ مدت سرگردانی ہماری کی جنگل تیہ میں اسی قدر تھی اور وجہ یہ بھی ہے کہ نیل کے صحیفوں میں ہم نے سنا ہے کہ مابین دو کناروں جہنم کے بقدر چالیس برس کے فاصلہ ہے اور جبکہ دن قیامت کے ہم کو آگ میں ڈالیں گے ہم اپنے باپ دادوں کی شفاعت کے زور سے اس سرے ویل کے سے دوسرے سرے تک گزرتے ہوئے چلے جاویں گے اور اتنی مدت میں اُس مسافت کو قطع کرلیں گے اور اگر عذاب دوزخ ہم کو ہوگا تو اتنی مدت سے تجاوز نہ کرے گا اور بعضے کہتے تھے کہ جتنی عمر بعد سن بلوغ کے ہوگی ہر کسی کو اُتنے روزوں عذاب ہوگا کہ اتنی ہی مدت سن بلوغت کی دنیا میں گناہ کرنے کی ہے زیادہ بڑھنا عذاب کا اتنی مدت سے مقتضی عدل الٰہی کا نہیں اور بعضے ان میں سے یونانی فلاسفہ سے سیکھ کر کہتے ہیں کہ روحیں اگرچہ بسبب تعلقات بدنی کے بُرے کام کرنے سے مکدر ہوتی ہیں لیکن اصل میں پاک صاف اور نورانی ہیں اور جب ان بدنوں سے مفارقت کریں گی بُرے کاموں کے نتیجے اپنے اندر پائیں گی اور متالم ہوں گی اور یہی ان کے واسطے عذاب ہے اور جس وقت آثار اُن تعلقات عارضی کے بالکل فراموش ہو جاویں گے پھر عذاب سے خلاص ہو جاویں گے اور رجوع طرف حالت اصلی اپنی کے کریں گی مثل پانی کے کہ بالطبع سرد ہے اگر نیچے اُس کے آگ روشن کریں گرم ہو جاتا ہے اور جب آگ پر سے اُتارتے ہیں تو اثر اس آگ کا مدت تک باقی رہتا ہے اور بعد اس مدت کے طبیعت اصلی پر آجاتا ہے اور برودت کی طرف میل کرتا ہے کہ مقتضا اصل کا ہے اور یہ سب خیالات فاسد اُن کے ہیں اور بطلان ان کا درست نہیں اس واسطے کہ روحیں بسبب

Marfat.com

ذمیمۂ بہیمیہ اور سبعیہ کے ایسی مکدر ہو جاتی ہیں اور آئینہ استعداد اُن کی کا اسطرح کا زنگ پکڑ لیتا ہے کہ ہرگز قابل اصلاح کے نہیں رہتی ہیں اور کفر میں اس قدر سمیت ہے کہ طبیعت کو تصرف اور رجوع کرنے سے اصلی حالت کی طرف معطل کرتا ہے باقی اس مقام میں ایک سوال ہے جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ بیچ صفت جمع غیر ذوی العقول کے صیغہ واحد مؤنث اور جمع مؤنث کا لانا دونوں صحیح ہیں پس ایاما معدودۃ اور ایاما معدودات دونوں جائز ہیں اس سورۃ میں پہلا صیغہ اور سورۃ آل عمران میں دوسرا صیغہ کس واسطے ذکر کیا اور دونوں صورتوں میں یکساں کس واسطے نہ فرمایا یا بالعکس کر دیتے جواب یہ ہے کہ ہر چند مدلول دونوں صیغوں کا ایک ہے لیکن پہلے صیغہ کی صورت مفرد ہے پس دلالت اوپر وحدت کے کرتا ہے اور دوسرا صیغہ جمع کی صورت ہے پس دلالت اوپر کثرت کے کرتا ہے اس سورۃ میں مذکور اس کا ہے کہ اُن سے طمع ایمان کی مت رکھو کہ یہ لوگ ایسا اعتقاد فاسد رکھتے ہیں اس واسطے کہ وقالوا لن تمسنا النار بحساب عطف کے افتطمعون کے تحت میں داخل ہے اور اس غرض کے بیان کرنے کے واسطے ذکر تقلیل مدت عذاب کا صورۃً اور معنًی مناسب زیادہ ہے اور سورۃ آلِ عمران میں مذکور اس کا ہے کہ وہ کفر کرتے ہیں ساتھ آیتوں خدا کے اور نبیوں اور اولیوں کو ناحق مارتے ہیں پھر ایک فرقہ اُن میں سے حکم الٰہی سے کہ اُن کی کتاب میں آیا ہے روگردان ہوتا ہے اور یہ باتیں جرأت کے سبب سے نہیں بلکہ اعتقاد فاسد کی جہت سے ہیں اور جبکہ اُس جگہ پر بہت فعل اس قسم کے کہ موجب عذاب شدید کے ہیں شمار کئے گئے تو لازم آیا کہ بیچ مدت عذاب کے بھی کثرت لفظی اور صوری ملاحظہ فرماویں گو باعتبار معنی کے قلت ہو اس واسطے کہ جس قدر افعال زیادہ ہوں جزا اُن کی بھی کثیر چاہیئے اگر معنی کے باعتبار نہ ہو صورت کی رعایت ضروری ہے صورۃً کثیر نہ ہوں خود رعایت رکھنی چاہیئے اور علاوہ اس کے سورۃ آل عمران میں لفظ اذا جمعناھم کا آیا ہے پس صیغہ جمع کا لانا مناسب اس کے ہوا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر وقت کے تئیں فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کا اعتقاد واہی روبرو تیرے ذکر کریں اور بے پرواہی کہ اپنے ایمان اور عمل صالح سے بیان کریں ان کے جواب میں قُلْ یعنی کہہ کہ مقرر کر لینی مدت عذاب کی کہ اس قدر آخرت میں ہم کو عذاب ہوگا اُس قبیل سے نہیں کہ عقل خود بخود اُس کی طرف راہ پاوے پس تم نے یقین اس بات کا کسی دلیل سمعی سے لیا ہوگا اَتَّخَذْتُمْ

Marfat.com

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا یعنی لے لیا ہے تم نے اللہ سے پیمان کہ تم کو کفر اور گناہوں تمہارے پر زیادہ کئی روز سے عذاب نہ کرے پس پتہ اس بات کا دو کہ کونسی کتاب میں ہے تاکہ ہم بھی دیکھیں اور اقرار کریں اور اگرچہ اللہ تعالیٰ سے عہد لینے کی حاجت نہیں فقط کہہ دینا اُس کا بھی کفایت ہے، اس واسطے کہ خبر اُس کی سچی ہے اگر اُس نے اس بات کو کہہ دیا ہو یہ بھی بمنزلہ عہد کے ہے فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ یعنی پس ہرگز خلاف نہ کرے گا خدائے تعالیٰ اس عہد کا حکم اپنے کہ اس واسطے کہ خبر اُس کی کلام ازلی اُس کا ہے اور کذب کلام میں بڑا نقصان ہوتا ہے کہ ہرگز خدائے تعالیٰ کی صفتوں میں اس کو دخل نہیں ہو سکتا اور جو کہ بعضے ظاہر بینوں نے کہا ہے کہ وعدہ نیک میں خلاف کرنا نقصان ہے اور وعید میں خلاف کرنا کرم اور لطف ہے اس قول کی بنا اس پر ہے کہ غائب کو حاضر پر قیاس کریں اللہ تعالیٰ کے حق میں کہ سب عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے مطلق خبر کا خلاف کرنا خواہ نیک ہو خواہ بد نقصان ہے اس واسطے کہ اُس کے لطف اور کرم کی سائی بہت ہی بعید نہیں کہ معاملہ لطف اور کرم کا بھی کرے اور وعید میں خلاف کرنا نہ کرے کہ خلاف آدمیوں کے کہ سبب عجز بشری کے بغیر خلاف کرنے کے بیچ وعید کے اُن کو لطف اور کرم کرنا ممکن نہیں ہوتا پس ان کے حق میں وعید کے خلاف کرنے میں اگرچہ ایک طرح کا نقصان ہے مگر پورا کرنے وعید میں اس سے زیادہ نقصان ہے سو اُن کے حق میں یہی کمال ہے کہ بڑے نقصان کو اختیار نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے حق میں اپنی وعید کا کرنا پس اللہ کی وعید میں اور اور لوگوں کے وعید میں فرق ہے اور اگر کسی نے کہا کہ جس سے یہ تقلیل مدت کی معلوم ہو نشان نہیں دیتے ہو پس معلوم ہوا کہ بات بے دلیل کہتے ہو اور بات بے دلیل کسی کے حق میں کبھی نہ چاہئے اور یہ بہت ہی بُرا ہے چہ جائیکہ خدا کے اوپر اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی افترا کرو اللہ پر وہ چیز کہ نہیں جانتے ہو اور بڑا اٹکل تمہارا اس دعوے میں ساتھ اُس حدیث کے ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمہاری خبروں میں منقول ہے مضمون اُس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یعقوب کے ساتھ عہد باندھا ہے کہ اُن کے بیٹوں کو عذاب نہ کروں گا مگر تحلۃ القسم یعنی واسطے پورا کرنے قسم اپنی کے اور یہ حدیث اول تو خود صحیح نہیں کہ حضرت یعقوب نے اس طرح فرمایا ہو سند اس کی معتبر نہیں دوسرے یہ کہ تم نے کہاں سے جانا کہ مراد یعقوب کے بیٹوں سے تمام فرقہ بنی اسرائیل کا ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مراد بیٹوں سے صلبی بیٹے ہیں

Marfat.com

اس واسطے کہ اطلاق بیٹوں کا متعارف اسی معنی میں ہے تیسرے یہ کہ عذاب نہ کرنا اُن کی بیٹوں کا بھی ساتھ وجہ شرعی کے تھا اس واسطے کہ اسلاف ان کے نے توبہ صحیح کی اور ندامت قوی عمل میں لائے ان گناہوں سے کہ بیچ حق حضرت یعقوبؑ کے اور بیچ حق حضرت یوسفؑ کے اُن سے سرزد ہوئے تھے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ انکے بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں اقرار اپنے گناہ کا کیا اور استغفار اُن سے کیا پس حق اللہ اور حق العباد دونوں ان کے ذمہ سے ساقط ہو گئے اگر تم بھی اس طرح کی توبہ نصوح کرو اور حق تلفی سے ندامت کرو اور اس وقت کے اپنے پیغمبر سے اپنے حق میں استغفار کرو تو البتہ تم بھی اس بشارت میں داخل ہو جاؤ گے اور جب تک کہ یہ باتیں بجانہ لاؤ گے معاملہ خدا کا تمھارے ساتھ اصل قاعدہ پر ہے گا چنانچہ بیان فرماتے ہیں بَلٰی ایسا نہیں کہ تم کو کفر اور گناہوں پر عذاب ہمیشگی کا نہ ہو اس واسطے کہ کفر قابل بخشش کے نہیں اور قاعدہ مقررہ شریعت کا ہے کہ مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً یعنی جو کوئی کسب کرے گناہ کا اگرچہ وہ گناہ صغیرہ ہو اور تحریف کتاب اور رشوت لینے سے کم ہو اور لفظ سیئۃ کا اصل میں سیوءۃ تھا سادیٔ سے کہ وادی ہے نہ یائی واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کیا سیئۃ ہوا وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓـَٔتُهٗ اور گھیرا اُس کو گناہ اُس کے نے اور حد احاطہ کی یہ ہے کہ اوّل اثر اس گناہ کا جوارح سے دل کی طرف پہنچے اور لذت اُس سے بہت اٹھائے بعد اس کے خوبی اس گناہ کی اُس کے دل میں معلوم ہونے لگے گی اور اس کی بُرائی کا انکار ذہن میں بیٹھ جاوے گا پس کفر لازم آوے گا اور جب تک یہ حال نہ ہو گا احاطہ متحقق نہ ہو گا اس واسطے کہ معنی احاطہ کے یہ ہیں کہ انسان کو ہر طرف سے گھیر لے اور انسان اُس سے خلاص ہونے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور گناہ کو جب تک نیک اور مباح نہیں جانتا ہے تب تک اُس نے پوری طرح اسکے دل کو نہیں پکڑا ہے اور بندگیوں کو خراب نہیں کیا ہے اور خلاصی اُس سے ساتھ توبہ اور ندامت کے ممکن ہے اور جس کو گناہ نے گھیر لیا ہو کافر ہوا فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ پس وہ گروہ ملازم دوزخ کے ہیں کہ ہرگز اُس سے جُدا نہیں ہوتے ہیں هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی وہ لوگ اس دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بے انتہا مدت تک ہرگز اس کی مُدت نہیں اور یہ کیونکر ہو سکے کہ چند روز اس کی مدت ٹھیرائی جاوے جیسے کہ وہ اعتقاد کرتے ہیں اس واسطے کہ جب تک وہ گناہ کرنے

Marfat.com

تھے اور دل سے اُس سے بیزار ہوتے تھے اور اس کے اُوپر ندامت کرتے تھے دل اُن کا گناہ گار
نہ تھا پس گناہ نے ان کو احاطہ نہ کیا تھا اور نہ بندگیاں اُن کی خبط ہوئی تھیں توقع اس کی تھی کہ
بعد چکھنے عذاب کے خلاص ہو جاویں اب وجہ خلاصی کی نہ رہی اور کس واسطے عذاب اُن کو ہمیشہ نہ ہوگا
اور اُن کے مقابلہ میں مومنین صالحین کا ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی
اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور اعمال شائستہ کئے پس دل بھی اُن کے گناہ سے پاک ہیں اور بدن
اُن کے بھی عمل کے نور سے منوّر اور دلکش ہیں ناچار اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یعنی یہ گروہ
لازم بہشت کے ہیں کہ جاتے پاکیزہ اور مقدس ہے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی وہ اُس میں ہمیشہ
رہنے والے ہیں پس جیسے کہ جزا فرقہ اوّل کی دائمی غیر متناہی ہے جزا فرقہ دوسرے کی بھی ایسی ہی غیر
متناہی ہے اس واسطے کہ پہلے فریق میں ایمان اور عمل صالح دونوں نہیں ہیں اور دوسرے فریق میں
دونوں موجود ہیں لیکن وہ لوگ کہ ایمان رکھتے ہیں اور نیک عمل نہیں رکھتے ہیں جزا اُن کی مرکب
اور ملی ہوئی دونوں فرقوں کی جزا سے ہے لیکن ساتھ اس صورت کے کہ اوّل اُن کو عذاب دے لیں گے
بعد اُس کے بہشت کی طرف لے جاویں گے اور اگر یہ بات بالعکس ہوتی یعنی پہلے بہشت میں داخل
کرتے بعد اُس کے دوزخ میں ڈال دیتے خلاف حکمت کے ہوتا کہ سرفراز کر کے پھر گرانا نہ چاہیے
اور جو کوئی نیک عمل رکھے اور ایمان نہ رکھے ظاہر میں ایسا احتمال ہو سکتا ہے لیکن واقع میں یہ
بات محال ہے اس واسطے کہ عمل صالح کا ہونا مشروط ایمان کے ساتھ ہے واذا فات الشرط
فات المشروط یعنی جس وقت فوت ہوئی شرط فوت ہوا مشروط اور اسی واسطے صدقہ اور خیرات
جو کفار کرتے ہیں ان کو عمل صالح نہ کہنا چاہیے اگرچہ ظاہر صورت میں مشابہت عمل صالح کے
ساتھ اُن کو ہے جیسے کہ کاٹھ کے گھوڑے کو صورت اور تصاویر کے شیر کی صورت مشابہت اصل
گھوڑے سے اور شیر کے ساتھ رکھتی ہے اور اسی واسطے اُن کے عملوں کے حق میں آیا ہے کہ اعمالہم
کسراب بقیعة یحسبہ الظمآن ماء یعنے اعمال انکے مانند ریت کے ہیں کہ جنگل میں سفید
سفید چمکتا ہے جانتا ہے پیاسا اس کو پانی حاصل کلام یہ ہے کہ نظام عالم کا تمام نہیں ہوتا ہے
مگر وعدہ ثواب ہمیشہ کا اور عذاب ہمیشہ کا پایا جاوے اور یہ وعدہ ایسا ہے کہ پورا کرنا اس کا
لازم ہے اور ہرگز خلاف اس کا ممکن نہیں مگر احتمال خلاف کا ہو تو کوئی ثواب کی باتوں کو اعتقاد کرے

Marfat.com

اور نہ عذاب کی باتوں سے بارے حضرت ابن عباس سے عہد کی تفسیر منقول ہے فرمایا کہ مراد کلمہ طیبہ ہے یعنی اگر اس کلمہ کو بے شرک اور بے کفر کے کہو گے اور جان و دل سے قبول کرو گے پس امیدوار انقطاع عذاب کے ہو تم تو درست اور بجا ہے اسواسطے کہ جو کوئی یہ کلمہ بغیر کفر اور شرک کے اعتقاد کے کہے وہ شخص عذاب دائمی سے خلاص ہوتا ہے موافق حکم اور عہد خدا تعالیٰ کے اور اگر بغیر کلمہ کے یہ سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ ہم کو عذاب سے نجات دے گا پس یہ خدا کے اوپر جھوٹ باندھنا ہے جاننا چاہیے کہ منشا غلطی اور تحریف فرقہ بنی اسرائیل کا اس اعتقاد فاسد میں یہ تھا کہ ہر شریعت میں گناہوں کے دو مرتبہ رکھے ہیں ایک مرتبہ یہ ہے کہ اعتقاد میں موافق ملت حقہ کے ہو اور عمل میں مخالفت کرے مثلاً یقیناً جانتا ہے کہ شراب پینی اور زنا کرنا اور چوری کرنی اور لواطت اور غصب مال غیر کا حرام ہے اور ان کاموں کے کرنے سے اس کے دل میں خوف عذاب الٰہی کا ہو اور باوجود اس کے اس سے یہ چیزیں ضرور ہوتی ہیں اور اس مرتبہ کا فسق اور فجور اور عصیان نام رکھا ہے اور اس کے واسطے آخرت میں عذاب منقطع کا وعدہ کیا ہے یعنی ایسے فعلوں پر عذاب ہمیشہ نہیں رہنے کا اس واسطے کہ اعتقاد درست اس کا رائگاں نہ جاوے گا اور عذاب دائمی سے نجات پاوے گا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی مخالفت ہو اور جو چیز کہ نفس الامر میں ثابت ہے خواہ الٰہیات سے ہو اور خواہ معاد سے اور خواہ شعائر اللہ سے جیسے کہ کتابیں الٰہی اور رسول اس کے اور خواہ عملوں متواتر اور مشہور اس دین کے سے ہو ان کا انکار کرے اور اس مرتبہ کو کفر اور زندقہ اور الحاد کہتے ہیں اور اس کے اوپر وعدہ عذاب ہمیشگی کا آخرت میں فرمایا اور ان دونوں مثلوں کو مسلمانوں کی اصطلاح میں ساتھ اس عبارت کے تعبیر کرتے ہیں کہ الفاسق لا یخلد فی النار والکافر مخلد فی النار یعنے فاسق ہمیشہ نہیں رہنے کا آگ میں اور کافر ہمیشہ رہے گا آگ میں اور ہر زمانہ میں جو شریعت ہوتی تھی جو اس کے موافق ہوتا تھا اس کو کہتے تھے کہ یہ شخص مومن ہے اور عذاب دائمی سے اس کو نجات رہے گی اور جو اس کے مخالف ہوتا تھا اس کو کہتے تھے کہ یہ شخص ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یعنی بنی اسرائیل کے زمانہ میں کہ ملت حقہ ملت یہودیہ تھی اور اس ملت کے اوپر بنی اسرائیل قائم تھے اس واسطے یہ عبارت کہی گئی کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہ ہوگا اور جو لوگ سوا ان کے ہیں ان کو عذاب دائمی ہوگا

Marfat.com

اور اس گروہ نے بسبب بلادت اور کم فہمی کے عنوان اور معنون میں فرق نہ کیا اور یہ سمجھا کہ یہ حکم ہمارے ہی واسطے خاص ہے اور ایسا کہنے لگے کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ حق تعالیٰ نے جواب میں اس شبہ کے اوّل طریق منع کا جاری کیا اور طلب دلیل کی کی کہ اتخذتم عند اللہ عہدا اس واسطے کہ اصل کلام میں تخصیص بنی اسرائیل کی اور نام یہود کی نہ تھی بلکہ نصوص الٰہیہ میں مطلق ذکر اہل حق کا اور اس وقت کے دین کی پیروی کرنے والوں کا تھا اور جب اُس وقت میں سوائے بنی اسرائیل اور یہود کے یہ صفت اوروں میں نہ تھی انھوں نے ان نصوص سے اپنے ہی فرقہ کی تخصیص سمجھی پس نص صریح غیر مأوّل کہ عہد عبارت اُس سے ہے اس بات میں پائی نہیں گئی اور نص مأوّل موافق فہم اپنی کے قابل اس بات کے نہیں کہ اعتقادیات اور اصول دین اور بحث معاد میں تمسک اس کے ساتھ جائز ہو اور اسی واسطے فرمایا کہ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون اور ثانیاً امر تحقیقی بیان کر کے رفع شبہ کا کیا اور فرمایا کہ احاطہ کرنا خطاؤں کا نفس کو کہ عبارت فاسد ہونے علم اور عمل سے ہے اور خراب ہو جانا عقیدہ اور فعلوں کا اس حد تک کہ برابر ایک ذرّہ کے بھی ایمان نہ رہے موجب ہمیشگی عذاب کا ہے جس فرقہ میں کہ یہ بات پائی جاوے کچھ تخصیص کسی کی نہیں گو کہ زبان سے کلمہ بھی کہتا ہے اور دعوٰی دین داری کا بھی کرے جاننا چاہیے کہ مباح جاننا گناہ کا کفر ہے اور معنی استباحت کے یہ ہیں کہ دل میں خوف اور ڈر عذاب اس گناہ کا نہ رہے اور بُرائی اس کی اعتقاد اُس کے میں دُور ہو کر جائے کہ اس گناہ کو شرع میں حرام کیا ہے اور اس کے کرنے سے سخت منع فرمایا ہے اور زبان سے بھی اقرار کرے کہ یہ گناہ گناہ ہے اس واسطے کہ معنی استباحت کے مباح جاننے کے ہیں مباح کہنے کے نہیں اور جب خوف عذاب اس گناہ کا دل سے جاتا رہا اعتقاد میں وہ گناہ مباح ہوا اور معاملہ مباحوں کا سا ساتھ اُس گناہ کے وقوع میں آیا اور بعضے فقہا ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ استباحت اُسے کہتے ہیں کہ انکار اس کی حرمت کا کرے یعنی اس طرح کہے کہ حرمت اس کی شرع میں وارد نہیں ہوئی اور یہ بات نادر الوقوع ہے اور رُوئے حدیثوں اور آیتوں کے استباحت کی تحقیق میں اسی قدر کافی ہے اور انکار و ردّ حرمت اُس کی کا شرع میں دل یا زبان سے ضروری نہیں بہت وقت آدمی ایسا اعتقاد کرتا ہے کہ شرع میں حرمت اس فعل کی محض واسطے مصلحت عام کے ہو گئی ہے

Marfat.com

تاکہ رسم فاسد پھیل نہ جاوے اور رفتہ رفتہ اور قباحت کی طرف نہ پہنچ جاوے اور واسطے ڈرانے اور خوف دلانے کے وعدہ عذاب کا کیا ہے وا الّا فی نفسہ یہ فعل کسی وجہ سے قباحت نہیں رکھتا ہے اور عذاب اُس کے اُوپر مترتب نہیں ہوتا ہے اس فرق کو خاطر میں نگاہ رکھنا چاہیے کہ اکثر حدیثوں اور آیتوں کے سمجھنے میں کام آوے گا اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے ان میں سے گناہ کبیرہ کرنیوالے کے لئے وعید قطعی دائمی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر صاحب کبیرہ کا بے توبہ مرے حکم اسکا نزدیک ان کے یہ ہے اور یہی مذہب معتزلوں اور خارجیوں کا ہے ہر چند کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ شخص دو مرتبوں کے درمیان ہے اور خارجی کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے لیکن جب ایمان سے نکلا معتزلوں کے نزدیک بھی کافروں کے حکم میں داخل ہوا پس اُن کو اُن کے نزدیک مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہیئے اور اس پر جنازہ کی نماز بھی پڑھنی نہ چاہیئے اور اُس کے واسطے صدقہ اور فاتحہ اور درود اور تلاوت قرآن بھی نہ کرنی چاہیئے اس واسطے کہ یہ سب باتیں ایمان والوں کے واسطے ہیں اور ان چیزوں کے واسطے ایمان شرط ہے واذا فات الشرط فات المشروط یعنی جس وقت فوت ہوئی شرط فوت ہوا مشروط اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُس کے واسطے وعید قطعی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوگا اور اس کے کرنے والے کو ضرور عذاب ہوگا لیکن عذاب اُس کا اخیر کو منقطع ہوجاوے گا اور بہشت میں داخل ہوگا اور یہی مذہب بشر مریسی اور خالدی اور دوسرے جاہلوں بے وقوف کا اور بعضے کہتے ہیں کہ فاسقوں کے حق میں کوئی وعید نہیں جتنی وعیدیں قرآن اور حدیثوں میں آئی ہیں کفاروں کے حق میں ہیں کہ فسق کے ساتھ اُن میں کفر بھی موجود ہے اور جو شخص ایمان سے مرگیا اُس کو گناہ سے کچھ ضرر نہ ہوگا اور قول اُن کا یہ ہے کہ لا یضر مع الایمان معصیۃ کما لا ینفع مع الکفر طاعۃ یعنی نہیں ضرر کرتا ہے ساتھ ایمان کے کوئی گناہ جیسا کہ نہیں نفع کرتی ہے کفر کے ساتھ بندگی اور یہی قول مرجیئہ کا رسوا کرے اُن کو اللہ تعالیٰ اور اُن کے حق میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ صنفان من اُمتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجئۃ والقدریۃ یعنی دو فرقے میری امت میں ایسے ہیں کہ نہیں واسطے اُن کے حصہ اسلام میں ایک مرجیئہ اور دوسرا قدریہ اور مذہب صحیح کہ صحابہ

Marfat.com

اور تابعین نے اُس کو مشروعاً بیان کیا ہے اور اہل سنّت اور جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کا قابل عفو کا ہے اگرچہ بے توبہ مرے اور مانند اور مسلمانوں کے اس کو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے اور اُس کے حق میں نماز جنازہ اور استغفار اور اعانت ساتھ صدقہ وغیرہ کے کی جاوے اور شفاعت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور رحمت الٰہی کی اس کے واسطے اُمید رکھنی چاہیئے بلکہ یقین رکھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ساتھ رحمت بے غایت اپنی کے یا بسبب شفاعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعضے کبیرہ والوں کو بخش دے گا بعضوں کو عذاب بھی کریگا اور یقین اس بات کا کرنا چاہیئے کہ جس کسی کو ان میں سے عذاب کرے گا عذاب اس کا ہمیشہ نہ رہے گا اور اخیر کو منقطع ہو جاوے گا مستحق عذاب ہمیشگی کا کوئی گناہ سوائے کفر کے نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کبیرہ والوں کے اوپر کس قدر عذاب ہوگا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسے گناہ کبیرہ کرنے والوں کو عذاب ہوگا اور کونسے کو بالکل معاف ہو جاوے گا اس سبب سے ہم اُمید اور خوف میں رہیں اور ایسی اور بے خوف ہو جانا نہ کریں اور قرآن کی آیتیں مانند ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور سوا اس کے نص صریح ہیں اسی مذہب کے واسطے اور کلام اللہ جابجا بھرا ہوا ہے ان صفتوں سے کہ کان اللہ عفوا غفورا رحیما کریما اور اگر حدیثوں کو دیکھیں تو یہ مضمون حد تواتر کو پہنچ جاوے گا اور اسی واسطے یحیٰ بن معاذ رازی نے اپنی مناجات میں فرمایا ہے کہ الٰہی جب ایمان ایک ساعت کا ستر برس کے کفر کو نیست اور نابود کرے پس ایمان ستر برس کا کس طرح گناہ ایک ساعت کے کو نیست اور نابود نہ کرے گا اور بھی جبکہ آیتیں اور حدیثیں اوپر وعد اور وعید کے صراحۃً دونوں پر دلالت کرتی ہیں اور جمع کرنا متنافیین کا محال ہے ضرور تطبیق دینی چاہیئے اور تطبیق دینے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ پہلے بندہ کو ثواب عنایت کریں اور نعمتیں دیویں بعد اس کے عذاب میں گرفتار کریں اور یہ بات خلاف اجماع کے ہے اور خلاف حکمت کے بھی ہے اور خلاف کرم کے بھی ہے کہ نوازے ہوئے کو گرانا نہ چاہیئے دوسرے یہ کہ اوّل اس کو عذاب میں گرفتار کریں جبکہ سزا عمل بد اپنے کی چکھ کر عبرت پکڑے بعد اس کے بخشش اور کرم سے بخش دیں اور ثواب عنایت کریں اور یہی بات موافق حکمت کے ہے اور موافق قاعدہ کرم کے پس یہاں متعین ہوئی اور مذہب حق یہی ہے بعضے طرفدار معتزلوں کے اس

Marfat.com

مقام میں کہتے ہیں کہ ہر چند مذہب اہل سنت کا قریب بادب ہے اس واسطے کہ یہ لوگ حق تعالیٰ کی دونوں صفتیں جمال بھی اور جلال بھی عفو بھی اور انتقام بھی لطف بھی اور قہر بھی ثابت کرتے ہیں اور کسی صفت کو ان دونوں صفتوں میں سے بندوں کے حق میں واجب نہیں جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خاوند ہے یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید اور تعین نہیں کرتے ہیں کہ فلانا واجب العفو ہے اور فلانا واجب العقاب اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے فعلوں کو غرضوں اور باعثوں سے مبرا جانتے ہیں لیکن مذہب معتزلہ کا قریب باحتیاط ہے اس واسطے کہ باوجود امن واقعی کے ڈرنا اور اندیشناک رہنا بہتر ہے اس سے کہ باوجود خوف واقعی کے نڈر اور مطمئن کر دیا لیکن اس کلام میں خدشہ ہے اس واسطے کہ احتیاط اچھی اہل سنت ہی کے مذہب میں ہے اس واسطے کہ یہ لوگ تعیین نہیں کرتے ہیں کہ قابل عفو کا کون ہے اور انتقام کے لائق کونسا ہے دونوں صفتوں کو بغیر تخصیص کے ثابت کرتے ہیں پس ہر ایک شخص کے دل میں خوف باقی ہے بخلاف مذہب معتزلہ کے کہ صغیرہ والے کے حق میں اُن کے نزدیک کچھ خوف نہیں اور کبیرہ والے کے حق میں بالکل یاس ہے اور ایسی احتیاط بھی اچھی نہیں بلکہ علاج سے ناامید کرنا ہے اور اسی جہت سے مرد کو اُن کے استغفار اور صدقات اور نیکیوں کی شفاعت سے کہ وسیلہ قوی نجات کا ہے محروم کرنیکی وجہ بڑے بڑے نفعوں سے ہو اور وہ نفعے بھی اُس شے کے اندر ہوں جس میں کہ احتیاط منظور ہے نہایت مذموم اور قبیح ہے سب عقلمندوں کے نزدیک واللہ الھادی علیہ توکلی و اعتمادی یعنی اللہ ہدایت کرنے والا ہے اُسی کے اوپر بھروسا میرا اور اعتماد میرا اور اگر بنی اسرائیل باوجود عاجز ہونے لانے دلیل سمعی کے سے اوپر دعوے اپنے کے اور باوجود دشمنی قاعدہ کلیہ کے کہ متفق علیہ تمام شریعتوں اور دینوں کا ہے اور اس سے ہمیشگی عذاب کی اُن کے واسطے ثابت ہوتی ہے اپنے دعوے سے دست بردار نہ ہوں اُن کو از روئے کتاب اُن ہی کے ملزم کر اس واسطے کہ انھوں نے واسطے قبول کرنے بعضے حکموں کے اُس کتاب میں عہد اور پیمان محکم کرتے تھے اور اُن سب عہدوں کو انھوں نے توڑ ڈالا اور عادت الٰہی میں یہ بات محال ہے کہ ایسے محکم عہدوں اور پیمانوں کے توڑنے پر چند روز عذاب کر کے چھوڑ دے علی الخصوص جبکہ انھوں نے عہد شکنی کی عادت پکڑی ہو اور یہ عادت انکی طبیعتوں میں بات بیٹھ گئی ہو اس واسطے کہ موافق اس

Marfat.com

قاعدہ کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ اگر عمر ابدی بھی اُن کی ہو جاوے ہرگز اس سے باز نہ آویں پس اُن کی نیت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ ان سخت گناہوں پر ہمیشہ قائم رہیں اور گناہ دائمی پر موافق فہم اُن کی کے بھی عذاب دائمی واجب ہے اور واسطے الزام اُن کے کہہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد محکم بنی اسرائیل سے اوپر نہ شرک کرنے کے عبادت کے اندر اور واسطے زیادتی تاکید اور مضبوطی اُس عہد کے بطور امر کرنے کے اُس کے ہم نے طلب نہیں کی بلکہ بطریق اخبار کے کہ مرد مسلمان بیچ خلاف کرنے اُس کے کے تکذیب[1] خبر خدائے تعالیٰ کی سے ڈرتا ہے کہا ہم نے کہ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ یعنی عبادت نہ کرو گے مگر خدا کی خالص پس یہ عہد دو تکلیفوں کو متضمن ہوا ایک یہ کہ خدا کی عبادت کرو دوسرے یہ کہ غیر کی عبادت نہ کرو اور پہلی تکلیف موقوف اس بات پر ہے کہ خدا کو جانو تم اور جبکہ جاننا اُس کی ذات کا محال ہے پس جاننا اُس کا اس طرح ہے کہ اُس کو صفتوں کمال کے ساتھ پہچانو اور جو بات کہ اُس کے حق میں ضروری ہے اُس کا اعتقاد کرو جیسے کہ عموم علم اور عموم قدرت کا یعنی ہر شے کا اُس کو علم ہے ہر وجہ سے اور ہر وقت اور قدرت اس کی ہر شے پر کہ ممکن ہے ثابت ہے نافذ ہونا ارادہ اُس کے کا یعنی جس شے کا ارادہ کرے وہ ہو جاوے اور سننا اور دیکھنا قولوں اور فعلوں بندوں کا اور امر اور نہی اور جو چیز کہ اس کے حق میں محال ہے اس کا بھی اعتقاد کرو اس طرح سے کہ اس کی ذات اس سے مبرا ہے جیسے کہ عجز اور جہل اور بدا بعد ندامت اور بدا سے مراد یہ ہے کہ ایک شے کو مثلاً جانے کہ یہ اچھی ہے اور خبر اس کے بہتر ہونے کی دیوے بعد چند روز کے یہ سوجھ جاوے کہ وہ شے بُری ہے اللہ تعالیٰ کی شان سے ایسا امر محال ہے اس واسطے کہ اس میں جہل اُس کا ثابت ہے اور نسخ کو اس کے اوپر قیاس نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ نسخ کی صورت میں کہ حقیقت میں اللہ کے نزدیک ایک چیز کا حکم ایک مدت تک ہوتا ہے جب اُس کی مدت ہو چکی اس حکم کو بدل ڈالا اور منسوخ کیا اور بھی تکلیف پہلی موقوف ہے اوپر جاننے کیفیت عبادت کے اور وقتوں اُس کے کے اور یہ جاننا بغیر وحی اور رسالت کے نہیں ہو سکتا ہے پس اعتقاد کرنا

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے اس بات کی کہ تم اس کام کو نہیں کرو گے پس اگر وہ اس کام کو کر لیں لازم آوے کہ اللہ کی خبر کاذب ہو جاوے نعوذ باللہ منہ ۱۲

Marfat.com

ساتھ نبیوں اور کتابوں الٰہی اور فرشتوں کے کہ اُن کی وساطت سے وحی آتی ہے موافق نفس الامر کے بھی ضرور ہوا اور تکلیف دوسری موقوف ہے اوپر بچنے کے ریا اور شرک سے اور غالب رکھنے محبت ماسوا اللہ کے سے دل میں پس احتراز ان چیزوں سے بھی لازم ہوا اور بھی کہا ہم نے کہ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا یعنی ساتھ ماں اور باپ کے احسان کرو تم بڑا احسان کرنا کہ سب قسموں اُن کی کو شامل ہو اور وہ تین قسم ہے اول ترک کرنے میں ایذا رسانی ان کی کا خواہ قولی ہو خواہ فعلی، دوسرے خدمت کرنی ان کی بدن سے اور مال سے تیسرے حاضر ہونا ان کی خدمت میں جس وقت کہ بلاویں پہلی قسم واجب مطلق ہے اور اسی واسطے اُس کے ترک کرنے میں عقوق اور نافرمانی سخت لازم آتی ہے اور قسم دوسری مشروط ہے ساتھ اس شرط کے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے میں کوئی فساد شرعی نہ پایا جاوے والا حاضر ہونا واجب نہیں اور اگر ماں باپ یا ایک اُن میں سے فرماویں کہ نفل بندگی کو چھوڑ دے اور ہمارے پاس حاضر ہو ماں باپ کی فرمانبرداری کرنی اُس وقت مقدم ہے اور اگر فرماویں کہ واجبات کو چھوڑ دے یا واسطے حج فرض کے مت جا اس بات میں ان کا کہنا نہ ماننے اور اگر سنتیں موکدہ کو مثل جماعت اور روزہ عرفہ کو ترک کرادیں صحیح یہ ہے کہ اگر ایک دو بار ترک کرادیں اطاعت اُن کی کرے اور اگر عادت اسی کی کرلیں تب اُن کے حکم کو قبول نہ کرے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیچھے عبادت اپنی کے ماں باپ کا حق ساتھ بیان کیا کئی وجہ سے اول یہ کہ والدین جیسے کہ سبب پرورش اور تربیت اولاد اپنی کے ہیں ویسے ہی سبب پیدائش اولاد کے اور وسائط فیض ایجاد الٰہی کے ہیں اور سوائے والدین کے کوئی شخص یہ رتبہ نہ رکھے اگر دوسرا شخص سبب تربیت اور پرورش کا ہو جاوے مگر سبب وجود کا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے پس انعام کسی کا بعد انعام خدا کے ماں باپ کے انعام سے بڑھ کر نہیں دوسرے یہ کہ انعام والدین کا زیادہ تر مشابہت اللہ کے انعام کے ساتھ رکھتا ہے اس واسطے کہ جیسا کہ انعام الٰہی اس جہت سے نہیں کہ کچھ مجھ کو اس کا عوض ملے ایسے ہی ماں باپ بھی اولاد کی پرورش کرنے میں تعریف یا شکریہ یا ثواب نہیں چاہتے ہیں بخلاف انعام دوسرے آدمیوں کے کہ البتہ کوئی غرض اس میں ہوتی ہے تیسرے یہ کہ جیسے حق تعالےٰ انعام کرنے سے اوپر بندہ اپنے کے ملول نہیں ہوتا ہے اگرچہ بندہ عاصی اور نافرمان ہو ایسے ہی ماں باپ بھی شفقت اور خیر خواہی اولاد کی سے ملول نہیں ہوتے ہیں اگرچہ

والدین، اقربا، یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ احسان کا بیان

Marfat.com

اولاد ناخلف ہو چکے تھے یہ کہ والدین کو کمال مناسبت ساتھ ذات واجب الحقیقی کے ہے جیسے کہ
خدائی کا رتبہ سوائے ایک ذات مقدس کے نہیں ممکن ہے ایسے ہی رتبہ پدری اور مادری کا بھی
سوائے ایک آدمی کے نہیں ہو سکتا ہے پانچویں یہ کہ اولاد کے حق میں جو کمال کہ ممکن ہو اولاد کے
واسطے ماں باپ آرزو کرتے ہیں بلکہ اولاد کی ترقی اپنے اوپر بھی ہر کمال میں چاہتے ہیں اور کسی نیک
چیز میں اوپر اس کے حسد نہیں لے جاتے ہیں اور یہ خاصیت سوائے والدین کے کسی میں نہیں
اور اسی واسطے ہے کہ تعظیم والدین کی تمام شریعتوں اور دینوں میں واجب تھا نہیں بلکہ فرض ہے،
محبت اور میل والدین کا طرف اولاد کے ذاتی ہے حیوانوں میں بھی کہ بے شعور ہیں پایا جاتا ہے
جیسے کہ محبت حق تعالیٰ کی بھی ساتھ بندہ کے ذاتی ہے اور اسی واسطے کافروں کے حق میں بھی
بسبب بھیجنے رسولوں اور نازل کرنے کتابوں کے اور قائم کرنے دلیلوں اور دور کرنے عذروں کے
معروف ہے اور اس آیت میں کہ والدین کو مطلق بے قید ایمان کے ذکر کیا ہے اشارہ ہے طرف
اس بات کے کہ ماں باپ ہر چند کافر یا منافق یا فاسق اور فاجر ہوں اولاد کو چاہیے کہ ان کے ساتھ
بھی راستہ لطف اور احسان کا چلے اور اسی سبب سے ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے
بیچ تلقین باپ اپنے کے راستہ نرمی کا اختیار کیا جیسا کہ سورۂ مریم میں بیان اس کا ہے اور
جب حنظلہ کہ صحابی جلیل القدر ہیں اور اُن کا باپ ابوعامر راہب تھا اور بڑا کافر شدید العناد تھا
اس کے قتل کرنے میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے رخصت چاہی آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے رخصت باپ کے قتل کرنے کی نہ دی باوجودیکہ وہ کافر واجب القتل تھا اور طریق
احسان کرنے کا ساتھ ماں باپ کے موافق اُس کے کہ صحیح حدیثوں میں مروی ہے کہ دل سے ان
کی دوستی رکھے اور کلام اور رفتار اور نشست اور برخاست میں ادب کے طریقے رعایت کرے
مثلاً چلنے میں آگے نہ چلے اور کلام میں نام لے کر نہ بلاوے بلکہ تعظیم کے لفظوں سے جیسے یا سیدی
باپ کے واسطے اور یا سیدتی ماں کے واسطے اور یا ابی اور یا امی ان کو پکارے اور ایسے
ہی اپنے تئیں حتی المقدور ان کی خدمت میں خرچ کرے اور ہر کام اور بات میں ان کی رضامندی
کا ارادہ کرے اور اوقات و رزق اور مال نفیس اپنا اُن سے دریغ نہ رکھے اور بعد مرنے کے بیچ
جاری کرنے وصیت ان کی کے معروف ہو اور بیچ دعا نیک اور استغفار کے اُن کو یاد رکھے اور

Marfat.com

واسطے اُن کے خیرات اور صدقات بھیجے اور ہر ایک جمعہ کے اندر قبر اُن کی کی زیارت کرے اور سورۂ یٰسین پڑھ کر ثواب اس کا ان کی رُوح کو بخشے اور جو آدمی کہ ان کے ساتھ دوستی رکھتے ہوں یا قرابت رکھتے ہوں ان کے ساتھ مہربانی اور سلوک کرے اور جو کہ ماں باپ کسی شخص کے ساتھ دینے لینے میں کام آتے تھے یہ بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرے کہ احسان والدین کا انھیں کاموں کے ساتھ تمام ہوتا ہے اور تمام ان مرتبوں کو حق تعالیٰ نے بیچ سورۂ اسریٰ کے درمیان کئی کلموں کے ارشاد فرمایا ہے کہ فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمھما کما ربّینی صغیرا ؕ یعنی اور بھی کہا ہم نے کہ احسان کرو تم طرف ذوی القربیٰ یعنی صاحب قرابت کے اور احسان کو تابع احسان والدین کے کیا اس واسطے کہ جو قرابت جہان میں ہے یا بواسطہ ماں یا باپ کے ہے یا دونوں کے واسطہ سے جیسے بھائی حقیقی اور بہنیں حقیقی یا ایک کے واسطے سے یعنی فقط ماں کی جہت سے یا باپ کی جہت سے جیسے کہ جد پدری یا بھائی علاتی یا چچا یا پھوپی کہ باپ کی طرف سے قرابت ان کی ہے یا جیسے بھائی اور بہنیں اخیافی اور جد مادری اور ایسے ہی ماموں اور خالہ کہ والدہ کی طرف سے قرابت رکھتے ہیں پس تمام ذوی القربیٰ والدین کے ساتھ قرابت میں شریک ہوئے البتہ فرق یہ ہے کہ والدین بالاصالۃ سلسلۂ وجود میں قریب ہیں اور دوسرے لوگ بالتبع اور اسی واسطے اصل احسان میں شریک ہیں اور اور احسان کو شریعت میں ساتھ صلۂ رحم کے تعبیر کیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ الرحم شجنة من الرحمٰن یعنی قرابت ایک شعبہ ہے شاخوں ظہور اسم رحمٰن سے گویا رحمت الٰہی بیچ اس پردہ کے ظہور کرتی ہے اور اسی واسطے حق تعالیٰ نے قرابت کو فرمایا ہے من وصلك وصلته ومن قطعك قطعته یعنی جو کوئی ساتھ تیرے سلوک نیک کرے میں بھی اس کے ساتھ سلوک نیک کروں اور جو کوئی تیرے ساتھ سلوک بد کرے میں بھی اُسکے ساتھ سلوک بد کروں اور مصلحت عقل بھی تقاضا کرتی ہے کہ آدمی اپنے اقارب کے ساتھ احسان کی راہ جاری رکھے اس واسطے کہ آدمی کو شادی اور غمی میں اور اور کاروبار دنیادی میں بغیر شریک اور ہمراہ ہونے دوسروں کے اور بغیر اعانت مالی اور خدمت بدنی کی درستی کام کی نہیں

Marfat.com

ہوتی ہے اور ہر کسی کو ساتھ ہر کسی کے اس قسم کی مدد کرنی ممکن نہیں پس ضرور یہی ہوا کہ جن جن لوگوں کے اندر میل جبلی اور الفت طبعی آپس میں ہے یہ سلوک لازم کیا طریقہ احسان کا برتے تاکہ انتظام ان چیزوں کا کہ جن میں حاجت اجتماع اور مدد اور معاونت کی پڑتی ہے برہم نہ ہو جاوے اس جگہ چاہیئے جاننا کہ قرابت والے دو قسم کے ہیں ایک قسم کے قرابت والے ایسے ہیں کہ قرابت محرمیت کی رکھتے ہیں یعنی نکاح ان سے حرام ہے جیسے کہ چچا اور ماموں اور خالہ اور بھائی اور بہن اور اولاد بھائیوں کی اور بہنوں کی اور احسان کرنا ساتھ اس قسم کے فرض ہے تارک اس کا گنہگار ہے اور دوسری قسم ایسے قرابت والے ہیں کہ محرمیت نہیں رکھتے ہیں جیسے کہ اولاد چچاؤں کی اور اولاد ماموؤں کی اور اولاد پھوپھیوں کی اور اولاد خالاؤں کی اور احسان اُن کے ساتھ کرنا سنت موکدہ ہے لیکن سنت یہ احسان ہے کہ امداد اور اعانت اور خبرگیری اُن کی کی جاوے اور جو احسان کہ بمعنی ترک ایذا کے ہے پس بہ نسبت انکے بھی فرض ہے بلکہ بہ نسبت تمام مسلمانوں کے یعنی ہر کسی مسلمان کو ایذا پہنچانی حرام ہے اور بھی جاننا چاہیئے کہ اس جگہ ایک سوال مشہور ہے حاصل اُس کا یہ ہے کہ اس آیت میں یتامیٰ اور مساکین کو ساتھ صیغہ جمع کے لائے ہیں اور اہل قرابت کو کہ وہ بھی بہت ہیں ساتھ صیغہ مفرد کے اُن کو ذکر کیا اور اس طرح نہ کہا کہ وذوی القربٰی اس میں کیا نکتہ ہے جواب اُن کا یہ ہے کہ تمام اہل قرابت کو بمنزلہ ایک شخص کے مقرر کر کے صیغہ مفرد کا لائے تاکہ اشارہ اس بات کی طرف ہو جاوے کہ اہل قرابت کو برابر سمجھے اور کمی و بیشی سلوک کرنے میں نہ کرے تاکہ کسی کو دوسرے کا حال دیکھ کر وحشت نہ ہو بخلاف یتیموں اور مسکینوں کے کہ اُس جگہ ضرور نہیں کہ سب کو برابر سمجھے اگر کسی مصلحت کے واسطے کمی و بیشی بھی کی جاوے حرام نہیں اور سوال دوسرا بھی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ذوی القربٰی بغیر اعادہ جار کے کہ حرف با کا ہے ارشاد ہوا اور سورۂ نساء میں وبذی القربٰی ساتھ اعادہ حرف جر کے اس فرق میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ذکر اس عہد کا ہے کہ بنی اسرائیل سے لیا تھا اور بنی اسرائیل بسبب کہ استعدادی اپنی کے بجز والدین کے کسی کا حق نہیں سمجھتے تھے پس واسطے سمجھانے اُن کے کے ذی القربٰی کو والدین کے حکم میں داخل کر دیا اس واسطے کہ تمام ذوی القربٰی ساتھ ماں باپ کے اتصال رکھتے ہیں خواہ

Marfat.com

دونوں کے ساتھ خواہ ایک کے ساتھ والمتصل بالمتصل متصل پس ساقط کرنا حرف باکا کہ دلالت اوپر استقلال اور علیحدگی کے کرتا ہے اور یہ منافی اتصال کے ہے ضروری ہوا اور سورۃ نساء میں خطاب طرف امت مصطفویہ کے ہے علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ اور وہ بسبب کمال معرفت اور وسعت استعداد کے حق ہر ذی حق کا بالاستقلال سمجھتے تھے پس لانا حرف با کا کہ دلالت اوپر استقلال کے کرتا ہے مناسب ہوا اور بھی بناء کلام کی اس سورۃ میں اوپر اختصار کے ہے اس واسطے کہ مقصود اصلی یاد دلانا عہد کا ہے نہ تکلیف بالفعل اور اسی واسطے توحید کے مقام میں بھی اوپر صیغۂ نفی اور اثبات کے کفایت فرمائی کہ اس طرح ارشاد کیا ہے لاتعبدون الا اللّٰہ پس حذف باکا کہ یہ بھی موجب اختصار کا ہے رعایت کیا گیا تاکہ نسق اور طرز کلام کے مناسب رہے اور سورۃ نساء میں تفصیل تکلیفات کی ہے اور اسی واسطے اس جگہ توحید کو ساتھ دو عبارتوں مستقلہ کے ادا فرمایا ہے کہ واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہٖ شیئاً اور بیچ بیان حق داروں کے بھی تطویل منظور رکھی کہ والجار ذی القربٰی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم پس لانا حرف باکا اس جگہ ضروری ہوا تاکہ خلاف نسق کا نہ ہو جاوے بلکہ اگر تامل کیا جائے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ نساء میں ذوی القربٰی کو بالاصالۃ ذی حق کیا اور جار ذی القربٰی اور جار جنب اور صاحب بالجنب کو تابع اور اقارب حکمی کیا ہے اور اس سورۃ میں والدین کو اصالتاً ذی حق مقرر کیا اور ذی القربٰی کو تابع حکمی کیا پس اسی واسطے اس جگہ لانا حرف باکا اور اس جگہ حذف کرنا اس کا لازم ہوا یعنی اور فرمایا ہم نے کہ احسان کرو تم طرف اَلْیَتٰمٰی یعنی یتیموں کے خواہ جنس مردوں کی سے ہوں یا عورتوں کی سے اور یتیم عرف شرع میں اس نابالغ طفل کو کہتے ہیں کہ جس کا باپ مر گیا ہو یا گم ہو گیا ہو خواہ ماں اس کی زندہ ہو یا نہ ہو اور اگر ماں بھی نہ ہو زیادہ تر مستحق احسان کا ہوتا ہے اور جانوروں میں یتیم وہ جانور ہے جس کی ماں نہ ہو گو باپ رکھتا ہو اور یتیم جواہر اور نفیس چیزوں میں وہ ہے کہ نظیر اپنی نہ رکھے جیسے کہ کہتے ہیں دریتیم اور یتیم کی جمع یتامٰی کی ہے حالانکہ جمع فعیل کی اوپر فعالٰی کے نہیں آتی ہے لیکن ہر گاہ کہ یتیم آفت زدہ ہے اس واسطے جمع ویسی ہی لاتے جیسی کہ اور آفت زدوں کی لاتے ہیں

Marfat.com

مثل رجاعی اور خیاطی کے اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ یتیم اگرچہ صفت ہے لیکن اس کو حکم اسمائے غالبہ کا دے دیا ہے مثل صاحب اور فارس کے اور جمع اُس کی موافق جمع اُن کی کے آتی ہے پس اصل میں جمع یتایم تھی قلب مکانی کر کے یتامٰی بنالیا اور احسان اور یتیم کے دو قسم کا ہے ایک قسم وہ ہے کہ اوپر وارثوں اُس کے کے واجب ہے مثل حفاظت مال اس کے کی کہ روز بروز زیادہ ہوئے بسبب تجارت یا زراعت کے تاکہ قدر نفقہ اور ضروریات اُس کی کے اُس سے نکل آوے اور خبر گیری اُس کی خوراک اور پوشاک وغیرہ سے اور تعلیم علم اور کتابت اور تلقین آداب کی کمال نرمی اور خیر خواہی سے اور دوسری قسم وہ ہے کہ اوپر عام آدمیوں کے واجب ہے اور وہ ترک کرنا ایذا اس کی کا اور نرمی اور مہربانی اُس کے ساتھ کرنی اور مجلسوں اور محفلوں میں نزدیک اپنے بٹھانا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اس کو مانند فرزندوں کے گودی میں لینا اور محبت ظاہر کرنی اور حق یتیموں کا اس واسطے تابع حق اقارب اور والدین کے ہوا کہ جب شخص یتیم ہوا اور باپ اس کا نہ رہا حق تعالیٰ نے سب بندوں کو حکم کیا کہ اُس کے ساتھ باپ کا طریق برتیں اور اس کو مانند اپنے بیٹے کے سمجھیں تاکہ عجز جبلی کہ بسبب موت باپ کے اس کو لاحق ہوا تھا ساتھ اس قوت حقیقی کے ہزاروں آدمی اس کے باپ کی جگہ موجود ہوتے دُور ہو جاوے پس یتیم بھی قرابت شرعی رکھتا ہے جیسے کہ.....

ذوی القربیٰ قرابت عرفی رکھتے ہیں وَ یعنی اور بھی کہا ہم نے کہ احسان کرو طرف الْمَسَاکِیْنِ یعنی مسکینوں اور مفلسوں کی کہ بسبب عاجزی اور محتاجی فی الحال کے حکم یتیموں کا رکھتے ہیں گو یتیم بچے قوت اور طاقت کسب کی نہیں رکھتے ہیں اور یہ رکھتے ہیں اور اسی سبب سے یتیموں کو مقدم اور پر مسکینوں کے کیا ہے جس جگہ بھی کلام الٰہی میں آیا ہے اس واسطے کہ بیچ یتیموں کے عجز حالی اور عجز استقبالی دونوں موجود ہیں بخلاف مسکینوں کے اور مسکین عرف قرآن میں وہ ہے کہ آمدنی اسکی

لہ یعنی احسان کرو ساتھ ہمسایہ کے کہ قریب رہتا ہے یعنی دروازہ اُس کا تمہارے دروازہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور احسان کرو تم ساتھ ہمسایہ دُور کے کہ دروازے دونوں کے ملے ہوئے نہ ہوں اور بعضوں نے جار ذی القربیٰ سے مراد ہمسایہ قرابت والے۔ اور جار جنب سے مراد ہمسایہ اجنبی ہے لے ہے اور احسان کرو تم ساتھ رفیق برابر کے کہ نماز کے وقت کسی مسجد میں دونوں ایک جگہ بیٹھا دیں یا بازار معروفوں کی خرید فروخت کا ایک ہو یا وعظ کی محفل میں ایک جگہ اتفاق اجتماع کا ہو جاوے اور احسان کرو تم ساتھ مسافر کے اور احسان کرو تم ساتھ اُن مخصوص لوگوں کے کہ تمہارے ہیں ۱۲

کمتر خرچ سے ہو گو کہ مال بھی رکھتا ہو اور پیشہ بھی کرتا ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ سورۂ کہف میں مذکور ہے کہ حضرت خضر نے جن شخصوں کی کشتی توڑی تھی وہ لوگ مسکین تھے اور وہ کشتی اُن کے ملک میں تھی اور اس سے اپنی کمائی کرتے تھے اور یہ دلیل بھی ہے کہ سورۂ لا اقسم میں بیچ بیان شدت فقر کے مسکینا ذا متربہ فرمایا ہے اگر صرف لفظ مسکین کا اوپر نہ ہونے کسی شے کے دلالت کرتا حاجت اس قید کی نہ تھی جس وقت مساکین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہوا فقیر کے واسطے بالاولیٰ یہ بات ثابت ہو گئی اس واسطے کہ فقیر زیادہ تر محتاج مسکین سے ہے و لیعنی اور بھی کہا ہم نے کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنی کہو تم ساتھ آدمیوں کے بات نیک کہ باعث دل تنگی اُن کی کا نہ ہو اس واسطے کہ تمام لوگوں کے حق میں احسان فعلی میسر نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ احسان فعلی اگر خدمت بدن کی ہے شرط اس کی طاقت ہے اور اس قدر طاقت ہونی کہ تمام آدمیوں کی خدمت بدنی کیا کرے یہ بات آدمی کے امکان سے باہر ہے اور اگر امداد مالی ہے یہ موقوف مال کے اُوپر ہے کہ حاجت اپنی سے زیادہ موجود ہو اور ہر شخص کہ اس قدر مال کہ سب کی حاجتوں کو کفایت کرے ہاتھ نہیں آتا پس ضرور ہوا کہ عوام کے حق میں اوپر احسان قولی کے کفایت کرنی چاہیئے اور احسان قولی کے شرع شریف میں کئی مرتبے ہیں اوّل بیچ وقت سلام کے سلام علیک مسنون کرے اور سلام کے جواب میں اور لفظ بھی زیادہ کرے دوسرے یہ کہ نیک بات بتلانے میں اور بُری بات سے روکنے میں نرمی اور آہستگی کرے لڑائی جھگڑے سے پیش نہ آوے اور سمجھانے کا طریق عمل میں لاوے چنانچہ کسی بزرگ کی نقل ہے کہ اُنھوں نے کسی شخص کو دیکھا کہ آداب اور سنتیں وضو کی بجا نہیں لاتا ہے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے رُو برو میں وضو کروں اور تم مجھ کو خوب غور سے دیکھو کہ مبادا مجھ سے کوئی ادب وضو کا فوت نہ ہو جاوے اور ایسا سمجھانا بھی خلوت میں ہو برملا لوگوں کے روبرو نہ کرے تاکہ موجب عار کا نہ ہووے تیسرے یہ کہ بیچ وقت ملاقات کے دوستی اپنی ظاہر کرے اور احوال اس کا پوچھا کرے اور شادی اور غم میں شرکت اپنی بیان کرے لیکن اس قدر بیان کرے کہ سچ سچ ہو مبالغہ بہت نہ کرے چوتھے یہ کہ بیچ وقت ملاقات اُس کے یا ذکر کرنے اُس کے کے اچھا نام اور اچھا لقب اُس کا اُوپر زبان کے لاوے اور جس نام یا لقب سے ناخوش ہو اُس سے پرہیز کرے مگر اس جگہ بھی رعایت سچ کی کرے اور

Marfat.com

جھوٹ نہ کہے پانچویں یہ کہ غائبانہ اُس کو خوبی کے ساتھ یاد کرے اور سچی تعریف اُس کے رُو برو بیان کرے اور اس کی فضیلتیں ظاہر کرے مگر جھوٹ اور مبالغہ سے بچے چھٹے یہ کہ بوقت مشورہ کے صلاح نیک بتلانے سے دریغ نہ کرے ساتویں یہ کہ اگر کسی کو دیکھے نادانستہ کسی خرابی یا نقصان میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ شخص طریق نجات کا اس خرابی یا نقصان سے جانتا ہے چاہیئے کہ کمال حسن خلق اور رعایت ادب سے اُس کو بتلادے یا کوئی اندھا راستہ میں چلا جاتا ہے اور کسی گڑھے یا کنوئیں میں قریب گرنے کے ہے یا کوئی شخص راستہ بھول گیا ہے یا کوئی اجنبی شئے کسی شخص نے گم کر دی ہے اور وہ ڈھونڈھ رہا ہے اور نشان اُس کے سے بے خبر ہے یا کسی شخص کو خریدنا کسی اسباب کا منظور ہے یا پہچاننا کسی دوائی کا چاہتا ہے اور اس کو ان چیزوں میں دخل نہیں ایسے ہی کوئی علم کی بات پوچھتا ہے یا کسی شبہ کو دین کے امر میں دُور کرنا چاہتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس سو ایسی باتوں کے سمجھانے میں کوشش کرے اور اکثر ایسے معاملوں میں کافر ولی کیسا ہی کیوں نہ ہو، موجب اجر اور ثواب کا ہے اور اسی واسطے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا فرمایا ہے اور ساتھ قید ایمان اور اسلام کے مقید نہیں کیا مگر شرع ساتھ سلام علیک کے کرنا خالص مسلمانوں کے واسطے ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ معنی حسن کے اس آیت میں یہ نہیں کہ مخاطب کے نزدیک سب وجہ سے مستحسن اور نیک ہو ورنہ اکثر جگہ سستی امر دین میں اور خلاف شرع کے لازم آوے اس واسطے کہ اکثر آدمی جو چیز کہ موافق خواہش اپنی کے ہو اس کو اچھا جانتے ہیں گو کہ مخالف شرع اور منافی آئین دینداری کے ہو بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ فی نفسہٖ وہ شے اس کے حق میں نیک ہو اور ایسے طریق سے اُس کو بتلائی جاوے کہ دل شکنی اُس کی نہ ہو اور عار اس کو لاحق نہ ہو پس آیت میں امر دین میں سستی کرنے والوں اور خوشامد کرنے والوں کے واسطے دست آویز نہیں ہے اور مستحسن کے معنی یہ ہیں کہ دُوسرا اس کو نیک سمجھے اور اس جگہ ایک مغالطہ بڑا در پیش آیا ہے اکثر آدمیوں کو درمیان مدارات اور حسن خلق اور درمیان مداہنت کے فرق ظاہر نہیں ہوا مدارات اور حسن خلق ہر مسلمان کے ساتھ بلکہ کافر کے ساتھ بھی بہتر ہے اور مداہنت اور خوشامد معیوب اور قبیح ہے اور نافہم آدمیوں کے نزدیک ان میں امتیاز اور فرق نہیں کوئی حسن خلق سے آدمیوں کے پیش آوے مداہنت اور خوشامد اس کو کہتے ہیں اور فرق ان میں

Marfat.com

تواضع اور نیک خلق عبارت اس سے ہے کہ نفس اپنے کے بیں خفت اور سہولت اختیار کرنی اور اس کا اہتمام نہ کرنا اس طرح سے کہ اپنے نفس کو بڑا نہ سمجھے اور نفسانیت سے کام نہ کرے اور جو تقصیر کسی سے اس کے حق میں ہو جاوے اس سے درگذر کرنی اور مداہنت اُسے کہتے ہیں کہ امر دین میں سُستی اور نرمی اختیار کرنی اور باوجود دیکھنے اور سُننے امور نامشروع کے اور قولوں نامرضیہ الٰہی کے سختی نہ کرنی اور دین اپنے کو ہلکا کرنا اور جو حق کہ شرع اور دین میں واجب ہے اُس سے درگذر کرنا مثلاً اگر کسی شخص نے اس کو بُرا کہا یا تعظیم نہ کی غصہ میں نہ آنا اور اس کے ساتھ درپے انتقام کے نہ ہونا بلکہ نیک روش اُس سے اختیار کرنی یہ از قبیل حسن خلق اور مدارات کے سے ہے اور اگر کوئی شخص مخالف شرع کے حرکت کرتا ہے یا تعظیم دین کی چھوڑتا ہے اُس کے ساتھ مل جانا اور ناخوشی ظاہر نہ کرنی اور اس کی بات کو رد نہ کرنا اُس کا نام مداہنت اور خوشامد ہے پس حسن خلق اور مدارات میں تلطف کرنا حق اپنے کا ہے واسطے رضامندی اور دلداری دوسرے کے اور مداہنت میں تلطف کرنا حق شرع کا ہے واسطے اپنی غرض فاسد کے اور ان دونوں کے درمیان میں بڑا فرق ہے ایک دوسرے کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتا ہے جبکہ یہ فرق معلوم ہوا پس چاہیئے جاننا کہ کلام کرنا آدمیوں سے یا بیچ امور دینی کے وہ بھی دو قسم ہے یا ساتھ کافروں کے ہو مانند دعوت اسلام کے اور اس جگہ نرم گوئی اور دلجوئی معتبر ہے ساتھ دلیل اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے جب حضرت موسٰی اور حضرت ہارون علیٰ نبیّنا و علیہما السلام کو رسول بنا کر روبرو فرعون کے بھیجا ارشاد فرمایا کہ قولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى یعنی کہو تم اس سے بات نرم شاید کہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے اور ساتھ دلیل اس کے کے درمیان مدح آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك یعنی کمال مہربانی خدا کی ہے کہ خود بخود نرم طبیعت ہو گیا ہے تو واسطے منافقوں اور کافروں کے اور اگر سخت گو اور سخت دل ہوتا تو البتہ صحبت تیری سے بھاگ جاتے اور یہ بات تیری نہ سُنتے دوسرے یہ کہ کلام ہو ساتھ فاسقوں کے اور اُن لوگوں کے کہ اسلام کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں اس جگہ بھی رعایت ادب اور حسن خلق اور نرم گوئی کی کرنی چاہیئے کہ اچھی طرح سے

Marfat.com

امر شرع کا اُن سے کہے اور گناہ کی بات سے روکے جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا
ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة یعنی بلا تو طرف رستے رب
اپنے کے ساتھ دانائی اور اچھی نصیحت کے اور بھی فرمایا ہے ادفع بالتی ھی احسن یہ کلام
امور دنیاوی میں ہے جیسے کہ تقاضا کرنا قرض کا اور طلب کرنا حق اپنا غاصب اور امانت دار سے
اس میں بھی نزدیک ہر شخص عاقل کے جب تک کہ غرض نرمی اور آہستگی سے حاصل ہو سکے سختی
کرنی نہایت قبیح اور مذموم ہے اسی واسطے حدیث میں آیا ہے ما دخل الرفق فی شئی
الازانه وما دخل الخرق فی شئ الاشانه یعنی نہیں داخل ہوئی نرمی بیچ کسی شے
کے مگر زینت دے دی اُس کو اور نہیں داخل ہوئی سختی بیچ کسی شے کے مگر معیوب کر دیا اُس کو
پس ثابت ہوا کہ بات نیک اور نرم کہنی کچھ خاص ذات اہل اسلام اور اہل صلاح کے نہیں بلکہ
ہر طرح کے آدمی کے ساتھ مقدمات دینی اور دنیاوی میں طریق حسن خلق اور ادب اور تواضع کا چلنا
مستحسن ہے مگر جس جگہ کہ بغیر سختی اور بد خلقی کے کام دین اور دنیا کا نہ نکلے یا حسن خلق اس جگہ
ساتھ مداہنت اور خوشامد کے مل جاوے ایسی جگہ تشدد اختیار کرنا مضائقہ نہیں اور اس آیت
کا بھی محل یہی ہے کہ یا ایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم
یعنی اے نبی جہاد کر تو ساتھ کافروں اور منافقوں کے اور سختی کر اوپر اُن کے اور حضرت امام محمد باقرؒ
سے منقول ہے کہ بیچ تفسیر وقولوا للناس حسنا کے فرمایا ہے کہ قولوا للناس ما تحبون
ان یقال لکم یعنی کہو تم ساتھ آدمیوں کے ایسی بات کہ اگر تم سے کوئی ایسی بات کہے بُرا نہ مانو
اور خوش ہو اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ تمام کاموں میں خواہ دین کے ہوں جیسے کہ امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر یا دُنیا کے ہوں جیسے کہ تقاضا کرنا قرض کا اور طلب کرنا حق اپنے کا چاہیے کہ
یہ شخص اپنے تئیں حریف ٹھیرائے اور دوسرے کو مثل اپنے قرار دے اور بعد اُس کے سوچے کہ مجھ کو
کلام کیسے اچھے معلوم ہوں گے جس وقت دوسرا شخص مجھ سے امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا
تقاضا قرض وغیرہ کا کرے پس اس صورت میں جو بات اس کو پسند ہو ویسے ہی دوسرے سے کہے
اور ہر گاہ کہ بیان حقوق بندوں کے سے کہ اس عہد میں مندرج ہیں فراغت ہوئی اللہ تعالیٰ نے
طلب حقوق اپنے کی بھی فرمائی کہ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ یعنی اور قائم کرو تم نماز کو اور سیدھی کرو

Marfat.com

اس کو اس طور سے کہ کسی طرح کی کجی اس میں نہ کرے اس واسطے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ دل کی عبادت اُس کے اندر ہے اور زبان اور ہاتھ پاؤں کی بھی وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی اور دو تم زکوٰۃ کو کہ چالیسواں حصہ چاندی اور سونے میں اور اور چیزوں میں قیمت اُن کی میں سے مقرر ہے بشرط گزر جانے ایک برس کے اور مواشی اور کھیتی میں حصہ مختلف ہے باعتبار ہر جنس اور صنف کے جیسے کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اس واسطے کہ یہ عبادت ہر چند کہ ظاہر میں خدا کا حق ہے لیکن حقیقت میں حق بندوں کا ہے اور زکوٰۃ ایسی شے ہے کہ بیچ نیک کرنے اخلاق اور دُور کرنے خصلتوں بخل کے اُس کو کمال دخل ہے باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اس عہد میں اوّل توحید کا ذکر کیا بعد اس کے آدمیوں کے حق بیان کئے بعد اس کے نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا پس اس بیان میں انتشار لازم آیا اس واسطے کہ اگر منظور مقدم کرنا حق العباد کا تھا اس جہت سے کہ حق العباد بڑا سخت ہے اور نگاہ رکھنا اس کا بہت مقصود ہے اور اُس کے اندر عہد شکنی کرنی نہایت قبیح ہے پس چاہیئے تھا کہ توحید کو بھی موخر ذکر کرتے اور ہمراہ نماز اور زکوٰۃ کے لاتے اور اگر منظور مقدم کرنا حق اللہ کا تھا اس واسطے کہ اصل یہی ہے پس نماز اور زکوٰۃ کو بھی ہمراہ توحید کے ذکر کرنا چاہیئے تھا اور اس جگہ بعضے حقوق الہٰی کو مقدم کیا اور بعضوں کو موخر کیا اس کی کیا وجہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اصل میں منظور تقدیم حق العباد کی ہے اس واسطے کہ بندے بسبب احتیاج اپنی کے نہ ملنے حقوق اپنے سے دردناک ہوتے ہیں اور تکلیف پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے اگر اُس کے حق میں کوئی قصور کرے اُس کو کچھ ضرر اور نقصان نہیں پہنچتا ہے لیکن توحید تمام حقوق الہٰی سے بڑھ کر ہے اس واسطے کہ شرط قبول ہونے تمام بندگیوں کی ہے خواہ وہ بندگی متعلق ساتھ حقوق بندوں کے ہو یا ساتھ حقوق الہٰی کے پس تمام حقوق کی یہ شرط ہے اور شرط کو تقدم طبعی اوپر مشروط کے ہے اسی واسطے مقدم کرنا توحید کا اوپر تمام چیزوں کے لازم آیا اور بعد توحید کے حقوق العباد کو اوپر حقوق اللہ کے مقدم کیا تاکہ تاکید ادا کرنے حقوق العباد کی بھی جاوے اور سوال دوسرا بھی ہے کہ احسان کرنا ساتھ یتیموں اور مسکینوں اور ذوی القربیٰ کے زکوٰۃ میں داخل ہے جدا ذکر نے اُس کے کی کیا حاجت تھی جواب اس کا یہ ہے کہ احسان کرنا ساتھ یتیموں اور مسکینوں اور اہل قرابت کے

Marfat.com

جیسے کہ پیشتر تفسیر اس کی میں اشارہ ہوا عام ہے اس بات سے کہ ساتھ مال کے ہو یا ساتھ اور طرح کے اور جس صورت میں مال کے ساتھ ہو وہ بھی عام ہے اس سے کہ بیچ قدر نصاب کے ہو یا اُس سے کمتر میں اور اگر قدر نصاب میں ہو وہ بھی عام ہے اس سے کہ زکوٰۃ میں حساب کیا جاوے یا سوائے زکوٰۃ کے پس اس احسان کو کہ جس میں ان مرتبوں کا عموم ہے زکوٰۃ کے دینے میں داخل نہ کرنا چاہیئے البتہ ایک طریق احسان کرنے کا اُن کے ساتھ یہی ہے کہ زکوٰۃ مال کی بھی ان کی طرف خرچ کی جاوے اور یہ بات بھی ہے کہ احسان قرابتیوں اور یتیموں کے ساتھ کرنے میں اللہ کو منظور یہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا خدا کی راہ میں ارادہ کریں اور اسی واسطے احسان

پہلا کامل کرنے خصلت عدالت کے قبیل سے ہے اور احسان دوسرا یعنے زکوٰۃ کا دینا واسطے حاصل کرنے صفت جوانمردی اور مروّت کے ہے اور پہلا احسان حقوق العباد سے ہے اور دوسرا حقوق اللہ سے حاصل کلام یہ ہے کہ جب عہد یاد دلانے سے فراغت ہوئی اور وہ عہد کہ مشتمل اوپر آٹھ تکلیفوں کے ہے اور جمع کرنے والا ہے تمام انواع تکلیفات کو اس واسطے کہ تکلیف یا بدنی ہے یا مالی ہے اور ہر ایک ان میں سے یا عام ہے یا خاص بدنی عبادت مطلق ہے کہ آدمی تمام اعضا اور قوتوں اپنی کو مستعد بجالانے حکم اور امر الٰہی کا کر کے منتظر ہے مانند غلام کے کہ روبرو خاوند اپنے کے با رادہ بجالانے حکم اس کے کھڑا ہے اور طرف اس تکلیف کے اشارہ کیا ہے ساتھ اس لفظ کے کہ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ اور تکلیف بدنی کہ خاص ہے نماز ہے کہ خاص وقتوں میں اور خاص شرطوں اور رکنوں معین کے مقرر ہوئی ہے اور تکلیف خاص مالی زکوٰۃ ہے اس واسطے کہ زکوٰۃ خاص ہے ساتھ مالک نصاب کے اور ساتھ گزرنے برس کے اور ساتھ مستحقوں معلوم کے اور ساتھ جنسوں معین کے اور تکلیف مالی عام کہ شرط اُس کی قدرت ہے اور سبب اس کا یا نسب ہے یا غیر نسب اور نسب تین حال سے خالی نہیں یا سابق ہے جیسے کہ والدین یا مقارن ہو جیسے کہ اور رشتہ دار اور تیسرے یہ کہ لاحق ہو جیسے کہ یتیم بچے کہ اگرچہ کسی سے اُن کی قرابت نہ ہو مگر شارع نے بسبب مرجانے باپ کے اُن کو بمنزلہ اولاد تمام مسلمانوں کے ٹھیرا دیا ہے تاکہ سب لوگ اُن کے اوپر شفقت کریں اور تکلیف مالی کہ بدون نسب کے پائی جاوے اس کے دو

Marfat.com

سبب ہو سکتے ہیں یا احتیاج اور مفلسی کہ بسبب اُس کے مال خرچ کیا جائے جیسے کہ مسکینوں کی خدمت میں یا ہم جنس ہونا یعنی شرکت آدمی ہونے میں لیکن یہ بات تمام آدمیوں کے ساتھ پائی جاتی ہے اور تمام آدمیوں پر مال کے ساتھ احسان کرنا ممکن نہیں پس اُن کے ساتھ میں سوائے احسان قولی اور خوبی اخلاق کے اور شئے میسر نہیں ہو سکتی جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے انکم لن تسعوا الناس باموالکم و لکن سعوھم باخلاقکم یعنی تم سے یہ ممکن نہیں کہ ساتھ مال اپنے کے تمام آدمیوں کے ساتھ سلوک کر سکو لیکن چاہیئے کہ ساتھ اخلاق اپنے کے سب کے ساتھ پیش آؤ اب بطریق توبیخ اور عتاب کے بنی اسرائیل کے فرقے کو فرماتے ہیں کہ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ یعنی پھر منہ پھیرا تم نے اس عہد سے باوجود مضبوط اور مستحکم کرنے اُس کے کے اور تمام اُن آٹھوں تکلیفوں کو ضائع کیا اِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ مگر تھوڑی سی جماعت نے تم میں سے جیسے عبداللہ بن سلام اور اسد اور اسید بیٹے کعب رضی اللہ کے اور مانند اُن کے جنھوں نے متابعت پیغمبر وقت اپنے کی اختیار کی اور بیچ توحید ادا کرنے حقوق العباد و حقوق اللہ کے راسخ قدم ہوئے پس باوجودیکہ توڑ ڈالنے اس عہد محکم اور ضائع کرنے اُن آٹھ تکلیفوں عمدہ کے کس طرح توقع اس بات کی رکھتے ہو کہ تم کو زیادہ چند روز سے عذاب نہ ہو حالانکہ بعضی تکلیفیں ان میں ایسی ہیں کہ اُن کے چھوڑنے سے مدت دراز تک دوزخ میں رہ جیسے کہ نافرمانی والدین کی اور ترک کرنا نماز کا اور کاش بعد اس کے تدارک اس روگردانی کے کرتے اور اُس عہد شکنی کو ساتھ اصلاح کے بدلتے لیکن تم روز بروز اس عہد شکنی میں ترقی کرتے ہو۔ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ یعنی اور تم نے منہ پھیرنے کی حکموں الٰہی سے عادت پکڑلی ہے اور موافق اس قول کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ اثر اس روگردانی کا بیچ جوہر نفسوں تمھارے کے محکم ہو گیا ہے اور بمنزلہ سوء مزاج مستحکم کے قابل علاج کے نہیں رہا اور اگر بنی اسرائیل اس زمانے کے کہیں کہ روگردانی اور نافرمانی اور توڑنا اس عہد کا تمام گروہ ہمارے سے نہیں ہوا بلکہ بہت لوگ ہمارے فرقہ میں سے بیچ توحید الٰہی اور ادا کرنے توحید کے ثابت قدم ہیں خصوصاً ہم لوگ کہ اس زمانہ اور اس مکان میں ہیں بیچ ادا کرنے تکلیفات شرعی کے قصور نہیں کرتے ہیں پس بسبب بد اعمالی بزرگوں ہمارے کے ہمارے اوپر طعن متوجہ نہیں ہوتا ہے تو جواب اُن کے میں عہد دوسرا یاد دلا اور کہہ

Marfat.com

یہود سے اخذ میثاق اور عہد شکنی کا بیان

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد تمھارا محکم اوپر اس کے کہ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ یعنی آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور اس عہد کو بھی مانند اس مقصد سے عہد توحید کے خبر کی صورت میں لائے تاکہ جانو تم کہ خون کرنا ایک دوسرے کا قریب کفر اور شرک کے ہے بیچ برائی اور قباحت کے اور اسی واسطے احکامات الٰہی میں یہ بات مقرر ہے کہ بعد شرک کے سب کبیروں سے بڑا کبیرہ ناحق خون کر دینا ہے اور مثل پہلے حکموں کے یہ حکم بھی بہت تاکید کے ساتھ تم کو کیا ہم نے کہ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ یعنی نہ نکالو تم ہم مذہبوں اپنے کو گھروں اپنے سے اس واسطے کہ جلا وطنی بھی آفت ہے قریب مرنے کے پس بیچ حکم خونریزی کے ہے اور ایسے بڑے بڑے گناہوں کے کرنے میں باوجودیکہ عہد اور پیمان ان کے چھوڑ دینے کے کر لئے ہیں نہایت سخت عذاب مستحق ہونا سمجھنا چاہیے اور قریب عذاب کفر اور شرک کے ان گناہوں کے عذاب کو تصور کریں اور نکالنا آدمی کا اپنے گھر سے کس طرح پر ہوتا ہے ادنیٰ اُن کا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہمسایہ میں آ کر رہے اور یہ شخص اس کو ستانا اور تکلیف دینا شروع کرے یہاں تک کہ وہ لاچار ہو کر اس گھر کو چھوڑ دے پس جیسے اس نے ناحق اس شخص کو اپنے گھر سے نکالا ہے حق تعالیٰ بسبب اس کے اسکو موروثی گھر اپنے سے کہ وہ بہشت ہے نکالے گا اور تم نے اس عہد کو قبول کر لیا ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ یعنی پھر تم نے اقرار بھی کر لیا کہ ہم نے اس عہد کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور قبول کر لیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنی اور تم کہ اس زمانہ میں گواہی بھی دیتے ہو ساتھ اس اقرار بزرگوں اپنے کے اور انکار اس کا نہیں کرتے ہو ثُمَّ یعنی پھر بعد اس اقرار اور گواہی کے اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ یعنی تم کہ اس وقت یہاں حاضر ہو توڑتے ہو تم دونوں عہد کو کہ حق تعالیٰ نے ساتھ بزرگوں تمھارے کے نہایت تاکید کے ساتھ لیا تھا اور بطریق اخبار کے اس کو ذکر کیا تھا اور یہ عہد شکنی تمھاری مشابہت ساتھ تکذیب خبر الٰہی کے رکھتی ہے العیاذ باللہ منہ اس واسطے کہ تم تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی مارتے ہو تم گروہ ہم مذہب اور ہم قوم اپنے کو کہ حقیقت میں اپنے تئیں مارتے ہو اس واسطے کہ ساتھ حکم شرع کے قصاص تمھارے اوپر واجب ہوتا ہے اور واجب القتل ہوتے ہو اور صورت اس واقعہ کی اس طرح سے تھی کہ بیچ گرد و نواح مدینہ منورہ کے دو فرقے یہود کے رہتے تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر

اور اندر مدینہ منورہ کے بھی دو فرقے انصار کے رہتے تھے اوس اور خزرج اور بنو قریظہ نے اوس کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ ہم تمہارے شریک ہیں اور بنو نضیر خزرج کے ساتھ ہم قسم ہوتے تھے اور جس وقت درمیان اوس اور خزرج کے جنگ و جدال ہوتا بنو قریظہ اوس کی طرف ہو جاتے اور بنو نضیر خزرج کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے کو مارتے اور قتل کرتے بنو قریظہ کے ہاتھ سے بہت سے بنو نضیر مارے جاتے اور بنو نضیر کے ہاتھ سے بہت سے بنو قریظہ مارے جاتے اور یہ معاملہ ان کا سالہا سال سے جاری تھا اور ہرگز تدارک اس کا نہیں کرتے تھے اور اس کام پر ندامت کا اظہار بھی نہ کرتے تھے اور کاش اوپر اسی قدر کے تم کفایت کرتے لیکن تم اور بھی اس کے اُوپر بڑھاتے ہو وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ یعنی نکالتے ہو تم ایک فرقہ کو گروہ ہم مذہب اپنے سے اُن کے گھروں سے اور وہ گروہ وہ آدمی تھے کہ لڑائی میں مغلوب ہوتے تھے اور در صورت اُن کے مارے جاتے اور یہ لوگ اُس گروہ کو ضعیف جان کر اوپر تصرفات اُن کے کے متصرف ہوتے اور اگر تم کہو کہ ہم قصداً گروہ ہم مذہب اپنے کو نہیں مارتے ہیں اور نہ انکو نکالتے ہیں بلکہ واسطے محافظت قسم اور عہد کے کہ اپنے ہم عہدیوں کے ساتھ باندھ لیا ہے امداد اور کمک اُن کی کرتے ہیں اور اُس کے بیچ میں مارنا اور نکالنا لازم آتا ہے ہم ناچار ہیں کہتے ہیں ہم کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی باتوں کا عہد پیشتر اس سے لیا تھا کہ تم نے عہد اُن لوگوں سے کر لیا ہے اور قتل اور جلا وطنی حرام کر دی تھی اور حرام فعل میں مدد اور اعانت کرنی اُسی حرام میں شریک ہونا ہے اور شک نہیں کہ تم تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی پشت پناہی کرتے اور مدد دیتے ہو اوپر مارڈالنے اور نکالنے ہم مذہبوں اپنے کے ساتھ ایسے فعل کے کہ فی نفسہ وہ گناہ ہے اور بیچ حق برادر دینی اپنے کے تعدی ہے اور ظاہر ہے کہ جیسے کہ ظلم حرام ہے مدد کرنی ظالم کی اوپر ظلم اُس کے کے بھی حرام ہے اور اس جگہ ایک شبہ قوی ہے کہ اصل میں یہ شبہ معتزلوں کے اوپر کیا گیا ہے اس واسطے کہ وہ اللہ کے اوپر عدل کرنا واجب کہتے ہیں اور اس جگہ ہمارے اوپر بھی ہو سکتا ہے کہ اگر مددگاری ظالم کی حرام ہے پس حق تعالیٰ کس واسطے ظالم کو اوپر ظلم کے قدرت دیتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جیسے حق تعالیٰ نے قدرت ظلم کی ظالم کو بخشی ہے ویسے ہی اُس کو ظلم سے منع بھی فرمایا ہے اور اُس کے حق میں وعید سخت بیان کی ہے بخلاف آدمی کے کہ جس وقت مددگاری کسی ظالم کی کرے زیادہ تر باعث

Marfat.com

ظلم کروانے پر ہوتا ہے اور ظلم اس کی نظروں میں نیک دکھلائی دیتا ہے اور اگر حق تعالیٰ ظالم کو قدرت اوپر ظلم کے نہ دیتا معاملہ تکلیف اور امتحان کا موجود نہ ہوتا اور مدار جزائے نیک اور بد کا اسی کے اوپر ہے اور جس وقت بندوں کو قدرت ظلم کی اوپر نہ ہوتی پس باز رہنا بندوں کا ظلم سے بسبب بے مقدوری کے ہوتا نہ بسبب ایمان اور تابعداری حکم کے اور جبکہ آدمی کو ساتھ آدمی دوسرے کے ایسی قدرت دینے کی تکلیف کے اندر حاجت نہیں ناچار آدمیوں کے درمیان میں آپس میں امداد اور اعانت کرنی ظلم کی مطلقاً حرام اور ممنوع ہوئی اور عجب یہ ہے کہ بیچ مارنے اور جلاوطن کرنے ہم مذہبوں اپنے کے اس قدر مرفہ نہیں رکھتے ہو وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ یعنی اگر آتے ہیں آگے تمہارے ہم مذہب قیدی ہو کر فدیہ اُن کا دے کر قید سے خلاص کروا لیتے ہو مثلاً اوس اور خزرج کی لڑائی میں اگر کوئی شخص بنو قریظہ کا بیچ ہاتھ خزرجیوں کے اسیر ہوتا تھا بنو نضیر اُس کو خرید کے آزاد کر دیتے اور اگر بنو نضیر میں سے کوئی بیچ ہاتھ اوسیوں کے گرفتار ہوتا بنو قریظہ اُس کو زر دے کر خلاص کروا لیتے اور اگر کوئی اُن سے کہتا کہ تم آپس میں جنگ اور قتال کرتے ہو اور ایک دوسرے کو جلاوطن کرتے ہو پھر قیدیوں کو زر دے کر کس واسطے چھڑاتے ہو جواب میں کہتے کہ ہم کو خدائے تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ جس وقت دین کے بھائیوں ہمارے میں سے کسی کے ہاتھ میں قیدی دیکھیں ہم اس کو ہر طرح سے چھڑالیویں اور لڑائی ہماری آپس میں محض بسبب دُنیاداری کے ہے اس واسطے کہ اگر لڑائی کرنے سے بیٹھ رہیں مطعون ہو جاویں اور ننگ ہم کو لاحق ہو جاوے کہ جن کے ساتھ ہم نے عہد کر لیا ہے اُن کی مدد نہ کی اور بھی حاجت کے وقت ہماری مدد نہ کریں گے اور انتظام ہمارے دُنیا کے کاموں کا جاتا رہے گا....

حق تعالیٰ جواب کے کو باطل فرماتا ہے کہ جیسا کہ خلاص کروانا برادر دینی کا مخالفوں کی قید سے اوپر تمہارے فرض تھا اور تم اُس کو بجالاتے تھے اور اسی واسطے عہد شکنیوں کے بیان میں اُس کو بیان نہیں کیا ایسے ہی لڑائی اور خونریزی بھی آپس میں اوپر تمہارے حرام تھی وَهُوَ یعنی حال یہ ہے کہ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ یعنی حرام ہے اوپر تمہارے نکالنا ہم مذہبوں اپنے کا اور جب نکالنا حرام ہوا قتل کرنا اور مدد اوپر قتل کے کرنا بالاولیٰ حرام ہوا اور اُن چیزوں کو بے دھڑک عمل میں لاتے ہو پس معلوم ہوا کہ تم عمل کرتے ہو موافق بعضے عہدوں کے اور توڑتے ہو بعضے عہدوں کو اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ یعنی آیا پس ایمان لاتے ہو تم ساتھ بعضے حکموں کتاب اپنی کے کر

Marfat.com

خلاص کروانا یعنے قیدیوں کا ہے ظالموں کے ہاتھ سے وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یعنی اور کفر کرتے ہو تم ساتھ یعنے حکموں اسی کتاب کے کو قتل کرنا اور جلاوطن کرنا ہم مذہبوں اپنے کا ہے حالانکہ ایمان لانا ساتھ کتاب کے متجزی نہیں یعنی جب تک کل کتاب کے اوپر ایمان نہ لاؤ گے مومن نہ ہوگے بلکہ اس طرح سمجھنا چاہیے کہ اگر ایک حکم کیا تو کتاب اپنی کا انکار کر گئے بالکل کافر ہوگئے پس جبکہ تم نے ایک حکم کا انکار بالکل کافر ہوگئے پس فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ یعنی پس کیا ہے جزا اس شخص کی کہ یہ کام کرے خواہ کسی گروہ کا ہو خصوصاً مِنْكُمْ یعنی تم میں سے کہ اپنے تئیں اہل کتاب اور تابعداری کرنے والے اس کتاب کی کے کہتے ہو خود انصاف کرو تم اور ظاہر ہے کہ جزا اس کی نہیں اِلَّا خِزْیٌ یعنی مگر ذلت سخت کہ بسبب اس کے تنگی کی جاتی ہے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی زندگی دنیا کی میں جیسا جزیہ لینا ساتھ کمال اہانت کے اور خراج لینا ساتھ کمال اہانت کے اور خراج لینا ساتھ مار دھاڑ کے اور نہ قبول کرنی گواہی اس کی اور نشست و برخاست اور ہر محفل اور راستہ میں ذلیل اور حقیر کرنا اور جیسا کہ قتل کرنا اور قید کرنا اور لوٹنا مال کا اور جلا دینا گھروں کا چنانچہ بنو قریظہ اور بنو نضیر پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ہاتھ سے یہی حال واقع ہوا کہ تمام بنو قریظہ کو قتل فرمایا اور عورتوں اور بچوں ان کے کو لونڈی اور غلام بنا لیا اور بنو نضیر کو ساتھ کمال رسوائی کے جلاوطن کیا۔ یہاں تک کہ بھاگ کر خیبر کو چلے گئے اور پھر خیبر میں سردار ان کے مقتول ہوئے اور عورتیں قید میں پڑیں اور باقی رہے ہوئے کھیتی کرنے والے اور خدمتی مسلمانوں کے ہوئے اور یہ سب باتیں اس واسطے ہوئیں کہ انھوں نے خدا کے عہدوں کا توڑ کر پاس خاطر ان لوگوں کی کی جن کے ساتھ عہد کر لیا تھا پس خدا کے عہد کو ہلکا اور حقیر جانا اور کاش ان کے تئیں اوپر اسی سزا کے کفایت ہوتی لیکن دنیا اور ذلت دنیا کی ایک دن تمام ہو جاوے گی وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ یعنی اور دن قیامت کے پھیرے جاویں گے طرف سخت ترین عذاب کے کہ مثل عذاب دنیا کے بعد مدت معین کے موقوف ہونے والا نہیں اس واسطے کہ یہ لوگ خدا کے عہدوں کے توڑنے میں مبالغہ کرتے تھے اور وہ عہد نہایت محکم اور مضبوط تھے اگر حق تعالیٰ ان کے عذاب کرنے میں مبالغہ نہ فرماوے جاہلوں کے وہم میں آوے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حال سے غافل ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنے اور نہیں ہے خدا غافل

ہے جزیہ کمال اہانت کے لینا ساتھ کمال ذلت و خواری (margin note, partly illegible)

Marfat.com

اُس چہرے سے کہ کرتے ہو کہ بارہا عہدوں اس کے کو توڑتے ہو اور پاس دوستی اور آشنائی اپنی کا اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم رکھتے ہو اور کس طرح آخرت میں سخت تر عذاب میں گرفتار نہ ہوں اس واسطے کہ بسبب اس کے انھوں نے کوئی چیز آخرت کے نفع کی اپنے واسطے باقی نہیں رکھی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ یعنی یہ لوگ وہ گروہ بے عقل ہیں کہ خریدا انھوں نے زندگانی دنیا کی کو بدلے آخرت کے جس وقت حکم ہم عہدیوں اپنے کا قبول رکھا اور حکم خدا کا خاطر میں نہ لائے اور جبکہ آخرت کو بیچ ڈالا پھر کیا توقع کسی نفع کی آخرت کے نفعوں میں سے رکھیں فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس سبک نہ کیا جاوے گا اُن سے عذاب اس واسطے کہ سبک ہونا عذاب کا بھی ایک نوع کا نفع اخروی ہے کہ بسبب عنایت الٰہی کے بندہ اسکا مستحق ہوتا ہے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی اور نہ ان کے تئیں کوئی مدد کرے گا کہ عذاب خدا کے کو ساتھ زور کے ان سے دفع کرے جیسے کہ دنیا میں ہم عہدیوں اپنے سے یہی توقع رکھتے تھے پس معلوم ہوا کہ وہ لوگ موافق اقرار اور گواہی اپنی کے مستحق سخت عذاب ابدی کے ہیں اور اپنے قول کو کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ہے خود جھوٹا کرتے ہیں اس جگہ جاننا چاہیے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یعنی حکم شریعت کے کہ موافق طبیعت اور عادت اس کی کے ہوں قبول کرے اور جو کہ مخالف طبیعت اور عادت اُس کی کے ہو اُس کے قبول کرنے میں قصور کرے سو ایسا عمل کچھ کام نہیں آئے گا مثلاً ایک شخص ہے کہ شراب کو اپنے مزاج کے مضر جان کر یا مخالف وضع خاندان اپنے کے دیکھ کر چھوڑ دے اور زنا کو پوشیدہ کرتا ہے پس چھوڑنا شراب کا اُس کے حق میں موجب ثواب کا نہ ہوا اس واسطے کہ بسبب اتباع شریعت کے اُس کو نہ چھوڑا اگر بمقتضائے طبیعت اور رسم کے پیروی شریعت کی کرے لیکن کوئی بات مخالف ظاہر کے بھی نہ کرے البتہ اُس میں اصلاح رسم کی ہو سکتی ہے اور اسی واسطے علماء اس قسم کی عبادت میں مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ ایسی بندگی سے کہ رسم کی جہت سے ہو وہ گناہ کہ جس میں صفائی ہو بہتر ہے۔ بیت

جرمے کہ رخت ما بحریم صفا کشید   بہتر ز طاعتے کہ بعجب و ریا کنند

بعضوں نے کہا ہے کہ طاعت ریا والی بہتر گناہ بے توبہ سے ہے اور فیصلہ درمیان دونوں گروہوں کے یہ ہے کہ اصلاح نفس اور تہذیب اُس کی میں گناہ کہ جس میں ندامت اور خجالت ہو بہتر اس بندگی سے ہے

Marfat.com

کر ساتھ خود پسندی اور ریا کے ہو اور بیچ اصلاح رسم و رواج شریعت کے بندگی ریاوالی گناہ
سے بہتر ہے واللہ اعلم اور اگر کہو تم کہ یہ سب عہد شکنیاں ہماری بیچ قتل اور اخراج ہم جنسوں
کے اور مددگاری ظالموں کی اور سوا اس کے اور چیزوں میں متحقق ہوئیں لیکن ان کے سبب سے
کفر نہیں ہو گیا اصل میں یہ چیزیں فسق میں شمار کی جاتی ہیں اور عذاب فاسق کا اخیر کو موقوف
ہو جاویگا اور ہمیشہ نہیں رہنے کا کہتے ہیں ہم منقطع ہو جانا عذاب فاسق کا اُس صورت میں ہے
کہ کفر کی طرف پہنچ نہ گیا ہو بخلاف اس فسق تمھارے کے کہ انکار بعضے احکام الٰہی کا اُس میں
پایا گیا اور کفر کی حد کو پہنچ گیا اور احاطۂ خطیئہ کی نوبت پہنچی اور اگر اس سے بھی قطع نظر کریں
پس عہد ایمان کا ساتھ پیغمبروں کے کہ بمنزلہ توحید کے ہے اُس کو توڑ ڈالا یہاں تک کہ عوض
ایمان کے کہ پیغمبروں کے اوپر لانا چاہیئے ان کو قتل کر ڈالا تم نے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
یعنی اور البتہ دی ہم نے موسیٰ کو کتاب کہ توریت تھی اور اُس کتاب میں تمام عہد اور پیمان
الٰہی مذکور تھے اور سب عہدوں سے بڑا عہد یہ تھا کہ ہر وقت کے پیغمبروں کی اطاعت کرو
تم اور ساتھ اُن کے ایمان لاؤ اور راہ تعظیم اور توقیر کی اُن کے ساتھ جاری رکھو حضرت ابن
عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیاں توریت کی عنایت ہوئیں حضرت
موسیٰؑ نے اپنے اندر طاقت اُن کے اٹھانے کی نہ دیکھی حق تعالیٰ نے واسطے ایک ایک آیت کے
اُٹھانے کے ایک فرشتہ مقرر کیا وہ بھی نہ اُٹھا سکے بعد اس کے ایک ایک سرے پر ایک ایک
فرشتہ بھیجا وہ بھی نہ اُٹھا سکے جب حضرت موسیٰؑ کو اور فرشتوں کو عظمت اور ثقل معنوی اس
کتاب کی معلوم ہوئی اور قدر اُس کی اُن کے ذہنوں میں جانشین ہوئی حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اب
اوپر تیرے اٹھانا اس کتاب کا ہلکا کریں گے حضرت موسیٰؑ اُس کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لائے
وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور لائے ہم پیچھے حضرت موسیٰؑ کے بہت رسولوں کو کہ حضرت
یوشع اور حضرت الیاس اور حضرت الیسع اور حضرت شمویل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان
اور حضرت شعیا اور حضرت ارمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیر اور حضرت حزقیل اور حضرت
زکریا اور حضرت یحییٰ اور سوا اُن کے چار ہزار آدمی تھے اور سب اوپر شریعت حضرت موسیٰ کے
چلتے رہے اور مقصود بھیجنے اُن کے سے جاری کرنے احکام اُس شریعت کے تھے کہ بسبب تکلس

Marfat.com

اور سستی بنی اسرائیل کے محو ہو جاتے تھے اور بسبب تحریفات عاملوں بے عمل کے بدل جاتے تھے پس یہ رسول پیغمبر بنی اسرائیل کے مانند علمائے ربانیین اور مجددین اس امت کے دین کے ہیں جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان اللہ تعالیٰ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا اس امت میں ہر صدی میں ایسا شخص کہ تازہ کرے گا اس امت کے واسطے دین اُس کا پس تم میں ایسے لوگ ہوتے کہ انھوں نے ان پیغامبروں میں سے بعضوں کا انکار کیا اور بعضوں کو جیسے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا کو جان سے مار ڈالا اور اگر کہو تم کہ یہ پیغمبر ایسے معجزے بڑے بڑے نہ رکھتے تھے جیسے کہ حضرت موسیٰ رکھتے تھے اس واسطے ہمارے بزرگوں کو ان کے اندر شبہ پڑا اور بسبب غلط فہمی کے اُن کی تکذیب کی اور مار ڈالا ہم کہتے ہیں کہ بعد اُس کے اور پیغمبروں نے بڑے بڑے معجزے تم کو دکھلائے اور تم نے ہرگز یقین کیا وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ اور دیئے ہم نے عیسےٰ مریم کے بیٹے کو معجزے روشن جیسے کہ زندہ کرنا مردہ کا اور اچھا کرنا اندھے مادر زاد کا اور برص والے کا اور پیدا کرنا پرند جانور کا اور خبر دینی غیب سے اور خود بخود دیکھنا توریت کا اور اور سوا اس کے کہ حضرت موسیٰ کے معجزوں سے کم نہ تھے بلکہ باعتبار بعض وجوہ کے زیادہ معلوم ہوتے تھے خصوصاً اس جہت سے کہ ایک چیز خاص حضرت عیسیٰ کو دی تھی اور حضرت موسیٰ کو اُس قسم کا معجزہ نہیں دیا تھا اور وہ یہ ہے کہ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی اور مدد دی ہم نے عیسیٰ کو ساتھ روح القدس کے اور روح القدس نام اس اسم الٰہی کا ہے کہ حضرت عیسیٰ بدانفاس اُس اسم کے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور بیماروں کو بسبب ہاتھ پھیرنے اور دم کرنے کے اچھا کر دیتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ روح القدس نام جبرئیل کا ہے اور بموجب حکم الٰہی کے ہمیشہ حضرت عیسیٰ کی رفاقت اور اعانت میں رہتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ روح القدس عبارت روح پاک سے ہے کہ بیچ بدن حضرت عیسیٰ کے پھونکی گئی تھی ارواح اور روحوں سے کسی وجہ سے ممتاز تھی اور اضافت اس کی طرف قدس کے حاتم الجود کے قبیلہ سے ہے اور وہ روح ملکی تھی کہ عوارض بشری کم رکھتی تھی حاصل یہ ہے کہ تائید کرنی ساتھ روح القدس کے باعتبار کسی معنی کے جو حضرت عیسیٰ کے خواص میں سے تھی پس اُن کی تکذیب کرنی کس وجہ سے معذور نہ تھی اور عیسیٰ لغت عبرانی میں بمعنی السیوع کے ہے اور ...

الیسوع کے مبارک کے ہیں اور مریم لغت عبرانی میں بمعنی خادم کے ہے اور ہرگاہ کہ اُن کی ماں نے اُن کے تئیں واسطے خدمت بیت المقدس کے نذر کیا تھا اُن کا نام مریم رکھا گیا اَ یعنی آیا توڑا تم نے عہد محکم ہمارا بیچ حق اُن پیغمبروں کے بغیر شبہ اور دست آویز اور عذر کے سوا اس کے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ مخالف طبیعت تمہاری کے حکم فرماتے تھے فَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ یعنی پس ہرگاہ کہ آتا تھا طرف تمہارے کوئی پیغمبر ان پیغمبروں میں سے بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ یعنی ساتھ اُس حکم کے نہیں چاہتے تھے دل تمہارے اس حکم کو اسْتَكْبَرْتُمْ تکبر کرتے تھے تم قبول کرنے اُس کے سے فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ پس بعضوں کی اُن میں سے تکذیب کرتے تھے وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ یعنی اور ایک گروہ کو ان میں سے قتل کرتے تھے تم مانند حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے زعم میں اگرچہ حقیقت میں اُن کے اوپر دستیاب نہ ہوئے لیکن ان کی شبیہ کہ اور شخص تھا اس کو دار پر کھینچا اور مانند پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ایک بار سحر کیا اور ایک بار زہر دیا اور ایک بار دیوار کے نیچے فریب سے بٹھلا کر چاہا کہ ایک پتھر بھاری اُوپر سے اُن کے اُوپر ڈال دیں لیکن حق تعالیٰ نے ہر حال میں اُن کو محفوظ رکھا اور اسی نکتہ کے جتلانے کے واسطے قتلتم فرمایا بلکہ صیغہ مضارع کا لاتے اس واسطے کہ اب تک وہ بیچ فکر قتل پیغمبروں کے تھے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اثر زہر کا کہ بکری کے گوشت میں خیبر میں کیا تھا ہر برس عود کرتا ہے اور اُس کے سبب سے درد گلے کا اور خناق پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس وقت معلوم کرتا ہوں کہ بسبب اثر اُس کے کے رگ میری جان کی چیری گئی پس حقیقت میں وفات اس نبیؐ کی بھی بوجہ قتل اُن کے کے تھی اور اس نہج کا ارشاد کہ اس آیت میں بیان فرمایا تھا نہایت بلاغت اُسکے اندر پائی گئی گویا ارشاد فرماتے ہیں کہ وصف رسالت کی تمہارے نزدیک ایک شئے کو ان دونوں چیزوں میں سے تقاضا کرتی ہے تکذیب یا قتل اور یہ نہایت جہالت ہے کہ ساتھ بہترین مخلوقات کے بدترین معاملات سے پیش آؤ تم اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رُوح القدس جبرئیل ہے اور بخاری اور دوسری صحاح میں موجود ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم واسطے حسّان شاعر کے منبر مسجد میں رکھواتے تھے اور اشعار اُن کے کہ بیچ جواب شاعروں کفار کے کہتے تھے سنتے تھے اور اُس کے حق میں دُعا فرماتے تھے کہ اللّٰھمّ

Marfat.com

ایدنٰہ بروح القدس پس معلوم ہوا کہ تائید روح القدس کی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعض آدمیوں کو بطفیل متابعت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ایمان لانے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نصیب ہوتی تھی پس آں حضرت کو تائید اُن کی بالاولیٰ حاصل ہوگی اور ابن حبان نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روح القدس میرے سینہ میں پھونک مارتا ہے کہ کوئی جاندار نہیں مرتا ہے جب تک کہ پورا نہیں کر لیتا ہے رزق اپنا پس ڈرو تم خدا سے اور رزق کے ڈھونڈنے میں بہت کد و کاوش نہ کرو اور رُوح القدس کی صحبت کے خواص میں سے یہ ہے کہ زبیر بن بکار نے بیچ کتاب اخبار المدینہ کے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے ساتھ روح القدس ہم کلام ہوتا ہے زمین کو حکم نہیں کہ گوشت اس کا کھالے باقی رہا اس جگہ ایک سوال کہ اہلِ تفسیر وارد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کذبتم کو ساتھ صیغہ ماضی کے اور تقتلون کو ساتھ صیغہ مضارع کے کس واسطے لاتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ تکذیب پیغمبروں کی ایسی شے تھی کہ ہو چکی اور قتل پیغمبروں کا ابھی تک تمام نہیں ہوا اس واسطے کہ درپے قتل سب سے افضل پیغمبروں کے ہیں پس گویا اب تک مشغول قتل کے ساتھ ہیں اور ہر چند کہ قتل ان پیغمبروں کا بھی مستلزم تکذیب اُن کی کا ہے اور جب تک کہ قتل باقی ہے تکذیب بھی باقی ہے لیکن تکذیب پیغمبر کی ابتدائے بعثت اس کی میں حادث ہوتی ہے اور ایک دفعہ ہو چکی بخلاف قتل کے کہ بارہا اسباب اُس کے تیار ہوتے ہیں اور ان اسباب کے بار بار تیار ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ تکذیب نئی حادث ہوتی رہے بلکہ باقی رہنا تکذیب سابق کا کفایت کرتا ہے اس نکتہ کے واسطے تغیر اسلوب کی کی واللہ اعلم وَقَالُوْا یعنے اور کہتے ہیں یہود پیغمبروں کے قتل کرنے کے عذر میں کہ ہم نے ان کو کس واسطے مارا ہے کہ ہمارے نزدیک صدق ان کا ثابت نہیں ہوا ہر چند کہ عوام اور جاہل لوگ بسبب دیکھنے خارق عادتوں ان کی کے فریب کھا کر سچا جانتے ہیں اور ان کی طرف میل کرتے ہیں لیکن ہم مذہب اپنے میں اس قدر تعصب رکھتے ہیں کہ ہرگز ساتھ اس جوز اور مویز کے فریب نہیں کھاتے ہیں اور ہرگز طرف کسی شخص کے کہ برخلاف مذہب اور آئین ہمارے کے ہو ہر چند کہ خوارق اور کرامات اُس سے صادر ہوں رجوع نہ کریں گے اور فرمان برداری اُس کی نہ اختیار کریں گے اور اس بات میں اس حد کو ہم پہنچے ہیں کہ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ

یعنی دل ہمارے بیچ غلاف کے ہیں خوشامد اور چاپلوسی اور صفائی تقریر کی اُن میں اثر نہیں کرتی ہے اور فریب کی باتوں اور کرشمے دکھلانے سے تردد اور شبہ میں نہیں پڑتے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مقدمہ اس طرح نہیں بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی بلکہ لعنت کی ہے اُن کے تئیں اللہ تعالیٰ نے اور رحمت اپنی سے دُور ڈالا ہے اور حق بات کے سمجھنے اور قبول کرنے اُس کے کو اُن کے دلوں میں جگہ نہیں دی ہے اسی سبب سے ہے کہ نصیحت کرنے والوں کی طرف رجوع نہیں ہوتے ہیں اور حق بات سنتے ہیں پس ان کے تئیں اشتباہ ہو گیا کہ تعصب باطل کو تعصب حق سے جدا نہیں کرتے ہیں جو چیز کہ ان کو حاصل ہے یعنی باطل اور ناحق شئے کے اوپر جمے ہوتے ہیں اور اس کے اوپر مستحکم ہیں اور دعویٰ تعصب حق کا کرتے ہیں اور وہ اُن کو بالکل حاصل نہیں اور معنی تعصب حق کے یہ ہیں کہ دین حق کو قوت سے پکڑے اور ہرگز طرف دین اور آئین دوسرے کے نظر نہ کرے اور اوپر فریبوں اور دھوکے بازیوں اور شیطانیوں اور استدراجات جوگیوں اور راہبوں کے کان نہ لگاوے اور بسبب در پیش آنے مصیبتوں اور امتحانوں کے بیچ خوبی دین اپنے کے کسی طرح کا شک اور تردد پیدا نہ کرے اور یہ بات تمام دینوں کے اندر مستحسن ہے اور ہر زمانہ میں مطلوب ہے اور اپنے تئیں نیک اور غیر اپنے کو کہ نیک ہو بد جاننے اور یہ بات مردود اور معیوب ہے اور ان کے تئیں ان دونوں معنی میں امتیاز حاصل نہیں تعصب باطل کو حق جانتے ہیں اور بسبب حاصل ہونے اُس کے کے خود پسندی اور فخر رکھتے ہیں اور اگر وہ کہیں کہ جب ہم ملعون ہمیشہ کے واسطے اور راندے گئے اللہ کی جناب کے ہیں اور لیاقت قبول کرنے خطاب کی اور سمجھ حق بات کی ہمارے دلوں سے چھن گئی ہے پس ہمارے اوپر کیا گناہ ہم معذور ہیں ہم کہتے ہیں یہ عذر اُن کا نامسموع ہے اس واسطے کہ اگر یہ حالت اصل سے ہوتی اور بغیر مداخلت اُن کی کے دلوں میں پیدا ہوتی البتہ یہ معذور ہوتے لیکن یہ حالت ابتداءً جناب الٰہی کی طرف سے اُن کے اوپر تابعض نہیں ہوئی بلکہ بِكُفْرِهِمْ یعنی بسبب کفر اُن کے کے کہ جس وقت ایک معجزے اور ایک پیغمبر اور ایک حکم الٰہی کا انکار کیا ایک نوع کی سختی اور سیاہی اُن کے دلوں میں موجود ہو گئی اور جب دوسری بار معجزہ دوسرے اور پیغمبر دوسرے اور حکم دوسرے کا انکار کیا وہ قساوت زیادہ ہوئی یہاں تک کہ غلظت اور کثافت کی نوبت پہنچی جیسے کہ پانی کو سرما کے موسم

Marfat.com

میں بسبب ہوائے سرد کے جمنے لگتا ہے اور جب بار بار ہوائے سرد کھاتا ہے سخت ہوتا جاتا ہے ایسے ہی اُن کے دل جس وقت زیادہ سخت ہو گئے بالکل تاثیر نہیں قبول کرتے ہیں اور چونکہ بندہ کے اختیار سے قسم لعن اور دوری رحمت الٰہی سے بہ نسبت اُس کے پائی جاتی ہے اس میں جائے عذر نہیں اور اسی سبب سے ہے کہ اکثر یہ لوگ ساتھ کتاب اور پیغمبر اپنے کے ایمان نہیں رکھتے ہیں فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ یعنی پس بہت کم ایمان لاتے ہیں ساتھ حضرت موسیٰؑ اور توریت کے باوجود اس کے دعویٰ ایمان کا ان دونوں کے ساتھ رکھتے ہیں اور امام احمد نے ساتھ سند صحیح کے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل چار قسم ہیں ایک دل ایسا ہوتا ہے کہ صاف ہو اور اُس میں چراغ چمکتا ہے اور ایک دل ایسا ہوتا ہے کہ غلاف کے اندر ڈالا ہوا ہے اور اُوپر سے دھاگا لپیٹ کر خوب بند کر دیا ہے اور ایک اُلٹا اور اوندھا کیا ہوا ہوتا ہے اور ایک ایسا ہوتا ہے کہ ایک صفحہ اس کا سفید اور ایک صفحہ سیاہ۔ دل صاف اور روشن مومن کا دل ہے اور چراغ اس میں روشن نور ایمان کا ہے اور دل غلاف میں ڈالا ہوا دل کافر کا ہے اور دل اوندھا کیا ہوا دل منافق کا ہے کہ اس نے بعد ایمان لانے کے انکار کیا ہے اور دل دو رنگہ وہ دل ہے کہ جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہوں اور مثال ایمان کی کہ دل میں ہوتا ہے مانند سبزہ کے ہے کہ اس کے تئیں ستھرا پانی مدد دیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور مثال نفاق کی کہ دل میں ہو مانند ناسور کے ہے کہ مدام پیپ اور خون اُس سے نکلتا ہے ان دونوں جانب سے جو طرف کہ غلبہ کرتا ہے دوسرے کے احکام کو مغلوب کرتی ہے اور مضمون اس حدیث کا ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا اور ابن جریر نے حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں القلوب اربعة قلب اغلف فذلك قلب الكافر وقلب مجرو فيه مثل السراج فذلك قلب المومن وقلب معكوس فذلك قلب المنافق عرف ثم انكر وقلب مصفح فيه ايمان ونفاق فمثل الايمان فيه كمثل شجرة يمدها ماء طيب ومثل النفاق كمثل قرحة يمدها القيح والدم فاى المدتين غلبت على الاخرى غلبت عليه اور حاکم نے ساتھ سند صحیح کے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ گناہ کے کام اور خواہشیں نفسانی دلوں پر وارد ہوتی ہیں پس جس دل نے

کہ انکار اُس کا کیا ایک نقطہ سفید اُس دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس دل نے کہ انکار اس گناہ کا نہ کیا ایک نقطہ سیاہ اسکے دل میں پیدا ہوتا ہے پھر اگر دوسری بار وہی گناہ یا اور گناہ درپیش آیا اور اُس کا بھی انکار کیا سفیدی اس کی زیادہ ہو جاوے یہاں تک کہ سفیدی خالص ہو جاتی ہے پھر اُس کو کوئی گناہ نہیں ستاتا ہے اور اگر دوبار بھی انکار نہ کیا اور اس گناہ کو کر لیا سیاہی اس کی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ دل زنگ آلودہ اور اوندھا ہو جاتا ہے پس حق بات کو حق نہیں سمجھتا ہے اور باطل کو باطل نہیں جانتا ہے اور اسی مضمون کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے قال ان الایمان یبدو نقطۃ بیضاء فی القلب فکلما ازداد الایمان عظما ازداد ذلک البیاض فاذا استکمل الایمان ابیض القلب کلہ وان النفاق یبدو نقطۃ سوداء فی القلب کلما ازداد النفاق عظما ازداد ذلک السواد فاذا استکمل النفاق اسود القلب کلہ وایم اللہ لو شققتم عن قلب مومن لوجدتموہ ابیض ولو شققتم عن قلب منافق لوجدتموہ اسود حاصل اس کا یہ ہے کہ ایمان کے سبب سے دل میں سفیدی اور روشنی کا چمکارہ پیدا ہوتا ہے پس جس قدر ایمان بڑھتا جاتا ہے وہ سفیدی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے پس جس وقت ایمان کامل اور پورا ہوتا ہے تمام دل سفید اور نورانی ہو جاتا ہے اور نفاق کے سبب سے دل میں تھوڑی سی سیاہی آجاتی ہے اور جس قدر نفاق بڑھتا جاتا ہے سیاہی پھیلتی جاتی ہے اور جس وقت پورا منافق ہو جاتا ہے۔ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے اور قسم اللہ کی اگر چیرو تم دل مومن کا البتہ پاؤ گے تم اس کو سفید اور اگر چیرو تم دل منافق کا البتہ پاؤ گے تم اُس کو سیاہ اور دلیل اوپر اس کے کہ سختی یہودیوں کی اپنے دین میں جنس تعصب باطل اور حق پوشی کی سے ہے یہ ہے کہ انھوں نے پیغمبر وقت اپنے کی دیدہ دانستہ اور حقیقت اُس کی کو پہچان کر بغاوت اختیار کی اور طریق عناد کا قبول کیا اور تفصیل یہ ہے کہ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ یعنی ہر گاہ کہ آئی آگے اُن کے کتاب بانا انھوں نے کہ وہ کتاب مِّنْ عِندِ اللَّهِ یعنی خدا کے پاس سے ہے اس واسطے کہ بڑے بڑے بلغا آدمیوں میں سے معارضہ اُس کے سے عاجز ہوئے اور بھی دیکھا انھوں نے کہ وہ کتاب مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ یعنی موافق ہے ساتھ اُس چیز کے ہمراہ اُن کے ہے کتابوں پہلے نبیوں کی سے حالانکہ جو شخص کہ اُس کے اوپر یہ کتاب اُتری ہے بالکل اس کتاب کی واقفیت نہ رکھتا تھا خواہ اس کہ اُسکے ملک

میں رائج تھا اس کو بھی نہ لکھ سکتا تھا چہ جائیکہ خط عبرانی کی اور عبارت عربی کہ لکھی ہوئی ہوتی۔
اُس کو پڑھ بھی نہیں سکتا تھا چہ جائیکہ لغت عبرانی کی وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یعنی اور تھے یہ یہودی
پہلے اُترنے اس کتاب کے سے اقرار کرنے والے ساتھ نبوت اس شخص کے اور بزرگی اُس کی کے اُوپر
سب نبیوں کے اس واسطے کہ بیچ وقت لڑائی اور خوف شکست اپنی کے یَسْتَفْتِحُوْنَ یعنی طلب
فتح اور نصرت کی کرتے تھے جناب الٰہی سے ساتھ نام اُس پیغمبر کے اور جانتے تھے کہ نام اُس کا
اس قدر برکت رکھے ہے کہ بسبب ذکر اُس کے کے اور توسل پکڑنے ساتھ اُس کے فتح اور نصرت
حاصل ہوتی ہے عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی اُوپر اُن لوگوں کے کہ کفر قبول کیا اُنھوں نے بسبب
شریک کرنے غیر اللہ کے بیچ عبادت کے اور انکار پیغمبروں کا کیا پس گویا نام اس پیغمبر کا مقوی اور
مددگار تمام پیغمبروں کا جانتے تھے اور یہ بھی یقین کرتے تھے کہ یہ پیغمبر ولایت کا فرکشی اور دور کرنے دینوں
باطلہ کے اس حد کو پہنچا ہے کہ نام اُس کا قائم مقام ایک لشکر جرار کے ہے ابونعیم اور بیہقی اور
حاکم نے ساتھ اسناد صحیحہ اور طرق متعددہ کے روایت کی ہے کہ یہودی مدینہ کے اور یہودی خیبر کے
جس وقت ساتھ بُت پرستوں عرب کے یعنی فرقہ بنی اسد اور بنی غطفان اور جہینہ اور عذرہ
کے جنگ کرتے تھے مغلوب ہوجاتے اور شکست کھاتے لاچار ہوکر طرف دانشمندوں اور کتاب
اپنے کے رجوع کیا اُنھوں نے بعد تامل بسیار کے یہ دُعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت
میں پڑھا کریں پھر مغلوب نہ ہوئے اور فتح پاتے تھے دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اِنَّا نَسْئَالُكَ
بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی اٰخر الزمان
وبکتابك الذی تنزل علیہ اٰخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا یعنے اے
رب ہمارے سوال کرتے ہیں ہم تجھ سے ساتھ حق احمد نبی اُمی کے ایسے نبی کہ وعدہ کیا ہے تو نے اس
بات کا کہ ظاہر کرے اُس کو واسطے ہمارے بیچ آخر زمانے کے اور ساتھ برکت کتاب تیری کے کہ اُتارے گا
تو اُوپر اس کے پیچھے سب اُتری ہوئی کتابوں کے یہ کہ غالب کرے تو ہم کو اُوپر دشمنوں ہمارے
کے اور بھی ان سب محدثین ذکر کئے گئے اور امام احمد اور طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کی ہے
کہ بیچ محلہ ہمارے کے کہ محلہ بنی عبدالاشہل کا تھا ایک یہودی رہتا تھا ایک دن وہ یہودی اپنے
گھر میں سے باہر آیا اور بنی عبدالاشہل کی محفل میں گیا اور کھڑا رہا اور پکار کر کہا اور میں اُن دنوں

Marfat.com

میں صغیر سن تھا کہ اے مشرکو اور بُت پرستو انہیں جانتے ہو کہ بعد مرنے کے کیا ہوتا ہے ہم سب نے کہا کہ
بارے تو کہہ کیا ہوگا کہا کہ تمام آدمی بعد موت کے زندہ ہوں گے اور دوزخ ظاہر ہوگا اور حساب
اعمال کا اور میزان موجود ہوگی اور ہر ایک کو موافق عمل اُس کے کے جزا ملے گی کہا ہم نے یہ بڑی بعید
بات کہتا ہے تو کہا اُس نے قسم خدا کی کہ اگر بدلے آگ اُس دن کے مجھ کو دُنیا میں بڑے تنور میں کہ
آگ سے بھرا ہوا ہو ڈال کر بند کر دیں اور آخرت کی آگ سے مجھ کو نجات ہو جاوے میں آرزو میری
ہے ہم نے کہا دلیل تیرے سچے ہونے کی کیا ہے کہا دلیل اس کلام کے کی پیغمبر ہے کہ عنقریب
مکہ اور یمن کی طرف سے ظاہر ہوگا اور جو کچھ میں کہتا ہوں تمھارے اوپر ثابت کر دے گا کہا ہم نے
وہ پیغمبر ہوگا اُس یہودی نے بائیں اور دائیں مجلس کو دیکھا اور میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر
اس نوجوان کی عمر بڑی ہووے البتہ زمانہ اُس پیغمبر کا پاوے مسلمہ بن قیس کہتا تھا کہ چند روز گذرے
کہ خبر پیغمبر ہونے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور ہوئی اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ
منورہ میں پہنچے ہم سب ساتھ رزگی اسلام کے مشرف ہوئے اور وہ یہودی ویسا ہی کافر رہا اور
بغاوت اور حسد کرتا تھا ہم اُس کو ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فلانے تجھ کو کیا بلا ہوئی کہ
تو کافر رہا کیا تجھ کو وہ بات یاد نہیں کہ ہم سے کہی تھی تو نے وہ کہتا تھا ہاں یاد ہے مجھ کو لیکن
یہ شخص وہ پیغمبر موعود نہیں حاصل یہ ہے کہ یہودی پیشتر آنے اس پیغمبر اور اس کتاب کے سے ساتھ
وجہ کل کے احوال دونوں کا جانتے تھے یعنی چونکہ پیغمبر اور کتاب کو دیکھا نہ تھا اتنا جانتے تھے کہ
ایسا پیغمبر آئیگا اور ایسی کتاب اُس کے ساتھ ہوگی اور بعد آنے ان دونوں کے علم جزئی بھی حاصل
ہوا یعنی مشاہدہ کر کے شناخت کرلی فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا یعنی پس جب اُن کے پاس
وہ چیز کہ پہچانا یعنی انھوں نے اس چیز کو اور اس بات کو کہ اُس کے پیشتر سے جانتے تھے اُور
اُس کے مطابق اپنے ہیئت اور شکل اور حالت ولادت اور مکان اور خصلتیں اور اخلاق اُن کے اور
واقعات کو تیرہ برس کی مدت میں اُن کے وقت پیشتر آتے تھے ویسے ہی تھے جیسے کہ جانتے تھے اور
کتاب کہ اوپر اُن کے اتاری ہوئی تھی اعجاز لفظی اور معنوی اور راہ و مناہج شریعت اُس کی کے
اور حکمتیں کہ اُس در یہ کی اور رعایت مصلحتیں تمام کی سب ملاحظہ میں موجود تھیں کَفَرُوْا بِهٖ یعنی
منکر ہوئے اس سے از روئے عناد اور حسد کے اور یہی ہے علامت تعصب باطل کی کہ لعنت

سابق بھی اُسی کے آثار سے ہے اور لعنت دوسری کے لاحق ہے یہ بھی اُسی کے آثاروں میں سے ہے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ یعنی پس لعنت خدا کی ہے اوپر ان کافروں کے کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی کرتے ہیں اور بسبب بغاوت اور عناد اور حسد کے انکار حق صریح کا کرتے ہیں حالانکہ اوپر ذمہ اُن کے کہ خصوصاً بمقتضائے عہود توریت اور عہود پہلے پیغمبروں کے واجب اور لازم تھا کہ کمال کوشش اور سعی بیچ اس نصرت دین اور اس پیغمبر کے صرف کریں تاکہ جانوں اپنی کو مطالبہ پورا کرنے ان عہدوں کے سے خلاص کریں پس یہ لوگ اس معاملہ میں مانند اُس غلام کے ہوئے کہ بعوض مال کے گرو تھا اور اگر وہ مال کسب کر کے ادا کرتا خلاص ہو جاتا اور یہ بات ہو سکتی تھی لیکن اُس غلام کی عقل نے طریق خلاصی کا یہ سوچا کہ اصل سے اُس مال کا انکار کیا اور یہ کہنے لگا کہ اس شخص کا کہ جس کے ہاتھ میں گرو ہوں میرے اوپر کچھ نہیں بلکہ اس دعوے میں یہ جھوٹا ہے اور تمسک اُس کا بھی جعلی ہے ایسے ہی اُن لوگوں نے انکار نبوت اس پیغمبر اور اس دین اور اس ابطال حقیت اس کی کو وسیلہ خلاص کرنے اپنے کا ذمہ داری اُن عہدوں واجب الوفا کے سے مقرر کیا پس بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ یعنی بُری چیز ہے کہ خرید لیا انھوں نے ساتھ اُس چیز کے جانوں اپنی کو اس واسطے کہ جانیں اُن کی بعوض ادائے تکلیفات شرعیہ اور پیدا کرنے عہود کے کہ بابت اتباع کے اُن سے لئے گئے تھے گرو تھیں کہ اگر خلاف اس کا کریں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو دیں اور انھوں نے چاہا کہ اُن جانوں کو اس گرو سے خلاص کریں اور عذاب خدا کے سے امن میں رہیں اور وجہ خلاصی کی سوائے اس کے انھوں نے نہ پائی کہ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی یہ کہ انکار کریں علامتوں اور صفتوں پیغمبر آخر الزماں کا کہ توریت میں موجود تھیں اور ایسے ہی انکار کریں قرآن کا بھی وہ دلیل صدق اور حقیت اُس کی کی ہے تاکہ اس سبب سے نصرت اور اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا نہ پڑے اس واسطے کہ وجوب نصرت اور اتباع کا موقوف اوپر شناخت اس پیغمبر اور دین اس کے تھا اور متفرع اوپر اعتقاد صدق اور حقیت اس کی کے اور جب کہ یہ شناخت اور یہ اعتقاد حاصل نہ ہوا وہ وجوب بھی متحقق نہ ہوا اور کاش ان کو جہل واقعی یہ کفر اور انکار کرواتا اور فی الحقیقت صدق اس رسول کا اور حقیت اس دین کی اُن کے تئیں حاصل نہ ہوتی کہ اس صورت میں مستحق ایک غضب الٰہی کے ہوتے۔

Marfat.com

بسبب قصور نظر اور چھوڑنے تأمل کے بیچ نصوص توریت کے اور دلائل قرآن کے جیسے کہ اُن کا فرض کے اندر یہی بات تھی لیکن ان لوگوں کو فی الحقیقت یہ جہل اور نادانی نہ تھی بلکہ کیا اُنھوں نے جو کچھ کیا بَغْیًا یعنی از راہ ضد کے اور مکروہ رکھنے اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ یعنی اس بات کے کہ اُتارے خدا تعالیٰ وحی اپنی کو کہ مِنْ فَضْلِہٖ یعنی اپنے فضل سے کہ وحی جنس فضل اور عطائے الٰہی سے ہے کچھ عمل نیک کی اُجرت نہیں اور نہ اثر اپنے کمال سے حاصل کر سکے پس پہنچتی ہے اللہ کو یہ بات کہ اس کو نازل فرماوے عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ یعنی اوپر جس کسی کے کہ چاہے بندوں اپنے بغیر کسی عمل اور استحقاق کے پس اس انکار میں کئی وجہ سے کفر میں پڑے اول یہ کہ کفر کیا ساتھ کتاب اپنی کے اور اُس کی نصوص کو تحریف کیا دوسرے یہ کہ کفر اور انکار کیا ساتھ قرآن کے باوجود ظاہر ہونے دلائل حقیت اس کی کے تیسرے یہ کہ انکار کیا اور مکروہ رکھا ایک عمدہ فعل کو اللہ کے فعلوں میں سے ساتھ عقل ناقص اپنی کے پس گویا اور پر خدا کے اعتراض کیا کہ وحی کو اس جگہ نہ بھیجنا چاہیے تھا چوتھے یہ کہ پیغمبر وقت کے ساتھ حسد کر کے قابل رسالت کا نہ جانا اور اُس کے کمالوں سے آنکھ ڈھانپی اور مجرد اس بات کے کہ بنی اسرائیل کے گروہ میں سے وہ نہ تھا اگرچہ کمالات خلقی اور عملی دونوں اُس میں بحد اعتبار سے انکار کیا اور اپنے تئیں محض اس بات کے کہ فرقہ بنی اسرائیل میں سے ہیں لائق مرتبہ رسالت کے جانا پس اہل کو نا اہل اور نا اہل کو اہل قرار دیا فَبَآءُوْ یعنی پھرے وہ مقام سوداگری اور تجارت کے سے کہ اس سے خلاص جانوں اپنی کا قصد کیا تھا بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ یعنی طرف غصہ اللہ کے کہ نیچے اُس کے اور غصہ ہے گویا غصہ الٰہی کو تو بر تو حاصل کر کے لاتے اور اس ترکیب کو عرب کے لوگ بیچ مقام بیان کثرت شئے کے استعمال کرتے ہیں چنانچہ عرف میں رائج ہے کہ کہتے ہیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اور اس بات کی حاجت نہیں کہ فقط دو ہی قسم کا غصہ بیچ وقت اُس کے ملحوظ کریں بلکہ کثرت متمول قسموں غصہ کی کہ پہلے اُن کا ذکر ہو چکا بیچ وقت استعمال اس کے منظور ہے اور جبکہ انھوں نے بسبب ان وجوہات کفر کے پشتارہ غصہ الٰہی کے اپنے اُوپر اُٹھایا ہے۔ اعتقاد تخفیف عذاب کا قیامت کے دن یا منقطع ہونا اس عذاب کا چند روز میں بہت بعید ہے اور کس طرح عذاب ان کا ہلکا اور منقطع ہو جاوے حالانکہ اُنھوں نے بسبب قتل اور تکذیب پیغمبروں کے قصد ذلیل کرنے ایسے شخص کا کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُس کو دونوں جہان میں عزت دی ہے اور

Marfat.com

بسبب عطا کرنے معجزوں کے اُس کو سچا کیا ہے پس قطع نظر وجہ کثرت غضب کے سے اُن کے اندر ایک وجہ غضب کی کہ وہ کفر ہے بلاشبہ پائی جاتی ہے وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور واسطے کافروں کے عذاب ہے ذلیل کرنے والا کہ ہرگز بعد گزرنے مدت کے عزت ان کو حاصل نہ ہوگی اور اصلی حال پردہ عذاب رہے گا اور نہ تخفیف قبول کرے گا اس جگہ معلوم ہوا کہ ہر عذاب ذلیل کرنے والا نہیں ہوتا ہے جیسے کہ عذاب گنہگار مسلمانوں کا کہ محض واسطے پاک کرنے اُن کے کے آلودگی گناہوں کی سے ہے نہ واسطے اہانت اور ذلیل کرنے کے ساتھ دلیل قول اللہ تعالیٰ کے وَلِلّٰهِ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یعنی اور ہے واسطے اللہ کے عزت اور رسول اُس کے کے اور واسطے مسلمانوں کے پس عذاب گنہگاروں ایمانداروں کا اس قسم سے ہے جیسے کہ باپ شفیق اپنے بیٹے کے اوپر اس کے نفع کے واسطے زجر اور توبیخ اور گوشمالی وغیرہ کرے یا مثل غسل اور حجامت اور مالش حمام کی ہے کہ واسطے پاک کرنے اُس کے کے گرد وغبار اور میل مٹی سے کیا جاتا ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اہل کتاب کے تئیں باوجود جاننے اُن کے کے احوال اُس رسول کا اور ظاہر ہونے دلائل حقیت اُس کی کے بخصوص پہلی کتابوں کی سے کئی چیزیں اس بات کے اوپر باعث ہوئیں کہ انھوں نے انکار کیا اور متابعت اور موافقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کی اوّل یہ کہ بعضوں کو ان میں سے ایسا گمان تھا کہ نبی آخر الزماں چاہیئے کہ بنی اسرائیل میں سے ہو اس واسطے کہ خاندان رسالت کا یہی خاندان تھا اور جبکہ وہ احفاد بنی اسمٰعیل میں سے تھے متابعت اُن کی گوارا نہ ہوئی اور اکثر عوام اور جاہلوں کو یہی باعث تھا کہ خاندان پرستی شیوہ اُن کا ہے اور منصبوں کی لیاقت خاندانوں میں موروثی اعتقاد کرتے ہیں حد سے کہ یہ کہ بعضے اُن میں سے اپنے تئیں اہل کتاب اور جاننے والے احکام الٰہی کے جان کر پیغمبروں کی دعوت سے بے پروا اور بے احتیاج جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر پیغمبر کی حاجت اس زمانہ میں ہر سو عرب کے لوگوں کو ہے کہ کبھی اُن کے اندر کتاب نہیں اُتری اور اُمی محض ہیں پس نبوت اُس پیغمبر کی خاص ساتھ گروہ عرب کے ہے اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بھی دین اپنے کی دعوت کی اور بعضے حکم اُن کی کتابوں کے منسوخ کئے حسد اور سرکشی ان کو جہل اور واسطے انکار نبوت اور مقابلہ اور لڑائی کے تیار ہوئے تیسرے یہ کہ علماء اور دانشمندوں اُن کے نے باوجود جاننے اس بات کے کہ نبوت اس پیغمبر کی عام ہے تمام آدمیوں

Marfat.com

اور جنوں کو اور یہ کہ پیغمبر آخر الزمان بنی اسماعیل ؑ سے ہوگا نہ بنی اسرائیل میں سے اور ہمارے پیدائش اُس کی مکہ ہے اور قوم اس کی قریش ہے یہ اندیشہ اور فکر کیا کہ اگر ہم نے اس پیغمبر کی تابعداری کر لی سرداری اور کمائی ہماری جاتی رہے گی اور رشوتیں اور نذریں اور تحفے کہ رہا یا اور حاکموں جہان کے سے لیتے ہیں یک قلم نیست و نابود ہو جائیں گے ناچار طریق عناد اور عداوت کا اختیار کیا اور دیدہ و دانستہ اصرار اوپر انکار اُس کے کیا اور قرآن مجید میں احوال ان تینوں گروہ کے جدا جدا بھی اور ملے ہوئے بھی ذکر ہوتے ہیں اور ان آیتوں میں اکثر احوال تینوں گروہ کے ایک ساتھیاں کئے اس واسطے کہ اصل مادہ کفر اُن کے کا خود پسندی اور بڑائی اپنی ہے اور لائق رسالت کے اپنے ہی تئیں جاننا اور اپنے آپکو پیغمبروں اور رسولوں سے مستغنی اور بے پروا ٹھہرانا ہے کہ لفظ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ کا اسی کے اوپر دلالت کرتا ہے باقی رہی اس جگہ کئی بحثیں کہ مفسرین اُن کا تعرض کرتے ہیں، اول یہ کہ لما کلمۂ شرط کا ہے اور شرط کے واسطے جزا اور جواب چاہیے اور یہ کلمہ اس آیت میں دو جگہ آیا ہے اول بیچ ولما جاءھم کتاب من عند اللّٰہ مُصَدِّقٌ لّما معھم کے اور دوسرے بیچ فلما جاءھم مّا عرفوا کفروا بہ کے اور جزا اُس کی دوسری جگہ کفروا بہ واقع ہوئی ہے اور پہلی جگہ ایسی کوئی چیز مذکور نہیں ہوئی کہ قابلیت جواب کی رکھے اس کی توجیہ کس طرح کرنی چاہیے جواب اس کا یہ ہے کہ جواب لَمّا کا پہلی جگہ محذوف ہے اور شرط اگلی اس کا قرینہ ہے اور اصل عبارت اس طرح سے ہے ولمّا جاءھم کتاب من عند اللّٰہ مصدّق لّما معھم عرفوا انہ حق فلما جاءھم ما عرفوا بہ کفروا بہ اور بعضے اہل عربیت نے کہا ہے کہ حقیقۃً جواب اس کا کفروا بہ ہے گو بحسب ظاہر کے جواب لما جاءھم ما عرفوا بہ کا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ لمّا کو بیچ مقام دوسرے کے محض واسطے تاکید کے لاتے ہیں بسبب طول کلام کے اور ظن اس بات کے کہ سننے والے کو کلمہ لمّا سے کہ ابتدائے آیت میں ہے غفلت ہوگئی ہو جیسا کہ بیچ فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب کے بعد لا تحسبن الّذین یفرحون کے مقرر کیا گیا ہے اور اس توجیہ میں ایک خدشہ باریک ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے لمّا کو تکریر اور تاکید کے واسطے کہنا اس وقت مناسب ہوتا ہے کہ مدلول مابعد اُس کے کا

Marfat.com

اور مدلول مابعد دوسرے کا ایک چیز ہو بغیر کمی و بیشی کے جیسے کہ بیچ لا تحسبن الذین یفرحون اور فلا تحسبنھم کے موجود ہے اور اس جگہ درمیان دونوں مدلولوں کے تغایر اور تفاوت ظاہر ہے اس واسطے کہ آنا کتاب کا کہ جس میں تصدیق پہلی خبروں کی ہو مستلزم اس بات کو نہیں کہ معرفت بھی اُن کی حاصل ہو جاوے اور یہ ظاہر ہے مگر یہ کہ معرفت کو حمل اوپر اس کے کیا جاوے کہ استعداد قریب معرفت کے ہو جاوے اور اس طرح کہنے میں بعد ہے اور بعضے مفسرین نے اس طرح کہا ہے کہ جواب لمّا کا پہلے مقام میں ساتھ قرینہ جزا آئندہ کے محذوف ہے یعنی کذبوہ واستھانوا کہ لفظ کفروا بہ کا اس پر دلالت کرتا ہے اور اس توجیہ میں بھی خلل ہے اس واسطے کہ اس سورۃ میں لفظ فلما کا ساتھ فار تفریع اور تعقیب کے مناسب نہیں جیسے کہ اوپر صاحبوں سلیقہ کے پوشیدہ نہیں اور یہ کہ تکذیب اور استہانت عین کفر ہے پس مرتب ایک جزا کا اوپر دو شرطوں متغایر کے کہ ایک عام ہے اور ایک خاص لازم آتا ہے حالانکہ لازم عام کا لازم خاص کا ہے دوسری بحث یہ ہے کہ اشترا لغت عرب میں بمعنی خریدنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہودیوں نے بسبب کفر کے جانوں اپنی کو برباد کیا نہ یہ کہ خریدا پس معنی بئس ما اشتروا بہ انفسھم کے کیا ہوویں گے جواب اس کا یہ ہے کہ پیشتر بیچ تفسیر اس آیت کے گذرا کہ یہودیوں نے ساتھ اس کفر کے قصد اس بات کا کیا کہ اپنی جانوں کو کہ بیچ عہد اور پیمان اس امر کے کہ نصرت اور اتباع اس پیغمبر کی کریں گے گرو تھیں خلاص کریں اور جو کوئی کسی چیز کو گرو سے چھڑاتا ہے خریداری اُسی چیز کی کرتا ہے پس تعبیر کرنی اس معاملہ سے ساتھ اشترا کے مناسب ہوئی اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ اشتروا بہ ساتھ اس طریق کے کہ اشترین ساتھ معنی شریٰ کے ہے یعنی مزید بمعنی مجرد کے اور شریٰ ساتھ معنی بیع کے ہے جیسے کہ بیچ آیت ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کے اور جبکہ کفر کو بسبب طمع اور حسد کے اختیار کیا گویا جانوں اپنی کو بیچ جگہ ہلاکت کے ڈالا اور بیچ ہاتھ موکلوں دوزخ کے بیچا لیکن اس توجیہ میں خلاف عرف اور استعمال کا لازم آتا ہے اس واسطے کہ اہل عربیت نے ایسا کہا ہے کہ اشترا اور ابتاع استعمال عرب میں خاص خریدنے کے معنی میں آتا ہے اور باع اور شریٰ خاص ساتھ معنی بیچنے کے اور مبایعت اور مشارات مشترک ہے دونوں

قرآن کے انکار اور قتل انبیاء کا بیان

معاملوں میں حاصل کلام کا دلیل صریح اوپر اس بات کے ہے کہ یہودیوں نے یہ معاملہ نقصان والا محض حسد کی بنا پر اختیار کیا گویا جانوں اپنی کو بیچ جگہ ہلاکت کے ڈالا اور شریعت اس پیغمبر کے ان کا رد یہ ہے کہ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی جب کہا جاتا ہے اُن کے تئیں کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اُس چیز کے کہ اُتارا ہے اُس کو اللہ نے خواہ توریت ہو خواہ انجیل خواہ قرآن مجید اس واسطے کہ سبب وجوب ایمان کا علاقہ عبودیت اور ربوبیت کا ہے بندہ کے اوپر واجب ہے کہ اطاعت حکم خاوند اپنے کی کرے خواہ وہ حکم اس کی طرف بواسطہ گروہ اپنے کے پہنچے یا بواسطہ غیر کے اور یہ علت سب کتابوں کے اندر مشترک ہے بیچ جواب کے قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا یعنی کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے اُوپر گروہ ہمارے کے کہ مراد بنی اسرائیل سے ہے اور اس قید لگانے سے احتراز کرتے ہیں اُس چیز سے کہ اوپر غیروں بنی اسرائیل کے نازل ہوئی ہے مثل انجیل کے اور قرآن کے پس مکروہ جانتے ہیں اُتارنے کتاب کو اوپر غیر بنی اسرائیل کے اور حسد کرتے ہیں اُوپر اُن نبیوں کے جن کو یہ کتابیں دی گئی ہیں وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ یعنی اور منکر ہوتے ہیں اُس چیز سے کہ سوائے کتاب اپنی کے ہے باوجودیکہ وہ چیز کہ جس کے سبب سے ایمان لانا ساتھ اُس کے واجب ہے اُن کے اعتقاد کے موافق بھی پایا جاتا ہے وَهُوَ یعنی اور وہ یہ بات ہے کہ وہ کتابیں فی نفسہا الحق یعنی سچی اور مطابق واقع کے ہیں باعتبار مضمونوں اور دلیلوں اپنی کے اور باوجود اس کے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ یعنی موافق ہے ساتھ اُس چیز کے کہ ہمراہ اُن کے ہے یعنی کتاب کہ جس کے اوپر دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب چیز فی نفسہ دلیل کے ساتھ سچی اور مطابق واقع کے ہو اور مع اُس کے اُس شئے کے ساتھ مطابق ہو جس شئے کو وہ سچا جانتے ہیں پس ایسی چیز کا یقین نہ کرنا صریح دلیل تعصب باطل کی اور عناد کی ہے لان مطابق المطابق مطابق یعنی اس واسطے کہ مطابق مطابق کا مطابق ہے پس بیچ کلام اُن کے کہ اگر تامل کیا جاوے صریح تناقض آتا ہے اس واسطے کہ دعوٰی ایمان کا توریت کے ساتھ رکھتے ہیں اور جو چیز کہ موافق توریت کے ہے اُس کا انکار کرتے ہیں پس حقیقت میں یہ انکار انکار توریت کا ہی ہے اور ایمان لانا ساتھ انجیل اور فرقان کے اُن کے اوپر لازم آتا ہے اور اسی جہت سے یہ کلام اُن کے کہ صریح تناقض اور تخالف اُس میں ہے محتاج جواب کے نہیں اور اگر چاہے کہ تو

Marfat.com

بیچ جواب اُن کے کے مشغول ہوئے پس بطریق تنزل کے اس دعوے اُن کے کو تسلیم کرکے جواب میں قُلْ یعنی کہہ کہ اگر ایمان تمھارا ساتھ توریت کے صحیح ہے پس توریت سے یہ مضمون نکلتا ہے کہ عہد ایمان لانے کا ساتھ ہر نبی کے لازم ہے کہ بعد اس کے آوے پس کیا سبب ہے کہ تم ساتھ نبیوں آنے والے کے ایمان نہیں لاتے ہو اور اگر تم کو تمسک بالتوریت منع کرتا ہے اس بات سے کہ جو نبی منسوخ کرنے والا بعضے احکام توریت کا ہے اُس کے اُوپر ایمان لاؤ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ یعنی پس کس واسطے قتل کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو کہ پہلے ہو چکے ہیں اور کسی نے ان میں سے احکام توریت کے منسوخ نہیں کئے بلکہ واسطے رواج دینے احکام توریت اور تائید شریعت موسویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہوئے تھے مثل حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اگر تم سچے ہو دعوے ایمان میں ساتھ توریت اور شریعت حضرت موسیٰ کے اور احتمال ہے کہ معنی آیت کے اس طرح ہوں کہ جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ ایمان لاؤ ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری ہے اللہ نے اس زمانہ میں یعنی قرآن مجید کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ اس قدر کے کہ ہمارے اوپر اُتری ہے مضمونوں اور حکموں قرآن کے سے یعنی جو حکم کہ مشترک ہیں درمیان کتابوں ہماری کے اور اس کتاب کے اور انکار ساتھ اُس چیز کے کہ سوائے اس قدر مشترک کے ہے مثل اُن احکام کے کہ منسوخ کرنیوالے توریت کے ہیں حالانکہ وہ بھی بیچ حقیت اور تصدیق کرنے توریت کے برابر اُسی قدر کے ہیں جس کا وہ یقین کرتے ہیں پس اُن کے جواب میں کہہ کہ اگر سبب وجوب ایمان کا نزدیک تمھارے یہی ہے پس جن پیغمبروں نے کہ پہلے ہو چکے ہیں اور انھوں نے مخالفت توریت کی نہیں کی ہے اور اس کے حکموں کو منسوخ نہیں کیا ہے اُن کو کس واسطے قتل کیا تم نے اگر تم ساتھ توریت کے ایمان رکھتے ہو باقی رہا بیان کرنا نکتہ اس بات کا کہ تَقْتُلُوْنَ کو ساتھ صیغۂ مضارع کے کس واسطے لاتے ہیں حالانکہ لفظ من قبل کا صراحۃً دلالت کرتا ہے اوپر اس کے کہ یہ قتل زمانہ ماضی میں ہو چکا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ راضی ہونا ساتھ مقتول ہونے شخص کے یعنی بیچ حکم قتل اُس شخص کے ہے اور جبکہ اس زمانہ کے لوگ اس فعل شنیع بزرگوں اپنے کے سے راضی تھے اُن کو بھی قاتل مقرر کرکے اسناد فعل مضارع کی اُن کی طرف کردی گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ تم کس واسطے اس زمانہ میں انبیاؤں گزرے ہوؤں کو قتل کرتے ہو بطریق رضامندی کے ساتھ فعل

Marfat.com

بزرگوں اپنے کے کہ وبال اس فعل شنیع کا کہ مدتوں پہلے تمھارے وجود سے ہو چکا ہے اب اعمال نامہ تمھارے میں بھی لکھا جاتا ہے بلکہ کفر تمھارا منحصر اس میں ہی نہیں کہ بعد حضرت موسیٰ کے کتنے نبیوں کو اپنے زمانہ میں مارا ہے بلکہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی اس سے بھی بڑھ کر کفر تم سے سرزد ہوا وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوسٰى یعنی اور تحقیق آیا تھا تمھارے پاس موسیٰ کر اور شریعت اس کی کہ اپنے تئیں قائم جانتے ہو بلکہ ساتھ بہانہ ایمان شریعت اُس کی کے اور شریعتوں سچی کا انکار کرتے ہو بِالْبَيِّنٰتِ یعنی ساتھ معجزوں ظاہر کے مثل عصا اور ید بیضا اور پھاڑنا دریا کا کہ صریح دلالت کرتے ہیں اوپر اس بات کے کہ الوہیت اور عبادت خاص خدا کے واسطے ہے جل شانہٗ اور دوسرا اگرچہ کیسا ہی کمال امکانی کو پہنچ گیا ہو لیاقت معبودیت کی نہیں رکھتا ہے ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ یعنی پھر بنالیا تم نے گوسالہ بے عقل کو معبود مِنْۢ بَعْدِهٖ یعنی پیچھے جانے حضرت موسیٰ کے طرف کوہ طور کے کچھ زیادہ سفر نہ تھا اور وہ بھی تیس دن کہ اتنی مدت میں نہ دلالت معجزوں کی تمھارے نزدیک اعتبار سے جاتی رہی تھی اور نہ احکام لاتے ہوئے اُن کے منسوخ ہوتے تھے اور نہ منصب نبوت سے حضرت موسیٰ معزول ہو گئے تھے اور نہ اُنھوں نے اس جہان سے انتقال فرمایا تھا تاکہ بسبب نہ دستیاب ہونے معلم اور مرشد کے چپ و راست جاتے تم اور مانند ڈوبنے والے کے ساتھ ہر ایک تنکے اور گھاس کے سہارا ڈھونڈتے پس اُس وقت میں ایمان تمھارا ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شریعت اُن کی کے کہاں گیا تھا اور بیچ اس تھوڑی سی مدت غائب ہونے حضرت موسیٰ کے حکم عمدہ دین کا کہ توحید اور خاص کرنا عبادت کا خدا کے ساتھ ہے سامری کے کہنے سے کہ محض ایک مکار بازی گر تھا چھوڑ کر مخالف اُس حکم کے کہ کمال تخالف اور بُعد اُس کا طریقہ عقل اور انصاف سے اختیار کیا اس واسطے کہ گاؤ بے عقل کو اور خصوصاً صورت بنائی ہوئی بچہ اُس کے کو ساتھ جناب ربیت کے کیا شرکت اور مشابہت تھی کہ معبود بنالیا اور کس طرح حضرت موسیٰ کے حکم کو منسوخ قرار دیا حالانکہ شریعت موسوی کو قابل نسخ کے نہیں جانتے ہو مگر تم سے یہ بے انصافی بعید نہیں اس واسطے کہ جو کوئی خوگر کسی چیز کے ساتھ ہوتا ہے وہ چیز اُس کو بہت خفیف دکھلائی دیتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ وہ چیز نہایت قبیح اور شنیع ہو وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اور تم خوگر ہوتے ہو ساتھ ظلم کے گویا ظلم کو تمھارے تخم میں خمیر کر دیا ہے اور اسی سبب سے ہے کہ بے دھڑک یہ تلقین کرتے ہو یہ ہے حال

Marfat.com

تمہارے بزرگوں کا ساتھ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے اور اگر چاہو تم کہ حال ایمان اُن کے کا ساتھ توریت کے معلوم کرو تم پس قصہ دوسرا سنو وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد تمہارا اُوپر قبول کرنے احکام توریت کے اور جب توریت تمہارے رُوبرو پہنچی اور احکام اُس کے طبیعت اپنی پر شاق اور گراں دیکھے اُس عہد سے پھر گئے تم اور بیچ قبول کرنے ان حکموں کے حیلہ اور بہانہ کیا تم نے پس تم کو ساتھ زجر اور توبیخ کے اور خوف کھڑا کرنے پہاڑ کے سے اُوپر سروں تمہارے کے پھر اس عہد کے اُوپر لائے ہم وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ یعنی اور اُٹھایا ہم نے اُوپر سروں تمہارے کے پہاڑ کو تاکہ بسبب خوف گر پڑنے اُس سر کے عہد اپنے سے نہ پھرو اور کہا ہم نے ساتھ زبان حضرت موسیٰؑ کے کہ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ یعنی پکڑو تم اُس چیز کو کہ دیا ہے ہم نے تم کو حکموں توریت کے سے اور تکلیفات شاقہ اُن کی بِقُوَّةٍ یعنے ساتھ اُس قوت کے کہ بیچ اُٹھانے مشقتوں دُنیا کے خرچ کرتے ہو وَّاسْمَعُوْا اور سنو تم تمام وہ چیزیں کہ کہی جاتی ہیں ساتھ تمہارے بیچ توریت کے تاکہ کوئی چیز اوامر اور نواہی الٰہی سے فوت نہ ہو اور تمہارے حافظے سے باہر نہ جاوے قَالُوْا یعنی کہا اُن شخصوں نے بزرگوں تمہارے میں سے کہ اُس وقت میں حاضر تھے جس وقت پہاڑ گرنے سے ڈرے سَمِعْنَا یعنی سُنے ہم نے احکام توریت کے وَعَصَيْنَا یعنی اور نافرمانی کی ہم نے اُن احکام کی اس واسطے کہ ساتھ اس وضع کے قبول کرنا احکام شاقہ کا کارگر نہ ہوگا اس سبب سے کہ جب تک خوف پہاڑ کے گرنے کا ہمارے اُوپر ہے ناچار حرف تابعداری اور قبول کا زبان پر لاتے ہیں اور جب اس خوف سے نڈر ہو جاویں گے اور شہوت اور غصہ اور سستی اور پر حالت اصلی اپنی کے آویں گے بے اختیار صدور گناہ کا ہم سے ہوگا اور باعث اس کلمہ کے کہنے پر ایسی حالت میں کہ وقت نہایت خوف کا اور بھول جانے شہوت کی باتوں اور غصہ کا یہ تھا کہ محبت صورت پرستی کی اُن کے جوہر نفس میں محکم ہوگئی تھی وَاُشْرِبُوْا یعنی اور پلائی گئی تھی محبت گوسالہ کی کہ چند روز اُس کو پوجا تھا مانند پلانے جائے شراب کے کہ جلدی سے خالی جگہوں اور بدن کی طرفوں میں دوڑ جاتی ہے پس ٹھہرا دیا تھا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ یعنی بیچ دلوں اُن کے گوسالہ کو اور یہ تمام چیزیں ابتداءً اللہ کی طرف سے اُن کے حق میں نہ آئی تھیں تاکہ معذور اور مجبور رہتے اور مانند حیوانات کے اوپر حرکتوں اپنی کے عتاب کئے گئے نہ ہوتے بلکہ اس حالت کو جناب الٰہی

سے حاصل کیا بِکُفْرِهِمْ یعنی بسبب کفر اپنے کے کہ جب ایک بار انھوں نے خدا کی آیتوں کا انکار کیا اور وقت کے پیغمبر کو نہ مانا اُن کے دلوں میں ایک زنگ پیدا ہو گیا پھر جب بار دوسری اسی طرح سے حرکت کی وہ زنگ زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ حجاب دل کا بڑھ کر غلیظ ہو گیا اس حد تک کہ اثر ہدایت کے پہنچنے کو مانع ہوا اور مثال اس کی یہ ہے کہ کسی شخص نے پہلی بار ایک غذا مخالف کھائی کہ بسبب اُس کے ایک جھلی باریک اُس کی بینائی پر آگئی دوسری بار بد پرہیزی کی اُس کے بعد پھر کئی بار کی یہاں تک کہ جالا دلدار اُس پر آگیا اور تمام بینائی کو ڈھانپ لیا اور اندھا محض ہو گیا پس ان کو دعویٰ ایمان کا ساتھ توریت کے نہایت تاکید سے کرتے ہیں یہاں تک کہ ایمان اپنا منحصر اُسی کتاب مقدس میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں نومن بما انزل علینا و یکفرون بما وراءہ اور پھر بیچ وقت قبول کرنے حکموں اُس کتاب کے ایسے کلمات کفر کے کہتے ہیں بطریق سرزنش اور طعن کے قُلْ یعنی کہہ کہ اگر کہنا کلمہ عصینا کا اور پلا دینی محبت گوسالہ کی اپنی دلوں میں بھی ایمان تمہارے کا حکم ہے پس بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِیْمَانُكُمْ یعنی بہت بُری چیز ہے کہ حکم کرتا ہے ساتھ اُس کے ایمان تمہارا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی اگر تھے تم ایمان لانے والے ساتھ اُس کتاب مقدس کے اُس وقت میں جب یہ کلمے کہے تم نے اور یہ شراب محبت گوسالہ کی نوش کی تم نے اور اگر ساتھ اُس کتاب کے ایمان نہ تھا پس دعویٰ نومن بما انزل علینا کا باطل ہوا کہ عین وقت اُترنے توریت کے کفر اختیار کیا باقی رہیں اس جگہ بحثیں کئی کہ مفسرین اُس کا تعرض کرتے ہیں اول یہ کہ ظاہر آیت سے سمجھا نہیں جاتا ہے کہ بزرگوں اُن کے نے بیچ وقت کھڑا کرنے طور کے اُن کے سروں پر اور قبول کروانے احکام توریت کے یہ دونوں کلمے کہے ہوں یعنی سمعنا و عصینا اور یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ وقت وقت کمال خوف اور ڈر کا تھا اُس وقت میں ظاہر کرنا گناہ اور سرکشی کا موافق عادت بشری کے ممکن نہیں اسی واسطے بعضے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ضمیر قالوا کی راجع طرف تمام گروہ بنی اسرائیل کے ہے خواہ اصول ہوں خواہ فروع اور ان دونوں کلموں کو تمام اس گروہ نے بطریق تقسیم کے کہا بعضوں نے ایک کلمہ کہا اور بعضوں نے دوسرا یعنی باپ دادوں اور بزرگوں نے سمعنا کہا اور بیٹوں پوتوں وغیرہ نے عصینا کہا اور اسی نکتہ کے واسطے قالوا فرمایا ہے والا مناسب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلتم کے کہنے میں مظنہ اس بات کا ہوتا تھا

Marfat.com

کہ حاضرین اور مخاطبین نے سمعنا کا کلمہ بھی کہا ہر حال اگرچہ ان سے سوائے عصیان کے دوسرے وصف متحقق نہ ہوتے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ جو حاضر تھے وہ دو قسم تھے بعضوں نے سمعنا کہا اور بعضوں نے عصینا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ تمام گروہ بنی اسرائیل کے نے دونوں باتیں کہی ہیں لیکن سمعنا ساتھ زبان قال کے اور عصینا ساتھ زبان حال کے اور بعضے علماء اس طرح کہتے ہیں کہ فی الحال سب نے سمعنا کہا اور بعد اس کے کہ وقت بجالانے تکلیفات کا پہنچا اور وہ تکلیفیں اُن کے شاق ہوئیں عصینا کہا حاصل کلام یہ ہے کہ مدار اس اشکال کا اس کے اوپر ہے کہ سمعنا دلالت اوپر اطاعت کے کرتا ہے اور عصینا برخلاف اس کے پس جمع کرنا دو کلاموں متنافیین کا عاقل شخص سے خصوصاً وقت کمال خوف اور ہراس کے ظاہر کرنا گناہ کا کس طرح تجویز کیا جاوے اور اسی واسطے جواب میں کبھی ساتھ اختلاف قول کے یعنی بعضوں نے ایک کلمہ کہا اور بعضوں نے دوسرا اور کبھی ساتھ اختلاف زمانہ دونوں قولوں کے یعنی ایک زمانہ میں ایک قول کہا اور دوسرے زمانہ میں دوسرا قول اور کبھی ساتھ اختلاف آلہ قول کے کہ حال تھا یا قال تھا دفع اس اشکال کا ارادہ کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ سمعنا دلالت طاعت پر نہیں کرتا ہے پس مدلول کلام اُن کے کا محض نافرمانی ہے گویا اس طرح کہا کہ ہم سب نے اُن احکام کو کانوں سے سُنا لیکن اطاعت ان حکموں کی نہیں کریں گے پس جمع کرنا دو کلاموں متنافیین کا لازم نہ آیا اب بیان اس امر کا کرتے ہیں کہ قبول کرنا بنی اسرائیل کا کہ اُس وقت میں حاضر تھے احکام توریت کے کو بھی متواتر اور ثابت ہے اور یہ کلام بظاہر دلالت اوپر نہ قبول کرنے کے کرتا ہے اس کی کیا وجہ ہے اور یہ کہ اٹھانا محض واسطے قبول کروانے ان احکام کے تھا اور اگر یہ لوگ یہ کلمہ کہتے پس چاہیئے تھا کہ پہاڑ کو اُن کے اُوپر ڈالا جاتا اس واسطے کہ نافرمانی کی اور قبول نہ کیا کہتے ہیں ہم کہ حقیقت امر کی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے باوجود دیکھنے پہاڑ کے اپنے سروں پر اوّل میں اُن حکموں کو قبول کروانے پر جانا کہ پہاڑ کا لانا محض ڈراونی کیواسطے ہے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون کی شفاعت سے یہ حادثہ ہولناک مانند اور حادثوں کے دفع ہو جائے گا تکلیفیں شاقہ توریت کی کس واسطے اپنے اُوپر لازم کریں اُسی وقت میں یہ کلمہ انھوں نے کہا تھا اور جب دیکھا کہ بعد کہنے اس کلمہ کے پہاڑ زیادہ نیچے کو آیا اور نزدیک سروں کے پہنچا جانا انھوں نے کہ یہ ناز اور نخرے ہمارے مقبول نہ ہوں گے ناچار سجدہ میں گرے اور الفاظ قبول کرنے کے کہنے لگے اور سورۃ اعراف میں مفصلاً طرف اس قصہ

Marfat.com

کے اشارہ فرمایا ہے بیچ اس آیت کے کہ واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہٗ واقع بھم الی آخرھا یعنی اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ اُن کے اوپر جیسے سائبان اور ڈرے وہ کہ گر پڑے گا اُن پر اور اسی تقریر سے معلوم ہوا کہ ذکر اس قصہ کا بیچ اس مقام کے بعد ذکر کرنے واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور کے کہ بیچ شروع قصوں بنی اسرائیل کے درمیان رکوع ان الذین آمنوا کے گزرا ہے تکرار نہیں بلکہ یہ اول قصہ کا ہے اور وہ آخر قصہ کا مانند واذ قتلتم نفسًا فادٰرأتم فیھا کے بعد واذ قال موسٰی لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ کے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ابتدا قصہ بنی اسرائیل میں بعد ذکر خذوا ما آتینٰکم بقوۃ کے واذکروا ما فیہ واقع ہوا اور وہ دلالت کرتا ہے اوپر طلب یاد کرنے اور یاد رکھنے کے بعد سننے اور قبول کرنے کے ہوئے اور اس جگہ واسمعوا واسطے طلب سننے کے ہے اور ظاہر ہے کہ امر کرنا ساتھ سننے کے بیچ وقت عدم قبول کے ہے اور یہ کہ اس جگہ یہ کلام ثم تولیتم من بعد ذالک فلولا فضل اللہ علیکم ورحمۃ لکنتم من الخاسرین صریح دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ قبول کر کے بعد ایک مدت کے پھر گئے پس ان تمام قرینوں سے سمجھا گیا کہ اس جگہ میں بیان حال قبول کرتے اُن کے کا ہے کہ کس طرح بعد انکار کے قبول کیا اور پھر وقت کے اوپر پھر گئے اور اس جگہ بیان ابتدائے حال اُن کے کا ہے کہ اب تک قبول نہ کیا تھا پس اشکال سب طرح سے رفع ہو گیا اور توہم تکرار کا بھی جاتا رہا دوسری بحث یہ ہے کہ مقتضا ظاہر کلام کا یہ تھا کہ قلتم سمعنا وعصینا کہا جاتا جیسے کہ بیچ میثاقکم اور خذوا اور اسمعوا کہ الفاظ خطاب کے آئے ہیں ظاہر کو چھوڑ کر قالوا صیغہ غائب کا کس واسطے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ طریقہ اہل کرم اور بزرگوں کا ایسا ہے کہ آدمی کے گناہ کو اُس کے منہ پر ذکر نہیں کرتے ہیں اور بے ادبی اُس کی کو بالمشافہ اُس کی طرف نسبت نہیں کرتے ہیں بلکہ جس وقت بیان کرنا بڑے بڑے گناہوں مخاطب کا منظور ہوتا ہے التفات غیر کی طرف کر کے غائبانہ حال اُس کے سے خبر دیتے ہیں جیسے آقاؤں بڑے حوصلہ والوں کا اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ یہی معمول ہے اور اس جگہ بھی جب تک خدا تعالیٰ کو اپنی عنایتوں کا مثل اخذ میثاق اور رفع طور اور امر کرنا ساتھ اخذ کے اور سماع کے ذکر فرمانا تھا صیغہ خطاب کا لایا اور جب نوبت ذکر

Marfat.com

اس حرف تعلیل لائی کے کہ پہنچی توجہ طرف پیغمبر اور مومنین کے از راہ بطریق غیبت کے لفظ اُس حرف کی کی
موجب الزام دینا اور باطل کرنا دعوے ان کے کا کہ باس حرف تشنیع سے ثابت ہوا منظور رہا تو
بیچ بئسما یامرکم بہ کے ان کے تئیں مخاطب کیا لیکن بواسطہ پیغمبر کے گویا تبخاطب مشافہ
کا اُن سے سلب ہو گیا تیسری بحث یہ ہے کہ اشربوا بیچ استعمال فصحائے عرب کے دو معنی رکھتا ہے
ایک پلانا اور سیر کرنا اور وہ تفسیر کرگوری بنا اُس کی آتی ہے اسی معنی کے متقی اور اس مقام میں لفظ اشربوا
کا لانا بہت خوب اور خوش معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اگر اشربوا کے معنی پلانے کے ہوں ایسا جیسے
کہ پانی زمین کو پلاتے ہیں تو اُس کے سبب سے مادہ روئیدگی اور سبزیوں کا زمین میں حاصل ہوتا
ہے ایسے ہی محبت گوسالہ پرستی کی مادہ افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ ان کے کا ہوئی اور دوسرے معنی
اشربوا کے کسی ایک رنگ میں آمیزش رنگ دوسرے کی دینی جیسے کہ عرب کہتے ہیں ثوب مشرب
بحمرۃ یعنی کپڑا سرخی مائل اور اس استعارہ میں بھی حسن اور لطافت پائی جاتی ہے جیسے کہ رنگ
میں آمیزش رنگ دوسرے کی دینی جیسے محبت گوسالہ کی نے اور حرص عبادت اُس کی نے اُن کے دلوں
کو رنگین کیا چوتھی بحث یہ ہے کہ لفظ اشربوا کا صیغہ مجہول کا ہے دلالت اس بات پر کرتا ہے
کہ کسی اور نے اُن کے ساتھ یہ کام کیا ہے وہ شخص کون ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ سامری اور ابلیس نے
اور آدمیوں کے شیطانوں اور جنوں کے شیطانوں نے اُن کو اوپر عبادت گوسالہ کے فریفتہ کر کے
ساتھ اس رنگ کے رنگین کیا اور ساتھ اس شراب کے مست کیا اور اہل سنت کہتے ہیں کہ مسبب الاسباب
ایک ذات ہے تمام اسباب اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اگر ابلیس ہے بسبب گمراہ کرنے اُسی کے
یہ کام کرتا ہے اور اگر سامری ہے اُس نے بھی اس کی تعلیم سے یہ صنعت سیکھی ہے پانچویں بحث یہ
ہے کہ ایمان ایک صفت اور عرض ہے اور امر اور نہی کو عقل کے ساتھ تعلق ہے ایمان کا امر کرنا کیونکر متصور
ہو سکے لیکن جو چیز کہ باعث کسی فعل کے اوپر اور سبب اس کا ہوتی ہے اُس کو مشابہت ساتھ آمر
اور حکم کرنے والے کے حاصل ہے۔ پس اُس کی سببیت کو تعبیر ساتھ امر کے کرتے ہیں جیسے کہ
بیچ آیت ان الصلوۃ تنہٰی عن الفحشاء والمنکر کے ایسے ہی تشبیہ دیکر صلوۃ کو منع
کرنے والا قرار دیا ہے چھٹی بحث یہ ہے کہ گو ایمان شرعی بتعریف مشہور ہے اور افعال ذمیمہ کی
نسبت اُس کی طرف جیسا بئسما یامرکم بہ ایمانکم میں موجود ہے مناسب نہ تھی لیکن

Marfat.com

بیچ مقام الزام خصم معاند کے تحکماً نسبت اشیاد قبیحہ کی طرف اشیاد واجب التعظیم کے جائز رکھی ہے
ساتویں بحث یہ ہے کہ ترتیب اس کلام کی کہ ابتدا و قالوا قلوبنا غلف سے اس جگہ تک پہنچی
ہے موافق قاعدوں مناظرہ کے یہ ہے کہ مضمون قلوبنا غلف کا کہ یہودیوں سے صادر ہوا تھا
دعوٰی کمال تشدد اور سختی اپنی کا دین اپنے میں تھا کہ یہ امر نیک ہے اور حق تعالیٰ نے اس دعوے
کو اُوپر اُن کے رد فرمایا ساتھ اس طرح کے کہ یہ سب آثار لعن اور سختی دل کے ہیں کہ بسبب کفر
تمہارے کے تمہارے دلوں پر چھا گئی ہے پس بے التفاقی تمہاری طرف غیر دین اپنے کے اور
نہ تامل کرنا دلیلوں میں تعصب باطل کے قبیل سے ہے نہ تصلب حق کی قسم سے اور علامت اس
کی تین چیزیں ہیں اول یہ کہ قرآن اور پیغمبر آخر الزمان کو پہلے آنے سے انکے نہایت متبرک اور معظم جانتے
تھے اور ساتھ نام اُس کے کے اپنے مطلبوں میں وسیلہ ڈھونڈتے تھے جب یہ دونوں بیچ بنی اسمٰعیل
کے پیدا ہوتے اور بنی اسرائیل میں نہ ہوئے رگ حسد تمہارے کی جنبش میں آئی اور قول تمہارا ساتھ
انکار کے بدل گیا اور یہ دلیل صریح اوپر تعصب تمہارے کے ہے دوسرے یہ کہ تم کہتے ہو کہ سوائے
توریت کے کسی کتاب کا ہم کو یقین نہیں اگرچہ وہ کتاب موافق توریت کے ہو اور یہ علامت تعصب
کی ہے جیسا کہ کوئی دوست اپنا اگر اتفاقاً فوقنا کہے یقین کریں اور اگر کوئی دشمن اس کلام
کو کہے یقین نہ کریں اور جھٹلا دیں سو یہ تکذیب ہر شخص کے نزدیک باطل ہے اور اسی سبب سے ہے
کہ تم نے بنی اسرائیل کے نبیوں کو کہ ہرگز مخالفت توریت کی نہ کرتے تھے بلکہ توریت کے حکموں کو
مضبوط کرتے تھے حمیت اور جہالت کی راہ سے قتل کر ڈالا پس معلوم ہوا کہ مخالفت تمہاری
تعصب کی راہ سے ہے نہ تصلب حق کی جہت سے تیسرے یہ کہ تمہارے بزرگوں نے بیچ زمانہ حضرت
موسیٰ کے بھی بے التفاتیاں اور سرکشی اور اصرار اوپر محبت گوسالہ کے اور توڑنا عہدوں محکم کا
کیا پس اگر انھیں حرکتوں کو دین اور اسلام کی مضبوطی کہتے ہو پس بد چیز ہے یہ ایمان تمہارا
اور ان تینوں علامتوں میں کہ درمیان تعصب باطل اور تصلب حق کے کرنے والے ہیں ترقی ادنیٰ
سے طرف اعلیٰ کے واقع ہوئی اس واسطے کہ اول دلیل حسد اُن کے کی انکار کرنا قرآن کا باوجود
ظاہر ہونے قرائن صدق اُس کے کے ٹھہرائی ہے بعد اس کے ساتھ قتل کرنے اُن کے نبیوں کو
باوجود اس کے کہ موافق توریت کے امر اور نہی کرتے تھے اُن کے اوپر نقض کیا ہے بعد اس کے

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی حیات میں ساتھ مخالفت اپنی کے اُن پر نقض کیا ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ تعصب اُن کے کا ہے اور اگر گروہ یہود کے کہیں کہ ہم اللہ کتابوں کا کہ سوائے تورات کے ہیں اور اور شریعتوں کا کہ سوائے شریعت موسوی کے ہے اس سبب سے انکار کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بعد توریت کے کتاب دُوسری آسمان سے نہیں اتری اور نہ کوئی شریعت دُوسری آسمان سے آئی ہے پس کہنا ہمارا نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا کا واسطے احتراز کرنے غیر منزل من اللہ کے سے ہے اور اُس شے سے احتراز نہیں جو منزل اللہ کی طرف سے ہو اور پر غیر ہمارے کے سو ہم قابل لعنت اور عتاب کے نہیں ہو سکتے ہیں پس جواب اُن کے کے یہ بات اُن سے قُلْ یعنی کہہ اگر ایسا ہے پیچ اعتقاد تمہارے کے سوائے توریت کے کوئی کتاب نہیں اُتری اور سوائے شریعت موسوی کے کوئی شریعت نہیں آئی پس چاہیے تھا کہ گھر آخرت کا کہ مراد بہشت سے ہے اللہ کے نزدیک خالص واسطے تمہارے ہوتا اس واسطے کہ حقیقت منحصر تمہارے اندر ہوتی اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی اگر ہووے واسطے تمہارے دار آخرت کا نزدیک اللہ کے خصوصاً جبکہ وہ دار آخرت خَالِصَةً یعنی خاص ہو تمہارے ہی واسطے اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور عدم شرکت بھی ایسی نہیں کہ بڑے بڑے درجے خاص تمہارے واسطے ہیں گو چھوٹے چھوٹے درجوں میں اور بھی داخل ہو جاویں بلکہ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ یعنی سوائے اور آدمیوں کے کہ اور آدمی بہشت میں بالکل نہ جاویں پس چاہیے تم کو کہ موت زیادہ تر محبوب ہو تمہارے نزدیک زندگانی دُنیا کی سے بسبب اس کے کہ یہی وسیلہ ہے حاصل ہونے ایسے گھر بڑی نعمتوں والے کا اس واسطے کہ اگرچہ بسبب زندگانی دنیا کے اعمال کہ جن کے سبب سے درجے بلند ہوتے ہیں میسر ہوتی ہیں لیکن بسبب اس زندگانی کے پہنچنا طرف اس محبوب اور مرغوب کے جلدی سے نہیں ہوتا ہے اور بسبب مرنے کے جلدی سے وصال اُس کا حاصل ہو جاتا ہے اور قاعدہ محبت کا ہے کہ دوست کو اپنے محبوب سے ایک لحظہ کا دُور رہنا مشکل پڑتا ہے اگرچہ یہ بات جانتا ہے کہ دیر آید درست آید پس اگر یہ بات تمہارے نزدیک ثابت ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی پس آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے اس دعوے میں اور اگر کہو تم کہ ہم اس سبب سے آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں کہ ہم کو یقین اس بات کا حاصل نہیں کہ جب وقت آرزو موت کی کریں گے البتہ موت ہم پر آجاوے گی کہتے ہیں ہم کہ

اس خیال کو اپنے دل سے تم دُور کرو اس واسطے کہ ہم مالک موت اور حیات کے ہیں تم سے اقرار کرتے ہیں کہ جس وقت تم آرزو موت کی کروگے بلا توقف موت کو طرف تمہارے پہنچادیں گے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر یہودی آرزو موت کی کریں البتہ ہر شخص ساتھ پانی منہ اپنے کے گلا گھٹ کر اپنی جگہ مرجاوے اور زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شے ممکن ہو بیچ وقت تحدی اور ظاہر کرنے معجزے کے موافق وعدۂ الٰہی کے واجب الوقوع ہوتی ہے لیکن یہ وجوب معلق اوپر آرزو اُن کے تھا جب انھوں نے آرزو نہ کی وجوب بھی متحقق نہ ہوا وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا یعنی اور ہرگز آرزو موت کی نہ کریں گے کبھی جب تک کہ دنیا میں زندہ ہیں گو بعد چکھنے موت اور دیکھنے سختیوں کے کہ موت سے بھی زیادہ ہوں گی چار و ناچار کہیں گے کہ یالیتھا کانت القاضیۃ ولیتنی کنت ترابا یعنی کس طرح وہی موت ہو جاتی اور کس طرح ہوتا میں مٹی اس واسطے کہ یہ لوگ بسبب سچا جاننے اس نبی کے کہ تجربہ سے راست گوئی اُس کی وعدہ اور وعید میں معلوم کرلی ہے یقین جانتے ہیں کہ جس وقت ہم آرزو موت کی کریں گے موت آجاوے گی اور بعد مرنے کے اللہ تعالیٰ جزا پوری پوری دے گا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ یعنی موافق اُس کے کہ آگے بھیجا ہے ہاتھوں اُن کے نے اور ہاتھوں کی طرف نسبت اس واسطے کی کہ اکثر کام ہاتھوں سے ہوتے ہیں اور کس واسطے حق تعالیٰ جزا کامل اور بڑے کاموں اُن کے کی باوصف کمال ظلم کے کہ انھوں نے کیا ہے نہ دیوے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ یعنی اور خدا تعالیٰ دانا ہے ساتھ ظالموں کے یعنی اُن کو جانتا ہے اگرچہ آرزو موت کی نہ کریں اور اس سے ہزاروں فرسنگ بھاگیں البتہ اُن کو موت سخت پہنچے گی اور مریں گے اور بعد مرنے کے اپنے اعمال ناشائستہ کی جزا پاویں گے اور بیہقی نے بیچ کتاب الدلائل کے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیت پہلی اُتری آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جمع فرمایا کہا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو ایک بار زبان سے کہو کہ اللّٰھم امتنا اے بار خدایا ہم کو مار ڈال قسم اُس خدا کی کہ جان میری بیچ ید قدرت اُس کے ہے کہ کوئی آدمی یہ دُعا نہ کرے گا مگر پانی گلے اُس کے کا مادہ خناق مہلک کا ہوگا اور گلے اُس کے کو بند کرے گا اور فی الفور مرجاویں گے یہودیوں نے اس کلمہ کہنے سے انکار کیا اور ڈرے اور بعد اس کے یہ آیت اُتری کہ ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم

Marfat.com

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ لن یتمنوہ ابدا یعنی قسم اللہ کی ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی ہمیشہ حاصل یہ ہے کہ یہ کلام یعنی لن یتمنوہ ابدا اگر خبر اس بات کی ہے کہ یہودی کسی وقت آرزو موت کی نہ کریں گے تو خبر غیب کی ہے اور مطابق واقع کے ہوئی اس واسطے کہ اگر وہ آرزو موت کی کرتے البتہ نقل اُس کی ہوتی بلکہ تواتر سے ثابت ہوتا کہ آدمی اس قسم کے امتحانوں کی باتوں میں منتظر رہتے ہیں کہ کب یہ چیز ہوگی اور جس وقت وہ شے ہو جاتی ہے جلدی اُس کو مشہور کرتے ہیں اور اگر بالفرض کسی کو اس جگہ شبہ دل میں گزرے کہ آرزو اور خواہش کام دل کا ہے تو ہونا اس کا خلق کو کیونکر معلوم ہو سکے پس مطابقت اس خبر کی ساتھ واقع کے کس طرح ظاہر ہو کہتے ہیں ہم اول تو تمنی کام دل کا نہیں بلکہ لغت عرب میں تمنی اُسی کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زبان سے آرزو کسی چیز کی ظاہر کرے اور کہے کہ کاش یہ چیز مجھ کو حاصل ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ انبیاء ایسی شے کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ کرتے ہیں کہ ظاہر اور روشن ہو نہ مخفی اور چھپی ہوئی اور ظاہر ہے کہ دل کی باتوں پر سوائے علام الغیوب کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا ہے پیچ مقام مقابلہ اور ثابت کرنے حقیقت کسی مسئلہ کے مسائل سے یا کسی دعوے کے دعاوی میں سے پوشیدہ امر کے اوپر بنا کرنا خلاف غرض کے ہے اسی واسطے پیچ روایتوں ابن عباس کے کہ پیشتر ذکر اُن کا آیا ہے گذرا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بمجرد کہنے کلمہ اللھمّ امتنا کے کفایت کی اور یہودیوں سے سوائے اس کے یہ نہ کہا کہ دل میں آرزو موت کی کرو دوسرے یہ کہ سلمنا یعنی مان لیا ہم نے کہ آرزو کام دل کا ہے لیکن کوئی کام دل کے کاموں سے ایسا نہیں کہ دلیل وجود اور عدم اُس کے کی افعال جوارح سے نہ ہے سکیں کہ ما من عیان الاولہ بیان یعنی نہیں کوئی چیز مگر کہ واسطے اُس کے بیان ہے یعنی مبین۔ بے اور بھاگنا مدعیوں کا موت سے اور اسباب اُس کے سے بلکہ طلب زبانی موت کی سے اور نہ کرنا اُس کی سے دلیل صریح ہے اس پر کہ ان کے تئیں محبت موت کی بالکل دل میں نہ تھی اس واسطے کہ ساتھ آرزو کسی شے کے کراہت اُس چیز کی جمع نہیں ہوتی ہے تیسرے یہ کہ حال یہودیوں اس وقت کا دو شق سے خالی نہ تھا آرزو دلی موت کی کبھی اُن سے موجود ہوئی یا نہ ہوئی پس یہ خبر مطابق واقع کے ہوئی اور دلیل صحت نبوت کی پائی گئی اور اگر آرزو موت کی متحقق ہوئی پس چاہیے تھا کہ زبان سے اظہار اُس آرزو کا کرتے۔ اگر

Marfat.com

خجالت الزام اور باطل ہونے دعوے اپنے کے سے نجات پاتے عقل والے آدمی واسطے دُور کرنے اس خجالت کے ہزاروں جھوٹ باندھ لیتے ہیں اُن کے تئیں بسبب اس کلمہ سچے کے کہنے سے کیا چیز ہاتھ سے جاتی ہے کہ اُس کے سبب سے نہ کہا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ اگر ان کو آرزو موت کی دل میں ہوتی زبان سے اظہار اُس کا نہ کرتے تب بھی خجالت اور شرمندگی طرف اپنے عائد کرتے اور جھوٹے بھی ہوتے اور کوئی عقل مند شخص ایسی حرکت خراب اختیار نہیں کرتا ہے کہ جس میں ضرر دنیا کا بھی اور ضرر دین کا بھی ہو بلکہ اگر آرزو تے دل موت کی اُن کے تئیں نہ ہوتی اور زبان سے بھی اس کو ظاہر کرتے نزدیک عقل والوں کے پھر بھی احتمال جھوٹ کا اُس میں باقی تھا کہ جھوٹ کو واسطے بچانے حرمت اور آبرو اور سخن پروری اپنی کے بہت شیریں جانتے ہیں پس بند رہنا یہودیوں کا ظاہر کرنے اس آرزو کے سے ساتھ زبان کے دلیل صریح اس بات کے اوپر ہے کہ یہ آرزو اُن کے دلوں میں نہیں باقی رہے اس جگہ کئی سوال تحقیق طلب ہیں اوّل یہ کہ بطریق معارضہ یا قلب کے یہ کلام بعینہٖ مسلمانوں کے اوپر بھی وارد ہوتے تھے یہودیوں کی طرف سے اس واسطے کہ ان کو پہنچتا ہے کہ کہیں مسلمان بھی دعوے کرتے ہیں کہ بہشت اور مافیہا خاص ہمارے واسطے ہے اور کوئی فرقہ مثل یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے اُس میں نہیں داخل ہونے کا اور باوجود اسکے آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں پس ہم بھی اگر یہ دعویٰ کریں اور موت سے بھاگیں اور اس کو مکروہ جانیں ہمارے اوپر کیا لازم آوے گا اور حل اس کا یہ ہے کہ اس جگہ دو اعتقاد ہیں اوّل یہ کہ بہشت خالص ہمارے واسطے ہے اور دوسرے فرقوں کا اُس میں حصہ نہیں دوسرے یہ کہ ہم جس طرح سے ہوں گے بہشت میں جاویں گے اور مجموع ان دونوں اعتقادوں سے محبت موت کی بلاشبہ لازم آتی ہے ہر ایک اعتقاد کو علیحدہ علیحدہ یہ بات لازم نہ ہو بلکہ عند التحقیق بیچ لازم ہونے اس محبت کے اعتقاد دوسرا بھی کفایت کرتا ہے اور یہودیوں کو دونوں اعتقاد تھے جیسے کہ مجموع کلام اُن کے سے کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ ولن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ سے ظاہر ہوتا ہے بخلاف مسلمانوں کے کہ یہ لوگ دوسرا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں بلکہ ہمیشہ اعمال بُرے اور قول ناشائستہ اپنے سے خوف کرتے اور ڈرتے رہتے ہیں پس یہ کلام اُن کے اُوپر اُلٹ کر نہیں آتا ہے اور محبت موت کی

Marfat.com

ان کے اعتقاد کو لازم نہیں اس واسطے کہ کلمہ لکم الدار الاٰخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس کا اور یہ مجموع ان دونوں اعتقادوں کے دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ لام لنفع بیچ لکم کے اشارہ کرتا ہے طرف حاصل ہونے ثواب اُس جگہ کے واسطے تمام مخاطبوں کے اور لفظ خالصۃ کا دلالت کرتا ہے اوپر اس بات کے کہ وہ ثواب عذاب سے خالص ہوگا یعنی صرف ثواب ہی ثواب ہے پس معنی کلام کے یہ ہوگئے کہ اگر تمہارے نزدیک بہشت واسطے نفع تمہارے کے ہے اور کسی طرح کا عذاب بہشت کے داخل ہونے سے پہلے نہ ہوگا اور دوسروں کو یہ منصب حاصل نہیں تاکہ بسبب شراکت کے اُس نعمت کی پروانہ کریں پس بیچ آرزو موت کے کہ بسبب اُس کے جلدی سے اس نعمت کی طرف پہنچ جاؤ کیوں توقف کرتے ہو اور باوجود اس کے جو مسلمان کہ بیچ مقابلہ یہودیوں کے اُس وقت میں تھے مثل جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار کے اُن کے تئیں ممکن تھا کہ دو وجہ سے اُس کا قلب معارضہ کریں اوّل یہ کہ ہم اور پیغمبر ہمارے واسطے پہنچانے احکام شرع اور جاری کرنے احکام الٰہی کے مشغول ہیں بلکہ اسوقت میں یہ منصب عالی منحصر ہمارے اندر ہے اور اگر ہم مرجاویں اور فوت ہوں قیامت تک یہ بات ممکن نہیں کہ دوسرے کو یہ منصب عالی حاصل ہو اس واسطے کہ پیغمبر ہمارے خاتم المرسلین ہیں اور اوّل ایمان والے ہم ہیں اگر ہم نہ ہوں کون شخص قولوں اور فعلوں پیغمبرؐ کو اور احکام کہ جو اللہ کی طرف سے آتے ہیں پچھلے لوگوں کی طرف پہنچاوے گا اور پہنچانا بھی ایسا کہ حد تواتر کو پہنچے اور حجت پکڑنی اس کے ساتھ ممکن ہو پس جو مقصود حکمت الٰہی میں ہمارے وجود سے ہے تمام نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ زندگی ہماری کے اور اسی جہت سے ہم راضی اپنی موت کے اوپر نہیں ہوتے ہیں تاکہ باطل کرنا حکمت خالق اپنے کا نہ کریں دوسرے یہ کہ تمام افراد اُن مسلمانوں کے جو اُس وقت میں تھے موت کی محبت سے بھرے ہوئے تھے اور شوق لقائے الٰہی کا رکھتے تھے مانند غلام فرماں بردار کے کہ واسطے حاصل کرنے مرتبہ بلند کے بے اختیار ملازمت مولیٰ اپنے کی چاہنے والا ہوتا ہے نہ مانند غلام بھاگے ہوئے کے کہ چور کی مانند مالک کے روبرو ہونے سے بھاگتا ہے اور دلیل اوپر اس محبت اور شوق اُن کے کے یہ ہے کہ جان اور مال اپنے کو بیچ جہاد کے خرچ کرتے تھے اور روحوں اپنی کو سپر اس دین کی بناتے تھے. یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اُن کی شان میں نازل فرمایا من المومنین رجال صدقوا ما

عاھدوا اللّٰہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی مسلمانوں
میں سے کتنے مرد ہیں کہ سچا کر دکھایا اُس چیز کو کہ قول کیا تھا اللہ سے پھر کوئی اُن میں وہ ہے کہ پورا
کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ان میں سے منتظر ہے اور یہ بھی نازل فرمایا کہ ان اللّٰہ اشترٰی من
المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یعنی تحقیق اللہ نے خرید لی مسلمانوں
سے اُن کی جان اور مال بدلے اس کے کہ واسطے اُن کے بہشت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے ومن
الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ یعنی اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ
بیچتے ہیں جان اپنی واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ کی اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
سے مروی ہے کہ بعد ہر نماز کے یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک
ووفاۃ ببلد رسولک یعنی اے بار خدایا نصیب میرے کر شہادت بیچ راستہ اپنے کے اور مرنا
بیچ شہر رسول اپنے کے اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ
کان یطوف بین الصفین فی غلالۃ یعنی درمیان دوصف لڑائی کے گھوڑے اپنے کو
کوداتے تھے حالانکہ ستو ایک کرتہ باریک عرق چین کا پہنے ہوئے تھے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے
اُن کی خدمت میں عرض کیا ماھذا ابزی المحاربین یعنی نہیں ہے یہ لباس لڑائی کا کہ تم نے
پہنا ہے اس جگہ زرہ اور خود اور مانند اس کے چاہیئے فرمایا یابنی لا یبالی ابوک علی الموت
سقط ام سقط علیہ الموت یعنی اے بیٹے میرے نہیں پروا رکھتا ہے باپ تیرا اوپر موت کے
گرے یا گرے اوپر اُس کے موت اور حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ بیچ حالت نزع کے اُن کے
تئیں فرحت اور خوشی بہت حاصل ہوئی اور ساتھ آواز بلند کے فرماتے تھے کہ جاء حبیب علی
الحاقۃ لا افلح من ندم یعنی موت کہ محبوب میری ہے عین انتظار اور کمال اشتیاق میں آئی اور
جس نے اُس کے آنے سے ندامت اُٹھائی اُس کو فلاح نہ ہووے اور عمار بن یاسر بھی صفین کی لڑائی
میں یہی نعرہ مارتے تھے الآن الاقی احبۃ محمدا وحزبہ یعنی اب ملاقات کروں گا میں
دوستوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور گروہ اُن کے سے اور جب ایک ہزار اور چار سو آدمیوں
نے حدیبیہ کے دن آں حضرت کے ساتھ بیعت اوپر موت کے کی حق تعالیٰ نے بیچ شان اُن کی کے
یہ آیت بھیجی لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ یعنی تحقیق

Marfat.com

راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے جس وقت بیعت کی انھوں نے تجھ سے نیچے درخت کے حاصل کلام
یہ ہے کہ جو کوئی خصلت نیک صحابہ کبار کی سے خصوصاً اصحاب کے بدر اور احد میں حاضر تھے اور بیعت
الرضوان والوں سے واقف ہو یقیناً جان لے کہ یہ لوگ بیچ محبت موت فی سبیل اللہ کے طرف قدم
راسخ اور محکم رکھتے تھے یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیچ خط اپنے کے طرف رستم
بن فرخ زاد کے کہ سردار لشکر کفار کا تھا لکھا تھا کہ فان معی قوما یحبون الموت کما
یحبون الاعاجم الخمر یعنی تحقیق میرے ساتھ ایسی قوم ہے کہ دوست رکھتی ہے موت کو
جیسے دوست رکھتے ہیں عجم والے شراب کو اور اس لکھنے میں اشارہ باریک ہے واسطے دور کرنے
استبعاد اس بات کے اس واسطے کہ حالت سکر کی بھی ایک نوع کی مشابہت رکھتی ہے ساتھ حالت
موت کے کہ نشہ میں آدمی بے ہوش ہو کر اس جہان سے باہر جاتا ہے اور بیچ سیر اور گردش عالم
خیال کے مستغرق ہوتا ہے پس اس حالت کو کہ مشابہ موت کے ہے واسطے چند ساعت اور سیر عالم
خیال کے دوست رکھتے ہیں ہم موت کو کہ سبب وصال محبوب حقیقی اور سیر عالم ملکوت کا ہے،
کس واسطے دوست نہ رکھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ متاع دنیا کی سامنے نعمت آخرت کے نہایت
قلیل ہے اور یہ تکلیف بھی اور یہودیوں اُس زمانہ کے جن کی طرف خطاب اس کلام کا ہے نہایت
منغص اور مکدر ہوئی اس واسطے کہ بعد غلبہ اسلام اور ظاہر ہونے انوار اور روشنیوں نبوت آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے طرح طرح کی خرابیاں بسبب اسلام لانے اُن کے کے پیش آئیں کہ جدال
اور قتال واقع ہوا اور مارا جانا مردوں اور مقید ہونا لڑکوں اور عورتوں کا اور غارت گری اچھے
اچھے نفیس مالوں کی اور مقرر ہونا جزیہ اور خراج کا اور لازم ہونا ذلت اور احتیاج کا اُن کو اُٹھانا
پڑا پس اُن کے حق میں موت بہ نسبت اس حیات کے بلاشبہ بہتر اور افضل تھی اُن کے زعم میں اور
اگر یہودی کہیں کہ ہم بیچ آرزو کرنے موت کے تم سے بھی آگے ہیں لیکن موت کو وسیلہ ملنے اس
نعمت کا ہے مکروہ جاننا طبیعت بشری کا مقتضا ہے اس سبب سے موت کی آرزو ہم کو نہیں اور اس سے
ہم بھاگتے ہیں کہتے ہیں ہر چیز کہ وسیلہ حاصل ہونے محبوب کا ہو اگرچہ طبیعت کو وہ مکروہ معلوم
ہوئے لیکن صاحب عقل اس وسیلہ کو واسطے حاصل ہونے محبوب کے ساتھ ہزار دل کے آرزو
کرتا ہے مانند فصد اور تنقیہ کے واسطے حاصل ہونے تندرستی اور شفا کے اس جگہ چاہیے کہ یعنے مطرزیہ

بیچ تفسیر اس آیت کے اور روش اختیار کی ہے کہ اکثر اشکالات سے کہ اس مقام میں وارد ہوتے ہیں نجات
بخشتی ہے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بیچ باطل کرنے اس دعوے اُن کے کہ لنا الدار الاخرۃ خالصۃ من دون
الناس یعنی واسطے ہمارے ہے دار آخرت کا خالص نہ واسطے اوروں کے طریق تحدی اور اعجاز کا جاری
فرمایا ہے نہ طریق الزام اور مناظرہ کا پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو جاؤ پس
علامت سچے ہونے تمھارے کی اس بات کو ٹھیرایا ہے کہ آرزو موت کی کر دے اس کے کہ درمیان اس دعوے
اور آرزوئے موت کے ملازمہ واقعیہ متحقق ہو جیسے کہ کہیں کہ اگر دعویٰ تیرا سچا ہے چاہیئے کہ ہاتھ اپنا اوپر
سر کے رکھے تو اور ہاتھ سر پر رکھنا آسان شئے ہے اگر اس رکھنے کے اوپر قادر نہ ہو اُس کا دعویٰ جھوٹا ہے
اور اس جگہ جب کہ آرزو موت کی ان سے نہ ہو سکی اعجاز الٰہی ثابت ہوا وعند الاعجاز یصح دعوی النبی
ویبطل دعوی مخالفیہ یعنی اور وقت اعجاز کے صحیح ہوتا ہے دعویٰ نبی کے اور باطل ہوتا ہے دعوے
مخالفوں اس کے کا اور ظاہر ہے کہ آرزو موت کی چنداں امر عجیب اور شاق نہ تھا خصوصاً جس
وقت تمنا سے مراد ظاہر کرنا آرزو کا زبان سے مراد ہو پس عاجز ہونا تمام یہودیوں کا اس بات
سے کہ آرزو موت کی اپنی زبان سے ظاہر کریں دلیل صریح ہوئی اوپر جھوٹے ہونے اُن کے بیچ
اس دعوے کے اور بعضے مفسرین نے اس طرح کہا ہے کہ اس دعویٰ اُن کے میں انکار فقط
لفظ خالصۃ کا ہے اور من دون الناس بھی ساتھ خالصۃ کے متعلق ہے پس معنی کلام کے
اس طرح ہو گئے کہ اگر گھر آخرت کا واسطے تمھارے ہے نزدیک اللہ تعالیٰ کے بیچ اس حال
کے کہ وہ گھر بالکل عذاب سے خالص ہو یعنے پہلے اس کے داخل ہونے عذاب نہ چکھا جاوے
بخلاف دوسرے آدمیوں کے کہ اُن کے تئیں وہ گھر بالکل عذاب سے بچا ہوا ہو ہاتھ نہیں
آنے کا یا بالکل اس سے محروم رہیں گے یا بعد چکھنے عذاب کے اُس کی طرف جاویں گے اور
ساتھ اس توجیہ کے اعتقاد دوسرا کہ پہلے مذکور ہوا بھی اس کلام سے ظاہر اور روشن
ہوا اور اُلٹنا اس کلام کا مسلمانوں کے اوپر یہودیوں کی طرف سے بھی لازم نہ آیا اس
واسطے کہ مسلمان اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں کہ بہشت ہم کو قطعاً بے چکھنے عذاب
کے مل جاوے گی بلکہ احتمال اور خوف عذاب کا ان کے نزدیک ہے۔ سوال دوسرا یہ ہے
کہ اس آیت سے اور آیت ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم

Marfat.com

تنظرون سے یعنی اور تحقیق تھے تم آرزو کرتے موت کے پہلے ملنے اس کے سے سو اب دیکھا تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے اور مانند اس کے اور آیتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آرزو موت کی اور دل سے چاہنا اس کا امر نیک اور اچھا ہے اور نشانی نجات اور دلیل شوق الٰہی کی ہے اور اسی کی تاکید میں بہت حدیثیں آئی ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ ساتھ روایت عبادہ بن صامت کے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احبَّ لقاءَ اللّٰہ احبَّ اللّٰہ لقاءَہ ومن کرِہ لقاءَ اللّٰہ کرہ اللّٰہ لقاءَہ یعنی جو شخص دوست رکھے ملنا اللہ کا دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ملنا اس کے کو اور جو شخص ناخوش رکھے ملاقات اللہ کی ناخوش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ملاقات اس کی اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ بیچ خدمت مسلمانوں آخر زمانہ کے اور بزدلی ان کی کے جہاد کافروں کے سے آیا ہے حبُّ الدّنیا وکراھیۃ الموت یعنے محبت دنیا کی اور ناخوش جاننا موت کا جہاد سے اُن کو روکے گا اور دلیل عقلی بھی اسی کو چاہتی ہے اس واسطے کہ مردِ ایمان دار کی تمام ہمت بیچ حاصل ہونے راحت اور عیش آخرت کے مصروف رہتی ہے اور اس کو یقین کامل ہے کہ وہ حالت آنے والی ہے اور زندگی دنیا کی فانی ہے اور ناپائدار اور باوجود اس کے دنیا کے اندر طرح طرح کے موانع عبادت کے اور تفکرات لاحق رہتے ہیں پس بالضرور رغبت آخرت کی اور روگردانی دنیا کی لذتوں سے اور ناچیز جاننا عیش اس جگہ کا اس کو لازم ہے اگرچہ طبیعت بشری کراہیت موت کی کرے لیکن یہ کراہیت اس سبب سے نہیں کہ بے رغبتی آخرت کی لذتوں سے ہے بلکہ اس جہت سے کہ سختیاں جان کندنی کی اور تکلیف نکلنے روح کی مثل دوائے بدمزہ کے کہ طبیعت کو مکروہ معلوم ہوتی ہے اور عقل کے نزدیک مرغوب اور محبوب ہے دوسرے خوف مواخذہ کا اوپر اعمال کے اور ڈر عتاب الٰہی کا اوپر تقصیروں کے لیس پایا جاتا ہے کہ زندگی بڑی ہووے تاکہ نیکیاں بہت کرے اور توفیق تو کی نصیب ہو کہ پاک صاف ہو کر اس جہان سے جاوے اور سفر اس جہان کا بے زاد اور راحلہ کے نہ ہووے اور اسی واسطے بیچ حدیث عبادہ بن الصامت کے آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ فرمایا حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم سب

Marfat.com

موت کو مکروہ جانتے ہیں پس حال ہمارا کیا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کراہت تمھاری معتبر نہیں کہ اب تک تم کو بہ سبب خوف اور ڈر مواخذہ اور عتاب کے سے خالص لذت اس گھر کی نظر کے سامنے نہیں ہوئی اعتبار اس وقت کا ہے کہ وقت حاضر ہونے موت کا ہے کہ اُس وقت میں آدمی ایمان دار کو ہر طرف سے بشارت اور پر بشارت کے پہنچتی ہے اور آثار رضامندی الٰہی اور بخشش اس کی کے اپنے حق میں ظاہر اور بے پردہ دیکھتا ہے اُس وقت میں کوئی چیز نزدیک اس کے محبوب زیادہ موت سے نہیں ہوتی ہے اور آخر کو ہر طرف سے اسباب اور سامان عذاب کے نمودار ہوتے ہیں اور خوف اور ڈر لاحق ہوتا ہے پس اُس وقت میں کوئی چیز اُس کے نزدیک ناخوش موت سے نہیں ہوتی ہے اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ جواب اس سوال کے فرمایا کہ الموت قبل لقاء اللہ یعنی کراہیت موت کی مستلزم کراہیت لقاء الٰہی کو نہیں اس واسطے کہ موت پیشتر ملاقات خدا کے سے ہے اور وسیلہ اُس کا ہے اور بہت وقت مکروہ ہوتا ہے اور مطلوب محبوب مانند پینے دوائے تلخ کے کہ وسیلہ حاصل ہونے صحت کا ہے اور مثل فصد اور مسہل بدمزہ کے کہ وسیلہ حاصل ہونے شفا کا ہے اور سفر پُرخطر کہ وسیلہ حاصل ہونے مال کا ہے اور بہت حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آرزو اور خواہش موت کی حرام ہے نہ چاہیئے گی جیسے کہ بیچ حدیث مشہور کے کہ صحاح ستہ میں روایت اس کی ہے آیا ہے کہ لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ وان کان ولا بد فلیقل اللھم احیینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کان الوفاۃ خیرا لی۔ یعنی چاہیئے کہ نہ آرزو کرے کوئی تم میں سے موت کی بسبب کسی رنج کے کہ وارد ہوا ہے اوپر اس کے اور اگر نہایت لاچاری ہے ایسا چاہیے کہ اس طرح کہے اللھم احیینی ما کانت الحیوۃ الخ اور معنی اس دعا کے یہ ہیں اے بار خدایا زندہ رکھ مجھ کو جب تک کہ زندگی بہتر ہے میرے حق میں اور مار ڈال مجھ کو جس وقت مرنا بہتر ہو واسطے میرے پس وجہ مطابقت کی بیچ اس تعارض حدیثوں کے کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ آرزو موت کی کبھی اس سبب سے ہوتی ہے کہ راحت اُخروی کا شوق کمال درجہ کا دل میں ہے

اور مجرد علائق سے مانوس اور مرغوب ہے اور یہ دلیل نجات اور غلبہ شوق الٰہی کی ہے لیکن
ظاہر کرنا اس آرزو کا شرع میں جائز نہیں اس واسطے کہ پیچ اصل کے یہ آرزو اس وقت
ہوتی ہے کہ آدمی مغلوب الحال ہو جاوے اور مجذوبیت کے رتبہ کو پہنچے کہ زندگی کے فائدوں
سے غفلت آجاتی ہے اور یہ بات نہیں سمجھتا ہے کہ جس قدر اس دنیا میں دیر تر زندہ رہوں گا زیادہ
تر اسباب قرب جناب الٰہی کے حاصل ہوں گے اور زیادتی شوق اور رغبت کی حاصل ہوگی پس اگر کبھی
بسبب غلبۂ شوق کے یہ حالت موجود ہو چاہیے کہ اس کے پوشیدہ کرنے میں کوشش کرے اور زبان
سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ تمام آثار مغلوبیت اور مجذوبیت کے کو شرع میں چھپانا واجب ہے
اور بعضے اکابر صحابہ سے کہ ایسی آرزو منقول ہے سو اُس وقت میں تھی کہ اسباب موت کے حاضر
ہو چکے تھے اور بقا اور زندگی دنیا کی سے مایوس ہو گئی تھی اُس وقت میں خوشی اور فرحت موت
کے آنے کی اور حاصل ہونے مطلب کی ظاہر ہے اور وہ مجرد علائق سے خارج ہے اور باوجود
اس کے طلب اور دعا اور آرزو اور خواہش اُن سے بھی منقول نہیں ہوئی محبت موت کی اور
خوشی اور پہنچنے اُس کے کے دوسری شے ہے اور طلب اور درخواست اُس کی اور شے اور کبھی
آرزو موت کی بسبب بے صبری کے اور کسی بلا کے بلاؤں میں سے اور تنگی حوصلہ کی اُس کے اٹھانے
سے ہوتی ہے جیسے کہ کہنے والے نے کہا ہے شعر:۔

الاموت یباع فاشتریه ؞ فهٰذا العیش ما لاخیر فیه

الا رحم المهیمن روح عبد ؞ تصدق بالوفاة علی اخیه

یعنی کاش کہ بیچی جاتی موت پس خریدتا میں اُس کو پس یہ عیش وہ ہے کہ نہیں خیر بیچ اُس کے کاش
رحم کرے اللہ اوپر روح بندہ کے کہ تصدق ہو جاوے بسبب مرنے کے اوپر بھائی اپنے کے اور یہ
آرزو کئی وجہ سے محل عتاب اور دلیل نقصان کی ہے اس واسطے کہ آرزو موت کی دلیل جزع او
بے صبری کی اور سبب ناراض ہونے کا ساتھ مشیت ایزدی کے اور منافی توکل اور تسلیم کے ہے
اور ایک نوع کفر کی بھی اس میں آمیز ہو جاتی ہے اس واسطے کہ جو شخص آرزو موت کی کرتا ہے سمجھتا
ہے کہ بعد مرنے کے جنگل تمنا کے سے خلاص ہو جاؤں گا اور قدرت جناب باری کی میرے اوپر
اس وقت تک ہے کہ جب تک زندہ ہوں [illegible] قدرت اس کی سے باہر ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

معاذ اللہ اس اعتقاد باطل سے اور یہی آرزو ہے جسکی تمنا شدید حدیثوں میں آئی ہے اور اس کی بُرائی بیان کی گئی ہے چنانچہ حدیث ذکر کی گئی میں لفظ لضر نزل بہ اشارہ اسی بات کی طرف کرتا ہے سوال تیسرا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ولن یتمنوہ فرمایا ہے اور سورۃ جمعہ میں ولا یتمنونہ کہا ہے ان میں فرق کس وجہ سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ دعوٰی یہودیوں کا اس سورۃ میں یہ ہے کہ لنا الدار الاٰخرۃ خالصۃ من دون الناس یعنے بہشت اور ما فیہا کہ بغیر عذاب کے ہو ہمارے ہی واسطے ہے اور دوسروں کا اُس میں حصہ نہیں اور مطلوب بالذات بہشت اور آخرت کی نعمتیں ہیں اور اُسی کا اختصاص انھوں نے اپنے واسطے کیا اور سورۃ جمعہ میں یہ دعوٰی ہے کہ نحن اولیاء اللّٰہ من دون النّاس یعنی ہم دوست خدا کے ہیں نہ دوسرے لوگ اور ظاہر ہے کہ دوستی خدا کی وسیلہ ملنے بہشت اور آخرت کی نعمتوں کا ہے سو حصر وسیلہ کا اپنے واسطے اس جگہ کیا پس مناسب ہوا کہ اس سورۃ میں دعوے اُن کے کا کمال تاکید کے ساتھ انکار کیا جاوے کہ مطلوب بالذات کا دعوٰی کیا تھا اور سورۃ جمعہ میں بغیر تاکید کے دعوے کے اُن کے کا کہ انحصار وسیلہ میں ہے اور چنداں مقصود نہیں کہ اسکا انکار کیا جاوے تاکہ فرق بیچ مطلب اور وسیلہ کے حاصل ہو اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو دعوٰی اُن کا سورۃ جمعہ میں ہے خاص ہے اس دعوے سے کہ اس سورۃ میں مذکور ہے اس واسطے کہ جس کو بہشت اور نعمت آخرت کی حاصل ہو لازم نہیں کہ ولی خدا کا بھی ہو اس واسطے کہ مرتبہ ولی کا قریب مرتبہ نبی کے ہے بیچ کامل ہونے کے اور قاعدہ مقررہ اہل معقول کا ہے کہ نفی عام کی زیادہ تر بعید ہے نفی خاص کی سے جیسے کہ اثبات خاص کا بعید ہے اثبات عام کے سے مثال اس کی قول تیرا الانسان موجود اور فلان بن فلان موجود ہے کہ انسان عام ہے اور فلان بن فلان خاص ہے اور جبکہ دعوٰی پہلا یعنی انحصار نجات اور پہنچنا جنت کے درجوں میں اپنے گروہ میں ابعد تھا دوسرے دعوے سے یعنی انحصار کرنا ولایت کا بیچ اپنے پس پہلے دعوے میں حاجت لن کے لانے کی پڑی کہ تاکید نفی میں کوئی حرف اس سے زیادہ نہیں اور دوسرے دعوے میں کفایت ساتھ اصلی نفی کے کہ مدلول کلمہ لا کا ہے مناسب ہوا اور جبکہ پہلی آیت میں خبر دی اس بات کی کہ یہودی ہرگز آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں اور نہ کریں گے اور احتمال ہے کہ کوئی شخص آرزو دونوں ضد کی نہ کرے اور ساتھ کس طرف کے دو طرفی تمنا

کے سے انس اور رغبت اُس کو نہ ہو پس نزدیک یہودیوں کے موت اور حیات یکساں ہو نہ موت کی خواہش کرنے والے ہوں اور نہ طلب کرنے والے زندگی کے پس واسطے دفع کرنے اس احتمال کے فرماتے ہیں کہ کاش نہ وہ آرزو موت کی کرتے اور نہ حرص اوپر زندگی دُنیا کی کرتے بلکہ اپنے ارادہ کی نفی کرکے موت اور حیات کو اُس کے حوالہ کر دیتے کہ جس طرح اُس کی رضا ہو اُس طرح کرے خواہ زندہ رکھے خواہ مارے یہ حالت بھی بہتر حالتوں میں سے حقیقی کے طالبوں کی ہے بلکہ مولیٰ کے طالبوں کی لیکن جب تجربہ اور امتحان کرے تو حالت اُن کی برخلاف اس حالت کے بھی پاوے تو وَلَتَجِدَنَّهُمْ یعنی البتہ پاوے تو اُن یہودیوں کو کہ بہشت کو خاص حصہ اپنا کہتے ہیں اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ یعنی زیادہ تر حرص کرنے والے اوپر ایسی زندگی کے کہ نہایت بڑی اور آرام کے ساتھ ہو زیادہ تر اُس سے کہ آدمیوں کے نزدیک مدت اُس کی مقرر ہے بلکہ اُن کو حرص زیادہ پاوے تو ایسی زندگی سے وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا یعنی اور اُن آدمیوں سے کہ شرک کرتے ہیں اور نسبت اور آدمیوں کے بہت محبت زندگی دُنیا کی رکھتے ہیں ساتھ اس مرتبہ کے کہ گویا اس امر میں حد انسانیت کی سے نکل گئے ہیں اور گروہ آدمیوں کے سے باہر ہوتے اس واسطے کہ معاد اور آخرت کا ہرگز اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور موت کو فنائے محض اور عدم مطلق جانتے ہیں اور سوائے زندگانی دُنیا کے کوئی زندگانی نہیں جانتے ہیں پس بہشت انکا یہی دارِ دُنیا ہے اگر وہ اُوپر اس زندگانی کے حرص کریں اور جان دیویں بجا ہے اور یہ یہودی اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں اور اقرار دار الجزا کا کرتے ہیں بلکہ نعمت اس گھر کی خاص اپنے واسطے جانتے ہیں جب مشرکین کی نسبت سے حرص زیادہ کریں.

پس اُن کو دروغی ہونا اپنا نظر آتا ہے اور یہ باتیں ان کی صرف لاف زنی ہے اور دلیل حریص ہونے اُن کے کی اُوپر زندگی دُنیا کے یہ ہے کہ زیادہ تر اور آدمیوں سے بیچ فکر زیادتی عمر اپنی کے رہتے ہیں اور بیچ طلب کرنے شفا کے زیادہ مدہوش سے سعی کرتے ہیں طرف ہر طبیب اور منتر پڑھنے والے اور ساحر کے رجوع کرتے ہیں اور واسطے بقا اس حیات کے ایمان اور دین اپنے کو برباد کرتے ہیں اور واسطے رفاہیت عیش اپنے کے اور نہ مکدر ہونے اُس کے کے ہر طرف سے بغیر تفتیش حلال اور حرام کے مال کو جمع کرکے ذخیرہ کرتے ہیں اور یہ طریقہ اُن کا اخیر دم زندگی تک باقی رہتا ہے باوصف بڑھاپے اور گر جانے دانتوں اور سفیدی بالوں کے کہ پیغام موت کے ہیں معالجات اور تدبیر زیادتی عمر اپنی سے

Marfat.com

باز نہیں آتے ہیں اور دلیل اوپر زیادتی حرص اُن کی کے بہ نسبت مشرکوں کے یہ ہے کہ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ یعنے دوست رکھتا ہے ایک اُن میں سے بیچ حق اپنے کے نہ بیچ حق تمام گروہ اور خاندان اپنے کے اس واسطے کہ بیچ حق تمام گروہ اور خاندان اور مذہب اپنے کے یہ آرزو اکثر شخصوں کو ہوتی ہے اور بعضوں کو نہیں ہوتی ہے لیکن اُن کے اندر ہر ہر شخص آرزو کرتا ہے لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ یعنی یہ کہ ہو جاوے ہزار برس عُمر اس کی حالانکہ جانتے ہیں کہ اس عمر میں ہرگز کسی طرح کی حلاوت زندگی کی نہیں رہتی ہے اور ساتھ کسی عیش کے بہرہ مند نہیں ہوتے ہیں اور اپنی قوت سے کوئی کام نہیں کر سکتے ہیں اور مشرکین کو آرزو اس قدر عمر کی دل میں نہیں آتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مشرکین جب سرے سے منکر آخرت کے ہیں نہ وہاں کی خیر کی رغبت کرتے ہیں اور نہ شر اُس جگہ کی سے ڈرتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور یہ لوگ جانتے ہیں کہ اُس جہان میں جزا نیک اور بد کی دی جاوے گی اور ہم مستحق عذاب ہمیشگی کے ہوں گے کہ دنیا میں زندہ ہیں اُس عذاب سے بچے رہیں گے پس بسبب اس محبت اور اس آرزو کے اپنے تئیں عذاب الٰہی سے دُور رکھتے ہیں، وَمَا هُوَ یعنی اور نہیں ہے اس قدر عمر یانی بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ یعنی دور رکھنے والی اُس آدمی کو عذاب الٰہی سے اگرچہ موافق آرزو اُس کی ہو جاوے اَنْ يُّعَمَّرَ یعنی یہ کہ عمر ہزار برس کی دی جاوے اس واسطے کہ ہرچند یہ مدت طویل دکھلائی دیتی ہے لیکن جبکہ آخر کو تمام ہو جاوے گی بیچ حکم تھوڑی مدت کے ہے اور یہ شخص کہ خوگر کفر اور گناہ کا ہے جس قدر دُنیا میں دیر تر رہے زیادہ تر بوجھ گناہ کا اٹھاتا ہے پس اس قدر بڑی عمر کفر اور گناہ میں گزارنی حقیقت میں اپنے تئیں عذاب سے نزدیک کرنا ہے نہ دُور رکھنا عذاب اُس کے سے کہ صلاح اعمال اپنے کی کریں اور ساتھ توبہ اور ندامت کے خواہش کریں اور یہ امر اُن کو میسّر نہیں وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ یعنی اور خدا دیکھنے والا ہے اُس چیز کو کہ کرتے ہیں یعنی بڑھنا دم بدم کفر میں اور گناہوں اور منہیات کا تودہ تودہ جمع کرنا پس اُن کو تخفیف عذاب کی کہ بیچ صورت چھوٹی ہونے عمر کے متوقع تھی بھی حاصل نہ ہوگی بلکہ بسبب زیادتی اعمال قبیحہ کے عذاب اُن کا بڑی عمر ہونے میں زیادہ تر ہوگا اور اگر عمر اُن کی واقع میں کوتاہ بھی ہو بسبب اس آرزو کے کہ ہزار برس کی عمر کفر اور گناہوں میں گزاریں مرتکب کفر اور گناہ ہزار برس کے ہوتے ہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ اس قدر ان کی عمر

Marfat.com

ہو جاوے گی انھیں بُرے کاموں میں گزاریں گے پس اپنے تئیں عذاب سے دُور نہیں کرتے ہیں بلکہ نزدیک کرتے ہیں اور اگر یہودی کہیں کہ ہم بغیر توریت کے ایمان نہیں لاتے ہیں اور نہ سوائے توریت کے کسی کتاب کا یقین کرتے ہیں اور یہ حسد کی راہ سے نہیں کہ اور لوگوں پر وہ کتاب نازل ہوئی بلکہ اس سبب سے ہے کہ توریت بلا واسطہ اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور یہ قرآن جبرئیل کے واسطے سے اور پر تمہارے نازل ہوتا ہے اور جبرئیل تمام فرشتوں میں سے دشمن ہمارا ہے نفس ہمارا قبول نہیں کرتا ہے کہ بوجھ احسان دشمن کا ہم اٹھاویں پس ان کا یہ جواب اس بات کے اُن سے قُلْ یعنی کہہ کہ جبرئیل تمہارے ساتھ دشمنی نہیں رکھتا ہے بلکہ تم اسکے ساتھ خیالات فاسدہ اپنے کے دشمن رکھتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر پوشیدہ باتوں ہماری کی اطلاع کر دی ہے اور جو تدبیر اور مشورہ پوشیدہ کہ بیچ مقابلہ اُس کے کرتے ہیں اس بات سے خبردار کرتا ہے اور عذاب اُوپر کافروں کے لاتا ہے اور خسف اور مسخ اُن کو کرتا ہے اور بخت نصر کو اُس نے ہمارے ہاتھ سے چھڑا دیا اور مارنے نہ دیا یہاں تک کہ وہ جوان ہوا اور بیت المقدس کو اُس نے خراب کیا اور قوم بنی اسرائیل کو قتل اور قید کیا اور جب اُس نے یہ سب چیزیں اللہ کے حکم سے کیں اُس کو ان باتوں میں دشمن رکھنا نہیں چاہیے پس مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ یعنی جو کہ ہو دشمن جبرئیل کا دشمنی اُس کی محض بے وجہ ہے فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ یعنی اس واسطے کہ جبرئیل نے اُتارا ہے اس قرآن کو اور یہی ہے پچھلا سبب عداوت اُن کی کا اُس کے ساتھ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی اوپر دل تیرے کے معنے ہمراہ اذن اللہ تعالیٰ کے اور ساتھ فرمودہ اُس کے کے نہ خود بخود طرف اپنی سے اس واسطے کہ جبرئیل کو سوائے منصب ایلچی گری اور پیغام پہنچانے کے کچھ اختیار نہیں اور اس بات پر اتفاق تمام انبیا کا ہے پس وہ جو کچھ کرتا ہے اور پہنچاتا ہے ساتھ حکم خدا تعالیٰ کے کرتا ہے اور پہنچاتا ہے اور ظاہر کرنا بھیدوں تمہارے کا رد و پیغمبر وقت کے بھی ساتھ حکم خدا کے ہے نہ عداوت کے سبب سے ساتھ تمہارے اور باوجود اس کے اگر بالغرض جبرئیل علیہ السلام سبب کفر اور نافرمانی تمہاری کے دشمن بھی ہو اس واسطے کہ حق تعالیٰ ساتھ ذات پاک اپنی کے دشمن کافروں اور نافرمانوں کا ہے اور جبرئیل تابع مرضی اُس کی کا ہے تو بھی چھوڑنا ایمان کا اور کفر کرنا ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری ہوئی جبرئیل کی ہے کوئی وجہ نہیں رکھتا ہے اس واسطے کہ وہ اُتارا ہوا نہیں

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یعنی موافق کتابوں کے کہ پہلے اُس سے ہیں کہ اُوپر حضرت موسٰیؑ
اور اور انبیاء بنی اسرائیل کے نازل ہوئیں پس رد کرنا کتاب اتاری ہوئی جبرئیلؑ کی کو گویا رد کرنا کتابوں
پہلیوں کا ہے اور اقرار کرنا ساتھ اسکے یعنی اقرار کرنا ساتھ کتاب آتاری ہوئی جبرئیل کے پہلے اور
کمال بے وقوفی اور حماقت ہے کہ اگر دوست تمہارا کہے کہ السماء فوقنا یقین کرو اور اگر دشمن
السماء فوقنا کہے یقین نہ کرو اور اگر دوست تمہارا بادشاہ کی طرف سے کوئی حکم پہنچاوے اُس کو
تو قبول کرو اور اگر دشمن اُسی حکم کو پہنچاوے تو رد کرو بلکہ اگر اُس چیز میں کہ جبرئیل آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر لایا ہے اُس وقت میں تامل کرو اُس میں صفت دوسری بھی پائی جاتی ہے کہ
وہ موافق کتاب تمہاری کے بھی ہے وَهُدًى یعنی اور ہدایت کامل زیادہ ہے ہدایت پہلی کتابوں
کی سے وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اور خوش خبری ہے واسطے مسلمانوں کے پس اگر اُس کو قبول
کرو اور یقین کرو اُس بشارت میں داخل ہو جاؤ اور ساتھ اُس ہدایت کے ہدایت پانے والے ہو
اور بہت بڑا نفع تم کو بسبب جبرئیل کے حاصل ہوا اور کمال محبت اُسی سے کرو اس واسطے کہ نزدیک
اندھے کے نہایت دوستی ہے کہ اُس کو کوئی شخص نشان راہ راست کا دیوے اور نزدیک شخص پریشان
اور حیران اور ڈرنے والے کے زیادہ اس سے دوستی نہیں کہ اُس کو خوش وقت کریں پس جس چیز کو
سبب عداوت کا گمان کیا ہے عین سبب محبت کا ہے اور یہ عذر تمہارا مانند عذر اُس اندھے کے ہے
کہ اس کو کوئی کنوئیں اور جائے ہلاکت سے خلاص کرے اور سیدھا راستہ بتلاوے اور کہے کہ یہ
آدمی دشمن میرا ہے میں اُس کی بات قبول نہیں کرتا ہوں اور کنوئیں میں گرتا ہوں یا مانند عذر اُس
حیران اور پریشان کے ہے کہ بسبب کمال خوف کے جان اس کی نکلتی ہے اور اُس کے تئیں کوئی
شخص خوشی پہنچاوے اور تسلی بخشے اور وہ کہے کہ میں بات اُس کی کا یقین نہیں کرتا ہوں اور اسی
حال میں رہوں گا اور جان اپنی کو برباد کرتا ہوں اور سبب نازل ہونے اس آیت کا بیچ تفسیر ابن
جریر اور ابن ابی حاتم اور کتابہائے حدیث کی مثل طبرانی اور بیہقی اور مسند امام احمد اور عبد بن حمید
کے الیا مروی ہے کہ جب آں حضرت علیہ السلام بیچ مدینہ منورہ کے ہجرت فرما کر داخل ہوئے
ایک جماعت کثیر یہودیوں میں سے واسطے تفتیش حال کے آں حضرت صلعم کے پاس آئی اور سردار
اُن کا عبد اللہ بن صوریا کہ فدک کے دانشمندوں میں سے تھا اور پے امتحان کے ہوا اور پوچھا کہ اول

ہم سے اپنے سونے کا حال بیان کرو کہ کس طرح سے ہے اس واسطے کہ کیفیت نبی آخرالزماں کے سونے کی ہماری کتابوں میں لکھی ہے کہ یہ علامت ہے تیرے بیان کرنے سے معلوم ہو جاوے گا کہ وہ علامت تیرے اندر موجود ہے یا نہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھیں میری سوتی ہیں اور دل میرا نہیں سوتا اور غافل نہیں ہوتا ہے اگر یہی علامت ہے پس میرے اندر موجود ہے عبداللہ بن صوریا نے کہا کہ سچ کہا تو نے یہی علامت ہے اب ہم تم سے اور کئی چیزیں پوچھتے ہیں کہ اُن چیزوں کو سوائے پیغمبروں کے کوئی نہیں جانتا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو تم لیکن میں تم سے ایک عہد لیتا ہوں جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے لیا تھا کہ اگر میں اُن چیزوں سے تم کو خبر دوں تو تم ایمان لاؤ اور متابعت میری قبول کرو سب نے کہا کہ قبول ہے بعد اُس کے عبداللہ بن صوریا نے کہا کہ یہ بتلاؤ مشابہت اولاد کی کبھی ماں کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی ساتھ باپ کے یہ کس سبب سے ہوتی ہے آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ منی دونوں مرد اور عورت میں ہوتی ہے منی مرد کی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور منی عورت کی مائل طرف زردی کے اور پتلی ہوتی ہے جس کی منی کہ اوپر ہو کر دوسرے کی منی کو نیچے بٹھا دے یا رحم کے اندر جس کی منی پہلے دوسرے کی منی سے قرار پکڑے اور باعتبار اجزا اور حجم کے غالب جس کی منی کو ہو فرزند کی مشابہت اُسی کے ساتھ ہوتی ہے اگر ایک کوئی تینوں چیزوں سے مرد کی منی میں پائی جاوے فرزند کو ساتھ خاندان باپ کے مشابہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عورت کی منی میں یہ چیزیں بہم پہنچیں فرزند ساتھ خاندان ماں کے ہم شکل ہوتا ہے بعد اُس کے پوچھا کہ کون کون سا عضو فرزند کا ماں کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور کون کون سا عضو باپ کی منی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہڈیاں اور پٹھے اور رگیں تمام باپ کی منی سے ہوتی ہیں اور گوشت اور خون اور بال اور ناخن ماں کی منی سے پیدا ہوتے ہیں کہا انھوں نے کہ سچ کہا تو نے ایسا ہی بیچ کتابوں پیغمبروں پہلے ہمارے کے مذکور ہے اب بتلاؤ کہ جس وقت بہشتی بہشت میں داخل ہوں گے پہلے پہل مہمانی اُن کی کیا چیز ہوگی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول کھانا بہشتیوں کا مچھلی کے کلیجے کا ٹکڑا ہوگا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ گوشت نر گاؤ اور مچھلی کا ہوگا انھوں نے کہا کہ یہ بھی سچ ہے بعد اس کے پوچھا

Marfat.com

کہ اب خبر دے ہم کو اُس کھانے سے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کیا تھا آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت اسرائیل کو بیماری عرق النساء کی لاحق ہوئی اور بہت دن ہو گئے جناب الٰہی کی نذر کی کہ اگر مجھ کو اس سخت مرض سے نجات حاصل ہو جو کچھ کہ جنس کھانے کی سے نزدیک میرے مرغوب زیادہ ہے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں حق تعالیٰ نے اُن کو شفا دی انھوں نے گوشت اونٹ اور دودھ اونٹ کا کہ زیادہ مرغوب اُن کے نزدیک تھا حرام کیا تھا اور بعد اس کے اُن کے سب بیٹوں پر یہ کھانا حرام ہوا کہا یہ بھی سچ ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نے میرا ان سوالوں کے جوابوں میں امتحان کیا اور راست گوئی میری جانی تم نے پس تم کو کیا توقف ہے کہ میرے دین میں داخل نہیں ہوتے ہو اور متابعت میری اختیار نہیں کرتے ہو کہا انہوں نے کہ ایک چیز باقی رہی ہے جب تک کہ اُس چیز سے تسلی ہماری حاصل نہیں ہوتی ہے متابعت تیری نہیں کرتے ہیں آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہو تم وہ چیز کونسی ہے کہا انھوں نے کہ ہم کو خبر دے کہ کونسا فرشتہ اوپر تیرے وحی لاتا ہے اور رفیق تیرا اور غمگسار تیرا رہتا ہے آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ رفیق اور غمگسار میرا سب فرشتوں میں سے جبرئیلؑ ہے اور یہی ہے کہ سب فرشتوں میں سے ہمراہ نبی کے رہتا ہے اور وحی طرف اُس کے لاتا ہے اس بات میں شریک سب پیغمبروں کے ہوں میں اُنھوں نے کہا ہم تیری متابعت نہیں کریں گے اس واسطے کہ جبرئیل دشمن ہمارا ہے، تمام فرشتوں میں سے اگر میکائیل وحی تیرے پاس لاتا متابعت تیری کرتے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کو کس سبب سے دشمن رکھتے ہو کہا اُنھوں نے کہ اس کے کئی سبب ہیں اول یہ قدیم سے نبوت اور رسالت ہمارے خاندان میں تھی اب جبرئیل نے اس منصب عمدہ کو بیچ بنی اسماعیل کے مقرر کر دیا اور ہم کو اس خدمت سے معزول کیا دوسرے یہ کہ خسف اور مسخ اور عذاب اور قحط اور وبا پہلی اُمتوں میں اسی نے کیا ہے اور میکائیل صاحب بارش اور ارزانی اور رفاہیت کا ہے تیسرے یہ کہ پیغمبروں ہمارے نے ہم کو خبر دی تھی کہ بیت المقدس ہاتھ ایک شخص کے سے کہ بخت نصر نام اُس کا ہوگا خراب ہوگا اور وہ شخص زمین بابل اور عراق میں پیدا ہوگا اور پیدائش اُس کی فلانی تاریخ ہوگی اور جائے سکونت اُس کی فلانی جگہ ہوگی اور بنی اسرائیل کے فرقہ کو اُس کے ہاتھ سے تباہی اور خرابی حد سے زیادہ پیش آوے گی جب وقت پیدائش اُس کی کا پہنچا

Marfat.com

ہمارے بزرگوں نے چند آدمی اپنے معتبر خفیہ بھیجے کہ اُس لڑکے کو کسی حیلہ اور تدبیر سے مار ڈالیں جس وقت بھیجے ہوئے آدمی ہمارے بزرگوں کے بخت نصر کے شہر میں پہنچے اور اس لڑکے کو دیکھا ہوا پایا اور چاہا کہ ماریں جبرئیل آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس لڑکے کو نیچے دامن اپنے کے چھپا لیا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا وہی ہے کہ اُس کے ہاتھ سے تم کو اذیت پہنچے مقدر ہے پس تم کو اوپر مار ڈالنے اُس کے قدرت نہ ہوگی اس واسطے کہ تقدیر بدلتی نہیں اور اگر یہ لڑکا وہ نہیں پس کس واسطے بے گناہ لڑکے کو مارتے ہو وہ آدمی کہ مارنے کو گئے تھے پھر آئے اور بخت نصر جب جوان ہوا شام اور بیت المقدس پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو زیر و زبر کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب سننے اس عذر اُن کے کو سکوت کیا یہاں تک کہ ایک روز حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ واسطے دریافت حال ایک زمین کے کہ متصل مدرسہ یہودیوں کے تھی جاتے تھے اور عادت اُن کی ایسی تھی کہ جس وقت اُس راہ سے جاتے تھے یہودیوں کے مدرسہ میں آتے تھے اور اُن سے بعضی باتیں نصیحت اور وعظ اور حکمتیں توریت کی اور پہلی کتابوں کی سُنتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کتب الٰہیہ آپس میں کیسی موافق ایک دوسرے کے ہیں اُس دن بھی موافق اُسی عادت کے اُن کے مدرسے میں داخل ہوئے دانشمند یہودیوں کے اُس دن جمع تھے سب نے مرحبا کہا اور کہا ہم تم کو بہت دوست رکھتے ہیں اور گمان غالب یہ ہے کہ تم بھی ہم کو دوست رکھتے ہوگے اس واسطے کہ کوئی تمہارے پیغمبر کے یاروں میں سے پاس ہمارے نہیں آتا ہے سوائے تمہارے کہ اکثر تشریف لاتے ہو حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ آمد و رفت میری تمہارے پاس محبت کی راہ سے نہیں اور تم سے کہ بعضی باتیں دریافت کرتا ہوں اس سبب سے نہیں کہ مجھ کو اپنے دین میں کچھ شک اور شبہ باقی رہا ہے بلکہ واسطے حاصل کرنے زیادتی بصیرت کے بیچ دین اپنے کے پاس تمہارے آتا ہوں اور نشانیاں اور علامات پیغمبر اپنے کی تمہاری کتابوں سے معلوم کرتا ہوں اور دمبدم ایمان میرا قوت پکڑتا ہے اور میں تعجب کرتا ہوں تم سے کہ باوجود اس قدر شناسائی کے کیا بلا ہوئی ہے کہ ایسے پیغمبر کے ساتھ ایمان نہیں لاتے ہو اور بیچ پیروی اُس کی کے مشرف نہیں ہوتے ہو ان کے دانشمندوں نے کہا کہ انحراف ہمارے کی متابعت اس پیغمبر کی سے ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لانے والا وحی اس پیغمبر کا جبرئیل ہے اور جبرئیل کو ہم دشمن رکھتے ہیں

Marfat.com

اس واسطے کہ جہان میں جس جگہ خسف اور مسخ اور عذاب آیا ہے اُسی کی وساطت سے ہوا ہے اور یہ کہ جبرئیل جاسوس مشرب ہے اور سخن چینی کرتا ہے جو تدبیریں کہ ہم چھپے خلوت میں کرتے ہیں سب کو برملا محمد کے پاس پہنچاتا ہے اور ہم کو خفیف کرتا ہے اور میکائیل مینھ لاتا ہے اور سارزانی اور نعمتیں اُس کے ہاتھ سے پہنچتی ہیں اور بردبار فرشتہ ہے کہ بالکل کسی کی بات کسی کے پاس نہیں پہنچاتا ہے اگر میکائیل لانے والا اس وحی کا ہوتا البتہ ہم ایمان لاتے اور متابعت کرتے حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ رتبہ اور قرب ان دونوں فرشتوں کا جناب الٰہی میں کس قدر ہے انھوں نے کہا کہ دونوں کو کمال قرب اُس ذات کا حاصل ہے اور دونوں پر تجلی الٰہی ظہور فرماتی ہے جبرئیل داہنی طرف رہتا ہے اور میکائیل بائیں طرف امیرالمومنین نے فرمایا کہ پس تم گدھوں سے بے عقل ہو اور سخت کافر ہو اس واسطے کہ جب ایسا قرب اور منزلت اللہ جل شانہٗ کی جناب میں اُن کو حاصل ہے اُس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دشمن ایک کا اُن میں سے ہو دشمن دوسرے کا بھی ہوگا اور جو کوئی دشمن ان دونوں کا ہو خدا کا دشمن بھی ہوگا یہ بات حضرت امیرالمومنین کی یہودیوں کے اوپر بہت شاق اور گراں ہوئی اور صحبت مکدر ہوئی حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر واسطے ظاہر کرنے اس ماجرا کے قصد حاضر ہونے کا بیچ خدمت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہنوز مجلس شریف میں نہ پہنچے تھے کہ حضرت جبرئیل اس آیت کو لائے، جب عمرؓ آں حضرت صلعم کی خدمت میں گئے فرمایا کہ لقد وافقك ربك یا عمر یعنی موافق تقریر تیری کے الزام دیا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو اور ان آیتوں کو حضرتؐ نے پڑھا حضرت امیرالمومنین فرماتے تھے کہ اُس وقت سے مجھ کو دین اور ایمان میں ایسی حالت بہم پہنچی کہ اپنے تئیں مقدمات دینی میں سخت تر پتھر سے پاتا ہوں میں بیچ اس جگہ کے جاننا چاہیے کہ بیچ ذکر ان تین صفت قرآن کے اس مقام میں کہ ایک مصدقا لما بین یدیہ اور دوسرے ھدی اور تیسرے بشرٰی للمومنین ہے ایک نکتہ ہے نہایت محکم اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ غیر کے کلام کو سننے والا تین باعث سے تصدیق کر لیتا ہے اور سچی اُس کے نزدیک ہو جاتی ہے ایک یہ کہ سننے والا اس کلام کا مقلد مشرب کا ہے جو کچھ اس کے بزرگ کہہ گئے ہیں اُس کا شدت کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے اگر کوئی شخص موافق کلام بزرگوں اُس کے کے کہے فی الفور یقین کرے اور جو کوئی مخالف اُس کے

Marfat.com

ہوئے ہر چند کہ دلیل عقلی بھی اُس پر قائم ہو مگر اُس کو جھوٹا جانتا ہے اور بات اُس کی اُس کے ذہن میں نہیں بیٹھتی ہے دُوسرے یہ کہ سُننے والا کلام کا محقق اور طلب کرنے والا دلیل کا ہے پس اگر دلیل قوی اُس کے اوپر پاوے گا قبول کرے گا والا انکار کرے گا تیسرے یہ کہ سُننے والا اُس کلام کا وہمی ہے اور خیالات میں مدہوش ہے جیسے کہ لڑکے اور عورتیں پس نزدیک اُس کے جو چیز کہ خوش اور اچھی معلوم ہو کہ دلالت اوپر حصول کسی مطلب کے یا دفع ہونے بلا کے کرتی ہے بلا تامل کرنے دلیل کے واجب التصدیق ہوتی ہے اور جو چیز اُس کے نزدیک ناخوش ہو کہ دلالت اوپر امر خوفناک کے کرے اُس کو یقین نہ کرے گا پس مصدقا لما بین یدیہ اشارہ ہے طرف باعث اول کے کہ تصدیق اُس سے حاصل ہو جاوے اور ھدی طرف باعث دوسرے کے اور بشری للمؤمنین طرف باعث تیسرے کے اور جب تینوں باعث تصدیق کے اس کلام میں جمع ہوں پھر تصدیق نہ کرنی اور کفر اختیار کرنا کمال حماقت اور بے وقوفی ہے بالخصوص ساتھ اس عذر نامسموع کے کہ لانے والا اس کا دشمن ہمارا ہے باقی رہے اس جگہ کئی سوال جواب طلب ۔

سوال پہلا یہ کہ درمیان شرط اور جزا کے ربط چاہیے اور اس جگہ درمیان شرط کے کہ من کان عدوا لجبریل اور درمیان جزا کے کہ فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ ظاہر میں ربط نہیں معلوم ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مفسرین نے بیچ بیان کرنے ربط کے درمیان اس شرط اور جزا کے دو طریق اختیار کئے ہیں اوّل یہ کہ جزا اس شرط کی محذوف مانتے ہیں اور دلیل اُس جزا محذوف کی کو کہ فانہ نزلہ علی قلبک الی آخرہ ہے قائم مقام جزا کے جانتے ہیں پس معنی کلام کے یہ ہوں گے کہ جو کوئی جبرئیل کو دشمن رکھے دشمنی اُس کی محض بے وجہ ہے اس واسطے کہ جبرئیل اللہ کی طرف سے اس نعمت عمدہ کو لایا ہے اور جبکہ نزول قرآن کا بواسطہ جبرئیل کے محض حکم خدا کے سے ہے نہ خواہش جبرئیل کی سے پس اگر نظر اس بات کی طرف کریں کہ جبرئیل ہمارے واسطے ایک خوان بھرا ہوا نعمت ہدایت اور بشارت کا لالیٹ اور دوا شافی درد ہمارے کی شفاخانہ غیب کے سے اُس نے ہماری طرف پہنچائی ہے چاہیے کہ اس صورت میں اس کی شکرگزاری کریں اور ساتھ ہزار زبان سے شکر اس احسان کا ادا کریں اور ساتھ ہزار دل کے دوست اس کے ہوں دوسرے یہ کہ جواب شرط کی محذوف نہیں بلکہ فانہ نزلہ علی قلبک الی آخرہ جزا واقع ہوا ہے لیکن جزا شرط کی

Marfat.com

ساتھ دو وجہ کے بلغا کے کلام میں آتی ہے ایک یہ کہ جو چیز شرط کے اوپر مرتب اور متفرع ہوتی ہے اُو شرط اُس کا سبب ہو اُس کو ذکر کرتے ہیں جیسے کہ اس جگہ کہتے ہیں کہ من کان عدوا لجبریل استحق اشد العذاب دوسرے یہ کہ جزا ایسی شے کو بناتے ہیں کہ شرط اُس کے اوپر مرتب ہو اور وہ شے سبب حصول شرط کا ہو جیسے کہ کہیں ان عاداك زید فقد اذیته واسأت الیه یعنی اگر دشمن رکھے تجھ کو زید پس تحقیق ایذا پہنچائی تھی تو نے اُس کو اور برائی کی تھی تو نے طرف اُس کے اس مقام میں بھی یہی طریق جاری کیا ہے اس واسطے کہ اوپر یہودیوں کے کہ جبرئیل سے عداوت رکھتے تھے دو طریق سے عتاب منظور ہے اول ساتھ بیان کرنے خباثت اس عداوت کے دوسرے ساتھ بیان کرنے شناعت اور قبح ثمرہ اور نتیجہ اس عداوت کے کہ اگلی آیت میں مذکور ہے اور جبکہ سبب ہر چیز کا اوپر مسبب اس کے کے تقدم طبعی رکھتا ہے ذکر میں بھی تقدیم سبب عداوت کے اوپر نتیجہ اور ثمرہ اُس کے کے ضرور پڑی پس معنی کلام کے اس طریقہ پر ایسے ہوں گے کہ جو کوئی دشمن جبرئیل کا ہو پس سبب اُس دشمنی کا وہ ہے کہ وہ قرآن کو تیرے پر القا کرتا ہے نہ اوپر دل کسی کے بنی اسرائیل میں سے اور از بسکہ وہ قرآن جمیع کرنے والا صفات کمال تمام کتابوں کا ہے کہ کہیں موافق کتابوں پہلی کے ہے اور دلیل روشن ہے اور بشارت اور خوشخبری بھی ہے اس سبب سے حسد کر کے اس کے اتارنے والے کو دشمن بنا لیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب سبب کسی کی عداوت کا حسد ہو اور وہ بھی اوپر نعمت دین کے زیادہ قبیح ہوتا ہے بہ نسبت اُس کے کہ کسی اور جہت سے ہوا ہو دشمن کے سے سوال دوسرا یہ ہے کہ ضمیر مفعول کی بیچ نزلہ کے راجع قرآن کے ہے حالانکہ لفظ قرآن کا مذکور نہیں پس اضمار قبل الذکر لازم آیا جواب اس کا یہ ہے کہ ضمیر کو کبھی حکم اسم اشارہ کا دیتے ہیں اور جانے اُس کے استعمال کرتے ہیں اور اس استعمال میں حضور ذات مشار الیہ کا کفایت کرتا ہے مقدم ہونا ذکر اُس کے کا لفظ میں درکار نہیں اور بیچ وقت تلاوت قرآن کے حضور ذات قرآن کا بالمشاہدہ متحقق ہے پس استعمال صحیح ہوا جیسے کہ بیچ انا انزلناه فی لیلة القدر کے معلوم ہے اور اسی واسطے اہل عربیت نے بعد تتبع کرنے ترکیبوں فصحائے عرب کے کہا ہے کہ کتنی چیزوں میں اضمار قبل الذکر جائز ہے مثل آسمان اور زمین اور دن اور رات اور انگلیاں ہاتھ کی اور مثل اس کے اور بعضی مثالیں یہ ہیں ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترك

عَلیٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ انہا لغداۃ باردۃ والذ شقھن خمسا اور تحقیق
اس کی یہی ہے کہ ان استعمالات میں ضمیروں کو بجائے اسمار اشارہ کے لاتے ہیں اور بیچ استعمال
اسم اشارہ کے حضور ذات مشار الیہ کا کافی ہے اور یہ چیزیں اکثر ہوتی ہیں اس طرح پر کہ اشارہ
اُس کی طرف صحیح ہو سکے سوال تیسرا یہ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ کہنے اس کلام کے مامور
ہوئے پس زبان اُن کی سے فرمانا چاہیئے تھا اس طرح پر فانہ نزلہ علیٰ قلبی باذن اللہ
علیٰ قلبك کس واسطے فرمایا جواب اس سوال کا اکثر مفسرین نے اس طرح کہا ہے کہ لفظ
خطاب کا بیچ علیٰ قلبك کے واسطے حکایت کلام الٰہی کے ہے گویا ایسا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ
کلام کہ میں فرماتا ہوں طرف آدمیوں کے خصوصاً طرف یہودیوں کے پہنچا وے پس اس صورت
میں لانا علیٰ قلبی کا مناسب نہیں بلکہ علیٰ قلبك چاہیئے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ آں حضرتؐ مامور
نہ تھے مگر ساتھ کہنے جملہ شرطیہ کے کہ شرط اس کی موجود ہے اور جزا اس کی محذوف اور وہ یہ ہے
من کان عدوا لجبریل فانہ یعادی من لا یلیق ان یعادے یعنی جو شخص عداوت
کرے جبرئیل کی پس بے شک یہ شخص عداوت کرتا ہے ایسے شخص کی کہ وہ لائق عداوت کیے جانے
کے نہیں اور اگلا کلام یعنی فانہ نزلہ علیٰ قلبك باذن اللہ دلیل اس جملہ شرطیہ کی
ہے اور کلام آمر کی یعنی حق تعالیٰ کی ہے اور کلام رسُول کی نہیں تاکہ علیٰ قلبی کہا جاتا سوال
چوتھا یہ ہے کہ نازل کرنا قرآن مجید کا اوپر تمام ذات آں حضرت صلعم کے تھا نہ فقط دل کے اوپر پس
لفظ علیٰ قلبك کہنے کی کیا وجہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ نزول قرآن کا اوپر تمام شخص کے خاص
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ عام ہے تمام اُمّت کو اس واسطے کہ جیسے کہ قرآن بواسطہ
جبرئیل علیہ السلام کے اوپر آں حضرت صلعم کے نازل ہوا ویسے ہی بواسطہ آں حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے اوپر صحابہ کے کہ آں حضرتؐ کی زبان مبارک سے دولت سُننے قرآن شریف کی اُن کے
نصیب ہوئی نازل ہوا اور بواسطہ اُن سُننے والوں کے اوپر دوسروں کے نازل ہوا اور مثل ایسے
ہی چلا آیا ہمارے زمانہ تک فرق قلت اور کثرت وسائط کا ہے اور وہ شے کہ خاص ساتھ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے نزول قرآن کا اوپر قلب کے ہے کہ اُمّتیوں کو یہ بات حاصل نہیں اور بیان
اس ابہام کا یہ ہے کہ کلام کسی شخص کا دوسرے کی طرف دو طریق سے پہنچتا ہے ایک یہ کہ اوّل کان

پہنچے اور کان کے راستہ سے دل پر پہنچے اور یہ طریق عام اور مطرد اور متعارف ہے اور امتیوں کو کلام اللہ اسی طریق سے طرف دل کے پہنچتا ہے دوسرے یہ کہ اولاً و ابتداءً دل پر پہنچے اور الفاظ خیال میں حاضر ہو جاویں اور یہ طریق خاص ساتھ اہل کمال کے ہے اور نادر اور قلیل ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر قرآن مجید بواسطہ جبرئیل کے اسی طریق سے پہنچا تھا اور اسی جہت سے آں حضرت صلعم کو بیچ یاد رکھنے اس کلام طویل کے ہرگز حاجت تکرار اور باربار پڑھنے کی نہیں پڑتی تھی اور اس کو فراموش نہ کرتے تھے والا کلام ایک دفعہ کا سنا ہوا خصوص کلام دراز ہر چند کہ کیسا ہی حافظ قوی ہو یاد نہیں رہتا ہے پس واسطے بیان کرنے خصوصیت اس نزول کے کہ باعث حسد کا یہی ہے لفظ علیٰ قلبك کا لانا ضرور ہوا اب ہم متوجہ ہوتے ہیں طرف تحقیق لفظ جبرئیل کے جاننا چاہیے کہ جبرئیل باجماع اہل عربیت کے غیر متصرف ہے بسبب علمیت اور عجمہ کے مع شرط اس کی کے اور معنی اس نام کے موافق روایتوں اکثر صحابہؓ کے عبداللہ ہے ساتھ اس طرح کے کہ جبر کے معنی یہ ہیں کہ بندہ بے اختیار اور مجبور خاوند کے ہاتھ میں ہو اور ایل بمعنی اللہ کے اور ایسی ہی روایت کی گئی ہے ابن عباس اور عکرمہ اور علقمہ اور غیر ان کے سے بیچ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم کے لیکن دیلمی نے ابو امامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ قال رسول اللہ اسم جبرئیل عبداللہ واسم میکائیل عبداللہ واسم اسرافیل عبدالرحمٰن یعنی کہا اس نے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے نام جبرئیل کا عبداللہ ہے اور نام میکائیل کا عبداللہ ہے اور نام اسرافیل کا عبدالرحمٰن ہے اور بیچ کتاب العظمت ابو الشیخ کے مانند اس روایت کے حضرت امام زین العابدینؓ سے بھی منقول ہے اور احتمال ہے کہ جبرئیل اور میکائیل اسرافیل کہ کلمہ ایل کا ان کے آخر میں ہے اور ایل ساتھ معنی اللہ کے ہے یہ تینوں لقب تینوں فرشتوں کے ہیں اور عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام ان فرشتوں کے ہیں اور ترجمے ان لقبوں کے نہیں پس تعارض نہیں رہتا ہے۔ بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے اور خطیب نے بیچ تفرق اور متفق کے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کل اسم فیہ ایل فھو عبد اللہ اور ہر تقدیر پر نام ان فرشتوں کے ایسے نہیں جیسے کہ آدمیوں کے رکھتے ہیں کہ جیسے چاہیں رکھ لیں زنگی کا نام کافور یا فاسق کا نام صالح بلکہ ان کے توقیفی ہیں

Marfat.com

یعنی مقرر کئے ہوئے خدا کے پس دلالت اوپر مرتبہ کمال اُن کے کے کرتے ہیں بلا تشبیہ جیسے
کرلقب دیئے ہوئے بادشاہوں کے کہ امیروں کو بخشتے ہیں اوساوپر منصب اور مرتبے اُن کے کے
کرتے ہیں بلا تشبیہ وزیر اعظم اور امیر الامرا اور میر سامان کے اور سوا ان کے پس جبرئیلؑ جس وقت
بمقتضائے مدلول اسمی اپنے کے کہ وہ اسم یہودیوں کے نزدیک بھی اللہ کی طرف سے عنایت ہوا
تھا پیچ ید قدرت الٰہی کے مجبور ہوا اور زیادہ حاجیت سے مرتبہ نہ رکھتا ہوا اور ایسی حالت کو نمونہ
مضمون اس مصرعہ کا اور بجز تائے وما جزئے یم، ہوا اُس کو ساتھ حضرت حق کے ثابت ہوئے
پس عداوت اُس کی اُوپر اس کلام کے حقیقت میں عداوت خدا کی ہو بسبب اس غصہ کے کہ اللہ نے
فضل اپنا کس واسطے اوپر کسی کے بندوں اپنے سے نازل فرمایا اور ظاہر ہے کہ مَنْ کَانَ عَدُوًّا
لِّلّٰهِ یعنی جو کہ ہو دشمن خدا کا اوپر اس بات کے کہ کس واسطے فضل اپنے کو اُوپر کسی بندہ کے
بندوں اپنے سے بے مشورہ اور تجویز ہماری کے نازل فرمایا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ یعنی اور دشمن
فرشتوں اُس کے کا بھی کہ کس واسطے ساتھ کہنے اور فرمانے اُس کے کے بیچ پہنچانے اس فضل
اور فیض کے اُوپر اُس بندہ کے سعی کرنے والے ہوئے اگرچہ وہ فرشتے رسول نہ ہوں وَرُسُلِهٖ
یعنی اور دشمن رسولوں اُس کے کا بھی کہ کس واسطے اس فیض کو انھوں نے قبول کیا اور پاس
خاطر ہمارا نہ کیا گو وہ رسول فرشتے نہ ہوں وَجِبْرِيْلَ یعنی اور خاص کر دشمن جبریل کا کہ وہ
بھی فرشتہ بھی ہے اور رسول بھی ہے اور معلم قرآن کا اور ثابت کرنے والا قرآن کا اس پیغمبر کے
دل میں بھی ہے وَمِيْكٰىلَ یعنی اور بالخصوص دشمن میکائیل کا بھی کہ وہ بھی فرشتہ ہے اور
بھی ممد اور معاون جبرئیل کا بھی اور راضی ہونے والا ساتھ نازل کرنے قرآن کے اوپر دل اس
پیغمبر کے اور حقیقت میں دشمن فرشتوں کی اور رسولوں کی عموماً اور ان دو فرشتوں اور ان دو
رسولوں کی خصوصاً دشمنی خدا کی ہے اس واسطے کہ دشمنی محبوب کی اور بھیجے ہوئے کسی شخص کی
دشمنی اُس شخص کی ہوتی ہے پس اس شخص نے اسباب عداوت خدا کی کے تین طرف سے واسطے
اپنے جمع کئے اوّل یہ کہ بذات اللہ تعالیٰ کو دشمن رکھا اور اس کے فعل پر اعتراض کیا دوسرے
یہ کہ بندوں خاص اُس کے کو کہ محبوب اُس کے ہیں اور موافق فرمودہ اُس کے کے کام کرتے ہیں
دشمن رکھا تیسرے یہ کہ خاص جبرئیل اور میکائیل کو کہ تمام فرشتوں کے رسولوں میں سے ممتاز ہیں

Marfat.com

دشمن رکھا پس عداوت خدا کی اُس کے اُوپر اُلٹی پھر کر آئی جیسے کہ اس نے خدائے تعالیٰ کو دشمن رکھا، خدائے تعالیٰ اُس کو دشمن رکھے گا فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ یعنی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ دشمن کافروں کا ہے اگرچہ ساتھ ایک وجہ کے کفر اختیار کریں اور انکو کہ کئی وجہ سے انھوں نے کفر اختیار کیا اور خدا کو دشمن رکھا اور فرشتوں کو بھی اور رسولوں کو بھی اور جبرئیل کو اور میکائیل کو بھی کس طرح دشمن نہ رکھے کہ کفر اُن کا سب کفر کی قسموں سے سخت ہوا اس جگہ جاننا چاہیئے کہ ذکر جبرئیل اور میکائیل کا بعد ذکر تمام فرشتوں کے اور یہ دونوں ان میں داخل ہیں دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُن کو بیچ قرب اور رتبہ کے بڑا مرتبہ بلند ہے کہ بالخصوص دشمنی اُن کی سبب دشمنی خدا کی ہوتی ہے گویا یہ دونوں فرشتے قطع نظر فرشتے ہونے کے کہ موجب محبت کا ہے بڑھ کر مرتبہ رکھتے ہیں کہ محبت اُن کی ایمان اور عداوت اُن کی کفر ہوتی ہے اور واسطے بیان اسی خصوصیت کے جُدا کر کے نام ان دونوں فرشتوں کا یاد فرمایا ورنہ ذکر خاص کا بعد ذکر عام کے چنداں درکار نہ تھا اور بیچ تخصیص ذکر ان دو فرشتوں کے اس مقام میں وجہ دوسری بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بیچ سبب نزول اس آیت کے قیل وقال تھی کہ جبرئیل اور میکائیل کے حق میں یہودیوں اور مسلمانوں میں واقع ہوئی تھی اور ہر چند کہ بیچ مقام عداوت کے مذکور جبرئیل کا تھا فقط نہ میکائیل کا لیکن جبکہ جبرئیل اور میکائیل آپس میں بسبب متحد ہونے کے بیچ مرضی اور اطاعت پروردگار اپنے کے حکم ایک جان دو قالب کا رکھتے ہیں ساتھ ذکر میکائیل کے اشارہ فرمایا طرف اس بات کے کہ عداوت جبرئیل کی بعینہٖ عداوت میکائیل کی ہے اگرچہ اپنی زبان سے نہ کہیں اور اپنے تئیں دوست میکائیل کا جانیں مثل فرقہ رافضیوں کے کہ وہ ناحق عداوت خلفائے ثلثہ کی رکھتے ہیں اور اپنی زبان سے اپنے تئیں دوستدار خلیفہ چہارم کا جانتے ہیں حالانکہ عداوت اُن تینوں کی بعینہا عداوت چوتھے کی بھی ہے ولنعم ماقیل رباعی۔

ربط خلفائے اربعہ ہست ازلی ! گفتن زخلاف شاں بود شرک جلی
داند ایں نکتہ طفل ابجد خواں ہم گو وصل سہ مفرد است ترکیب علی

اور بھی جاننا چاہیئے کہ حرف واؤ کا اس جگہ میں ساتھ معنی او کے ہے اس واسطے کہ عداوت ایک کی ان پانچوں ذکر کئے ہوؤں میں سے بیچ حاصل ہونے کفر کے کفایت کرتی ہے لیکن

Marfat.com

اس جگہ میں ایک نکتہ باریک ہے کہ اس کے واسطے حرف او کو چھوڑ کر حرف واؤ کا ذکر کیا گیا
ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر میں ممکن ہے کہ ایک شخص عداوت ایک کی ان پانچوں سے رکھے اور
عداوت دوسرے کی نہ رکھے لیکن اگر تعمق نظر کا کیا جاوے عداوت ہر ایک کی ان میں سے مستلزم
سب کی عداوت کو ہے پس حقیقت میں عداوت ان سب کی اکٹھی ہوتی ہے نہ جدا جدا باقی رہا
اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اسرافیل موافق اکثر روایتوں کے افضل جبرئیل
سے ہے پس عداوت اُس کی کس واسطے بالتخصیص اس جگہ ذکر نہ فرمائی جواب اس کا یہ ہے کہ
اسرافیل کو تعلق دنیا کے کاموں سے کہ کثیر الوقوع ہیں نہیں ہے مگر بواسطہ ان تین شخصوں کے
کہ جبرئیل اور میکائیل اور عزرائیل ہیں پس حقیقت اسرافیل بمنزلہ حقیقت جنسی کے ہے کہ بالاستقلال
تحصل نہیں رکھتی ہے مگر بیچ ضمن انواع کے اور حقیقتیں ان تینوں شخصوں کی بمنزلہ انواع محصلہ
کے ہیں اور ظاہر اور روشن ہے یہ بات کہ معنیٰ جنسی ساتھ محبت اور عداوت کے متعلق نہیں
ہوسکتے ہیں اس واسطے کہ بسبب مطلق ہونے کے معانی متقابلہ اُس میں جمع ہوتے ہیں اگر ایک جہت سے
متعلق عداوت کے ہووے دوسری جہت سے تعلق محبت کے ساتھ بھی ہوجاوے اور بالعکس اس کے
اور عزرائیل ہر گاہ کہ قبض ارواح کی اس کے سپرد ہے اور موت کو طبیعت ہر جاندار کی مکروہ جانتی
ہے عموماً اور خصوصاً انسان پس کراہیت فعل اُن کے کی اگر عداوت کے ساتھ مشتبہ ہوجاوے گنجائش
اس کی ہے بخلاف ان دو فرشتوں کے کہ نہ حقیقت عداوت کی اُن کی نسبت سے متصور ہوسکتی ہے
اور نہ شبہ عداوت کا پس عداوت اُن کی صریح دلیل عداوت خدا کی ہے اعاذنا اللّٰہ منہا
طبرانی اور ابوالشیخ نے بیچ کتاب العظمۃ کے اور بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے ساتھ سند معتبر کے
روایت کی ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ حضرت جبرئیل
کے بیچ خلوت کے بیٹھے تھے کہ ناگاہ کنارہ آسمان کا ٹوٹا اور حضرت جبرئیل بسبب اس ٹوٹنے
کے بھینچنے اور منقبض ہونے لگے اور سر اوپر زمین کے رکھنا شروع کیا اور آثار تواضع اور عاجزی
اور خوف اور فزع کے اُن کے اوپر ظاہر ہونے شروع ہوئے اسی حالت میں ایک فرشتہ کسی صورت
میں روبرو حضرتؐ کے ظاہر ہوا اور کہا کہ اے محمدؐ پروردگار تیرا تجھ کو سلام فرماتا ہے اور تجھ کو
اختیار دیتا ہے اس بات کا کہ اگر چاہے تو پیغمبر بادشاہوں کی مانند رہ اور اگر چاہے تو پیغمبر

Marfat.com

بندہ کی مانند زلیست کرں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تردد کر کے حضرت جبرئیل کی طرف نظر کی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سر جھکا کر اشارہ فرمایا کر بندگی اور فروتنی اختیار فرمائیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بندہ کی مانند زلیست کروں گا بادشاہی مجھ کو نہیں چاہیئے وہ فرشتہ اس جواب کو سُن کر اوپر آسمان کے چڑھ گیا بعد اس حال عجیب کے آں حضرت علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرئیل میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ فرشتہ کون ہے اور تم کو ساتھ دیکھنے اُس کے کے یہ حالت کس واسطے بہم پہنچی اور میں تمہارا یہ حال دیکھ کر اس سوال سے بند ہوا اب کہو کہ یہ کون تھا اور اور تمہارے یہ حالت کس سبب سے تھی جبرئیل نے کہا کہ یہ فرشتہ اسرافیل ہے جس دن سے کہ حق تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے ہمیشہ روبرو تجلی الٰہی کے حاضر رہتا ہے اور دونوں قدم اپنے ملا کر کمال عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے ہرگز آنکھ اپنی اوپر کو نہیں اٹھاتا ہے اور درمیان اُس کے اور درمیان پروردگار اُس کے کے اس حالت میں بھی ساٹھ پردے نور کے حائل ہیں اگر ایک پردہ کے پاس بھی آوے جل جاوے اور خدمت اس فرشتہ کی یہ ہے کہ لوح محفوظ روبرو اُس کے رکھی ہوئی ہے اور اُس کو اس کی چیزوں پر اطلاع دی ہے ہرگاہ کہ ارادہ الٰہی تعلق پکڑتا ہے کہ آسمان یا زمین میں کوئی چیز موجود ہو وہ لوح خود بخود بلند ہو کر اس فرشتہ کی طرف پہنچتی ہے اور یہ فرشتہ اُسی وقت لوح محفوظ میں نظر کرتا ہے اور اس امر مقدر واجب الوقوع کو دریافت کرتا ہے اگر میرے کرنے کی کوئی چیز ہوتی ہے مجھ کو وہ چیز بتلا دیتا ہے کہ اس کو کرنا چاہیئے اور اگر کوئی کام میکائیل کے متعلق ہوتا ہے میکائیل کو اُس کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اور اگر ملک الموت کے متعلق کوئی شئے ہوتی ہے اس سے کہہ دیتا ہے پھر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ تم کون سے کام پر مقرر ہو تو جبرئیل نے کہا کہ چلانا ہواؤں کا اور فتح اور شکست لشکروں کی پھر کہا میں نے میکائیل کو کیا خدمت ہے کہا مینہ کی اور تمام نباتات کی پھر کہا میں نے کہ ملک الموت کون سے کام پر مقرر ہے کہا کہ اوپر قبض کرنے ارواح کے پھر کہا کہ جب حضرت اسرافیل نیچے آئے میں نے جانا کہ وقت موجود ہونے قیامت کا آگیا اور ڈر گیا میں یہ حالت کہ میری دیکھی تم نے اُسی خوف کے سبب سے ہوگئی تھی اور طبرانی نے ساتھ سند ضعیف کے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن

Marfat.com

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتلا دیتا ہوں میں تمکو کہ افضل سب فرشتوں میں سے کون ہے حضرت جبرئیل ہیں اور افضل پیغمبروں میں سے حضرت آدم ہیں اور افضل دنوں میں سے دن جمعہ کا ہے اور افضل مہینوں کا ماہ رمضان ہے اور افضل راتوں میں شب قدر ہے اور افضل عورتوں میں سے مریم دختر عمران کی ہے لیکن اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ افضلیت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اوپر اور فرشتوں کے اور افضلیت حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر اور پیغمبروں کے افضلیت مطلقہ نہیں بلکہ بلحاظ اس بات کے کہ منافع خاص نوع انسانی کے اور امورات تکمیل اُس کی کے اور اصلاح معاد افراد اس نوع کے بسبب اُتارنے وحی اور شریعتوں کے اور مدد کرنی عابدوں اور زاہدوں کی بسبب انوار اور برکتوں کے اور ہلاکت جباروں اور متکبروں کی انھیں کے متعلق ہیں اور ان وجوہات سے بیچ حق خاص اس نوع کے احسان اور منت ان کی زائد ہے والا پہلی روایت میں گزرا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بیچ قرب اور منزلت اور مطلع ہونے لوح محفوظ کی چیزوں پر سب سے افضل ہیں بلکہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور عزرائیل علیہم السلام پر حکمرانی کرتے ہیں اور ایسی فضیلت اور بزرگی حضرت آدم علیہ السلام کی اس سبب سے ہے کہ نیک اعمال تمام آدمیوں کے اُن کے اعمال نامہ میں لکھے جاتے ہیں اور اصل الاصول اس نوع کی وہی ہیں اور سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خلافت اپنی بلا واسطہ انھیں کو عطا فرمائی ہے اور اگر ان امور سے قطع نظر کی جاوے قرب اور مرتبہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظاہر اور معلوم ہے اور شفاعت کی حدیث میں وارد ہے کہ ادم و من دونہ تحت لوائی یوم القیٰمۃ یعنی آدم اور جو شخص کہ نیچے اُن سے ہے تحت جھنڈے میرے کے ہوں گے دن قیامت کے اور تحقیق کنہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر نظر طرف عموم اور گھیر لینے کمالات کے کی جاوے برابر حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی آدمی نہیں اس واسطے کہ جو کمال نوع انسانی میں ظاہر ہو ذات اُن کی میں بطریق اجمال کے مندرج تھا یہاں تک کہ کمال محمدی بھی اور اگر نظر صرف علو اور بلندی درجہ کمال کے کی جاوے برابر ذات مقدس خاتم المرسلین کے کوئی شخص نہیں مثال اس کی یہ ہے کہ روئی جامع کمالات کپڑے کی ہے کہ اصل سب کی ہے گاڑھے سے لیکر شبنم اور آب رواں تک حالانکہ روئی شبنم اور آب رواں کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی ہے اور بیہقی

Marfat.com

نے شعب الایمان میں اور ابن ابی شیبہ نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے اور صابونی نے بیچ کتاب المائتین کے جابر بن عبد اللہؓ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ ایک خدمتوں جبرئیل کی سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اوپر اُس کو عرض کرنے حاجتوں آدمیوں کے وارد فرمایا ہے اگر کوئی محبوب خدا کے محبوبوں سے واسطے حصول کسی مطلب کے جناب الٰہی میں دُعا کرتا ہے جبرئیل عرض کرتے ہیں کہ فلانا بندہ فلانا مطلب عرض کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ ابھی حاجت اس کی بند رکھو اور مطلب اس کا حاصل نہ کرو یہاں تک کہ دُعا بہت کرے کہ مجھ کو آواز اُس کی اور دُعا اور زاری اُس کی خوش آتی ہے اور اگر کافر یا فاجر واسطے کسی مطلب کے دعا کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ جلدی مطلب اُس کا حاصل کرو تاکہ ساتھ آواز ناخوش اپنی کے مجھ کو ناخوش نہ کرے اور ابوالشیخ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے ایک دن حضرت جبرئیل سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اوپر اصل صورت کے دیکھوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ فلانی ساعت میں رات کے بیچ میدان بقیع الغرقد کے تشریف لائیے تاکہ صورت اپنی سے تم کو دکھلاؤں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اُسی وقت اُس میدان میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت جبرئیل آسمان کی طرف ساتھ لباس سندس یعنی دارائی کے کہ اوپر اُس کے مروارید اور یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے ہیں اور چھ سو پر رکھتے ہیں اور اُن پروں میں زمرد اور یاقوت اور مروارید لگے ہوتے ہیں چار ہے ہیں اور ایک ایک پران پروں میں سے اسقدر فراخ رکھتا تھا کہ آسمان کے کنارہ کو ڈھانپ لیا تھا اور ابو الشیخ نے شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ فرماتے تھے کہ میں نے جبرئیل کو طرح طرح کی صورتوں میں دیکھا ہے اور اب اکثر اوپر صورت دحیہ کلبی کے دیکھتا ہوں اور پیشتر اس سے صورتوں مختلف پر ظاہر ہوتا تھا اور اکثر اوقات اُن کو ایسا دیکھتا تھا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو غربال کے پیچھے سے دیکھتا ہے اور بیہقی نے بیچ دلائل النبوت کے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت حمزہ چچا آں حضرت صلعم کے نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ جبرئیل کو اوپر صورت اصلی ان کی کے مجھ کو دکھلائیے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم کو طاقت اُس کے دیکھنے کی نہ ہوگی انھوں نے کہا کہ میں بہت قوی دل ہوں بے خود نہ ہونگا آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ پس بیٹھ جاؤ ناگاہ حضرت

Marfat.com

جبرئیل اُترے اور دونوں قدم اپنے اوپر ایک پتھر بڑے کے کہ متصل کعبہ کے رکھا ہوا تھا اور آدمی اُس پتھر پر کپڑے اپنے وقت طواف کے ڈالتے تھے رکھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نظر اپنی کو اٹھاؤ انھوں نے نظر اپنی اٹھائی اور دونوں قدم جبرئیل کے دیکھے اور غش میں گر پڑے جب ہوش میں آئے آدمیوں نے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا کہا انھوں نے کہ میں نے ایک زمرد سبز دیکھا لیکن اس زمرد میں اس قدر چمک اور روشنی تھی کہ آنکھ چندھیا گئی اور بے خود ہو کر گر پڑا ہیں اور ابن المبارک بیچ کتاب الزہد اپنی کے ساتھ روایت ابن شہاب رضی کے لاتے ہیں کہ آں حضرت ایک دن چاندنی رات میں طرف مصلےٰ کے جاتے تھے کہ دفعۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام سر آں حضرت کا اپنے سینہ پر رکھے ہوئے ہیں اور ایک ہاتھ اپنا اوپر سینہ مبارک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھا ہوا ہے اور ہاتھ دوسرا درمیان دو شانہ آنحضرت کے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں اور پوچھتے ہیں تم کو کیا ہوا کہ بے ہوش ہو گئے آں حضرت نے فرمایا کہ میں ہرگز گمان نہ کیا تھا کہ کسی مخلوق میں یہ نور اور چمک ہو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اگر تم اسرافیل کو دیکھو ایک پر بیچ مشرق کے ہے اور ایک پر مغرب میں اور عرش شانے کے اوپر ہے بہت تعجب کرو اور باوجود اس طول اور عرض جثہ کے بعضے وقت بسبب تجلی عظمت الٰہی کے سکڑ کر چھوٹی چڑیا کی مانند ہو جاتا ہے اور ابن داؤد نے بیچ کتاب المصاحف کے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام صحابیوں میں سے حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ جو باتیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں کیا کرتے تھے یہ سنتے تھے لیکن صورت اُن کی نہیں دیکھتے تھے اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن بیچ خلوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیا اور حضرت جبرئیل کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس جو کوئی سوائے نبیوں کے حضرت جبرئیل کو سر کی آنکھوں سے دیکھے اندھا ہو جاتا ہے لیکن میں خدا سے واسطے تیرے دعا کروں گا کہ یہ اندھا ہونا اخیر عمر تیری میں ہو چنانچہ حضرت ابن عباس رضی آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ابو الشیخ ساتھ روایت ابن عباس رضی کے آں حضرت سے لاتے ہیں کہ بہشت میں ایک نہر ہے کہ سوائے جبرئیل کے دوسرے کو حکم اس پر آنے کا نہیں اور حضرت

جبرئیلؑ ہر روز ایک بار غوطہ اُس نہر میں کھاتے ہیں اور بعد نکلنے کے اُس سے پانی بدن اپنے کا جھٹکتے ہیں ہر ہر قطرہ ان کے سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور بیچ روایت علاء ابن ہارون کے آیا ہے کہ وہ نہر کوثر ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ فرماتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت جبرئیل آگے میرے سفید کپڑوں میں آتے ہیں لیکن بجائے سنجاف کے مروارید اور یاقوت ان کے کپڑوں میں ٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور سران کا جیسا کہ جالی دار مروارید سے ہوتا ہے اور اوپر ان کے دو لڑی موتیوں کی حمائل ہوتی ہیں اور دونوں پر ان کے سبز اور دونوں پاؤں کسی سبز چیز سے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں گویا موزہ سبز پہنے ہوتے ہیں اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے لاتے ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جبرئیلؑ سے فرمایا کہ تم کو کبھی دیدار جناب رب العزت جل شانہٗ کا بھی میسر آتا ہے کہا نہیں درمیان میرے اور درمیان اس جناب کے ستر پردے نور کے ہوتے ہیں اگر نیچے کے پردے کی طرف دیکھوں جل جاؤں اور طبرانی اور ابن مردویہ اور ابونعیم نے ساتھ ضعیف سند کے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص یہودیوں میں سے آگے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ آیا جناب حق تعالیٰ کو مخلوق اپنی سے پردہ اور حجاب بھی ہے فرمایا البتہ درمیان اُس جناب اور فرشتوں کے کر گرداگرد عرش کے ہیں ستّر حجاب نور کے ہیں اور ستر حجاب تاریکی کے اور ستر حجاب اطلس کے رفرفوں کے اور ستر حجاب سندس یعنی دارائی کے رفرفوں کے اور ستر حجاب مروارید سفید سے اور ستر حجاب مروارید سُرخ سے اور ستّر حجاب مروارید سبز سے اور ستر حجاب روشنی تیز سے اور ستر حجاب برف سے اور ستر حجاب پانی سے اور ستر حجاب اولہ سے اور ستر حجاب اور ہیں عظمت ذاتی حق کے سے کہ وصف ان حجابوں کا بیان میں نہیں آتا ہے اُس یہودی نے کہا کہ مجھ کو خبر دے اُس فرشتہ حق تعالیٰ کے سے کہ بہت متصل تجلی حق تعالیٰ کے رہتا ہے آں حضرتؐ نے فرمایا جو فرشتہ کہ بہت متصل اُس جناب کے ہے اسرافیلؑ ہے پھر جبرئیل اور میکائیل پھر ملک الموت اور امام احمدؒ نے بیچ کتاب الزہد کے ابوعمران جونی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام پاس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آتے اور روتے تھے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ رونے تمہارے کا کیا سبب ہے حالانکہ تم معصوم ہو اور خوف بازپرس کے سے تم نڈر ہو کہا کہ قسم خدا تعالیٰ

کی کر آنکھ میری خشک نہیں ہوتی ہے اُس دن سے کہ خدائے تعالیٰ نے آگ دوزخ کی پیدا
کی ہے کہ مبادا کوئی گناہ مجھ سے سرزد ہوجائے اور مستحق دوزخ کا ہوجاؤں اور بیچ مسند
امام احمد کے ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے کبھی حضرت میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہے اس کا
کیا سبب ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جس دن سے دوزخ پیدا ہوئی ہے حضرت میکائیل
نہیں ہنسے ہیں اور ابوالشیخ ساتھ روایت لیث بن سعد کے خالد بن سعید سے لائے ہیں کہ حضرت
اسرافیل بیچ بارہ ساعت رات کے بارہ مرتبہ اذان کہتے ہیں ایک ایک ساعت میں ایک ایک اذان
مقرر ہے اور اُس اذان کو تمام فرشتے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے سنتے ہیں اور جن اور
انسان نہیں سنتے ہیں اور آسمان کے فرشتے سب بیت المعمور کے پاس کہ مقابل خانہ کعبہ کے ہے
ساتویں آسمان میں جمع ہو کر انتظار جماعت کا کرتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام امام ہو کر
نماز پڑھواتے ہیں اور حکیم ترمذی نے زید بن رفیع سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت علیہ السلام
مسواک کرتے تھے کہ یکایک حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل دونوں تشریف لائے آدمی کی صورت
میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بطریق تحفہ کے مسواک حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دی حضرت
جبرئیل نے کہا کہ دو حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ یعنی یہ مسواک حضرت میکائیل کو دو کہ وہ مجھ سے
زیادہ بزرگ ہیں اور ابوالشیخ نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کی مخلوقات میں سے کونسا اللہ کے نزدیک زیادہ عزیز ہے فرمایا کہ میں
نہیں جانتا ہوں جب حضرت جبرئیل آئے اُن سے پوچھا انھوں نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا ہوں
جب جبرئیل گئے اور پھر آئے کہا کہ سب مخلوقات سے عزیز اللہ کے نزدیک چار فرشتے ہیں جبرئیل اور
میکائیل اور اسرافیل اور ملک الموت پس جبرئیل کا رخانہ نبوت اور وحی کا اور آمد و رفت پاس
رسولوں کے اور فتح اور شکست لڑائیوں میں اُن کے متعلق ہے اور میکائیل ہر ایک قطرہ مینہ کا اور
ہر ایک پتہ کہ زمین سے نکلتا ہے متعلق اُن کے ہے اور ان پر ملک الموت پس کام اُن کا قبض کرنا
ہر ایک روح کا ہے خواہ دریا میں ہو اور ان پر اسرافیل پس وہ امین خدا کا ہے درمیان اُس کے اور
ان تینوں فرشتوں کے یعنی احکام الٰہی طرف اُن کے پہنچاتا ہے اور مکتوبات لوح محفوظ کے کا اُن کو

Marfat.com

نشان دیتا ہے اور ابوالشیخ ساتھ روایت جابر بن عبداللہ کے آں حضرت سے لاتے ہیں کہ مقام جبرئیل کا داہنی طرف تجلیِ الٰہی کے ہے اور مقام میکائیل کا بائیں طرف اور مقام اسرافیل کا درمیان ان دونوں کے ہے ان سے آگے و نیز ابوالشیخ نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے کہ اعمال نا بندوں کے بھی حضرت میکائیل کے آگے پہنچتے ہیں اور ساتھ روایت ابوسعید خدریؓ کے لایا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب صور کا اسرافیل ہے اور ابوالشیخ نے اس سے روایت کی ہے کہ لعنت گنہگاروں کی اور رحمت مطیعوں کی اور محبوبیت محبوبوں درگاہ الٰہی کی ایک خدمت ہے کہ حضرت جبرئیل کے متعلق ہے اوّل اُن کو ان چیزوں کا حکم ہوتا ہے اور بواسطہ ان کے دوسرے فرشتوں کو پہنچتا ہے اور حاکم ساتھ روایت ابوسعید کے لایا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہر پیغمبر کے دو شخص بندگان خدا سے خاص وزیر اور مشیر رہے ہیں اور مجھ کو چار وزیر عنایت ہوتے دو وزیر آسمان والوں میں سے ایک جبرئیل اور دوسرا میکائیل اور دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور طبرانی نے ساتھ سند معتبر کے حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک اُن میں سے نرم خو ہے اور دوسرا تند خو یعنی حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور زمین میں بھی دو پیغمبر ہیں ایک نرم خو اور دوسرا تند خو یعنی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ نرمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مرتبے کی ہے کہ اپنے مخالفوں کے حق میں بھی شفاعت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ من تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم یعنی جس شخص نے تابعداری کی میری پس تحقیق وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی ہے میری پس تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے اور سختی حضرت نوحؑ کی اس مرتبہ کی ہے کہ فرماتے ہیں ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا اور میرے بھی دو یار ہیں ایک نرم خو اور دوسرا سخت خو اور ہر ایک اپنے کام میں صواب پر ہے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور بیہقی نے بیچ کتاب الاسماء والصفات کے اور طبرانی نے بیچ معجم اوسط کے اور بزار نے بیچ مسند اپنی کے ساتھ روایت عبداللہ بن عمرؓ کے ذکر کیا ہے کہ ایک دن آدمی بہت جمع ہو کر رُوبرو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ تمام نیکیاں اللہ کی طرف سے ہیں اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں

نبی کریم کے سماوی و ارضی وزراء کا بیان

Marfat.com

بلکہ نیکیاں اور برائیاں سب خدا کی طرف سے
ہیں بعضے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پر قائل ہوئے اور بعضے ساتھ قول حضرت عمرؓ کے قائل
ہوئے اور آپس میں جھگڑتے ہیں ہم رُوبرو آپ کے آئے ہیں تاکہ اس مقدمہ کا فیصلہ فرمائیں حضرت
علیہ السلام ہنسے اور فرمایا کہ عجب اتفاق ہے کہ آسمان میں بھی ایسا ہی مناقشہ پڑ گیا ہے حضرت
میکائیل علیہ السلام نے موافق قول ابوبکرؓ کے کہا اور حضرت جبرئیلؑ نے موافق قول عمرؓ کے بعد اس
کے حضرت جبرئیل نے حضرت میکائیل سے کہا کہ جب ہم آدمی کہ آسمان کے رہنے والے آپس
میں مختلف ہیں اہل زمین بالاولیٰ مختلف ہوں گے آؤ تم تاکہ آگے حضرت اسرافیل کے یہ جھگڑا
لے جاویں اور فیصلہ کرا دیں حضرت اسرافیل کے روبرو یہ جھگڑا لے گئے حضرت اسرافیل علیہ السلام
نے اُن کو بھید قضا اور قدر کا بتلایا اور کہا کہ القدر خیرہ وشرہ وحلوہ ومرہ
کلہ من اللہ تعالیٰ یعنی تقدیر خیر اور شر کی اور شیریں اور تلخ کی کل اللہ کی طرف سے ہے
بعد اس کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابا بکرؓ سے فرمایا کہ یا ابابکر اگر حق تعالیٰ چاہتا
کہ کوئی نافرمانی اس کی نہ کرے ابلیس کو نہ پیدا کرتا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ صدق اللہ
ورسولہ اور حاکم نے اسامہ بن عمیر ہذلی سے روایت کی کہ میں ایک دن دو رکعت سنت فجر
کی متصل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑھ کر بیٹھا دیکھا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت
ہلکی پھلکی پڑھ کر یہ دُعا فرماتے ہیں اللّٰھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل و
محمد اعوذبک من النار اور اس دعا کو تین بار فرمایا اور معنی اس دعا کے یہ ہیں اے
بار خدایا رب جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور محمد کے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ تیری آگ
سے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بیچ مرض موت کے جب وفات شریف قریب پہنچی بے ہوشی سخت لاحق ہوئی
اور سر مبارک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیچ گودی میری کے تھا بار بار پانی اوپر چہرہ مبارک
اُن کے چھڑکتی تھی اور دُعا شفا کی کرتی تھی اور بے قرار تھی میں کہ ایک دفعہ کچھ ہوش ہوا اور
فرمایا کہ یہ دعا مت کر بلکہ میں خدائے تعالیٰ سے صحبت رفیق اعلیٰ کی چاہتا ہوں اور رکھتا ہوں میں کہ
ساتھ جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے صحبت رکھوں اس وقت سے میں نے جانا کہ آں حضرتؐ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم بعد اس کے دنیا میں نہیں رہنے کے حاصل یہ ہے کہ مرتبہ ان تینوں فرشتوں کا بسبب قرب اور نزدیکی الٰہی کے کہ بجا آوری احکام الٰہی کی بے آمیزش خواہش نفسانی اپنی کے کرتے ہیں اُس حد کو پہنچا ہے کہ عداوت اُن کے ساتھ حقیقت میں اعتراض کرنا اوپر افعال جناب کبریا الٰہی کے ہے پس عداوت جبرئیل کی اس جہت سے کہ قرآن مجید اوپر پیغمبر فرقہ بنی اسرائیل کے آملا حقیقت میں یہ عداوت ہماری ہے اس واسطے کہ اُتارنا کتابوں کا کام ہمارا ہے اور جبرئیل سوائے ایلچی گری کے اور کوئی منصب نہیں رکھتا ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ یعنی اور تحقیق ہم نے مقام عظمت اپنی سے اُتاری ہیں طرف تیرے اٰیٰتٍۭ یعنی آیتیں قرآنی اور ہرگز التباس اور اشتباہ آیتوں اُتاری ہوئی ہماری کا ساتھ آملانے ہوئے دوسرے کے ممکن نہیں اس واسطے کہ وہ آیتیں بَیِّنٰتٍ یعنی دلیلیں ہیں روشن اس وجہ سے کہ اعجاز الفاظ کا ان میں ایسا پایا جاتا ہے کہ مثل اُن کے کسی اور سے ممکن نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ معانی اُن کے مطابق ہیں ساتھ مقتضائے عقل سلیم کے اور اس وجہ سے بھی کہ موافق ہیں وہ آیتیں ساتھ کتابوں پہلے نبیوں کے کہ یہودیوں کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہیں پس یہودیوں کو انکار ان آیتوں کا ممکن نہیں اس واسطے کہ اُن کے انکار کرنے سے انکار تمام کتابوں پہلی کا لازم آتا ہے وَمَا یَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ یعنی اور انکار نہیں کرتے ہیں اُن آیتوں کا مگر وہ آدمی کہ کفر کے اندر حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور ہرگز کسی کتاب کے اوپر پہلی کتابوں میں سے ایمان نہیں رکھتے ہیں اور مقتضائے عقل اور نقل دونوں سے قدم اُن کا باہر ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ کافر کی صفت میں فسق کا ذکر آیا ہے جیسے کہ اس آیت میں مراد اس سے وہ کفر ہوتا ہے کہ نہایت درجے کو پہنچے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہ ہو اور جس جگہ فسق صفت اہل ایمان کی فرمائی ہے مراد اُس سے گناہ کبیرہ ہیں اور احتمال ہے کہ معنیٰ آیت کے اس طرح ہوں کہ یہودی اگرچہ ساتھ جبرئیل کے عداوت رکھتے ہیں اور اسی سبب سے کفر کے گرداب میں گرفتار ہیں لیکن یہ امر بھی موجب کفر کا ساتھ قرآن مجید کے نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ ہم نے بہت معجزے بغیر وساطت جبرئیل کے تیرے اوپر نازل کئے ہیں جیسے کہ گریہ ستون کا اور جواب دینا درختوں کا تیرے کلام کا اور شکایت اونٹوں اور ہرنوں کی اور سلام کرنا پتھروں کا اور پہاڑوں کا تیرے اوپر اور

Marfat.com

جواب اور سوالات اخبار یہود کے اور اور چیزیں سوا اس کے کہ مجموع اُن کا موجب یقین صحت رسالت تیری کا ہوتا ہے اور اُن معجزیں ظاہر کا انکار نہیں کرتا ہے مگر وہ شخص کہ دائرہ دین کے سے بالکل خارج ہو اور ساتھ کسی دین اور سائین کے گرویدہ نہ ہو وا لا انکار معجزوں اور نبیوں کا کہ بڑھ کر ان معجزوں سے نہ تھے اُس کے تئیں لازم آوے گا یعنی آیا انکار فسق اپنے کا کرتے ہیں یہ یہودی اور کہتے ہیں کہ ہم مقتضائے عقل اور نقل سے باہر نہیں گئے ہیں اور مخالف عقل اور شرع کے ہم نے کوئی حرکت نہیں کی اور اگر تم اس انکار کو مخالف عقل اور نقل کے سمجھتے ہو خارج حساب سے ہے کہ کلام مدعیوں کے سے کرتے ہو وَكُلَّمَا عَاهَدُوْا عَهْدًا یعنی اور حال یہ ہے کہ جس وقت کوئی عہد باندھتے ہیں ساتھ خدا کے یا ساتھ رسول وقت کے یا اور خلقت کے ساتھ اگرچہ سہل مقدمہ میں ہو نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یعنی پس پشت پھینکتا ہے اُس عہد کو ایک فریق اُن میں سے چنانچہ اس پیغمبرؐ کے زمانہ میں بھی بنی قریظہ اور بنی نضیر نے بارہا آں حضرتؐ کے ساتھ عہد باندھا کہ مشرکین کی مدد لڑائی میں نہیں کریں گے اور بدخواہ تمھارے نہ ہوں گے اور ہر دفعہ اُس عہد کو توڑا اور باپ دادوں اُن کے سے یہ گناہ کثرت سے وقوع میں آیا چنانچہ اسی سورۃ میں بارہا گزرا واذا خذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور واذا خذنا میثاق بنی اسرائیل واذاخذنا میثاقکم لاتسفکون دماءکم اور ظاہر ہے کہ توڑنا عہد کا شرع میں بھی حرام ہے اور کبیرہ ہے اور مخالف مقتضائے عقل کے بھی اور اسی واسطے اوپر قباحت اس امر قبیح کے تمام گروہ آدمیوں کے یہاں تک کہ بے دین بھی متفق ہیں اور مرتکب اس کام کے کو بدکار جانتے ہیں پس فسق ان کا بسبب عہد شکنی کے کہ کئی کئی بار اُن سے سرزد ہوئی اور ہوتی ہے ثابت ہوا اور اگر اُن کے حال کو غور کرکے دیکھا جاوے فقط اسی حرکت سے فاسق نہیں ہوتے بلکہ کفر بھی اُن میں پایا جاتا ہے اس واسطے اَ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی اکثر اُن کے ایمان نہیں رکھتے ہیں ساتھ کتاب اپنی کے کہ توریت ہے اور جو عہد کہ توریت میں موجود ہیں اُن کو بھی واجب الحفظ نہیں جانتے ہیں اور احتمال ہے کہ بیچ کلمہ بَلْ کے مضمون فریق کے سے ترقی منظور ہو یعنی ایک فریق کے لوگ گناہ عہد شکنی کا کرتے ہیں بلکہ اکثر اُن کی تصدیق نہیں کرتے ہیں کہ یہ اُس سے بڑھ کر ہیں اور دلیل اوپر کفر اُن کے کے ساتھ کتاب اُن کی کے اور نکلنا اُن کا دائرہ دین کے سے یہ ہے کہ اگر ان کو ساتھ کتاب اپنی کے

ایمان حاصل ہوتا اور پر دین اپنے کے قائم رہتے اور ہرگز کسی شخص کا کہ موافق اس کتاب کے کلام کہے یا موافق قاعدوں اُس دین کے دعوت کرے انکار نہ کرتے اور درپے ایذا اُس کی کے نہ ہوتے وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ یعنی ہرگاہ کہ آیا پاس اُن کے پیغمبر کہ آنا اُس کا جانتے تھے مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس سے اس واسطے کہ معجزے اُس کے مانند معجزوں پہلے نبیوں کے دلیل قوی اوپر صدق اُس کے کے ہیں اور باوجود اس کے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ یعنی وہ پیغمبر تصدیق کرنے والا ہے کتابوں کی کہ ہمراہ اُن کے ہے مثل توریت اور زبور وغیرہ کے اس واسطے کہ آنے اُس کے سے ہیچ اُن کتابوں کے خبر دی ہے کہ اگر پیغمبر نہ آتا وہ خبریں سچی نہ ہوتیں پس مقتضائے حال اُن کے کا یہ تھا کہ بسبب آنے اس پیغمبر کے ایمان اُن کا ساتھ کتابوں اپنی کے زیادہ ہوتا اور وہ بالعکس کفر میں پڑے اور کتابوں اپنی کا بھی اُنھوں نے انکار کیا اس واسطے کہ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یعنی پھینکا ایک جماعت نے اُن میں سے کہ جن کو علم کتاب کا دیا تھا ہم نے اور فی الجملہ اس کتاب کے معنوں کے ساتھ ربط رکھتے تھے اور اس کتاب کو مطابق اس پیغمبر کے پہچانتے تھے كِتٰبَ اللّٰهِ یعنی کتاب اللہ کی کو کہ پیشتر اُس کو کتاب خدا کی جانتے تھے اور حقیت مضمون اُس کے کا اقرار کرتے تھے گویا اس فرقہ نے اُس کتاب کو پھینکا وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ یعنی پس پشت اپنی کہ اصلاً التفات اس کی طرف نہیں رکھتے ہیں اور لفظاً و معنیً اُس کے کو نہیں دیکھتے ہیں اور جب کتاب پس پشت ہوا اصلاً مطالعہ اور درس اور تکرار میں کام نہیں آتی ہے پس یہ لوگ بسبب اس حرکت کے بے برکت ہوئے کہ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی گویا کہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں پس جہل مطلق کو اختیار کیا اور کتاب الٰہی کو چھوڑا اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اُن کو ساتھ کتاب اپنی کے بھی ایمان حاصل نہیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہودی توریت کو دیبا اور حریر کے غلافوں میں رکھتے تھے اور سونے اور لاجورد سے مطلا کرتے تھے لیکن حلال اُس کے کو حلال نہیں جانتے تھے اور حرام اُس کے کو حرام نہیں مانتے تھے اس واسطے حق تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا کہ اُنھوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت پھینک دیا مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے عمل کرنے سے ڈریں اور درپے علم اور عمل کتاب اپنی کے رہیں اللّٰھم ارزقنا کاش یہ یہودی اوپر اسی قدر کے کفایت کرتے

Marfat.com

لیکن اُنھوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ یعنی اور پیروی کی اُن منتروں کی کہ پڑھتے تھے شیاطین جنوں اور آدمیوں کے عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ یعنی بیچ عہد بادشاہت حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور قصہ اُس کا ایسا تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی عام دی تھی اور تمام مخلوقات خواہ جن خواہ انسان یا جانور وحشی اور ہوا وغیرہ کل زیر حکم اُن کے کئے تھے پس اُن کے عہد میں شیاطین جنوں کے بھی آدمیوں کی صورت میں متشکل ہو کر بڑے بڑے کام مشکل جیسے کہ غواصی اور سنگ تراشی اور بلند عمارتیں بنانے اور حوض اور قلعے تیار کرنے اور عجیب شکلوں اور نقش کھینچنے میں مصروف رہتے تھے چنانچہ دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس سبب سے اختلاط آدمیوں کا جنوں کے ساتھ بے پردہ ہو گیا تھا اور آپس میں نشست و برخاست کرتے تھے اور شیاطین آدمیوں کے سامنے عجیب و غریب کام اپنے ظاہر کرتے تھے اور منتر جس میں کہ الفاظ صریح شرک کے تھے جیسے کہ نام بتوں اور شیطانوں پہلے زمانے کے بہکانے اور کافر کرنے میں پیشوا اُن کے تھے آدمیوں کے روبرو پڑھتے اور بسبب پڑھنے اُن کے بڑی بڑی عجیب چیزیں ظاہر ہوتیں اور ان امورات کے صادر ہونے کی دو وجہ ہیں: ہاقل یہ کہ جن کی پیدائش اور آدمی کی پیدائش میں بہت تفاوت ہے پس واسطے گمراہ کرنے آدمیوں کے بسبب سننے ان منتروں کے شیاطین چیزیں عجیب و غریب ظاہر کرتے اور کسی کی گردن توڑتے اور کسی کا پاؤں باندھ لیتے اور کسی کے شکم کے اندر آکر درد پیدا کرتے اور بعضے وقت میں کسی آدمی کے اندر تاثیریں ناشائستہ ڈالتے اور جس وقت وہ افسون اُس کے اوپر پڑھا جاتا چھوڑ دیتے اور اُس کو آرام ہو جاتا تا کہ آدمی اعتقاد تاثیر ان منتروں کا کرکے تعظیم بتوں اور شیاطین پیشواؤں کی بجا لاویں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جنوں کے فعل بہ نسبت افعال آدمیوں کے حکم خوارق عادت کا رکھتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ارواح بعض آدمیوں کی نے کثرت شرارت اور خباثت میں حکم جنوں کا پیدا کیا ہے کہ بالطبع اس بات کو چاہتے ہیں کہ ہماری عبادت اور تعظیم اور پرستش کی جاوے اور چاہتے ہیں کہ ہماری طرف رجوع کریں اور جنوں کے شیطانوں نے بعضے منتر کہ جن میں تعظیم اور التجا طرف اُن ارواح کے کما حقہٗ پائی جاوے آدمیوں کو تعلیم کر دیئے تھے اور سجدہ اور قربانی اُن ارواح کی اور کام تعظیم کے کرنے اور منتر

Marfat.com

پڑھنے کے شرائط مقرر تھے تاکہ آدمی شرک اور گمراہی میں گرفتار ہوں اور آثار عجیب ان کاموں کے اوپر مترتب ہوں رفتہ رفتہ یہ حرکت ناشائستہ اور عمل بدمشہور ہوگیا یہاں تک کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام بھی اُس کے اوپر مطلع ہوتے اور آصف بن برخیا کو کہ وزیر اُن کا تھا حکم فرمایا کہ شیطانوں کو حاضر کرکے جو کچھ اُن کے پاس اس قسم کی چیزیں ہیں سب کو جمع کرکے اور لکھوا کر نیچے کرسی ہماری کے دفن کریں اور بعد اس کے تقید کر دو کہ شیاطین اور آدمی آپس میں نشست و برخاست نہ کریں اور طریقہ تعلیم اور تعلم کا اُن کے درمیان میں جاری نہ رہے جب تک حضرت سلیمانؑ زندہ تھے یہی طریق باقی رہا بعد وفات حضرت سلیمانؑ اور آصف بن برخیا کے شیطانوں نے آدمیوں سے یہ امر ظاہر کیا کہ حضرت سلیمانؑ نے سحر اور جادو کے زور سے یہ تمام سلطنت حاصل کی تھی کہ ہوا اور جانور وحشی اور جن اور انس اُن کے مسخر ہوگئے تھے اور اس تمام سحر کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کرکے اس جہان سے چلے گئے ہیں اب تدبیر یہ ہے کہ اُس مکان کو کھود کر ان کتابوں کو نکالو اور موافق اُس کے عمل کرو تاکہ مانند حضرت سلیمانؑ کے تمہارے ہاتھ سے بھی عجائب اور غرائب ظاہر ہوں آدمیوں نے بسبب بہکانے اُن شیطانوں کے کتابوں کو نکال لیا اور اُن منتروں کو پڑھنا شروع کیا اور خواص عجیبہ اُن میں پائے یہاں تک کہ توریت اور علوم دین کا شغل بالکل موقوف ہوا اور تمام ہمت اُن کی اوپر حاصل کرنے علم سحر اور افسون گری کے مصروف ہوئی اور جب تک شیطانوں کو گمراہ کرنا اُن کا منظور تھا ان منتروں کے پڑھنے سے خوب تابعداری کرتے اور آثار بھی خوب طرح سے اس کام پر ظاہر ہوتے اور جس وقت شیطانوں نے دیکھا کہ گمراہی کے گڑھے میں گر پڑے اور اچھی طرح کتب الٰہیہ سے رُوگردانی کی بعد اُس کے اُن منتروں کے پڑھنے سے اطاعت بجانہ لائے اور اُس کام سے دستکش ہوئے اور وہ تاثیریں گم ہونے لگیں پس بسبب اس حادثہ کے کئی وجہ سے ضرر بڑا یہودیوں کے دین میں اور نقصان ہوا اوّل روگردانی کتابوں الٰہی سے کہ علاج امراض روحانی کا انھیں میں تھا دوسرے اعتقاد کرنا تاثیر بتوں اور بڑے بڑے شیطانوں کے ناموں کا اور بجالانا نذروں اور قربانیوں کا اُن کے واسطے کہ صریح کفر اور شرک ہے تیسرے بدظنی کرنی بیچ حق حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کے یہاں تک کہ انکار نبوت اُن کی کا کیا اور کہنے لگے کہ سلیمان ساحر تھا زبردست چنانچہ ابن جریر نے شہر بن

Marfat.com

سے روایت کی ہے کہ یہودی آپس میں کہتے تھے کہ دیکھو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ حق کو
ساتھ باطل کے ملاتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کو نبیوں کے ساتھ شامل کرتا ہے حالانکہ سلیمان ایک
جادوگر تھا کہ بزور سحر کے ہوا پر سوار ہوتا تھا حق تعالیٰ نے دونوں کاموں یہودیوں کے یعنی اعراض
کرنا کتب الٰہیہ سے اور اعتقاد کرنا تاثیر بتوں اور شیطانوں کے ناموں کی مذمت فرمائی اور بُرائی
اُس کی ظاہر فرمائی اور تیسرے امر کو کہ گمان جادوگری حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا ساتھ اس
عبارت کے رد کیا کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ یعنی اور ہرگز کافر نہ تھا سلیمانؑ بسبب اعتقاد تاثیر
بتوں اور شیطانوں کے ناموں کے اور بجا لانے نذروں اور قربانیوں اُن کی کے کہ جن پر سحر موقوف
ہے اس واسطے کہ سلیمانؑ پیغمبر تھے ساتھ اقرار ایک جماعت کثیر کے یہودیوں میں سے اور معصوم
ہونا پیغمبروں کا کفر سے قطعی ہے بلکہ بدیہی ہے اس واسطے کہ منصب نبوت کا ساتھ کفر کے منافات
اور مخالفت صریح رکھتا ہے اور مبعوث کرنا پیغمبروں کا واسطے دُور کرنے کفر کے ہے اگر خود نبی کفر
اختیار کرے نقصان رتبہ نبوت اُس کے کا لازم آوے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ یعنی اور لیکن شیطین
جن اور انس کے کہ روبرو حضرت سلیمانؑ کے بسبب دیکھنے معجزے اُن کے کے ایمان لائے تھے اور
مسلمانوں کے گروہ میں داخل ہو گئے تھے اور بیچ جوہر ذاتی اُن کے کے شرارت اور کفر کا خمیر تھا
بعد وفات حضرت سلیمانؑ کے بمقتضائے خبث اصل اپنے کے كَفَرُوْا یعنی کافر ہو گئے اور تہمت
جھوٹ کی اوپر سلیمانؑ کے باندھی کہ وہ بھی سحر اور جادو کرتے تھے اور بسبب انہی اعمال خبیثہ کے
جن اور انس اور وحوش اور طیور اور مخلوقات کو مسخر اور تابعدار کیا تھا اور فقط اس کہنے پر اور
اعتقاد کرنے پر قناعت نہ کی بلکہ وہ شیاطین يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ یعنی تعلیم کرتے تھے
آدمیوں کو سحر کی باتیں تاکہ اور آدمیوں کو بھی مانند اپنے کافر اور جادوگر بنا دیں اور آدمی ساتھ
افترا اور جھوٹ اُن کے کے فریب کھا کر گمان کریں کہ سحر کے کرنے میں کچھ بُرائی نہیں والا ایسا پیغمبر
عالی قدر کس واسطے ایسا کام کرتا اس جگہ جاننا چاہیئے کہ حکم سحر کا مختلف ہے اگر سحر میں قول یا
فعل ایسا ہو کہ موجب کفر کا ہووے جیسے ذکر کرنا نام بتوں اور ارواح خبیثہ کا ساتھ ایسی تعظیم کے
لائق رب العزت کے ہے جیسے کہ ثابت کرنا عموم علم اور قدرت کا یعنی ہر شئے کا علم بالاستقلال اور
ہر شئے پر قدرت اس طرح کی اور غیب دانی اور مشکل کشائی اسی قسم کی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ

Marfat.com

اور مثل اُس کے اور کوئی شئے پائی جاوے بلا شبہ وہ سحر کفر ہے اور صاحب اُس کا مُرتد ہوتا ہے اور ایسے ہی جو شخص کہ اس قسم کا سحر واسطے کسی مطلب اپنے کے کروائے دیدہ و دانستہ کافر ہوتا ہے اور احکام مرتدوں کے اُس کے اُوپر جاری ہیں اگر مرد ہے اُس کو تین دن کی مہلت دینی چاہیئے تاکہ توبہ کرے اور اُس قول اور فعل سے تبرا کرے اور بعد تین دن کے بھی اگر توبہ اُس سے درست نہ ہوئی اُس کو قتل کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کے قبرستان میں اُس کو دفن نہ کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کے طریق پر اُس کی تجہیز اور تکفین بھی نہ کرنی چاہیئے اور واسطے اُس کے فاتحہ اور درود اور صدقے نہ بھیجنے چاہییں اور اگر عورت ہے نزدیک امام شافعیؒ کے اسکو بھی بدستور مردوں کے بعد مہلت تین دن کے مار ڈالنا چاہیئے اور نزدیک امام اعظمؒ کے ہمیشہ اُس کو قید کرنا چاہیئے یہاں تک کہ توبۃ النصوح کرے اور اگر سحر میں کوئی قول یا فعل ایسا نہ ہو کہ جس کے سبب سے کفر اور ارتداد ثابت ہو لیکن کرنے والا اُس کا دعوٰی کرتا ہے کہ میں بسبب سحر اپنے کے قدرت رکھتا ہوں کہ خدائی کے کام کروں جیسے کہ بدل ڈالنا صورت آدمیوں کی ساتھ جانوروں کے یا پتھر کو لکڑی یا لکڑی کو پتھر بنا سکتا ہوں یا کام پیغمبروں اور معجزے ان کے دکھلا سکتا ہوں جیسے کہ اڑنا ہوا میں یا طے کرنی مسافت ایک مہینے کی بیچ ایک لمحہ کے پس وہ بھی کافر اور مرتد ہوتا ہے نہ بسبب فقط سحر کے بلکہ بسبب اس دعوے کے اور اگر کہتا ہے کہ ان اعمال اور کاموں میرے میں خاصیت ہے کہ بسبب اُس کے قتل کرنا نفس کا یا بیمار کرنا تندرست کا یا تندرست کرنا بیمار کا اور ڈرا دینا اچھے بھلے کا اور فاسد کرنا تخیل کا کر سکتا ہوں پس یہ سحر تزویر اور فسق ہے اور کرنے والا اُس کا دغا باز اور فاسق ہے اگر بسبب سحر اپنے کے نفس معصومہ کو ہلاک کرے مانند قطاع الطریق اور خناقؒ کے اسکو مار ڈالنا چاہیئے اس واسطے کہ سعی کرنے والا فساد کا ہے اور درمیان عورت اور مرد کے کہ ایسی حرکت کرے کچھ فرق نہیں اور دونوں کا ایک حکم ہے یہ مذکور دہ ہے کہ امام فخرالدین رازی اور اور علماء حنفیہ نے منقح کیا ہے اور بیچ ایک روایت کے امام اعظمؒ سے ایسا آیا ہے کہ جب کسی کو معلوم کریں کہ جادو کرتا ہے اور ساتھ اقرار یا گواہوں کے یہ بات ثابت ہو جاوے اُس کو مار ڈالنا چاہیئے اور توبہ اس سے طلب نہ کرنی چاہیئے اور اگر کہے کہ میں جادو چھوڑے دیتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اُس کی بات کو قبول نہ کرنا چاہیئے ہاں اگر کہے کہ میں پیشتر سحر کرتا تھا اور ایک مدت سے

Marfat.com

یہ کام چھوڑ دیا ہے قول اس کا قبول کرنا چاہیئے اور رجوع کرنا اُس کا نہ چاہیئے اور نزدیک امام شافعی کے اگر کسی شخص نے سحر کیا اور بسبب سحر اس کے کے مسحور علیہ جس پر سحر کیا تھا مر گیا ساحر سے پوچھنا چاہیئے اگر اقرار کرے کہ میں نے اس کو سحر کیا تھا اور سحر میرا اکثر مار ڈالتا ہے اُوپر اُس کے قصاص واجب ہوتا ہے اور اگر نہ کہے کہ میں نے اُس پر جادو کیا ہے لیکن سحر میرا کبھی مار ڈالتا ہے اور کبھی نہیں مار ڈالتا ہے پس قتل شبہ عمد کا ہوا احکام شبہ عمد کے اس پر جاری کرنے چاہئیں اور اگر کہے کہ میں نے اور شخص پر سحر کیا تھا اتفاقاً نام اُس کا موافق نام اُس کے پڑا یا گذر اُس کا سحر کے مقام میں ہوا اور اُس میں تاثیر ہوگئی اُس کی پس یہ قتل خطا کا ہوا احکام خطا کے اُس پر جاری ہوں گے اس جگہ میں ایک شبہ ہے اکثر ذہن میں آتا ہے ، حاصل اُس کا یہ ہے کہ افعال خارق عادت کے کہ محض ساتھ قدرت الٰہی کے صادر ہوتے ہیں اکثر اوقات اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتے ہیں مثل بدلنا ایک شئے کے ساتھ شے دوسری کے اور بدلنے صورتوں کے اور ایسے ہی وہ افعال کہ مشابہ معجزے پیغمبروں کے ہیں مانند زندہ کر دینے مردے کے اور طے کرنے مسافت طویلہ کے ایک ساعت میں اور مانند اس کے بھی اولیاء اللہ سے کثیر الوقوع ہیں اور اولیاء کے حال لکھنے والے اُن فعلوں کو اولیاء کی کرامتوں اور انکے مناقب میں لکھتے ہیں پس اگر نسبت فعل الٰہی کی غیر کی طرف کفر ہو اس مقام میں بھی کفر لازم آئے اور اگر نظر طرف سبب ظاہری کے کی جاوے۔ اور کفر نہ کہا جاوے پس ساحر کے حق میں کس واسطے حکم کفر کا اُس وجہ سے کیا ہے بلکہ دعوتیں اسماء الٰہی کے کرنے والے اور عزیمتیں پڑھنے والے بسبب سیفی اور دعوت کے عجائبات گوناگوں ظاہر کرتے ہیں اور مشابہت کمال درجہ کی ساحروں کے ساتھ اُن کو پیدا ہوتی ہے وجہ فرق کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جو افعال خلاف عادت کے ہیں خواہ مشابہ معجزے پیغمبروں کے ہوویں خواہ اور جنس سے تمام خاص قدرت الٰہی سے صادر ہوتے ہیں اور اسی کے ارادہ اور ایجاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اُس میں اولیاء کے افعال اور ساحروں کے افعال دونوں برابر ہیں فرق یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور دعوت اسماء وغیرہ کی کرنے والے اور عزیمت پڑھنے والے اُن فعلوں کو نسبت طرف غیر خدا کے نہیں کرتے ہیں بلکہ طرف قدرت الٰہی کے یا طرف اسماء اُس کے کی نسبت کرتے ہیں پس شرک لازم نہیں آتا ہے اور جادوگر اُن فعلوں کو طرف غیر خدا

Marfat.com

کے مثل ارواح خبیثہ اور بزرگوں کے نسبت کرتے ہیں یا خواص منتروں اور بتوں کے ناموں کے سے جانتے ہیں اور اسی واسطے اُن فعلوں کو اپنے قابو میں سمجھتے ہیں اور تحت حکم اپنے کے شمار کرتے ہیں اور اُن کاموں پر حلوان اور اُجرت لیتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں واسطے اُن ارواح خبیثہ اور اُن اصنام باطلہ کے کرتے ہیں پس شرک صریح لازم آتا ہے اور موجب کفر کا لازم آتا ہے اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشرکین افعال عادی خدائے تعالیٰ کو مانند فرزند عطا کرنے اور فراخی رزق اور شفا مریض اور اور کاموں کو جو مثل اُن کے ہیں طرف ارواح خبیثہ اور بتوں کے نسبت کرتے ہیں اور کافر ہوتے ہیں اور موحد لوگ تاثیر اسماء الٰہی یا خواص مخلوقات اُس کی سے مثل تاثیر دواؤں اور بُوٹیوں کے سے جانتے ہیں یا تاثیر دُعا نیک بندوں اُس کے سے کر وہ بھی جناب اُس کی سے درخواست کر کے مطلب برآری کرواتے ہیں سمجھتے ہیں پس اُن کے ایمان میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے ایسا ہی یہ عزیمتیں وغیرہ ہیں اب متوجہ اس طرف ہوتے ہیں ہم کہ حقیقت سحر کی کیا ہے اور اقسام اُس کے کتنے ہیں اور کونسی قسم اُس کی موجب کفر کی ہے اور کونسی موجب فسق کی اور کونسی مباح کہ شریعت میں جائز ہے تفصیل اس بحث کی طول چاہتی ہے مجمل اس کا یہ ہے کہ حقیقت سحر کی پیدا کرنے قدرت اوپر افعال عجیبہ کے کہ خلاف عادت کے ہوں ساتھ استعمال کرنے اسباب خفیہ کیلئے ہے زوسیلہ پکڑنے کے ساتھ جناب الٰہی کے بسبب دُعا یا پڑھنے اسماء اُس کے کے اور بغیر نسبت ان فعلوں کے طرف قدرت اُس کی کے اور جب اسباب خفیہ جہان میں کئی قسم کے ہیں سحر بھی چند قسم کا ہوا اور ضبط ان اقسام کا اس طرح ہے کہ سبب خفی یا روحانیات کی تاثیر ہے یا تاثیر جسمانیات کی اور روحانیات یا روحانیات کلیہ مطلقہ ہیں مثل روحانیات کواکب اور افلاک اور روحانیات عناصر کے یا وہ روحانیات جزئیہ ہیں مثل سوداؤں امراض کے اور جن اور شیاطین اور نفوس مفارقہ بنی آدم کے کہ اُن نفسوں کو بعد سحر کرنے کے کسی کام اپنے میں ہندی لغت میں بیر کہتے ہیں ساتھ کسرہ موحدہ اور سکون یا کے اور جسمانیات کی تاثیریں عجیب عجیب یا بسبب ترکیب اور جمع ہونے کیفیات مختلفہ کے ہوتی ہیں یا بسبب خواص صور نوعیہ اُن کی کے بلا واسطہ کیفیتوں کے مثل جذب کرنے مقناطیس کے لوہے کے تئیں بعد اُس کے طریق حاصل کرنے متابعت کا ساتھ روحانیات کے اور حاصل کرنے تاثیروں اُن کی کا

Marfat.com

یا ذکر کرنا اُن کے ناموں کا اور التجا کرنی طرف اُن کے بموافق شرطوں مقرر کی ہوئی کے یا شکلیں اور صورتیں مناسب بنا کر عمل مرغوب اُن کے بجالانے یا ایسے کلام پڑھنے کہ مفردات اُس کلام کے بغیر ملاحظہ ترکیب کے اشارہ طرف عظمت اور بزرگی کسی روح کے کرے ارواحوں میں سے یا طرف کسی فعل عجیب کے کہ اُس سے بیچ کسی وقت کے صادر ہوا ہو اور زبان خاص اور عام کو ساتھ مدح اور ثنا اُس کی کے جاری کیا پس اقسام سحر کی باعتبار ان شقوق کے بہت سی ہو جاویں گی لیکن جو کہ رائج اور معمول ہے کئی قسم ہے ایک قسم اُس میں سے کہ عمدہ قسموں میں سے ہے جادو کلدانی اور جادو بابل کا ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام واسطے رد کرنے مذہب اور باطل کرنے عقیدوں اُن کے مبعوث ہوئے تھے اور اصل اس علم کی ہاروت اور ماروت سے نکلی ہے کہ بابل کے لوگ ان سے سیکھ کر کام میں لائے اور اُس کے اندر اُنھوں نے بہت تعمق اور تامل کیا اور کلدانی کہ رہنے والے بابل کے تھے بہت مشغول اس علم میں تھے اور تاریخ معتبر میں لکھا ہے کہ بابل کے حکیموں نے نمرود کے عہد میں بیچ شہر بابل کے کہ تخت گاہ اُس کی تھا چار طلسم تیار کئے تھے کہ عقلیں سمجھنے اور اُن کے دریافت کرنے میں حیران تھیں ایک یہ کہ ایک بط تانبے کی بنائی تھی اور اُس میں یہ بات رکھی تھی کہ جس وقت کوئی جاسوس یا چور اُس شہر میں آتا اُس بط میں سے آواز نکلتی کہ تمام شہر والے اُس آواز کو سُنتے اور جانتے کہ مقصود اُس کا یہ ہے اور اُس جاسوس اور چور کو پکڑ لیتے دُوسرے ایک نقارہ تھا کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی اس نقارہ کے پاس آتا اور چوب اُس پر مارتا اُس طبل میں سے آواز آتی کہ فلانی چیز تیری فلانی جگہ ہے اور بعد جستجو کے ویسی ہی نکلتی تیسرے یہ کہ ایک آئینہ بنایا تھا اور اُس سے غائب شخص کا حال معلوم ہو جاتا تھا اس طرح سے کہ جس وقت غرض والا اُس آئینہ میں نگاہ کرتا شکل اُس غائب کی اُس آئینہ میں ظاہر ہوتی شہر میں یا جنگل یا کشتی یا پہاڑ میں جس جگہ ہوتا صورت اُس کی جس حال میں ہوتا بعینہٖ اُس میں مشاہدہ کرتا اگر بیمار یا تندرست یا فقیر یا مالدار یا زخمی یا مقتول ہوتا ویسا ہی نظر آتا چوتھے ایک حوض بنایا تھا کہ ہر سال میں ایک دن اوپر کنارے حوض کے جشن کیا کرتے تھے اور سردار اور اشراف شہر کے حاضر ہوتے جو کوئی جو کچھ چاہتا خواہ شربت قسم قسم کے خواہ افشردے لا کر اُس حوض میں گرا دیتا اور جب ساقی اس حوض پر آدمیوں کے پلانے کے واسطے کھڑے ہوتے اور حوض میں سے نکالتے ہر شخص

کے واسطے پیالہ میں وہی چیز نکلتی کہ خود اس نے پیشتر اس سے ڈال دی تھی۔ پانچویں ایک تالاب بنایا تھا واسطے فیصلہ کرنے قصوں اور جھگڑوں کے کہ اگر دو شخصوں میں کچھ جھگڑا درمیان میں ہو جاتا اور حق ناحق معلوم نہ ہوتا اُس تالاب پر آتے اور اُس کے اندر پڑتے جو کوئی حق پر ہوتا تالاب کا پانی ناف اس کی سے نیچے آتا اور جو کوئی ناحق پر ہوتا پانی اُس کے سر پر آجاتا اور اُس کو غرق کرتا اگر وہ شخص جھوٹا اپنے دعوے سے باز آتا اور مان جاتا نجات ہو جاتی چھٹے نمرود کے محل کے دروازہ پر ایک درخت لگایا تھا کہ اُس کے سایہ کے نیچے آدمی دربار والے بیٹھتے اور جس قدر آدمی زیادہ ہوتے جاتے سایہ اُس درخت کا بھی بڑھتا جاتا یہاں تک کہ اگر لاکھ آدمی ہو جاتے سایہ بھی اُسی قدر فراخ ہوتا اور جب لاکھ سے ایک آدمی بھی زیادہ ہوتا بالکل سایہ نہ رہتا اور تمام دھوپ میں ہو جاتے اور نمرود کو بھی کہ بادشاہ اُن کا تھا اس قسم کی باتوں میں بہت توغل تھا کہتے ہیں کہ یہ قسم سحر کا سب جادوؤں سے مشکل ہے اور اس کے حاصل کرنے میں بہت دقت ہے اور جس کو اس قسم کے سحر میں کمال ہو جاوے جو چاہے مخالفِ عادت ظاہر کرے اور موافق عادت کے کام کر نکرتے لے چنانچہ جن بیماریوں کا علاج طبیبوں سے نہ ہو سکے مثل برص اور جذام اور زمانت اور عشق شدید سب کا علاج اُس سے ہو سکتا ہے اس واسطے کہ ساحر ساتھ استعانت روحانیات کے تدبیر کرتا ہے اور طبیب ساتھ استعانت جسمانیات کے اور کنہ اس صنعت کی یہ ہے کہ ہر جسم کے واسطے آسمان سے لے کر عناصر اور موالید تک ایک رُوح ہے کہ مدبر اُس کی ہے اور تاثیریں تمام جسموں کی ساتھ طفیل ارواح کے ہیں اور جب ارواح تمام جہان کی اُس شخص کی مسخر ہوئیں گویا مالک جہان کا ہو گیا پس بغیر جنگ و جدال کے دفع کرنا دشمنوں کا اور مغلوب کرنا مقصدوں کا اُس سے ممکن ہے چنانچہ ارسطو نے حکیم بر ہماطوس اور بیداغوس کے متعلق نقل کی ہے کہ بیچ شہر بابل کے درمیان ان دونوں آدمیوں کے منازعت پڑی بیداغوس نے کہا کہ تجھ کو میرے ساتھ کس طرح طاقت مقابلہ کی ہووے کہ مریخ اور زحل میرے مقابلہ سے عاجز ہیں بر ہماطوس نے جب یہ کلام سُنے نیرنج محرق بنا کر استعانت ساتھ روح مریخ کے کی اور بیداغوس کو جلایا اور بغیر جنگ اور لڑائی کے شر اُسکی دفع ہوئی اور شہروں میں بھی اس قسم کے قصے نقل کرتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے حق تعالیٰ نے اُن کو تمام جسم اور رُوحیں دکھلائیں اور سب کو بیچ دست قدرت اُس کی کے مجبور اور بے اختیار دیکھا

Marfat.com

اور سب سے منہ پھیرا اور متوجہ طرف ذات حقیقی کے ہوتے چنانچہ سورۃ انعام میں آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ
اس آیت میں وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض سے انی وجہت
وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین تک اور
اس قسم کا سحر کفر صرف اور شرک محض ہے اس واسطے کہ پیچ شرائط اس سحر کے کہ پندرہ ہیں لکھا ہے
اول شرط یہ ہے کہ ارواح کو دلوں کے اوپر مطلع جانے اور ہرگز گمان جہل اور عجز کا اُن کے حق میں
نہ کرے ورنہ وہ ارواح اُس کے کہنے میں نہ رہیں گی اور مطلب کو نہیں پہنچاویں گی اور بھی پیچ
کیفیت دعوت روحانیات کواکب کے لکھتے ہیں کہ شروع ساتھ دعوت قمر کے کرے اس واسطے
کہ وہ قریب عالم سفل کے ہے اور ساتھ وسیلہ اُس کے کے دعوت عطارد کی وعلیٰ ہذا القیاس اور
دعوت قمر کی میں لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ پڑھے ایھا الملک الکریم والسید الرحیم مرسل
الرحمۃ ومنزل النعمۃ اور عطارد کی دعوت میں اس طرح کہے کل ما حصل لی
من الخیر فھو عنک وکل ما یندفع من الشر عنی فھو منک دریں گم کہے
ایھا السید الفاضل الناطق العالم بخفیات الامور المطلع علی السرائر وعلیٰ
ھذا القیاس دوسرے کواکب کی دعوت میں اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد اور یہ قول منافی اسلام اور
توحید کے اور ملت حنیفی کے ہے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اہل بابل بسبب تعلیم ہاروت اور
ماروت کے طریق اور استعانت کا ساتھ تمام روحانیات کلیہ اور جزئیہ اور علویہ اور سفلیہ اور فلکیہ
اور عنصریہ اور بسیط اور مرکبہ کے جانتے تھے اور عمل میں لاتے تھے یہاں تک کہ روحانیات امراض
اور ادور روحانیات کو بھی تسخیر کرتے تھے اور اُن کے ساتھ اتصال بہم پہنچاتے تھے اور اعمال عجیبہ
پیدا کرتے تھے لیکن یونان کے آدمیوں نے فقط تسخیر روحانیات امراض اور ادور روحانیات کی کی تھی
اور ایسا سمجھتے تھے کہ جس وقت روحانیات علویہ مسخر ہوئیں پھر حاجت روحانیات سفلیہ کی نہ رہی
کہ روحانیات سفلیہ میں سوائے قبول کرنے اور متاثر ہونے کے کوئی منصب نہیں فاعلیت اور تاثیر
مخصوص ساتھ علویات کے ہے اور متقدمین ہند کے تمام روحانیات کو تسخیر کرتے ہیں اور ہر ایک سے
جو کام کہ متعلق اُس کے ہے لیتے ہیں مصرعہ وللناس فیما یعشقون مذاھب پس
سحر بابل کا اس زمانہ کے ہندیوں میں موجود ہے اور یونانیوں نے بعضوں کے اوپر کفایت کی ہے

اور دوسری قسم اُس سحر سے تسخیر جن اور شیاطین کی ہے فقط اور وہ سہل الحصول ہے اور رواج اسکا بہت ہے اور اس تسخیر میں طرف بڑے بڑے جنوں کے مثل بھوانی اور ہنومان اور امثال اُن کے کی التجا کرنی پڑتی ہے اور تضرع اور زاری اُن سے کرنی اور نذریں اور قربانیاں اُن کے واسطے گزارنی اور خوشبوئیں مناسب اُن کے تھانوں کی جگہ رکھنی ضرور ہوتی ہیں اور کفر صریح لازم آتا ہے اور قسم تیسری اُن سے پیدا کرنا بیر کا ہے اور اس سحر میں ضرورت ہوتی ہے اس بات کی کہ اوّل کسی انسان کو کہ قوی دل اور قوی جثہ مر گیا ہو تلاش کریں بعد اُس کے رُوح اُس کی کو ساتھ پڑھنے بعضے لفظوں کے کہ جن میں ذکر بڑے بڑے شیاطین کا ہوتا ہے اور نہایت تعظیم اُن کی اُن میں بیان ہوتی ہے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور بسبب قوت الفاظ اور رکھنے نذروں اور ہدیوں کے اُس رُوح کو بیچ حکم اور قابو اپنے کے کرتے ہیں مانند غلام یا نوکر کے جس چیز کے واسطے اُس سے کہا جاوے سرانجام اُس کا کرتی ہے پس یہ عمل بھی کافر بنا دیتا ہے اور قریب سرحد کفر کے پہنچاتا ہے اور اکثر اس قسم کی ارواح کہ شہوت اور غصہ کی باتوں میں مددگاری کرتی ہیں خبیث روحیں ہوتی ہیں کہ ہنود یا فساق کی پس اختلاط خباثت کا بھی اس عمل میں لازم آتا ہے اور قسم چوتھی اُس سے فاسد کرنا تخیل کا ہے کہ بواسطہ بعضی ارواح جنیوں کے کہ آدمی کے خیال میں تصرف کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو جو چیز موجود نہیں نظر آتی ہے یا صورتوں ہولناک اپنے خیال میں آئی ہوئی سے ڈرتا ہے یا حرکتیں کہ واقع میں نہیں اُن کو موجود جانتا ہے اور اس قسم کو نظر بندی اور خیال بندی کہتے ہیں اور بیچ قصہ جادوگروں فرعون کے اس آیت سے یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی اسی قسم کا سحر سمجھا جاتا ہے اور اس قسم کا سحر اگر بیچ مقابلہ معجزہ کے واسطے دُور کرنے دلالت اُس معجزے کے یا بیچ مقابلہ اولیاء اللہ کے جھگڑنے کے واسطے کیا جاوے حرام اور کبیرہ ہے اور ایسے ہی اگر بسبب اس خیال بندی کے کسی کو دغا دیں اور آبرو اور مال اسکے کی خیانت کریں تب بھی کبیرہ ہوتا ہے اور اس قسم کا سحر فی نفسہ الیا نہیں کہ کفر لازم آوے اور قسم پانچویں سحر اصحاب اوہام کا ہے کہ بیشتر ہنود میں اس کا رواج بہت تھا اور اب نام و نشان اس کا موجود نہیں اور اُس کو تعلیق الوہم بھی کہتے ہیں اور طریق اُس کا یہ ہے کہ جو شے مطلوب ہو اُس کی صُورت کو نظر کے سامنے رکھ کر وہم کو واسطے حاصل کرنے اُسکے کے متعلق کرتے ہیں ایسا سحر کفر نہیں جس وقت تصرف بیچ خیال کسی شخص کے کرتے ہیں التجا کرنی طرف ارواح جنیوں کے یا ذکر

Marfat.com

کرنے ناموں بڑے بڑے جنوں کے حاجت ضرور پڑتی ہے اگر وہ التجا اور ذکر کمال درجہ کی تعظیم کے ساتھ پایا جاوے تو کفر ہے اور شرطیں اس تعلیل کی مثل کم کرنا غذا کا اور ایک طرف ہونا آدمیوں سے اور مثل اُسکے اور باتیں ہیں کہ عمل میں لاویں تاکہ وہ مطلوب حاصل ہو اور حکم اس قسم کا یہ ہے کہ اگر کوئی غرض مباح اُس کے ساتھ ارادہ کرے جیسے جدائی ڈالنی درمیان دو زانیوں کے یا ہلاک کرنا کسی ظالم اور کافر کا پس مباح ہے اور اگر کسی غرض ممنوع کا اس سے ارادہ ہو جیسے کہ جدائی ڈالنی درمیان میاں بی بی کے یا ہلاک کرنا نفس معصوم کا ہو حرام ہے حاصل یہ ہے کہ فی نفسہ قبیح نہیں تابع فعل کے ہے اگر فعل مباح کے واسطے کیا ہے تو وہ بھی مباح ہے اور اگر فعل حرام کیلئے کیا ہے تو وہ بھی حرام ہے اور قسم چھٹی سحر نیرنج کا ہے یعنی بسبب خواص اشیاء کے فعل عجیب صادر کرتے ہیں اور وہ خواص ہر کسی کو معلوم نہیں ہوتے ہیں جیسے کہ کوئی چاہے کہ انگلیوں کو روشن کرے تھوڑا سا بورہ کابلی سرکہ میں تر کر کے تھوڑا کف دریا اُس کے ساتھ ملاوے اور انگلی پر ملے اور لفظ اُس مقام میں یہ ہے ہیں پس اگر جس مجلس میں شمع یا چراغ جلتا ہے ان انگلیوں کو آگے چراغ کے لے جاویں آگ لگ جاوے گی اور انگلیاں نہ جلیں گی اور قسم ساتویں سحر حیل کا ہے کہ ساتھ استعانت آلات عجیبہ کے امور نادر پیدا کرتے ہیں اور بنانا اُن آلات کا اکثر اوپر تعمق اور ریاضتوں کے موقوف ہوتا ہے مثل حیل بنی موسیٰ اور آلات ساعتوں پہچاننے کے کہ اہل فرنگ بناتے ہیں اور قسم آٹھویں سحر کی شعبدہ بازی کا اور ہاتھ کی چالاکی ہے کہ بہت مرد اور عورتیں واسطے متعجب کرنے آدمیوں کے عمل میں لاتے ہیں اور سبب خفی اس قسم کے سحر میں حرکتیں پوشیدہ کرنی اور بدل دینا امثال کا جلد سے اور یہ تینوں قسم کے سحر نہ کفر ہیں اور نہ حرام ہیں مگر یہ کہ کسی غرض فاسد کا ارادہ کریں پس اُس سبب سے حرمت پائی جاوے گی اس جگہ جاننا چاہیے کہ اکثر قسمیں سحر کی نیک لوگوں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اصلاح کی ہے اور کفر اور شرک اُس کے کو دور کر کے استعمال کیا ہے پس اصلاح پہلی قسم کی دعوت علوی ہے کہ ملائکہ علویہ کو بسبب اُس کے تسخیر کرتے ہیں لیکن ساتھ استعانت اسماء عظام الٰہی کے اور قرآن کی آیتوں کے اور اصلاح قسم دوسری کی عزیمتیں اور دعوت سفلی ہے کہ زمین کے موکلات اور جنوں کو مسخر کرتے ہیں لیکن ساتھ استعانت اسماء الٰہی اور آیتوں کے بے شائبہ کفر اور شرک یا تعظیم لغیر اللہ کے بلکہ ساتھ حکومت اور

Marfat.com

غلبہ کے اور اصلاح قسم تیسری کی حاصل کرنا ربط کا ساتھ ارواح پاک صالحین اور اولیائے سے ہے کہ اکثر اولیسیہ طریقہ والے عمل میں لاتے ہیں اور بیچ حاجتوں اپنی اور دوسروں کے نفع پاتے ہیں اور بیچ طریق حاصل کرنے اُس کے کے بھی طہارت اور تلاوت اور بھیجنا ثواب اور صدقات کا واسطے اُن ارواح کے منظور رکھتے ہیں اور اصلاح پانچویں کی عقد ہمت ہے کہ اکابر مشائخ اور اولیاء عظام سے واسطے حل مشکلات کے وقوع میں آتے اور یہ تعلیق بھی متعلق ساتھ ایک کیفیت عظمٰے کے ہے کہ بسبب استغراق کے بیچ ملاحظہ کسی اسم کے اسماء الٰہی کے سے حاصل ہوتی ہے اور یہ موقوف اوپر کمال پاکیزگی روح کے اور ترقی کرنے اسکی کے ہے عالم سفلی سے طرف عالم علوی کے اور اصلاح قسم چھٹی کی تعمق اور غور کرنا بیچ خواص دُوسری اشیاؤں کے عنصریات میں سے اور خواص برج اور درجوں اور شرف اور وبال کے بھی تعمق کرتے ہیں اور اس میں ذکر اللہ کو ملا دیتے ہیں حاصل کلام یہ کہ وجہ قبیح سحر کی یہ ہے کہ کفر اور شرک تک پہنچاتا ہے اور اعتقاد تاثیروں ستاروں اور ارواح خبیثہ شیاطین کا اس میں ہوتا ہے اور موقوف اوپر التجا کرنے کے طرف غیر اللہ کے ہوتا ہے اور ایسے ہی اور اسباب ہیں کہ ان میں مصروف ہونا مطالعہ قدرت مسبب کے سے غافل کرتا ہے جب یہ وجہ قبح کی بالکل زائل ہو جاوے تو مدار حل اور حرمت کا اوپر اغراض مقصودہ کے چاہیئے خیراً فخیر وان شراً فشر اگر نیک ہے پس یہ بھی نیک ہے اگر بد ہے پس یہ بھی بد ہے اور سحر یہود کا اکثر اُس میں استعانت ساتھ ارواح شیاطین کے اور ذکر کرنے اسماء اُن کے کے تھی یا پڑھنا منتروں کا کہ معانی اُن کے مہمل تھے اور تصویر صورتوں غیرہ اور مرہوبہ کے پائی جاتی تھی اس واسطے اسکو بیچ مقام بُرائی کے یاد فرمایا اور یہ لوگ فقط اسی کے اوپر کہ شیاطین نے بیچ عہد حضرت سلیمان کے اخذ کیا تھا اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ تلاش کرتے تھے اور ڈھونڈتے تھے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ یعنی اور اُس سحر کو کہ نازل ہوا تھا اوپر اُن دو فرشتوں کے کہ بابل میں تھے نام اُن کا ہاروت اور ماروت تھا اور یہی قسم پہلا سحر کی تھا کہ مذکور ہوئی اور یہ صریح کفر اور محض شرک ہے اس واسطے کہ ارواح مدبرہ عالم کو برابر خدا کے جانتا ہے اور ان کے واسطے وہ افعال کہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جیسے کہ حمد و ثنا اور اعتقاد عموم علم اور قدرت اور غلبہ اور عظمت کا بجالاتا ہے بخلاف تسخیر جن اور شیاطین اور پڑھنے منتروں مہملۃ المعانی کے کہ اس میں احتمال تسخیر استیلائی اور قہری کا بھی ہو سکتا ہے یعنی بزور اُن کو مسخر کر لیا اور معانی اُن منتروں کے میں احتمال

Marfat.com

صحت کا اور فساد دونوں کا ہے شرک صریح اور کفر ظاہر کا اس قسم میں حکم کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے اور فرق بیچ سحر ہاروت اور ماروت اور بیچ سحر کلدانی اور اہل بابل کے کہ اُنھوں سے سیکھا تھا یہ تھا کہ ہاروت اور ماروت کو یہ قدرت عطا ہوئی تھی کہ فقط تاثیر اُن کی سے بغیر مشقت اعمال شاقہ کے بیچ سحر کرنے ارواح کے اتصال ساتھ روح خبیثہ کے حاصل ہوتا تھا اور اثر اُس اتصال کا بیچ جوہر روح طالب کے ثابت اور محکم ہوتا تھا اور کسی تدبیر سے دُور نہیں ہوتا تھا اور کلدانی اور اہل بابل کے بیچ حاصل کرنے مناسبت اور اتصال کے ساتھ ارواح کے مشقتیں کھینچتے تھے اور ریاضتیں کرتے تھے اور خلوتیں اختیار کرتے تھے اور پھر بھی وہ استقرار اور رسوخ میسر نہیں ہوتا تھا دلیل اس تاثیر قوی ہاروت اور ماروت کی یہ ہے کہ حاکم ساتھ سند صحیح کے اور بیہقی بیچ سنن اپنی کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت لایا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک عورت دومۃ الجندل کے لوگوں میں سے بعد وفات آں حضرت صلعم کے آئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ کو آں حضرتؐ سے کچھ دریافت کرنا تھا افسوس کہ انھوں نے رحلت فرمائی جب پاس میرے آئی اُس سے پوچھا میں نے کہ بابت حاجت اپنی اور سوال اپنا کہہ اُس نے کہا کہ میرا ایک شوہر تھا کہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا اور ہرگز موافقت میری ساتھ اُسکے نہ ہوتی تھی اس سبب سے نہایت تنگ دل اور رنجیدہ ہوتی تھی دفعۃً ایک بڑھیا عورت میرے گھر آئی اُس سے شکایت اس بات کی کی میں نے اُس نے کہا کہ اگر جو کچھ میں کہوں اُس طرح کرے تو شوہر تیرا مانند غلام کے فرمانبردار تیرا ہو جاوے گا کہا میں نے البتہ تیرا کہنا بجا لاؤں گی جب پہلی رات ہوئی وہ بڑھیا ہمراہ میرے آئی اور ساتھ اپنے دو کتے سیاہ لائی ایک کتے پر آپ سوار ہوئی اور دوسرے کتے پر مجھ کو سوار کیا اور چلے ہم ایک لحظہ نہ گزرا کہ بابل کی زمین میں پہنچے کہ اس جگہ دو شخصوں کو پاؤں اوپر کو اور سر نیچے کو کرکے لٹکا رکھا ہے ان دونوں شخصوں نے مجھ سے پوچھا کہ کس واسطے آئی تو میں نے اس بڑھیا کے سکھلانے سے کہا کہ واسطے سیکھنے سحر کے آئی ہوں اُن دونوں شخصوں نے کہا کہ سحر کفر ہے بسبب سیکھنے اُس کے کافر مت ہو اور اپنے گھر کو چلی جا میں نے کہا کہ میں ہرگز نہ جاؤں گی بغیر سیکھے جادو کے وہ ہرچند مجھ کو منع کرتے تھے اور میں اصرار کرتی تھی جب بہت میں نے مبالغہ کیا مجھ سے کہا کہ اُس تنور کے پاس جا اور اُس میں پیشاب کر میں تنور کی طرف گئی لیکن اُس تنور کے دیکھنے سے خوف مجھ پر غالب ہوا اور بال میرے بدن کے

Marfat.com

اُسٹلٹے پھر گئی اور روبرو اُن کے پہنچی میں اور کہا کہ میں پیشاب کر آئی انھوں نے کہا کیا دیکھا تُو
نے کہا میں نے کچھ نہیں پھر انھوں نے کہا تو جھوٹی ہے پیشاب تو نے نہیں کیا ہے اب بھی تیرے
حق میں بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر کو چلی جا اور کافر نہ ہو تو میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جاؤں گی انھوں
نے کہا کہ جا اور تنور میں پیشاب کر پھر تنور کے پاس گئی میں پھر وہی حالت درپیش ہوئی یہاں تک کہ تین
بار اسی طرح ہوا چوتھی دفعہ جرأت کر کے اُس تنور میں میں نے پیشاب کیا کیا دیکھتی ہوں کہ ایک
گھوڑا سوار زرہ پوش ہتھیار بند سر سے پیر تک لوہے میں غرق میرے بدن سے نکلا اور آسمان
کی طرف اُڑ کر چلا گیا اور میری آنکھ سے غائب ہوا یہ ماجرا میں نے اُنکے روبرو جا کر بیان کیا اُنھوں نے کہا سچ
کہتی ہے یہ سوار زرہ پوش ایمان تیرا تھا کہ تیرے اندر سے نکل کر چلا گیا اب جا کہ سحر کے فن میں
کامل ہو گئی میں نے اُس بڑھیا سے کہ رفیق میری تھی کہا کہ میں جادو سیکھنے کو آئی تھی اب تک کچھ
نہیں سیکھا اور نہ انھوں نے مجھ کو کچھ سکھلایا پس مطلب میرا حاصل نہ ہوا اُس بڑھیا نے کہا کہ تُو
نہیں جانتی ہے تعلیم اُن کی اسی طرح ہوتی ہے اب تو جس چیز کو جس طرح کہے گی ویسی ہی ہو جاوے گی
میں نے کہا کہ مجھ کو کس طرح یقین آوے اُس بڑھیا نے کہا کہ ایک دانہ گیہوں کا لے اور زمین میں
ڈالدے اور کہہ کر زمین سے نکلکر سبز ہو جا میں نے ایسا ہی کیا اور کہا بمجرد میرے کہنے کے سبز ہو گیا پھر کہا کہ بڑھ جا
بڑھ گیا پھر کہا کہ خوشہ لے آ خوشہ لے آیا پھر کہا کہ خشک ہو جا خشک ہو گیا پھر کہا میں نے کہ آٹا ہو جا آٹا ہو گیا پھر کہا
میں نے کہ روٹی پکی ہوئی بن جا روٹی پک کر تیار ہو گئی جب میں نے یہ حالت دیکھی جس چیز کو کہ جو کچھ کہتی تھی
ویسی ہی ہو جاتی تھی اب میرے دلمیں افسوس اور ندامت بہت اور چلے جانے ایمان اپنے کے آتی ہے
اور قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اے ماں تمام مسلمانوں کی کہ اب تک میں نے کسی کے حق میں بدی نہیں کی
اور نہ کروں گی اوصاف پیغمبر خدا کے سُن کر آئی تھی کہ اُن سے کوئی تدبیر پوچھوں تاکہ ایمان میرا پھر
آجاوے جبکہ اُن کو نہیں پایا میں نے نہایت حیرت میں ہوں میں حضرت ام المومنین رضؓ نے فرمایا کہ
اصحاب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت موجود ہیں اُن کے پاس جا کر پوچھ وہ عورت سب صحابہؓ
کے پاس گئی اور حال اپنا بیان کیا کسی نے صحابہ سے جرأت نہ کی کہ واسطے آجانے ایمان اُس کے کے
کوئی تدبیر بتلاوے مگر ابن عباس رضؓ نے اور بعضے اوروں نے کہا کہ اگر ماں اور باپ تیرے دونوں
زندہ ہوں یا ایک اُن میں سے زندہ ہو تو تجھ کو کفایت ہے خدمت اُن کی بجا لا تاکہ ایمان تیرا طرف

Marfat.com

تیرے پھر آجاوے گا اور ابن المنذر نے اوزاعی سے روایت کی ہے کہ اُنے ہارون بن رباب سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن عبدالملک بن مروان کے پاس کہ بادشاہ وقت کا تھا ملاقات کے واسطے گیا دیکھا میں نے کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے کہ واسطے اُس کے ایک مسند ڈال رکھی ہے اور تکیہ رکھا ہوا ہے دربار کے آدمیوں سے پوچھا میں نے کہ یہ کون ہے کہ برابر بادشاہ کے مسند پر بیٹھا ہے، کہا انھوں نے کہ بزرگی اُس شخص کی اس سبب سے ہے کہ ہاروت اور ماروت کو دیکھ آیا ہے کہا میں نے یہی شخص انھوں نے کہا ہاں آگے اس کے گیا میں اور سلام کیا اور کہا میں نے کہ میرے سامنے بھی قصہ ملاقات ہاروت اور ماروت کا بیان کرو بمجرد اس کہنے کے اشک اُس کی آنکھوں سے جاری ہوتے اور کہا کہ میرا قصہ یہ ہے کہ میں نوجوان تھا اور باپ میرا بچپن میں مجھ کو چھوڑ کر مر گیا تھا اور بہت سا مال چھوڑا تھا اور وہ تمام مال میری والدہ کے ہاتھ میں تھا اور ماں میری مجھ کو بہت چاہتی تھی جو کچھ اس سے مانگتا دے دیتی اور بے دھڑک جا بیجا صرف کرتا اور ماں میری ہرگز مجھ نہ پوچھتی کہ تو اس مال کو کیا کرتا ہے جب مدت بہت گزری اور جوان ہوا میرے دل میں آیا کہ اپنی ماں سے پوچھوں میں کہ اس قدر مال میرے باپ کو کہاں سے ملا تھا جب اپنی ماں سے دریافت کیا میں نے اُس نے کہا کہ اے بیٹے تجھ کو اس پوچھنے سے کیا مطلب ہے کھا اور عیش کر اور جس قدر اسراف چاہے تو کر اور حال اُس کا مت پوچھ کہ یہی اچھی بات ہے میں نے بسبب سُننے اس کلام کے بہت مبالغہ کیا والدہ میری مجھے گھر کے اندر لیگئی کہ ڈھیر مالوں کے اُس جگہ تھے اور کہا کہ یہ سب ملک تیری ہے کئی پشت تیری کو کفایت ہے تجھ کو کیا پروا ہے کہ وجہ کسب اس مال کی تو دریافت کرے میں نے کہا کہ مجھ کو ضرور بالضرور نشان دینا چاہیے کہ اس قدر مال کثیر کس وجہ سے جمع ہو سکتا ہے اُس نے کہا کہ باپ تیرا ساحر تھا اور تمام مال اپنے سحر سے جمع کیا تھا جب یہ بات سُنی میں نے اپنے دل میں فکر کیا کہ مال موروثی پر کفایت کرنی بے ہمت لوگوں کا کام ہے مجھ کو چاہیئے کہ میں بھی سحر سیکھوں اور جیسا کہ باپ میرے نے اتنا مال کثیر جمع کیا تھا میں بھی ساتھ زور بازو اور پائے مردمی اپنی کے جمع کروں اپنی والدہ سے میں نے دریافت کیا کہ کوئی شخص خاص یاروں اور رفیقوں میرے باپ کے سے اس ملک میں باقی رہا ہے کہ میرے باپ کے بھیدوں سے واقف ہو اور جو اعمال کہ میرے باپ کے پاس تھے اس کو بھی معلوم ہوں کہا ہاں

Marfat.com

فلانا شخص فلانے قصبے میں رہتا ہے میں نے سامان سفر کا درست کیا اور اُس شخص کے پاس پہنچا اور نہایت ادب سے سلام کیا اور آگے اُس کے بیٹھا اس نے مجھ کو نہ پہچانا اور پوچھا کہ کون ہے تو اور کہاں سے آیا تو کہا میں نے فلانے شخص کا بیٹا ہوں کہ دوست تمھارا تھا جب نام میرے باپ کا سنا مجھ کو گلے لگایا اور بہت شفقت کی اور مرحبا کہا بعد اس کے پوچھا کہ کیا حاجت تجھ کو ہے اور کس مطلب کے واسطے آیا ہے تو باپ تیرا اتنا مال چھوڑ گیا ہے کہ کئی پشت تک تجھ کو کافی ہے اور کسی کا محتاج نہ ہوگا میں نے کہا کہ واسطے احتیاج مال کے نہیں آیا ہوں بلکہ سحر سیکھنے آیا ہوں اُسنے کہا اے لڑکے ہرگز ہرگز یہ خیال مت کر کہ اُس میں کچھ فلاح نہیں میں نے کہا کہ میں تمھارا پیچھا نہیں چھوڑنے کا جب تک کہ مجھ کو مانند میرے باپ کے جادوگر کامل نہ بنادو وہ ہر چند نصیحت کرتا تھا میں باز نہیں آتا تھا ناچار ہو کر کہا کہ ٹھہر جا کہ فلانا دن اور فلانی ساعت آجاوے جب وہ دن اور وہ ساعت آئی میں تیار ہو کر گیا اور ایفاء وعدہ کا اس سے چاہا کہ وہ مجھ کو قسمیں دیتا تھا اور منع کرتا تھا اور میں اس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا یہاں تک کہ لاچار ہو کر کہا کہ آ تجھ کو ایک جگہ لے جاتا ہوں لیکن خبردار اُس جگہ خدا کا نام نہ لیجیو مجھ کو ہمراہ لے کر ایک نقب کے اندر کہ زمین کے نیچے تھا لے گیا میں نے اپنے خیال میں شمار کیا کہ تین سو اور کتنے زینے طے کئے اور ہرگز روشنی آفتاب کی اُس جگہ کم نہ ہوئی تھی جب نیچے اُن زینوں کے پہنچے ہم دیکھا ہم نے کہ ہاروت اور ماروت لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہوا میں لٹکے ہیں اور آنکھیں اُنکی بڑی بڑی ڈھالوں کی مانند تھیں اور سر اُن کے بڑے بڑے چوڑے اور لمبے جس وقت اُن کی ہولناک صورتوں پر نظر میری پڑی بےاختیار میری زبان سے نکلا لا الٰہ الا اللہ بمجرد سننے اس کلمے کے پروں اپنے کو ہلانے لگے اور نعرے مارنے شروع کئے یہاں تک کہ بعد ایک ساعت کے خاموش ہوگئے میں نے امتحان کے واسطے دوسری مرتبہ کہا لا الٰہ الا اللہ پھر ان کی یہی حالت ہوئی تیسری دفعہ پھر کہا یہی حالت پیدا ہوئی بعد اُس کے خاموش ہو کر کھڑا رہا میں طرف میری انھوں نے دیکھا اور کہا تو جنس آدمی سے ہے کہا میں نے ہاں میں نے اُن سے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ جس وقت سے ہم عرش کے نیچے سے آتے ہیں اور اس عذاب میں گرفتار ہوئے ہیں کبھی ہم نے اس کلمہ کو نہیں سُنا اب کہ ہم نے تیری زبان سے یہ کلمہ سُنا مقام اصلی ہم کو یاد آیا اپنا اور بے اختیار آہ و نالہ ہم نے کیا

Marfat.com

اب کہہ کہ کونسی اُمت میں سے ہے تو میں نے کہا کہ اُمت محمد رسول اللہؐ کی سے اُنھوں نے کہا آیا محمدؐ مبعوث ہوئے کہا میں نے ہاں مبعوث بھی ہوئے اور وفات بھی پائی۔ اُنھوں نے کہا کہ اب اُمت اُس کی تابع ایک شخص کی ہیں یا گروہ گروہ ہیں کہا میں نے تابع ایک شخص کی ہیں کہ اُس کو بادشاہ کہتے ہیں اس بات سے ناخوش ہوئے پھر پوچھا کہ آپس میں نفاق رکھتے ہیں یا اتفاق کہا میں نے دلوں میں آپس میں نفاق رکھتے ہیں اس بات سے خوش ہوتے پھر پوچھا کہ عمارات اور مکانات بحیرۂ طبریہ تک بن گئے ہیں یا نہیں کہا میں نے اب تک آبادی وہاں تک نہیں ہوئی اس بات سے بھی ناخوش ہوئے اور سکوت کیا کہا میں نے کہ بسبب اتفاق امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تابع ہونے ایک شخص کے کس واسطے ملول اور ناخوش ہوتے تم کہا اُنھوں نے کہ اصل اس کی یہ ہے کہ ہم قرب قیامت سے خوش ہوتے ہیں اس واسطے کہ عذاب ہمارا دنیا کی مدت تک ہے بعد قیامت ہوجانے کے عذاب موقوف ہوجاوے گا اور جب تک اُمت محمدیہ تابع ایک شخص کے ہے قیامت دُور ہے اور جب گروہ گروہ ہوجاوے گی اور ایسے ہی نفاق دلی اس اُمت کا بھی دلیل قرب قیامت کی ہے اور پہنچنا آبادی کا بحیرۂ طبریہ تک بھی علامت قرب قیامت کی ہے میں نے کہا کہ مجھ کو کچھ وصیت کرو کہا اُنھوں نے کہ اگر تجھ سے ہوسکے کہ نہ سووے تو مت سو کہ کار مشکل درپیش ہے پھر یہ شخص چلا آیا اور اُن سے سحر نہ سیکھا اور قصہ ہاروت اور ماروت کا موافق اُس کے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور اور مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امیر المومنین مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور مجاہدؒ اور غیر اُن کے سے نقل کیا ہے کہ جب بیچ زمانہ حضرت ادریسؑ برے اعمال بندوں کے زمین سے طرف آسمان کے چڑھنے لگے اور آسمان کے فرشتوں میں قیل وقال اس بات کی بہت ہوئی اور فرشتوں نے بیچ حق بنی آدم کے تحقیر اور اہانت اور لعن طعن شروع کیا حق تعالیٰ نے خطاب بھیجا کہ بنی آدم میں شہوت اور غصہ رکھ دیا ہے اس جہت سے گناہ اُن سے ہوتے ہیں اگر تم کو بھی زمین میں اتاریں اور شہوت اور غصہ تمھارے اندر رکھ دیں تم سے بھی گناہ ہونے لگیں فرشتوں نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے ہم ہرگز گناہ کے پاس نہ جاویں گے اگرچہ شہوت اور غضب ہمارے اندر رکھا جاوے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب اپنے درمیان میں سے دو شخصوں کو چن کر اور پسند کر کر اختیار کرلو تاکہ تم کو حقیقت کام کی

Marfat.com

معلوم کروا دوں انھوں نے ہاروت اور ماروت کو کہ کمال عبادت اور صلاحیت میں فرشتوں کے درمیان میں ممتاز تھے منتخب کیا حق تعالیٰ نے اُن کے اندر ترکیب شہوت اور غصہ کی دے کر فرمایا کہ زمین پر جاؤ اور درمیان آدمیوں کے حکومت کرو اور حق الامر اُن کو کہہ دیا اور شرک اور قتل اور زنا اور شراب پینے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمام دُنیا میں رہو اور قضا کے کام میں مصروف رہو اور شام کے وقت اس اسم اعظم کو پڑھ کر آسمان کے اُوپر چلے آؤ پھر وقت فجر کے نیچے اُترو ایک مہینے تک اسی طرح آمد و رفت کرتے تھے اور زمین میں اُن کی خوب شہرت ہوئی کہ دو شخص بہت صالح بیچ فلانی جگہ کے ہیں اور ہر معاملہ میں سچا سچا حکم کرتے ہیں اور فیصلہ مقدمات کا بلا رو رعایت کے کرتے ہیں ناگاہ ایک عورت زہرہ نام کہ تمام عورتوں اُس زمانہ کی سے حسن اور جمال میں ممتاز تھی اور بیچ روایت حضرت امیر المومنین کے ایسا آیا ہے کہ اہل فارس سے تھی اور لقب مشہور اُس کا اُس ملک میں بیدحت تھا اور بیچ لباس نفیس اور پوشاک مکلف کے اپنے شوہر کی فریادی رُو برو اُن کے آئی کہتے ہیں کہ اصل میں اُس کو شوق اسم اعظم سیکھنے کا دامن گیر ہوا تھا لیکن جبکہ قدیم سے خوگر بدکاری کی تھی اسی طریق کو وسیلہ حاصل کرنے اس مطلب کا بنایا بہرحال یہ دونوں فرشتے بمجرد دیکھنے اُس کے فریفتہ حسن اور جمال اُس کے ہوتے اور اُس سے خواہش فعل بد کی کی اُس نے کہا کہ تمھارا اور دین میرا اور دین باوجود اختلاف دین کے یہ معاملہ نہیں ہو سکتا ہے اور یہ کہ شوہر میرا نہایت غیرت والا ہے اگر اُس کو معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمھارے ساتھ نشست و برخاست کرتی ہوں مجھ کو مار ڈالے گا اوّل میرے بُت کو سجدہ کرو بعد اُس کے میرے شوہر کو قتل کرو بعد میں اُسکے تمھارے ساتھ ہم صحبت ہوں گی انھوں نے کہا کہ معاذ اللہ شرک اور قتل نفس کا ناحق نہایت مذموم ہے ہم یہ بات ہرگز نہ کریں گے وہ عورت چلی گئی لیکن اُن کے دل میں قلق اور اضطراب محبت اُس کی نے بہت غلبہ کیا دُوسرے دن اُس عورت کو پیغام بھیجا کہ ہم تیرے گھر مہمان ہوں گے اس نے کہا کہ سر اور آنکھوں پر، مکان خوب تیار کیا اور اپنے تئیں بہت آراستہ بنایا اور موافق عادت اپنی کے شیشے شراب کے بھی حاضر کئے جب وہ اس مکان میں پہنچے کہا کہ اب میں نے تم کو چار چیز کا اختیار دیا کہ ایک کو ان میں سے کر لو یا بُت کو سجدہ کرو یا شوہر میرے کو قتل کرو یا اسم اعظم مجھ کو سکھلا دو یا ایک پیالہ شراب کا پی لو آپس میں ان دونوں نے مشورہ کیا کہ شرک اور قتل نفس کا دونوں گناہ سخت ہیں اور اسم اعظم

Marfat.com

کھیدا الٰہی ہے کسی سے کہنا نہ چاہیے اور شراب پینی گناہ سہل ہے اسی کو اختیار کرنا چاہیے
بجرد اس کے کہ شراب انھوں نے پی مست بے عقل ہو گئے اور اُس عورت کے حکم سے بت اُس کو
کو بھی سجدہ کیا اور شوہر اُس کے کو بھی مارا اور اسم اعظم بھی اُس عورت کو سکھلا دیا اور بعضی
روایتوں میں ایسا آیا ہے کہ وہ عورت بسبب پڑھنے اسم اعظم کے آسمان کے اوپر چلی گئی حق تعالیٰ نے
رُوح اُس کی کو ساتھ رُوح ستارہ زہرہ کے متصل کیا اور ساتھ صورت زہرہ کے مسخ ہو گئی اور یہ
دونوں فرشتے اُس کے ساتھ نہ جا سکے اور اسم اعظم اُن کی یاد سے نکل گیا جب شراب کی مستی سے
ہوش میں آئے افسوس اور ندامت شروع کی اور حق تعالیٰ نے آسمان کے فرشتوں کو اُن کے حال
سے مطلع کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں فرشتے باوجودیکہ تجلیات میری سے غائب نہیں اور کمال حضور
میرا اُن کو نصیب تھا شہوت کے غلبہ سے اس گناہ میں گرفتار ہوئے اور بنی آدم کہ اُن کو حضور میرا
میسر نہیں اور شہوت کا اُن کی خلقت میں خمیر ہے اگر اُن سے صدور گناہوں کا ہو جاوے کیا تعجب ہے
تمام فرشتوں نے اقرار اپنی خطا کا کیا اور بعد اس کے زمین کے رہنے والوں کے واسطے استغفار میں
مشغول ہوئے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے والملئكة يسبحون بحمد ربهم ويستغفرون
لمن فی الارض یعنی اور فرشتے پاکی بولتے ہیں اس حال میں کہ حمد کرتے ہیں رب اپنے کی اور بخشش
چاہتے ہیں ان لوگوں کی جو زمین پر رہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ وہ دونوں فرشتے حالت اپنی دگرگوں
دیکھ کر مضطرب ہوئے اور روبرو حضرت ادریس علی نبینا و علیہ السلام کے آئے اور حال اپنا بیان کیا
اور شفاعت اپنے حق میں چاہی حضرت ادریسؑ نے وعدہ فرمایا کہ توقف کرو تاکہ دن جمعہ کے واسطے
تمہارے جناب الٰہی میں عرض کروں گا جب جمعہ کا دن گزر گیا فرمایا کہ اس جمعہ میں تمہارے واسطے
میری عرض قبول نہیں ہوئی دوسرے جمعہ تک انتظار کرو جب دوسرا جمعہ آیا حضرت ادریس نے فرمایا
کہ حق تعالیٰ نے تم کو اختیار دیا ہے اگر چاہو تم عذاب دنیا کا اپنے واسطے قبول کرو اور اگر چاہو
عذاب آخرت کے منتظر رہو دنیا میں کچھ مواخذہ نہ ہوگا آپس میں مشورہ کیا کہ عذاب دنیا کا فانی ہے
اور عذاب آخرت کا باقی فانی کو اختیار کرنا چاہیے کہ تمام ہو جانے والا ہے عذاب دنیا کا انھوں نے
اختیار کیا حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اُن کے سر کے بال اور بدن کو لوہے کی زنجیروں میں
سب سے پیروں تک باندھیں اور اُن کو اُلٹا کر کے سر نیچے کو اور پاؤں اوپر کر کے کنوئیں میں کہ آگ تیز اُس

Marfat.com

میں بھڑک رہی ہے لٹکا دیں اور ایک ایک فرشتہ نوبت بنوبت آتشیں کوڑے اُن کے لگاوے جب تک کہ دنیا باقی رہے کہتے ہیں کہ جو فرشتہ کہ کوڑے مارنے سے فارغ ہوا دوسری دفعہ نوبت اُس کی نہیں پہنچتی ہے فرشتہ دوسرا آتا ہے اور اس کام میں مشغول ہو جاتا ہے اور اُن کے اُوپر پیاس اس قدر مسلط کر دی ہے کہ زبانیں اُن کی بسبب کمال تشنگی کے منہ سے باہر نکل پڑی ہیں بقدر ایک بالشت کے اُن کے منہ سے پانی سرد مرغوب طبع علیحدہ رکھتے ہیں اور ہرگز منہ اُن کا اُس تک نہیں پہنچتا ہے والعیاذ باللہ من غضب اللہ اور یہ قصہ بیچ تفسیر محدثین اور سنن بیہقی اور مسند امام احمد اور کتابوں حدیث کی میں ساتھ روایتوں متعددہ اور طرق مختلفہ کے کہ بعضے اُن میں سے صحیح ہیں مروی اور ثابت ہے لیکن مفسرین متکلمین نے مثل امام رازی اور قاضی بیضاوی کے انکار اس قصہ کا کیا ہے اور کہا ہے کہ بیچ نظم قرآن کے کوئی ایسی شئے نہیں کہ اس قصہ کی طرف اُس میں اشارہ نکلے اور روایتیں ان کتابوں کی جس قدر مخالف اصول عقائد اور قواعد دین کے ہوں معتبر نہ رکھنی چاہئیں اور اس قصہ میں کئی وجہ سے مخالفت اصول اور قواعد دین کی لازم آتی ہے اوّل یہ کہ فرشتے بالاجماع معصوم ہیں صدور گناہوں کا اُن سے منافی اور مخالف عصمت کے ہے دوسرے یہ کہ ان دونوں فرشتوں کو باوجود گرفتار ہونے اس عذاب سخت میں فرصت کہاں کہ تعلیم سحر کی کریں اور آدمیوں کو کیونکر اُن سے اختلاط میسر ہو تا کہ سلسلہ تعلیم اور تعلّم کا درست ہو تیسرے یہ کہ عورت بدکار کو باوجود اس خباثت کے کس طرح ممکن ہوا کہ اسم اعظم کے زور سے آسمان کے اوپر چڑھ جاوے اسماء الٰہی کی دعوت کو بہت شرطیں درکار ہیں اور عمدہ اُن کا تقویٰ اور طہارت ہے چوتھے مسخ اور تبدیل صورت کی قسم عقوبت کی سے ہے اور عقوبت کے واسطے لازم ہے کہ تحقیر اور اہانت اُس میں پائی جاوے اور جس وقت اس عورت بدکار کو ستارہ روشن اور چمکنے والا بنا دیا اور آسمان کے اوپر اُس کو جگہ دی کہ انوار اُس کے ہمیشہ زمین والوں پر پہنچتے ہیں موجب کمال تعظیم اُس کی کا ہوا کہ صُورت انسانی میں اس قدر عظمت ہرگز متصور نہیں ہو سکتی ہے پانچویں یہ کہ زہرہ ستارہ مشہور ہے سبعہ سیارہ سے کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے پیدا ہوا تھا اور روایت اس قصہ کی سے لازم آتا ہے کہ یہ ستارہ بعد واقع ہونے اس واقعہ کے موجود ہوا ہو چھٹے یہ کہ اس قصہ میں فرشتوں کی زبان سے نقل کیا ہے

Marfat.com

کہ انھوں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ ہم باوجود ترکیب شہوت اور غضب کے کبھی نافرمانی نہ کریں گے حالانکہ حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تمھارے اندر مانند آدمیوں کے شہوت اور غضب کو مرکب کریں تم بھی گناہ میں مبتلا ہو گے پس جس وقت فرشتوں نے بعد ارشاد حق تعالیٰ کے یہ عرض کی صریح گستاخی اور تجہیل جناب الٰہی کی لازم آئی اور یہ فعل شنیع منافی ایمان کے ہے چہ جائے کہ فرشتہ سے صادر ہو پس سبب بیچ نازل کرنے ان دونوں فرشتوں کے وہ تھا کہ علم سحر کا بھی علوم الٰہیہ سے ہے بقا اور موجود رہنا اُس علم کا بیچ نوع انسان کے منظور خداوندی تھا اور شان انبیاء علیہم السلام کی نہیں کہ اس قسم کے علوم ضرر دینے والے کی کہ بسبب اُن علموں کے اعتقاد تاثیرات مخلوقات کا اور غفلت تاثیر خالق کی دلوں میں جگہ پکڑے تبلیغ کریں جیسے کہ علوم فلسفیہ میں مثل ریاضیات اور طبعیات کے کہ ضرر اُن کا نفع اُن کے سے زیادہ ہے بعض انبیاء بیان نہیں کرتے ہیں اور اُس سے دیدہ و دانستہ سکوت فرماتے ہیں اس واسطے کہ حقیقت نبوت کی دعوت خلق کی طرف حق کے ہے اور عقول اور اذہان اُن کے کو ملاء اعلیٰ کے متوجہ کرنا ہے اور یہ علوم اس غرض کے واسطے مخل ہوتے ہیں پس ضرور ہوا کہ دو فرشتوں کو واسطے تعلیم اس قسم کے علموں کے نازل فرمایا جائے اور بیچ تعلیم سحر کے کچھ قباحت نہیں اس واسطے کہ انجام کار سحر کا کفر ہے اور جو چیز کہ اُس کے کرنے سے کفر ہو جاوے اُس کی تعلیم کا کچھ اندیشہ نہیں مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اگر فلانے ستارہ کی پرستش کرے تو ایسا اثر ہوگا اور اگر فلانے شیطان کی عبادت کرے گا تو یہ مطلب حاصل ہوگا اور دوسرا اس کلام کو سن کر معتقد تاثیر اُس ستارہ کا یا مشغول ساتھ عبادت اور اعتقاد میں ہے اور ان باتوں کے خبر ذکر کرنے سے کچھ کفر نہیں آتا ہے اور فقط علم سحر میں بشرطیکہ عمل اُس کے ساتھ نہ کرے فائدے بہت ہیں جیسے کہ امتیاز درمیان معجزوں نبیوں اور کرامات اولیا اور درمیان سحر جادوگروں اور طلسم اور نیرنجات اور شعبدوں کے کہ ساتھ اسی علم کے حاصل ہوتا ہے اور جو آدمی کہ اس علم سے بے خبر ہیں ان چیزوں میں فرق نہیں کرتے ہیں بلکہ ساحروں اور شعبدہ بازوں کو مانند انبیاء اور اولیا کے جانتے ہیں اور بعضے اعمال سحر کے واسطے ہلاک کرنے خدا کے دشمنوں اور الفت زوجین اور دفع کرنے ظالم کے شرعاً مستحسن ہو جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جو شخص سحر کے قواعد کو جان کر استعمال اُس کے سے بیچ محل ناپسندیدہ کے احتراز کرے مستحق ثواب بڑے کا ہووے گا باوجود قدرت گناہ کے گناہ سے باز رہے اور یہ کہ اس وقت

Marfat.com

میں شہر بابل میں آدمیوں کو شوق اس علم کا بہت تھا اور عجیب و غریب چیزیں سحر سے نکال نکال تھیں اور بسبب اس علم کے خود بینی اور غرور اُن کا حد سے بڑھ گیا تھا اور اللہ کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے حکمت الٰہی مقتضی اس کی ہوئی کہ اُس وقت میں غیب سے وقائق اُس علم کے اُن کے اوپر بسبب دونوں فرشتوں کے معلوم کروا دے تاکہ جان لیویں کہ علم الٰہی سے کسی وقت استغنا اور بے پروائی نہیں ہو سکتی ہے اور ادراک کرنے کمال ہر فن کے سے بغیر مدد غیبی کے عجز بشری حاصل ہے، مطلب یہ ہے کہ التفات طرف جناب باری کے اگرچہ اسی پردہ میں ہو ان کو میسر ہو اور دلیل اوپر اس بات کے کہ سبب نازل کرنے ان دو فرشتوں کا یہی تھا کہ مذکور ہوا ہے کہ بیچ لفظ قرآن کے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ واقع ہوا ہے کہ دلیل ہے اوپر نازل کرنے اس علم کے جناب الٰہی کی طرف سے ہے اور بھی حال فرشتوں کے سے کہ قرآن میں مذکور ہے کہ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ تعلیم کے ساتھ فرشتوں کی یہ نصیحت اور وعظ دلالت کرتی ہے اوپر اس بات کے کہ یہ دونوں فرشتے خود بخود تعلیم علم کی نہیں کرتے ہیں اور دلالت کرتی ہے اس پر بھی کہ اُن کو منظور محض تعلیم نہ تھی بلکہ تعلیم اور منع کرنا عمل سے بھی غرض اسی قسم کی باتیں اس قصہ کے انکار کرنے والوں کی ہیں لیکن اگر روایتوں کہ اُس کے اندر وارد ہوئی ہیں تتبع کیا جاوے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی بھی اصل ہے اس واسطے کہ اس حال کے بیان میں بہت اخبار اور آثار مرفوع اور موقوف اس قدر آئے ہیں کہ قدر مشترک اُن سے حد تواتر کو پہنچا گو خصوصیات واقعہ کے اندر اختلاف ہو اور انکار کرنا قدر متواتر کا خوب نہیں اور اگرچہ آحاد طرق اس قصہ کی اکثر غیر معتبر اور واہی ہیں لیکن تواتر ضعفاً اور واہیات کا بھی موجب ترجیح صدق کا ہو جاتا ہے اور وہ کہ وجوہ مخالفت اس قصہ کی ساتھ قواعد دین کے ذکر کی ہیں باعتبار ظاہر کے مسلم ہیں لیکن جب غور اور تعمق کیا جاوے رجوع کرنا ان مخالفات کا طرف قواعد مقررہ دین کے ممکن ہے جس وقت صحت اس قصہ کی روایات کثیرہ سے ثابت ہو پس اُن مخالفات کی توجیہ کرنی چاہیے اور انکار اُن روایتوں کا مناسب نہیں ورنہ تکذیب قصہ حضرت یوسف صدیق اور حضرت داؤد علیہما السلام کی اور سوا ان کے اوروں کی بھی لازم آوے گی اور توجیہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ عصمت فرشتوں کی گناہوں سے جب تک ہے کہ اپنی حالت پر رہیں یعنی فرشتوں کی خصلت پر اور جبکہ شہوت اور غضب اُن کے

Marfat.com

اندر پیدا کیا بالکل فرشتے نہ رہے پس کمال عصمت کا بھی اس صورت میں لازم نہ ہوگا جیسے کہ نفوس انبیاء اور رسل کے کہ باوجود بشریت کے معصوم اور پاک ہو جاتے ہیں بسبب اصلاح شہوت اور غضب کے اور ظاہر ہے کہ جب موثر بدل جائے اثر اُس کے کا بدلنا کیا بعید ہے اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم سحر کی عذاب کی گرفتاری کی حالت میں اگر قیاس حوصلۂ انسانی کی طرف کریں بہت بعید معلوم ہوتی ہے لیکن کلام بیچ فرشتوں کے ہے کہ فراخی حوصلہ اُن کے کی معلوم ہے جائز ہے کہ باوجود مبتلا ہونے کے بیچ عذابوں کے قوائے فکریہ اور نطقیہ اُن کے برقرار رہیں اور بارہا تجربہ میں آیا ہے کہ جس کو ملکہ کسی علم کا ہوتا ہے باوجود گرفتار ہونے اس کے کے طرح طرح کی بیماریوں اور دردوں کے اُس علم کی تعلیم کر سکتا ہے اور بسبب مزاولت اور ممارست کے بتلانا اُس علم کا اُوپر اُس کے نہایت سہل اور آسان ہوتا ہے ادنیٰ التفات سے وہ کام کرتا ہے کہ دُوسروں کو کمال غور اور تامل سے بھی میسر نہ ہو سکے اور ان دونوں فرشتوں کو علم سحر کے بتلانے میں اسی قسم کا ملکہ ہو خصوصاً جس وقت مسلم رکھیں اس بات کو کہ اُترنا اُن کا زمین میں واسطے اسی تعلیم کے ہو پس غیب کی طرف سے بھی مدد اُن کو اس امر میں پہنچتی ہے اور مقامات عذاب کے اس بات سے مانع نہیں ہوتے اور ملنا جلنا آدمیوں کا اُن دونوں فرشتوں کے ساتھ مانتے ہیں کہ اس زمانہ میں نہ ہو لیکن جائز ہے کہ شیاطین اور جنوں کے واسطے سے افادہ اور استفادہ ہوا ہو چنانچہ قتادہ سے مروی ہے کہ ہر سال ایک شخص شیطانوں میں سے اُن کے پاس جاتا ہے اور سحر تازہ سیکھ آتا ہے اور آدمیوں کے اندر پھیلا دیتا ہے اور پہلے زمانہ میں کہ آغاز کارخانہ تعلیم اور تعلم کا تھا آدمی بھی اُن سے ملاقات کرتے تھے اور سحر سیکھتے تھے اور اُس کو مدون کر کے رکھ چھوڑتے تھے اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر چند وہ عورت بدکار تھی لیکن جب شوق سیکھنے اسم اعظم کا اُس کو ہوا اور اپنے ساتھ ہم صحبت کرنے کی اُسی کو شرط اُن دونوں فرشتوں سے ٹھہرایا پس اس کام میں دو وجہ حسن اور قبح کی مل گئیں حسن باعتبار نیت کے اور قبح باعتبار صورت عمل کے جیسا کہ کوئی پیاسا کہ بسبب تشنگی کے ہلاک ہوتا ہے غصب کیے پانی سے کوئی شخص پیاس اُس کی بجھائے یا بھوکے مضطر کو کھانا حرام کھلا دے ناچار مسخ ہونا صورت اصلی سے قائم مقام بخارات صورت عمل کے ہوا لیکن حسن نیت کے سبب سے ساتھ ستارہ درخشان کے متصل ہوئی اور سر اُس کا یہ ہے کہ اُس عورت نے حسن اور جمال اپنے کو وسیلہ حاصل

Marfat.com

کرنے قربِ الٰہی کا کیا تھا لیکن بے جا اور بے محل تھا پس اُس کو حسن اور جمال دائمی اس طرح عنایت ہوا کہ ساتھ زہرہ کے روح اس کی کو متصل کیا اور ساتھ جرمِ نورانی کے تعلق اُس کو بخشا اور پیچ چڑھ جانے ارواح آدمیوں کے اوپر آسمان کے کچھ تعجب نہیں جو موتی صالحین کی ہوتی ہیں اُن کی روحیں خصوصاً شہیدوں کی سات آسمان تک چڑھتی ہیں اور یہ بات مسلم ہے اور ہر چند کہ صورت کوکب کی اور مخلوقات کی نسبت سے شرافت اور عظمت رکھتی ہے لیکن بہ نسبت صورت انسان کے حقیر اور ذلیل ہے پس کسی کی نسبت سے عظمت اور کسی کی نسبت سے حقارت پائی گئی اور فرشتوں کے کلام میں بیان کرنا عزم اپنے کا اوپر اطاعت اور فرمانبرداری کے ہے یعنی ہم بہر کیف تیری اطاعت کریں گے نہ تکذیب اور تجہیل جناب باری کی پس معنی کلام اُن کی کے یہ ہیں کہ ہم اپنی طرف سے یہ ارادہ محکم رکھتے ہیں گو واقع میں خلاف اُس کا ہو جاوے اور ظاہراً فرشتوں نے کلام الٰہی سے ایسا سمجھا ہو کہ شہوت اور غضب جس مخلوق میں رکھی جاوے صدورِ عصیان کا اُس کو لازم ہے گو اپنے اختیار سے نہ ہو اور اپنی طرف سے اُنھوں نے عرض کہ ہم سے ساتھ اختیار اپنے کے صدورِ گناہ کا نہ ہوگا پس دونوں کلاموں کے مدلول میں تناقض نہ ہوا کہ تکذیب اور تجہیل لازم آتی اور مسخ کرنا اُس عورت کا ساتھ صورت زہرہ کے معنی اُس کے یہ ہیں کہ روح اُس کی کو ساتھ روح زہرہ کے متصل کیا نہ یہ کہ پہلے سے یہ ستارہ موجود نہ تھا پس مخالفت واقع کی لازم نہ آئی اور زبیر ابن بکار اور ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ میں نے آں حضرتؐ سے پوچھا کہ صورتیں مسخ کی ہوئی کتنی صورتیں ہیں فرمایا تیرہ فیل یعنی ہاتھی اور خرس یعنی ریچھ اور خوک یعنی سور اور بوزنہ یعنی بندر اور مار ماہی اور سوسمار یعنی گوہ اور عطواط یعنی چمگاڈر اور کژدم یعنی بچھو اور دعموص یعنی چھوٹا سا جانور کہ دریاؤں میں ہوتا ہے اور عرف ہندوستان میں اُس کو جولاہہ کہتے ہیں اور عنکبوت اور خرگوش اور سہیل اور زہرہ کہا میں نے یا رسول اللہ سبب مسخ اُن کے کا کیا تھا فرمایا کہ فیل ایک مرد تھا سرکش اور دولت مند کہ عادت لواطت اور بچہ بازی کی اُس میں تھی اور کسی بے ریش کو نہ چھوڑتا تھا کہ ساتھ اُس کے یہ حرکت نہ کرتا اور خرس ایک مرد تھا مخنث کہ اپنے تئیں مانند عورتوں کے آراستہ کیا کرتا تھا اور مردوں کو اپنے اوپر چڑھاتا تھا اور گروہ خوکوں کا ایک جماعت نصاریٰ سے تھی کہ نعمت نزول مائدہ کی ناشکری کی تھی اور گروہ بندروں کا

Marfat.com

قوم یہودیوں کی تھا کہ ہفتے کے دن شکار مچھلیوں کا کرتے اور مارماہی ایک آدمی دیوث تھا کہ درمیان عورت اپنی کے اور اور مردوں کے کٹنا پن کرتا اور سوسمار ایک دہقان تھا جنگل نشین کہ حاجیوں کے قافلہ میں چوری کرتا اور وطواط ایک مرد تھا کہ میوے درختوں پر سے چوری کرتا اور کژدم ایک مرد زبان دراز تھا کہ کوئی آدمی اُس کی زبان سے نہ چھوٹتا اور دعموص ایک مرد چغل خور تھا کہ بسبب چغل خوری اپنی کے درمیان دوستوں کے جدائی ڈالتا اور عنکبوت ایک عورت تھی کہ اُس نے اپنے شوہر پر سحر کیا تھا کہ وہ مرگیا تھا اور خرگوش بھی ایک عورت تھی کہ حیض سے غسل طہارت نہ کرتی تھی اور سہیل ایک چوکیدار تھا یمن میں کہ ہر شخص سے زبردستی کچھ لے لیتا اور زہرہ لڑکی بادشاہ کی تھی کہ ہاروت اور ماروت کو مفتون اپنا کیا تھا اور تفسیر زاہدی میں بیچ تتمہ اس قصہ کے مذکور ہے کہ فراوداھا الی نفسھا فابت ان تمکن من نفسھا حتی یعلماھا الاسم الاعظم فعلماھا فدخلت بیتا وتطھرت ودعت اللّٰہ تعالٰی باسمہ الاعظم فمسخھا اللّٰہ تعالٰی کوکبا فصعدت السماء یعنی پس ارادہ کیا اُن دونوں فرشتوں نے اُس عورت سے قضائے حاجت اپنی کا پس انکار کیا اس عورت نے بات سے کہ قادر کرے اُن دونوں کو اوپر نفس اپنے کے مگر یہ کہ سکھلاویں وہ دونوں اس کو اسم اعظم پس سکھلا دیا اُنھوں نے اُس عورت کو اسم اعظم پس داخل ہوئی گھر میں اور پاک ہوئی اور پکارا اُس نے اللہ کو ساتھ اسم اعظم اُس کے کے پس مسخ کردی اللہ نے صورت اُس کی ساتھ ستارہ کے پس چڑھ گئی آسمان کو وَمَا یُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ یعنی اور وہ دونوں فرشتے ہرگز ارادہ گمراہ کرنے آدمیوں کا نہ رکھتے تھے اور سحر کی تعلیم میں کفر خلائق کا ان کو منظور نہ تھا جیسا کہ شیاطین کرتے تھے بلکہ ہرگز تعلیم نہیں کرتے تھے کسی کو یہاں تک کہ اُس کو خبردار نہ کرتے تھے اوپر قبح سحر کے اور نصیحت نہ دیتے تھے حَتّٰی یعنی یہاں تک کہ اپنے تئیں ساتھ صفت حقارت کے موصوف کرتے یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ یعنے کہتے تھے نہیں ہیں ہم مگر سبب فتنہ خلق کے اس واسطے کہ خلق ہم سے سحر سیکھ کر کافر اور نافرمان ہوتی ہے پس تیرے حق میں بہتر یہ ہے کہ یہ سحر سبب کفر اور نافرمانی کا ہے اور عادۃً سبب اس کا موجود ہوتا ہے تو اس کو اختیار نہ کر اور اگر اس کو اختیار کرتا ہے فَلَا تَکْفُرْ یعنے پس کافر مت ہو بسبب اعتقاد کرنے تاثیر کواکب اور شیاطین اور ارواح خبیثہ کے اور بسبب عبادت کرنے اُن کے کے اور جس وقت طالب اسرار

کرتا تھا اور باوجود نصیحت اور پند اُن کی کے سیکھنے سے باز نہیں آتا تھا اُس کو تعلیم کر دیتے کہ سحر
فلانے امر میں اس طرح ہوتا ہے اور فلانے میں اسطرح اور فلانے مقدمہ میں اسطرح اور فلانے میں اسطرح
اور اس ترتیب سے تاثیر اس کی ہوتی ہے بیچ فلانے کام کے اور اس ترتیب سے بیچ فلانے کام کے پس
خدا سے ڈر اور اُس کے عمل میں مشغول مت ہو تاکہ رفتہ رفتہ تاثیرات باطلہ کا اعتقاد تجھ میں
آ جاوے گا اور صاحب تفسیر زاہدی اس مقام میں کہتا ہے فیقع هذا من الملكين على وجه
التحذير و من المستمع على جهة التعلم كما يقال الفقيه من
اخذ درهما بدرهمين فقد اربى ومن فعل كذا فقد زنا فيقع من الفقيه
على جهة التحذير ومن المستمع على جهة التعلم يعنى ہوتی ہے تعلیم سحر
کی دونوں فرشتوں سے اوپر وجہ ڈرانے کے اور واقع ہوتی ہے نزدیک سننے والے کے اوپر طریق
جیسا کہ فقیہ کے متعلق لیوے ایک درم بدلے دو درم کے پس تحقیق سود لیا اُس نے اور
جو شخص ایسا کرے پس تحقیق زنا کیا اُس نے پس فقیہ سے یہ حکم اوپر طریق ڈرانے کے واقع ہوا اور
سننے والے کے نزدیک تعلم اُس کا ہو گیا اور اُسی تفسیر میں کہتا ہے وانما جاز بيان السحر
لانه لا يتوصل الى اجتناب المحظور الا بعد العلم به كما لا يتوصل الى
اداء المامور به الا بعد العلم به يدل عليه قوله تعالى فالهمها فجورها
وتقوٰها اى الهم كل نفس طاعتها ليفعلها ومعصيتها ليحذرها وقد
قيل لعمر رضى الله عنه ان فلانا لا يعرف الشر فقال ذلك احذر ان يقع
فيه وليس فى التعلم بالسحر اثم فى العلم لصفة الخمر ونعت الملاهى
والمعازف انما الاثم فى العلم به والاستعمال الا يرى ان سحرة فرعون
لما تركوا الكفر والعمل بالسحر لم يوجب ذلك نقصا فى دينهم انتهى
یعنی سوا اس کے نہیں کہ جائز ہے بیان سحر کا اس واسطے کہ اجتناب اور بچنا بُری بات سے نہیں
ہو سکتا ہے جب تک کہ اُس کو نہ جان لے جیسے ادار ماموربہ کا بغیر علم اس کے کے نہیں ہو سکتا ہے
دلالت کرتا ہے اسی بات پر قول اللہ تعالیٰ کا فالهمها فجورها وتقوٰها یعنی معلوم کروائی
نفس کو بندگی اُس کی تاکہ کرے اُس کو اور بُرائی اس کی تاکہ بچے اُس سے اور تحقیق کہا گیا عمر رضی اللہ

Marfat.com

سے کہ تحقیق فلانا شخص نہیں پہچانتا ہے بُرائی کو پس کہا حضرت عمر نے یہ بات لائق ہے کہ اُس میں پائی جاوے اور نہیں ہے بیچ سیکھنے سحر کے گناہ جیسے کہ نہیں گناہ بیچ جان لینے صنعت شراب کے اور صنعت آلات لہو اور لعب کے سوائے اس کے کہ گناہ بعد علم کے بیچ عمل کرنے اس کے ہے دیکھا جاتا ہے کہ جادوگر فرعون کے انھوں نے کفر کو اور سحر کرنے کو کچھ اُن کے دین میں نقصان باقی نہ رہا باوجودیکہ سحر ان کو علم بعد ایمان کے بھی تھا باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ جب تعلیم سحر کی فرشتوں سے اور سیکھنا اُس کا آدمیوں سے ثابت ہوا پس تعلیم شیاطین اور تعلیم اُن کی میں فرق نہ رہا تعلیم شیاطین کی کس واسطے مذمت فرمائی اور موجب کفر کا گردانا کہ اس طرح فرمایا وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ اور اس تعلیم کو موجب کفر کا نہ مقرر کیا اور مورد عتاب کا نہ کیا جواب اس سوال کا میں تفسیر آیت میں ظاہر ہوا کہ تعلیم سحر کی شیاطین سے ملی ہوئی ساتھ اعتقاد تاثیرات باطلہ اور ترغیب دینے عمل کے ہوتی تھی اور تعلیم فرشتوں کی واسطے پرہیز اور احتیاط کے اور ملی ہوئی ساتھ نہی کے اور نصیحت کے پس فرق ظاہر ہو گیا اور مورد مدح اور ذم کا کھل گیا اور باوصف اس کے کہ سحر یہودیوں کا یا ماخوذ شیاطین سے ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد میں رائج ہوا تھا یا ماخوذ فرشتوں سے ہے کہ جو بابل میں تعلیم اُس کی کرتے ہیں اور یہ دونوں قسم مذموم اور متروک ہیں اس واسطے کہ حال شیاطین کا بیچ عداوت بنی آدم کے اور اغوا اُن کی کے ہر خاص و عام کو معلوم ہے پس جو چیز کہ اُن سے ماخوذ ہو محل اعتماد کا کیونکر ہو سکے اور فرشتے خود اس علم کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں اور نصیحت دیتے ہیں اور یہ یہودی ہرگز سحر لینے سے کہ دونوں قسم نزدیک اُن کے مذموم ہیں دست بردار نہیں ہوتے ہیں فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا اور یہ جملہ معطوف ہے اوپر اتبعوا کے یعنے پس سیکھتے ہیں یہ یہودی دونوں جنس سحر کی خواہ ماخوذ شیاطین سے ہمراہ خواہ دونوں فرشتوں سے حالانکہ قبح ان دونوں قسموں کا جانتے ہیں اور محض کفایت سیکھنے کے اوپر نہیں کرتے ہیں بلکہ آدمیوں کو ضرر پہنچاتے ہیں اس واسطے کہ سیکھتے ہیں مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ یعنی اُن اعمال کو کہ جدائی ڈالتے ہیں بسبب اُن اعمال کے درمیان مرد اور عورت اُس کی کے اور سحر میں جُدائی دو طرح سے ہوتی ہے اول ساتھ حکم شرع کے اس واسطے کہ جب کوئی عورت اور مردوں میں سے معتقد سحر باطل کا ہوا کافر ہو گیا اور

Marfat.com

عورت اپنے خاوند سے جُدا ہوئی اور خاوند عورت سے جدا ہو گیا اور نکاح جاتا رہا اور دوسرے بطریق عرف کے اس واسطے کہ بسبب اُن اعمال کے موافق جاری ہونے عادت الٰہی کے درمیان شوہر اور بی بی کے بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور جدائی اُن میں ہو جاتی ہے حالانکہ یہ جدائی گناہ کبیرہ ہے اور باعث قطع نسب صحیح کا ہوتی ہے اور مخالف حکم شرع کے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عقد کے کرنے کو اور باقی رکھنے اُس کے کو فرمایا ہے پس جس چیز کا حق تعالیٰ وصل چاہتا ہے یہ لوگ اُس کو قطع کرتے ہیں اور جو کہ اللہ بناتا ہے یہ اُس کو توڑتا ہے پس اس فعل قبیح میں مخالفت الٰہی بھی لازم آئی اور فساد عالم کا بھی بسبب زنا ہونے اور قطع نسب کے اور ضرر پہنچانے کے ساتھ عورت اور خاوند کے اور جبکہ سحر سے یہ عمل شنیع کرتے ہیں معلوم ہوا کہ دوسرے عمل بھی البتہ کرتے ہوں گے حدیث صحیح میں آیا ہے بیچ سنن ابن ماجہ کے کہ آں حضرتؐ فرماتے تھے کہ بہتر سفارش اور صلح کے کاموں میں سے یہ صلح ہے کہ درمیان دو شخص کے کہ نکاح کے امر میں صلح کرے تم اور صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ شیطان ہر روز صبح کے وقت تخت اپنا پانی کے اوپر رکھتا ہے اور اپنے خادموں اور تابعین کو زمین پر واسطے خراب کرنے آدمیوں کے بھیجتا ہے اور شام کے وقت جائزہ اُن کے کاموں کا لیتا ہے کہ جو کوئی بہت بڑا فتنہ آدمیوں میں ڈال کر آیا ہو اُس کا قرب اور منزلت زیادہ کرتا ہے پس کوئی اُس کے تابعین میں سے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلانے آدمی کا ایسا پیچھا کیا کہ اُس نے زنا کیا یا چوری کی یا شراب پی شیطان کہتا ہے کہ کچھ نہیں کیا تو نے پھر دُوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلانے آدمی کو اس قدر بہکایا کہ درمیان اُس کے اور درمیان عورت اُس کی کے جدائی ڈال دی شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور نزدیک اپنے اُس کو بلاتا ہے اور اپنی چھاتی سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت اچھا ہے بیٹا تو اور ابوالفرج اصفہانی نے بیچ کتاب اغانی کے ساتھ روایت عمرو بن دینار کے لایا ہے کہ حضرت امام حسن مجتبےٰؓ نے زریح باپ قیس کے کو فرمایا کہ آیا نزدیک تیرے حلال ہوئی یہ بات کہ درمیان قیس اور لبنیٰ کے جدائی ڈالی تو نے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ نزدیک میرے برابر ہے کہ درمیان مرد اور عورت اُس کی کے جدائی ڈالوں میں یا دونوں کو تلوار سے ماروں میں کہ گناہ میں دونوں برابر ہیں لیکن مسلمان کو نہ چاہیے کہ سحر یہودیوں وغیرہ کے سے دل میں خوف کرکے کہنے لگیں کہ سحر میں جبکہ ایسی ایسی تاثیریں ہیں کہ شوہر اور زوجہ کی محبت سالہا سال کی

ایک لحظہ میں اُس کے زور سے دُور کر دیتے ہیں اور آدمیوں کے دلوں میں ایسا تصرف کرتے ہیں کہ
باوجود موجود ہونے شرعاً و عرفاً گوناگوں اسباب محبت اور اُلفت کے بغض اور نفرت ڈال دیتے ہیں
ہم کیونکر اس سے بچ سکیں گے اور اگرچہ اور قسم کے سحر سے جیسے کہ شکست دشمنوں کی یا ایک شئے کا
دوسری شئے سے بدل دینا یا دکھلانا خارق عادت تو اُن کا بچنا ممکن بھی ہو کہ ایمان کے زور سے محفوظ
رہیں اور معتقد باطل تاثیروں کے نہ ہوں لیکن اس قسم کے سحر سے جیسے کہ شکست دشمنوں کی اور
اور دل کو محبت سے طرف نفرت کے پھیر دیتا ہے کس طرح بچیں مبادا ہمارے دلوں کو پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم اور خدا جل شانہٗ کی اور کتاب اور دین کی محبت سے یہ لوگ پھیر دیں اور صحبت پیغمبرؐ
کی کہ برسوں سے ہم کو حاصل ہے مفارقت اور جدائی کے ساتھ بدل ڈالیں پس مایہ علاج ہر مرض
باطنی کا ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے اور کسی حیلہ سے اُس کو دفع نہ کر سکیں اس واسطے کہ ہر چند یہ
یہودی اور مثل اُن کے ایسی تاثیریں سحر کی رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں کچھ نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے
کہ سحر اور تمام اسباب جہان کے کو بغیر حکم الٰہی کے کچھ تاثیر نہیں وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ
اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اور نہیں ہیں یہ یہودی کہ ضرر پہنچا دیں بسبب سحر اپنے کے کسی کو مگر
ساتھ ارادہ اور مشیت الٰہی کے جس وقت وہ چاہتا ہے سحر کی باتوں میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے اور
جس وقت چاہتا ہے اُن اعمال کو تاثیر سے بند کر دیتا ہے اور اسی واسطے اگر کوئی ساحر چاہے کہ
اللہ کے کاموں کو کہ عادت کے موافق ہمیشہ ہوتے ہیں مثلاً بارش کرنے اور اناج وغیرہ پیدا کرنے کو
بند کر دے یا بغیر فوج اور لشکر کے کسی ملک پر سحر کے زور سے مسلط ہو جاوے یا کسی لشکر کو ہلاک کرے
نہیں کر سکتا ہے انجام کار سحر کا یہ ہے کہ ضعیف دلوں میں ساتھ ڈالنے خواہشوں اور ارادوں کے
تاثیر کرتا ہے اور وہ تاثیر بھی ہمیشہ باقی نہیں رہتی ہے پس مرد مومن کو کہ ذات وحدہٗ لاشریک کو
موثر حقیقی سمجھتا ہے کہ کسی چیز سے سوائے خدا کے ڈرنا نہ چاہیئے کہ کل اختیار عالم اسباب اور مسببات
کا اُسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اُس کی کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل ہیں
اُسی کے ہیں کہ جہان میں بڑے ہوتے ہیں وہم اور خیال والے جانتے ہیں کہ فلانے نے فلانا کام کیا ہے
اور یہ یہودی بیچ شغل سیکھنے انھیں دو قسم سحر کے کہ مذموم اور معیوب ہے کفایت نہیں کرتے ہیں بلکہ
اوقات اپنی کو بیچ حاصل کرنے اور چیزوں کے اس جنس سے کہ باعث روگردانی کا علم شریعت اور

Marfat.com

وحی الٰہی سے ہو صرف کرتے ہیں وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ یعنی اور سیکھتے ہیں اُن علموں کو کہ ضرر کرتا ہے اُن کو کو دُوسروں کو نہ کرے اور نفع نہیں دیتا ہے اُن کو گو اوروں کو دیوے اور عاقل کو چاہیئے کہ جو چیز اپنے تئیں ضرر دے اور نفع نہ کرے اُس سے احتراز کرے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ علم فی نفسہٖ مذموم نہیں اگرچہ کیسا ہی ہو اور علم مذموم نہیں ہوتا ہے بندوں کے حق میں مگر ساتھ کسی وجہ کے ان تینوں وجہ سے اول یہ کہ توقع ضرر کی اُس سے ہو اپنے تئیں یا دوسرے کو جیسے کہ علم سحر کا اور طلسمات اور نجوم بھی اس قسم سے ہیں اس واسطے کہ اکثر خلق کو مضر ہے اس طرح سے کہ جب آثار عالم کے موافق اوضاع ستاروں اور آسمانوں کے دیکھتے ہیں اُن کے دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ فلانی شے بسبب تاثیر فلانے ستارہ اور فلانے برج اور فلانے درجہ کے ہے پس اُمید حاصل ہونے مطلبوں کی اور خوف فوت ہونے اُس کے کا ستارہ اور برج کی جہت سے دل میں ٹھہر جاتا ہے اور التفات طرف مالک ضرر اور نفع کے نہیں رہتی ہے اور ایک حجاب عظیم دل کے اُوپر آجاتا ہے کہ نظر آنے اللہ سے مانع ہوتا ہے دوسرے یہ کہ وہ علم ایسا ہے کہ اگرچہ فی نفسہٖ اُس علم میں ضرر نہیں لیکن یہ شخص بسبب قصور استعداد اپنی کے دقائق اور باریکیاں اُس علم کی نہیں دریافت کرسکتا ہے اور جب اُس کے دقائق کو نہ پہنچا جہل مرکب میں گرفتار ہوا اسی قبیل سے ہے بحث اسرار الٰہیہ کی اور حکمتوں شرعیہ کی اور اکثر علوم فلسفیہ اور علم قضا اور قدر اور مسئلہ جبر اور اختیار کا اور توحید وجودی اور توحید شہودی اور علم جھگڑے اور لڑائیوں کا کہ صحابہ کے درمیان میں ہوا تھا اور علم شطحیات اولیا کا مثل کلمہ انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کے اور مثل اسی کے ہے کلمات اولیاء کے کہ معانی اُن کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں جیسے کہ بعض مواضع فصوص الحکم کے اور مثل تاویلات قرآن مجید کے موافق قواعد تصوف کے اور ایسے ہی علم اشعار کا اور وصف خد اور خال کا کہ بیچ اخلاق عوام کے کہ دل اُن کے شہوت سے پُر ہوتے ہیں حکم زہر کا رکھتا ہے اور ہر چیز میں تخیل اور مبالغہ کرنے کا باعث ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بیچ علموں نیک کے کہ شرعیہ ہیں تعمق اور تاویل بے جا کرے اور افراط اور تفریط عمل میں لاوے مثلاً بیچ علم عقائد اور توحید اور فلسفیات کے دخل دے اور بیچ علم فقہ کے حیلے اور روایتیں بے اصل نکالے اور علم سلوک میں اشغال جوگیوں کے دخل دے اور بیچ علم دعوٰ اسماء کے قواعد سحر اور طلسم کے ملاوے اور بیچ علم قصص انبیاء اور تواریخ کے جھوٹی باتیں یہودیوں

Marfat.com

اور رافضیوں کی سنے تاکہ باعث فساد عقائد کا ہو وعلیٰ ہٰذا القیاس اور یہ سب علم اکثر خلق کو ضرر کرتے ہیں اور جو نفع کہ اُن علموں سے توقع کیا جاتا ہے ان کو حاصل نہیں ہوتا ہے اور یہودی ایسے ہی علموں میں پھنسے ہوئے تھے اور نیک علموں سے اعراض کرتے تھے اور یہ اشغال ان کے اس جہت سے نہ تھے کہ ضرر ان علموں کا نہیں جانتے تھے اور جہل نادانی کی راہ سے ان علموں کو نافع اعتقاد کرتے تھے بلکہ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ یعنی اور تحقیق یہودی جانتے تھے کہ جو کوئی خرید کرتا ہے اُس قسم کے علوم کو اور مال اور جان اپنی کو بیچ حاصل کرنے اُن کے کھوتا ہے اُس کو آخرت میں کچھ نصیب نہیں اس واسطے کہ مال اُس کا رائیگاں گیا اور اوقات اُسکے کہ سرمایہ کسب ثواب کا تھے ضائع ہوئے اور جو چیز کہ آخرت میں کام آوے اُس کے ہاتھ میں نہ آئی اور بیچ حق اپنے کے اوپر اس قدر بے نصیبی کے قناعت نہیں کی بلکہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ یعنی اور بہت بُری چیز ہے وہ کہ بیچا انھوں نے بیچ اُس کے جانوں اپنی کو اس واسطے کہ بسبب اشتغال ان علموں کے شقاوت اور بدبختی ہمیشگی کی حاصل ہوئی اور سعادت ہمیشگی کی ہاتھ سے گئی لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ یعنی کاش وہ جانتے کہ ہم سعادت ابدی کو شقاوت کے ساتھ بدل رہے ہیں بسبب حاصل کرنے اُن علموں کے لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے ہیں بلکہ گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم مال اور اوقات اپنے کو بیچ در پے ہونے تحصیل ان علموں کے صرف کریں نہایت کار اُس کے کا یہی ہے کہ آخرت میں ثواب اُس کا ہم کو نہ ملے جیسے کہ اور مباحات میں یا گمان کرتے ہیں کہ اگر تحصیل ان علوم ضرر دینے والوں کی موجب عذاب ہمارے کی ہوگی وہ عذاب جلدی سے جاتا رہے گا اور تمام ہو جاوے گا اور اس امر میں تمسک ساتھ مفتریات اپنی کے کرتے ہیں کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ پس ہماری مثال اس معاملہ میں کہ جانوں اپنی کو تھوڑے سے عذاب میں گرفتار کیا ہے مثل اُس شخص کے ہے کہ واسطے حاصل کرنے لذت نفسانی کے شب بیداری کی یا رقص دیکھنے اور دیدار بازی میں رات کو نہ سویا اور کچھ زر بھی خرچ کیا اور تمام دن بسبب اس کے کچھ سستی اور ماندگی بدن میں یا نقصان مال میں ظاہر ہوا کچھ اُس شخص کو مقابلہ اُس لذت کے معلوم نہیں ہونے کا ہم اس نوبت کو نہیں پہنچے ہیں کہ جانیں اپنی بالکل بیچ ڈالیں اور وبال دائمی میں گرفتار رہیں اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بیچ مدلول ولقد علموا اور لو کانوا یعلمون کے تناقض اور اختلاف

نہیں اس واسطے کہ مدلول لقد علموا کا حاصل ہونا علم رائگاں ہونے اس تحصیل کا آخرت کے اندر ہے یعنی آخرت میں اس کا ثواب کچھ نہ ملے گا اور مدلول لو کانوا یعلمون کا نفی علم عذاب ہمیشگی کی ہے بیچ حاصل کرنے اُن علموں کے اور درمیان علم ثابت اور علم منفی کے بہت تفاوت ہے اور باوجود اس کے کہ یہ یہودی بیچ اس قسم کی غفلتوں اور رد گردانیوں کے کتب الٰہیہ سے اور علوم محمودہ سے گرفتار ہیں لیکن عنایت الٰہی اور رحمت عام اُس کی نے دروازہ توبہ اور اصلاح کا اُن کے اُوپر بند نہیں کیا وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا یعنی اور بالفرض یہ یہودی اگر اب بھی ایمان لاویں ساتھ کتابوں اپنی کے اور ساتھ اُس کتاب کے کہ اس وقت میں نازل ہوئی ہے وَاتَّقَوْا یعنی اور پرہیز کریں کتب سحر اور علوم ضارہ میں مشغول ہونے سے لَمَثُوْبَةٌ یعنی البتہ ثواب اگرچہ تھوڑا ہو مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ یعنی اللہ کے پاس سے بہتر اور نافع زیادہ ہے دُنیا اور تمام دُنیا کی چیزوں سے اور نعمتوں سے جو جاتے اُس کے کہ اُن کے ہاتھ میں سحر سے بطریق اُجرت یا رشوت کے کچھ حاصل ہوتا ہے یا نام اور جاہ بسبب اُن علوم کے پیدا کرتے ہیں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ یعنی کاش وہ جانتے کہ ثواب آخرت کا بہتر دُنیا کے نفع اور فائدوں سے ہے باقی رہے اس جگہ چند سوال جواب طلب کہ تفسیر والے اس مقام میں وارد کرتے ہیں اوّل یہ کہ جملہ لبئس ماشروا به انفسهم کا جملہ انشائیہ مصدر ساتھ فعل ذم کے ہے اور جملہ لمن اشترٰه ماله فی الاٰخرة من خلاق کا جملہ خبریہ ہے پس عطف انشا کا اوپر اخبار کے لازم آیا جواب اس سوال کا موافق اُس تفسیر کے کہ ہم نے اختیار کی ہے اس طرح ہے کہ یہ جملہ معطوف ہے اوپر ولقد علموا کے نہ اوپر لمن اشترٰه کے اور داخل نیچے علم کے نہیں والا لو کانوا یعلمون کہ دلالت اوپر نفی علم اُن کے کرتا ہے منافی اُس کے ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ ولقد علموا بھی جملہ خبریہ ہے ہم کہتے ہیں کہ لام توطیہ قسم کا ہے اور جملہ قسمیہ جملہ انشائیہ ہے خبریہ نہیں البتہ موافق تفسیر جمہور کے کہ اس جملہ کو معطوف اوپر لمن اشترٰه کے گردانتے ہیں یہ سوال متوجہ ہوتا ہے اور جواب اُس کا اس طرح کہتے ہیں کہ انشاء کو بیچ تاویل خبر کے گردان کر ساتھ تقدیر مقول فی حقهم لبئس ماشروا به انفسهم کے اکثر عطف کرتے ہیں سوال دوسرا یہ ہے کہ لو بیچ لو کانوا یعلمون کے واسطے تمنی کے ہے اور تمنی شے کی اُس وقت ہوتی ہے کہ اوپر حصول اُس شے کے قدرت نہ ہو پس اللہ جل شانہ سے کہ قادر مطلق ہے

تمنی کس طرح متصور ہو سکے جواب اس کا یہ ہے کہ تمنی بیچ کلام الٰہی کے اُس جگہ واقع ہوتی ہے
کہ اُس کلام کے اندر خطاب کرنا بشر کو ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ ترک اور اضراب کے بھی اس کلام
میں موقوف اوپر اسی خطاب کرنے کے ہیں اور جبکہ نزول اس کلام کا واسطے مخاطب کرنے بشر
کے ہے روش اور وطیرہ انکا گفتگو میں جاری فرمایا ہے گویا ایسا ارشاد ہوتا ہے کہ حال اُن کا
بیچ مایوس ہونے کے دانش اور بینش سے اُس حد تک پہنچا ہے کہ کہنے والا اس لفظ کا بیچ حق
اُن کے کے کہتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ تمنی بیچ کلام الٰہی کے محمول اوپر حقیقت اپنی کے نہیں
بلکہ مجازاً مراد اس سے طلب شے کی ہے اور لفظ تمنی کے سبب بیچ اس کلام کے مطلوب ہونا متمنی کا
ثابت ہوتا ہے اور طلب کرنا امر غیر واقع کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے بعید نہیں مثل ایمان ابولہب
کے اور صاحب کشاف نے تمنی کو بیچ کلام الٰہی کے مجازاً ارادہ مراد رکھا ہے لیکن یہ مراد لینی اوپر
مذہب سنت اور جماعت کے نہیں اس واسطے کہ ارادۂ الٰہی نزدیک اُن کے مستلزم حاصل ہونے
مراد کو ہوتا ہے سوال تیسرا یہ ہے کہ بیچ ولقد علموا کے اثبات علم کا بطریق تاکید قسمی کے فرمایا
ہے اور بیچ لو کانوا یعلمون کے نفی علم کی اس حد کو پہنچائی کہ مایوسی کے مرتبہ کو پہنچا دیا اور
حکم محالات کا اُس کے واسطے مقرر کیا یعنی فقط آرزو اُس کی رہی ظاہر میں یہ نفی اور اثبات متناقض
دکھلائی دیتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ سوال اُس وقت وارد ہوتا ہے کہ لبئس ماشروا بہ
انفسہم معطوف اوپر جملہ قسمیہ کے ہو داخل نیچے علم کے نہیں اور جائز ہے کہ مضمون جملۂ اولیٰ
کا یہودیوں کو معلوم ہوا اور مضمون اس جملہ کا معلوم نہ ہوا اس واسطے کہ بیچ مضمون دونوں
جملوں کے نہ اتحاد علمی ہے اور نہ تلازم علمی اس واسطے کہ مضمون جملہ پہلے کا یہ ہے کہ سعی کرنی بیچ
تحصیل کرنے علوم ضرر دینے والوں کے کہ غیر نافعہ ہیں آخرت میں اُن کو نفع نہ دے گی اور مضمون اس
جملہ کا یہ ہے کہ جان اپنی کو اس قسم کے علموں کی تحصیل میں صرف کرنا ثمرہ اُس کا بد ہے اور ظاہر ہے
کہ نہ حاصل ہونا نفع کا کسی چیز میں حصول ضرر کو لازم نہیں مثل مباحات کے کہ نفع اخروی رکھتے ہیں
اور نہ ضرر اخروی لیکن جمہور مفسرین نے کہ اس جملہ کو معطوف اوپر ولمن اشتراہ کے کیا ہے اور
علم کے تحت میں اُس کو بھی داخل شمار کیا ہے پس بیچ جواب اس سوال کے ایسا کہا ہے کہ ثابت کرنا
علم کا بیچ صدر جملہ پہلے کے علیٰ سبیل التحقیق اور بیان واقعی ہے اور نفی علم کی دوسرے کلام میں

Marfat.com

حقیقۃً نہیں تاکہ تناقض ہووے بلکہ بسبب نازل کرنے عالم کے بمنزلہ جاہل کے ہے اس واسطے کہ جو عالم موافق علم اپنے کے نہ چلے جاہل کے ساتھ برابر ہے سوال جو تھا یہ کہ لمثوبۃ من عند اللہ خیر جزا جملہ شرطیہ لو انھم اٰمنوا واتقوا کی واقع ہوئی اور جزا ایسی چاہیئے کہ شرط کے اوپر موقوف ہو حالانکہ بہتر ہونا ثواب خدا کا اُن کے ایمان اور تقوٰی پر موقوف نہیں اس واسطے کہ ثواب اللہ تعالیٰ کا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے خواہ یہودی ایمان اور تقوٰی لاویں یا نہ لاویں، پس ربط درمیان اس شرط اور جزا کے کس طرح حاصل ہو جواب اس کا یہ ہے کہ ترتب جزا کا اوپر شرط کے کبھی باعتبار ثبوت واقعی کے ہوتا ہے مانند ان جاءك زيد فاكرمه اور کبھی باعتبار ثبوت علمی اور باعتبار حکم کرنے کے ساتھ اُس کے ہوتا ہے مانند وما بكم من نعمة فمن الله وان يكذبوك فقد كذبت رسل من قبلك اور اس جگہ بھی قسم اخیر کے قبیل سے ہے یعنی حکم کرنا ساتھ خیریت ثواب کے اور ذکر کرنا اُس کا نزدیک اُن کے موقوف اوپر ثبوت ایمان اور تقوٰی اُن کے کے ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ لفظ لھم کا اس قول میں محذوف ہے اور اصل میں اس طرح ہے لمثوبة لهم من عند الله ساتھ قرینۂ مقام کے اور خیریت ثواب کی کہ اُن کو حاصل ہو موقوف اوپر ایمان اور تقوٰی اُن کے کے ہے واللہ اعلم اور جنانچہ اُن یہودیوں نے کتابوں الٰہی سے تحصیل سحر اور اقسام اُس کے کی اختیار کی ہے اور جانوں اپنی کو بیچ اس شغل بد کے ہلاکت میں ڈالا ہے ویسی ہی عادت اس بات کی بھی پکڑی ہے کہ جس وقت کلام اور خطاب بزرگوں سے کرتے ہیں فریب کی راہ سے دو طرفہ بات کرتے ہیں کہ ایک وجہ سے تعظیم اور ایک وجہ سے تحقیر اور اہانت اُس میں پائی جاوے اور اس قسم کا فریب باتوں میں جس وقت بیچ خطاب بزرگوں واجب التعظیم کے واقع ہو مشابہت تام سحر کے ساتھ اُس کو ہوتی ہے کہ فعل قبیح کے تئیں کہ تحقیر اور اہانت بزرگوں کی ہے بیچ پردۂ تعظیم حقیقی کے پوشیدہ اور مخفی کرتے ہیں تاکہ کوئی اس حقارت کو نہ سمجھے جیسے کہ ساحر فعل اپنے کو بیچ پردۂ خوارق اور کرامت صالحین کے مخفی کرتا ہے پس یہ لوگ بھی مرتکب سحر حقیقی کے ہوتے ہیں اور مرتکب سحر لسانی کے بھی اور مثال اس فریب اور دھوکہ بازی اُن کی یہ ہے کہ جب آں حضرت ؐ کو دیکھتے تھے اور ساتھ اُس جناب ؐ کے ہم کلام ہوتے تھے راعنا کہتے کہ معنی ظاہری اُس کے طلب کرنے رعایت اور توجہ کروانے طرف حال اپنے کے ہے

Marfat.com

یعنی طرف حال ہمارے کے متوجہ ہو تم اور ہم کو تعلیم اور ارشاد فرماؤ اور یہ بات تعظیم کے اوپر دلالت کرتی ہے اور دوسرے قبیح معنی بھی اس کے ہیں اس واسطے کہ راعن بیچ لغت کے احمق کو کہتے ہیں، مشتق رعونت سے کہ ساتھ معنی حمق کے کہ ملا ہوا ہو ساتھ تکبر کے اور الف بیچ آخر اُس کے بدلا ہوا تنوین حالت نصبی کی سے ہے کہ وقف کی حالت میں وہ تنوین الف ہو جاتی ہے اور اس لفظ کو حکم منادٰی نکرہ کا دے کر منصوب لاتے ہیں یعنی اے احمق متکبر اور اکثر یہودیوں کے عرف میں ساتھ اس قبیح معنٰی کے رائج اور مشہور ہوا تھا چنانچہ لفظ مسطے کا ساتھ معنی مابرص کے بیچ عرف اوباش زمانہ ہمارے کے اور لفظ ثالث بالخیر کا ساتھ معنی علۃ الزنک کے اور مرد مقدس ساتھ معنی احمق کے مستعمل ہے اور مسلمان لوگ اس معنی فاسد سے بے خبر تھے جب یہودیوں سے سنا کہ اس کلمہ کو بیچ مقام خطاب کی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے استعمال کرتے ہیں انھوں نے سمجھا کہ شاید یہ گروہ اہل کتاب ہیں بیچ تعظیم انبیاء کے اس کلمہ کو منقول جان کر استعمال کرتے ہیں ہمارے تئیں بھی چاہیئے کہ اس کو استعمال کریں بسبب بے خبری اور نادانی کے اس کلمہ کو کہنے لگے پس دوسری مشابہت بھی مسخر کی ساتھ بیچ استعمال اس کلمہ کے حاصل ہوئی کہ مسلمانوں کو طریق مخفی سے اس طرف لاتے کہ کلمہ کفر کا زبان پر چلا دیں اور یہ نہ جانیں کہ یہ کلمہ کفر کا ہے بلکہ سمجھیں کہ کلمہ تعظیم پیغمبر کا ہے حضرت سعد بن معاذ کہ انصار کے بزرگوں میں سے تھے ایک دن یہودیوں سے اس کلمہ کو سنا اور بیشتر سے یہودیوں کے ساتھ نشست و برخاست اُن کی تھی اور جانتے تھے کہ یہ لفظ اُن کے عرف میں دشنام ہے سختی اور غصہ سے پیش آئے اور کہا کہ اگر اس کلمہ کو بیچ حق اُس جناب صلعم کے تمھاری زبان سے سنوں گا گردن تمھاری ماروں گا یہودیوں نے کہا کہ ہمارے اوپر کس واسطے غصہ ہوتے ہو مسلمان لوگ بھی کہ گروہ تمھارا ہے اس کلمہ کو بیچ حق آں جناب صلے اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہیں سعد بن معاذ ناخوش ہو کر آگے آں حضرت کے پہنچے دیکھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے ایمان والو مقتضائے ایمان تمھارے کا یہ ہے کہ تلبیس اور دھوکے کے لفظ کو مطلق ترک کرو اگرچہ تمھارا قصد دھوکا دینے کا نہ ہو پس لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا یعنی مت کہو تم لفظ راعنا کا بیچ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اس واسطے کہ اس لفظ میں معنی دشنام کے بھی نکلتے ہیں اور یہودیوں کو تمھارے کہنے سے سند ہاتھ آجاوے گی اور معنی فاسد ارادہ کر کے اس لفظ کو استعمال

کریں گے گو تم کو اس معنی فاسد کی خبر نہ ہو وَقُولُوا انْظُرْنَا یعنی اور کہو تم بدلہ اس لفظ کے یہ لفظ یعنی انظرنا یعنی شفقت فرما اور پر ہمارے اور متوجہ ہو تو طرف حال ہمارے کے کہ معنی صحیح راعنا کا ادا کرتا ہے اور بالکل اس میں تلبیس نہیں اور باطل معنی اس سے کسی کی عرف میں سمجھے نہیں جاتے ہیں ۔
وَاسْمَعُوا یعنی اور سنو تم کلام رسول کا ساتھ کمال توجہ کے اور کانوں کو اس کے سننے کی طرف لگاؤ اور ذہن کو حاضر کرو تا کہ حاجت اس کی نہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توجہ طرف حال اپنے کے چاہو تم اور ان دونوں کلموں سے ایک کلمہ کہو اس واسطے کہ توجہ اور کان رکھنا ذمہ شاگرد کے ہے نہ اوپر ذمہ استاد کے شاگرد کو چاہیئے کہ استاد کو بار بار ساتھ اعادہ کرنے کلام کے تنگ نہ کرے اور اول سے اپنے تیئں متوجہ رکھے تا کہ تقریر استاد کی سے بہرہ اٹھاوے اور کس طرح باوجود ایمان کے اس قسم کے دھوکے اور ایذا رسول علیہ السلام کی تم سے متصور ہو حالانکہ تحقیر اور ایذا رسول کی بلاشبہ کفر ہے وَلِلْكَافِرِينَ یعنی اور واسطے کافروں کے عوض ان کلمات کے کہ ان کے کہنے سے ایذا رسول کی چاہتے ہیں اور رسول کو اس کے سبب دلی صدمہ ہوتا ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی عذاب ہے درد دینوالا یہ کہ ہرگز اس ایذا اور اس صدمہ کو اس کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں اٹھاسی جگہ اس امت کے مسلمانوں کو ساتھ اس لفظ کے خطاب فرمایا کہ یا ایھا الذین امنوا اور یہ موضع پہلا ان مواضع میں سے ہے اور کہا ہے کہ خطاب ساتھ مسلمانوں کے خاصہ اسی کتاب حمید کا ہے پہلی کتابوں میں خطاب طرف انبیاء کے ہوتا تھا کہ امتوں اپنی کو احکام پہنچاویں اور بیچ اس جگہ کے بلا واسطہ خطاب اس امت کی طرف کرتے ہیں اور یہ بات بڑے شرف کی ان کے حق میں ہے کہ ساتھ ذریعہ افضل المرسلین کے حکم پیغمبروں کا ان کو دیا ہے اور الحمد للہ اس جگہ سے اشارۃ یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ جب اس دار میں ان کے تیئں ساتھ ایمان کے لقب فرمایا ہے اس دار میں بھی اہل امن اور امان سے کہے جاویں گے کہ وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا یعنی خوشخبری دے مومنوں کو ساتھ اس طرح کے کہ واسطے ان کے ان کی طرف سے فضل بڑا ہے زوائد مسند امام احمد اور شعب الایمان بیہقی اور اور کتابوں معتبرہ حدیث کی میں آیا ہے کہ ایک شخص آگے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے آیا اور کہا کہ مجھ کو کوئی نصیحت اور وصیت فرماؤ کہا انھوں نے کہ جب قرآن پڑھے تو اور اس میں اس لفظ کو سنے کہ یا ایھا الذین امنوا یعنی فی الفور کان

Marfat.com

اپنے کو خوب متوجہ رکھ اور ذہن اپنے کو حاضر کر اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ طرف تیرے خطاب کرتا ہے اور کسی نیک چیز کا امر فرماتا ہے یا کسی چیز بد سے منع کرتا ہے اور ابو نعیم بیچ حلیۃ الاولیاء کے ساتھ روایت ابن عباسؓ کے لایا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس آیت کے اول میں یاایھا الذین امنوا کا لفظ آیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سردار اُس آیت کے ہیں لیکن ابو نعیم نے بعد روایت اس حدیث کے کہا ہے کہ اس قول کی کسی نے نسبت طرف آں حضرتؐ کے نہیں کی ہے مگر ابن ابی خثیمہ نے اور ہم بھی اس سے یہ حرف لکھتے ہیں اور دوسرے راوی اس کو کلام ابن عباس ٹھیرا کر روایت کرتے ہیں واللّٰہ اعلم اور بیچ حلیۃ الاولیاء اور کتابوں حدیث اور تفسیر کے ابو خیثمہ سے یہ روایت بھی لائے ہیں کہ جس جگہ قرآن میں یاایھا الذین امنوا وارد ہوا ہے ایسے مقام میں بیچ توریت اور انجیل کے یاایھا المساکین مذکور ہوتا تھا اور بھی جاننا چاہیے کہ راعنا اور انظرنا ہر چند کہ دونوں مرادف ایک دوسرے کے ہیں اور ایک معنی رکھتے ہیں لیکن ہر گاہ کہ لفظ راعنا کا شامل اوپر اُس مفسدہ کے تھا کہ مذکور ہوا اُس سے منع کرنا اور لفظ دوسرا تجویز کرنا مناسب حکمت کے ہوا پس وہ کہ بعض شافعیہ نے برخلاف مذہب حنفی کے اس مقام میں بطریق استدلال کے ذکر کیا ہے کہ ایک کلمہ کے جائز ہونے سے طرف شارع کے سے کسی مقام میں لازم نہیں آتا ہے کہ دوسرا کلمہ کہ مرادف اُس کا ہو بھی جائز ہو جاوے پس اگر کوئی شخص بجائے اللہ اکبر کے خدائے بزرگ کہے یا الرحمٰن اجل کہے نماز اُس کی درست نہیں ہوتی ہے خوب چسپاں نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ کلام اُس جگہ میں ہے کہ ایک دونوں مترادفوں میں سے شامل اوپر مفسدہ کے نہ ہو علاوہ یہ کہ بعضے حنفیوں نے ترادف کو بھی منع کیا ہے کئی وجہ سے ایک وجہ یہ ہے کہ ہر چند بحسب مدلول لغوی کے راعنا اور انظرنا ایک معنی رکھتے ہیں لیکن مدلول عربی راعنا کا دشنام اور برا کہنا ہے اور اُس میں کمال مخالفت انظرنا کے مدلول سے پائی جاتی ہے دوسرے یہ کہ راعنا باب مفاعلہ سے ہے کہ دلالت اوپر مساوات کے درمیان مخاطبین کے کرتا ہے گویا ایسا کہتے ہیں تو رعایت ہماری کر تا کہ ہم رعایت تیری بات کی کریں اور اس طرح کا خطاب رسول کی جناب میں کمال بے ادبی ہے ساتھ دلیل لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا کے تیسرے یہ کہ اس خطاب میں ایک نوع استعلا کا پایا جاتا ہے یعنی رعایت کر سننے کلام ہمارے کی اور غافل مت ہو اُس سے اور ساتھ دوسری چیز کے مشغول مت ہو

Marfat.com

اور بیچ انظرنا کے محض سوال شفقت اور مہربانی کا ہے اور بیچ لفظ واسمعوا کے اشارہ ہے
طرف اُس بات کے کہ شاگرد کو چاہیئے کہ ساتھ کمال توجہ اور التفات کے کلام اُستاد کا سُنے تاکہ
حاجت دوبارہ کلام کرنے کی اُس کو نہ پڑے جب کہ مسلمانوں کو اس کلمہ کے سیکھنے سے منع فرمایا اگرچہ
یہودی لوگ کہ اپنے تئیں اہل کتاب جانتے ہیں اور تعظیم انبیاء کے مرتبے سے خوب واقف ہیں اس
کلمہ کو استعمال کرتے تھے اب بیان فرماتے ہیں کہ کہنا یہودیوں کا اس کلمہ کو بیچ خطاب پیغمبر تمہارے کے
واسطے غرض فاسد کے ہے کہ تاکہ اس کلمہ کو سیکھ کر تم بھی استعمال کرو اور ساتھ بُرائی اور قباحت مضمون
اس کلمہ کے خبردار نہ ہو اور آدمیوں کے روبرو حماقت تمہاری ظاہر ہو اور حماقت منافی ہے اُتارنے وحی
کو تمہارے اوپر اس واسطے کہ جس گروہ پہ اولاً وحی نازل ہو چاہیئے کہ تیز فہم اور ذکی ہو پس گویا بیچ نظر
آدمیوں کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ فرقہ قابل اس کے نہیں کہ وحی الٰہی اس کے اوپر نازل ہو اس واسطے کہ
مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ یعنے دوست نہیں رکھتے ہیں وہ لوگ کہ کافر ہو گئے ہیں
اہل کتاب میں سے یعنی یہودی مدینہ کے وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ یعنی اور مشرکین مکہ کے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ
یعنی یہ کہ نازل کیا جائے اوپر تمہارے مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی امر خیر کا طرف پروردگار تمہارے
کے سے اور جبکہ قدرت اس بات کی نہیں رکھتے ہیں کہ خدا کو نازل کرنے خیر کے سے اوپر تمہارے منع
کر سکیں ناچار قصد کرتے ہیں کہ بے لیاقتی تمہاری آدمیوں کے نزدیک ثابت کریں اور منشا اثبات کا
یہودی ہوتے ہیں اور قبول کرنے والے اس شبہ کے مشرکین پس اس وجہ سے تمہارے ساتھ تمسخر
اور ابہام اُن کے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اس واسطے کہ حسد اُن کا اس وقت سرسبز ہووے اور کارگر ہووے
کہ نزول وحی کا خدا کی طرف سے موقوف کریں اور یہ بات اُن کے تئیں ممکن نہیں اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ
محکوم اُن کا نہیں وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ یعنی اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے ساتھ رحمت
اپنی کے کہ نزول وحی کا بھی آثار اُس رحمت کے سے ہے مَنْ يَّشَآءُ یعنی جس کسی کے تئیں چاہے
بندوں سے اگرچہ ظاہر بینوں کی نظر میں لیاقت اُس رحمت کی نہ رکھتا ہو اور اسی سبب سے
نو دولتوں کا اہل خاندان قدیم تمسخر اور استہزا کرتے ہیں بلکہ صاحب ہر کمال وہبی کا اہل خاندان موروثی
باوجود اس کمال کے تحقیر کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ جس وقت حق تعالےٰ کسی کو بزرگی اور منصب عنایت
فرماتا ہے اوّل اُس کو لیاقت اُس منصب کی بخشتا ہے خصوصاً بیچ مناصب شرعیہ اور مراتب دینیہ کے

Marfat.com

اور اسی واسطے کہا ہے مصرعہ بجائے خویش بود آنچہ کردگار دہد

اور سبب اس غلط فہمی اُن کی کا یہ ہے کہ قیاس غائب کا اوپر حاضر کے کرتے ہیں اور جیسے کہ بعضے بادشاہ آدم ناشناس بعضے نااہلوں کے تئیں منصب بڑے بغیر جانچ کے بخشتے ہیں اور اس شخص سے عہدہ برآئی اُس منصب کی نہیں ہوسکتی اور وہ بجائے بندہ ہونے کے لیے واسطے امر کرتا ہے ایسے ہی بادشاہ بادشاہوں کا بھی اس طرح بغیر اٹکل اور جانچ کے کوئی کام کرے ہوسکتا ہے حالانکہ یہ بات اُن کی غلط ہے اس واسطے کہ تفضل اور احسان بندوں کا بیچ حق دوسرے بندوں کے سراسر ناقص اور ناتمام ہے اسی سبب سے بعضے آدمیوں کو منصب دیتے ہیں اور لیاقت اُس منصب کی نہیں دے سکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ یعنی اور خدا صاحب فضل بزرگ کا ہے کہ حد کمال اور تمام کی سے متجاوز ہوا اور اُس کا تفضل ایسا کامل ہے کہ اُس کے نزدیک منصب کا دینا اور لیاقت منصب کی دینی برابر ہیں اور اگر یہودی واسطے تشویش خاطر مسلمانوں کے شبہ دل میں ڈالیں اور کہیں کہ اگر حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے اوپر خیر اور نیکی نازل ہوتی ہے اور یہ نزول قرآن کا اثر رحمت اُس کی سے ہے اور اُس کو فضل عظیم جانتے ہو پس نسخ احکام کا کہ تمہارے دین میں مکرر واقع ہوا اور ہوتا ہے اس کے کیا معنی ہیں اگر پہلا حکم تمہارے حق میں بہتر تھا پس حکم دوسرا برا ہوا اور اگر حکم دوسرا خیر تھا حکم پہلا بد ہوا اور بہت وقت پیغمبر تمہارے کے اوپر وحی آتی ہے اور کوئی کلام اُس پر اُترتا ہے اور اُس کو آپ بھی پڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی واسطے پڑھنے اُس کے کے حکم کرتا ہے اور امید وار ثواب کا ہوتا ہے اور کسی اور وقت وہ سب اُترے ہوئے اُس کے دل سے بھول جاتے ہیں اور بالکل یاد نہیں رہتے ہیں پس وہ امر خیر کہ جس میں ثواب کی توقع تھی کس واسطے اُس سے لے لیا یہ کیا رحمت ہے اور کونسا فضل اور احسان ہے واسطے دفع اس شبہ کے اس مضمون کو سمجھ اور دوسروں کو بھی سمجھا کہ بیچ نسخ کے تبدیل خیر کی ساتھ شر کے یا تبدیل شر کی ساتھ خیر کے نہیں تا کہ منافات وحی کی خیریت کے ساتھ لازم آوے بلکہ ناسخ اور منسوخ دونوں خیر ہیں اس واسطے کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ یعنی جس چیز کو کہ کرتے ہیں ہم منسوخ یعنی کسی آیت کو قرآن کی آیتوں سے اور حکم اُس کے کو موقوف کرتے ہیں گو کہ تلاوت اُس کی باقی رہے اور قرآن کے اندر لکھی جاوے اور حافظوں کے دلوں میں موجود رہو جیسے کہ یہ آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم

Marfat.com

متاعا الی الحول کہ حکم اس کا یہ ہے کہ عدت میں ایک سال واجب ہے اور ساتھ دوسری آیت کے کہ حکم اُس کا ہے کہ عدت کے اندر چار مہینے دس دن واجب ہیں منسوخ ہوا اور رہا لا۔ کہ یہ آیت بھی قرآن مجید میں موجود ہے اور فراموش نہیں ہوئی بلکہ اوپر زبان ہر حافظ کے جاری ہے اور مثل آیت یاایہا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ کے کہ حکم اس کا بھی منسوخ ہے اور تلاوت اُس کی باقی ہے اور ایسی ہی آیت مصابرہ اور ٹھہرنے کی کفار کے مقابلہ میں کہ ایک کو مقابلہ دس آدمیوں کے سے بھاگنا نہ چاہیئے بلکہ مقابل میں رہے اور یہ حکم منسوخ ہے اور سورۂ انفال میں موجود ہے اور پڑھی جاتی ہے اور اوپر اسی قیاس کے اَوْ نُنْسِہَا یعنی یا فراموش کروادیں ہم اُس آیت کو خاطر پیغمبر کی سے اور دوسرے قاریوں کی سے یہاں تک کہ الفاظ بخوبی یاد نہ رہیں اور اُس کے الفاظ میں شبہ پڑجاوے گو اصل مضمون اور بعضے الفاظ یاد بھی رہیں خواہ حکم اس آیت کا برقرار ہو مثل آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم کے حکم اس کا برقرار ہے اور الفاظ اُس کے بخوبی یاد نہیں رہے کوئی کہتا ہے کہ اس کے آخر میں واللہ عزیز حکیم ہے اور کوئی کہتا ہے وکان اللہ عزیزا حکیما ہے اور اور ایسے ہی موضع اس کا بھی بخوبی معلوم نہیں کہ کونسی سورۃ میں تھا اور اسی واسطے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے کہنے سے اُس کو تلاوت سے موقوف فرمایا اور مانند لاترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن اٰبائکم الولد للفراش وللعاہر الحجر کے جیسے کہ روایت کیا اس کو ابن عبدالبر نے بیچ تمہید کے عمرو سے اور مانند جاہدوا کما جاہدتم اوّل مرۃ کے روایت کیا اُس کو ابوعبید نے عبدالرحمٰن بن عوف سے اور مانند بلغوا قومنا انا لقد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا کے کہ زبان شہداء بئر معونہ کے سے حکایۃً نازل ہوا تھا روایت کیا اُس کو بخاری نے اور مسلم نے اور مانند لوکان لابن اٰدم وادمن ذہب لابتغی الیہ ثانیا ولوکان لہ وادیان لابتغی الیہ ثالثا ولایملأ جوف ابن اٰدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب کے کہ اکثر محدثین نے اس کو بہت صحابہ سے نقل کیا ہے اور مصحف ابی بن کعب میں بھی لکھا ہوا تھا لیکن بعضے الفاظ اُس کے

Marfat.com

مشتبہ ہوئے کہ مثل لبطن ادم یا جوف ابن ادم ہے موضع اُس کا بھی مشتبہ ہوا کہ سورۃ
احزاب میں تھا یا سورہ براۃ میں اور صدر اس کا بھی فراموش ہوا کہ انا انزلنا المال لاقامۃ
الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ تھا یا چیز دیگر اور ایسی ہی آیت ان اللہ سیؤید ھذا
الدین برجال مالھم فی الاٰخرۃ من خلاق کے یا یہ لفظ ہے باقوام لاخلاق
لھم روایت کیا اس کو ابوعبید وغیرہ نے ابو موسیٰ اشعری سے اور غیر اُس کے سے اور اوپر اسی
کے قیاس کیا جاوے اور خواہ حکم اُس کا بھی موقوف ہوا ہو مثل عشر رضعات معلومات
یحرمن کے اوّل اور آخر اس آیت کا تمام فراموش ہوگیا اور اُس کا موضع بھی نسیا منسیا ہوا
اور حکم اُس کا بھی موقوف ہے روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت عائشہؓ سے اور ابوداؤد بیچ
کتاب ناسخ اور منسوخ کے اور بیہقی بیچ دلائل النبوۃ کے ساتھ روایت ابوامامہ بن سہل بن حنیف
کے لاتے ہیں کہ ایک شخص انصار میں سے رات کے وقت تہجد کے واسطے اُٹھے اور بعد الحمد کے چاہا
کہ جو سورۃ یاد تھی اور ہمیشہ اُس کو پڑھتے تھے پڑھیں ہرگز اوپر پڑھنے اُس کے کے قادر نہ ہوتے اور تمام
سورۃ حافظہ ان کے سے چلی گئی سوائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اُوپر زبان اُنکی کے اور کچھ نہیں آتا تھا
صبح کے وقت متعجب ہو کر دوسرے صحابہ سے پوچھا سب نے کہا کہ وہ سورۃ ہم بھی ایسے ہی بھول گئے۔
سب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو آئے اور ماجرا بیان کیا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس رات میں وہ سورۃ منسوخ التلاوت ہوئی سینہ میرے اور سینہ تمام آدمیوں کے سے باہر
گئی بلکہ نقوش لکھے ہوئے بھی جاتے رہے بہرحال ان دو طریق سے کوئی واقع ہو نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا
یعنے البتہ لاتے ہیں ہم بہتر کو اُس آیت منسوخہ یا فراموش ہوئی سے اَوْ مِثْلِھَا یعنی مانند اُس آیت
منسوخ ہوئی یا فراموش ہوئی کے بیچ خوبی کے پس بیچ دونوں آیتوں منسوخہ اور ناسخہ کے خیریت موجود
ہوتی ہے اگرچہ منسوخ میں خیریت زیادہ ہو بہ نسبت ناسخ کے بعض وقت میں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے
کہ اگر کسی آیت کا حکم منسوخ ہوتا ہے پس ناسخ اُسکی دوسری آیت ہوتی ہے کہ دُوسرا حکم اُس آیت
سے نکلتا ہے اور یہ حکم بہ نسبت پہلے حکم کے بہتر ہوتا ہے کہ سہل تر بیچ عمل کے ہوتا ہے مثل فاقرؤا
ماتیسر من القراٰن کے کہ سہل تر قم اللیل الاّ قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا
او زد علیہ ورتل القراٰن ترتیلا سے ہے بیچ عمل کے ادا کے یاد کرنے میں بھی سہل اور مسلحت

Marfat.com

وقت کے واسطے بھی زیادہ موافق ہے مثل الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم
ضعفا کہ عمل میں بھی سہل ہے اور مصلحت وقت کے واسطے بھی زیادہ موافق ہے کہ بیچ وقت
کثرت فوجوں کے ضعیف القلب بھی آدمی درمیان میں ہوتے ہیں اگر اُن کو بھی مانند قوی لوگوں
کے اس بات کی تکلیف دی جاوے کہ ایک آدمی بیچ مقابلہ دس آدمیوں کے ٹھہرے اور نہ بھاگے جہاد
کرنے سے ایسے لوگ دل چھپاویں گے یا اُس فعل ناسخ میں بہ نسبت فعل منسوخ کے موافقت مصلحت
عامل کی زیادہ ہو گو کرنے میں سہولت نہ ہو جیسے معین ہونا روزہ کا بیچ ماہ رمضان کے کہ ناسخ تخییر
کا ہے درمیان فدیہ دینے اور روزہ رکھنے کے یا ثواب میں زیادہ ہو گو موافقت مصلحت عامل کی اُس
میں زیادہ نہ ہو اور عمل میں بھی سہل ہو جیسا کہ حکم جہاد کا ابتداء اسلام میں کہ اب تک اجتماع بہت
نہیں ہوا تھا اور آدمی جنگ آزمودہ اور مشاق آلات حرب کے دین میں داخل نہیں ہوئے تھے اور
یہ حکم ناسخ آیتوں صبر اور عفو کا ہے یا حکم ناسخہ کا بیچ امور مذکورہ کے مانند حکم آیتوں منسوخہ کے ہوتا
ہے اور جو آیت کہ فراموش ہو جاتی ہے پس عوض اُس کے آیت دوسری آتی ہے کہ بجائے اُس کے اُس
آیت کو پڑھیں اور ثواب حاصل کریں اور وہ بھی کبھی بہتر پہلی آیت سے ہوتی ہے بیچ کثرت ثواب
کے اور فصاحت الفاظ کے اور بلاغت کلام میں جیسے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام
بیچ جگہ ان ذات الدین عند اللہ الحنیفۃ السمحیۃ لا الیھودیۃ ولا النصرانیۃ
اور کبھی مثل فراموش کی ہوئی کے ہوتی ہے بیچ ان امور کے مانند اکثر آیتوں کے کہ آیتوں بھلائی
ہوئی کے بدلے میں آئی ہیں اس جگہ جاننا چاہیے کہ نسخ بیچ احکام تکوینیہ کے ہے اور ملاحظہ کرنے
حال نظام تکوینی الٰہی سے استبعاد نسخ نظام تشریعی کا کہ بسبب شبہ ڈالنے کافروں کے ذہنوں
میں آتا ہے دفع ہو جاتا ہے بیان اُس کا یہ ہے احکام الٰہیہ کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں
خواہ جنس احکام تکوینیہ کے سے ہوں خواہ جنس احکام شرعیہ کے سے دو قسم ہیں یا خاص ہیں یا
عام ہیں اور خصوصیت اُن کی یا بہ نسبت اشخاص کے ہے کہ وہ احکام انھیں شخصوں کے واسطے
ہیں دوسروں کے واسطے نہیں یا بہ نسبت کسی زمانہ کے کہ اُسی وقت میں موجود ہوں اور دوسرے وقت
میں موجود نہ ہوں پس جو کہ خاص ساتھ اشخاص کے ہیں تا بقائے اشخاص باقی رہتے ہیں اور بعد
اُس کے منسوخ ہو جاتے ہیں اور جو کہ ساتھ کسی زمانہ کے ہیں تا باقی رہنے اُس زمانہ کے وہ بھی باقی

Marfat.com

رہتے ہیں اور بعد گزر جانے اُس زمانہ کے موقوف ہوتے ہیں خواہ وہ زمانہ گزرنے والا قلیل ہو مثل احکام منسوخہ قرآن کے خواہ طویل مثل احکام شریعتوں پہلی کے اور تغیر اور تبدیل منافی ثبوت اُن احکام کے بیچ لوح محفوظ کے نہیں اس واسطے کہ وجود ان کا انھیں اوقات اور ازمان تک ثابت ہے مانند تمام احکام تکوینی کے کہ اس قسم کے ہیں جیسے کہ صحت اور مرض اور غنا اور فقیری کے کہ لوح محفوظ میں کسی شخص کی ایک وقت معین تک لکھی ہوئی ہے اُس وقت تک رہے گی بعد اُس کے منسوخ ہو جاوے گی اور جو احکام عام ہیں بالکل قابل نسخ کے نہیں تا ابدالآباد باقی اور برقرار ہیں جیسے کہ تکلم انسان کا اور سیدھا ہونا قد اُس کے کا اور بیچ احکام شرعی کے مثل حرمت شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کے اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ بیچ نسخ احکام کے خواہ کونی ہوں خواہ شرعی تغیر اور تبدیل علم الٰہی میں نہیں آتی ہے تبدیل اور تغیر ہمارے ذہنوں میں کھبی جاتی ہے اور یہ نقصان ہمارا ہے کہ مدت حکم کی ہم کو معلوم نہیں اور غلط فہمی سے اُس حکم کو مستمر اور ہمیشہ رہنے والا جانتے ہیں اور ہر چند کہ یہ بات بیچ احکام کونی کے کہ جہان میں تغیر اور تبدیل تمام چیزوں کی ہوتی رہتی ہے جائے انکار اور محل شبہ کا نہیں اس واسطے کہ ہر شخص بنی آدم سے تغیر صحت کا ساتھ مرض کے ایک بدن میں اور تغیر تونگری کا ساتھ فقیری کے ایک شخص میں اور تغیر غلبہ کا ساتھ مغلوبیت کے بیچ ایک قوم اور ایک گروہ کے اور زوال دولتوں اور سلطنتوں کا کہ کبھی کسی قوم کے پاس اور کبھی کسی کے پاس اور ایسے ہی آبادی اور ویرانی ایک مکان اور ایک شہر کی جدا جدا زمانہ میں مشاہدہ کرتا ہے اور تغیرات اور تبدیلات کو طرف اسباب خفیہ اُن کے کے نسبت کرتا ہے لیکن احکام شرعی میں کفار اس نوع کی تغیر اور تبدیل کو دیکھ کر اور سن کر ساتھ طعن اور طنز کے مستعد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ واسطے دفع اس طعن اُن کے کے ہر مسلمان کو خطاب کر کے تلقین جواب کی کرتا ہے اور خطاب کر کے فرماتا ہے اَلَمْ تَعْلَمْ یعنی آیا نہیں جانتا ہے تو اے صاحب عقل کے اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اس بات کو کہ خدائے تعالیٰ اوپر سب چیزوں کے قادر ہے اس واسطے کہ جہان کے اندر دیکھتا ہے تو کہ اللہ تعالیٰ ہر لحظہ اور ہر آن میں طرح طرح کے حوادث اور عجائبات رنگا رنگ ظاہر کرتا ہے اور جو چیز کہ کسی کی فہم اور وہم میں نہ آوے ساتھ قدرت کاملہ اپنی کے اُس کے تئیں ساتھ احسن وجوہ کے سرانجام دیتا ہے جیسے کہ بدل دینا مرض کا ساتھ صحت کے اور بدلنا مفلسی کا

Marfat.com

اور لاچاری کا ساتھ دولت اور ثروت کے اور پھیر دینا نہایت کمزوری کو طرف قوت کے اور تغییر کرنا سلطنت کا ساتھ گدائی کے اور عزت کا ساتھ ذلت اور بے نوائی کے اور روشنی کا ساتھ تاریکی کے اور تاریکی کا ساتھ روشنی کے اور جبکہ اُس کو قدرت اس تبدیل اور تغییر کی ثابت کرتا ہے تو پس اُس ذات کی سے کیا بعید سمجھتا ہے تو کہ ایک حکم کو ساتھ دوسرے حکم کے اور ایک لفظ کو ساتھ لفظ دوسرے کے تبدیل فرماوے اور ایک حکم کو منصب مشروعیت کے سے معزول فرما کر دوسرے کو بجائے اُس کے قائم کرے اور ایک لفظ کو شرف تلاوت اور تقرب کے سے موخر کرکے دوسرے کو ساتھ اس مرتبہ کے سرفراز کرے اور حکم دونوں لفظوں کا بیچ اپنے کے مستحسن اور نیک ہو اور اگر اس اجمال سے گرہ اشکال تیرے کی نہ کھلے اور زنگ آئینہ مدرکہ تیرے سے دُور نہ ہو ہم پوچھتے ہیں اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یعنی آیا نہیں جانتا ہے تو کہ واسطے خدا کے ہے بادشاہت سات آسمانوں کی اور زمین کی اور ہر آسمان میں اور ہی حکم اور ہی ذکر اور ہی تدبیر مقدر فرمائی ہے اور ایسے ہی ہر ولایت کے اندر لغت اور وضع دوسری اور طریق دوسرا رکھا ہے اور تمام احکام اور تدبیریں اور اوضاع اور لغات اپنے اپنے مرتبہ میں پسندیدہ اور احسن ہیں سندھیوں کو اصطلاح سندھ کی خوش معلوم ہوتی ہے اور ہندیوں کو اصطلاح ہند کی خوش آتی ہے اور جبکہ اختلاف احکام اور تدبیرات الٰہیہ کا بسبب اختلاف مکانوں کے یقین کیا تُو نے اور سب کو محمود اور بہتر جانا پھر بیچ اختلاف ان احکام اور تدبیروں کے ساتھ اختلاف اشخاص اور گروہوں اور زمانوں کے کس واسطے استبعاد کرتا ہے تُو اور حکم کو بیچ زمانہ اپنے کے اور بیچ حق اشخاص اور گروہ مختلف کے کہ جائے ورُود اُن حکموں کے ہیں کس واسطے بہتر نہیں سمجھتا ہے تُو اور قطع نظر اس سے جبکہ ساتھ دلالت معجزات کے صدق پیغمبر وقت کا ثابت ہوا اور یقیناً معلوم ہوا جو کچھ وہ پہنچاتا ہے بلاشبہ حکم خدا کا ہے بلاشبہ بیچ قبول کرنے اُس حکم کے کہ ناسخ پہلے حکم کا ہو کوئی عذر نہیں رہتا ہے اور کس طرح بیچ فرمانبرداری حکم الٰہی کے ساتھ ان شبہوں واہیہ کفار کے تردد اور شبہ کرتے ہو وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ یعنی اور حال یہ ہے کہ نہیں تمہارے لئے سوائے خدا کے کوئی کارساز کہ کام معاش اور معاد تمہارے کی اصلاح کرے اگر کارساز دوسرا تمہارے واسطے ہوتا گنجائش اس بات کی تھی کہ اس کارساز کو تلون مزاج اور معتدل الحکم

Marfat.com

سمجھ کر چھوڑ دیتے اور دوسرے کارساز کی طرف رجوع کرتے اور چارہ معاش اور معاد اپنی کا اُس سے
طلب کرتے وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی اور نہیں ہے سوائے اُس کے تمہارے تئیں کوئی یاری دینے والا کہ اگر
اللہ تعالیٰ اوپر نافرمانی احکام ناسخہ اپنے کے تم سے باز پُرس کرے اور عذاب میں پکڑے تجھے وہ یاری
دینے والا تم کو اُس کے ہاتھ سے چھڑا لے پس تم با وصف جاننے حکمت نسخ اور بیچارگی اپنی کے اُس کے
بیچ ہاتھ اُس کے کے حکم اُس کے کو جس وقت میں جس طرح کہ فرما دے مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہو
اور اُس کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہو اَمْ یعنی یا نہیں بلکہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْاَلُوْا رَسُوْلَكُمْ
یعنی چاہتے ہو کہ سوال کرو تم اور درخواست کرو تم رسول اپنے سے تبدیل احکام الٰہی کی کہ جو کچھ پہلے
فرمایا ہے اُسی کو برقرار رکھے اور اُس کو نسخ نہ کرے یا جو کہ تمہارے اوپر شاق اور گراں ہے اُس کو
موقوف کرے اور درخواست اس بات کی رسول سے اس جہت سے ہے کہ وہ تمہاری طرف سے
اس آرزو کو جناب الٰہی میں عرض کرے اور بار بار اُس کے واسطے خدا سے کہے تا کہ موافق اُس کے
اجابت ہو كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ یعنی جیسے کہ سوال کئے گئے تھے موسٰی اسی طرح پیشتر
سے اس واسطے کہ موسٰی علیہ السلام جس وقت کوئی حکم احکام الٰہی سے طرف بنی اسرائیل کے بھیجتے
تھے اور ان کو وہ احکام مخالف نفس کے اور شاق طبیعت پر معلوم ہوتے مثل جہاد عمالقہ کے اور
دینا چوتھا حصہ مال کا بیچ زکوٰۃ کے اور مانند اُس کے حضرت موسٰیؑ سے نہایت تاکید سے درخواست
کرتے کہ جناب الٰہی میں عرض کر کے اُس حکم کو تبدیل کروا دیں اور بدلے اُس کے حکم دوسرا کہ سبک
اور سہل ہو لا دیں اور حضرت موسٰیؑ کثرت سوال اُن کے سے بہت دل تنگ ہوتے تھے یہاں تک کہ
اے محمد موسٰیؑ نے شکایت اُن کی معراج کی رات تیرے روبرو بھی کی اور تجھ کو بھی تاکید فرمائی کہ
جناب الٰہی سے پہلے پہنچنے سے واسطے اُمت اپنی کے تخفیف احکام سوال کر اور پچاس نمازوں کو طرف
پانچ کے تخفیف کروا اور ایسے ہی بیچ قصہ بقرہ کے سبب کثرت سوالات اپنے کے بقرہ مطلق کو
طرح طرح کی قیود کے ساتھ مقید کروا کر تنگی میں گرفتار رہتے اس واسطے کہ ایسی بقرہ نادر اور کمیاب
تھی اور ظاہر ہے کہ درخواست کرنی تبدیل حکم الٰہی کی خصوصاً نافرمانی کرنی حکم ناسخ کی اور لازم
کرنا حکم منسوخ کا صریح کفر ہے اور مستلزم ہے زبردستی کرنے کو اور فرمائش کو اوپر خدا کے وَمَنْ
يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ یعنی اور جس نے بدل لیا کفر کو ایمان کے ساتھ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

السَّبِیْلِ یعنی پس تحقیق گم کیا اُس نے راہ راست کو اس واسطے کہ حکم منسوخ اگرچہ حکم الٰہی ہے لیکن جب منسوخ ہوا ہدایت اُس میں باقی نہ رہی اور بمنزلہ اُس کے ہے کہ راستہ چلنے والا طے کئے ہوئے راستہ کو اُلٹ کر پھر اُسی راستہ پر چلنے لگے اور آگے کو نہ چلے کہ ہرگز مطلب کو نہ پہنچے گا باقی رہے اس جگہ کئی سوال جواب طلب اوّل، یہ کہ تغیر اور تبدیل کے بیچ احکام کونی کے مثل صحت اور مرض وغیرہ کے بہت طریق اور اسباب معلوم ہیں اور بسبب اطلاع کے اُوپر اُن اسباب کے استبعاد اور استعجاب دفع ہوتا ہے مثلاً معلوم ہے کہ گرمیوں میں برف نہیں جمتی ہے اور جاڑوں میں حاجت پانی برسنے کی نہیں ہوتی ہے اور آدمی فلانے سبب سے غنی ہوتا ہے اور غنی بسبب فلانی فلانی چیز کے مفلس ہو جاتا ہے اور بیمار دواؤں کے ساتھ صحت پاتا ہے اور تندرست بدپرہیزی کے سبب سے بیمار ہوتا ہے لیکن تغیر اور تبدیل کا بیچ احکام شرعی کے کیا سبب اور کیا وجہ ہے اس جگہ سوائے آزمائش اور امتحان مکلفین کے کہ اطاعت کرتے ہیں یا نافرمانی اور کوئی سبب ظاہر نہیں اور یہ موجب تغیر اور تبدیل کا نہیں ہو سکتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ہر چند کہ سبب اصلی بیچ احکام شرعیہ کے بھی ہے لیکن یہ آزمائش اور امتحان محض ایسا نہیں کہ دلیل اور حکمت اس کی کوئی نہ ہو رعایت مصالح مکلفین کی اور اصلاح معاش اور معاد اُن کی ہے مثل تکلیف دینے طبیب کے مریض کو کہ جو چیز اُس کے تئیں نافع ہے اُسی شئے کا حکم فرماتا ہے اور جو چیز اُس کیلئے ضرر دینے والی ہے اُس شئے سے منع کرتا ہے اور آزمائش مکلفین کی اس وجہ سے نہیں کہ جس طرح اتفاق ہو جاوے امتحان اُن کا کیا جاوے خواہ رعایت مصالح اُن کے کی اس میں ہو یا نہ ہو بلکہ رعایت مصالح کی ضرور ہے اور جس وقت رعایت مصالح معاشیہ اور معادیہ مکلفین کی منظور ہوئی اور علاج امراض روحانی اُنکی کا پیش نہاد ارادۂ الٰہیہ کا ہوا اس سے ضرورت اس بات کی ہوئی کہ باعتبار مختلف ہونے مصلحتوں اور امتوں اور زمانہ کے اختلاف احکام کا حاصل ہو اور علماء محققین نے کہا ہے کہ نسخ بیچ احکام شرعیہ ساتھ ایک وجہ کے چار وجہوں میں سے ہوتا ہے اوّل یہ کہ حکمت حکم شرعی کی جدا جدا رنگ میں ظہور پکڑتی ہے کبھی ایک رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی دوسرے رنگ میں اور جبکہ حکمتیں مختلف ہوئیں احکام موافق انھیں حکمتوں کے ہوں گے پس ظاہر بین لوگ ظاہر کو دیکھ کر احکام کو مختلف شمار کرتے ہیں اور باریک بین حکمتیں مخفیہ کو دیکھ کر سب حکموں کے تئیں متحد جانتے ہیں مثلاً شاہت

Marfat.com

کفار کی اُن کی عیدوں اور عبادتوں میں کہ حکمت الٰہی اس بات کو چاہتی ہے کہ اُس کو دُور کیا جاوے اور جس زمانہ میں کہ یہودی دار الاسلام کے قرب وجوار میں اکثریت پاتے تھے اور شنبہ کے دن کی نہایت درجے تعظیم کرتے تھے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ شنبہ کے دن اکیلا روزہ نہ رکھیں مگر جو اور دنوں کے روزے رکھیں اُن کے شمول میں اس کا بھی روزہ ہو جاوے تو مضائقہ نہیں جیسے کہ روزے ماہ رمضان کے یا ایام بیض کے اور جب یہودی اُس ملک سے نیست و نابود ہوئے اور بالکل خوف مشابہت کا نہ رہا حرمت روزہ تنہا شنبہ کی منسوخ ہوئی مثل اور دنوں کے روزے کے اُس دن کا روزہ بھی مباح اور نفل ہوا دوسرے یہ کہ ارادۂ الٰہی واسطے تدبیر امور جہان کے تعلق نئی نئی طرح سے پکڑتا ہے اور جدے جدے نقش کو چاہتا ہے کہ سابق میں وہ طور نہ تھا پس بمقتضائے اُس تدبیر جدید یا اور نقش غریب کے بہت احکام ایسے صادر ہوئے کہ پہلی شریعتوں میں اور پہلے وقتوں میں بالکل صادر نہ ہوتے تھے یا برخلاف اُن کے صادر ہوئے تھے جیسے کہ بیچ وقت بعثت خاتم المرسلین کے تدبیر الٰہی عالم کے واسطے اس صورت میں منظور ہوئی کہ نبوت اور بادشاہت کو جمع فرماویں پس جو احکام کہ ممزوج ساتھ دونوں وجہ کے تھے صادر ہوئے اور مسائل جہاد کے اور تقسیم غنیمتوں کے اور خراج اور جزیہ کے اور جو مناسب اُن کے ہیں ظاہر ہوئے اور پہلے زمانہ میں کہ نبوت بادشاہت کے ساتھ ملی ہوئی نہ تھی یہ احکام بھی نہ تھے بلکہ خلاف اس کے حکم ہوتا تھا مثلاً غنیمتیں حلال نہ تھیں اور لینا جزیہ اور خراج کا مخالفوں سے قبول کرنے دین کے بدل میں جائز نہ تھا تیسرے یہ کہ رواج اور رسم بزمانۂ بعثت اس پیغمبر کے بسبب رواج اور رسم قوم اس پیغمبر کے بعضے حکم کو چاہتے ہیں کہ پیشتر اس سے نہ ہونے اس رواج اور رسم کے اُس وقت میں وہ حکم نہ تھا یا اُس قوم میں وہ حکم نہ تھا اور ایسے ہی مختلف ہو جانے رسموں اور رواجوں کے بیچ مدت نزول وحی کے ابتدا سے انتہا تک کہ مدت تئیس برس کی تھی یہی سبب بدل جانے بعضے حکموں کا ہوا اور ایسے ہی رعایت اور محافظت قواعد ملت کی کہ جس ملت کے قائم کرنے کے واسطے بعثت اُس پیغمبر کی ہوئی ہے اس تبدیلی کو چاہتی ہے مثل ملت ابراہیمی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیچ حق خاتم المرسلین کے اور اسی سبب سے ہے کہ انتقال کعبہ کا ناسخ استقبال بیت المقدس کا ہو گیا چوتھے یہ کہ بیچ تبدیل احکام کے اور نقل کرنے ایک تکلیف سے بالتدریج سہولت ہے اس واسطے کہ انتقال کرنا اباحت محضہ سے طرف تکالیف شاقہ کے اکثر نفوس کو گرا

Marfat.com

نہیں ہوتا ہے پس ضروری ہوا کہ اوّل ساتھ سبک اور خفیف تکلیفوں کے خوگر کیا جاوے تا کہ رفتہ رفتہ امور شاق اور ثقیلہ کو بھی اُٹھا سکیں اور بیچ اس تدریج کے نسخ مکرر بھی واسطے اسی حکمت کے وارد ہوا جیسے کہ بیچ متعہ کے اور ظاہر ہونا اس تدریج کا خمر کی حرمت میں ظاہر ہے اور بیچ تقسیم ترکہ اور فرض سہام کے واسطے والدین اور بنات کے بھی روشن ہے سوال دُوسرا کہ متفرع اوپر اس سوال کے ہے یہ ہے کہ یہ وجوہات اور اسباب واسطے نسخ کرنے احکام اور تلافی کے تسلی دینے والے خاطر کے ہوئے لیکن فراموش کرنے الفاظ قرآن کے کہ وہ محض خیر اور نفع ہے اس واسطے کہ موجب ثواب و ذریعہ حصول قرب اور رضامندی الٰہی کا ہے کس سبب سے سمجھنا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ جو اسباب پہلی قسم میں بیان ہو چکے بیچ نسخ تلاوت کے کہ فراموش کرنا الفاظ کا مراد اسی سے ہے جاری نہیں ہوتے ہیں اور پیش نہیں جاتے ہیں اور کچھ اُن کو دخل نہیں جواب اُس کا یہ ہے کہ سبب اس قسم کے نسخ کا نہایت دقیق ہے بدون تمہید مقدمہ کے ذہن نشین نہیں ہوتا ہے اور اس مقدمہ کو جاننا چاہیئے اس طرح کہ طریق القائے علوم کا غیب سے اور ہے اور طریق القائے الفاظ مرتبہ اور کلمات مؤلفہ کا اور ہے اس واسطے کہ القا علوم کا اولاً اوپر مدرکہ کے ہوتا ہے اور وہاں سے طرف خیال کے آتا ہے اور الفاظ کے پیرایہ میں آن کر زبان کے اوپر جاری ہوتا ہے اور طریق القا الفاظ اور کلمات مرتبہ کا اس طرح کہ قوت خیالیہ میں اس قدر بسط اور فراخی ہو جاتی ہے کہ الفاظ اور کلمات بڑی بڑی عبارت والے اُس میں گنجائش کر سکتے ہیں پس بیچ القائے الفاظ کے ترقی ہے باعتبار قریب ہونے اُس کے کے عالم غیب سے بہ نسبت القائے علوم کے کہ ایک درجہ نیچے مقام تعقل سے تنزل کر کے بیچ سر حد تخیل کے داخل ہوتا ہے اور اسی واسطے یہ نوع القا الفاظ کا مخصوص ساتھ اولوالعزم پیغمبروں کے ہے۔ علی الخصوص ساتھ خاتم المرسلین ﷺ کے اس واسطے کہ اکثر وحی متلو پہلے نبیوں پر اس طرح پر آتی تھی کہ کتاب الٰہی تختیوں پر لکھی ہوئی اور پتروں پر حروف اُس کے کھدے ہوئے پہنچتے تھے اور بیچ حق اس افضل الرسل کے مصور حروف عالیات کا کہ روح القدس ہے بجائے تختیوں زبرجدی کے صفحہ خیال مقدس اُن کے کو بنا کر صورتیں حرفوں کی منقش کر دیتا تھا اور جبکہ اس قسم کا القا بہ نسبت قوائے بشریہ کے نہایت نادر اور غریب تھا ناچار بعضے اوقات میں واسطے امتحان اور عادت کرانے کے کوئی کلام مرتب القا ہوتا تھا اور باقی رہنا اُس کلام کا بیچ خیال میں منظور نہ ہوتا تھا اور مثال

Marfat.com

اُس کی بلاتشبیہ یہ ہے کہ لڑکوں کو ابتدا میں تعلیم کے وقت نئے نئے نمونے اور عجائب مسودے ذہن سے نکالے ہوئے اور قاعدے ہجاکے سکھلاتے جاتے ہیں اور ان چیزوں کے سکھلانے سے اور کچھ مطلب نہیں ہوتا ہے فقط آزمائش اور صورتیں حرفوں کی ذہن نشین کرتے ہیں ایسے ہی اس جگہ بھی ہوا اور اسی واسطے فرمایا ہے سنقرئك فلا تنسٰی الّا ماشآء اللّٰہ یعنی قریب ہے کہ پڑھادیں ہم تجھ کو پس نہ بھولے گا مگر یہ کہ چاہے اللہ بھلانا جس کا اب اس چیز کا بیان کرتے ہیں خاص اُنھیں الفاظ کے بھلانے کی وجہ کیا ہے حالانکہ مضامین تمام آیتوں کے یاد رکھنے میں ایک دوسرے کے برابر یا قریب قریب ہیں پس یہ سوال ایسے جواب کو چاہتا ہے کہ نہایت تفصیل اور تطویل اس میں ہے کہ حوصلہ اس تفسیر کا گنجائش اس کی نہیں رکھتا ہے اور اس جگہ اوپر اسی اجمال کے کہ مستغنی ہے قناعت کرنی چاہیے اور اگر بعضے نکتوں کو نفس تقاضا شدید کرے تو اس قدر سننا چاہیے کہ بعضے وقت میں ہول اور خوف مضمون اس وحی کا مقتضی اس کا ہوتا ہے کہ بار بار کان اس کو سُنے جیسے کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما یعنی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جس وقت زنا کریں پس سنگسار کرو تم ان کو کہ اُس میں بیان سخت تر عذاب کا ہے اور کبھی لفظ دوسرا کہ مختصر اور چھوٹا وحی پہلی یا پچھلی میں موجود ہوتا ہے پس حاجت اس کی نہیں رہتی ہے اور واسطے سمجھانے فی الحال کے حاجت نازل کرنے اس لفظ کے پڑی تھی کہ فرصت تامل کرنے کی بیچ وحی سابق کے یا انتظار وحی لاحق کے نہ تھی مثل لا ترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن اٰبائکم کے کہ اُس کے بعد اس کلام کے کہ وقضٰی ربك ان لا تعبدوا الّا ایاہ وبالوالدین احسانا الخ حاجت نہ رہی اور اسی کے مانند ہے نسخ لو کان لابن اٰدم وادمن ذھب کے آخر آیت تک کہ الھٰکم التکاثر حتٰی زرتم المقابر باوجود اختصار عبارت کے اُس سے مستغنی کرتا ہے اور کبھی تسلی اور تشفی خاطر پژمردہ اور غم کھینچے ہوؤں کی منظور ہوتی ہے اور یہی بات سبب نازل کرنے کسی کلام کی ہوتی ہے اور بعد تسلی اور تشفی اور دُور ہونے غم کے چنداں حاجت طرف اُس کے نہیں رہتی ہے بلاتشبیہ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف رقعہ لکھے اور بعضے حاضروں میں اپنا سلام بھی اُس خط میں لکھوا دے اگر مکتوب الیہ مضمون اُس خط کا معلوم کرنے کے واسطے نقل اُس خط کی کرے البتہ اُس سلام اور اور عبارت کو ساقط اور حذف کرے گا اور یہی باعث

Marfat.com

نسخ کرنے بلغوا عنا قومنا الخ کا واسطے تسلی زندوں کے مردوں کی طرف سے پیغام پہنچانا منظور تھا اور وہ ہوگیا اور ایسے ہی باقی آیتوں فراموش کی ہوؤں کو قیاس کرنا چاہیے سوال تیسرا یہ کہ اقسام نسخ کے اصول والوں کے نزدیک تین قسم ہیں ایک یہ کہ فقط نسخ حکم کا ہو مثل آیت وجوب صدقے کے بیچ نجوی کے یعنی وقت پوشیدہ باتیں کرنے کے بیچ کان مبارک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری قسم فقط نسخ تلاوت کی مثل آیت رجم کے اور تیسری قسم نسخ دونوں چیزوں کی تلاوت کی بھی اور حکم کی بھی مثل عشر رضعات یحرمن اور اس آیت میں اشارہ طرف دو قسم لنکے کے فرمایا ہے اور حکم کے منسوخ ہونے کا نام نسخ رکھا ہے اور نسخ تلاوت کو انسا کہا اور قسم تیسری کو تعرض نہ کیا سبب اُس کا کیا ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ حقیقت میں اقسام نسخ کی بھی وہی دونوں ہیں کہ مذکور ہوئیں اور قسم تیسری اُنھیں دونوں قسموں کے ملانے سے حاصل ہوئی قسم حقیقی نہیں اور اسی واسطے دونوں قسموں کے اندر داخل ہے گویا ایسا ارشاد ہوا کہ ماننسخ من اٰیۃ سواء انسیتھا اولا اوننسھا سواء نسخناھا اولا نات بخیر منھا او مثلھا اور دوسرا اس اشارہ کا یہ ہے کہ صاحب تحصیل کے کہتے ہیں کہ تقسیم کے اندر وحدت مقسم کی معتبر ہے اور اسی واسطے جمع کرنے دو قسموں کے سے قسم تیسری برا سے پیدا نہیں ہوتی ہے والا کوئی تقسیم منحصر نہ رہے اس واسطے کہ مجموع دو قسموں کا قسم تیسری ہو جاتی ہے سوال چوتھا یہ ہے کہ جس وقت منسوخ التلاوۃ کو فراموش کیا ہے پس چاہیے کہ وہ آیتیں بالکل فراموش ہو جاویں اور کسی کو یاد نہ رہیں حالانکہ آیتیں منسوخ التلاوۃ اب تک یاد ہیں کہ نقل کرتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ فراموش کروانا اُن آیتوں کا اس طرح نہیں کہ کوئی لفظ اور معنیٰ اُس کا ذہن میں نہ رہے بلکہ معنیٰ اُس کے یہ ہیں کہ تمام عبارت اُن آیتوں کی علی الترتیب یاد نہ رہے اور بعضے لفظوں میں یا ترتیب میں اشتباہ پڑ جاوے اور جبکہ شبہ اُس میں پڑ گیا منزل ہونا اُس کا یقیناً ثابت نہ ہوا اور حد قرآن کی سے کہ منزل بالیقین ہے نکل گیا اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ فراموش ہونا حافظ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سے دلیل نسخ تلاوت کی ہے لیکن یہ فراموش ہونا تین قسم پر ہے ایک یہ کہ تلاوت اُس آیت کی اتنی آدمیوں کو نہیں پہنچی کہ تواتر کی حد کو پہنچیں اور پہلے ہی وہ آیت فراموش ہوئی اور دوسرے یہ کہ اگرچہ تبلیغ تلاوت کی طرف عدد تواتر کے پہنچی لیکن وقت بھول جانے حافظ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے سے اوروں کے ذہن سے بھی فراموش ہوئی مگر سب کے ذہنوں سے فراموش ہونا اُس کا نہیں
مانتے آدمیوں کے ذہنوں سے تلاوت اُس کی فراموش ہو جاوے کہ بعد اُس کے عدد تواتر کا نہ رہے
گو بعضوں کو تلاوت اُس کی یاد بھی رہ جاوے اور ان دونوں قسم میں نسخ متحقق ہے اور تیسرے یہ کہ
بعد فراموش ہونے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قدر آدمیوں کو وہ آیت یاد رہے کہ عدد
تواتر کا بسبب اُن کے باقی رہے پس یہ دلیل نسخ تلاوت کی نہیں اس واسطے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو بار ہا بیچ بعضی آیتوں کے شبہ ہو گیا تھا جیسے کہ بیچ قرآت فجر کے سورۃ روم اور اور سورتوں میں سے
بہت آیتیں چھوٹ گئے تھے اور بعد نماز کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ آیا تم میں
ابی بن کعبؓ تھا کہ مجھ کو لقمہ دیتا اور اُن آیتوں کو کہ میں چھوڑ گیا تھا یاد دلاتا اور جس وقت
ابی ابن کعبؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں حاضر تھا لیکن جانا میں نے کہ ان آیتوں کو جب حضرت نے
موقوف کیا شاید منسوخ ہوئی ہوں اس سبب سے لقمہ نہیں دیا ارشاد فرمایا کہ انّما انا بشر انسی کما
تنسون فاذا نسیت فذکرونی یعنی سوا اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں بھولتا ہوں میں جیسے
کہ تم بھولتے ہو پس جس وقت بھولوں میں پس یاد دلایا کرو مجھ کو اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ آیتیں منسوخ
ہو جاتیں تو میں تم کو اس کی خبر دیتا ھکذا رواہ بعض اصحاب السنۃ پس معلوم ہوا
کہ فراموش ہونا آیت حافظہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سے باوصف باقی رہنے اُس کے کے
بیچ حافظہ جماعت کثیرہ کے کہ تواتر کی حد اُن میں پائی جاتی ہے موجب نسخ تلاوت اُس کی نہیں ہوتا
ہے اور جو لوگ کہ مطلقاً فراموشی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلیل نسخ تلاوت کی جانتے ہیں بیچ
جواب اس قصہ اور مانند اس کے کے کہتے ہیں کہ نسیان اور شے ہے اور سہو اور ذہول یعنی غفلت اور
شے ہے نسیان اُس وقت پایا جاتا ہے کہ بالکل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حافظہ میں نہ رہے
اور یہ بات بیچ غیر منسوخات کے موجود نہیں ہوئی اور قرآت سورہ روم وغیرہ کے اندر کہ فراموشی
ہو گئی تھی فقط سہو اور شبہ تھا بالکل بھول نہ گئے تھے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ سنقرئك
فلا تنسیٰ الّا ما شاء اللّٰہ اور فرق سہو اور نسیان میں یہ ہے کہ بیچ مجرد سہو کے خبردار کرنا
کفایت کرتا ہے کہ جس وقت مدرکہ نے التفات کیا انسان اُس آیت کو حافظہ میں پاتا ہے اور نسیان میں
فقط التفات اور خیال کرنے سے یاد نہیں آتی ہے جب تک نئے سرے سے الفاظ اُس کے نہ سنے

Marfat.com

اور از سرِ نو یاد نہ کرے اور ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو اُن مواضع میں ایسی
حالت عارض نہ ہوئی تھی والا لقمہ دینا اور خبردار کرنا فائدہ نہ کرتا البتہ عرف میں اس حالت کو
بھی بطریق مشابہت کے کبھی نسیان کہہ دیتے ہیں اور موافق اسی اطلاق عرفی کے آنحضرتؐ نے فرمایا
کہ انّما انا بشر انسیٰ کما تنسون و الّا نسیان قرآن کا بموجب نص قرآنی یعنی
سنقرئك فلا تنسیٰ الخ کے آنحضرت سے محال تھا مگر جس وقت کہ ارادہُ الٰہی تعلق پکڑتا ساتھ
نسخ اس کی کے اور اسی تقریر سے منطبق ہوتی ہے یہ حدیث ساقط حدیث انی لا انسی ولکن
اُنسّی کے کہ بیچ بعضے نسخوں موطا کے آیا ہے فلیفہم اور ان حکموں میں سے کہ علماء اصُول
نے اس آیت سے سمجھے ہیں ایک یہ ہے کہ نسخ احکام کا جائز ہے اور یہودی اس امر میں مخالف
ہیں کہتے ہیں کہ حکم شرعی کو نسخ کرنا شارع کا یا اس جہت سے ہے کہ کوئی حکمت پوشیدہ جناب
شارع پر ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہوئی پس بدا لازم آوے اور بدا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے
نزدیک پیشتر وہ چیز ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہو گئی اور اُس کی نسبت سے یہ بات محال ہے
اور اگر حکمت دوسری ظاہر نہ ہوئی پس موقوف کرنا پہلے حکم کا اور لانا حکم دوسرے کا محض عبث
ہوا اور عبث ہونا شارع سے کہ وہ حکیم مطلق ہے محال ہے اور مسلمان لوگ بیچ جواب اس کلام
اُن کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور لا یسئل عما یفعل شان
اُس کی ہے یعنی نہیں پوچھا جاوے گا وہ اس چیز سے کہ کرتا ہے اُس کو اختیار ہے کہ جو چیز چاہے
اور جس طرح چاہے فرماوے اور جس وقت چاہے خلاف اُس کا فرماوے اور اُس کے حق میں یہ بات
مقرر کرنی کہ اپنے افعال میں حکمت اور مصلحت کا اعتبار کرتا ہے پس اُس کو مانند اپنے پابند مخلوقات
اُس کی کا جاننا ہے اور وہ اس سے پاک ہے اور اگر حکمت اور مصلحت کا بھی اعتبار کریں کہہ سکتے
ہیں کہ مصلحتیں اور حکمتیں فی نفسہا بسبب اختلاف زمانہ اور مکان اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہیں
چنانچہ کھانا دوائے گرم کا سرد موسم میں اور مزاج بارد میں ضروری ہے اور موسم گرم اور مزاج گرم
میں ضرر کرتا ہے اور ہرگاہ کہ زمانہ بتمامہ ازل سے ابد تک اُوپر کُل جزئیات کے کہ اپنے اپنے وقت
میں موجود ہونے والی ہیں منطبق ہے اُن کے حق میں اولیٰ اور بہتر یہی ترتیب ہے اور مصلحت اُس کی
جناب الٰہی کی طرف عائد نہیں ہوتی ہے ظاہر ہونا اور پوشیدہ ہونا اور معدوم کرنا سب باتیں

Marfat.com

اہلِ زمان کی نسبت سے ہیں اور بہ نسبت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے پس ازل میں سب چیزیں اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں بے تغیر اور تبدیل کے اور خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ علم الٰہی میں ہر حکم کی انتہا ہے لیکن مکلفین ہرگاہ کہ اس غایت کو نہیں سمجھتے ہیں اس واسطے بقرینہ احوال کے ظن کرتے ہیں کہ یہ حکم ہمیشہ رہے گا جب شارع کی طرف سے بیان انتہا اُس حکم کا آتا ہے اور اُس حکم کو موقوف کرتا ہے جانتے ہیں کہ حکم پہلا منسوخ ہوا اور حکم دُوسرا ناسخ ہوا پس یہ تجدد اور تغیر اور تقدم اور تاخر بہ نسبت مکلفین قاصر العلم کے ہے اور بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اپنے وقت میں مقدر ہے بغیر ظہور اور خفا اور تقدم اور تاخر کے بہ نسبت مقید کے اور یہ معاملہ فقط احکام شرعیہ میں نہیں بلکہ جو چیز دنیا میں ہے اسی قسم کی ہے اور جو شخص تمام نسخۂ وجود کا کہ حوادث غیر متناہیہ متعاقبہ اُس کے اندر ہیں نظر غور اور تعمق سے مطالعہ کرے اُس کو مانند ایک کتاب کے سمجھے کہ پڑھنے والا اُس سے سطر سطر پڑھتا جاتا ہے اور ایک کلمہ کو بعد دوسرے کلمہ کے زبان سے نکالتا ہے جب کتنی سطریں یا کلمے تمام ہوتے ہیں چند کلمے اور سطریں اور پڑھنے میں آتی ہیں اور پہلی سطریں اور کلمے وجود لفظی سے محو اور فنا ہوتے جاتے ہیں اور پچھلے ثابت ہوتے جاتے ہیں اور یہ محو اور اثبات ہمیشہ ہوتا جاتا ہے اور ساتھ اس اعتبار کے اس نسخہ کو کتاب المحو والاثبات نام رکھتے ہیں اور اگر اس کتاب کو ساتھ ہیئت مجموعی اُس کی کے مع اول و آخر کے جیسا کہ حکیم علیم نے مرتب کیا ہے ملاحظہ کرے بغیر اعتبار تلاوت اور بغیر لحاظ گزر جانے ایک کے اور آنے دوسرے کے اُس کو اُم الکتاب کہتے ہیں اور اس جگہ سے ظاہر ہوتے معنی یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہٗ ام الکتاب اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ اُس مجموع مرتب کو قضا کہتے ہیں اور اس ظہور تدریجی کا نام قدر رکھتے ہیں ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اور یہ بھی مسلمان جواب دیتے ہیں کہ توریت مقدسہ میں مذکور ہے کہ حضرت آدم کو حق تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا کہ اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں کے ساتھ کر دیں تاکہ نسل جاری رہے اور یقیناً معلوم ہے کہ نکاح بہن کا ساتھ بھائیوں کے اور شریعتوں میں حرام ہوا ہے پس جب نسخ کا ہونا ثابت ہوا پھر اُس کے جواز میں کیا شبہ رہا اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اکثر گمان کرتے ہیں کہ ہیچ صورت نسخ کے بدا لازم آتا ہے اور اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ بدا اور چیز ہے اور نسخ اور شے اس واسطے کہ نسخ میں مکلفین کی مصلحتوں کا بدلنا ہے باعتبار جدے جدے

Marfat.com

وقتوں کے ظاہر ہونا مصلحت کا کہ غیر ظاہر ہے اوپر حضرت حق سبحانہ کے اور بدا میں ظہور شے غیر کا ظاہر ہے پس درمیان دونوں کے فرق ظاہر ہوا اماں نسخ مستلزم بدا کو اُس وقت ہوتا ہے کہ اتحاد فعل کا اور اتحاد وجہ کا اور اتحاد وقت کا اور اتحاد مکلف کا سب محقق ہوں اور ایسی نسخ کہ جس میں چاروں شرطیں پائی جاویں محالات سے ہے اس واسطے کہ نسخ میں یا فعل مختلف ہوتا ہے مثل تحریم عید کے روزہ کے یا ایجاب نماز اُس کی کا یا وجہ فعل کی مختلف ہوتی ہے جیسے کہ عاشورہ دن کا رزنہ ساتھ ساتھ وجہ استحباب کے یا روزہ عاشورہ کے دن کا ساتھ وجہ وجوب کے یا تحریم ضرب یتیم کی ایذا کی جہت سے یا اباحت ضرب یتیم کی تادیب کی جہت سے یا وقت مختلف ہوتا ہے جیسے کہ استقبال کعبہ کا ساتھ استقبال بیت المقدس کے کہ یہ ایک زمانہ میں تھا اور وہ دوسرے زمانہ میں تھا یا مکلف مختلف ہوتا ہے جیسے واجب کرنا زکوٰۃ میں چوتھا حصہ مال کا اوپر یہودیوں کے اور واجب کرنا چالیسواں حصہ مال کا اوپر مسلمانوں کے اور تحریم مال زکوٰۃ کی اوپر بنی ہاشم کے اور اباحت اُس مال کی واسطے غیر ونکے و علیٰ ہذا القیاس دوسرا حکم یہ ہے کہ بعضے اصولیوں نے کہا ہے کہ نسخ حکم کا بغیر لانے دوسرے حکم کے اُس کے بدلے میں جائز نہیں بدلیل اس لفظ کے کہ نات بخیر منہا او مثلہا اور حق یہ ہے کہ اس لفظ سے یہ معنی سمجھے نہیں جاتے ہیں اس واسطے کہ یہ لفظ دلالت نہیں کرتا ہے مگر اس بات پر کہ منسوخ آیت کے بدلے میں دوسری آیت آتی ہے نہ اُوپر اس بات کے کہ دوسرا حکم بھی پہلے حکم کے بدلے میں آتا ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو آیت دلالت پر وجوب صدقہ نہیج حالت کے کرتی ہے ساتھ دوسری آیت کے منسوخ ہوئی اور حکم دوسرا اُس کے بدلے میں نہیں آیا اور ایسے ہی روزہ میں رات کو بعد سو رہنے کے کھانا پینا وغیرہ اوّل میں منع تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور آیت دوسری آگئی کہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم اور اُس کے بدل میں کوئی چیز اور مقرر نہیں ہوئی اور اگر حکم کو عام رکھیں کہ اباحت کو بھی شامل ہو جاوے جیسے کہ اصطلاح اصولیوں کی ہے پس ہر نسخ میں بدل پایا جاتا ہو اگرچہ عود اباحت اصلیہ کا ہو اور غالب یہ ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے تیسرا حکم یہ ہے کہ بعضے اصولیوں نے واسطے نسخ حکم کے شرط کیا ہے کہ دوسرا حکم پہلے سے خفیف ہو نہ ثقیل اس واسطے کہ اس صورت میں خیریت اور مثلیت متحقق نہیں ہوتی ہے اور اس آیت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حکم ناسخ چاہیئے

Marfat.com

کہ خیر یا مثل ہو اور محققین کے نزدیک یہ معنی بھی مقرر نہیں اس واسطے کہ ثقل عمل کا موجب کثرت ثواب کا ہوتا ہے پس خیریت باعتبار کثرت ثواب کے متحقق ہوئی اور قطعاً معلوم ہے کہ تخییر درمیان روزہ رمضان اور دینے فدیہ کے منسوخ ہوئی اور اُس کے بدل میں روزہ علی الیقین واجب ہوا حالانکہ ناسخ زیادہ ثقیل ہے حکم منسوخ سے چوتھے یہ کہ نزدیک امام شافعی کے ناسخ کتاب کا چاہیے کہ کتاب ہو بموجب اس لفظ کے کہ نات بخیر منہا او مثلہا اور کلام پیغمبر کا بہ نسبت آیت کتاب کے نہ خیر ہے اور نہ مثل ہے اور انصاف یہ ہے کہ نات بخیر منہا او مثلہا نہیں دلالت کرتا ہے مگر اس پر کہ حکم ناسخ بہ نسبت حکم منسوخ کے بیچ کثرت ثواب یا رعایت مصالح کے یا بہتر ہوتا ہے یا مانند اُس کے ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ناسخ وحی متلو اور قرآن کی آیت ہو اور حقیقت میں جو حکم کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ پیغمبر کے کسی طرح کا ہو متلو یا غیر متلو سب بھیجا ہوا خدا کا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ الا لا وصیۃ لوارث ناسخ وصیت اقربا کا ہے اور یہ بات آیت مواریث کی سے سمجھ میں آسانی موجب اس کا نہیں کہ ناسخ بھی یہی ہو اس واسطے کہ دلالت ناسخ کی دلالت روشن چاہیے اور حکم جدید کے نہ دلالت خفیہ پانچواں یہ کہ مفسرین اور مجتہدین کو چاہیے کہ علم ناسخ اور منسوخ کا اُن کو ہو اور بغیر اس علم کے اس کو دخل کرنا بیچ علوم دینیہ کے جائز نہیں ہے اس واسطے کہ بدون اس علم کے علم شرعی اور غیر شرعی کو جدا نہ کر سکے گا اور بہت وقت ایسا ہو جاویگا کہ حکم منسوخ کو حکم شارع کا جان کر فتوےٰ دے گا اور غلطی میں پڑے گا اسی واسطے ابو جعفر نحاس نے حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ایک دن کوفہ کی مسجد میں داخل ہوتے دیکھا کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے پوچھا کہ یہ کون ہے آدمیوں نے عرض کی کہ یہ واعظ ہے آدمیوں کو خدا سے ڈراتا ہے اور گناہوں سے منع کرتا ہے فرمایا کہ غرض اس شخص کی یہ ہے کہ اپنے تئیں انگشت نمائی آدمیوں کا کرے اُس سے پوچھا کہ ناسخ اور منسوخ کو علیحدہ علیحدہ تو جانتا ہے یا نہیں اُس نے کہا کہ یہ علم مجھ کو نہیں فرمایا کہ اس کو مسجد میں سے نکال دو اور دارمی نے بیچ مسند اپنی کے حضرت حذیفہ بن الیمان سے کہ صاحب راز پیغمبرؐ کے تھے روایت کی کہ اُن سے کسی نے مسئلہ پوچھا اور عرض کی کہ اس امر میں حکم فرماؤ انھوں نے کہا کہ فتویٰ دینے والا اور حکم کرنے والا تین قسم کے آدمیوں میں سے ہوتا ہے اوّل وہ شخص کہ ناسخ اور منسوخ کو قرآن میں سے پہچانے اور

Marfat.com

اس قسم کا شخص اس زمانہ میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ ہے دوسرے وہ شخص کہ اُس کو قاضی بنایا ہو چار و ناچار یہ کام اُس کے ذمہ پڑا تیسرے وہ احمق کہ اپنے تئیں بہ تکلف عالموں اور مفتیوں اور مجتہدوں میں داخل ہوتا ہے سو میں قسم اوّل سے خود نہیں اور نہ دوسری قسم سے اگر ہوں تو قسم تیسری سے ہوں اس بات کو میرا دل نہیں چاہتا ہے چھٹے یہ کہ بیچ آیت ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسٰی من قبل کے ارشاد ہوا کہ سوال کرنا پیغمبروں سے ممنوع اور بُرا ہے حالانکہ بغیر سوال کرنے کے اور دریافت کرنے کے پیغمبروں سے مقدمات دین اور ایمان کے ظاہر نہیں ہوتے ہیں اور راہِ حق باطل سے جدا نہیں ہوتی ہے اور اُمت کے شقی لوگوں کی معرفت بھی حاصل نہیں ہوتی ہے پس سوال کرنا پیغمبروں سے کس واسطے بُرا ہوا اور اس سوال سے بطریق کنایہ کے منع فرمایا جواب اُس کا یہ ہے کہ سوال پیغمبروں سے مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ سوال تبدیل احکام الٰہیہ کا ممنوع ہے چنانچہ تفسیر میں گذرا البتہ جو سوال کہ مفسدہ اُس کے اندر ہوتا ہے بیچ مقدمات دین کے اسی سوال کے ساتھ ملحق ہے اسی طرح پیغمبروں سے دلائل طلب کرنا اور ان کا امتحان لینا جیسے کہ سوال کرنا معجزوں کا کہ بلا حاجت اُن کو طلب کیا جاوے جیسے کہ مشرکین کہتے تھے کہ لن نؤمن لک حتٰی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتٰی تنزل علینا کتابا نقرؤہ یعنی کہا انھوں نے نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک کہ نہ بہاوے تو ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہاوے تو اس کے اندر نہریں چلا کر یا گراوے آسمان ہم پر جیسا کہ کہا کرتا ہے تو ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تجھ کو ایک گھر سنہری یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا یہاں تک کہ نہ اتار لاوے ہم پر ایک لکھا ہوا کہ ہم پڑھ لیں اُس کو یا فرمایش نزول وحی کے ساتھ اُس وضع کے کہ ہم چاہتے ہیں چنانچہ اہل کتاب کہتے تھے قال اللہ تعالٰی یسئلک اھل الکتٰب ان تنزل علیھم کتابا من السماء فقد سالوا موسٰی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ یعنی کہا اللہ تعالٰی نے سوال کرتے ہیں

Marfat.com

تجھ سے اہل کتاب اس بات کا کہ اتارے اوپر اُن کے کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا تھا موسٰی
سے اس سے بڑھ کر پس کہا تھا دکھلا دے تو ہم کو اللہ کو سامنے یا مقرر کرنا احکام جدیدہ اور اپنی
طبیعتوں سے نکالے ہوؤں کا بغیر مرضی الٰہی کے جیسے کہ ایک گروہ جہال سے کہا تھا کہ یا رسول اللہ
واسطے ہمارے ایک درخت تقرر فرماؤ کہ ہم ہتھیاروں اپنے کو اُس درخت پر لٹکا دیں جیسے کہ مشرکوں
کے واسطے ایک درخت ہے کہ ہتھیار اپنے کو اُس میں لٹکاتے ہیں اور اُس درخت کو ذات انواط
خطاب دیا ہے اور یہ قصہ کمال مشابہت رکھتا ہے ساتھ سوال جہال بنی اسرائیل کے کہ کہتے تھے
واجعل لنا الٰهاً کما لھم اٰلھۃ یا سوال کرنا غیب کی باتوں خاص خاص کا کہ ان کے دریافت
کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جیسے کہ بعضے ضعیف الایمان امتحان کے واسطے یا واسطے دُور کرنے کسی
گمان کے پوچھتے تھے کہ عورت میری حاملہ ہے اُس کے لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اور باپ میرا کون آدمی
تھا اور فلانی چیز گم ہوئی کہاں ہے حاصل یہ کہ سوال ممنوع ایسا سوال ہے کہ باعتبار کسی وجہ کے
وجوہات مذکورہ سے مشابہت رکھے ساتھ سوالات بنی اسرائیل کے کہ حضرت موسٰیؑ سے انھوں نے
کئے تھے اور اس قسم کے سوال سوائے بے ادبی کے شائبہ بے ایمانی کا بھی رکھتے ہیں اور اہل کتاب
کہ بیچ مقدر نسخ آیتوں اور الفاظ قرآن کے شبہے داہی ڈالتے ہیں حقیقت میں ان کو یہ منظور نہیں
کہ ہم کو ہدایت حاصل ہو اور شبہے ہمارے رفع ہو جائیں تاکہ ہر ایک سوال اُن کے کا جواب دیا جاوے
بلکہ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ یعنی دوست رکھتے ہیں اکثر اہل کتاب کے باوجود اس کے کہ
کتاب سے واقف ہیں اور احوال پہلے نبیوں کے سے خوب واقف ہیں اور نسخ حکموں کا اُن کی کتابوں
میں بھی موجود ہے جیسے کہ بیچ قصہ نکاح بہنوں کے ساتھ بھائیوں کے حضرت آدم علیہ السلام کے
وقت میں اور نسخ کرنا اُن کا پچھلی شریعتوں میں اور جیسے کہ بیچ قصہ متعلق گاؤ ذبح کرنے کے کہ بنی اسرائیل
کو یہ حکم پہلے ہوا تھا کہ کسی گاؤ کو ذبح کر لیں تاکہ قاتل معلوم ہو جاوے بسبب سوالات پوچھنے اُنکے
کے یہ حکم منسوخ ہوا اور گاؤ خاص کے ذبح کرنے کے واسطے امر کیا لَوْ يَرُدُّونَكُم یعنی کاش پھیر دیں
تم کو بسبب شبہوں ڈالنے کے مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ یعنی پیچھے ایمان تمھارے کے كُفَّارًا یعنی کافر
ہو جاؤ تم جیسے کہ خود وہ اپنی کتاب کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اس غرض فاسد اُن کی کا کوئی باعث
اور محرک تمھاری طرف سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم یعنی حسد کی راہ سے

Marfat.com

کہ اُن کی طرف سے پیدا ہوتا ہے بلا سبب کے اور اُن کو بھی تمہارے دین میں شک اور شبہ باقی نہ رہا کہ پھرنا تمہارا دین مشکوک سے اُن کے زعم میں نیک اور مستحسن ہوتا بلکہ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی بعد اس کے کہ ظاہر ہوا ہے ان پر حق ہیچ دین تمہارے کے اور مقتضا اس شرارت اور بد ذاتی کا اُن کی یہ ہے کہ تم در پے انتقام لینے کے اُن سے ہو لیکن تم کو چاہیے کہ بیچ تابعداری رضیات الٰہی کے سرگرم رہو اور نفسانیت کو اپنی طرف راہ نہ دو اور بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے ان کے ساتھ مقابلہ نہ کرو فَاعْفُوْا یعنی پس عفو کرو تم یہ گناہ اُن کے اور طرف شبہوں واہیہ اُن کے کے التفات نہ کرو وَاصْفَحُوْا یعنی درگذر کرو اُن کے جنگ و جدال اور گالیوں اور بُرا کہنے سے حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یعنی یہاں تک کہ لاوے خدائے تعالیٰ حکم اور فرمان اپنا واسطے جنگ اور قتال کے اور یہ گمان مت کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تاخیر اس حکم کی بوجہ عجز اپنے کے فرمائی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اُوپر دُور کرنے شر اُن کے کے فی الحال بھی قادر ہے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور دُور کرنا شر اُن کے کا اس کی قدرت کے آگے کیا بڑا کام ہے لیکن حکمت الٰہی واسطے تاخیر اس امر کے تقاضا فرماتی ہے اس واسطے کہ اگر اس وقت تم کو اُن کے ساتھ لڑنے کا حکم مشرکین عرب اور خصوصاً سردار کے ساتھ تمہارے ذہنوں میں کہ وہ تمہارے ساتھ نزاع اور خصوصیت رکھتے ہیں بدگمانی آجاویگی کہ یہ مرد نہایت بد خو ہے۔ کہ ہر کسی سے لڑتا ہے اور طریقہ خاطرداری اور تالیف قلوب کا بالکل اس میں نہیں اور جس وقت مشرکین عرب اور سردار مکہ کے بعد عاجز ہونے اور مقاتلہ کے اس دین میں داخل ہوں یا ساتھ صلح اور صفائی کے آنا جانا کریں اور طریقہ خاطرداری اور تالیف قلوب کا بھی پیغمبر تمہارے کی طرف سے بھی خاص اور عام کو معلوم ہو جاوے اُس وقت اُن سے انتقام اور بدلہ لینا اصوب اور انسب ہے اور اگر تم کو شوق جہاد کا زیادہ تر ہے پس جب تک کہ حکم جہاد کا آوے نفس کے ساتھ جہاد کرنے میں مشغول رہو وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ یعنی اور قائم رکھو تم نماز کو اس واسطے کہ یہ عبادت بدن کے اوپر بہت شاق ہے اور نفس کو زیر کرتی ہے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی اور دو تم زکوٰۃ کو کہ خرچ کرنا مال کا زیادہ تر نفس کے اوپر گراں اور شاق ہوتا ہے مشقت بدن کی سے اور اگر اس پر بھی تم کو قناعت نہ ہو بلکہ اور زیادہ مجاہدہ کو دل چاہے پس بندگیاں نفل خواہ بدنی ہوں خواہ مالی بجالاؤ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

Marfat.com

مِنْ خَیْرٍ یعنی اور وہ چیز کہ آگے بھیجتے ہو تم واسطے نفع جانوں اپنی کے قسم نیکی اور بھلائیوں کی سے
تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ یعنی البتہ پاؤگے تم نزدیک اللہ تعالیٰ کے اگرچہ بے دین لوگ اہل کتاب کے
تمہارے عملوں کو ضائع اور رائگاں جانیں اس واسطے کہ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ یعنی
تحقیق خدائے تعالیٰ جس چیز کو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے نیک نیتی اور شوق بندگی تمہارے کو جانتا ہے
اور موافق اُس کے جزا دیتا ہے اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اکثر مفسرین نے سبب نزول دو نوں
آیتوں کا ایسا نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں شکست ہوئی تھی فنحاص بن عازوراء اور
زید بن قیس اور ایک گروہ یہودیوں کے نے حذیفہ بن الیمان اور عمار بن یاسر سے کہا کہ دیکھو تم کو کیا
آفت پہنچی اور خفیف اور ذلیل ہوئے اور سردار تمہارے مارے گئے اگر تم حق پر ہوتے یہ شکست تم کو نہ ہوتی
پس بہتر یہ ہے کہ طرف اُسی دین قدیم اپنے کے رجوع کرو اور اگر پیروی پیغمبروں کی چاہتے ہو ہمارے
دین میں داخل ہو جاؤ کہ دین ہمارا سب دینوں سے افضل ہے اور ہم کو ہدایت الٰہی مدت دراز سے
ہوتی آئی ہے عمار بن یاسر نے اُن کے جواب میں کہا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ عہد کا توڑنا تمہارے
نزدیک کیسا ہے اچھا ہے یا بُرا انھوں نے کہا کہ عہد کا توڑنا سخت گناہ ہے عمار نے کہا کہ میں نے
ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد باندھا ہے جب تک زندہ ہوں اُس سے نہیں پھرنے کا یہودیوں
نے کہا کہ اس نے خوب جواب دیا اور حذیفہ نے کہا کہ اگر مجھ سے حال پوچھتے ہو پس میں ساتھ خدا اپنے
کے راضی ہوا کہ وہ پروردگار میرا ہے اور ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے راضی ہوا میں کہ وہ رسول میرا
ہے اور ساتھ اسلام کے راضی ہوا میں کہ وہ دین میرا ہے اور ساتھ قرآن کے راضی ہوا میں کہ وہ
امام اور پیشوا میرا ہے بعد اس کے مجھ کو پرواکسی مصیبت کی اور آفت کی نہیں جب یہ دونوں روبرو
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچے اور ماجرا عرض کیا آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ خوب کہا
تم نے اور نجات اور فلاح پانے والے ہوئے حق تعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں بھیجیں اور اس آیت میں
مذمت حسد کی بیان ہوئی اس واسطے کہ بسبب حسد کے کافر ہونا اور گمراہ کرنا دوسرے کا چاہا اور
حدیث صحیح میں آیا ہے کہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنی
حسد نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑیوں کو کھالیتی ہے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ بعضے
آدمی خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کے دشمن ہوتے ہیں لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ایسا کون

Marfat.com

بدبخت ہوگا کہ اللہ کی نعمتوں کا دشمن ہو فرمایا جو لوگ کہ دوسروں کی خوشحالی کو دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں اور حسد کرتے ہیں اور علم والوں میں یہ خصلت ناشائستہ کثرت سے ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کی قدر خوب جانتے ہیں اور جبکہ کوئی نعمت اپنے پاس نہیں پاتے اور دوسرے کے پاس دیکھتے ہیں کمال اذیت اور رنج ان کو ہوتا ہے اور ان کی طبیعتوں میں حسد آجاتا ہے اور اسی واسطے تجربہ کرنے والوں نے کہا ہے کہ چھ گروہ بے شمار دوزخ میں جاویں گے امیر لوگ بسبب ظلم کے اور غریب لوگ بسبب تعصب اور حمیت کے اور گاؤں کے لوگ بسبب تکبر اور غرور کے اور تاجر لوگ بسبب خیانت کے اور جنگل کے رہنے والے بسبب جہالت کے اور علم والے بسبب حسد کے اور غرض اس کہنے والے کی یہ ہے کہ یہ خصلتیں ان لوگوں میں بیشتر پائی جاتی ہیں کوئی شخص ان قسموں کے آدمیوں میں سے ان خصلتوں سے خالی نہیں ہوتا ہے مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے کہ اسے خوف عتاب اور پرستش کا نہ ہوگا اور بعضی کتابوں بنی اسرائیل سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج روحانی اپنی میں ایک شخص کو عرش کے سایہ میں دیکھا کہ نہایت قرب تجلی الٰہی کا اُس کو حاصل ہے عرض کی کہ بارخدایا یہ شخص کون ہے اور یہ مرتبہ اس شخص کو کس سبب سے حاصل ہوا اور کیا عمل اُس نے کیا ارشاد ہوا کہ نام اُس کا رُوبرو تیرے نہیں لیتا ہوں لیکن تین عمل اُس کے ہماری درگاہ میں مقبول ہوئے کہ اس کے سبب سے اس رتبہ کو اُس کو ہم نے پہنچایا اول یہ کہ کسی نعمت سے جو کسی کے پاس ہو یہ شخص حسد نہیں کرتا تھا دوسرے یہ کہ ماں اور باپ اپنے کی نافرمانی نہیں کرتا تھا تیسرے یہ کہ چغل خوری اور بات لگائی نہیں کرتا تھا اور عبداللہ بن عون سے مروی ہے کہ ایک روز فضل بن مہلب کی محفل میں داخل ہوئے اور فضل بن مہلب اُن دنوں صوبہ دار واسط کا تھا اور انھوں نے اُس کے پاس آکر یہ بات فرمائی کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ تجھ کو نصیحت کروں خبردار ہو اور سُن کہ تکبر مت کیجیو اس واسطے کہ تکبر ایسا گناہ ہے کہ پہلے پہلے جہان میں یہی ہوا ہے اور شیطان بسبب اسی گناہ کے ملعون ہمیشہ کے واسطے ہوا چنانچہ حق تعالیٰ نے اُس کے حق میں فرمایا ہے فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون الاّ ابلیس استکبر و کان من الکافرین اور حرص اور طمع سے اپنے تئیں بچا اس واسطے کہ حرص ایسا گناہ ہے کہ آدم کو اسی بات نے بہشت سے نکالا اور دُنیا کی محنتوں میں ڈالا اور حسد سے بھی دُور رہ کہ قابیل نے بسبب حسد ہی کے ہابیل کو

Marfat.com

کو مار ڈالا تھا اور عبداللہ بن زبیر نے کہا ہے کہ حسد کے چار مرتبے ہیں علی الترتیب اوّل یہ کہ دوسرے کی نعمت کے متعلق یہ چاہئے کہ اسکے پاس نہ رہے خواہ میرے پاس آئے یا نہ آوے اور یہ سب مرتبوں میں بڑھ کر حسد کا مرتبہ ہے اور مسلمان صالح کے حق میں اس طرح کا حسد کرنا نہایت مذموم اور کبیرہ گناہ ہے اور کافر اور فاسق کے حق میں مباح ہے بسبب اس کے کہ اُس کو بسبب اس نعمت کے قوت اوپر کفر اور گناہ کے حاصل ہے دوسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت مجھ کو مل جاوے مثلاً کسی کے باغ کو چاہے کہ میں مالک اُس کا ہو جاؤں اور کسی کی عورت کو چاہے کہ میرے نکاح میں آجاوے اور ریاست کسی کی میرے پاس پہنچ جاوے اس صورت میں اصلی مطلب اُس کا یہ ہے کہ مجھ کو یہ چیز مل جاوے اور زوال اُس کا دوسرے سے بالتبع ہے مسلمان کے حق میں ایسا حسد بھی حرام ہے تیسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ دُور ہونا نعمت کا دوسرے سے نہ چاہے لیکن چونکہ وہ شخص عاجز ہے کہ اُس کو وہ نعمت حاصل نہیں آرزو کرتا ہے کہ کاش یہ نعمت دوسرے کے پاس بھی نہ ہو کہ اُس کو میرے اوپر فوقیت نہ ہو چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ آرزو اس بات کی کرے کہ جیسی نعمت اُس کے پاس ہے مجھ کو بھی مل جاوے اور ہرگز دُور ہونا اُس نعمت کا دوسرے سے یا آجانا اُسی کی نعمت کا اپنی طرف دل میں نہ ہو اور اُس کو غبطہ اور تنافس کہتے ہیں اور ایسا حسد کرنا دین کی باتوں میں جیسے کہ ایمان اور نماز اور روزہ اور اللہ کے راستے میں خیرات کرنا اور تعلیم اور تعلّم اور ارشاد اور دلالت پایا جاتا ہے اور اچھا ہے بلکہ بعضے وقت واجب بھی ہو جاتا ہے اور حرام نہیں جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے وفی ذلك فليتنافس المتنافسون اور صحیحین کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ لاحسد الا فی اثنین رجل اٰتاہ اللّٰہ مالا فانفقہ فی سبیل اللّٰہ الخ یعنی حسد نہیں لائق ہے مگر دو شخصوں کے اوپر ایک وہ شخص کہ دیا اللہ نے اُس کو مال پس خرچ کیا اُس کو اللہ کی راہ میں اور دُوسرا وہ شخص ہے کہ دیا اللہ نے اُس کو علم پس آپ بھی وہ عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھلاتا ہے اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ اسباب حسد کے بعد تفتیش کرنے کے معلوم ہوا کہ سات چیزیں ہیں اوّل سبب حسد کا عداوت اور بغض ہے اس واسطے کہ آدمی کی سرشت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ جس وقت کسی سے اُس کو ایذا اور تکلیف پہنچتی ہے دل سے اُس کو دشمن رکھتا ہے اور کینہ اُس کا دل میں بیٹھ جاتا ہے اور ہر وقت ارادہ اس بات کا کرتا ہے کہ بدلہ اُس سے لوں تا کہ تشفی مجھ کو حاصل ہو اور جبکہ اُس شخص کو قدرت اس بات کی نہیں ہوتی آخر کو

Marfat.com

یہ چاہتا ہے کہ غنیمت مار اُس پڑے اور جان اور مال اُس کا تلف ہو جاوے جیسے کہ حق تعالے نے ایسے حاسدوں کے حق میں فرمایا ہے کہ ان تمسسکم حسنة تسؤهم وان تصبکم سیئة یفرحوا بھا یعنی اگر پہنچے تم کو بھلائی ناخوش ہوتے ہیں اُس سے اور اگر پہنچے تم کو بُرائی خوش ہوتے ہیں اُس سے اور یہی حسد باعث تنازع اور لڑائی کا ہو جاتا ہے دوسرا سبب حسد کا تکبر اور بڑائی ہے اپنے ہمعصروں کا منصب اور بلند مرتبہ نہیں دیکھ سکتا ہے پس چاہتا ہے کہ وہ منصب اور مرتبہ اُس کا جاتا رہے تاکہ وہ اور میں برابر ہو جائیں اور اسی حسد کے سبب سے کفار کہتے تھے لولا نزل ھٰذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم یعنی اور کیوں نہ اترا قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے یعنی مکہ اور طائف کے سردار پر تیسرا سبب یہ ہے کہ آدمی کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ اور لوگ میرے تابع دار ہوں اور خادم میرے ہوں اور یہ بات بدون اس کے حاصل نہیں ہوتی ہے کہ جب تک دوسرا اس کی طرف محتاج نہ ہو اس واسطے خواہ مخواہ چاہتا ہے کہ دوسروں سے وہ نعمت جاتی رہے چنانچہ کفار بہ نسبت مسلمانوں کے کہتے تھے کہ اھٰؤلاء من اللہ علیھم من بیننا چوتھا سبب یہ ہے کہ تعجب آوے کسی کی نعمت دیکھ کر اس جہت سے کہ وہ شخص اُس کے نزدیک لیاقت اُس نعمت کی نہیں رکھتا تھا اور اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ نعمت اُس سے جاتی رہے تاکہ تعجب دُور ہو جاوے جیسے کفار پیغمبروں کے حق میں بھی یہ بات خیال کرتے تھے جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے او عجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم یعنی کیا تعجب کرتے ہو تم اس بات سے کہ آئی تمھارے پاس نصیحت تمھارے رب کی جانب سے اوپر ایک آدمی کے تم میں سے تاکہ ڈراوے تم کو پانچواں سبب یہ ہے کہ دوسرے شخص کی نعمت یا کمال دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ اس سبب سے میرے مطلب میں قصور آجاوے گا اور اس جہت سے چاہتا ہے کہ یہ مرتبہ اور نعمت اُس سے دُور ہو جاوے جیسے ہر پیشہ والے کو اپنے ہم جنس کے ساتھ یہی بات پیش ہوتی ہے مثل اسی کے کئی عورتیں ہیں ایک مرد کی کہ آپس میں اُن کو حسد ہوتا ہے اور ایسے ہی کئی طبیب کہ ایک شہر میں ہوں اور ایسے ہی کئی وعظ کہنے والے ایک مسجد میں چھٹا سبب یہ ہے کہ محبت ریاست کی اس بات کو چاہتی ہے کہ دوسروں کی ریاست جاتی رہے اور طبیعت میں یہ بات ہوتی ہے کہ میں اپنے کمال میں بے نظیر ہو جاؤں اور میرے سوا دوسرا ایسا نہ نکلے لیکن یہ بات اسکو کبھی میسر نہیں ہوتی ہے

Marfat.com

بلکہ فوق ہونا سب سے کمالات میں اور بے مثل ہونا خاصہ ذات باری کا ہے ساتواں سبب کم ظرفی اور فرومایگی نفس کی اور بخل کمال درجہ کا ہوتا ہے کہ فیضان خدا کی نعمتوں کا دیکھ کر ملول ہوتا ہے اور ابتری دوسروں کی سے بالطبع خوش ہوتا ہے اور یہ حسد سب حسدوں سے بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب ہی حسدوں سے پناہ دے اور جس وقت کئی چیزیں ان چیزوں میں سے جمع ہو جاویں حسد زیادہ ہو جاوے گا اور یہودیوں کے گروہ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اصحاب حضرت کے ساتھ کئی باتیں حسد کی جمع ہو گئی تھیں اسی واسطے حسد اُن کی طبیعتوں میں خوب محکم ہو گیا تھا چنانچہ لفظ من عند انفسھم کا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے اب اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ حسد ایک مرض عالمگیر ہے کہ قلیل لوگ اُس سے خالی ہیں چنانچہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی مضمون آیا ہے کہ ما منا احد الا ویحسد وما منا احد الا وینظر ولکن اذا حسدت فلا تحقق واذا نظرت فلا ترجع یعنی نہیں ہے ہم میں سے کوئی کہ حسد نہ کرے اور نہیں ہے کوئی ہم میں سے کہ نظر نہ کرے طرف نامحرم کے لیکن جس وقت حسد کرے تو پس مت ٹھہر اُس حسد پر بلکہ دل سے دُور کر دے اُس کو اور جس وقت نظر کر بیٹھے تو نامحرم پر پس دوبارہ مت نظر کر طرف اُس کے اور علاج اس مرض روحانی کا دو چیزیں ہیں علم اور عمل لیکن علم دو قسم پر ہے اجمالی اور تفصیلی اجمالی یہ ہے کہ ہر چیز کو یہ جانے کہ تقدیر الٰہی سے یہ بات ہے اور اس عقیدہ کو اپنے دل میں حاضر رکھے کہ ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن یعنی جو چاہے اللہ سو ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا ہے اور یہ بات سمجھے کہ کسی کے ناخوش ہونے اور مکروہ جاننے سے تقدیر نہیں ٹل سکتی ہے جس کی تقدیر میں خوش حالی اور حصول نعمتوں کا ہے البتہ وہ ضرور ہووے گا چاہے دوسرا شخص خوش ہو یا ناخوش اور علم تفصیلی یہ ہے کہ حسد کو ایسا سمجھے کہ ایمان کی آنکھ میں گویا تنکا ورخاک جا پڑے کہ آنکھ بسبب گر پڑنے ایسی چیزوں کے مکدر ہو جاتی ہے اس واسطے کہ حسد میں ناخوشی حکم الٰہی کی اور ناراضمندی قضا اور قدر الٰہی سے لازم آتی ہے اور اپنے بھائیوں ہم جنس کی بدخواہی کرنی پڑتی ہے اور حسد کرنے والے کو ہر وقت کا رنج اور تکدر حواس اور وسواس کا ہمیشہ رہنا حاصل ہے اور یہ بات حسد کرنے والے کے اختیار میں نہیں ہے کہ حسد کر کے کسی شخص کو کچھ ضرر پہنچا سکے نہ دین میں اور نہ دنیا میں بلکہ اُلٹا حسد کرنے والوں کا دُنیا میں بھی ضرر ہے کہ بسبب حسد کرنے کے نعمت

Marfat.com

اُس کی جاتی رہے گی اور آخرت میں بھی اُس کے واسطے ضرر ہے کہ یہ ظالم ہے اور جس سے حسد کرتا ہے
وہ مظلوم اور قیامت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور حکما نے واسطے بیان کرنے
حاسد کے ضرر کے ایک مثال ذکر کی ہے اور حقیقت میں بات اُنھوں نے درست کہی ہے کہ حسد
کرنے والے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اپنے دشمن کی طرف پتھر اُس کے مارنے کے واسطے چلاوے اور وہ
پتھر اُلٹا پھر کر اُسی کے آلگے اور ایک آنکھ اُس کی پھوڑ دے اور یہ بے وقوف پھر دوسری بار پتھر چلاوے
پھر وہ اُلٹا پھر کے دوسری آنکھ اُس کی پھوڑ دے اور تیسری بار پھر کر سر اُس کا توڑ دے اور دشمن ہر دفعہ
سلامت رہے اور لوگ اُس احمق کی حرکت کا کھڑے کھڑے تماشا دیکھیں اور ہنسیں اور یہ تمام وبال
حسد کا دُنیا میں ہے اور عذاب آخرت کا تو بہت سخت اور باقی رہنے والا ہے اور علاج حسد کا ساتھ
عمل کے اس طرح ہے کہ حسد کرنے والا محسود کے حق میں ایسے افعال کرے کہ خلاف مقتضائے
حسد ہوں مثلاً اگر حسد بدگوئی اُس کی کا باعث ہوتا ہے چاہیئے کہ بدگوئی کی جگہ ثنا اور صفت اُس کی کرے
اور اگر یہ سبب محسود کے مقابل تکبر کا ہو چاہیئے کہ اس وقت تواضع اور فروتنی اُس کے آگے کرے کہ
اس حیلہ سے محبت اُس محسود کی پیدا ہو جاوے گی اور حسد خود بخود زائل ہو جاوے گا اس واسطے کہ محبت
حسد کے مادہ کو قطع کرتی ہے اور اس مقام میں یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ جو دلی نفرت محسود کی طرف سے
حاسد کو حاصل ہے سو اس بات میں اُس کو کچھ اختیار نہیں پس اُس نفرت کے اوپر اُس کو مواخذہ
نہ ہوگا لا یکلّف اللّٰہ نفسا الّا وسعہا اور تکلیف شرعی بھی بہ نسبت اُس کے نہیں بلکہ حاسد
مکلف اس بات کا ہے کہ اس دلی نفرت اپنی کو ناخوش جانے اور یہ تدبیر کرتا رہے کہ وہ نفرت جاتی
رہے اور اس نفرت کو بتکلف دل سے ہٹا دے باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جواب طلب اور
وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ خطاب کرتا ہے کہ فاعفوا واصفحوا یعنی
عفو کرو کافروں سے اور درگزر کرو اور کافروں کا اس وقت میں زور اور غلبہ تھا اور معاف کرنا اور درگزر
کرنا اس جگہ ہوتا ہے کہ قدرت اور طاقت انتقام کی اس شخص کو حاصل ہو اور مسلمانوں کو اس وقت
میں کچھ طاقت نہ تھی تا کہ یہ بات اُن سے کہی جاتی کہ معاف کرو جواب اس کا یہ ہے کہ امر عفو کا ہر مسلمان
کو ہے کہ ہر کافر کو درگزر کرے اور یہ بات ممکن تھی کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو ایذا پہنچاوے تو دوسرے
مسلمان اُس کی طرفداری کر کے بدلہ اُس سے لیویں سو قدرت انتقام پر متحقق ہو گئی اور علاوہ اس کے

Marfat.com

یہ بات بھی تھی کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو غلبہ اور فتح حاصل ہوگی اور کافروں کا غلبہ اور شوکت تھوڑے دنوں میں جاتی رہے گی پس مسلمانوں کے اعتقاد میں قدرت انتقام کی محکم ہوگئی تھی اور یقیناً جانتے تھے کہ جس وقت کافروں سے مقابلہ کریں گے فتح پاویں گے اور اسی واسطے ایک مسلمان دس دس کافروں کو جواب دیتا تھا اور کچھ خوف نہ کرتا اور بعضے مفسرین نے مراد عفو اور صفح سے یوں ہے کہ دعوت اسلام کی ساتھ احسن طریقے کے اور بجا آوری نصیحت کی اور شفقت اور نرمی کلام کی اور ترک کرنا درشت خوئی اور سختی کا ہو اور یہ معنی بلا تکلف صحیح ہو جاتے ہیں خواہ مسلمانوں کو قدرت انتقام کی ہو خواہ عجز ہو مگر لفظ حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کا فی الجملہ اس مراد لینے سے روکتا ہے مگر اس طرح کہا جاوے کہ اس امر سے مراد امر غلظت اور تشدد اور ترک کرنا نرمی اور مدارات کا ہو بسبب عناد اور سرکشی ان کے کے واللہ اعلم اور جبکہ ان دونوں آیتوں میں مذکور ہوا کہ اکثر اہل کتاب چاہتے ہیں کہ تمہارے تئیں دین تمہارے سے پھیر دیں اور اسی غرض کے واسطے شبہ نسخ کا اور دوسرے اعتراضات واہیہ تمہارے دل میں ڈالتے ہیں اب دلیل ان لوگوں کی کہ اپنے نزدیک انھوں نے ٹھہرا رکھی ہے بیان فرماتے ہیں کہ وَقَالُوْا یعنے واسطے پھیر دینے تمہارے کے دین اپنے سے کہتے ہیں اہل کتاب کہ وہ یہود اور نصاریٰ ہیں لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ یعنی ہرگز نہ آوے گا بہشت میں کوئی اگرچہ فرمانبرداری احکام الٰہی کی بھی کرے اور ساتھ تمام پیغمبروں کے ایمان لاوے اور تمام عمر اپنی عبادت اور بندگی میں صرف کرے اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا یعنی مگر وہ شخص کہ یہودی ہو اور طریق اپنا موافق اعتقاد اور عمل یہودیوں کے درست کرے اور یہ قول یہودیوں کا تھا کہ اہل کتاب کا پہلا گروہ یہی ہے اور ہود اصل میں جمع ہائد کی ہے اور ہائد لغت میں بمعنی توبہ کرنے والے کے ہے چنانچہ سورۃ اعراف میں واقع ہوا ہے اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ اور یہودی توبہ کرنے میں نہایت مشکل کام عمل میں لائے تھے کہ گوسالہ پرستی کے بدلے میں اپنی جانوں کو ہلاک کیا تھا اس واسطے یہ لقب انکے واسطے دیا گیا اَوْ نَصٰرٰى یعنی یا کہتے ہیں کہ ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ شخص کہ ہووے نصاریٰ اور موافق طریق نصرانیوں کے اعتقاد اور عمل اپنا درست کرے اور یہ قول نصاریٰ کا تھا کہ دوسرا فرقہ اہل کتاب کا یہی ہے اور نصاریٰ جمع نصران کی ہے اور نصران اور ناصر کے ایک معنی ہیں اور حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے اور نصرت تمہاری کریں گے چنانچہ سورۃ صف اور سورۃ آل عمران میں مذکور اس کا ہے اس واسطے یہ لقب

Marfat.com

ان کا ہوا پس اہل کتاب کے دو گروہ ہیں ہر ایک گروہ ان دونوں کلاموں میں سے ایک ایک کلام کرتا ہے یہودی تم سے کہتے ہیں کہ بہشت میں کوئی داخل نہ ہوگا سوائے فرقہ یہودیوں کے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں سوائے نصاریٰ کے کوئی نہیں جاوے گا اور غرض اُن کی یہ ہے کہ تم کو فریب دے کر اور بہشت کا شوق دل میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیں اگر یہودیوں کے کلام کی تصدیق کرو یہودی ہو جاؤ اور اگر نصاریٰ کے کلام اچھے معلوم ہوں اُن کی طرف مائل ہو جاؤ پس لفظ اَوْ کا اس جگہ واسطے تقسیم دونوں قولوں کے ہے یعنی گروہ اہلِ کتاب کے کہ یہود اور نصاریٰ ہیں ایک گروہ کا ایک مقولہ ہے اور دوسرے گروہ کا دوسرا مقولہ چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شہر یا ایک محلہ میں کوئی شخص مارا گیا اور شہر کے رہنے والے تعیین کرتے میں قاتل کے مختلف ہوتے اور ہر ایک گروہ کہنے لگا کہ ایک شخص کو انھوں نے مارا اور دوسرا گروہ پہلے گروہ کی طرف نسبت کرے اور اس تقریر سے جو اعتراض کہ اس عبارت پر وارد ہوتا تھا مندفع ہو گیا اور بیان اعتراض کا اس طرح ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں کہتا ہے کہ بہشت میں داخل نہیں ہونے کے مگر یہودی یا نصرانی اس واسطے کہ یہودی نصاریٰ کے دین کو باطل جانتے ہیں اور نصاریٰ یہودیوں کے دین کو منسوخ شمار کرتے ہیں اور دلیل اس دعوے کی اگلی آیت ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ

پس اہل کتاب کی طرف سے یہ کلام نقل کرنا صحیح نہ ہوا البتہ یہ کلام اُس وقت صحیح ہوتا کہ یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو سچا سمجھتے اور اختلاف نہ کرتے چنانچہ مسلمان لوگ چاروں مذہب والوں کو برحق جانتے ہیں لیکن یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں اور طریق دُور ہو جانے اس اشکال کا جیسا کہ تفسیر میں گزرا ہے کہ لفظ اَوْ نصاریٰ کا ہودًا کے اوپر معطوف نہیں تا یہ بھی قول کے مقولہ میں داخل ہوتا اور مخالفت واقع کی لازم آتی بلکہ عطف اوپر مجموع مقولہ قول کے ہے اور جبکہ مدار تفرقہ کا درمیان دونوں قولوں کے یہی لفظ یہود اور نصاریٰ کا تھا اور باقی اجزا کلام کے دونوں قول میں مشترک ہیں اعادہ اس مشترک کا تکرار محض جان کر ساقط کر دیا اور حرف اَوْ کا نصاریٰ کے اوپر داخل کر دیا چنانچہ مثال مذکور میں گزر گیا پس تقدیر کلام کی اس طرح ہے کہ وقال اھل الکتاب لن یدخل الجنۃ الا ھودًا ومن کان نصاریٰ اور حاصل اس عطف کا تقسیم ان دونوں کلاموں کی اوپر مجموع اہل کتاب کے ہو گئی اور یہ مطابق واقع کے ہے اس واسطے کہ ایک فرقہ اہل کتا

سے ایک کلام کہتا ہے اور دوسرا فرقہ دوسرا کلام اور جمہور مفسرین کہ او نصاریٰ کا عطف ھودًا کے اوپر جانتے ہیں اُنھوں نے دفع اس اشکال کا اس طرح سے کیا ہے کہ کلام کی بنا لف ونشر کے اوپر ہے پہلے دونوں گروہ یہود اور نصاریٰ کے قالوا کی ضمیر میں جمع کر دیئے بعد اُس کے من کان ھودا او نصاریٰ میں نشر اُس کا کیا اور اس توجیہ میں ایک خدشہ قوی ہے کہ جن چیزوں کو لف میں جمع کرتے ہیں نشر میں بھی اُن کو جمع کرتے ہیں پس اس طرح عبارت ہوتی کہ لن یدخل الجنۃ الّا من کان ھودا او نصاریٰ ساتھ حرف واؤ کے نہ ساتھ حرف او کے چنانچہ تمام مثالوں لف ونشر میں اسی طرح ہوتا ہے مثلاً اس بیت میں ؎

سیب و بہ و انار بہ ترتیب لف ونشر دل را و معدہ را و جگر را مقوی است

اور اس بیت میں کیف اسلو دانت خقف وغصن + وغزال لحظاً وقد او روفا اور جیسا کہ اس آیت میں ومن رحمتہ جعل لکم اللیل والنھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ وعلیٰ ھذا القیاس مگر اس کا جواب اس طرح دیا جاوے کہ اَوْ اس جگہ بمعنی واؤ کے ہے اور تعیین اس بات کی کہ قول یہودیوں کا پہلا قول ہے اور قول نصاریٰ کا دوسرا ہے ادنیٰ التفات سامع کی سے معلوم ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ہر ایک فرقہ ان دونوں فرقوں میں سے ایک دوسرے کو گمراہ کہتا ہے اور اپنے اپنے دین کی رغبت دلاتا ہے اور مثل اس آیت کے آیت دوسری بھی ہے کہ آخر سیپارہ کے آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وقالوا کونوا ھودًا او نصاریٰ تھتدوا حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان شخص کو چاہیے کہ اس دعوے بے دلیل اُن کے سے فریب نہ کھاوے اور یہ بات اپنے دل میں جانے کہ تِلْكَ اَمَانِیُّھُمْ یعنی یہ تمام آرزوئیں بے اصل اُن کی ہیں مانند آرزوؤں اُس شخص کی کہ تنہائی میں بیٹھ کر خیالات باطلہ دل میں باندھ کر خود بخود خوش ہووے اور اگر یہ لوگ حماقت کی راہ سے اُن آرزوؤں اپنی کو بطریق مذہب اور اعتقاد کے روبرو تیرے بیان اور ظاہر کریں پس اُن کے جواب میں اس طرح قُلْ یعنی کہہ کہ ہر ایک مدعی کو اپنے دعوے پر دلیل چاہیے اور بغیر دلیل کے دعویٰ باطل اور نامسموع ہے پس ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ یعنے لاؤ تم دلیل روشن اپنے دعوے پر کوئی نص کتاب الٰہی سے یا قیاس عقلی کہ مرکب ہو مقدمات صادقہ سے اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ یعنی اگر ہو تم راست گو اس دعوے اپنے میں اور ھات کا لفظ اصل میں اٰتِ تھا کہ صیغہ امر کا ہے

باب افعال سے اور مصدر اس کا اتیاؔ ہے یعنی آوردن کے ہمزہ کو بسبب قرب مخرج کے ہا کے ساتھ بدل کیا ھات ہو گیا اور یہ قلب اُس کے تمام صیغوں میں آتا ہے اس طرح سے کہ ھات ھاتیا ھاتوا ھاتی ھاتیا ھاتین اور بعضے اہل عربیت اس لفظ کو اسم فعل جانتے ہیں لیکن جبکہ تصریف اس کی تصریف فعل کی سی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم فعل نہیں بَلٰی یعنی البتہ اس قدر موافق دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ثابت ہے اور نزدیک تمام اہل حق کے مسلم کہ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ یعنی جس نے فرماں بردار کیا اور جھکا دیا منہ اپنا واسطے خدا کے اور آیتوں اور حکموں اُس کے کے ہر زمانہ میں اور جس پیغمبر کی زبان سے احکام الٰہی اور فرمان اُس کے سُنے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھے اور موافقت قوم اپنی کی کہ بے دین ہو اُس نے نہ کی اور اپنے طریق اور آئین کو دین کی بات میں دخل نہ دیا اور باوجود اس کے وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنی وہ شخص نیکوکار بھی ہو نہ مرتکب افعال شنیعہ اور اعمال قبیحہ کا فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ یعنی پس واسطے اُس کے ہے اجر عمل نیک اُس کے کا کہ بہشت اور رضوان الٰہی اور قرب آثار اس اجر کے ہیں عِنْدَ رَبِّهٖ یعنی نزدیک پروردگار اُس کے کہ اطاعت اُس کی کی اور موافق امر اُس کے کے کام کیا اگرچہ مخالفوں کے نزدیک اُس کے واسطے کچھ اجر نہیں اور اعمال اُس کے کو حبط جانیں ... وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور کچھ ڈر نہیں اس قسم کے لوگوں کو مخالفوں کے ڈرانے سے اور اس بات سے کہ وہ مخالفین عمل اُن کے بے فائدہ سمجھیں وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اور نہ یہ غمگین ہوتے ہیں طعن اور تشنیع مخالفوں اپنے سے اور قیل وقال بیہودہ اُن کی سے اس واسطے کہ اُن کو اپنے پروردگار کے ساتھ کام ہے کہ وہ قدردان ہر عمل کا ہے اور دانا ہر ایک نیت اور عقیدے کا اور خلق سے کچھ کام نہیں پس اس قسم کے لوگ کسی گروہ کے ہوں خواہ یہودی ہوں خواہ نصارٰی یا اور کوئی مستحق دخول جنت کے ہیں اور حصر کرنا اس بات کا کہ بہشت میں فلانے ہی دین اور آئین والے داخل ہوں گے باطل ہے بلکہ انحصار دخول بہشت کا ایک دین کے لوگوں کے واسطے اُس وقت متحقق ہو کہ سوائے اُس دین کے تمام دین قیامت تک منسوخ ہوتے اور کوئی دین سوائے اُس دین کے قیامت تک موجود نہ ہوتا اور جبکہ یہودیت اور نصرانیت میں یہ دونوں وصف متحقق نہیں انحصار بہشت کا اُن کے اندر کسی وجہ سے صحیح نہیں اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اجر ثابت کرنے کے واسطے اور دُور ہونے خوف اور حزن کیلئے دو شرطیں ذکر فرمائیں اوّل توجہ اللہ دوسرے احسان اکثر مفسرین نے اسلام

Marfat.com

لوجہ اللہ سے مراد تصحیح عقائد رکھا ہے اور دوسری سے یعنی احسان سے مراد اصلاح عمل اور نیک کرنا اُس کا لیا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اسلام علاوہ اسلام عام کے ہے اس واسطے کہ اسلام عام کے معنی تصدیق کرنی ساتھ کلمہ طیب کے اور اقرار کرنا ساتھ اُس کے ہے اور قائم کرنا نماز اور روزہ کا اور دینا زکوٰۃ کا اور حج خانہ کعبہ کا موافق حدیث صحیح کے کہ الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتوتی الزکوٰۃ وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا وتصوم رمضان اور جو اسلام کہ اس آیت میں مذکور ہے اس کے معنی خاص ہیں اور حقیقت اُس کی یہ ہے کہ مسلمان شخص مع تمام اعضا اور قوٰی اپنے کے تمام حالات اور اوقات میں یقین کلی رکھے اور مطیع اور فرمانبردار کامل اپنے پروردگار کا رہے اور اسی اسلام کا حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے مطالبہ کیا تھا کہ اس آیت میں اس کا ذکر ہے اذ قال لہٗ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین اور طرف اُسی کے اشارہ ہے حدیث نبوی میں کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ یعنی مسلمان وہ ہے کہ سلامت رہیں مسلمان زبان اس کی سے اور ہاتھ اُس کے سے اس واسطے کہ وجہ بمعنی ذات کے ہے اور اگرچہ تعبیر ذات نے کبھی ساتھ گردن کے اور کبھی ساتھ سر کے اور کبھی ساتھ اور اعضا کے کرتے ہیں لیکن وجہ کو بھی ذات کے ہیں اس میں خصوصیت ایسی ہے کہ دوسرے اعضا میں وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ چہرہ آدمی کا اشرف اعضا اُس کے کا ہے اور مبدأ تمام حواس ظاہرہ اور باطنہ کا اور مقام فکر اور تخیل اور منشا قوائے مدرکہ اور محرکہ کا یہی ہے اور تمام عبادتوں میں سے جو بہتر ہے یعنی سجدہ اسی عضو کے ساتھ حاصل ہوتا ہے پس یہ عضو گویا خلیفہ اور قائم مقام ذات کے ہے اور جبکہ آدمی نے اس عضو شریف کو کسی کے واسطے جھکا دیا اور فرمانبردار کیا معلوم ہوا کہ تمام اعضا اور قوی اپنے فرمانبردار کئے اور یہ مرتبہ اسلام کا حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ توکل اور پورا اور پورا بھروسا اللہ کے اوپر نہ ہو اور امید اور خوف اور محبت اور نفرت اپنی کو تابع امر اُس کے کے نہ کرے اور ایسے ہی جو احسان کہ اس آیت میں مذکور ہے علاوہ اُس احسان کے ہے جو مشہور ہے اور حقیقت اس احسان کی یہ ہے کہ درمیان حدیث سوال جبرئیل کے آیا ہے کہ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی نیک کرنا عمل کا یہ ہے کہ عبادت خدا کی اس طرح کرے تو گویا کہ

Marfat.com

اُس کو دیکھ رہا ہے تو پس اگر تو اُس کو نہیں دیکھتا ہے وہ خود تجھ کو دیکھتا ہے اور دیکھنا اُس کا کافی ہے کہ تو اچھی طرح آداب عبادت کے نگاہ رکھے اور اس دیکھنے کو یہ بات لازم ہے کہ عمل اپنے میں تین طرح سے خلل نہ ہونے دے اوّل خلل نیّت کا کہ بالکل نفسانیت اُس میں نہ ہو دوسرے خلل کمی بیشی کا کہ ہرگز اُس میں نہ پایا جاوے اور جس طرح وہ عمل مشروع ہے اُسی طرح سے صورت اُس کی قائم رہے اور ادا بوجہ مسنون کے مع رعایت تمام شروط اور آداب کے اس عمل کو بجالائے اور تیسرے بعد بجالانے اُس عمل کے ایسی حرکت اور گناہ نہ کرے جس کے سبب سے اس عمل کا ثواب کم ہو جاوے یا اصل سے جاتا رہے اور جبکہ اس طرح اُس عمل کو بجالاوے گا مستحق اجر اور ثواب کا جو اس کے واسطے موعود ہے ہو گا اور خوف اور غم عدم مقبولیت اُس کی کا زائل ہو جاویگا حاصل کلام یہ کہ اس آیت میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ حال عمل یہود اور نصاریٰ اُس زمانہ کا ہرگز بہشتیوں کے احوال کے ساتھ نہیں ملتا ہے اس واسطے کہ یہ لوگ نہ اسلام لوجہ اللہ رکھتے ہیں کہ احکام اُس کے کو جو ناسخ ہیں پہلے حکموں کو قبول کریں اور پیغمبر وقت کے اُوپر ایمان لاویں اور نہ احسان عمل کا نصیب اُن کے ہے اس واسطے کہ اُنھوں نے اپنی طرف سے نئے نئے حکم اختیار کئے ہیں اور جو شریعت کہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے اُس کو بدل ڈالا جب تک کہ اُسی حالت پر ہیں توقع دخول بہشت کی کرنی خیال خام اُن کا ہے اور یہ بات تو بہت بعید ہے کہ خاص یہی لوگ مالک بہشت کے ہوں اور دوسروں کو بہشت میں داخل نہ ہونے دیں البتہ طریق اپنے کو بدل ڈالیں اور بالکل فرمانبردار احکام الٰہی کے ہو جاویں اور مطابق شریعت پیغمبر وقت کے نیک عمل کریں ضرور اجر اور ثواب کے لائق ہوں گے اور کسی طرح سے اہل کتاب کے حجت جھوٹے دعوے بلا طلب دلیل اور حجت کے مسموع اور مقبول نہیں وہ تو خود آپس میں ایک دوسرے کو کاذب اور جھوٹا کہتے ہیں وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ یعنی اور کہتے ہیں یہودی کہ نہیں ہیں نصاریٰ اوپر کسی شئے کے کہ کچھ دین اور ہدایت اُن میں نہیں بلکہ محض گمراہی پر ہیں نہ اعتقاد اُن کا درست ہے اور نہ عمل ہی صحیح اُن کا ہے اور یہ بات یہودی اس واسطے کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پیغمبر نہیں جانتے ہیں اور نہ انجیل مقدس کو کتاب الٰہی سمجھتے ہیں وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ یعنی اور کہتے ہیں نصاریٰ کہ نہیں یہودی اوپر کچھ دین اور ہدایت کے اور نصاریٰ یہ کلام اس واسطے کہتے ہیں کہ توریت اور

یہود و نصاریٰ کی گمرہی اور زعم باطل کا بیان

Marfat.com

احکام اُس کے بسبب مبعوث ہونے حضرت عیسیٰؑ کے اور اُترنے انجیل کے منسوخ ہوئے پس اگر دونوں گروہ کے قول سچے ہوں اس صورت میں تمام اہل کتاب درجۂ اعتبار سے ساقط ہوتے ہیں اور دونوں کتابوں میں سے کوئی کتاب لائق اقتدا کے نہیں رہتی ہے اور اگر ایک گروہ کے قول کا اعتبار کیا جاوے اور دوسرے کو لغو اور ساقط قرار دیا جاوے ترجیح بلا مرجح لازم آوے اس واسطے کہ دونوں گروہ اپنی اپنی کتاب کے علم میں برابر ہیں اور کسی کو اوپر دوسرے کے ترجیح نہیں وَھُمْ اور یہ لوگ خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ یعنی تلاوت کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں کتاب الٰہی کو جس وقت کہ ایک دوسرے کو آپس میں جھوٹا کہتے ہیں اور کتاب الٰہی کو دلیل اپنے دعوے کی ٹھہراتے ہیں پس اگر کوئی شخص چاہے کہ محض اہل کتاب کے قول سے حق اور باطل جدا جدا کرے ہرگز یہ بات ممکن نہیں بلکہ اگر قول اُن کا معتبر ہو دونوں مذہب باطل ہو جاویں گے مذہب یہودیوں کا نصاریٰ کے قول سے اور دلائل اُن کے سے اور مذہب نصاریٰ کا یہودیوں کی دلیلوں سے اور اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جس وقت اس آیت کو تلاوت کرتے تھے فرماتے تھے صدقوا واللہ یعنی سچے ہیں یہ دونوں گروہ قسم اللہ کی یعنی اس بات میں کہ دونوں گروہ ہدایت اور دین پر قائم نہیں ہیں بلکہ ہدایت اور دین دوسرے طریق میں موجود ہے علاوہ ان دونوں طریقوں کے بہرحال بسبب اس تکاذب دونوں فریق کے قول اُن کے قابل اعتبار کے نہیں ہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے معلوم اور ظاہر ہووے کہ عرب کے جاہلوں اور مشرکین مکہ سے اہل کتاب کو کسی طرح کی فوقیت نہیں اس واسطے کہ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِھِمْ یعنی اس قسم کے کلام بیہودہ کہتے ہیں وہ آدمی کہ مطلق علم کتاب کا نہیں رکھتے ہیں جیسے کہ بت پرست لوگ اور ستارہ پرست لوگ اور آتش پرست یعنے مانند کلام اُن کے کے بلاتفاوت جبکہ علماء مانند جاہلوں کے بیہودہ گو ہوئے پھر کیا اعتبار رہ گیا کہ اُن کے کلام سے حق بات دریافت ہو جاوے اور علاوہ اس کے اپنے کلام بھی انھیں کے نزدیک جھوٹے ہیں اس واسطے کہ یہودی جانتے ہیں کہ نصاریٰ کے بعضے اعتقاد ایسے ہیں کہ انبیاءً سابقین کے تھے اور بعضے اعمال توریت کے بھی یہ مانتے ہیں اور بجا لاتے ہیں اور باوجود اس کے دعویٰ کرتے ہیں کہ نصاریٰ بالکل جھوٹے ہیں اور ایسے ہی نصاریٰ بھی یہودیوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے بالکل جھوٹا بھی کہتے جاتے ہیں پس دونوں گروہ اپنے نزدیک بھی اس امر

Marfat.com

میں کاذب ہوئے کہ دوسرے فریق کو لاشئے محض قرار دیا اور یہ قول ان دونوں فریق کا تعصب کی راہ سے سرزد ہوا اور تعصب کام جاہلوں بے فہم کا ہے اور اسی واسطے اگر علماء تعصب کرنے لگتے ہیں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں اور قول ایسے عالموں کے قابل سند کے نہیں رہتے ہیں اور جبکہ دونوں گروہ اہل کتاب کے بسبب کمال تعصب کے یا بسبب بیہودہ گوئی کے جاہلوں کے ہمرنگ ہوئے اور جاہل پہلے ہی سے بے دلیل اور بے برہان ہیں پس اُن کے طریق میں امتیاز حق کا باطل سے محال ہوا۔ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی پس خدائے تعالیٰ حکم قطعی فرماوے گا درمیان ان دونوں گروہ اہل کتاب کے اور جاہلوں کے قیامت کے دن کہ ہر ایک کو جزا بقدر گناہ اُس کے کے پہنچاوے گا فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ یعنی جس چیز کے اندر دُنیا میں وہ اختلاف کرتے تھے جاہل لوگ دونوں گروہ اہل کتاب کے کو باطل جانتے تھے اور اہل کتاب جاہلوں کو اور ایسے ہی دونوں گروہ اہل کتاب کے آپس میں ایک دوسرے کو کاذب اور گمراہ جانتے تھے اور جبکہ حال ایسا ہے کہ معلوم ہوا پس قول اہل کتاب کا کہ لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصارٰی اپنے ہی اس قول سے باطل ہوا اس واسطے کہ موافق قول یہودیوں کے نصارٰی بہشت میں نہیں جاویں گے اور موافق قول نصارٰی کے یہودی اور جبکہ دونوں اہل کتاب ہیں دونوں کے قولوں کا اعتبار کرنا چاہیئے پس جمع بین النقیضین لازم آئی پس ثابت ہوا کہ حق الامر دریافت کرنے میں قول اہل کتاب کا معتبر نہیں باقی ہے اس مقام میں کئی سوال جواب طلب اوّل یہ کہ لفظ علیٰ شیئٍ کا نکرہ ہے تحت نفی کے واقع ہوا اور نفی عام کی دونوں گروہ کے نزدیک صحیح نہیں اس واسطے کہ اگرچہ مذہب مخالف کا باطل ہوتا ہے لیکن شئے کے نیچے اب بھی داخل ہے اور بقرینہ مقام شئے سے مراد شئے معتدبہ اور صحیح مراد لی جاوے پھر بھی نفی عام کی صحیح نہیں اس واسطے کہ بعضے اعتقاد نصارٰی کے یہودیوں کے نزدیک اور یہودیوں کے بعضے اعتقاد نصارٰی کے نزدیک بھی مطابق واقع کے ہیں اور صحیح اور معتدبہ ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ صدور اس کلمہ کا ان دونوں گروہ سے وقت مخاصمہ اور مجادلہ کے تعصب کی راہ سے ہوا تھا اور کچھ مذہب ان کا نہ تھا اور اہل تعصب اس قسم کے کلمات بے اصل کہ اپنے نزدیک بھی اُن کو باطل سمجھتے ہیں زبان پر لایا کرتے ہیں ابن اسحاق اور ابن جریر وغیرہما نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس وقت نصارٰی نجران کے آں حضرت صلعم کی ملاقات کے واسطے آئے تو دانشمند یہود کے کہ آں حضرت صلعم کے

Marfat.com

قرب وجوار میں رہتے تھے وہ بھی ان کے دیکھنے کے واسطے آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روبروٓ آں حضرتؐ کے دونوں فریق نے دین اور مذہب کی باتوں میں مناظرہ اور تنازع شروع کیا رافع ابن حرملہ کہ یہود کے دانشمندوں میں سے تھا اُس نے نصاریٰ سے کہا کہ تم کسی شئے پر نہیں ہو اس واسطے کہ عیسیٰؑ کو پیغمبر جانتے ہو اور انجیل کو کلام الٰہی سمجھتے ہو اور واقع میں نہ عیسےٰ پیغمبر تھا اور نہ انجیل کتاب اللہ پس اصل سے مذہب تمھارا لغو ہے یہ بات سُن کر ایک شخص نجران کے نصاریٰ میں سے اُٹھا اور کہا کہ تم بھی ہمارے نزدیک کسی شئے کے اوپر نہیں ہو اس واسطے کہ موسیٰؑ کو پیغمبر جانتے ہو اور توریت کو کتاب الٰہی کہتے ہو نہ موسیٰ پیغمبر تھا اور نہ توریت کتاب الٰہی آں حضرت صلعم ان دونوں کے کلام سے بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تعجب ہے تم دونوں اپنی اپنی کتاب کے عالم ہو اور ہر ایک کتاب میں تصدیق دوسری کتاب کی اور دوسرے پیغمبر کی موجود ہے حق تعالیٰ نے مطابق جواب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے یہ آیت بھیجی اور بعضے مفسرین نے اس کلام کو محمول ہر ہر گروہ کے مذہب پر کیا ہے اور اس طرح مضمون اس کلام کا بیان کیا ہے کہ مراد نصاریٰ کی نفی ہدایت یہودیوں کی تھی کہ یہود اس زمانہ کے کہ حضرت عیسےٰ کے بعد دین یہودیت پر قائم ہیں کچھ نصیب اور حصہ ہدایت سے اُن کو حاصل نہیں گو پہلے منسوخ ہونے اس دین کے ہدایت پر ہوں اور مراد یہودیوں کی نفی ہدایت نصاریٰ کی سے یہ ہے کہ مابہ الامتیاز دین نصاریٰ کا یہود سے باطل اور بے اصل ہے یعنی کوئی شئے اُن کے مذہب میں ایسی نہیں جس کے سبب سے یہودیوں کے دین سے ان کا دین جدا ہو گو حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء پر ایمان اُن کا ہو اور احکام توریت کے بھی قبول کریں سو اس بات سے کچھ خوبی اُن کی مذہب کی نہیں نکلتی ہے اس واسطے یہ بات یہود میں موجود ہے مدح اور ذم ہر فرقہ کی خاص فنے کے سبب سے نکلتی ہے کہ اُس میں وہ چیز پائی جاوے دوسرے میں نہ پائی جاوے سوال دوسرا یہ ہے کہ کذٰلک کلمہ تشبیہ کا ہے مرکب کاف تشبیہ اور ذٰلک سے کہ اسم اشارہ ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ مشار الیہ اس جگہ وہی کلام پہلا ہے پس لفظ مثل قولھم کا مدلول متغایر مقرر کرتے ہیں اس طرح کہ کذٰلک میں تشبیہ قول کے ساتھ قول کی ہے اور مثل قولھم میں تشبیہ مقولہ کی ساتھ مقولہ کے یا بالعکس یا اختلاف وجہ تشبیہ میں ہے کہ کذٰلک سے مراد تشبیہ بطلان اور فساد میں ہوئی اور مثل قولھم میں وجہ تشبیہ کی کونہ ناشیا عن العداوۃ ہوجاوے حاصل کلام یہ ہے کہ غرض لانے ان

دو لفظوں سے بیان اس بات کا ہے کہ اس قول میں کئی وجہ سے ان دونوں فریق نے مشابہت ساتھ جاہلوں مشرکین مکہ اور مجوس اور ہنود کے حاصل کی ہے کہ دین حق کے منکر ہوتے ہیں اور اگر یہ لوگ اپنے حال میں تامل کریں فی الفور معلوم ہو جاوے کہ بیان حق اور اتباع انبیاء کے سے بالکلیہ دور ہیں اس واسطے کہ تمام دانشمندوں بنی آدم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تعظیم مساجد کی واجب ہے اور منع کرنا اور بند کرنا ذکر اللہ سے حرام ہے اور یہ دونوں کام کرتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ یعنی اور کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے جو منع کرتا ہے مسجدوں خدا کی کو کہ یہ مسجدیں اُسی کے گھر ہیں اور دوسرے کی اُن میں شرکت نہیں اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یعنی اس بات سے کہ یاد کیا جاوے اُن میں نام پاک اُس کا خواہ دل سے خواہ زبان سے اور خواہ ساتھ تمام اعضاء کے جیسا کہ نماز میں اسی طرح ہوتا ہے بلکہ اس کے اوپر بھی کفایت نہ کی اور یہ بات چاہی کہ خانہائے خدا کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑیں وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا اور سعی کی بیچ خراب کرنے اُن مسجدوں کے اور یہ حرکتیں فقط تعصب کی راہ سے کرتے ہیں کہ مخالف ہمارے ان مسجدوں میں آن کر عبادت کرتے ہیں پس جو شخص ایسا ہو کئی طرح سے ظلم اُس کے اندر پائے گئے اوّل یہ کہ انواع ظلم کے بہت ہیں ظلم مالی اور ظلم عرضی اور ظلم جانی اور اعلےٰ مرتبہ ظلم کا یہ ہے کہ کسی کے گھر کو کوئی غصب کرے اور اسی واسطے وقت بیان کرنے شدت ظلم کے اس ظلم کو زبان پر لاتے ہیں کہ فلانے شخص نے فلانے کا گھر چھین لیا اور اس کو گھر سے نکال دیا اس واسطے کہ جب غصب گھر کا پایا گویا غصب تمام متعلقات اُس کے کا ہوا دوسرے یہ کہ غصب کسی چیز کا بھی کئی طرح سے ہوتا ہے غصب عین کا ہوتا ہے اور غصب منافع کا اور اعلیٰ مرتبہ غصب کا یہ ہے کہ جو مقام ذکر اُس کا ہو اُس کو بھی نہ ہونے دے تیسرے یہ کہ بعد غصب کرنے کے تصرفات غاصب کے کئی طرح سے ہوتے ہیں کبھی دعویٰ ملکیت کا کرتے ہیں اور کبھی دعویٰ عوض کا کرتے ہیں اور جس شئے کو اصل سے خراب کر دیا کمال ظلم ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام ظلموں سے بڑا سخت ظلم یہ ہے کہ بہ نسبت خالق اور منعم اپنے کے ظلم کرے اور جبکہ یہ لوگ نسبت خالق اپنے کے اس قسم کے ظلم کے مرتکب ہوئے کہ اُس کے گھروں کو غصب کریں اور نام اُس کا نہ لینے دیویں پھر اُس گھر کو خراب کریں اور گرا دیویں اس سے زیادہ کون شخص ظالم ہو گا اور ایسا ظلم اہل کتاب میں سے نصاریٰ کے گروہ سے سرزد ہوا کہ جس وقت حضرت عیسےٰؑ کے قتل کرنے کی فکر میں ہوئے

یہودیوں نے زکریاؑ کی مدد کی اور ان کی عزت بڑھائی ۱۲

Marfat.com

اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھا یا گیا نصاریٰ بارادہ انتقام کے طیطوس رومی کے پاس گئے اور اُس کو معتقد حضرت عیسیٰؑ کا بنایا اور شام کی طرف اُس کو لاتے اور یہودیوں کو قتل کروایا اور یہودیوں کی دشمنی کے سبب سے بیت المقدس کو بھی خراب کیا اور نجاستیں اور خس و خاشاک سے بھر دیا اور کوڑا اور نجاستیں اُسی جگہ ڈالتے تھے باوجودیکہ بیت المقدس بنایا ہوا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا اور اُسی وقت سے ہمیشہ عبادت گاہ انبیاء بنی اسرائیل کا رہا اور ذکر خدا کا ہمیشہ اُس میں ہوتا تھا اور جس جگہ توریت کو پایا جلا دیا اور بیت المقدس کے بدلے مشرق کی جانب کہ جس جگہ مولد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا عبادت گاہ مقرر کی اور بیت المقدس تا زمانہ پھیلنے اسلام تک خراب رہا کہ آخر کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے اُس شہر کو فتح کیا اور بذاتِ خود انھوں نے اور اصحابؓ نے اُس مسجد کو نجاستوں سے پاک کیا اور پانی سے خوب طرح پاک صاف کر کے خوشبوؤں سے معطر کیا اور محل عبادت اور نماز کا اُس کو ٹھیرایا اور ایسا ہی ظلم مکہ کے جاہلوں سے بھی سرزد ہوا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد الحرام میں آنے سے اور نماز پڑھنے سے اُس جگہ میں مانع ہوئے بلکہ کسی مسلمان کو جب نماز پڑھتے ہوئے اُس جگہ دیکھتے تھے یا ذکر کرتے ہوئے اُس کو گالیاں دیتے اور مارتے اگرچہ ظاہر میں اُس کی عمارت کو خراب نہ کیا لیکن جبکہ اُس کو ذکر الٰہی سے معطل کیا اور بتوں کو اُس مقام میں رکھا اُس کو ساتھ نجاست معنوی کے آلودہ کیا پس حقیقت میں یہ بھی خراب کرنا اور ویران کرنا ہے اور یہی روش اور فرقوں کفار میں ہے جیسے کہ ہنود اور مجوس میں رائج ہوئی کہ جب کسی شہر پر اہل اسلام کے شہروں میں سے مسلط ہوتے ہیں اذان اور جماعت کو منع کرتے ہیں اور ذکر الٰہی سے معطل کرتے ہیں اور ذلیل کارخانہ اُس میں رکھتے ہیں اور ہرچند کہ یہودیوں نے صریح یہ ظلم نہیں کیا لیکن جس وقت اُنھوں نے مشرکین مکہ کی امداد کی در پردہ یہ بھی مرتکب اس امر شنیع کے ہوئے باوجودیکہ تینوں فرقوں کے نزدیک مسجدوں کی ہتک حرمت کا کرنا جائز نہیں اور ذکر الٰہی سے روکنا اور بند کرنا بُرا ہے خصوصاً مسجدوں میں کہ محض اسی کام کے واسطے بنی ہوئی ہیں اور معتبر ہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ یعنی یہ گروہ نہیں جائز تھا اُن کے دین اور آئین میں بھی اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ یہ کہ داخل ہوں خدا کے گھروں میں اور مسجدوں میں اِلَّا خَآئِفِيْنَ یعنی مگر خوف زدہ اور ڈرنے والے بنکر اس سبب سے کہ مبادا ہم سے اُس مکان کی تعظیم کرنے میں کوئی قصور

Marfat.com

نہ ہوجاوے اور صاحب خانہ کے روبرو ہم کو شرمندگی حاصل ہو چنانچہ دیوان عام اور دیوان خاص بادشاہوں کے میں اسی طرح کا خوف وہراس دل میں ہوتا ہے اور ان ظالموں کا کیا ٹھکانا ہے کہ اس قدر ہتک حرمت مسجد کی کرتے ہیں اور بالکل اُن کو خیال نہیں پس اس قسم کے آدمی اگر مشرک ہیں سو اُنھوں نے شرک کے ساتھ بے ادبی کو بھی ملالیا اور سب سے زیادہ ظالم ہوئے اور اگر مدعی توحید اور اتباع ملت کے ہیں پس کار ان کا مخالف گفتار کے ہوا اس واسطے کہ تعظیم معبود کی اُسوقت ہوگی کہ تعظیم عبادت ہو اور عبادت گاہ کی تعظیم لازم ہے اور جبکہ عبادت گاہ کو خراب اور ویران کیا اُس سے انکار عبادت کا پایا گیا اور انکار عبادت سے انکار معبود کا سمجھا گیا اور جس وقت قول اُن کا مخالف فعل کا ہوا خصلت نفاق کی اُن کے واسطے ثابت ہوئی اور گروہ دین داروں کے سے باہر ہوئے سوا س ظلم کی مکافات میں لَهُمْ فِي الدُّنْيَا یعنی واسطے اُن کے ہے دُنیا میں واسطے عبرت دوسروں کے نہ اس واسطے کہ دنیا دار الجزا ہے خِزْيٌ یعنی رُسوائی سخت بسبب قتل کئے جانے اور مقید کرنے اور جلاوطن کرنے کے اور چھین جانے ملکوں اور شہروں کے اُن کے ہاتھوں سے اور منع کئے جانے اس بات سے کہ مکانات متبرکہ میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے اور خوفزدہ چنانچہ یہی امر مشرکین مکہ کے حق میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آیا کہ نویں سال میں حضرت ابوبکر صدیق نے حسب ارشاد جناب سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موسم حج میں منادی کی کہ اب آئندہ کو کوئی مشرک اس پاک مقام میں داخل نہ ہو اور اگر اتفاقاً آوے گا مارا جاوے گا اور وقت خلافت حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے نصاریٰ کے حق میں یہی بات وقوع میں آئی کہ ملک شام کو اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا اور بیت المقدس سے نہایت اہانت اور ذلت کے ساتھ خارج کیا اور رفتہ رفتہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کی بادشاہت میں قسطنطنیہ اور اموریہ اور ردمیہ بھی اُن کے قبضہ سے باہر ہوئے اور جزائر فرنج میں فرار ہو کر آوارہ اور پریشان ہوئے اور فقط یہی رُسوائی بس ان لوگوں کے حق میں بس نہیں بلکہ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ یعنی اور واسطے اُن کے تیار ہے آخرت میں کہ دار الجزا اور مکافات کا مقام ہے عذاب نہایت بڑا کہ اُس عذاب کے روبرو دنیا کی رسوائی بالکل ہیچ ہے اور کچھ حساب میں نہیں اور اسی واسطے دُنیا کی رُسوائی کو عذاب نہ کہا لیکن ان لوگوں نے کہ جو دُنیا میں ظلم اور تعدی کرتے ہیں تمام وبال اُس کا ان کی جانوں

Marfat.com

پہ ہے اور جناب پاک باری تعالیٰ کی اس سے بلند ہے کہ کوئی شخص بسبب ظلم کرنے کے کچھ نقصان اس کو پہنچاوے اور ایسے ہی بسبب گرا دینے اور ویران کرنے مسجدوں کے کچھ عبادت اُس کی موقوف نہیں ہو جاتی ہے اور خاص مکان کے ویران کرنے سے بالکل امکنہ عبادت اُس کی کے معدوم نہیں ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ اُس کے واسطے کوئی مکان نہیں کہ ایک مکان میں قبلہ پکڑ کے بسبب ویران ہونے اُس کے کے بے گھر ہو جاوے اور مسافروں کی طرح سے جنگل جنگل میں پھرے بلکہ اُس کی نسبت سے تمام مکانات برابر ہیں اور عبادت اُس کی جس مکان میں کی جاوے مقبول ہے اور ایسے ہی خراب کرنے مسجدوں کے سے کچھ مسلمانوں اور عبادت کرنے والوں کو بھی نقصان نہیں پہنچتا ہے اس واسطے کہ تمام زمین کو مسلمانوں کے واسطے بمنزلہ مسجد کے مقرر کیا گیا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اور واسطے خدا کے ہے مشرق اور مغرب زمین ہر جگہ کی عبادت گاہ اُس کی ہے اور اُس کی نسبت جیسی کہ بیت الحرام اور بیت المقدس کے ساتھ ہے ویسی ہی نسبت دوسرے مکانوں کے ساتھ ہے اس واسطے کہ تمام مکانات مملوک اور مخلوق ہونے میں اُس کے برابر ہیں اور کوئی مکان جائے سکونت اُس کی کا نہیں ہے پس اے مسلمانو! خراب کر دینے مسجدوں کے جائے عبادت اُس کی کی معدوم نہیں ہو سکتی ہے فَاَيْنَمَا یعنی پس جس جگہ کھڑے ہو کر تُوَلُّوْا یعنی منہ اپنا اُس کی طرف پھیرو اور متوجہ طرف اُس کے ہو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی پس اُس مکان میں ہے حضور اللہ تعالیٰ کا اور قرب اُس کا اس واسطے کہ جناب باری عز اسمہ ہرگز جسمانی نہیں کہ اگر ایک مکان میں موجود ہو دوسرے مکان میں موجود نہ ہو بلکہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے اور روحانی مقید بھی نہیں کہ بسبب تنگی حوصلہ کے ایک طرف متوجہ ہونے سے توجہ اس کی دوسری طرف نہ پائی جاوے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ فراخ حوصلہ ہے کہ کسی چیز کی فراخی کو اُس کی فراخی سے نسبت نہیں اس واسطے کہ جتنے جسم اور جسمانیات اور روحانیات ہیں اگرچہ فراخی حسی یا معنوی ان میں پائی جاوے مگر فراخی اُن کی خاص کسی قسم کی ہو گی علی العموم فراخی نہیں مثلاً شعاع آفتاب کی باوجود اس قدر وسعت کے ظل مخروطی زمین کی میں کچھ کارگر نہیں ہوتی ہے اور فراخی حوصلہ جبرئیل کی ان کاموں میں کہ متعلق ملک الموت کے ہیں پیش نہیں جاتی اور اللہ تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ تمام فراخیوں کو کہ ممکن ہیں گو کہ

Marfat.com

غیر متناہی ہیں گھیرے ہوتے ہے اور اگر یہ فراخیاں اُس کی تمہارے ذہن میں نہیں آسکتی ہیں پس
اس قدر خود یقیناً جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ جاننے والا ہے تمام ظاہر اور پوشیدہ کو پس
اگر حضور اُسکا ہر مقام میں تمہارے فہم میں نہیں آسکتا ہے اس قدر ضرور تم کو معلوم ہے کہ ہر چیز
جس مکان میں ہو تحت علم اُس کے کے ہو اور واسطے قبول کرنے عبادتوں کے احاطہ علمی اُس کا بھی
کفایت کرتا ہے اور مثال اُس کی یہ ہے کہ دُنیا کے بادشاہ ایک مکان میں رہتے ہیں اور حالات
تمام ملک کے کہ زیر حکومت اُن کے ہے خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور موافق اُسی علم کے ہر کسی
کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں اور مطیع کو نافرمان سے جدا کرتے ہیں پس خدائے تعالیٰ کہ
تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے کس طرح احوال تمام بندوں اپنے کے سے غافل رہے گا باقی رہیں
اس مقام میں چند بحثیں کہ ذکر اُن کا واجب ہے، اول بحث یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے
کہ جو شخص مسجد کو ذکر اور نماز سے معطل کرے اور ویرانی ظاہری یا باطنی اُس کی کرے وہ بڑا
ظالم ہے اور اجماع اہل شرع سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفر اور شرک تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے
اور سب ظلموں سے بڑھ کر بڑا ظلم ہے چنانچہ آیت ان الشرك لظلم عظيم سے بھی
اس بات کی طرف اشارہ ہے پس وجہ تطبیق کی کیا ہے کہ مسجد کی ویرانی کو بھی بڑا ظلم کہا گیا اور شرک
اور کفر کو بھی بڑا ظلم ٹھیرایا جواب اس کا یہ ہے کہ ایک اعتبار سے مشرک اور کافر بڑے ظالم
ہیں اور دوسرے اعتبار سے خراب کرنے والا مسجد کا بڑا ظالم ہے مشرک اور کافر اس وجہ سے
بڑے ظالم ہیں کہ اُنھوں نے اپنے نفسوں کو ہلاکت ابدی میں گرفتار کیا اور حق پروردگار اپنے کا
بھی تلف کیا اور خراب کرنے والا مسجد کا اس وجہ سے بڑا ظالم ہے کہ آدمیوں کو اس سعادت
عمدہ سے محروم رکھا اور معرفت معبود کی جہان سے معدوم کی اور کافر ہر چند کہ معرفت توحید اور
نبوّت کی نہیں رکھتے ہیں لیکن معرفت معبود کی سے مانع نہیں ہیں اور دوسروں کو بھی اس سعادت
سے محروم نہیں کرتے ہیں بخلاف اُس شخص کے سو اپنے حال کے اعتبار سے مشرک اور کافر بڑے
ظالم ہیں اور بہ نسبت دوسروں کے خراب کرنا مسجد کا بڑا ظلم ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور اسم تفضیل
کے مفہوم میں کہ اس مقام میں لفظ ظلم کا ہے زیادتی بوجہ من الوجوہ کفایت کرتی ہے اور تمام
اعتبارات سے زیادتی درکار نہیں پس کچھ اختلاف اور تعارض نہیں دوسری بحث یہ ہے کہ جو شخص

Marfat.com

ذکر خدا کے سے منع کرے اور آدمیوں کو قائم کرنے دین اور شعار شرع کے سے کسی وجہ سے بند کرے اس وعید شدید میں داخل ہے ہر مسلمان کو اس بات سے کمال احتراز چاہیئے اور مقدمات اور دواعی اور اسباب قریبہ اور بعیدہ اس کام کے سے نہایت احتیاط رکھے تیسری بحث یہ ہے کہ لفظ مِنْ کا مفرد ہے اور اشارہ کے مقام میں لفظ اولٰئک ساتھ صیغہ جمع کے لائے یہ استعمال کس طرح سے درست ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ لفظ من کا مفرد ہے لیکن جمع کے معنی میں مستعمل ہوا پس اشارہ کرنا اُس کی طرف ساتھ صیغہ جمع کے درست ہوا اور اشارہ کی جگہ صیغہ جمع کے لانے میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر مقام خوف کا تنہائی کے وقت ہوتا ہے اور اجتماع میں کمتر خوف ہوتا ہے اور جبکہ اجتماع کے وقت میں بھی خوف متحقق ہوا معلوم ہوا کہ اسباب اُس خوف کے کس قدر قوی اور غالب ہیں کہ اجتماع بھی اُس کا مانع نہیں چوتھی بحث یہ ہے کہ اعادہ لفظ لہم کا درمیان ولھم عذاب عظیم کے کس واسطے کیا باوجودیکہ چنداں درکار نہ تھا اس واسطے کہ لهم فی الدّنیا خزی وفی الاٰخرۃ عذابٌ عظیم بھی کفایت کرتا ہے اس لفظ کی زیادتی کرنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ لھم کے دوبارہ لانے سے یہ فائدہ ہوا کہ رسوائی دُنیا کی بھی خاص اُن کے واسطے ہے اور عذاب آخرت کا بھی خاص اُن کے واسطے ہے اور عذاب کا لہم زیادہ نہ کرتے اس صورت میں اختصاص مجموع کا پایا جاتا نہ اختصاص ہر ہر واحد کا علیحدہ علیحدہ اور اوپر تقدیر اختصاص مجموع کے احتمال اس بات کا باقی تھا کہ رسوائی دُنیا کی اور عذاب آخرت کا علیحدہ علیحدہ اوروں میں بھی موجود ہے اور لفظ لهم کے لانے سے یہ بات حاصل ہوئی کہ ہر ایک دونوں میں سے خاص اُنھیں کے واسطے ہے نہ وہ رُسوائی دُوسروں میں پائی جاتی ہے اور نہ وہ عذاب اور جگہ متحقق ہے ان پر وہ رسوائی پس عوض اُس اہانت اور ذلت کے ہے کہ ساتھ خانہ خدا اور نام خدا کے اپنے زعم میں عمل میں لائے اگرچہ اثر اُس کا جناب پاک باری کو نہ پہنچا اور دوسرے لوگوں نے ارادہ ایسی اہانت اور ذلت کا نہیں کیا پس مستحق اُس رُسوائی کے بھی نہ ہوئے اور عذاب عظیم آخرت کا عوض ظلم اور محروم رکھنے آدمیوں کا اس سعادت عمدہ سے ہے کہ اوروں میں یہ ظلم متحقق نہ تھا پانچویں بحث یہ ہے کہ اضافت مساجد کی طرف خدا کے واسطے تشریف اور تعظیم

Marfat.com

کے ہے اور اگر یہ بات نہ کہیں پس مسجدیں آدمیوں کی بنائی ہوئی ہیں اور جائے سکونت موذنوں اور اماموں کی اور اگر یہ امر خیال کیا جاوے کہ حقیقت میں مسجدیں ملک خدا کی ہیں پس اس طرح سے تمام جہان مملوک اور مخلوق اُس کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وللہ المشرق والمغرب پس یہ اضافت محض شرافت اور تعظیم کے واسطے ہے چنانچہ خانہ کعبہ کو بیت اللہ اور حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ اور سِر اس کا یہ ہے کہ ملک ابتدائی اللہ تعالیٰ کی سب چیزوں میں یکساں ہے لیکن ان مکانات متبرکہ میں ملک ابتدائی کے ساتھ ملک ثانوی بھی مل گئی اس واسطے کہ اوّل ان مقامات کو آدمیوں کی ملکیت میں داخل کیا اور آدمیوں نے بعد مالک ہونے کے اللہ کے حکم سے برضا و رغبت حسبۃً للہ اپنی ملکیت سے نکال کر اُس کی عبادت اور ذکر کے واسطے وقف کیا جیسے کہ جانور قربانی کے اُن کا بھی یہی حال ہے پس ان مقامات کو بہ نسبت اور چیزوں کے ایک نوع کا امتیاز حاصل ہوا اور نسبت الی اللہ اُن میں زیادہ تر بہ نسبت اور مقامات کے متحقق ہوئی اور اسی واسطے اُن مکانوں کو تشبیہاً بیوت اللہ یعنی خانہ ہائے خدا نام رکھتے ہیں اور اسی سبب سے صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا یعنی دوست ترین شہر کے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک مسجدیں ہیں اگر شہر کی اس واسطے کہ خدا وہاں جانے سے یاد آتا ہے اور دل کو طرف اللہ تعالیٰ کے متوجہ کرتے ہیں اور ناخوش زیادہ شہر کے مکانوں میں سے بازار اُس شہر کے ہیں کہ اُس کی یاد سے دل کو روکتے ہیں اور دُنیا کی باتوں میں راغب کرتے ہیں اور وہاں جانے سے طرح طرح کی خواہشیں نفسانی طرف اکل و شرب اور خرید اور فروخت اور دیکھنے لڑکوں اور عورتوں نامحرم کے پیدا ہوتی ہیں چھٹی بحث اور تحقیق یہ ہے کہ جس وقت خراب کرنے والے مسجد کے حق میں یہ وعید شدید فرمائی بطریق مقابلہ کے سمجھا گیا کہ آباد کرنے والے مسجدوں کے واسطے صفت عدل اور ایمان کی ثابت ہوگی چنانچہ اس آیت میں کہ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ ذکر اُس کا انشاء اللہ آوے گا اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اذا رایتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان یعنی جب دیکھو تم کسی شخص کو کہ خبرگیری مسجد کی کرتا ہے اور بار بار اُن مقام متبرک میں آتا ہے پس واسطے اُس کے گواہی ایمان کی دو تم ساتویں

Marfat.com

بحث یہ ہے کہ جو چیزیں مسجد کی تعظیم کے واسطے شرع شریف میں آئی ہیں اور وہ کئی چیزیں ہیں مسلمان شخص کو چاہیئے کہ اُن چیزوں میں سے جو اُس سے ہو سکتی ہیں دریغ نہ کرے اور بجالاوے تاکہ مسجد کے خراب کرنے والوں میں داخل نہ ہو اور آباد کرنے والوں کے گروہ میں شمار کیا جاوے اوّل پیادہ پا جانا واسطے ادائے فرض کے مسجد میں وقت تاریکی کے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تاریکی کے وقت مسجد میں جانا سبب کفارہ گناہوں کا ہے اور بھی حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے گھر میں طہارت اور پاکیزگی اچھی طرح سے کرے پھر مسجد کی طرف بہ نیت ادائے فرض کے روانہ ہو ہر ہر قدم اُس کا ایک ایک کام کرتا جاتا ہے ایک قدم سے ایک گناہ دُور ہوتا جاتا ہے اور دوسرے قدم سے درجہ بہشت میں بلند ہوتا ہے دوسرے یہ کہ مسجد کو گرد اور کوڑے اور تھوک اور مکروہات طبیعی اور نجاسات شرعی سے پاک رکھے اور بہ سبب جلانے عود وغیرہ کے معطر کرے اور فرش ستھرا اور پاک بغیر تکلف کے اُس میں بچھاوے اور حدیث شریف میں ہے کہ خس و خاشاک مسجد میں سے دُور کرنا اور جاروب کشی اُس مکان کی کرنی بہشت کی حوروں کا مہر ہے لیکن اس امر میں ایسی احتیاط کرے کہ نوبت زینت کی حد سے بڑھ نہ جانے اور سونے کے پانی سے مطلا نہ کرے اور پھول بوٹے نہ نکالے اور لاجورد وغیرہ سے رنگین نہ کرے اس واسطے کہ ان چیزوں کے سبب سے حکم مسجد کا نہ رہے گا اور تماشا گاہ میں داخل ہو جاوے گی اور اسی واسطے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے جس وقت مسجد نبوی مقدس نئے سرے سے تعمیر کروائی معمار کو ارشاد کیا کہ اکن النّاس من المطر و ایاك ان تحمرا و تصفر لتفتتن النّاس یعنی بنائے مسجد کو اس قدر محکم کر کہ خوف ٹپکنے پانی کا دُور ہو جاوے اور خبردار ہو کہ اس مسجد کو سُرخی اور زردی کے ساتھ رنگین نہ کرے تو کہ آدمی فتنہ میں پڑیں گے اور عبادت کے وقت نقش و نگار میں مشغول ہوں گے اور عبادتوں میں قصور ہوگا تیسرے یہ کہ جب مسجد میں داخل ہو اگر وقت ادائے فرض اور سنت کا ہے فبہا کہ انھیں کے ادا کرنے میں مشغول ہو و الّا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بموجب حدیث ابی قتادہ کے کہ صحاح ستہ میں موجود ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس یعنے جس وقت داخل ہو کوئی تم میں سے مسجد میں پس چاہیئے کہ پڑھے دو رکعتیں پیشتر بیٹھنے

Marfat.com

سے اور اگر فرض اور سنّت اور نفل دوسرے ادا کئے تحیۃ المسجد ساقط ہوئی اور اگر ایسے وقت مسجد میں جاوے کہ نماز پڑھنی اُس وقت میں ممنوع ہے جیسے کہ وقت استوا اور طلوع اور غروب کے بالاجماع یا بعد فجر اور عصر کے نزدیک حنفیہ کے پس ایسے وقت میں چاہیئے کہ ایک ساعت خفیفہ قبلہ رُو بیٹھ کر ساتھ ذکر اور تسبیح کے مشغول ہو پھر اپنی حاجت کے واسطے چلا جاوے اور نماز اُس وقت نہ پڑھے چوتھے یہ کہ جب مسجد میں آوے داہنا پیر اوّل رکھے اور جب مسجد سے نکلے بایاں پیر اوّل نکالے اور بیچ روایت حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا صلے اللہ علی ابیہا و علیہا کے آیا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت کہے صلی اللہ علی محمد وسلم رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك اور نکلتے وقت کہے صلی اللہ علی محمد وسلم رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك پانچویں یہ کہ بیٹھنا مسجد میں واسطے انتظار ہی نماز جماعت کے عبادت ہے اور ایسے ہی بعد ادا کرنے نماز کے واسطے ذکر اور تہلیل اور تسبیح کے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب تک مصلّی بعد نماز کے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اُس کے حق میں یہ دُعا کرتے رہتے ہیں اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ یعنی بارخدایا بخش دے اُس کو اور رحم کر اس پر لیکن یہ دُعا فرشتوں کی اس وقت تک ہے کہ وضو اس کا شکستہ نہ ہو چھٹے یہ کہ مسجد میں حتی المقدور خرید و فروخت اور دوسرے معاملات دنیا کے مثل اجارہ وغیرہ کے نہ کرے اور آدمیوں کو چاہیئے کہ مسجد میں نماز سے پہلے حلقہ کر کے دنیا کی باتیں اور ہزلیات بے فائدہ اور قصّے امیروں اور بادشاہوں کے بیان نہ کریں بلکہ سب کے سب قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز کی شکل پر بیٹھیں اور ذکر میں مشغول ہوں اور گم ہوئی چیز کو مسجد میں آواز بلند سے نہ ڈھونڈیں بلکہ بلا سبب مسجد میں آواز بلند نہ کریں اور بے عقل لڑکوں اور سودائیوں کو مسجد میں آنے نہ دیویں اور ہتھیار مسجد میں نہ لاویں اور ازدحام اور بلوہ اور خانہ جنگی نہ کریں اور فقیروں کو مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اُن فقیروں کو جو مسجد میں مانگتے ہیں دینا مکروہ ہے تاکہ اس فعل کی عادت نہ کرلیں اور شعروں کا پڑھنا مسجد میں ممنوع ہے مگر وہ شعر کہ جس میں توحید باری تعالیٰ کی اور نعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی یا وعظ اور نصیحتیں ہوں وہ درست ہیں اور صحن مسجد میں گناہگاروں کو سزا نہ دینی چاہیئے اور سونا مسجد میں بغیر ضرورت کے مکروہ ہے

Marfat.com

اور وقت حاجت کے کچھ مضائقہ نہیں اور تھوک ڈالنا مسجد میں گناہ ہے اور اگر ڈال بھی دیا ہو
تو جلدی سے وہاں سے اُٹھالیں اور اُس مکان کو پاک کریں اور اگر زمین مسجد کی نرم ہے اُس
تھوک کو زمین کھود کر دفن کریں اور کاریگر کو بیٹھ کر مسجد میں کام کرنا ممنوع ہے لیکن اگر معتکف
ہے اور بدون پیشہ اپنے کے قوت اُس کو میسّر نہیں ہوتی ہے تو اُس وقت درست ہے اور غسل اور
وضو اور حجامت مسجد میں اُس طرح سے کہ مستعمل پانی سے زمین اُس کی آلودہ ہو جاویا کپڑے یا بال
اور میل بدن کا اُس میں گرے ممنوع ہے اور پیاز اور لہسن کچا کھا کر مسجد میں آنا اور حقہ کی بو
منہ میں لے کر بغیر مسواک مسجد میں جانا مکروہ ہے ساتویں یہ کہ مقدور کے موافق مسجد کی عمارت
میں جس مقام میں کہ حاجت اُس کی ہے مال اور جان سے مدد کرنی ثواب عظیم ہے اور ایسے ہی درست
کرنا سامان طہارت کا مثل بناء غسل خانہ اور تعمیر چاہ مسجد کی اور بدر رو پانی اُس کے کی اور فرش
بوریا وغیرہ کا ڈالنا اور روشن کرنا چراغ کا جب تک کہ آدمی اُس میں رہیں عبادت ہے اور
حدیث صحیح میں ساتھ روایت حضرت عائشہؓ کے آیا ہے کہ اَمَرَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلّم بناء المساجد فی الدوران تطیب و تنظف یعنی حکم فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم نے واسطے بناء مسجدوں کے مکانات میں اور اُن مسجدوں کو پاک اور صاف رکھنا چاہیے
اور خوشبو سے معطر کرنا چاہیے اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اکثر فقہا نے لفظ اولٰئک ما
کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین سے استنباط کیا ہے کہ غیر اہل قبلہ کو خواہ یہودی
ہوں خواہ نصارٰی یا اور مشرکین مثل ہنود اور مجوس کے مسجد میں نہ آنے دیویں اور وجہ اس استنباط
کی یہ ہے کہ خبر ایسے مقامات میں مرادف نہی کے ہوتی ہے مانند
ما کان لکم ان توذوا رسول اللّٰہ وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ کے
اور جبکہ نہی متعلق ساتھ کافر کے ہووے کہ حکم تکلیفی کی تصدیق نہیں کرتا ہے گویا اس صورت میں
نہی متعلق اُن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ قبول کرنے والے تکلیف کے ہیں کہ اُس کافر کو یہ کام
نہ کرنے دیویں پس حاصل کلام کا یہ ہو گیا کہ اے مسلمانو تم کو جائز نہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو مسجد
میں آنے دو مگر جس وقت کہ مضطر اور لاچار اور ذلیل اور ڈرنے والے ہوں جیسے کہ وقت محاکمہ
اور مخاصمہ اور ثابت کرنے قصاص اور حسد کے جس صورت میں کہ قاضی مسجد میں بیٹھا ہو اور اسی

Marfat.com

واسطے امام مالک نے موافق اس حکم مستنبط کے عمل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ کسی کافر کو کسی وقت میں مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں اور امام شافعیؒ خاص کرتے ہیں اس حکم کو ساتھ مسجد الحرام کے کہ اس مسجد پاک میں کسی وقت کسی کافر کو نہ آنے دیا جاوے اور دوسری مسجدوں میں اگر مسلمان لوگ کسی مصلحت اور حکمت کے واسطے آنے دیں مضائقہ نہیں اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ آنا کافر کا سب مسجدوں میں درست ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہمانوں کو کو کافر ہوتے مسجد میں اُتارا کرتے تھے چنانچہ ثقیف کے ایلچی اور دوسرے ایلچیوں کو بھی اور بھی بتواتر معلوم ہے کہ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین بغیر پروانگی اور اذن کے آں حضرت صلعم کی ملاقات کے واسطے مسجد میں آتے تھے اور بیٹھتے تھے اور ثمامہ ابن اثال حنفی کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی حالت میں ایک مسجد کے ستون سے باندھ کر چھوڑ دیا تھا اور کوئی ناسخ اس عمل دائمی کا نہ ہوا اور یہ آیت قطعاً اس حکم پر دلالت نہیں کرتی ہے اور ثبوت اس معنی کا اس سے ظاہر نہیں اس واسطے کہ تفسیر اس آیت کی میں معنی دوسرے بیان کئے گئے اور سباق اور سیاق کو زیادہ تر وہی معنی چسپاں ہے پس ان احتمالی معنی سے عمل مستمر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کس طرح نسخ ہو سکے اور بھی استثنا الاخائفین کا اس معنی کے موافق تکلف سے درست ہوگا چنانچہ ظاہر ہے بحث آٹھویں یہ ہے کہ آیت وللہ المشرق والمغرب الیٰ آخرھا ہر چند کہ واسطے تسلی اور تسکین مسلمانوں کے نازل ہوئی ہے تاکہ مسلمان بسبب بند کرنے اور روکنے اُن کے سے مسجدوں متبرک سے مثل مسجد الحرام اور مسجد بیت المقدس کے اور ویران اور خراب کرنے ان مکانات متبرک کے ملول نہ ہوں اور خوشی دل سے عبادت کرتے رہیں لیکن جب اس آیت سے یہ سمجھا گیا کہ حق تعالیٰ کو نسبت سب مکانوں کے ساتھ برابر ہے اور اس سے لازم آیا کہ نسبت اللہ تعالیٰ کی سب جہتوں سے بھی برابر ہے اس واسطے کہ جہات حقیقت میں اطراف مکانوں کی ہیں اور عبادت اُس کی جیسے کہ ہر مکان میں مقبول ہے ایسے ہی جس طرف کو متوجہ ہوکر بجا لاوے مقبول ہے پس اس صورت میں تعین جہت قبلہ کی نماز میں محال معلوم ہوتی ہے اسی واسطے مفسرین صحابہ نے اس لازم کے صحیح کرنے کے واسطے چند صورتیں بیان کی ہیں اوّل یہ کہ یہ آیت اس مقدمہ میں اتری ہے کہ بیت المقدس کی جہت منسوخ ہوئی اور کعبہ کی طرف نماز کا حکم ہوا

Marfat.com

یعنی استقبال قبلہ کو اصل عبادت میں کہ وہ توجہ الی اللہ ہے دخل نہیں بلکہ یہ استقبال محض دل کے درست کرنے توجہ کے عوام کے ذہنوں میں مقرر فرمائی ہے پس منسوخ کرنی استقبال ایک جہت کی طرف دوسری جہت کے تغیر اور تبدیل اصل عبادت اور بندگی میں نہیں ہوتا ہے دوسرے یہ کہ جب کوئی شخص اندھیری رات میں اپنے اندازہ سے کسی سمت کو جہت کعبہ معظمہ کی جان کر استقبال کرے اور اسی سمت کو نماز پڑھے اور بعد اُس کے ظاہر ہو کہ وہ سمت کعبہ کی نہ تھی وہ نماز درست ہے اور اعادہ اس نماز کا لازم نہیں آتا ہے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کا اسی آیت سے استنباط فرما کر آدمیوں کو بتلایا جس سے اکثر حاضرین اُس وقت کے نے گمان کیا کہ یہ آیت اسی مقدمہ میں نازل ہوئی چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ میں ساتھ روایت عبداللہ بن عامر ربیعہ کے وارد ہے کہ ہم لوگ ہمراہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جہاد کے سفر میں تھے اور وقت رات کا تھا اور بہت تاریکی اُس رات میں تھی کہ ستارے نہیں دکھلائی دیتے تھے اور جہت قبلہ کی معلوم نہ ہوتی تھی سب آدمیوں نے اپنی اپنی اٹکل سے نماز پڑھی اور نشان کے واسطے جس طرف نماز پڑھی خط کھینچ دیا اور اُن خطوں پر پتھر رکھ دیتے تھے جب صبح ہوئی معلوم کیا کہ قبلہ کی طرف کوئی خط نہ تھا ہم نے یہ ماجرا روبرو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عرض کیا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ ہم سبھوں نے خطا کی اور طرف سوائے قبلہ کے نماز پڑھی حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری نماز درست اور مقبول ہوا اور دارقطنی نے اسی طرح جابر بن عبداللہ سے بھی روایت کی ہے تیسرے یہ کہ ایک جماعت نے قدما مفسرین میں سے کہا ہے کہ پہلے متعین ہونے قبلہ سے آدمی مخیر تھے جس سمت کو چاہتے تھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے بعد اس کے یہ حکم منسوخ ہوا لیکن سند اس تخییر کی از روئے روایات صحیحہ کے ثابت نہیں ہوتی ہے محض احتمال ہے البتہ قتادہ اور عبدالواحد بن زید نے کہا ہے کہ بعد شب معراج کے مسلمانوں کو اختیار تھا خواہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھیں خواہ کعبہ کی طرف دونوں طرف نماز جائز تھی بعدہ تخییر منسوخ ہوئی چوتھے یہ کہ مدلول اس آیت کا خاص ہے وہ یہ کہ مسافر نوافل گذارے جس وقت نماز نفل سواری کے اوپر پڑھے جس طرف سواری اُس کی متوجہ ہو نماز اُس کی درست ہے اور آں حضرت صلعم نے بھی سفروں میں ایسی نماز پڑھی ہے چنانچہ صحیحین میں اور دوسری صحاح میں مروی ہے پانچویں یہ کہ

ابن ابی شیبہ نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضؓ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ان کے روبرو یہ آیت پڑھی وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ انھوں نے فرمایا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ اذا توجہت قبل البیت یعنی درمیان مشرق اور مغرب کے قبلہ ہے جس وقت متوجہ ہو تم طرف بیت اللہ کے پس حاصل اس سے وسعت اور فراخی ہے اس بات میں کہ استقبال عین کعبہ کا تخصیص کرکے ضرور نہیں بلکہ کعبہ کی طرف نحو اگر نماز پڑھ لے کفایت ہے چھٹے بعض اہل تدقیق نے کہا ہے کہ جو موضع مقاطر مکہ کا ہے اس موضع میں جس طرف منہ اپنے کو متوجہ کرے استقبال قبلہ کا حاصل ہوتا ہے اوپر دانایان فن ہیئت کے پوشیدہ نہیں ساتویں یہ کہ مضمون اس آیت کا اُس آدمی کے حق میں ہے کہ خانہ کعبہ اُس کے رُوبرو ہے جس طرف سے چاہے متوجہ کعبہ کے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے آٹھویں یہ کہ نزول اس آیت کا بیچ حق دُعا کے ہے نہ بیچ حق نماز کے چنانچہ حسن بصری اور مجاہد اور ضحاکؒ سے مروی ہے کہ جب آیت ادعونی استجب لکم نازل ہوئی یعنی دعا مانگو تم قبول کروں گا میں دُعا تمھاری آدمیوں نے پوچھا کہ کس طرف متوجہ ہو کر دُعا کریں اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی روایت کیا اُس کو ابن جریر نے اور ابن المنذر نے مجاہد سے اور اوروں نے بھی روایت کی ہے غیر مجاہد سے نویں یہ کہ نزول اس آیت کا حق عبادت میں نہیں بلکہ بھاگنے اور گریز کرنے میں ہے اور خطاب بیچ لفظ تولوا کے واسطے اُن آدمیوں کے ہے کہ منع کرتے ہیں ذکر خدا سے اور سعی کرتے ہیں بیچ خراب کرنے مسجدوں کے اور مراد یہ ہے کہ اگر تم چاہو رسوائی دنیا کی اور عذاب آخرت کے سے گریز کرکے خلاص ہو جاؤ یہ بات تمھارے واسطے ممکن نہیں اس واسطے کہ مشرق اور مغرب زمین کا کُل خدا کے تصرف میں ہے جس طرف کو بھاگو گے رُسوائی دُنیا کی اور عذاب آخرت کا تمھارے حق میں مقدر کیا ہوا خدا کا ہے روبرو تمھارے آوے گا اس واسطے کہ تصرف اور قدرت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور علم اُس کا ہر ایک مکان کو گھیرنے والا ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں فرقہ اہل کتاب کے خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ اور فرق باطلہ جیسے جہلاً مکہ کے اور ہنود اور مجوس بسبب ارتکاب ایسے ظلم کے کہ تمام ظلموں سے سخت ہے استحقاق دخول بہشت کا نہیں رکھتے ہیں اور جبکہ انھوں

Marfat.com

نے استحقاق دخول کا نہ رکھا یہ کس طرح ہو سکے کہ سوائے اُن کے کوئی بہشت میں نہ جاوے اور بہشت اُنھیں کے حصہ میں آوے اس واسطے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے حق میں سب اور شتم کا وظیفہ رکھتے ہیں اور یہ ظلم سے کہیں بڑھ کر ظلم ہے وَقَالُوا یعنی اور کہا ان سب نے خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ مشرکین عرب کے کہ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ سے مراد یہی لوگ ہیں اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا یعنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اولاد یہودی کہتے ہیں کہ عزیر بیٹا خدا کا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بیٹا خدا کا ہے اور مشرکین عرب کے کہتے ہیں کہ فرشتے بیٹیاں خدا کی ہیں اس واسطے کہ کام خدائی کے کرتے ہیں اور کسی کی نظر میں نہیں آتے ہیں اگر بیٹے ہوتے پردہ نشینی اختیار نہ کرتے اور اولاد کا ہونا جانوروں اور آدمیوں میں کچھ عیب نہیں اور آدمیوں کو اس کی طرف نسبت کرنے سے سب اور شتم نہیں ہوتا ہے لیکن باری عز شانہٗ کے حق میں اولاد کا ہونا بڑا سخت عیب ہے اور نہایت درجہ کی دشنام ہے جیسے کہ متفرش ہونا عورتوں کے حق میں عیب نہیں اور مردوں کے حق میں دشنام ہے اور اسی واسطے صحیح بخاری اور دوسری صحاح میں ساتھ روایت ابن عباس کے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تہمت جھوٹ کی کرتا ہے میری طرف آدمی اور ہرگز اُس کو یہ بات لائق نہیں اور دشنام دیتا ہے مجھ کو آدمی اور ہرگز اُس کو یہ بات نہ چاہیے تہمت جھوٹ کی اس طرح ہے کہ کہتا ہے آدمی کہ اللہ تعالیٰ پھر مجھ کو زندہ نہ کرے گا گو پہلے مجھ کو پیدا کیا ہے حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا میرے اوپر پہلے پیدا کرنے سے زیادہ دشوار نہیں تاکہ یہ شبہ اور تکذیب دل میں خطور کرتی اور دشنام اس جہت سے ہے کہ کہتا ہے آدمی کہ پروردگار میرے کو اولاد ہے مانند جانوروں اور آدمیوں کے حالانکہ میں خدائے یگانہ بے نیاز ہوں نہ کسی سے میں تولد ہوا ہوں اور نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی میرا ہمسر ہو سکتا ہے اور اس حدیث قدسی میں واسطے بطلان اس قول کے پانچ دلیلیں اشارۃً نکلتی ہیں اوّل احدیت و یگانگی کہ درمیان اُس کے اور تبعیض اور تجزی کے منافات ہے اور اولاد بغیر جدا ہونے نطفہ کے والد سے نہیں ہوتی ہے دوسرے صمدیت اور بے احتیاجی کہ منافی احتیاجی کے ہے اور اولاد ہونے کے واسطے احتیاج ضرور ہے اس واسطے کہ شخص کو ضعیفی اور کبر سنی کے وقت یا بعد موت کے یا وقت مرض اور سفر کرنے کے یا واسطے کسی اور سبب کے چاہیے کہ کوئی قائم مقام اُس کے ہو اور جس شخص کو

Marfat.com

کچھ احتیاج نہ ہو یا موت اور فوت اور سفر اور ضعف اور عجز اور کبر سنی اس کو لاحق نہ ہو البتہ
اولاد سے وہ مستغنی ہے مثل آسمان اور زمین ستارے کے تیسرے لم یلد اس واسطے کہ جب
ولد پیدا ہوتا ہے تغیر ایک حال سے طرف دوسرے حال کے والد کے اندر پہنچتا ہے اور جو قدیم ہے
اور مطلق تغیر سے پاک ہے اُس کے واسطے تولد ممکن نہیں چوتھے لم یولد اس واسطے کہ جو شخص
کے پیٹ سے دوسرا پیدا ہوتا ہے ضرور ہے کہ آپ بھی دوسرے کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو حقیقۃً
بطون سے نکلتا ہے یا حکماً جیسے کہ آدم اور حوا کہ زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور جو شخص کسی چیز
سے پیدا نہ ہوا ہو اُس سے کس طرح دوسری شئے جدا ہو کر پیدا ہو جاوے پانچویں لم یکن
لہ کفواً احد اس واسطے کہ حقیقت اولاد کی بدون زوج یا زوجہ کے ممکن نہیں اور زوج
ہمسر زوجہ کے ہے اور زوجہ ہمسر زوج کے اور ولد بھی ہمسر والد اپنے کا ہوتا ہے پس جو کوئی والد
نہ رکھے ہمسر نہ رکھے ولد بھی نہ رکھے اور اگر آدمی غور تحقیق کرے اور معنی خدائی کے کہ یکتائی اُس کو
لازم ہے اُس کے دل میں تصدیق آجاوے بالکل خیال توالد اور تناسل کا بنسبت اللہ جل شانہٗ
کے جاتا رہے اور اسی واسطے جو کہ بڑے بڑے عقل والے ہیں بمجرد سُننے اس عقیدہ باطلہ کے حیرت
عظیم اُن کو حاصل ہوتی ہے اور ہرگز اُن کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ آدمی باوجود عقل رکھنے
کے اس قسم کے لغو کلام زبان پر لاوے اسی واسطے قرآن مجید میں بعد نقل اس ہذیان کے طرف
بُرائی اور تعجب اس قول کے اشارہ فرمایا ہے حتیٰ کہ سورۂ مریم میں فرمایا ہے تکاد السموات
یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا
وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا یعنی قریب ہے کہ آسمان پھٹ جاویں اس بات
سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھ کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد اور
نہیں لائق ہے رحمٰن کو کہ رکھے اولاد اور صحیحین میں ساتھ روایت ابو موسیٰ اشعری کے آیا ہے
کہ کوئی شخص زیادہ تر صابر اللہ تعالیٰ عزوجل سے نہیں کہ آدمی اُس کے حق میں اولاد اور بیٹے
اور بیٹیاں ثابت کرتے ہیں باوجود اس کے رزق بھی ان کو دیتا ہے اور عافیت سے رکھتا ہے
اور ابن ابی حاتم اور ابن المنذر ساتھ روایت ایک شخص کے اہل شام سے روایت کرتے ہیں کہ
اُس کو کسی سے خبر پہنچی ہے کہ ابتداء پیدائش زمین اور مافیہا کے کوئی درخت خار دار نہ تھا اور

Marfat.com

کوئی میوہ تلخ اور بدمزہ اور بدبودار نہ تھا اور کسی جگہ کھاری پانی نہیں نکلتا تھا عجب ہے کہ بدبخت
آدمیوں نے یہ کلمہ زبان سے نکالا اور خدائے عزوجل کے حق میں یہ دشنام قبیح عمل میں لاتے درخت
خاردار ہونے لگے اور میوہ تلخ اور بدبودار ہوگئے اور شور پانی بھی نکلنے لگا اور واسطے کمال شناعت
اس کلمہ کے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بعد سُننے اُس کے بالفعل اُس کی کے کافروں سے فی الفور کہے
سُبْحٰنَهٗ یعنی پاک جانتے ہیں ہم جناب اُس کی کو اس بات سے کہ اُس کے اولاد ہو اور یہ کلمہ
ایسا ہے جیسا کہ رائج ہے کہ بعد ذکر مصیبت دنیاوی یا دینی کے معاذ اللہ اور نصیبِ دشمناں اور
مانند اُس کے کہتے ہیں اور اس جگہ یہ کلمہ خدائے تعالیٰ نے واسطے تلقین مسلمانوں کے ارشاد فرمایا
ہے اور معنی اس کلمہ کے موافق اُس کے کہ بیہقی اور حاکم نے روایت کی ہے تنزیہہ جناب الٰہی کی
ہر چیز سے کہ لائق شان اسکی کے نہیں ہیں اخرج الحاکم والبیہقی عن طلحۃ بن
عبید اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر سبحان
اللہ فقال ھو تنزیہ اللہ من کلِّ شَینٍ یعنی تخریج کیا ہے حاکم اور بیہقی نے طلحہ بیٹے عبداللہ
کے سے کہا اُنھوں نے پوچھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تفسیر سبحان اللہ کی
پس فرمایا کہ وہ پاک ہے اللہ کی ہر ایک بُری شے سے واخرج من عبد بن حمید عن
یزید الاصم قال جاء رجل الی ابن عباس فقال لا الٰہ الا اللہ نعرفہا انہ
لا الٰہ غیرہ والحمد للہ نعرفہا ان النعمۃ کلہا منہ وھو المحمود علیہا
واللہ اکبر نعرفہا انہ لا شیئ اکبر منہ فما سبحان اللہ قال ابن عباس وما
تنکر منہا ھی کلمۃ رضیہا اللہ لنفسہ وامر بہا ملٰئکۃ وفزع الیہا الاخیار
من خلقہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری رضؓ سے روایت کی ہے کہ سبحان اللہ اسم
لا یستطیع النّاس ان ینتحلوہ یعنی اس کلمہ کو مخلوقات اپنے حق میں استعمال نہیں کرسکتے
ہیں اس واسطے کہ پاکی ہر شئے نالائق سے شان خالق کی ہے فقط بخلاف حمد اور تکبیر کے کہ مخلوقات
آپس میں بھی اس کا استعمال کرتی ہیں اور دلیل پاک ہونے جناب عزّ اسمہٗ کی اس خیال خام سے
یہ ہے کہ اگر اُس کے فرزند ہو پس دو حال سے خالی نہیں یا اُس کے واسطے بھی منصب خدائی کا
ثابت کیا جائے پس فی ذاتہ وہ مستقل اور قائم بذاتہ ہو اور اس کو تعلق جناب باری کے ساتھ نہ رہے

Marfat.com

اور فرزند ہونے کے لئے ضرور ہے کہ اس کو تعلق اصل کے ساتھ ہو پس لازم ہوا کہ خدائی ثابت کرنے کے ساتھ فرزندیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے یا اُس کو فی حد ذاتہٖ خدائے واجب الوجود نہ کہو تو ضرور ہوا کہ جناب باری نے اُس کو پیدا کیا ہو سو اس صورت میں عبد ہونا اس کا لازم آیا اور فرزند عبد نہیں ہوتا ہے اگر اس طرح ہو تمام والد معبود ہو جاویں اور یہ بات ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ مرتبہ خدائی کا ایسا رتبہ ہے کہ فرزندیت غیر کی اُس کے واسطے قرار دینی محال ہے اس واسطے کہ فرزند کو چاہیئے کہ ہم جنس والد اپنے کے ہو اور اگر ہم جنس نہ ہوگا فرزند نہ ہوگا اور جناب باری کسی شئے کے ساتھ ہم جنس نہیں ہو سکتا ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی بلکہ اُس کے واسطے ہے جو کچھ کہ تمام آسمانوں میں اور زمین میں ہے از روئے ملکیت اور پیدائش کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مملوک اور مخلوق ہم جنس مالک اور خالق کے نہیں ہو سکتے شرع شریف میں مقرر ہے کہ جو شخص مالک کسی قریب اپنے کا ہو جاتا ہے وہ اس کا غلام نہیں ہو سکتا پس درمیان عبدیت اور فرزندیت کے منافات کلی ہے اور یہ بات بھی اولاد کے حق میں واجب ہے کہ اپنے والد کے بندے نہ ہوں اور واقع میں کوئی شخص آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے اُس کی بندگی سے خارج نہیں بلکہ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ یعنی تمام لوگ خواہ آسمانوں کے رہنے والے خواہ زمین کے اُس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بعضے برضا و رغبت جیسے کہ انبیاء اور فرشتے اور مومنین صالحین اور بعضے زور سے اطاعت کرتے ہیں جیسے کہ کفار اور شیاطین اور فاسق اور مومن گنہ گار کہ جس وقت خدائے تعالیٰ اُن کو چاہے زندہ کرے اور جس وقت چاہے مار ڈالے جب تک چاہے تندرست رکھے اور جب چاہے بیمار کرے اور جب چاہے غنی کرے اور جب چاہے فقیر اور مفلس کر دے جیسا کہ وہ حکم کرے کوئی اُس کو دفع نہیں کر سکتا ہے اُس کے حکم کی ضرور اطاعت کرنی پڑتی ہے گو اپنے دل میں کسی بات سے ناخوش ہو ویں اُن کی ناخوشی پیش نہیں چلتی ہے اور اگر سرکش لوگ کہیں کہ ہمارے نزدیک ایک دلیل ہے اس بات کی کہ بعض مخلوقات کو اس کی فرزندی کا رتبہ ہے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور آدمی کے واسطے ضروری ہے کہ کوئی پدر اُس کا ہو پس حضرت عیسیٰؑ کا باپ بجز خدا کے کون ہے اور ایسے ہی حضرت عزیر علیہ السلام کہ بغیر تعلیم اُستاد کے توریت کو از بر پڑھتے تھے اور آدمی کو بغیر تعلیم معلم کے اتنی بڑی کتاب از بر پڑھنی

Marfat.com

ممکن نہیں پس ان کو خدائے تعالیٰ نے بلاواسطہ اس کتاب کو پڑھا دیا جیسے اپنے فرزندوں کو تعلیم کر دیتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مرتبہ فرزندی کا حاصل تھا اور ایسے ہی فرشتے کہ اس قدر اُس کی اطاعت میں محو ہو گئے ہیں کہ اپنے ارادہ کو تابع اُس کے ارادہ کے کر دیا ہے اور اُن سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں کہ مخلوق کی قدرت سے باہر ہیں اور اتحاد ارادہ اور فعل کا اُن کے فرزند ہونے کی دلیل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ معرفت صفات اور افعال الٰہی میں کمال قصور تمہارا ہے اس سبب سے ان شبہات میں گرفتار ہو گئے ہو اگر بہرہ افعال اور صفات باری کی معرفت کا تم کو ہوتا اس قسم کی بے ہودہ گوئی نہ کرتے اور اگر صفات اور افعال عمدہ اس کے نہیں سمجھتے ہو تو اتنا ہی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی از سرِ نو پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا ہے بغیر اس کے کہ پہلے سے مادہ اُن کی پیدائش کا موجود ہو پس اُس کے نزدیک یہ بات کیا مشکل ہے کہ آدمی کو بغیر باپ کے پیدا کر دے یا کسی شخص کو بلاواسطہ بشر کے تعلیم کتاب اپنی کی کرے یہ باتیں کچھ فرزندی پر موقوف نہیں اور اگر غور اور تامّل سے نظر کرو معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے میں محتاج طرف مادہ اور اسباب کے نہیں بلکہ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا یعنی جب سرانجام دیتا ہے کسی کام کو فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ یعنی پس طریق اُس کا یہی ہے کہ فرماتا ہے چیز کو کہ ہو جاوے وہ چیز اُس کے فرمانے سے توقف اور ڈھیل نہیں کرتی فَيَكُوْنُ یعنی پس ہو جاتی ہے وہ چیز فی الفور پس اگر فرزند ہونے کسی شئے کی یہی دلیل ہو کہ بغیر مادہ اور اسباب کے پیدا ہونے سے فرزند خالق کا ہو جاوے پس ہر چیز میں دعوٰی ولدیت اور فرزندی کا لازم آوے گا اور حضرت عیسٰے اور عزیر اور فرشتوں کی خصوصیت نہ ہو گی اس واسطے کہ پیدائش سب کی امر کے ساتھ ہے نہ اسباب کی جہت سے گو نظر ظاہر بین کسی شئے کو جو بعد اُس کے شئے دوسری پیدا ہو سبب وہم کرے باقی رہیں اس مقام میں چند بحثیں کہ مفسرین تعرض اُن کا کرتے ہیں اوّل یہ کہ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ثبوت ولد کا واسطے جناب باری کے صریح خلاف عقل کے ہے پس اس قدر جماعت کثیر کہ بڑے بڑے عقل مند بھی ان میں تھے کس طرح اس عقیدے پر اصرار رکھتے اور اس خدشہ کے واسطے بعضے علما محققین اس طرف گئے ہیں کہ اس فرقہ گمراہ کو یہ اعتقاد نہ تھا کہ حقیقت میں اللہ کے ولد ہے بلکہ خلاصہ کلام اُن کے کا اسی قدر تھا کہ بعضی مخلوقات میں ایک مرتبہ عبدیت

Marfat.com

سے بڑھ کر ہے اور اس مرتبہ کو ولدیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور متبنّٰی خدا کا جانتے ہیں لیکن اس توجیہ میں دو وجہ سے خلل ہے اوّل یہ کہ عقیدے کے رد کرنے کے واسطے جابجا قرآن میں ایسے الفاظ وارد ہوتے ہیں کہ صراحۃً دلالت اس بات پر کرتے ہیں کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ولد رکھتا ہے جیسے کہ اس آیت میں انّی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ یعنی کس طرح ہو اللہ کے واسطے ولد اور نہیں ہے اُس کے بی بی اور بعضی جگہ قرآن میں ایسی ہے کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ یہ لوگ ولد ثابت کرتے ہیں اُس سے متبنّٰی مراد نہیں جیسے کہ اس آیت میں وجعلوا بینہ وبین الجنّۃ نسبا یعنی اور ٹھیرایا انھوں نے اُس میں اور جنوں میں ناتا اس واسطے کہ تبنّی میں ناتا نہیں ہوتا ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ اگر اعتقاد اُن کا تَبَنِّیْ کا ہوتا پس حقیقت میں خطا تعبیر لفظی میں ہوئی اور باعتبار معنی کے کچھ خطا نہ ہوئی اس واسطے کہ درجہ اصطفائی اور محبوبیت کو وہ لوگ تبنّی کے ساتھ تعبیر کرتے تھے پس اس قدر عتاب شدید بابت اس خطاب لفظی کے اُن کے اُوپر کس واسطے متوجہ کیا مگر اس خلل کا جواب اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اصطفا اور محبوبیت عبدیت کے ساتھ منافی نہیں اور تبنّی اور ولدیت کسی طرح سے ہو منافی عبدیت کے ہے اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ اصطفا اور محبوبیت مصطفٰے اور محبوب کو اُس کے مرتبہ سے خارج نہیں کرتی ہے بلکہ اُس کے درجوں میں سے اعلیٰ درجہ کو پہنچاتی ہے مثلاً کوئی شخص غلاموں یا کنیزوں میں سے پسند خاطر اور مقبول اپنے مالک کا ہو جاوے سو اُس کے یہی معنی ہیں کہ حق غلامی و کنیزی اپنی کا خوب ادا کرتا ہے بخلاف تبنّی اور ولد بنانے کے کہ اُس کے واسطے یہ بات لازم ہے کہ متبنّٰی کو اپنے مرتبہ سے نکالنا اور اُس کو قائم مقام اپنے کرنا ہے اور اس بات میں شرک لازم آتا ہے بخلاف اصطفا اور محبوبیت کے بحث دوسری یہ ہے کہ لفظ کلّ لہٗ قانتون کا دلالت اس پر کرتا ہے کہ تمام شخص خواہ زمین کے رہنے والے یا آسمان کے مطیع اور فرمانبردار جناب حضرت باری تعالیٰ کے ہیں چنانچہ ابونعیم اور طبرانی اور ابویعلی اور ابن حبان اور اور محدثین ساتھ روایت ابوسعید خدری کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لاتے ہیں کہ کلّ حرف فی القراٰن یذکر فیہ القنوت ھو الطاعۃ یعنی جو حرف قرآن کا کہ اُس میں ذکر قنوت کا ہے پس مراد اس سے اطاعت ہے حالانکہ بہت مخلوقات جیسے کہ شیاطین اور کفار اصلاً مطیع اور فرمانبردار احکام الٰہی کے نہیں ہیں

Marfat.com

اور اسی واسطے مجاہد نے ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ قیامت کے دن مطیع اور فرمانبردار ہو جاویں گے دوبارہ اُن سے سوال کیا کہ اطاعت اور فرمانبرداری خاص مکلفین کے واسطے ہے کہ انھیں کے اوپر طاعت واجب ہے اور ما فی السّمٰوٰت والارض ہر شئے کو شامل ہے خواہ مکلف ہو خواہ غیر مکلف اُنھوں نے جواب میں اور طرح معنی اس عبارت کے بیان فرمائے کہ معنی قنوت کے یہ ہیں کہ جتنی چیزیں جہان کی ہیں کل جناب باری کے وجود کے اوپر دال ہیں اس واسطے کہ خود بخود علامات حدوث اور احتیاج کی اُن کے اندر موجود ہیں اور آثار قدرت اور حکمت کے ان میں جلوہ گر ہیں یا معنی اس کے یہ ہیں کہ تمام موجودات اس کے قبضہ اور تصرف میں ہیں جس طرح چاہے اُن میں تصرف کرے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتی ہیں چنانچہ یہی معنی تفسیر میں گزرے اور تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں کل لہ قانتون آیا نہ کہ کل لاحکامہ قانتون اور کفار اور شیاطین کہ احکام شرعی کے منکر ہیں اور تابعداری نہیں کرتے ہیں اوّل اُن احکام کو احکام الٰہی نہیں جانتے ہیں اور اگر جیسے دیدہ و دانستہ انکار اُس کے احکام کا کرتے ہیں لیکن انکار وجود اور صفات کمال اُس کے کا ہرگز نہیں کرتے ہیں ہر شخص خواہ اہلِ حق سے ہو خواہ اہلِ باطل سے اس کی جبلت میں یہی ہے کہ معرفت ذات کی اور اعتقاد کمال صفات کا اُس کو ہو گو طریق خطا کا اس نے اختیار کیا اور افراط اور تفریط سرزد ہوتی ہے اور ہر شے کے واسطے کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں روح شاعر، اور دراک ہے کہ بسبب اُس کے اس معرفت سے محروم نہیں ہے مکلف ہو یا غیر مکلف حیوان ہو یا جماد اور دلیل اس کی یہ ہے وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ و کل قد علم صلٰوتہ وتسبیحہ اور بحث تیسری یہ ہے کہ لفظ ما کا ما فی السّمٰوٰت میں واسطے غیر ذوی العقول کے ہے اور کل لہ قانتون صیغہ جمع سالم مذکر ذوی العقول کا ہے اس عنوان کے بدلنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مملوکیت کے بیان کرنے کے واسطے لفظ غیر ذوی العقول کا ذکر کیا اور مانند عروض اور اقمشہ کے قرار دے کر کلمہ ما کا استعمال کیا کہ اس کو مناسبت اس مقام کے ساتھ بہت ہے اور مقام بیان قنوت میں کہ یہ فعل ذوی العقول کا ہے ذوی العقول کو تغلیب دی کہ اس جگہ مناسب یہی ہے پس تفنن عبارت میں کمال بلاغت پائی گئی واللہ اعلم باسرار کلامہ بحث چوتھی یہ ہے کہ جملہ فیکون کا اوپر قرأت رفع کے کہ

Marfat.com

جمہور قرأنے اسی کو اختیار کیا ہے معطوف یقول کے اوپر ہے یا ابتدار کلام ہے اور تقدیر اس طرح ہے فہو یکون لیکن ابن عامر کی قرأت پر کہ فیکون کو منصوب پڑھتے ہیں بڑا اشکال لازم آتا ہے اس واسطے کہ مابعد امر کا بغیر سببیت کے منصوب نہیں ہوتا ہے اور اس جگہ سببیت معقول نہیں ہے اس واسطے کہ وجود شئے کا سبب اپنے ہی وجود کا نہیں ہوتا ہے کہ سببیت شئے کی اپنے نفس کے واسطے باطل ہے اور اسی واسطے علماء عربیت نے مقرر کیا ہے کہ جواب امر کا چاہیئے کہ کسی وجہ سے مخالف ہو جیسے کہ اذھب تنتفع یا فاعل میں مخالف ہو جیسے کہ اذھب یذھب زید یا دونوں چیزوں میں مخالفت ہو جیسے کہ اذھب ینفعك زید اور جس جگہ دونوں فعل میں بھی متحد ہوں اور فاعل میں بھی متحد ہوں اُس جگہ نصب جائز نہیں رکھا ہے اس واسطے کہ الشئ لا یکون شرطا لنفسہ یعنی شئے نہیں ہوتی ہے شرط واسطے نفس اپنے کے پس معنی ان فعلت فعلت کے کہ شرط صحت جواب بالفا کی ہے مستحق نہ ہوں گے جواب اس کا یہ ہے کہ جو غرض مترتب اوپر امر کے ہے کبھی ایسی چیز ہوتی ہے کہ مغایر فعل امر کے ہو چنانچہ اکثر اوقات اسی طرح وقوع میں آتا ہے اور اسی واسطے علماء عربیت نے مخالفت فعل یا فاعل کی شرط کی ہے اور کبھی غرض مترتب امر کے اوپر بعینہٖ وہی فعل ہووے پس اُس فعل کو جواب امر ڈالنے میں خبردار کرنا اس بات کا اوپر ہے کہ غرض ہماری اس امر سے کوئی شئے دوسری سوائے اس فعل کے نہیں جیسے کہ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ اذھب تذھب معنی اس کے یہ ہیں کہ غرض ہماری اس امر سے محض جانا تیرا ہے نہ چیز دوسری اور اس آیت میں ہرگاہ کہ امر کن سے مقصود طلب کرنا نفس وجود کا ہے کان تامہ کو جواب کان تامہ کا کیا اسی غرض کے واسطے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء نحو نے نصب جواب فا کا اس طرح بھی جائز رکھا ہے کہ جواب ایسی خبر کے بعد آوے کہ بمعنی امر کے ہے یا ایسی خبر کے بعد کہ الفاظ اس کے متضمن امر کے لفظ کو ہوں چنانچہ پہلے کی مثال یہ ہے اتق اللہ امرا وافعل خیرا فیثاب علیہ اور دوسرے کی مثال یہ ہے قلت لزید زرنی فیزورنی اس واسطے صحت اس جواب کی اُوپر معنی کے ہے نہ اوپر لفظ کے پس جو خبر کہ بمعنی امر کے ہے حقیقت میں وہ امر ہے اور ایسے ہی جو خبر کہ متضمن امر کے لفظ کو ہے اُس کو مشابہت تامہ ہے ساتھ امر کے اس بات میں کہ مسبب بعد لفظ کے واقع ہوا اگرچہ وہ سبب

Marfat.com

امر کا نہیں ہے بلکہ سبب مضمون خبر کا ہے پس اس قاعدہ کے موافق نصب فیکون کا مبنی اوپر تشبیہ اُس کی کے ساتھ جواب امر کے ہے اس واسطے کہ یہاں بھی فیکون بعد انما قول لکن کے واقع ہوا اور یہ خبر ہے کہ لفظ امر کو متضمن ہے اور کہنا کُن کا سبب ہے واسطے مدلول فیکون کے لیکن اس صورت میں فیکون تتمہ مقول کے سے ہوا صواب یہ تھا کہ فیکون ساتھ تا، خطاب کے ہوتا مثل اذهب فتذهب لیکن نکتہ غائب کے صیغہ لانے میں یہ ہے کہ اس امر حادث کو اس کلام میں دوبار ساتھ لفظ غیبت کے ذکر فرمایا اوّل امراً کا لفظ کہا اور دوسرے لَہٗ کا اور یکبار اوپر طریقہ خطاب کے بیچ لفظ کُن کے پس اس جگہ بھی جانب غیبت کو تغلیب دی تاکہ تلافی خطاب اور غیبت کا حاصل ہوا اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب یہ جواب مشابہ جواب امر کے ہے اور حقیقۃً جواب امر کا نہیں ہے پس رعایت خطاب اور غیبت کی بہ نسبت اُن آدمیوں کے کرنی چاہیئے کہ اصل کلام ساتھ اُن کے کیا جاتا ہے اور مخاطب ساتھ اصل کلام کے کہ متضمن اس امر کو ہے وہ مکلفین ہیں کہ مدتہائے دراز سے خلعت وجود کا پہن کر لیاقت تخاطب کی اُنھوں نے حاصل کی ہے اور حوادث متجددہ کو اُس مقام سے غیبت ہے پس باعتبار اس دقیقہ کے استعمال صیغہ غائب کا متعین ہوا بحث پانچویں یہ کہ کلمہ کُن کا کنایت پیدا کرنے سے ہے اور لفظ فیکون کی دلالت اوپر سرعت وجود اشیاء کے بعد تعلق ایجاد کے ہے اس واسطے کہ فا موضوع ہے واسطے تعقیب مع الوصل کے پس حاصل کلام یہ ہوا کہ اذا قضیٰ امرا فلا یحتاج الی شئ الا الایجاد فیوجد کا فیوجد بلا مهلة پس وجود اشیاء کا بعد تعلق ایجاد کے ہے اس واسطے نسبت اس کی طرف کلمہ کُن کے تمثیل کے قبیل سے ہے اور حقیقۃً تخاطب نہیں گویا امر مکون کو ذہن میں مانند بندہ مامور مطیع اور فرمانبردار کے قرار دیا ہے کہ ہرگز فرمان خداوند سے ایک دم توقف نہیں کرتا ہے اور بمجرد حکم کے امتثال کرتا ہے اور اس بیان میں بڑی تاکید نکلی اس امر کی کہ جناب اُس کی پاک ہے فرزند بنانے سے اس واسطے کہ جس کو اس مرتبہ کی قدرت حاصل ہو اس کو کیا حاجت ہے کہ مانند اور جانوروں اور آدمیوں کے اُس کے فرزند ہوں اور پرورش اُن کی کرے اور حاجت جماع اور حمل اور رضاع اور فطام کی اُس کو ہو تعالیٰ شانہ وعظم برهانه اور جو لوگ کہ ان معنی تمثیل سے بے خبر ہیں اور ظاہر لفظ تک

Marfat.com

نظر اُن کی محدود ہے بہت اشکالات کی تنگی میں اس مقام میں گرفتار ہوئے منجملہ ان اشکالات کے ایک یہ ہے کہ مخلوق مخاطب ساتھ کلمہ کن کے کس وقت ہوتی ہے قبل وجود کے صلاحیت خطاب کی اُس کو نہیں اور بعد وجود کے طلب وجود کی ساتھ کلمہ کُن کے کرنی تحصیل حاصل کی ہے اور ایک اشکال یہ ہے کہ کلمہ کُن کا قدیم نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ مرکب اجزاء غیر قارہ سے ہے اس سبب کہ پہلے کاف ہے اور نون اُس کے پیچھے ہے اور جس وقت کاف زبان پر تھا نون اس وقت نہ تھا اور جب یہ کلمہ حادث ہوا محتاج ہوا طرف دوسرے کن کے وہکذا فیلزم الدور والتسلسل اور ایک اشکال یہ ہے کہ قادر مطلق قطع نظر اس کلمہ کے بھی ایجاد اشیاء کا کرسکتا ہے پس یہ کلمہ محتاج الیہ نہ رہا اور محض لغو ہوا اور اگر نہیں کرسکتا ہے پس قادر مطلق نہ رہا اور بعض اشکال یہ ہے کہ ہم اپنے حال کو قطعاً جانتے ہیں کہ اگر ہزار بار اس کلمہ کو کہیں بالکل ہیچ پیدائش کسی فعل کے فعلوں میں سے تاثیر نہیں کرتا ہے پس حال ہر قادر مرید کا یہی ہے اور ان اشکالات کے جواب دینے میں بڑی حیرت ہوتی ہے اور چپ و راست ہاتھ مارتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ یہ کہنا عام نہیں کہ ہر مخلوق میں پایا جاوے بلکہ خاص ہے ساتھ اُن شخصوں کے کہ موجود ہو چکے ہیں اور ایک حال سے طرف دوسرے حال کے انتقال کرتے ہیں مانند اُن آدمیوں کے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو فرمایا ہے کونوا قردۃ خاسئین اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ھذا اللفظ امر للاحیاء بالموت وللموتی بالحیٰوۃ یعنی یہ لفظ امر ہے زندوں کو ساتھ مرجانے کے اور امر ہے واسطے مردوں کے ساتھ زندہ ہونے کے اور فخر الاسلام بزدوی نے کہا ہے کہ تکلم ساتھ اس کلمہ کے واسطے ایجاد کے نہیں بلکہ اوپر وجہ جریان سنت الٰہی کے ہے واسطے اعلام ملاء اعلیٰ کے تاکہ جب اس کلمہ کو سنیں معلوم کرلیں کہ حق تعالیٰ نے کسی شئے کو پیدا کیا ہے اور اس قول کی تائید کی ہے ساتھ اس چیز کے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ان ربنا اذا قضی امرا سمعت الملئکۃ صوتا کانہ صلصلۃ علی صفوان الی اٰخر الحدیث اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ امر تکلیفی نہیں تاکہ فہم خطاب کا اور وجود دوسرے شروط کا درکار ہے بلکہ امر تسخیری ہے خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ بعد تحقیق معنی تمثیل کے یہ کلام تمام تکلفات بارِدہ سے بے پرواہ ہوا اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کی ہے کہ ایک دُعا کرنے والا بیچ مسجد آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے دُعا کرتا تھا اس طرح سے کہ اللّٰھمّ انّی اسئالك باسمك الّذی
لآاله الّاانت الرّحمٰن الرّحیم بدیع السّموات والارض واذآاردت
مرا فانّما تقول له کن فیکون آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دُعا کو سُن کر فرمایا
کہ اس دُعا کرنے والے کو خبر پہنچاؤ کہ دُعا اس کی ساتھ اسم اعظم کے واقع ہوئی اور مقبول ہوئی
و اب تک کہ مذکور ہوئے اقوال بیہودہ اہل کتاب کے تھے کہ دانا اُس سے مثل نادانوں کے ہوگئے
ور مشابہت اپنی عرب کے جاہلوں اور مشرکین سے پسند کرکے بیہودہ گوئی کرتے ہیں وَ قَالَ
الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اور کہتے ہیں وہ لوگ کہ کچھ نہیں جانتے ہیں اہل کتاب اور مشرکین مکہ
اور دوسرے بُت پرست اور نہیں جانتے ہیں کہ قابلیت ہم کلامی کی ساتھ خدائے عزّوجل کے
کیا شرط ہے اور کس شخص میں وہ شرطیں پائی جاتی ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کو ثابت کرنا رسالت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کی اور تصدیق دعوے کی منظور ہے لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ یعنی کس واسطے نہیں
کلام کرتا ہے ہم سے خدائے تعالیٰ بالمشافہ کہ فلانے کو میں نے بھیجا ہے اور وہ اپنے دعوے
میں سچا ہے جھوٹ نہیں کہتا ہے جیسا کہ کلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ ساتھ محمدؐ کے اور ساتھ فرشتوں
کے اور ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے اس واسطے کہ یہ طریق سہل ہے واسطے حصول اس مطلب کے
اور حکیم شخص جب قصد حاصل کرنے کسی مطلب کا کرے اقرب اور طریق سہل اُن کا اختیار کرتا ہے
اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ یعنی کس واسطے نہیں آتی ہے روبرو ہمارے علامت کہ بسبب اُس علامت کے
ناچار ہو کر حقیقت اُس کی معلوم کریں جیسے کہ زمین مکہ میں کہ بے آب محض ہے چشمے جاری ہو جاویں
یا اُس زمین میں ایک دفعہ باغ پیدا ہو جاویں یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم پر گرے یا فرشتوں کی
صفیں کی صفیں ہمارے سامنے نمودار ہوں یا محمدؐ کے واسطے گھر سونے اور چاندی کا پیدا ہو یا محمدؐ
آسمان پر جا کر ایک دفعہ کتاب ہمراہ اپنے لاوے کہ ہم اُس کو پڑھیں اور منشا اس گفتگو اُن کی
کا جہل ہے اس واسطے کہ وہ نہیں سمجھتے ہیں کہ رتبہ ہم کلامی کا اللہ کے ساتھ بہت بڑا ہے ہم
ب یکسر اس مرتبہ کو نہیں پہنچے بلکہ پہلا پایہ کہ ایمان ہے وہ بھی حاصل نہیں اور یہ مرتبہ خاص
ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے واسطے ثابت ہے اوروں کو میسر نہیں ہوتا ہے پس فرمائش
ہم کلامی کی خدا کے ساتھ گویا فرمائش اس بات کی ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ انبیا یا فرشتے

Marfat.com

بنادیوے اور یہ فرمائش ان نادانوں سے مستبعد نہیں اس واسطے کہ کَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ یعنی ایسے ہی کہہ کر چلے گئے وہ لوگ کہ پہلے اُن سے تھے۔ مانند گفتار اُن کی کے بے تفاوت اس واسطے کہ اوائل اور متقدمین اُن کے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً واجعل لنا الٰهًا كما لهم اٰلهة کہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ کہہ کر چلے گئے ہیں اور دوسری امتوں کے جاہل لوگوں نے بھی پیغمبروں اپنے سے اس قسم کی فرمائشیں کی ہیں پس اگرچہ کفار اس زمانہ کے اور پہلے زمانہ کے کفار باعتبار زمان اور مکان اور قوت اور جسم اور طول عمر کے اختلاف بہت رکھتے ہیں لیکن تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ یعنی ہمرنگ ہیں دل اُن کے جیسے کہ پہلے کفار کے دلوں میں شبہات وارد ہوتے اور انکار معجزات پیغمبروں کا ہوتا تھا اس زمانہ کے کفاروں کے دلوں میں بھی واقع ہوتے ہیں پس طلب ہم کلامی کی خدا کے ساتھ کہ ان میں پائی جاتی ہے صریح آثار جہل کے سے ہے حاجت جواب کی نہیں اب ہم متوجہ ہوتے ہیں طرف فرمائش علامت اور معجزہ کے پس جواب اس کا یہ ہے کہ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ یعنی تحقیق واضح اور روشن کردیں ہم نے علامتیں اور معجزات اس پیغمبر کے جیسے کہ انشقاق قمر اور سلام اور کلام کرنے حجر کے اور آجانا درخت کا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اور رونا ستون کا چوب کے بسبب فراق آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تسبیح کرنی سنگریزوں کی ہاتھ مبارک میں اور اُس کے یاروں کے ہاتھ میں اور رواں ہونے چشمے پانی کے انگلیوں مبارک سے اور شکایت اونٹنی اور ہرنی کی اور دوسرے جانوروں بے زبان کی رُوبرو آں حضرتؐ کے اور گواہی دینی سوسمار اور گرگ کی اوپر صدق دعوے اُس کے کے اور سیر ہوجانا لشکروں کا تھوڑا کھانے سے بسبب برکت آں حضرتؐ کے اور دُور ہوجانا سخت بیماریوں کا بسبب پہنچانے ہاتھ کے اور نزول ہر ہر آیت کا اس کلام معجز نظام سے اوپر قلب مقدس اُس کے کے باوجود اُمّی ہونے اور حرف نہ پہچاننے کے وعلیٰ ہذا القیاس لیکن یہ تمام علامتیں روشن اور معجزے ظاہر لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یعنی واسطے ان لوگوں کے ہیں کہ ارادہ حاصل کرنے یقین کا رکھتے ہیں نہ واسطے اُن لوگوں کے کہ تعصب اور عناد میں مشغول ہیں اور ارادہ تعجیز کا کرتے ہیں اور اگر ساتھ نظر تامل کے

Marfat.com

کے دیکھیں جان لیں کہ علامات اور معجزات پیغمبروں کے میں یہ شرط نہیں کہ موافق فرمائش منکروں کے آئیں یا اضطرار کی حد کو پہنچا دیں یعنی لاچاری کے سبب یقین کرنا پڑے بلکہ اس طرح سے ایمان کی صحت میں خلل پیدا ہوتا ہے اس واسطے کہ ایمان صحیح وہی ہے کہ اپنے اختیار سے ہو نہ اضطراً کے ساتھ البتہ بیچ علامات اور معجزات پیغمبروں کے اس قدر شرط ہے کہ قابل انذار اور تبشیر کے ہوں اور یہ بات اُن علامات اور معجزات میں کہ ہاتھ تیرے پر ظاہر ہوئے محقق ہے اس واسطے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ یعنی تحقیق بھیجا ہے ہم نے تجھ کو ساتھ معجزات حقہ کے اور راہ و روش صواب کے اور ساتھ اُس چیز کے کہ مقتضائے حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ تجھ کو یہ قدرت نہ دی کہ اُن کو جبر مومن کرے اس واسطے کہ جبر کی صورت میں فائدہ ایمان کا حاصل نہ ہوگا اور اُس وقت ایمان اُن کا مثل ایمان فرعون کے اور ہامان کے ایمان یاس کا ہوگا پس چاہیئے کہ حال تیرا اُس سے تجاوز نہ کرے کہ بَشِیْرًا یعنی بشارت دینے والا ہو تو ہر شخص کو کہ اپنے اختیار سے بے جبر اور اکراہ اور بغیر معائنہ عذاب کے تیری متابعت کرے وَّ نَذِیْرًا یعنی اور ڈرانے والا ہو تو اُس شخص کو کہ اپنے اختیار سے تیری متابعت نہ کرے وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ یعنی اور تجھ سے پرسش نہ ہوگی کہ منکرین تیرے کس واسطے راستے پر نہ آئے اور کس واسطے انھوں نے عناد اختیار کیا اگرچہ وہ منکرین اور معاندین داخل ہوئے درمیان اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ یعنی مصاحبان آگ جلانے والی کے ہاں اگر تجھ کو قدرت اس بات کی ہم دیتے کہ جبر سے ایمان قبول کرا دے اور پھر یہ لوگ اوپر انکار اور عناد اپنے کے باقی رہتے البتہ تجھ سے پرسش ہوتی کہ کس واسطے اُن کو ایمان پر نہ لایا تو باقی رہیں اس جگہ چند بحثیں اوّل یہ کہ فرق تشابہ اور تشبیہ میں کیا ہے اور اس آیت میں لفظ تشابہ کا کس واسطے اختیار فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ دل کفار اس زمانہ کے اور دل پہلے زمانہ کے کافروں کے یکساں تھے کچھ اُن کے درمیان میں فرق نہ تھا واسطے اثبات برابری کے لفظ تشابہ کا مناسب ہوا بخلاف تشبیہ کے کہ دلالت اوپر مخالفت مرتبہ مشبہ اور مشبہ بہ کے کرتی ہے اسی واسطے شعراء کو جس وقت بیان برابری اور مساوات کا منظور ہوتا ہے تشبیہ سے عدول کرکے لفظ تشابہ کا لاتے ہیں چنانچہ کہنے والے نے کہا ہے بیت:۔

ارق الزجاج ورقت الخمر فتشابھا وتشاکل الامر

فکانما خمس ولا قدح وکانما قدح ولا خمس

دوسری بحث یہ ہے کہ بیچ آیت قد بینا الآیات لقوم یوقنون کے ظاہر میں اشکال وارد ہوتا ہے اس واسطے کہ اہل یقین کیلئے بیان کرنے کی کیا حاجت ہے بلکہ بیان واسطے اہل تردد و شک کے چاہئیے اہل یقین کے روبرو بیان کرنا تحصیل حاصل کی ہے جواب اس کا عین تفسیر میں گزرا کہ مراد اہل یقین سے وہ آدمی ہیں کہ مستعد حصول یقین کے اور درپے تحصیل اُس کی کے ہیں نہ وہ آدمی کہ جن کو بالفعل یقین حاصل ہے تیسری یہ ہے کہ بیچ قرأت نافع اور یعقوب کے لفظ ولا تسال عن اصحاب الجحیم بصیغہ نہی حاضر کے آیا ہے اور اکثر مفسرین نے معنی اُس کے اس طرح بیان کئے ہیں کہ استفسار مت کر حال دوزخیوں کے سے کہ نہ زبان تحمل بیان اُس کے کا رکھتی ہے اور نہ گوش طاقت سُننے اُس کے کی اور مراد اس نہی سے بیان کرنا شدت عذاب دوزخیوں کا ہے لیکن عبدالرزاق اور ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی اور داؤد بن ابی حاتم سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن فرماتے تھے کاش جان لوں میں کہ انجام والدین میرے کا کیا ہوا حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی انا ارسلنك بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسال عن اصحاب الجحیم کے بعد آں حضرتؐ نے کبھی ذکر اپنے والدین کا نہ فرمایا یہاں تک کہ انتقال فرماگئے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بعد ذکر ان دو روایتوں کے کہا ہے کہ باوجود ارسال سند کے اسناد اُن کی ضعیف بھی ہے اور باوجود اس کے سیاق کلام کے ساتھ بھی چنداں چسپاں نہیں واللہ اعلم اور اگر کسی دل میں یہ خطرہ گزرے کہ گر علامات اور معجزات اس پیغمبر کے کہ واسطے بشارت اور انذار کے بھیجے گئے ہیں مانند علامات اور معجزوں دوسرے پیغمبروں کے صلاحیت بشارت اور انذار کی رکھتے تھے ضروری ہے کہ اُن علامات اور معجزات کو اہل علم اور کتاب اللہ کے جاننے والے پسند کرتے گو جاہل اور بے فہم انکار اور عناد کی راہ چلیں لیکن علامات اور معجزات اس پیغمبر کے اہل کتاب کہ یہود اور نصاریٰ بھی ہیں قبول اور پسند نہیں کرتے ہیں پس واسطے دفع اس وسوسہ کے جان کہ قبول نہ کرنا معجزات تیرے کا کہ یہود اور نصاریٰ سے وقوع میں آیا اس سبب سے نہیں کہ علامات اور معجزات میں کچھ قصور ہے بلکہ اس جہت سے ہے کہ یہ دونوں گروہ تجھ سے راضی نہیں ہیں

Marfat.com

اور محض تعصب اور عناد کا پردہ انکی بصیرت پر آگیا اس سے کہ معجزات تیرے کو سچا سمجھیں اور اگر تو
چاہے کہ ان کو رضامند کرے ہرگز یہ بات راست نہیں آتی ہے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ
وَلَا النَّصَارٰى یعنی اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہودی اور نہ نصاریٰ تاکہ معجزات تیرے
کو قبول کریں اس واسطے کہ یہ دونوں اپنے تئیں اہل علم جانتے ہیں اور خلائق کے نزدیک یہ بات
مشہور ہے کہ کتب الٰہیہ انھیں کے پاس ہیں پس اس سبب سے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ جو کوئی ہمارے
سوائے جہان میں ہے تمام ہمارے تابعدار ہیں اور ہم سب کے متبوع ہوں پس تجھ سے کس طرح
راضی ہوں گے کہ تو اُن کو اپنا تابع بناتا ہے البتہ یہ لوگ راضی نہ ہوں گے حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ
یعنی یہاں تک کہ پیروی کرے تو مذہب منسوخ اُن کے کی اور دین اور آئین تراشے ہوئے
اُن کے کی اور یہ امر ہرگز تجھ سے وقوع میں نہ آئیگا بلکہ تو ہم اُن کو اس خیال خام اور طمع کاذب سے نااُمید
کر قُلْ یعنی کہہ کہ پیغمبر کو لائق نہیں کہ کسی چیز کی پیروی کرے سوائے ہدایت الٰہی کے اِنَّ
هُدَى اللّٰهِ یعنی تحقیق ہدایت خدا کی ہر زمانہ میں هُوَ الْهُدٰى یعنی وہی ہدایت ہے کہ پیغمبر
اُس زمانہ کے لائے ہیں اور سوائے ان ہدایتوں کے اور جتنا تیں اگرچہ قبل نسخ کے ہدایت تھیں
لیکن بعد نسخ کے ہدایت نہ رہیں بلکہ منجملہ خواہشات نفسانی کے ہوئیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
یعنی اور اگر بالفرض تبعیت کرے تو خواہشوں نفسانی اُن کی کی بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ
الْعِلْمِ بعد اُس کے کہ آیا تیرے پاس علم قطعی ساتھ اس بات کے کہ اس زمانہ میں انحصار
ہدایت کا اسی میں ہے جس ہدایت کو تو لایا ہے اور سوائے اُس ہدایت کے سب منسوخ ہیں
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ یعنی نہیں ہے واسطے تیرے عذاب خدا کے سے کوئی دوست کہ
بسبب سعی اور تلاش اپنی کے تجھ کو اُس سے رہائی دے وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی اور نہ یاری دینے والا
کہ زور سے اُس عذاب کو دفع کرے یہاں تک کہ عیسیٰ اور موسیٰ بھی بسبب متابعت ملت اپنی
کے حمایت تیری نہیں کر سکتے اور معہذا تمام اہل کتاب اوپر انکار تیرے کے متفق نہیں ہیں
اور معجزات تیرے کو رد نہیں کرتے ہیں بلکہ اہل کتاب خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ دو قسم
ہیں ایک قسم اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یعنی وہ آدمی ہیں کہ دی ہم نے اُن کو کتاب اور
حقیقت میں قدر کتاب وہی جانتے ہیں اور اُس کے معنی کو سمجھتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ

Marfat.com

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ یعنی پڑھتے ہیں اُس کتاب کو حق تلاوت اسکی کا بجالا کر بغیر تحریف لفظی یا معنوی کے اور ساتھ محافظت حروف اور کلمات اور تصدیق محکمات اور متشابہات کے اور نہایت احتراز کرتے ہیں تغیر مدلولات کے سے باوجود غور اور تامل کرنے کے بیچ تقریر اور سمجھنے مدلولات اور اشارات اُس کے کے اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یہ گروہ اہل کتاب کا البتہ ایمان لاتا ہے ساتھ اس حق کے کہ ہمراہ تیرے ہم نے بھیجا ہے اور ساتھ اُس علم اور ہدایت کے کہ اوپر دل تیرے کے ہم نے نازل کیا ہے بلکہ ایمان اُن کا ساتھ اُس حق منزل کے عین ایمان کا ساتھ اپنی کتاب کے ہے اور انکے واسطے یہی بات کافی ہے کہ کمال معجزات تیرے کا اعتقاد کرتے ہیں اور صلاحیت بشارت اور انذار کی تیرے اندر جانتے ہیں وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ یعنی اور جو کوئی کافر ہوتا ہے ساتھ اُس حق منزل کے اور وہ دوسری قسم ہے اہل کتاب کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی پس وہی گروہ ہیں زیاں کار کہ ایمان بھی ساتھ اُس حق منزل کے انکے ہاتھ سے گیا اور اپنی کتاب کے ساتھ بھی اُن کو ایمان نہ ہوا اور دنیا سے بے بہرہ ہوئے اس سبب سے کہ مقتول اور مقید ہوئے اور جلا وطن ہونا اولاد کا ہمیشہ اُن کے آیا اور آخرت میں بے نصیب رہے کہ بسبب کفر اور عناد کے قعر دوزخ میں جائے اُن کی ہوئی پس اگر یہ لوگ باوجود کمال خسارت اپنی کے بیچ معجزات اور علامات پیغمبری تیری کے شکوک اور شبہات وارد کریں اور اُن کو قبول نہ رکھیں کچھ اندیشہ کا مقام نہیں کہ حقیقت میں اہل کتاب میں سے یہ لوگ نہیں ہیں گو ظاہر میں مثل حمار کے حامل اُس کے ہوں مصرعہ کہ نکتہ داں نشود کرکتاب بہ خورد۔

باقی رہیں اس جگہ چند بحثیں کہ واجب التعرض ہیں اوّل یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعد ظاہر ہونے دلائل اور روشن ہونے برہانوں کے تقلید باطل[1] ہے اس واسطے کہ اتباع ہوی کا بعد

---

[1] قولہ تقلید باطل ہے یہ قول مطلقاً عدم وجوب تقلید پر دلالت کرتا ہے اور اس جگہ تقلید ہوٰی کی یا تقلید کفار۔ آیت ولئن اتبعت اھوائھم قصہ یہود و نصارٰی کے سے ثابت ہے باطل اور حرام ہے اس واسطے ولئن اتبعت میں خطاب اعلیٰ کو ہے اور احتراز ہے اسفل سے اعلیٰ کو اسفل کی تقلید حرام ہوئی نہ تقلید ائمہ اربعہ کہ وہ واجب ہے باتفاق علماء جیسا کہ بیچ بیان چہ گروہ کے اسی تفسیر کی ابتدا میں مولانا صاحب نے خود آیہ فسئلوا اہل الذکر سے طرف وجوب تخیر کے اشارہ کیا ہے اور دوسری آیت ان اولی الناس الخ سے وجوب ثبوت تقلید ائمہ مجتہدین کا ارشاد فرمایا اور عبارت تفسیر احمدی کی بھی وجوب پر دلالت کرتی ہے اذا التزم مذہبا یجب علیہ ان یقوم علی مذہب التزمہ ولا ینتقل الی مذہب اٰخر (احمدی و عزیزی)

Marfat.com

علم آنے کے سبب ہے اور اسی سبب سے ہے کہ عالم مجتہد کو تقلید غیر کی حرام ہے دوسری یہ کہ اس آیت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر معلوم ہووے کہ فلانا شخص یہ حرکت نہیں کرنے کا لیکن اس شخص کو منع کرنا اور خوف دلانا بد انجامی اُس کی سے موافق حکمت کے ہے چنانچہ اس جگہ یہ بات معلوم تھی کہ آنحضرت صلعم سے اتباع اہل ہوٰی کا وقوع میں نہ آوے گا اور باوجود اس کے وعید سخت اُس کے اوپر فرمائی اور نہی بلیغ کی اور مانند اسی آیت کے آیت دوسری ہے لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین اور ستر اس میں یہ ہے کہ شاید علم الٰہی میں باز رکھنے والے اُس فعل سے بھی تاکیدات بلیغہ اور تخویفات ہائلہ ہوویں یا یہ سبب ان تاکیدات کے عصمت انکی انتہائی زیادہ ہوجاوے اور یہ سبب بھی ہے کہ ایسی بڑی تاکیدیں اس واسطے کرتے ہیں کہ عصمت اُن کی قوی ہوجاوے اور یہ بھی سبب ہے کہ ایسی سخت تاکیدیں معصومین کے حق میں اس واسطے ہوتی ہیں کہ امت کے لوگوں کو زجر شدید حاصل ہو اور جان لیں کہ صاحب ان مراتب عالیہ کے اگر مصدر ان افعال کے ہوویں اُن کے واسطے یہ بدمآلی موجود ہے اور ہنے اب تک کہ وادی آزل بھی ایمان کی طے نہیں کی کس طرح مطمئن ہوں حاصل یہ ہے کہ یہ معاملہ عکس اس معاملہ کا ہے کہ ابولہب کو کافر جانتے ہیں اور ایمان لانے میں ترغیب فرماتے ہیں اور ساتھ نیک وعدوں کے اُس کو طامع کرتے ہیں تاکہ حجت پوری ہوجاوے اور عذر کی گنجائش نہ رہے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی سببیت اسباب کی باطل نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ اُس کے علم میں سلسلہ اسباب اور مسببات کا ترتیب وار متحقق ہے پس علم اللہ تعالیٰ کا مؤکد سببیت اسباب کا ہے نہ مبطل اُس کا اور لسبب دریافت اسی سر کے علم انبیأ اور وارثین انبیاء کا ممتاز ہے مجذوبوں کے علم سے کہ انھوں نے مسببات کو واجب الوقوع جان کر ہاتھ طلب اور تلاش مبادی اور اسباب کے سے اٹھا لیا ہے اور دروازہ تسبیب کا اپنے آپ پر بند کر لیا ہے بخلاف انبیا کے کہ ہمیشہ مزاولت اسباب کی کرتے ہیں اور ترک اسباب سے نہی فرماتے ہیں انھوں نے قدرت اللہ تعالیٰ کی دیکھی اور حکمت الٰہی سے کہ رابطہ ہر مسبب کے ساتھ سبب اُس کے کے ہے چشم پوشی کی اور یہ لوگ دونوں کارخانہ ملاحظہ کرتے ہیں اور رعایت دونوں جانب کی پیش نظر رکھتے ہیں تیسرے یہ کہ اس سورۃ میں اس جگہ بعد الذی جاءك من العلم واقع ہوا ہے اور سورۃ آل عمران میں فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ

Marfat.com

ماجاءك من العلم مذکور ہوا ہے دیتیرؔ اس سورۃ میں بیچ مقدمہ نسخ قبلہ کے من بعد
ماجاءك من العلم اور سورۂ رعد میں بعد ماجاءك من العلم واقع ہوا پس
بیچ ادا کرنے اس مراد کے کبھی لفظ من کا لاتے ہیں اور کبھی ترک کرتے ہیں اور کبھی الّذی فرماتے
ہیں اور کبھی لفظ ما کالاتے ہیں اس تفنن میں کیا نکتہ ہے اور اقتضا ہر مقام میں ان عبارتوں
کا کس اعتبار سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلمہ الّذی کا لفظ ما کی نسبت سے تعریف میں
زیادہ قوی ہے اس واسطے کہ یہ کلمہ کبھی نکرہ نہیں ہوتا ہے اور صلہ اس کا واجب ہے بخلاف
ما کے کہ کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ کلمہ من کا دلالت اوپر تبعیض کے کرتا ہے اور
جس وقت لفظ بعد کے اوپر داخل ہو دلالت اوپر توقیت وقت اور تعیین اُس کی کے کرتا ہے اور
لفظ بعد کا بدون من کے دلالت اوپر شیوع اور استیعاب اوقات کے رکھتا ہے جبکہ یہ دونوں
قاعدے معلوم ہوئے مناسبت ہر مقام کی ساتھ اُس عبارت کے کہ اُس جگہ اختیار فرمائی ہے
بسہولیت نکل سکتی ہے مثلاً اس جگہ علم سے مراد ہدایت الٰہی ہے کہ شامل ہے تمام امور دینیہ کو
یعنی عقائد ذات اور صفات اور نبوت اور معاد اور شرائع اور احکام کو اور یہ علم دو کمال رکھتا ہے
اول کمال عموم کا دوسرا کمال استمرار کا کہ ابتدائے زمانۂ بعثت سے آخر تک باقی ہے بغیر تغیر اور
تبدل کے پس لفظ الّذی کا کہ تعریف میں زیادہ تر ہے مناسب ہوا واسطے افادۂ تعریف اُس
علم کے اور لفظ مِن کا واسطے ابتدائے غایت کے ہے مناسب نہ ہوا اس واسطے کہ یہ علم موقت ساتھ
کسی وقت کے نہیں تا ابتدائے غایت اُس کی بیان کی جاوے پس عبارت بعد الّذی
جاءك من العلم لائق اس مقام کے ہوئی اور قبلہ کے مقدمہ میں مراد علم سے علم خاص ہے
کہ متعلق ساتھ امر قبلہ کے ہے اور وہ علم سابق نہ تھا بلکہ سابق اُس سے علم دُوسرا تھا کہ استقبال
بیت المقدس کو مقتضی تھا پس اُس جگہ لفظ من بعد ماجاءك من العلم چسپاں ہوا
اور ایسے ہی سورۂ آل عمران میں مراد علم خاص ہے ساتھ امر تولد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے
اور وہ علم بھی موقت بعد گفتگوئے وفد نجران کے نازل ہوا پس اُس جگہ بھی یہی عبارت مناسب
ہوئی اور سورۂ رعد میں ہر چند مراد علم خاص ہے متعلق ساتھ نزول حکم عربی کے کہ عبارت قرآن
سے ہے لیکن وہ علم بھی مانند علم ہدایت اور دین کے موقت نہیں بلکہ ابتدائے زمان بعثت سے

Marfat.com

اخیر تک مستمر اور باقی ہے پس باعتبار خصوصیت علم کے لفظ ما کا لائے کہ اس کی تعریف میں قصور ہے اور ایک نوع کا ابہام اس سے ٹپکتا ہے اور باعتبار استمرار اور دوام اُس کے لفظ من کو حذف کیا تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ خاص مانند عام کے مستمر اور دائم ہے اس کے واسطے ابتدا نہیں واللہ اعلم باسرار کلامہ چوتھے یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم قطعاً معصوم ہیں پس اتباع خواہشات کفار کا اُن سے قطعاً منتفی ہے اور جو شرط کہ مجزم العدم ہے محل استعمال لَوْ کا ہے نہ محل استعمال اِنْ کا حرف اِنْ کا اس جگہ کس واسطے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ خطاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر وجہ تحقیق کے نہیں کہ قطعیت وقوع شرط یا انتفاءِ شرط کی اُس میں رعایت کی جاوے اور الفاظ شرط کے سے جو کہ مناسب ان دو شق کے ہوں لفظ کیا جاوے بلکہ جملہ شرطیہ اس جگہ واسطے فرض محال کے ہے اور مقام فرض میں وقوع شرط میں شک ہوتا ہے اور ایسی جگہ استعمال لفظ اِنْ کا کیا جاتا ہے اور اسی واسطے بیچ مثل ان کان زید حمار افھو ناھق لفظ اِنْ کا مستعمل ہوتا ہے نہ لفظ لَوْ البتہ اگر خطاب اوپر وجہ تحقیق اور بیان واقع کے ہوتا ہے تو بسبب قطعیت انتفاء شرط کے استعمال لَوْ کا متعین ہوتا ہے مانند لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا کے اور جبکہ وہ بات نہیں ہے استعمال لَوْ کا بھی نہ کیا پانچویں یہ کہ حق تلاوت کلام اللہ کا کیا ہے جواب اس کا یہ ہے در باب ادائے حق تلاوت کے چند چیزوں کا اعتبار ہے چنانچہ ضمن تفسیر میں اشارۃً اُس کی طرف گزرا لیکن تفصیل ان چیزوں کی روایات صحیحہ میں وارد ہے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے تفسیر حق تلاوت میں فرمایا ہے یحلون حلالہ ویحرمون حرامہ ولا یحرفونہ عن مواضعہ یعنی حلال کرتے ہیں حلال اُس کے کو اور حرام کرتے ہیں حرام اُس کے کو اور نہیں تحریف کرتے ہیں اُس کو موضع اُس کے سے اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا یتلونہ حق تلاوتہ ای یتبعونہ حق اتباعہ یعنی تابع ہوویں اُس کے حق اتباع اُس کے کا ثم قرا ابن عباسؓ والقمر اذا تلٰھا یقول تبعھا اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی حاتم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ سے کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اذا مر بذکر

Marfat.com

الجنۃ سال اللہ الجنۃ واذا مر بذکر النار تعوذ باللہ من النار یعنی حق تلاوت کا یہ ہے کہ جب گزرے اوپر ذکر بہشت کے خدا سے اُس کا سوال کرے اور جب گزرے اُوپر ذکر آگ کے پناہ مانگے اُس سے ساتھ خدا کے اور خطیب نے بیچ کتاب الرواۃ کے مالک سے ساتھ روایت ابن عمرؓ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے کہ حلال اُس کے کو حلال مقرر کرے اور حرام اُس کے کو حرام جانے اور پڑھے اُس کو جیسا کہ نازل ہوا ہے اور کلام اُس کے کو تحریف نہ کرے اور معانی اُس کے کی تاویل فاسد نہ کرے اور احکام اُس کے کو بپاسِ خاطر دنیاداروں کے پوشیدہ نہ کرے اور منجملہ اُن کے ہے روایت ابن جریر اور وکیع کی حسن بصریؒ سے کہ انھوں نے کہا کہ حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے کہ ساتھ محکمات اُس کے کے ایمان لاوے اور موافق اُس کے عمل کرے اور اوپر متشابہات اُس کے کے ایمان لاوے اور جس چیز کا سمجھنا اُس پر مشکل ہو اُس کو مفوض عالموں کے کرے اور بیچ رد اور قبول اور تاویل اور تمثیل کے ساتھ عقل ناقص اپنی کے دخل نہ کرے اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں اہل کتاب وہی اشخاص ہیں جنھوں نے کتاب کے ساتھ یہ روشش لازم پکڑی ہے اور نفسانیت اور تعصب خاندان اور قوم اپنی کا یا محافظت وضع اور آئین اپنے کے تئیں حجاب معرفت کتاب کا نہیں کیا ہے نہ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو وسیلہ نخوت اور تکبر کا کیا اور مثل سگ گزندہ کے ہر کسی سے لپٹتے ہیں اور بیچ حجاب خود بینی اور غرور کے گرفتار ہیں اور دعویٰ اس بات کا کرتے ہیں کہ ہم سب لوگوں کے متبوع ہیں پھر بار دوسری تم کو خطاب کرتے ہیں اے بنی اسرائیل جیسے ابتدا کلام میں تم کو خطاب کیا تھا اور کہتے ہیں ہم یَا بَنِیْٓ اِسْرَاۗءِیْلَ یعنی اے بنی اسرائیل تم کو ایسا زعم ہو گیا ہے کہ ہم سب متبوع ہیں اور تمام خلائق ہمارے تابع رہے یہاں تک کہ جو تمام رسولوں سے افضل رسُول اور کامل سب سے ہیں اُن کو بھی تکلیف متابعت اپنی کے دیتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے ہو کہ ایسی شان اور مرتبہ تم کو کس طرح حاصل ہوا اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ یعنی یاد کرو تم اُس نعمت کو جو تم کو ہم نے عطا کی اور اُسی کے سبب سے یہ دعوے لمبے چوڑے تم کو یاد آئے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ یعنے اور یاد کرو اُس کو کہ تحقیق میں نے بزرگی دی تھی تم کو سارے

Marfat.com

جہان پر اور جو چاہوں میں اُس بزرگی کو تم سے چھین لوں اور دوسروں کو بخش دوں کچھ یہ بزرگی
صلی اور ذاتی تمھاری نہیں کہ تم سے جُدا نہ ہوسکے پس حق اُس نعمت کا اور خوبی اُس فضیلت کی
نہیں کہ تم آیتوں اور رسولوں ہمارے کو نہ مانو اور بسبب انکار کے ناشکری نعمتوں میری کی کرو
اتَّقُوْا یعنی اور ڈرو تم اس مقدمہ میں یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ یعنی اُس دن سے کہ کام نہ
دیوے گا کوئی نفس کامل کو آیتوں اور رسولوں اُس کے فضیلت اور بزرگی حاصل ہوئی ہو
خواہ نسبت ظاہری ہو مثل نفس یعقوب علیہ السلام کے اور خواہ نسبت معنوی مثل نفس موسیٰ اور
ہارون علیہما السلام کے عَنْ نَّفْسٍ یعنی کسی نفس سے گو وہ نفس آپ کو تابع اور منسوب اُس
نفس کا جانے اگر خدا اور رسولوں اُس کے کی اطاعت نہیں کی اور انکار کیا ہے شَیْئًا یعنی
کچھ کام آنا کہ تھوڑا سا عذاب کم کروا دے یا کچھ تخفیف حساب میں اس کی سعی سے ہو جاوے
وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ یعنی اور ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا اُس نفس سے کچھ عوض کہ بابت
دہائی تابع اپنے کے داخل کرے اگرچہ تمام اعمال نیک اپنے فدیہ اُسکے میں دیدے وَّلَا تَنْفَعُهَا
شَفَاعَةٌ یعنی اور کچھ نفع نہ دے گی اُس کی شفاعت اور سفارش کرنی ایسے تابعین کے حق
میں جو آیات اللہ اور رسولوں کے منکر ہیں گو اوروں کے حق میں نافع ہو وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ
یعنی اور نہ وہ یاری دیئے جاویں گے اس بات میں جناب الٰہی سے مواخذہ حقوق تلفی میں
گر کسی نے حق اُن کا تلف کر لیا ہو کہ یاری دیئے جاویں بموجب اس آیت کے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یعنی البتہ ہم مدد کریں گے رسولوں
اپنے کی اور ایمان والوں کی بیچ زندگانی دُنیا کے اور دن قیامت کے اور احتمال ہے کہ ضمیر
منہا اور تنفعہا اور هُمْ کی دوسرے نفس کی طرف کو راجع ہو یعنی جو کہ گرفتار عذاب کا ہے
اور معنی آیت کے موافق اُس کے ظاہر اور روشن ہیں چنانچہ پوشیدہ نہیں ہے باقی رہے
اس جا چند سوال جواب طلب اوّل سوال کہ یہ آیت بعینہا بیچ ابتدائے قصہ بنی اسرائیل کے
گذری اعادہ اُس کے سے اس جگہ کیا غرض واقع ہوئی جواب اُس کا یہ ہے کہ ذکر اُس مضمون
کا اوّل حصہ میں واسطے یاد دلانے نعمتوں کے تھا تا کہ کفران اُن نعمتوں سے احتراز کر کے راہ
شُکر اور طریق حق شناسی منعم کی اختیار کریں اور ذکر اس مضمون کا بیچ تمہ قصہ کے واسطے

Marfat.com

باطل کرنے دعوے اُن کے کے ہے کہ اپنے تئیں متبوع مقرر کرکے درخواست متابعت اپنی کی فضل
المرسلین سے کرتے تھے اس واسطے کہ جب نعمت الٰہی کو اپنے حق میں یاد کریں گے اور یہ بات بھی
تصور کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بزرگی تمام جہان پر عطا کی سو اس سے معلوم کرلیں گے
کہ منشا اس دعوے کا کوئی چیز ذاتی ہماری نہیں اور نہ یہ بزرگی ہمنے بزور نسبت اپنے بزرگوں کے سے پائی ہے
اور ایک دن ہمارے لئے درپیش ہے کہ اُس دن میں کوئی نسبت اور نسب کام نہ آوے گا بدون
متابعت طریقۂ حق کے پس نسبت کسی کی کارگر نہیں ہوگی اور کوئی راہ نجات کی ظاہر نہ ہوگی اور بعضے
مفسرین نے کہا ہے کہ صدر قصہ میں غرض لانے اس آیت سے یہ تھی کہ اجمالاً جمیع نعمتوں الٰہی
کو جو حق میں بنی اسرائیل کے ہیں یاد دلاکر شکرانے کی فہمائش کریں اور اُس دن سے کہ نسب
اور نسب بزرگان سلف کا کسی کے کام نہ آوے ڈرا دیں بعد ازاں تقسیم ان نعمتوں کی بحسب اوقات
اور اشخاص اس فرقہ کے ساتھ شروع تمام کے بیان کی طریق تحریر اجمال اور تفصیل جمع وخرچ
اہل حساب کے آخر اس قصہ میں بھی اعادہ کرنا اسی مضمون کا مناسب ہوا پس لانا اس آیت کا
اوّل اور آخر اس قصۂ طویلہ کے اُس قبیل سے ہے کہ حساب اور سیاق کہ اوّل فرد جمع اور خرچ
کی بطریق یادداشت تحریر کرتے ہیں کہ جمع اس قدر تھی اور خرچ اس قدر ہوا بعد اُس کے تفصیل
اور تقسیم تاریخ وار اور بابت کی کرتے ہیں جب حساب سے فارغ ہوتے ہیں پھر اُسی جمع خرچ کو
خلاصہ کرکے اعادہ کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اس آیت میں بہ نسبت آیت گزشتہ کے تین چیز میں
تفاوت واقع ہوا اوّل یہ کہ آیت سابقہ میں لا یقبل منها شفاعة فرمایا ہے اور اس آیت
میں لا تنفعها شفاعة دوسرے یہ کہ آیت سابقہ میں لا یؤخذ منها فرمایا ہے اور
اس آیت میں لا یقبل منها عدل تیسرے یہ کہ آیت سابقہ میں شفاعت مقدم فرمائی ہے
اور اس آیت میں نفی فدیہ کی مقدم فرمائی نکتہ اس تفاوت کا کیا ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ بعضے
نکات اس تغیر اسلوب کے آیت سابقہ کی تفسیر میں گزرے یاد کرنا چاہیئے اور جو کہ حاضر الوقت ہے
یہ ہے کہ شفاعت کا سُودمند ہونا دو چیزوں پر موقوف ہے اوّل یہ کہ شفاعت بذات خود نافع ہو نہ
مضر دوم یہ کہ وہ شفاعت جس کے روبرو لے جاویں قبول بھی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ اگرچہ شفاعت
بذات خویش نافع ہو جیسا کہ دینا مال کا یا خلاص کرنا قید سے مگر وہ شخص اس شفاعت کو قبول نہ کرے

Marfat.com

کچھ فائدہ اس شفاعت میں نہ ہوگا اور لغو محض ہوگی اور ایسے ہی اگرچہ شفاعت مقبول ہو لیکن
وہ بذات خود مضر ہو مثل شفاعت چور کی روبرو حاکم کے تو اُس کو سزا پہنچاوے وہ شفاعت محض
بے نفع ہے پس ایک جا نفی قبول کی فرمائی اور ایک جا سلب نفع کیا تاکہ دونوں طرح کے انتفاع
کی نفی ہو جاوے اور تحقیق اُس کی یہ ہے کہ انبیاء اور صلحاء کی طرف سے اُس دن میں شفاعت ہوگی لیکن
شفاعت عام اُن کی کہ بمنزلہ بیان قاعدہ کلیہ کے ہے مثل اغفر للذین آمنوا و عملوا
الصالحات یا ربنا اغفر لمن تبعنی و لمن عصانی اور امثال اُس کی ہرگز کافروں کے
کام نہ آوے گی اگرچہ مقبول ہوگی اور شفاعت خاصہ اُن کی حق میں ہر ہر کافر کے مثل شفاعت
ابراہیم علیہ السلام کے بیچ حق آزر کے مقبول نہ ہوگی پس دونوں وجہ کی شفاعت اسلاف کی سے اُن کو
نا امید کیا لیکن تخصیص آیت اولیٰ کی ساتھ نفی قبول کے اور اس آیت کی ساتھ نفی نفع کے پس
اس سبب سے ہے کہ آیت اولیٰ میں ذکر کفر کا بتصریح کیا ہے ولا تکونوا اول کافر بہ پس نفی
قبول کی اُس جا قبول ہوئی اور بیچ مضمون اس آیت کے ذکر انتساب اور اتباع کا ہے کہ اس کو
وسیلہ شفاعت متبوعین اور منسوب الیہم اپنے کا جانتے ہیں پس نفی نفع کی اس جا چسپاں ہوئی
گویا ایسا فرمایا کہ ہر چند شفاعت انبیاء اور اسلاف تمھارے کی حق میں تابعین اور منسوبین اپنے
کے مقبول ہے لیکن باوجود کفر تمھارے کے نافع نہ ہوگی کہ تم اُن کی تبعیت سے خارج ہوئے یا اور
بھی ذکر عدل میں اخذ اور قبول میں ملازمت نہیں ہے بلکہ جدا جدا ہو سکتی ہیں کیونکہ جائز ہے کہ
اخذ ہو لیکن بطریق تردد کے کہ رد کر دوں یا قبول کروں اور قبول نہ ہو ایسے ہی جائز ہے کہ قبول ہو
اور اخذ نہ ہو بلکہ بعد قبول کے اخذ نہ کریں اور آیت اولیٰ میں جو نفی قبول شفاعت کی سابق
گذری ہے وہ غالباً دنیا میں جو کی شفاعت ہے قبول نہیں کرتے ہیں اور غرض اس سے اخذ عوض ہوتی ہے اس
کو ساتھ لفظ اخذ کے نفی فرمایا تاکہ یہ توہم بھی مفقود ہو جاتے اور اس آیت میں جو نفی شفاعت
کی سابق نہیں ہوئی عوض کو ساتھ لفظ قبول کے نفی فرمایا کہ اُس جا دنیا عوض کا مقبول بھی نہ ہوگا
چہ جائے اخذ کے اس واسطے کہ اخذ بعد قبول کے ہے لیکن وجہ تقدیم و تاخیر شفاعت و عوض کی
پس یہ ہے کہ ابتدائے حادثہ میں شفاعت کو عوض دینے پر مقدم کرتے ہیں اور جب حادثہ استداد
قبول کرتا ہے اور استمرار پکڑتا ہے اس وقت دینے عوض کو اوپر شفاعت کے مقدم کرتے ہیں اور آیت

Marfat.com

اولیٰ میں ابتداء حادثہ ہے اور اس آیت میں انتہا اُس کی اور اللہ دانا تر ہے ساتھ اسرار ول کمال اپنے کے اور اکثر مدار فرق کا اسلوب دونوں آیتوں پر ہے اور اس میں ایک غرض ہے جسکے لیئے کلام لایا گیا ہے اس واسطے کہ آیت سابق میں غرض تحریص بنی اسرائیل کی اوپر متابعت اس پیغمبر علیہ السلام کے اور ترک افعال شنیعہ کا مثل تحریف کتاب اور حق کو ساتھ باطل کے ملا دینا اور پوشیدہ کرنا نعت پیغمبر علیہ السلام اور ترک صلوٰۃ و زکوٰۃ اور آدمیوں کو امر ساتھ نیکی کے کرنا اور آپ موافق اُس کے عمل نہ کرنا اور دام طمع اور حرص میں گرفتار رہنا اور صبر نہ کرنا اور ملاقات خدا سے بے پروا رہنا تھی اور بیچ اس آیت کے غرض دفع اُن شبہوں کا ہے کہ رسالت میں پیغمبر وقت کی کرتے تھے اور اپنے کو بالاتر اتباع اُس کے سے دیکھتے تھے بلکہ اپنے آپکو متبوع مطلق اور ناجی محض گمان کرتے تھے اور فضل اور بزرگی کو ذاتی اپنی جانتے تھے اور بہشت اور نعیم آخرت کو بالذات واسطے اپنے سمجھتے تھے اور اسی واسطے بعد اس آیت کے بیچ اس مقام کے تذکیر نعمتوں کا نہیں فرماتے ہیں بلکہ واسطے دفع خیال متبوعیت مطلقہ اور امامت اُن کی کے کہ جڑ دشمنی اور کفر اُن کے کی یہی خیال تھا ارشاد کرتے ہیں وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ بطریق آزمائش کے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو کہ بیٹا تارخ بن ناخور کا تھا اور تارخ کا آذر بھی لقب تھا ابراہیم علیہ السلام اُس کے گھر میں وقت سلطنت نمرود بن کنعان کے قصبہ کوتی میں کہ مضافات شہر بابل کا تھا۔
بیچ سترہ سو نوے ۱۷۹۰ سال تاریخ طوفان نوح علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور طفولیت سے آثار رُشد کے اُن میں ظاہر ہوئے کہ ساتھ باپ کے اور قوم اپنی کے بابت بت پرستی کے بحث اور حجتیں کی یہاں تک کہ بتوں کو توڑا اور قوم اُس کی نے مقام کینہ کشی میں چاہا کہ اُن کو آتش میں جلاویں آتش بہت بھڑکائی اور اُن کو اُس آگ میں ڈالا پروردگار اُن کو صحیح و سالم اُس آگ سے باہر لایا پھر باپ اور قوم اُن کی نہایت دشمن ہوئی یہاں تک کہ خان و مال اپنا واسطے خدا کے ترک کر کے بسمت حران اور وہاں سے بسمت شام اور فلسطین کے ہجرت کر کے اس سرزمین کو اپنا وطن کیا حق تعالیٰ نے چاہا کہ اُن کو بعوض اُس کے کہ جان و تن اپنا واسطے میرے جلانے کو دیا اور خان و مال اور تیار شہر دیار اپنے کو بیچ راہ حق کے ترک کر کے بے وطن ہو تو منظور رب ہوا کہ وہ مرتبہ بلند آدمیوں سے وہ مرتبہ اُس وقت تک حاصل نہ تھا عطا فرما دے پس ساتھ فرماتے بعضے سخنان

کے استعداد کامل اُن کی کو منصۂ ظہور پر لایا رَبُّهٗ یعنی پروردگار ابراہیمؑ نے کہ طفلی سے اُن
کو طرح طرح کی تربیت فرما کر مرتبۂ نبوت اور خلت کے پہنچایا اور ہر وقت میں تربیت اُس کی ابراہیم
علیہ السلام کا رنگ دوسرا پیدا کرتی ہے بعد ہر تربیت کے استعداد بلند اور استحقاق مرتبہ ارجمند
اُن سے ظاہر ہوتا تھا یہاں تک کہ اُن کو مامور فرمایا بِكَلِمٰتٍ یعنی ساتھ سخن چند کے کہ بسبب
بجا آوری اُن سخنوں کے نزدیک ملائکہ علوی اور سفلی کے ظاہر ہو کہ یہ شخص لائق اس مرتبہ کے تھا اور
شان حکمت سے دینا اس منصب کا اُس شخص کو واجب اور لازم دکھلانا تھا اور بھی ہے عادت
الٰہیہ مستمرہ کہ بعض علم دینے کے دینی مرتبوں اور منصبوں اور جزاؤں اور اجروں کے اکتفا نہیں فرماتا
ہے جب تک کہ استحقاق اور استعداد اُس کا ظاہر نہ کرے اور اس وجہ سے ظاہر کرے کہ جمیع سکان
ملک اور ملکوت کے اُس قضائے حتمی کو ساتھ زبان قالیہ اور حالیہ کے واسطے اُس کے تقاضا
کریں اور یہ معاملہ از بسکہ کمال مشابہت رکھتا ہے ساتھ امتحان اور آزمائش کے تسمیہ اُس کا
ساتھ لفظ ابتلا کے بہت چسپاں اور مناسب ہے وا لا اُس تعالیٰ کو کہ علام الغیوب ہے اور
مستقبلات بیچ علم اُس کے کے حکم ماضی کا رکھتے ہیں کیا حاجت امتحان اور آزمائش کی ہے
اور وہ چند سخن کہ ابراہیم علیہ السلام کو بطریق امتحان کے ساتھ اُس کے مامور کیا اور اُنھوں
نے اس مہم کو اچھی طرح سے انجام دیا اوّل آفتاب اور ماہتاب اور ستارہ کو بحکم حدوث اور
تغیر کے ایک حال سے طرف دوسرے حال کے لیاقت معبودیت سے باہر کیا اور ثانیاً بتوں کو توڑا
اور عجز ان کا نسبت قوت آدمی کے کہ اضعف و اعجز مخلوقات رب الارباب ہے مبرہن کیا اور
ثالثاً واسطے الزام آتش پرستوں کے تن اپنا جلانے کو دیا اور تاثیر آتش کو بقوت الٰہیہ اپنی کے باطل
فرمایا اور روح آتش کو فعل اور تاثیر طبعی اپنی سے متغیر کر کے ساتھ خنکی اور سردی کے بدلا اور
ساتھ اس تربیت عجیب کے روحانیات علوی اور سفلی کو معبودیت سے معزول کیا اور اسباب جسمانیہ
اور روحانیہ کو بمقابلہ ارادہ مسبب واحد قہار کے بیکار دکھلایا یہاں تک کہ زبان اُس کی سے یہ
دعویٰ ظاہر کرایا انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا
وما انا من المشرکین اور واسطے امتحان صدق اس دعوے کے اُن کو ساتھ چند چیزوں
کے مبتلا کیا تاکہ رُوح اُن کی کو اوپر کسوٹی امتحان اور معرفت کے ماریں اوّل بیزاری قوم اور

Marfat.com

قبیلہ اپنے سے حاصل ہوئی بلکہ کل ماسوی اللہ سے جیسا کہ شان دوست خالص اور خلیل صادق کی ہے کہ ماسوی المحبوب سے بیزار ہوتا ہے اس واسطے فرمایا انی بریٔ مما تشرکون اور بھی فرمایا کہ اننی براء مما تعبدون وانا براؤ منکم بلکہ یہ حالت تبری کی منجر بعداوت ہوئی کہ فانہم عدولی الا رب العالمین دوسرے رفع کردینا وسائط کا اور بلاحجاب متوجہ ہونا طرف محبوب حقیقی کے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام سے بیچ وقت کمال شدت حاجت کے فرمایا اما الیک فلاحاجۃ لی تیسرے تسلیم کرنا امر الٰہی کی اور خوش ہونا باوجود نقصان جان اور مال اپنے کے اُس کی رضامندی میں چنانچہ وقت ہجرت کے وطن مالوف سے اور امر ذبح فرزند دلبند کے اُن سے ظہور میں آیا اور مہمانی مہمانوں اور ایثار گدائیوں کا علی سبیل الدوام اُن سے ظاہر ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ عزیز ترین چیزوں دنیا کا نزدیک آدمیوں کے یہی چار چیز ہیں جان و مال و فرزند و وطن کہ مجمع اقارب و عشائر کا ہوتا ہے اور واسطے محافظت ان چیزوں کے کیا کیا بے صبریاں کی جاتی ہیں جب ان چار چیزوں کو رضائے مولا اپنے میں خرچ کیا صدق محبت اور خلت اسکی کا کمال مرتبہ کا ثابت ہوا اور واسطے اسی کے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیچ تفسیر ان کلمات مبہمہ کے کہا ہے الکلمات التی ابتلی ابراھیم فراق قومہ فی اللّٰہ حین امر اللّٰہ بمفارقتھم ومحاجۃ نمرود فی اللّٰہ حین قال انا احیی وامیت وصبرہ علی قذفھم ایاہ فی النار لیحرقوہ فی اللّٰہ والھجرۃ بعد ذلک من وطنہ وبلادہ حین امرہ بالخروج عنھم وما امرہ بہ من الضیافۃ و الصبر علیھا وما ابتلی بہ من ذبح ولدہ اور جو معاملہ کہ اُس جناب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عین صغر سنی میں اور ساتھ مادر اُن کی یعنی حضرت ہاجرہ کے محض بحکم خدا کے کیا ہے تامل کیا جاوے طاقت بشری سے خارج دکھلائی دیتا ہے بالجملہ ان تکلیفات شاقہ سے منظور اظہار جودت حال قوت عاملہ اُن کی کا اور انقیاد جمیع لطائف اور قوائے روحیہ اُن کی کا واسطے حکم الٰہی کے تھا کہ مجملاً درجواب خطاب اسلم کے عرض کیا تھا اسلمت لرب العالمین پھر بدن اور جسد اپنے کو بھی داغدار محبت کا کیا جیسے کہ عاشق واسطے معشوق کے آگ کے داغ بدن اپنے پر لیتے ہیں اور بسبب اُس کے صدق دعوئے عشق کا اُن سے ثابت

Marfat.com

ہوتا ہے اور عمدہ ترین اُن داغوں کا ختنہ تھا کہ محل شہوت رذیلہ بہیمیہ جماع اور دفاع کو قطع
کرتا ہے تاکہ یاد رہے کہ اس عضو کو کہ داغی رب العزت کا ہے ہیچ مصرف نامرضی اُس کی کے صرف
نہ کرنا چاہیئے اور واسطے اسی کے توریت میں آیا ہے کہ ختنہ داغ خدا کا ہے اوپر اولاد ابراہیم
علیہ السلام کے مانند داغ گھوڑوں اور جانوروں بادشاہی کے اور منجملہ اُن داغوں کے موئے لب
کا لینا اور موئے زہار کا اور ناخن کا کٹوانا اور اکھاڑنا موئے بغل کا اور پاک کرنا جائے بول و براز
کا وقت استنجا کے اور مضمضہ اور استنشاق وضو میں اور مداومت اوپر مسواک کے وقت نماز
اور ذکر کے اور مانگ سر کے بالوں کی ساتھ شانہ کے اور استعمال عطر اور خوشبو اور لطیف رکھنا جا
پوشاک کا اور دھونا بندگاہ بدن کا ہر جمعہ میں یک روز بھر واسطے لازم پکڑنے برخی عبادت اور
ذکر دن اور حلقوں کی اُن کو تاکید فرمائی اور وہ تمام تیس خصلتیں ہیں کہ نام اُن کا سہام الاسلام
کیا دس اُن میں سورہ برأت میں مذکور ہیں توبہ عبادت حمد سیاحت رکوع سجود امر بالمعروف
نہی عن المنکر نگاہ رکھنا حدود مقرر کی ہوئی خدا کا ہر کام میں اور بشارت اہل ایمان کو اور دس اتنی سورہ احزاب
میں اسلام ایمان قنوت صدق صبر خشوع صدقہ دینا روزہ رکھنا حفظ شرمگاہ کا زنا اور لواطت
اور سحاق سے اور نظر کا اجنبی سے ذکر کثیر زبان و دل سے علی الدوام اور دس اُن کی سورہ
مومنوں اور معارج میں مذکور ایمان تصدیق کرنی روز جزا کی اور خوف اور خشیت عذاب الٰہی
سے دائما خشوع نماز میں محافظت آداب و سنن اور مستحبات اُسکی کے اور لغو اور عبث اور لہو اور
ہزل سے احتراز اور اعراض کرنا ادا کرنا زکوٰۃ کا بخوشی دل حفظ شرمگاہ کا غیر منکوحہ اور مملوکہ
اپنی سے اور پورا کرنا عہد کا ادا کرنا امانت کا قائم ہونا واسطے شہادت کے ہر چند بعضے ان
خصائل سے کہ مذکور ہیں ان صورتوں میں متداخل ہیں لیکن احتمال ہے کہ بسبب مقید ہونے
اور خاص ہونے اور ملنے کے ساتھ مقارنات اپنے کے حکم خصائل متباینہ اور متغادرہ کا پیدا کریں
اور ہر جا جدا جدا گانہ شمار ہوں پس ان کو حکم ہوا کہ ہر سال میں ایک بار آپ کو والہ و شیدا کرکے
دیوانہ روش عاشق کردار واسطے طواف خانہ محبوب اپنے کے برہنہ سر اور برہنہ تن اور برہنہ پا
ژولیدہ مو پریشان حال گرد آلود شام سے زمین حجاز میں پہنچ کر کبھی پہاڑ پر اور کبھی زمین
پر منہ طرف خانہ محبوب کے کرکے کھڑے ہوں اور کبھی دشمن اُس کے کو اپنے خیال میں تصور کرکے

Marfat.com

سنگ لعن اور طرد اور بیزاری کے اُوپر اس کے ڈالیں اور عوض جان اپنی کے جان عزیز ترین مملوکات اپنی کو واسطے اُس کے قربان کریں اور من بعد گرد خانۂ تجلی آشیانہ اُس کے کے طواف کریں اور بار بار کنج اُس خانہ کو بوسہ دیں تاکہ معنے عشق اور محبت کے کہ باطن میں اُن کے کامن ہیں لباس ظاہر میں جلوہ گر ہوں اور خاص وعام کے اوپر ظاہر ہوں اور اس حال میں نعرہ لبیک کو ساتھ آواز بلند کے ماریں اور آتش محبت دلی کو اس نعرہ کے ساتھ روشن کریں اور واسطے اظہار اس کیفیت کے مناسک حج واسطے اُن کے مقرر ہوئے اور طواف اور سعی درمیان صفا اور مروہ آمدورفت مزدلفہ اور عرفات اور اقامت منیٰ میں اور ذبح اور قربانی اور تلبیہ اور احرام شروع ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام تکلیفات کو کہ انمیں سے بعض عقل ناقص بشری میں مستحسن دکھلائی دیتی تھی اور اکثر دریافت عقل بشری سے بالاتر تھیں دل وجان سے کمال بشاشت اور خوشی کے ساتھ قبول کیا فَاَتَمَّهُنَّ پس تمام اور کمال بجالائے اُن تمام باتوں کو ابراہیم علیہ السلام بغیر کمی بیشی اور کاہلی اور تغافل کے یہاں تک کہ حق میں اُن کے جائے دوسری فرمایا ہے وابراھیم الذی وفّٰی اور بیچ مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتابوں حدیث میں آیا ہے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ابتلی بھذا الدین احد فقام بہ کلہ الا ابراھیم یعنی نہیں مبتلا ہوا ساتھ اس دین کے کوئی پس پورا پورا اُس کو بجا لایا ہو مگر ابراہیم علیہ السلام اور ابوالشیخ نے کتاب عقیقہ میں ساتھ طریق موسیٰ بن علی ابن رباح کے کہ اُنھوں نے باپ اپنے سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حکم ختنہ کا فرمایا اُس وقت میں اسی برس کے تھے کمال تعجیل سے ساتھ تیشہ کے کہ گھر میں موجود تھا ختنہ کیا بعد اُس کے نہایت درد ہوا جناب الٰہی میں دُعا کی حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تم نے اس کام میں شتابی کی کہ ابھی تک تم کو طریق اور آلہ اُس کا تعلیم نہیں کیا تھا خود بخود آپ کو محل ہلاکت میں ڈالا اُنھوں نے عرض کیا کہ بارخدایا مکروہ جانا میں نے کہ بیچ بجالانے حکم تیرے کے ایک دم بھی توقف کروں میں اور بیہقی نے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاقؑ کی ساتویں روز تولد سے ختنہ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تیرہ برس کے سن میں اور آں حضرت علیہ السلام نے حضرت حسنینؓ کی روز ہفتم تولد سے ختنہ کی اور بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ

Marfat.com

آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی اسلام لاوے چاہیے کہ وہ ختنہ کرے اور حاکم اور بیہقی نے
بطریق صحیح کے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم اوّل اُن شخصوں میں سے ہیں کہ رسم ختنہ کی جاری
کی اور پہلے انبیاء ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوتے تھے اور اوّل اُن شخصوں میں سے جن کے بال سفید
ہوئے حضرت ابراہیمؑ ہیں جب انھوں نے اپنے بالوں میں سفیدی دیکھی عرض کیا بارِ خدایا یہ کیا ہے
حکم ہوا یہ وقار ہے عرض کی رب زدنی وقارا اور اوّل اُن شخصوں میں سے جنھوں نے
موئے لب لئے اور ناخن کتروائے اور موئے زیر ناف دور کیے اور ان باتوں کو رواج دیا اور
اپنے اوپر لازم پکڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اوّل جنھوں نے کہ ازار سی کر پہنی اور اس
کا سراول نام کھادہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پیشتر اُن سے عادت لنگی کی تھی اور
بیچ مسند وکیع کے مروی ہے کہ اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ ابراھیم انك اکرم اھل الارض
علی فاذا سجدت فلا تری الارض عورتك فاتخذ سروالا یعنی وحی کی اللہ تعالیٰ
نے طرف ابراہیم کے کہ تو بزرگ تر اہل زمین کا ہے نزدیک میرے جس وقت سجدہ کرے تو نہ دیکھے
زمین شرم گاہ تیری پس اختیار کر تو ازار کو اور دیلمی ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے لائے
ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوّل اس شخص نے کہ خضاب حنا اور وسمہ کا کیا
حضرت ابراہیمؑ ہیں اور ابن ابی شیبہ بیچ تصنیف اپنی کے لایا ہے کہ اول جس نے خطبہ منبر کے اوپر پڑھا
ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بزار اور طبرانی ساتھ روایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں
کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو میں منبر واسطے اپنے بناؤں مضائقہ نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام
نے بھی واسطے اپنے بنایا تھا اور جو میں عصا اپنے ہاتھ میں لوں بھی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے بھی لیا ہے اور ابن عساکر ساتھ روایت جابر وغیرہ کے لایا ہے کہ اول جس نے
راہ خدا میں جہاد کیا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اوّل جس نے کہ لشکر کو لڑائی میں تعبیہ کیا اور
میمنہ اور میسرہ اور قلب قرار دیا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ واقعہ اس وقت میں تھا کہ رومی
لوگ حضرت لوط کو قید کر کے لے گئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوپر اُن کے جہاد کیا اور
حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑا لائے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس لفظ کے ساتھ آیا کہ
اوّل من عقد الالویۃ ابراھیم علیہ السلام اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت

Marfat.com

کی ہے کہ حضرت ابراہیم کا سبب کثرت مہمانداری کے ابو الضیفان نام ہو گیا تھا اور اُن کے مکان کے چار دروازے تھے جس دروازے سے چاہے مہمان آوے اور جب حضرت ابراہیمؑ چاہتے کہ طعام چاشت نوشت فرماویں چہار طرف وطن اپنے کے ایک ایک کوس تک تلاش مہمان کی فرماتے تھے۔ جب تک مہمان نہیں پہنچتا تھا طعامِ چاشت تناول نہیں فرماتے تھے اس واسطے کہ وقت چاشت مہمان کے آنے کا وقت نہیں ہے اور مسند امام احمد میں وارد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ بار خدایا سوا میرے زمین میں کوئی نہیں کہ عبادت تیری کرے حق تعالیٰ نے تین ہزار فرشتے نازل کیے کہ ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے شریک عبادت ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام تین روز تک فرشتوں کا امامت میں مشغول رہے اور ابن ابی سعید نے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو وسعت مال اور خادموں کی بہت دی تھی اول جس نے کہ ثرید بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں دیلمی نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اول جس کسی نے کہ خمیر مال پکائی حضرت ابراہیمؑ ہیں کہ واسطے مہمانوں اپنے کے پکاتے تھے اور کھلاتے تھے اور خطیب اپنی تواریخ میں بروایت تمیم داری کے آں حضرت سے لایا کہ آدمیوں نے آنحضرت علیہ السلام سے سوال کیا معانقہ کے امر میں کہ مرد مرد کے ساتھ کرے کیا فرماتے ہو فرمایا کہ معانقہ درست ہے اور پہلے سے تھا اور علامت خلوص دوستی اور تمام تحیت اور ملاقات کی تھی اول اول جس کسی نے کہ وقت اظہار دوستی کے معانقہ کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور قصہ اس کا ایسا تھا کہ ایک روز واسطے طلب چراگاہ مواشی اپنے کے کوہستان بیت المقدس میں سیر فرماتے تھے تاکہ کوئی مکان واسطے رہنے مواشی اپنے کے تلاش کریں اس درمیان میں ایک آواز حزین اور رقیق سنی کہ ذکر کرنے والا خدا کا ذکر کرتا ہے اور اوصاف تقدس اور پاکی اُس جناب کے بیان کرتا ہے بجرد سماعت اُس آواز کے مطلب اپنا فراموش کیا اور طرف اُس آواز کے متوجہ ہوتے دیکھا کہ ایک پیر دراز قامت کہ اُس کے تمام بدن پر بال ہیں کھڑا ہوا توحید جناب عزوجل کی بیان کرتا ہے۔ آگے اُس کے گئے اور دریافت کیا کہ اے شیخ خدا تیرا کون ہے کہ تو اُس کو یاد کرتا ہے کہا خدا میرا آسمانوں میں ہے پوچھا کہ زمین میں بھی وہی خدا ہے یا دُوسرا کہا زمین میں بھی وہی خدا ہے کوئی سوائے اُس کے لیاقت خدائی کی نہیں رکھتا پھر پوچھا کہ قبلہ تیرا کہاں ہے کہا طرف کعبہ کے

Marfat.com

پھر پوچھا کہ کہاں سے کھاتا ہے تو کہا کہ جس وقت دانہ خودرو صحرا کا کہ آخر موسم گرما میں پکتا ہے میں باہر آتا ہوں اور اُن دانوں کو جمع کرکے رکھتا ہوں میں کہ جاڑوں میں کام آوے اور اُسی کو کھاتا ہوں میں پھر پوچھا کہ کوئی اہل وعیال تیرے سے باقی رہا ہے کہ خدمت تیری بجا لاوے کہا نہیں پھر پوچھا کہ گھر تیرا کہاں ہے کہا ایک غار میں کہ جاڑے کے زمانہ میں وہاں گذر کرتا ہوں میں پھر فرمایا کہ چل نشان اُس غار کا دے تو ہمراہ تیرے گھر چلوں اور سمت قبلہ تیری کے دیکھوں کہا درمیان اُس مکان اور اُس غار کے ایک چشمہ ہے نہایت عمیق کہ آدمی کا اُس سے گذر ممکن نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس طرح اس چشمہ عمیق سے عبور کرتا ہے کہا کہ میں بطریق خرق عادت کے اُس پانی پر چلا جاتا ہوں اور پانی میرا فرمانبردار ہو جاتا ہے کہ سوائے کف پا میری کے اور کچھ تر نہیں ہوتا ابراہیمؑ نے فرمایا آؤ تمہارے گھر چلیں شاید کہ اُس پانی کو جس نے واسطے تیرے مسخر کیا ہے واسطے ہمارے بھی مسخر کر دے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور وہ شیخ دونوں روانہ ہوئے جب کنارے آب کے آئے دونوں پانی سے عبور کر گئے اس پیر نے تعجب کیا جو غار میں پہنچے سمت قبلہ مسجد اُس کی کو موافق سمت کعبہ کے پایا نہایت خوش ہوئے بعد اُس کے پوچھا کہ اے شیخ بارے کہو کہ کونسا دن سخت زیادہ دنوں کا ہے پیر نے کہا کہ وہ روز جس روز حضرت رب العزت کرسی اپنی کو واسطے حساب خلائق کے رکھے اور دوزخ کو بھڑکا دے یہاں تک کہ کوئی فرشتہ مقرب اور پیغمبر مرسل نہیں ہوگا مگر منہ کے بل زاری کرتا گرے گا اور حال اپنے سے سراسیمہ ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے نیک بخت واسطے میرے اور واسطے اپنے دعا کر کہ حق تعالیٰ ہمارے تئیں ہول اُس دن سے امن اور اطمینان نصیب کر دے پیر نے کہا کہ دعا میری کس کام آوے گی مجھ سے دعا کی مت خواہش کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کس واسطے جواب دیا میں تین سال سے ہر وقت اور ہر لمحہ دعا کرتا ہوں اور ہرگز مقرون باجابت نہیں ہوتی فرمایا کہ وہ دعا کیا ہے کہا کہ ایک دن میں اس بیابان میں کہ تجھ سے ملاقات کی ہے کھڑا تھا کہ ایک نوجوان ساتھ مویشیوں کے یہاں آیا تھا اور بال اُس جوان کے پریشان بکھرے ہوئے کہا میں نے کہ کہاں سے آتا ہے تو اور یہ مواشی کس کے ہیں کہا کہ خانہ دوست خدا ابراہیم علیہ السلام سے آتا ہوں اور مواشی ملک اُس کی سے ہیں اُس وقت سے دعا میں مشغول ہوں کہ بار خدایا جو زمین میں دوست تیرا ہے مجھ کو زیارت اُس کی کروا

Marfat.com

پہلے اس سے کہ اس جہان سے کوچ کروں میں دیدار اُس کے سے مشرف ہوں میں اب تک اُس کے دیدار سے مشرف نہیں ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ دُعا تیری مستجاب ہوئی آؤ کہ ساتھ تمھارے معانقہ کریں ہم حضرت ابراہیمؑ نے اُس پیر کو طرف اپنی کھینچا اور معانقہ کیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اُسی روز سے معانقہ رائج ہوا اور قبل اس کے رسم سجود کی تھی کہ مقام تعظیم میں ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے پھر اسلام میں مصافحہ رائج ہوا بالجملہ جب حضرت ابراہیمؑ کو بجمیع وجوہ کمال کہ ممکن بشر کے ہوں جہت قوت علمیہ اور نظریہ اور فکریہ و نیز جہت قوت عملیہ اور خلقیہ اور حالیہ اور جہت بدن اور ستھرائی اُس کی اور جہت صفائی فطرت روح اور سر اور دیگر لطائف کے مکمل ہوئی اور استعداد پوشیدہ اُن کی نے خوب وجہ سے ظہور کیا قَالَ یعنی فرمایا پروردگار اُن کے نے ساتھ اُن کے کہ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی میں بنانے والا ہوں تجھ کو واسطے تمام آدمیوں کے کہ بعد تیرے آویں گے امام اور پیشوا مطلق کہ ہر چیز میں تیری پیروی کریں اور متابعت تیری اوپر تمام کافہ انام کے واجب ہوئی گویا اقتداء اور اتباع تیرا دلیل حقانیت اُن کی کا ہوا اور مخالفت تیری دلیل گمراہی اور علامت بطلان کی اور یہ امامت مطلقہ خواص حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے چنانچہ خاتمیت خاصہ حضرت افضل المرسلین صلعم کا ہے اسی واسطے جب وقت اور جس جا بعد حضرت ابراہیمؑ کے حق نے ظہور کیا اور جو پیغمبر مرسل ہوئے اور کتاب نازل ہوئی ساتھ تبعیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اقتدا اُن کے کے مقرون ہوئے یہود اور نصاریٰ اور صابئین تمام تعظیم میں اُس جناب کی اور بیچ قصد اتباع اور اقتدار اُن کی کے کوشش کرتے ہیں اور افعال اور اقوال اُن کے کو بوجہ کلی قانون تشریع اور مسطر تدین کا جانتے ہیں اگرچہ جزئیات متغیرۃ الحکم میں بسبب مصلحت وقت کے بظاہر مخالفت کرتے ہیں وہ مخالفت بھی اس قانون کلی اور مسطر جملی کے اندر داخل ہے اور حکم موافقت میں معدود ہے مشابہ اسکے ہے کہ یونانی قاطبۃً علم طب میں ابن سینا کو امام اپنا جانتے ہیں اور قاعدہ کُلیہ اُس سے لیتے ہیں اور اگر بمقتضائے وقت اُس کے مخالف چلتے ہیں بموجب قاعدہ مقررہ اُس کے کے چلتے ہیں علیٰ ہذا القیاس امام ابو حنیفہؒ کو حنفی امام اپنا جانتے ہیں اگر کسی وقت فتویٰ مطابق قول صاحبین یا زفر بن ہذیلؒ کے دیتے ہیں تو اُس کو بھی قانون حنفی اور قاعدہ مذہب امام سے خارج نہیں جانتے اور بیچ قاعدہ عامہ مقررہ اُس امام کے

Marfat.com

مثل قول استحسانی اور اعتبار عموم بلویٰ اور امثال اُس کی کے درج کرتے ہیں اور اسی تقریر سے واضح ہوا فرق درمیان ملت ابراہیمی اور دین مصطفوی علیہما السلام کے کہ ملت ابراہیمی حال میں بوجہ کل واجب الاتباع ہے اور دین مصطفوی ؐ بعد فسخ یہودیت اور نصرانیت کے اوپر وجہ جزئیت کے لازم القبول ہے اس سے ایک اشکال یہاں وارد ہوتا ہے بیان اشکال کا یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام واجب الاقتدا اور لازم الاتباع ہیں عوام الناس کے حق میں پس فرق درمیان حضرت ابراہیمؑ اور جناب افضل المرسلین ؐ کے عام دعوت میں نہ رہا اور یہودیت اور نصرانیت بھی اپنے وقت میں ادیان حق سے تھی حالانکہ بہت سے امور میں مخالفت ملت ابراہیمی کی اُن میں جلوہ کرتی تھی اگر امامت مطلقہ حضرت ابراہیمؑ کی مراد تھی پس یہ مخالفت کس واسطے جائز ہوئی وجہ زوال اس اشکال کی اُس مذکور سے جو اوپر بیان ہو چکا ظاہر ہے اور اثر اس امامت مطلقہ کا کہ مخصوص ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے ہے یہ ہے کہ اُن کو دن قیامت کے پہلے تمام خلق کے ساتھ لباس اور خلعت کے نوازش فرما دیں گے جیسے عادت بادشاہوں کی ہے کہ سردار اور پیشوا ہر قوم کو پہلے سب دوسرے لوگوں اس قوم سے خلعت پہناتے ہیں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح میں روایت کی گئی ہے کہ روز حشر کے تمام خلائق برہنہ سر اور برہنہ بدن اور برہنہ پا اُٹھیں گے اوّل جس کسی کو کہ جامہ پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اور کتاب الزہد امام احمد میں آیا ہے کہ بعد اُن کے بلا فصل جناب خاتم المرسلین ؐ کو جامہ مخلط کہ اُس کو حبرہ کہتے ہیں کہ لباس لطیف ہے پہنا دیں گے اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح میں وارد ہے ایک شخص نے آں حضرت علیہ السلام کو خطاب کیا کہ یا خیر البریہ آں حضرت ؐ نے فرمایا کہ لائق اس خطاب کے حضرت ابراہیمؑ ہیں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق صحیح کے روایت کی گئی ہے کہ ایک سال سالوں سے بیچ بلاد حضرت ابراہیمؑ کے قحط غلہ کا ہوا حضرت ابراہیمؑ واسطے طلب غلہ کے دوسرے شہر کو گئے ہر چند تلاش کیا نہ پایا مایوس ہو کر پھرے اور راہ میں درمیان ایک میدان کے پہنچے ریگ سُرخ اُس میدان میں بہت تھی غلاموں اپنے کو فرمایا کہ اس ریگ سے گون اور جوالوں کو پُر کر دو تاکہ آدمی ہم کو خفیف اور حقیر جانیں کہ جوالوں کو خالی لائے اُس ریگ کو لدوا کر لائے جس وقت آدمی دریافت کرتے تھے ان جوالوں میں کیا غلہ بھرا ہوا ہے جو لاتے ہو تم حضرت ابراہیمؑ فرماتے تھے کہ گندم سُرخ غلاموں نے

Marfat.com

جواُن جوالوں کو گھر میں کھولا وہ رنگ گندم سُرخ ہو گئی تھی حق تعالےٰ نے نہ چاہا کہ کلام حبیب اپنے کا دروغ کرے اور خاصیت اُس گندم سُرخ کی یہ تھی کہ جس وقت اس گندم کو بوتے تھے سُرخ قدم تک درخت اُس کے سے دانے گندم کے جمتے تھے امام احمد بیچ کتاب الزہد کے اور ابونعیم حلیۃ الاولیا میں اور ابن ابی شیبہ بروایت سلمان فارسی کے لاتے ہیں کہ کافروں نے ایک بار اوپر ابراہیم علیہ السلام کے دو شیر گرسنوں کو چھوڑ دیا اُن دونوں شیروں نے جب حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا سر اپنا واسطے سجدہ کے ڈالا اور چاٹا قدم مبارک خلیل اللہ کا شروع کیا اور منجملہ آثار اس امامت مطلقہ سے وہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو پدر تمام مسلمین کا کیا ہے باعتبار ملت کے جیسا فرمایا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم فھو ابو الملۃ کما ان محمدا علیہ السلام ابو الشفقۃ والرحمۃ قال علیہ السلام انما انا لکم مثل الوالد لولدہ وقال اللہ وازواجہ امھاتھم اور اسی سے ہے کہ مسند امام احمد میں اور حاکم اور بیہقی اور دوسرے محدثین معتبرین میں وارد ہوا ہے کہ اولاد المومنین فی الجبل فی الجنۃ یکفلھم ابراھیم وسارۃ علیھما السلام حتی یردھم الی آبائھم یوم القیامۃ اور مسند سعید بن منصور میں بروایت مکحول شامی کے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ذراری المسلمین کعصافیر خضر فی شجر الجنۃ یکفلھم ابراھیم علیہ السلام بالجملہ اس قصہ سے واضح ہوا کہ قابل امامت اور متبوعیت مطلقہ کے وہی آدمی ہوتا ہے کہ بوتہ امتحان الٰہی میں درست نکلے اور لیاقت قبول کرنے فرمان الٰہی کی اُس میں ہو کہ عند الامتحان یکرم الرجل اویھان بیت

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود — مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

بے رنج کے اٹھائے خزانہ نہ ہاتھ آئے — مزدوری پاتا وہ ہے جو کرتا ہے کام کو

یہودیوں اور نصرانیوں کو دعوے امامت اور متبوعیت مطلقہ کا کیا لائق ہے کہ اب تک قید خود بینی اور خود آرائی میں گرفتار ہیں اور پایہ اولین ایمان کا کہ اطاعت حکم پیغمبر وقت اپنے کی ہے بجا نہیں لاتے اور دلیل صریح بے لیاقتی اُن کی کی اس منصب بزرگ سے وہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ اس منصب عظیم کے نوازا چاہا کہ یہ منصب خاندان میں

Marfat.com

میں موروثی ہو قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ یعنی عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے جناب میں پروردگار اپنے کی کر کر تو اولاد میری سے بھی امام ہر زمانہ میں تاکہ کسی وقت زمین سلسلۂ امامت میری سے خالی نہ رہے اور یہ غرض اُن کی واسطے اس کے تھی کہ مجھ کو امام تمام آدمیوں کا کیا ہے اور بقا میری تا قیام قیامت ممکن اور عادی نہیں پس صورت بقا اس امامت کی ساتھ اس رنگ کے قرار پائے کہ ہمیشہ نسل میری سے امام زمین میں موجود ہو کہ کار امامت اور اس منصب عظیم میں قیام کرے حق تعالیٰ نے جواب میں اُن کے قَالَ یعنی فرمایا کہ بعضے زمانہ میں تمام نسل تیری ظالم ہوگی اور کوئی اُن میں سوائے ظالم کے نہ ہوگا پس قابل دینے امامت کے اولاد تیری سے ایک بھی نہ ہوگا اس واسطے کو لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ یعنی نہیں پہنچتا عہدہ خدمت اور منصب میرا ظالموں کو خواہ نبوت ہو خواہ امامت خواہ خلافت خواہ ولایت بلکہ قضا اور افتا اور احتساب اور بادشاہت اور امارت اور حکومت بھی بموجب حکم شرع شریف کے ظالموں اور فاسقوں کو نہ دینا چاہیئے اس واسطے کہ اس خدمت کو اوران مناصب میں عدالت اور تقویٰ شرط ہے اور ظاہر ہے کہ یہودی اور نصرانی اسوقت شدید ترین انواع ظلم کے مرتکب تھے کہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ وقالوا اتخذ اللّٰہ ولدا سبحانہ وغیرہما من الادیان اوپر اُس کے دلالت کرتی ہیں پس کس طور لیاقت اس منصب کی رکھتے ہیں پس جو کہ اُن کو باوجود ظالم ہونے کے امام اپنا پکڑے وہ بھی ظالم ہوتا ہے اور مضمون ولئن اتبعت اھوآءھم من بعد ما جآءک من العلم انک اذا لمن الظّٰلمین اس قصے سے بوجہ احسن ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں دلیل صریح ہے اوپر اس کے جو شخص حجب ثلثہ میں کہ حجاب رسم اور حجاب طبع اور حجاب غلط فہمی سوء المعرفت ہے گرفتار ہوا اور لذت نفسانیہ میں مثل حب جاہ ومال کے منہمک یا ہمت اس کی مقصود مصالح خیریہ نہ ہو اور مصالح کلیہ کو کہ حق تعالیٰ نے شرع کے اندر ان کی رعایت فرمائی نظر نہ کرکر یا اصل فطرت اُس کی میں استقامت نہ ہو بلکہ کج رو اور کج فہم ہو ہرگز لیاقت نبوت اور مناصب نبوت کی کہ عبارت امامت اور پیشوائی سے ہے نہ رکھے اور جو کہ مدعی پیشوائی کا بیچ کسی امر کے امور دین سے ہو اور ساتھ امراض روحانیہ کے مبتلا ہو یقین کرنا چاہیئے کہ دعویٰ اس کا باطل ہے اور وہ نالائق ہے اور یہ معنی یہود اور نصاریٰ میں پیغمبر ہمارے کے زمانہ میں مثل آفتاب کے روشن تھے پس حقیقت میں

Marfat.com

یہ لوگ اوصاف حمیدہ مرتبہ امامت سیاقت سے موصوف تھے اور جمیع موانع اُس منصب عالی کے بیچ اپنے جمع کئے دوسرے توقع اس منصب کی اُن کی نادانی محض اور جہل صرف تھا چنانچہ درخواست ہمکلامی کی ساتھ خدا کے جاہلوں اُن کے کی کہ آیت لولا یکلمنا اللّٰہ میں گذر چکا باقی رہیں اسجگہ میں تفتیش چند امور کا کہ اکثر اوقات سامع منتظر اُس کا رہتا ہے اول یہ کہ اول سورۃ سے اس جگہ تک خطاب ساتھ بنی اسرائیل کے چلا آتا ہے اور آخر سیپارہ تک بھی خطاب ساتھ اُن کے ہے کہ ام کنتم شہداء اذحضر یعقوب الموت سے درمیان خطاب بنی اسرائیل کے قصہ امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بنائے خانہ کعبہ کا کہ اُن سے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے واقع ہوا کس واسطے توسیط فرمایا یہ خطاب لائق بہ قریش تھا کہ مجاوران خانہ کعبہ کے تھے اور اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اور نعمتیں کہ متعلق ساتھ بنائے کعبہ اور تفضیل اسمٰعیل علیہ السلام کے ہیں اُن کے حق میں قدر اور وقعت رکھتی ہیں نہ حق میں بنی اسرائیل کے جواب اس کا یہ ہے کہ منظور اس قصہ کے بیان سے شمار نعمتوں کا نہیں ہے جیسا کہ درمیان قصہ سابقہ کے واقع ہے بلکہ ثابت کرنا نبوت خاتم المرسلین کا ہے اور وجوب انقیاد اس دین مبین کا اوپر بنی اسرائیل کے اس واسطے کہ ہر چند اولاد سے حضرت اسمٰعیل کے نہ تھے لیکن ولدیت حضرت ابراہیم کو فخر اپنا جانتے تھے اور معتقد تھے کہ بناء کعبہ معظمہ کی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے کی ہے اور اس وقت میں کہ واسطے اولاد اپنی کے دعائیں کیں اور وہ دعائیں مقرون باجابت ہوئیں ان میں ہم بھی شامل ہیں پس ذکر کرنے آگے ان کے یعنی بنی اسرائیل کے چار غرض عمدہ منظور ہیں کہ وہ چاروں غرض تعلق ساتھ بنی اسرائیل کے رکھتی ہیں اول یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اول ساتھ تکلیفات شاقہ کے آزمایا جو عہدہ اُس تکلیف کے سے تمام و کمال بوجہ احسن برآئے پیشوائی اور منصب اور امامت کا اُن کو عطا فرمایا پس معلوم ہوا کہ مناصب دینیہ حاصل نہیں ہوتے ہیں مگر بہ ترک تمرد اور عناد کے اور قبول احکام الٰہیہ کے ہر وقت میں کہ پیغمبر اُس زمانہ کا ارشاد کرے گو اسکا قبول کرنا بسبب نخوت اور تکبر اور ریاست اپنی کے اوپر نفس کے شاق اور گراں ہو دوم یہ کہ جو حضرت ابراہیم نے منصب امامت کے اپنی اولاد کے لئے چاہا فرمان بھیجا کہ ظالموں کو اولاد تمھارے سے یہ منصب نہ پہنچے گا پس جو کہ طالب منصب امامت یا کسی منصب کا منصبوں دینیہ سے ہو مثل ولایت اور ارشاد اور افتا اور احتساب اُس کو ضروری ہے کہ تعصب بے محل اور مجادلہ اور

Marfat.com

سخن پروری اور کج بحثی کو چھوڑیے اور درپے شکست وعزر بلند کردہ ہائے خدا کے نہ ہو تا کہ لیاقت اس منصب مطلوب اپنے کی سے دُور نہ پڑیے اور تم کو یہ معنی میسر نہیں ہوتے تا آنکہ بدل وجان ناصر اور معین اور محب اور خیر خواہ ہیں پیغمبر علیہ السلام کے ہو تم سوئم یہ کہ اگر قبلہ کو بیت المقدس سے تحویل فرما کر طرف کعبہ کے قرار دیا ہیں تو تم کو حق نہیں پہنچتا کہ زبان طعن کی کھولو اور نبوت میں اس پیغمبر علیہ السلام کے شبہات واہیہ القا کرو اس واسطے کہ کعبہ بھی قدیم الایام سے مکان تعظیم اور معبد ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا ہوا ہے کہ امام جمیع ملل اور جائے فخر تمھارا ہے اور حق میں اس شہر اور اُس مقام کے ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں کیں ہیں چہارم یہ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے وقت بناء اس کعبہ معظمہ کے موافق دانست تمھاری کے بھی دُعا کی ہے کہ اولاد ہماری سے اُمت پیدا ہو تابعدار حکم الٰہی کی اور اُن میں آوے صاحب کتاب اور تعلیم کنندہ دین اور رشد اور طریق یقین کے اور یہ دعا دو پیغمبروں عالی قدر کی کہ اس وقت میں بنا کعبہ کی ہوتی ہوگی کی بہ یقین ہے کہ مقرون باجابت ہوئی ہے پس وجود کس اُمت اور کسی پیغمبر کا نسل میں اسمٰعیل علیہ السلام کے مذکور ہو تمھارے زعم میں بھی پس اگر تم انکار اس پیغمبر اور اس اُمت کا کرو اس صورت میں اعتقاد عظمت ابراہیمؑ اور اجابت دعا اُس کی سے دست بردار ہوگے اور فخر اپنا ہاتھ سے دو گے اور اسی تقریر سے واضح ہوا کہ اول ذکر امامت حضرت ابراہیمؑ کا کس واسطے لائے اور بعد اس کے ساتھ مقرر کرنے خانہ کعبہ کے واسطے اس کے کہ عبادت گاہ جہانیوں کا ہو کس واسطے انتقال فرمایا اور اُس کے بعد ذکر دعاؤں حضرت ابراہیمؑ کا اُس شہر کی آبادی کے حق میں اور بیان اُس کا کہ ایک وقت میں دقتوں سے کفر اُس شہر میں شائع ہوگا کس واسطے لائے اور ختم سخن کا اُوپر دعائے وجود اُمت اور بعدہٗ رسول کے کس واسطے کیا اور اللہ دانا تر ہے ساتھ مقصدوں کلام قدیم اپنے کے تفتیش دوسری یہ ہے کہ حاصل دعائے حضرت ابراہیمؑ کا وہ تھا کہ بعضی اولاد میری کو بھی امامت حاصل ہو بدلیل من تبعیضیہ کے پس ارشاد الٰہی اس کے جواب میں کہ لا ینال عہدی الظالمین کون سے قبیل سے ہے ردّ ہے یا قبول اگر رد ہے پس خلاف واقع ہے اس واسطے کہ اولاد اور احفاد حضرت ابراہیمؑ کے انبیاء اور اصفیا بہت گذرے ہیں مثل حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ اور حضرت موسٰیؑ اور حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ

Marfat.com

اور حضرت ایوبؑ اور حضرت یونسؑ اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ اور حضرت الیاسؑ پھر اشرف اور افضل ان میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور جو قبول ہے پس طریق اس کا وہ تھا کہ یوں فرماتے کہ نعم ینال عہدی المومنین الصالحین جواب اس کا وہ ہے کہ مین تفسیر میں گزرا کہ مدعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ تھا کہ ہر وقت میں اولاد میری سے کوئی امام اوپر روئے زمین کے موجود ہو یہ معنی قبول جناب الٰہی کے نہ ہوئے لیکن اُس کو بطریق بُرہان کے فرمایا ساتھ اس وضع کے کہ امامت عہد میرا ہے اور عہد میرا ظالموں کو نہیں پہنچتا پس اگر اولاد تیری تمام ایک وقت میں وقتوں سے ظلم اختیار کرے اور کوئی اُن میں سے اوپر طریقہ عدالت اور تقویٰ کے قائم نہ رہے لیاقت اُس منصب کے سے دُور پڑے اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ یہ جواب دلالت اوپر قبول دعا کے کرتا ہے اس واسطے یہ ارشاد فرمایا پس وجہ اُس کی وہ ہے کہ جو لفظ نعم فرماتے صرتح معلوم نہ ہوتا کہ وہ بعض کہ لیاقت امامت کی رکھتے ہیں صالح ہوں گے یا فاسق عادل ہوں گے یا ظالم واسطے تصریح اس کے کہ ظالم لائق امامت کے نہیں یہ عبارت ارشاد ہوئی اور ایسے ہی اگر ینال عہدی المومنین الصالحین فرماتے یہ معنی صراحۃً واضح نہ ہوتے اس واسطے کہ مدلول اُس عبارت کا سلب لیاقت کی ظالم سے نہ ہوتی لیکن بطریق مفہوم مخالف کے نہ بطریق منطوق کلام کے اور بعضے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبارت سراسر ہدایت تاکید مطلب حضرت ابراہیم کی ہے اس واسطے کہ غرض ان کی نہ تھی مگر طلب امامت کی واسطے حصلہ اولاد اپنی کے اس واسطے کہ بعد پہنچنے اس مرتبہ عالیہ کے کہ امامت مطلقہ ہے کس طرح اس مسئلہ کو نہ جانتے ہوں کہ کافر اور ظالم لائق امامت کے نہ تھے پس یہ جواب مانند اسکے کے ہے کہ کوئی آدمی شخص قریب الموت کو کہے کہ واسطے بیٹے اپنے کے وصیت کرو وہ جواب میں کہے لا یرث منی اجنبی یعنی جو کچھ مجھ سے باقی رہے گا ملک میرے پسر کی ہے اجنبی کو نہیں پہنچے گا پس حاجت وصیت کی نہیں تفتیش سوم وہ کہ لفظ من ذریتی ظاہر ہے کہ عطف اوپر محذوف کے ہے یعنی قال ابراھیم اجعلنی اماما وبعضا من ذریتی ائمۃً یعنی امام کرنا ابراہیم کا نص صریح انی جاعلك للناس اماما میں موعود تھا پس دُعا امامت اپنی کی کیا درکار تھی جواب اس کا یہ ہے کہ واؤ عطف کا واسطے جمع کے ہے پس حقیقت میں یہ دُعا واسطے جمع امامت اپنی اور امامت ذریت اپنی کے ہے

نہ کر واسطے فقط امامت اپنی کے اور جو کہ موعود تھی امامت حضرت ابراہیمؑ کی تھی فقط نہ جمیع اماتیں اور کشاف میں مذکور ہے کہ ومن ذریتی عطف ہے اوپر کاف جاعلک کے کی مانند اُس کے کہ کوئی کہے ساکرمك اور سامع جواب میں اُس کے کہے وزید ا یعنی تکرمنی وزیدا لیکن اس توجیہ میں اشکال ہے قوی پس واسطے کہ جب اس صورت میں لفظ ومن ذریتی مفعول جاعلك کا ہوگا تو تقدیر کلام کی اس طرح ہوگی کہ انی جاعلك وجاعل بعض ذریتك اور یہ کلام صریح الفساد ہے اور اگر کہیں کہ حاصل تقریر کا یہ ہے کہ انك جاعل بعض ذریتی ائمة اور عطف اوپر جملہ انی جاعلك للناس اماما کے قرار دیں اور وہ جملہ مقول قال اللہ کا ہے پس یہ جملہ بھی مقول اُسی قال کا ہوگا نہ مقول حضرت ابراہیمؑ کا حالانکہ یہ جملہ بلاشبہ مقولہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے پس وجہ صحیح وہی ہے کہ عطف اوپر محذوف کے رکھیں اور منتہائے توجیہ کلام صاحب کشاف کا یہ ہے کہ اس جا حکایت عطف کی ہے نہ القاع عطف کا اور حکایت میں ومن ذریتی ساتھ واؤ عطف کے واقع ہوا و لیکن حقیقت میں عطف صدور کلام کا ہے اوپر وجہ تلقین کے جیسا کہ کوئی کہے ساکرمك اور مخاطب کہے وزیدا بروجہ تلقین کے کہ معنی اُس کے وہ ہیں کہ کہہ ساکرمك وزیدا پس عامل زید میں وہی اکرمک ہو کر کلام قائل میں تھا لاکن ساتھ تغیر کلام کے اس واسطے کہ اس کلام قائل کا بروجہ صلہ کے ہے اور کلام مخاطب کا اوپر وجہ طلب کے اور بیچ اقتضا عمل عامل کے معطوف علیہ اور معطوف میں تعلق اصل عامل کا شرط ہے نہ بقائے کیفیت کا جیسا کہ قامت ھند وزید وقام زید لا عمرو وما قام زید لکن عمرو کہ کلام اوّل میں کیفیت تانیث عامل کی اور کلام دوم میں کیفیت اثبات کی اور کلام سوم میں کیفیت نفی کی باقی نہ رہی اور شاید کہ یہ استعمال مثل استعمال اسکن انت وزوجك الجنة کے ہے جیسا کہ سابق میں گزرا اس واسطے کہ معنی اُس کے اسکن انت ولتسکن زوجك الجنة مقرر ہے تفتیش چہارم یہ کہ حضرت یونسؑ اور حضرت آدم بموجب نص قرآنی کے موصوف ساتھ ظلم کے تھے قال اللہ تعالیٰ حکایة عن یونس لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین وقال اللہ تعالیٰ حکایة عن اٰدم ربنا ظلمنا انفسنا الخ حالانکہ اصل مرتبہ امامت کا کہ نبوت ہے اُن کو حاصل تھا پس کلمہ لا ینال عھدی الظالمین

Marfat.com

کا بر بہا جواب اُس کا اور بر مذاق جمہور اہل تفسیر کے یہ ہے کہ وہ ظلم کہ ان دونوں بزرگوں نے
طرف اپنی نسبت کیا ظلم حقیقی نہ تھا بلکہ ترک اولیٰ تھا اور اس آیت میں مراد ظلم حقیقی ہے کہ فسق ہے اور
وہ عبارت ارتکاب گناہ سے ہے اور اور بر مذاق اہل تحقیق کے یہ ہے کہ ظالم اور جمیع مشتقات
افعال اختیاریہ سے مثل ضارب اور قاتل وغیرہ کے حقیقۃً حق میں اُس شخص کے مستعمل ہوتے ہیں
کہ قصداً اُن افعال کا کرے اور حالات انبیاء میں اصلاً مقرر معصیت کا نہیں ہوتا بلکہ قصد کسی مباح
یا طاعت کا کرتے ہیں اور بسبب مجاورت اور قرب کے وہ طاعت معصیت میں پڑتی ہے پس ارتکاب
اس معصیت کا حق میں اُن کے معصیت نہیں ہوتا بسبب نہ پائے جانے قصد کے لیکن بسبب مشاکلت
صوری اُس کی کے اُس زلت کو بنا بر ہضم نفس اور تواضع اور انکسار کے ظلم اور معصیت کہتے
ہیں اور لفظ زلت کا کہ معنی اُس کے لغزش پا ہے اس تحقیق سے خبر دیتا ہے تفتیش پنجم یہ ہے کہ بموجب
اس نص صریح کے عدالت اور تقویٰ واسطے ہر منصب کے مناصب شرعیہ سے شرط ہے اور اسی واسطے
فقہا نے اجماع کیا ہے اوپر اُس کے کہ بادشاہت اور حکومت اپنے اختیار سے کسی فاسق کو نہ دینا
چاہیے البتہ جو کوئی فاسق تغلب سے سلطنت اور حکومت پر مستولی ہو خروج اُس پر جائز نہیں اس
واسطے کہ موجب برپا ہونے مفسدہ کا ہے بالیقین اور عزل اُس کا موہوم ہے پس واسطے مصلحت موہومہ
کے مفسدۂ یقینی کو اختیار نہ کرنا چاہیے اور ایسے ہی قاضی اور محتسب اور امام نماز ہونے کے لئے مناسب ہے
کہ فاسق اور فاجر نہ ہو لیکن باوجود اس کے جو کوئی نماز میں فاسق کی اقتدا کرے نماز اُس کی فاسد نہیں
ہوتی ہے یہ ہے مذہب اکثر علمائے اسلام کا اور ابن مردویہ بروایت حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی
کرم اللہ وجہہ کے لایا ہے کہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفسیر لا ینال عھدی الظلمین
کی میں فرمایا ہے کہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ لاطاعۃ الا فی المعروف اور ابن ابی
حاتم نے ابن عباس سے روایت کی قال قال اللہ لابراھیم انی جاعلك للناس اماما
قال ومن ذریتی فابی ان یفعل قال لاینال عھدی الظلمین اور روایت میں ابن
اسحاق اور ابن جریر کی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ساتھ اس لفظ کے ہے کہ یخبرہ انہ کائن فی ذریتہ
ظالم لاینال عھدی ولا ینبغی ان یولیہ شیئاً من امرہ لیکن اس جا فرقہ امامیہ نے
راہ افراط کا طے کیا ہے اور کہا ہے کہ صحت امامت میں عصمت کہ بمعنی امتناع خطا اور امتناع

Marfat.com

صدور گناہ عمل میں ہے اور یہ عصمت ظاہری اور باطنی خلق کو معلوم نہیں ہو سکتی پس ناچار مقرر کرنا امام کا چاہیے کہ طرف خدا سے ہو نہ طرف خلق سے لیکن یہ ظاہر ہے کہ مقابلہ ظلم کا عدالت اور تقوٰی ہے نہ عصمت البتہ جو آیت شریفہ لاینال عھدی من کان ممکن الظلم و محتمل المعصیۃ واقع ہوتی تو یہ فہمید گنجائش رکھتی حالانکہ لفظ ظالمین واقع ہے لہذا امامت غیر ظالم کی خواہ معصوم ہو خواہ متقی درست رہی اور یہ اگر عہد کو عام رکھیں پس چاہیے کہ قاضی اور مفتی اور محتسب اور امیر اور حاکم میں بھی عصمت شرط جانیں اور جو عہد کو خاص کرتے ہیں ساتھ کسی قسم کے قسموں سے پس دوسری بھی شرط کریں نہ عصمت کیونکہ بعضے اقسام عہد میں شریک ہیں اس واسطے کہ نبوت میں بالاجماع عصمت شرط ہے اور جو کہ اُن کی خاطر میں پہنچا ہے کہ عصمت امامت میں شرط نہ ہو اور مرد متقی کو امامت کے ساتھ منسوب کریں اور طاعت اس کی اوپر کافہ خلق کے فرض ہو محتمل ہے کہ وہ چونکہ متقی مثل معصوم کے نہیں یا طریقہ تقوٰی سے عدول کریگا اور راہ ظلم کی آگے پکڑیگا اور آدمی بسبب اطاعت اسکی کے کہ فرض ہے ممکن ہے کہ ظلم میں گرفتار ہو۔ اور غرض امامت سے حاصل نہ ہو پس نہایت سخن دقیق ہے اس واسطے کہ احتمال معصیت امام کا اُس وقت امت کو مضر کرتا ہے کہ طاعت اُس کی بے قید اور بے شرط کے اوپر اُن کے فرض ہو اور ایسا نہیں بلکہ اطاعت امام کی مشروط اور مقید ہے ساتھ اُن چیزوں کے کہ معصیت ہونا اُن کا شرع سے معلوم نہ ہو والا اطاعت امام کی فرض نہیں ہے اور رجوع ساتھ احکام قرآن اور اوامر اور نواہی پیغمبر کی چاہیئے بدلیل یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر وبدلیل حدیث لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق کیونکہ پس طاعت امام کی حق رعایا میں مانند طاعت مالک کے حق میں مملوک کے اور طاعت شوہر کی بیچ حق زوجہ کے اور طاعت والدین کی اولاد کے حق میں اور طاعت امیر اور حاکم اور قاضی اور مفتی اور محتسب کی بیچ حق زیردستوں اپنے کے مقید اور مشروط ہے نہ مطلق البتہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت مطلق ثابت ہے اور اس جا عصمت شرط ہے بسبب اس کے کہ وہ مبداء سلسلہ تبلیغ کا واقع ہوئے ہیں اگر عصمت ان میں شرط نہ ہو تو محل شک خطا اُن کی کا کہ ساتھ رجوع احکام شرعیہ کے ہے نہیں کر سکتے اس واسطے کہ طریق معرفت احکام شرعیہ کا بدون توسط و توسط

Marfat.com

کے ممکن نہیں بخلاف امام اور اور اشخاص واجب الاطاعت کے کہ مذکور ہوئے اس واسطے کہ یہ لوگ مبداءِ تبلیغ کے واقع میں نہیں ہیں تاکہ طریق معرفت احکام کا بدون وساطت انہی کے رجال نہ ہو پس فیما بین تفرقہ حاصل ہوا اور کتاب نہج البلاغۃ میں کہ معتبرات امامیہ سے ہے نص صریح حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے موجود ہے کہ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امارتہ المومن ویستمتع الکافر ویامن فیہ السبیل الی آخرہ عجب تر اس افراط سے وہ ہے کہ انھوں نے واسطے رد خلافت خلفاء ثلثہ کے اس آیت سے یہ بات نکالی ہے کہ امام کو چاہیئے کہ کسی وقت کفر نہ کیا ہو اور ابتداء سن بلوغ سے اوپر روش اسلام کے ہو حالانکہ جو کافر مسلمان ہوا اور اس نے کفر سے توبہ کی ہرگز اس کو کافر اور ظالم نہیں کہہ سکتے ظالم وہی ہے کہ اپنے ظلم میں آلودہ ہو التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ قاعدۂ مقررہ شرع کا ہے اور جو کوئی کافر سالہا سال سے مسلمان ہوا ہو اور توحید میں قدم راسخ پیدا کیا ہو اس کو ہرگز کافر نہ کہنا چاہیئے اور جو کہ بعضے ناہم واسطے تائید مذہب امامیہ کے کہتے ہیں کہ حالت خواب میں مرد با ایمان کو مومن کہتے ہیں حالانکہ اس حالت میں اس کو ایمان کہ بمعنی تصدیق کے ہے بالیقین حاصل نہیں باعتبار اسی تصدیق سابق اس کی کے یہ استعمال صحیح ہے پس ظالم باعتبار ظلم سابق کے صحیح الاستعمال ہوا اور یہ کہ متکلم اور ماشے کہ حصول مبادی ان کی کا دفعۃً ممکن نہیں لکونہا امورا غیر قارۃ استعمال ان کا بھی بوجہ حصول مصادر کے صحیح ہے پس جواب اس کا وہ کہ مرد با ایمان کو مومن کہتے ہیں حالانکہ اس حالت میں اس کا ایمان کہ بمعنی تصدیق سابق اسکی شرعاً حاصل معتبر ہے اور ساتھ اسی اعتبار کے لفظ مومن کا حق میں اس کے موافق اصطلاح شرعی کے صحیح الاستعمال ہے اس واسطے کہ استعمال لفظوں شرعیہ میں تحقق معانی شرعیہ کا ہے بخلاف اس ظالم یا کافر کے کہ ظلم اور کفر اپنے سے توبہ کی بعد اور مزیل کفر اور ظلم اس کے کا شرعاً ثابت ہوا استعمال لفظ ظالم اور کافر کا اس کے حق میں کس طرح کر سکتے ہیں کہ نہ لغت مجوز اس کی ہے اور نہ شرع اور باوجود اس کے حالت خواب میں غفلت اور بے التفاتی ہے تصدیق سے نہ زوال تصدیق کا خزانہ اور حافظہ سے اور وہ حصول کہ صحت استعمال مومن کی تین شرطوں میں سے ہے حاصل خزانہ اور حافظہ میں ہے نہ ادراک اس کا بالفعل والا عالم کو وقت اشتغال نماز کے جاہل کہنا صحیح ہو اور اس مالدار کو کہ ہاتھ میں اس کے مال بہت نہیں اور اس کے خزانہ میں مال بہت موجود ہے

Marfat.com

مفلس کہنا صحیح ہو اور یہ باطل بالاجماع ہے اور ایسے ہی مشتقات غیر قارہ بسبب اُس کے کے حصول مبادی ان کا دفعۃً محال ہے قصد اور ارادہ تحصیل اُن مبادی کا استعمال اُن مشتقات میں قائم مقام حصول مبادی اُن کے کا عرفاً اور لغۃً اور شرعاً کہا جاتا ہے بخلاف مشتقات ممکنۃ الحصول کہ قائم کرنا بدل کا بیچ استعمال اُن کے کے جائز نہیں ہے واسطے ممکن ہونے اصل کے مانند اُس کے کہ حق میں مریض کے تیمم جائز ہے اور حق میں صحیح مقیم کے غیر جائز و نیز حصول کہ استعمال مشتقات میں شرط ہے عام اس سے کہ حصول تدریجی ہو یا حصول دفعی اور امور غیر قارہ میں حصول تدریجی متحقق ہے بیچ ازمنہ اس کے کے گو دفعی نہیں تفتیش ششم یہ ہے کہ اس آیت میں تحذیر سخت اور تخویف بلیغ ہے بد مآلی ظلم سے اس واسطے کہ یہ خصلت شنیعہ اولاً شخص کو رتبہ نبوت اور امامت اور ریاست شرعیہ سے دور ڈالے کہ لاینال عھدی الظالمین اور ثانیاً درجہ ولایت سے دور ڈالے کہ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور ثالثاً نفرِ خلائق اور دلوں اُن کے سے کہ جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا وبغض من اساء الیھا اور رابعاً خط نفس اپنے سے کہ وماظلمونا ولاکن کانوا انفسھم یظلمون اور خامساً ذکر خیر اور برکت سے متروکات اُس کے میں کہ دار الظالم خراب ولو بعد حین اور سادساً شفاعت حمایت اسلاف اور نسب کریم سے کہ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح والعیاذ باللہ من جمیع ماکرہ اللہ اور جو اہل کتاب کہیں کہ ہم واسطے اپنے دعوٰی متبوعیت مطلقہ اور امامتِ عامہ کا نہیں کرتے ہیں تاکہ بسبب لیاقت امامت کے ہم کو ملزم کریں بلکہ غرض ہماری یہ ہے کہ حکم الٰہی متبدل نہیں ہوتا ہے پس ہر پیغمبر کو اور ہر اُمت کو چاہیئے ہے کہ ساتھ احکام کتابوں سابق کے رجوع کریں اور عمدہ ان کتابوں کی توریت اور انجیل ہیں کہ ہمارے پاس موجود ہیں پس اس پیغمبر اور امت اس کی کو چاہیئے کہ احکام ان دونوں کتابوں کے تحقیق کریں واسطے کہ یہ امی محض ہیں کتاب کو نہیں جانتے اور نہ کہ دعوی نسخ ان احکام کا نہ کریں جیسا کہ انبیاء سابق کہ بنی اسرائیل میں گذرے ہیں انھوں نے اسی طور تبعیت احکام توریت کی کی ہے جواب میں اُن کے کہہ کہ دعوٰی تمہارا بھی غلط ہے اس واسطے کہ حکم الٰہی موافق ہر زمانہ کے بیچ رنگ دوسرے کے آتا ہے اور خود تم اقرار رکھتے ہو اس میں کہ توریت میں بعضے احکام ملت ابراہیمی کو نسخ کیا گیا پس جو پیغمبر دوسرا اور کتاب دوسری

Marfat.com

ناسخ احکام توریت کی آوے کیا جائے استبعاد اور تعجب ہے اور واسطے اسی اقرار کے تم یاد کرو
قصہ دوسرے کو وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ یعنی یاد کرو تم اُس وقت کو کر دیا ہم نے خانہ کعبہ کو کہ
اس وقت تک شہر مکہ میں موجود ہے اور بہت خلائق واسطے تعظیم اور احرام اور طواف اور استلام
اُس کے کے مشغول ہے مَثَابَةً لِّلنَّاسِ یعنی جائے جمع ہونے کی واسطے آدمیوں کے تاکہ ہر سال
میں واسطے ادائے حج اور طواف کے نزدیک اُس خزانہ معظمہ کے جمع ہوں اور اس جمع ہونے میں
وہ فائدہ دین اور دنیا کا اور روحانی اور جسمانی حاصل کریں اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے نوع انسان
کو ساتھ ایسی وضع کے پیدا کیا ہے کہ علوم اور کمالات انسانیہ ان کے ساتھ اختلاط اور ہم صحبتی
نوع اپنی کے زیادہ ہوتے ہیں اور اسی واسطے بادیہ نشین اور صحرا کے بسنے والے اکثر کمالات انسانی
سے عاری رہتے ہیں پس عین حکمت ہے کہ تمام جہان کے لوگوں کو حکم اجتماع کا ایک مکان اور ایک
زمان میں فرما دیں تاکہ ہر ایک کمال دوسرے کے سے فائدہ حاصل کرے اور جو کہ سکان ایک اقلیم کے
صنعتوں اور پیشوں اور علموں اور عبادتوں کو اپنی فکر سے یا الہام الٰہی سے بر لائے ہوں سکان اقلیم
دوسری کے بسبب اجتماع کے اُس مکان میں اُس پر مطلع ہوں اور حسن و قبح اس فکر تازہ کا ساتھ
اجتماع رائیوں اور عقلوں کے مشخص اور معین ہو اور جو قابل اخذ ہے تمام اس کو سیکھیں اور یہ کہ ارواح
انسانیہ مثل شیشوں متقابلہ کے ہیں کہ عکس ایک کا دوسرے میں پڑتا ہے اور استعداد ایک کی دوسرے
میں سرایت کرتی ہے پس عبادات اور کیفیات مکسوبہ ہر ایک کو دوسری بھی ساتھ حکم اجتماع کے حاصل
ہوگی نورانیت عظیم بہم پہنچا دیں مانند بہت سے چراغوں کے کہ بہیئت اجتماعیہ نور ہر ایک کو اضعاف
و مضاعف کرتے ہیں اور واسطے اس حکمت کے جمعہ اور جماعت مشروع ہوئی لیکن جماعت پنجگانہ
جامع اہل ایک محلہ کی ہوتی ہے اور بس اور جمعہ جامع اہل ایک شہر کی اور یہ جماعت جامع اہل ہفت
اقلیم کی ہے اور محتمل ہے کہ لفظ مثابۃ مشتق ثواب سے ہو یعنی جائے تحصیل ثواب کی واسطے
آدمیوں کے اور ظاہر ہے کہ یہ گھر واسطے تحصیل ثواب کے ایک نسخہ عجیب ہے اس واسطے حج اس
گھر کا موجب کفارہ جمیع گناہوں کا ہے بحکم حدیث شریف کے من حج للّٰہ فلم یرفث ولم
یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ اور عمرہ اس گھر کا بھی کفارہ ہے بحکم العمرۃ الی العمرۃ
کفارۃ لما بینہما اور نماز کہ بہترین اسباب تحصیل ثواب کثیر کا ہے صحت اس کی شروط ساتھ

Marfat.com

استقبال اس گھر کے ہے اور طواف اور قربانی کہ وہ بھی عمدہ اسباب تحصیل ثواب سے ہیں خصوصیات اسی گھر کے سے ہیں اور تمام نیکیاں خواہ جنس روزہ یا صدقہ یا دوسرے وجوہ خیر کی ہوں حوالی اس گھر کے ادا کرنے میں ثواب مضاعف ہے بحدیکہ ایک ایک نیکی اُس جگہ میں برابر لاکھ نیکی کے ہے جگہ دوسری میں چنانچہ تاریخ ازرقی اور اور کتب حدیث میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مروی ہے اور قطع نظر شغل عبادت سے اُس جا میں محض مجاورت اُس مقام متبرک اور نظر طرف اُس خانۂ تجلی آشیانہ کے سے ثواب بے حد حاصل ہوتا ہے چنانچہ اسی کتاب متبرک میں مروی ہے کہ حضرت حق تعالےٰ ہر روز اس گھر پر ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے ساٹھ واسطے طواف کرنیوالوں کے اور چالیس واسطے نماز گذاروں کے اور بیس واسطے دیکھنے والوں کے اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے النظر الی الکعبۃ حسنۃ اور جو یہ خانہ مکان حصول ثواب کا ہوا لابد محل اجتماع اور اژدحام کا بھی ہوگا اس واسطے کہ عقلائے بنی آدم تحصیل ثواب میں رغبت کرتے ہیں اور جس جا کو مرغوب اپنا پاتے ہیں اژدحام کرتے ہیں اسی لئے کہا ہے ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں ! مردم و مرغ و مور گرد آیند

اور اسی واسطے ہم نے اُس گھر کو وَاَمْنًا یعنی جائے امن کی تاکہ جو مردکہ واسطے تحصیل فائدوں دینی اور دنیوی اور کسب ثواب کے اُس کے حوالی میں جمع ہوں خوف سے امن میں ہو ورنہ اجتماع اور اختلاط ممکن نہ ہوتا اس واسطے کہ صورت خوف میں آدمی عادی اور مجبول ہے فرار اور گریز پر اور دفع ضرر کو جلب نفع پر مقدم جانتا ہے اور ہر چند امن ہر جگہ روئے زمین پر از روئے شریعت کے واجب ہے اور تعرض موجب آپس میں خواہ جانی ہو یا مالی یا عرضی حرام ہے لیکن اس جگہ نفع کو وہ خصوصیت ہے کہ کسی جائے دوسری کو نہیں مانند قلعہ بادشاہی کے بہ نسبت ممالک محروسہ کے اور اسی واسطے شکار کرنا حد حرم میں موجب گناہ اور کفارہ کا ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ انّ اللہ حرم مکۃ وانہا لم تحل لاحد قبلی ولا تحل لاحد بعدی وانما احلت لی ساعۃ من نہار وقد عادت حرمتہا الیوم کحرمتہا بالامس فہی حرام بحرمۃ اللہ الیٰ یوم القیٰمۃ اور اسی واسطے نزدیک امام اعظم کے جو کوئی مرتکب جرم موجب حد یا قاتل نفس کا مکہ میں داخل ہوا اس سے اُس مقام میں تعرض نہ کرنا چاہیئے بلکہ کار کو اور پاس کے تنگ کرنا چاہیئے اور آدمیوں کو منع

Marfat.com

اس کے سے منع کرنا چاہیئے حتیٰ کہ اُس کے ساتھ بات نہ کریں اور اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں وہ تنگ ہو کر حرم سے باہر آوے اُس وقت اُس سے قصاص لیویں اور حد جاری کریں اور ظاہر ہے کہ یہ احکام مذکورہ شریعت یہود میں اصلاً موجود نہیں اور توریت ناسخ اس احکام کی ہوئی تھی البتہ یہ احکام ذریت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اتباع ان کے میں باقی تھے یہاں تک کہ اُن پر فرض کیا تھا ہم نے کہ ہر سال واسطے حج اس گھر کے آؤ تم اور آپس میں حوالی اسکے میں تعرض ساتھ قتل اور نہب کے نہ کرو تم وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى یعنی پکڑو تم جگہ کھڑے ہونے ابراہیمؑ کو کہ ایک سنگ پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر بنائے کعبہ فرماتے تھے بعد اُس کے اُسی سنگ پر کھڑے ہو کر اذانِ حج دی اور ہر دو قدم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُس سنگ میں منقش ہوئے اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ سنگ اسود اور یہ سنگ دونوں بہشت سے آئے ہیں ہمراہ آدمؑ کے اور دن قیامت کے دونوں کو آنکھیں اور زبان اور لب دیں گے تو ساتھ آواز بلند کے واسطے اس شخص کے کہ برضامندی حق کے زیارت اُن کی گواہی دیں گے مُصَلًّى یعنی نماز گاہ کہ پیچھے طواف خانہ کعبہ کے دو رکعت تحیۃ الطواف عقب اس سنگ کے ایستادہ ہو کر گزارنا مقرر ہے تاکہ امامت حضرت ابراہیمؑ کی قیام قیامت تک جاری ہو اور یہ کہ جب ابراہیمؑ نے اُس سنگ پر کھڑے ہو کر اذان حج کی دی تھی پس بعد رحلت حضرت ابراہیمؑ کے نزدیک اُس سنگ کے کھڑا ہونا اور عبادت خدا کی بجا لانا گویا نزدیک اُن کے حاضر ہونا ہے اور بحضور اُن کے عبادت خدا کی بجا لانا ہے اور یہ حکم بھی بیچ بنی اسرائیل کے نہ تھا پس عجب ہے کہ بعد انبیائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل سے کوئی پیغمبر پیدا ہوا اور احکام خاص بنی اسرائیل کے نسخ کرے جیسا کہ توریت اور انبیائے بنی اسرائیل نے کیا تھا پس عجب ہے کہ بعد انبیائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل کو نسخ کیا تھا اور جو کہیں کہ تقرر خانہ کعبہ کا واسطے حج اور وجوب اجتماع کے اُس مکان متبرک میں ہر سال اور استقبال اُس خانہ کا ہر نماز میں اور ادائے نماز طواف عقب مقام ابراہیمؑ احکام الٰہی سے نہ تھا بلکہ آدمیوں نے باجتماع رائیوں اپنی کے یہ احکام مقرر کئے تھے البتہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے اس مکان کو واسطے عبادت کے مانند اور مسجدوں اور معابد کے بنا کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے اس واسطے کہ جس طرح ہم نے اول آدمیوں کے دلوں میں شوق زیارت اس مکان اور اجتماع اُس مقام کا ڈالا ہے ایسے ہی حضرت ابراہیمؑ اور

Marfat.com

حضرت اسمٰعیل کو جنہے واسطے حج اور نماز کے تاکید فرمائی ہے وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
یعنی بھیجی ہم نے طرف ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے وحی کہ مشابہ لینے عہد کے تھی تاکید اور مبالغہ میں
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ یعنی یہ کہ پاک رکھو تم گھر میرے کو ناپاکیوں سے اور اس چیز سے کہ طبع سلیم اُس کے دیکھنے
سے نفرت کرتی ہے مثل آب دہن اور آب بینی اور خس و خاشاک کے لِلطَّآئِفِيْنَ یعنی واسطے طواف کرنے
والوں کے کہ گرد اُس کے پھرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ طواف دین تمہارے میں نہیں اس واسطے کہ طواف
واجب یا ضمن میں حج کے ہوتا ہے یا ضمن میں عمرہ کے اور ان دونوں کو تم مشروع نہیں جانتے ہو.....
وَالْعٰكِفِيْنَ یعنی واسطے اعتکاف کرنے والوں کے اس مکان میں اور تم اعتکاف کو اس مکان میں
بہتر اعتکاف مسجدوں دوسری سے نہیں جانتے ہو وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ یعنی اور واسطے نماز لیوں کے
کہ رکوع اور سجود کرتے ہیں اور دین تمہارے میں اصلاً رکوع نہیں اور سجدہ تمہارا بھی سکا مقتضی نہیں
کہ پیشانی کو تمام زمین پر پہنچاؤ تم بلکہ یک ٹکڑا اپنے کو اوپر زمین کے رکھتے ہو تم پس قائل ہو کر دین حق
ابراہیمؑ اور اولاد اُن کی سے ساتھ آنے توریت کے یہ احکام منسوخ ہوتے ہیں پس جو ساتھ آنے کسی
کتاب دوسری کے بعضے احکام توریت کے منسوخ ہوں کس واسطے تعجب کرتے ہو تم باقی رہیں اس جا
پر چند بحثیں اوّل یہ کہ مدلول وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کا یہ ہے کہ اس خانہ مبارک کو
مجمع قرار دینا خدا کی طرف سے ہے لیکن وقت اس حکم کا کونسا تھا ظاہر سیاق اور سباق اس آیت سے
یہ ہے کہ ابتدا اس حکم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے تھی لیکن خاریخ کی رُو سے ثابت ہے
کہ ابتدائی بناء اس خانہ معظم کی حضرت آدمؑ کے عہد میں وقوع میں آئی اور اُس وقت سے ہمیشہ
یہ مقام معبد انبیا اور صلحا کا اور محل استجابت دعا کا رہا اور تاریخ ازرقی اور کتاب العظمہ مصنفہ ابوالشیخ اور
تاریخ ابن عساکر اور دوسری کتابوں اس فن کی میں مذکور ہے کہ جب حضرت آدمؑ بہشت سے اوپر زمین
کے پڑے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا میں تسبیح اور تکبیر اور تہلیل ملائکہ کو زمین پر نہیں سنتا ہوں
جیسا کہ آسمان پر سنتا تھا اور نہ کوئی طواف گاہ رکھتا ہوں جیسا کہ فرشتوں کا آسمان میں طواف گاہ
دیکھتا تھا کہ بیت المعمور ہے حکم ہوا کہ جاؤ اور جس مکان میں کہ نشان دیں ہم خانہ کعبہ کو بنا کر اور گرد
اُس کے طواف کر اور طرف اُس کے نماز گذار اور حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمراہ حضرت آدمؑ کے جاویں
اور اُن کو نشان دیں حضرت جبرئیلؑ حضرت آدمؑ کو مکان کعبہ معظمہ میں لائے اور اُس زمین پر اپنا پر مارا

Marfat.com

کہ ساتویں زمین کے نیچے سے اوپر تک بنیاد اس کی پڑ گئی اور اس بنیاد کو فرشتوں نے ایسے بڑے بڑے پتھروں سے کہ ایک پتھر تیس مردوں سے بھی نہ اُٹھے پُر کر دیا اور یہ سنگ پانچ پہاڑ کے تھے کوہ لبنان اور طور سینا اور جودی اور حرا یہاں تک کہ وہ بنیاد برابر روئے زمین کے پہنچی اُس وقت حق تعالیٰ نے بیت المعمور کو آسمان سے نازل فرمایا اور اوپر اُس بنیاد کے اُس کو رکھا اور حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ اور اولاد اُن کی گرد اس کے طواف کریں اور طرف اس کے نماز گزاریں اور یہ خانہ زمانہ طوفان نوح علیہ السلام تک موجود تھا اور وقت طوفان کے اس خانہ کو پھر آسمان پر لے گئے پیچھے اُس کے مکان کعبہ معظمہ مثل ٹیلہ بلند کے تمام زمین سے جدا معلوم ہوتا تھا لیکن اوپر اُس کے کوئی بنا نہ تھی اور اہل آفاق اُسی مکان کا قصد کرتے تھے اور محل اجابت دعا جانتے تھے یہاں تک کہ ابراہیمؑ کو واسطے بنائے کعبہ کے حکم ہوا اور ہمراہ اُن کے سکینہ نے بصورت ابر کے سایہ ڈالا اور بسبب اُس سایہ کے حد کعبہ معظمہ کی معین ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ نے مقدار دور سایہ کے خط کھینچا اور اُسی خط سے حضرت ابراہیمؑ واسطے کھودنے زمین کے مشغول ہوئے یہاں تک کہ بنیاد حضرت آدمؑ کی نمودار ہوئی اوپر اُس کے بنیاد بنائے خانہ کی عمل میں لائے اور بیچ اُس وقت کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس گھر کو عمارت فرماتے تھے ارتفاع اُس کی نو گز کی اور دور اُس کا حجر اسود سے رکن شامی تک تینتیس ۳۳ گز اور رکن شامی سے رکن غربی تک بائیس گز اور رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس گز اور رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس گز پس شکل کعبہ معظمہ کی اُس وقت میں شکل مستطیل تھی کہ طول اُس کا عرض اُس کے سے زیادتی ظاہر رکھتا تھا اور باہم طول طرفین میں کہ شرقی اور غربی ہے نیز اختلاف تھا لیکن غیر محسوس اور ایسے ہی ہر دو جانب عرض کہ شمالی اور جنوبی ہے اختلاف تھا لیکن غیر محسوس اور دروازہ اس خانہ کا اس وقت میں ساتھ زمین کے چپاں تھا نہ بلند اور فضائے محض تھا کواڑ وغیرہ نہ تھے یہاں تک کہ تبع حمیری نے واسطے اُس دروازہ کے کواڑ اور زنجیر اور قفل بنایا تھا اور نیز کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اندرون اُس خانہ کے جانب راست در آئندہ کے ایک حفر بنا چھوٹا تھا جو بمنزلہ خزانہ اُس گھر کے ہوا اور جو کچھ نذر اور تحائف واسطے اُس خانہ کے آوے اُس خزانہ میں رکھیں اور بانی اُس خانہ کے حضرت ابراہیمؑ تھے اور مزدور حضرت اسمٰعیل کہ گلابہ کرتے تھے اور سنگ کو کوہ ابوالقبیس اور حرا اور ورقان سے لاتے تھے یہاں تک کہ عمارت اُس خانہ کی قد آدم سے بلند ہوئی اور احتیاج اُس چیز کی ہوئی کہ اُس پر کھڑے

Marfat.com

ہو کر بیٹا اٹھ کر یہ حضرت اسمٰعیلؑ کو فرمایا کہ واسطے میرے کوئی سنگ لا تا کہ اس پر کھڑا ہو کر کارِ عمارت میں مشغول ہوں حضرت اسمٰعیل کوہ ابوقبیس پر واسطے تلاش سنگ کے گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے راہ میں اُن سے ملاقات کی اور کہا کہ آؤ کہ تم کو نشان دوں میں دو سنگ کلاں کا کہ ہمراہ حضرت آدم علیہ السلام کے بہشت سے دُنیا میں آئے ہیں اور برکت عظیم رکھتے ہیں حضرت ادریسؑ نے اُن دونوں سنگ کو بخوف آنے طوفان کے اُس کوہ میں مخفی کر کے دفن کیا ہے ایک کو واسطے کھڑا ہونے ابراہیمؑ کے لے جا اور دوسرے کو کنج خانہ کعبہ جانب راست دروازہ سے تا کہ جو کہ طواف اُس خانہ کا کرے اوّل اُس سنگ کو بوسہ دے اور طواف شروع کرے حضرت اسمٰعیلؑ مطابق فرمانِ حضرت جبرئیلؑ کے آئے اور اُن دونوں سنگ کو پیچھے ایک دوسرے کے لائے اور حضرت جبرئیلؑ بھی ہمراہ حضرت اسمٰعیلؑ کے آگے ابراہیم علیہ السلام کے آئے اور واسطے رکھنے سنگ سیاہ کے کنج خانہ کعبہ میں حکم کیا جب حضرت ابراہیمؑ ایک سنگ پر کھڑے ہو کر بنائے عمارت کرتے تھے وہ سنگ بقدر بلندی عمارت کے بلند ہوتا جاتا تھا تا تمام ہونے عمارت کے حاجت طرف سنگ دوسرے کے نہ پڑی اور اثر انگلیوں ہر دو قدم حضرت ابراہیمؑ کا اُس سنگ میں منقش ہوا اور سنگ دوسرا کہ کنج خانہ کعبہ میں رکھا ایک نور عظیم اُس سے منتشر ہوا اور ہر چہار طرف خانہ کعبہ معظمہ کے نور اُس کے نے سرایت کی جتنی مسافت تک وہ نور پہنچا تھا ہر چہار طرف سے حد حرم کی مقرر ہوئی کہ بعد فراغ بنائے کعبہ سے اُس حد کا نشان مقرر کر دیا اور حدیث صحیح میں بروایت عبداللہ بن عمرؓ کے آیا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے الرکن والمقام یاقوتتان من یاقوت الجنۃ طمس اللہ نورھما ولولا ذلک لاضاء ما بین المشرق والمغرب یعنی رکن اور مقام دو یاقوت ہیں جنت کے یاقوتوں سے محو کر دیا اللہ نے نور ان کا اور اگر ایسا نہ ہوتا روشن کر دیتے مابین مشرق اور مغرب لولا و لاضاء حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رنگ سنگ سیاہ کا کہ ساتھ حجر اسود کے معروف ہے ابتدا میں نہایت سفید از نورانی تھا ہاتھ لگنے گنہگاروں بنی آدم کے ساتھ اس مرتبہ کے سیاہ ہوا اور قتادہ سے مروی ہے کہ قبل اسلام کہ یہ عبادت نہ تھی کہ مقام ابراہیم کو کوئی ہاتھ پہنچا دے اور مسح کرے اس اُمت میں یہ امر رائج ہوا اور اُن آدمیوں نے کہ قبل اسلام اُس نیک سنگ کو دیکھا تھا نقل کرتے تھے کہ اثر ہر دو پاشنہ حضرت ابراہیمؑ اور انگلیوں اُن کی کا اس پتھر میں ظاہر اور نمودار تھا بسبب

Marfat.com

ہاتھ پہنچانے آدمیوں کے وہ امر بخوبی ظاہر نہیں اور ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن زبیر سے نقل کی ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مقام ابراہیم کو مسح کرتی تھی کہا تم کو خدائے تعالے نے ساتھ مسح کرنے اس سنگ کے نہیں فرمایا بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ متصل اُس کے نماز گذارو تم اور بیہقی نے سنن اپنی میں روایت کی ہے کہ یہ سنگ زمانہ میں آں حضرت ؐ اور زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متصل خانہ کعبہ کے تھا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں متصل نہ رہا اور سبب اس کا آنا سیل عظیم کا تھا کہ اس کو سیل ام نہشل کہتے ہیں اور یہ سنگ زور آب سیل میں مکان اپنے سے بہا ہوا اور دُور پڑا تھا حضرت عمرؓ خود وہاں تشریف لائے ایک مکان واسطے اُس سنگ کے تجویز کیا گرداگرد اس سنگ کے سنگ بست کرکے درمیان میں اُس سنگ کو رکھا اور اُس وقت سے اسی مقام میں ہے اور یہی بات اہل تاریخ روایت کرتے ہیں پس اول بناء خانہ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی اور جو یہ مشہور ہے کہ اول بناء خانہ معظمہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے پس بنا بریں اُس کے ہے کہ اس موضع کو بصورت خانہ کے کہ چہار دیوار اور سقف رکھتا ہو انھوں نے بنایا ہے اور عہد میں حضرت آدمؑ کے سوائے بنیاد اس کی کے کچھ نہ تھا اور اوپر اس بنیاد کے بیت المعمور کو رکھا تھا کہ بصورت خیمہ کے تھا یاقوت مجوف سے اور عمارت گل اور سنگ کی نہ تھی لیکن قبل آدمؑ سے بھی یہ مقام محل تعظیم و احترام کا تھا حتیٰ کہ قبل خلقت زمین اور مافیہا سے بھی چنانچہ فاکہی اوّل تاریخ مکہ میں کہتا ہے حدثنی عبد اللہ بن ابی سلمۃ قال حدثنی الواقدی قال حدثنا ابن جریج عن بشیر بن عاصم الثقفی عن سعید بن المسیب قال قال علی بن ابی طالب خلق اللہ البیت قبل الارض والسموٰت باربعین سنۃ فکان غثاء علی الماء یعنی پیدا کیا اللہ نے بیت اللہ کو پہلے زمین اور آسمانوں سے چالیس برس پس تھا مثل کف کے اوپر پانی کے اور بھی فاکہی نے اپنی مسند میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی الکعبۃ خلقت قبل الارض بالفی عام قیل وکیف خلقت قبل الارض وھی من الارض فقال انہ کان علیھا ملکان یسبحان باللیل والنھار الفی سنۃ فلما اراد اللہ ان یخلق الارض دحلھا من تحت الکعبۃ وجعل الکعبۃ وسط الارض اور جو کہ بعضے اہل تواریخ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام

Marfat.com

کے بیٹوں نے کعبہ کو گل اور سنگ سے تعمیر کیا ہے بعد وفات حضرت آدمؑ کے اور رہنا بیت المعمور
کا اُس مقام میں حیات آدم علیہ السلام تک تھا چنداں قابلِ اعتماد نہیں اس واسطے کہ انتہا سند
اس روایت کی وہب بن منبہ تک ہے کہ بیشتر امور وقصے اسرائیلیوں سے نقل کرتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ قبل حضرت
ابراہیمؑ کے کہ کسی نے اس کو بطور خانہ کے نہیں بنایا اور ساز روئے کتاب اور سنت صحیحہ مشہورہ کے یہی بات ثابت ہے
اور اسی واسطے شیخ عماد الدین بن کثیر تفسیر اپنی میں کہتے ہیں کہ لم یرو عن معصوم ان البیت
کان مبنیا قبل الخلیل یعنی نہیں روایت کی گئی کسی معصوم سے کہ تحقیق بیت تھا بنایا ہوا
قبل خلیل علیہ السلام کے لیکن بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک اہل تاریخ کے ایسا مقرر
ہے کہ عمالقہ اور جرہم نے بھی اُس کو بنا کیا ہے اور پھر قصی بن کلاب نے بھی اس کو بنا کیا اور سقف
اُس کی کہ چوب دوم سے کہ درخت مقل کو کہتے ہیں پوشش کی اور چوب خرما کو بجائے تختوں کے رکھ دیا
پس جس وقت کہ آں حضرت پچیس سال کے تھے قریش نے پھر اس خانہ کو بنا کیا اور سبب اُس کا یہ تھا
کہ ایک عورت دھواں خوشبو کا پوشش کعبہ کو دیتی تھی شرارہ آتش سے اُٹھا اور سا اکثر چوب سقف
خانہ کو جلایا اور پہلے اس سے سیل عظیم آئے تھے اور اس کے صدمہ سے دیواریں کعبہ کی بھی شق ہوئی
تھیں سرداران قریش جمع ہوئے ولید بن مغیرہ کو میر عمارت قرار دیا اور کعبہ کو ہدم کر کے از سر نو بنا کی
اور آپس میں ایسا قرار دیا گیا کہ سوائے مال حلال کے اس میں خرچ نہ کریں اور جو اُس وقت میں اکثر
مالدار تھے سود خوار تھے مال حلال بہت کم بہم پہنچا اور اس بنا میں تغیر اور تبدل بہت واقع ہوا اوّل
یہ کہ عرض کعبہ سے چند گز زمین کو چھوڑا اور حطیم میں داخل کیا دوم یہ کہ دروازہ اُس کے کو زمین سے بہت
بلند کیا تا کہ جس کو چاہیں آنے دیں جس کو چاہیں نہ آنے دیں سوم یہ کہ اندرون خانہ کعبہ ستون چوبیں
دو صف استادہ کئے اور ہر صف میں تین تین ستون چہارم یہ کہ ارتفاع خانہ کو باہر سے دو چند کیا
اٹھارہ گز نو گز اوپر ارتفاع حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ کیا پنجم یہ کہ اندرون خانہ کعبہ کے
متصل رکن شامی کے زینہ قائم کیا کہ اوپر بام کعبہ کے اُس سے پہنچ سکیں اور یہ بھی سابق میں نہ تھا پھر
اسلام میں عبد اللہ بن زبیر نے اُس خانہ کو بنا کیا اور بدعات جاہلیت کو موقوف کیا مطابق اُس حدیث
کے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی اور بجائے گلابہ کے ارس کہ گل خوشبودار ہے یمن میں سلتہ
گچ محکم کے مخلوط کر کے صرف کیا اور حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کیا اور اُس خانہ کے دو دروازے بنائے

Marfat.com

ایک جانب غرب اور ایک جانب شرق اور جب بنا سے فارغ ہوئے مکمل باہر اور اندر مشک اور عنبر سے کہگل کی اور دیبا کی پوشش چڑھائی اور فراغت اس عمارت سے ستائیس رجب سنہ ۶۴ھ چونسٹھ کو واقع ہوئی پھر بیچ وقت حجاج کے بنا اس خانہ معظم کی واقع ہوئی لیکن اسی قدر کہ جانب شامی کعبہ کو ہدم کر کے بنیاد قریش کو بلند کیا اور زمین کعبہ کو بڑے بڑے پتھروں سے پُر کر کے دروازہ شرقی اُس کا بلند کیا اور دروازہ غربی اُس کا بند کیا اور دوسری جانب کعبہ کے متعرض نہ ہوئے اور یہ بنا سنہ ۷۴ھ میں واقع ہوئی اور پھر عہد سلطان مراد ابن احمد خان تک تجدید بناء واقع نہ ہوئی مگر ملوک اور سلاطین ترمیم اور اصلاح بنائے حجاج کی کرتے تھے یہاں تک کہ سلطان مراد نے پھر تجدید بنا کی کی سوائے حجر اسود اور اس کنج کے تمام کعبہ کو ہدم کر کے عمارت بنائی اور یہ عمارت بیچ سنہ ۱۰۴۰ھ ایک ہزار چالیس کے واقع ہوئی اب تک وہی عمارت باقی ہے لیکن اوپر وضع بنائے حجاج کے ہے بحث دوسری یہ کہ لفظ **مثابة** سے بحسب لغت عرب کے دو چیزیں مفہوم ہوتی ہیں اوّل یہ کہ مجمع ہو دوم یہ کہ بار بار آدمی اُس جا آویں اور ایک بار آنے میں سیر نہ ہوں اسی جا سے ہے کہ حضرت ابن عباس اور مجاہد اور دیگر مفسرینؒ نے کہا ہے کہ شوق زیارت اُس خانہ کا دل میں آدمیوں کے ڈالا ہے تاکہ دیکھنے اور طواف اُس کے سے سیر نہ ہوں اور جس وقت اُس گھر سے جاویں دل اُن کے مشتاق زیارت اس گھر کے ہوں جیسا کہ ساتھ تجربہ کے پہنچا ہے کہ جو ایکبار حج اس خانہ کا کرتا ہے اور اُس گھر کو دیکھ آتا ہے پھر مدت العمر مشتاق مراجعت کا طرف اُس خانہ کے رہتا ہے ہر چند راہ میں سختیاں کھینچی ہوں اور تکلیفات بے شمار کھینچی ہوں اور تعظیم اُس خانہ کی بعد دیکھنے اُس کے سے گویا بے اختیار دل سے جوش کرتی ہے اور وہ تعظیم مانند امور جبلیہ عزیزیہ کے محسوس ہوتی ہے کہ اسکا کسی جلب نفع یا دفع ضرر کے اوپر موقوف نہیں اور اسی سے ہے کہ حیوانات نے بھی واسطے تعظیم اس جا کے قیام کیا ہے اُرزقی بروایت مطلق بن حبیب کے لایا کہ ایک دن ہم ہمراہ عبداللہ بن عمرؓ کے سایہ کعبہ میں بیٹھے تھے یہاں تک کہ سایہ بسبب بلند ہونے آفتاب کے معدوم ہوا اور آدمی مجلس سے اُٹھے ناگاہ ایک براق شدید جانب ایک دروازہ مسجد الحرام سے ظاہر ہوا دیکھا ہم نے کہ ایک سانپ آتا ہے تمام حضار مجلس نے چشم اپنی کو طرف اُس سانپ کے متوجہ کیا وہ سانپ سیدھا طرف خانہ کعبہ کے آیا اور سانپ نے سات مرتبہ طواف ادا کیا بعد اس کے عقب مقام ابراہیم کے گیا دو رکعت نماز گذاری اور عبداللہ ابن عمرؓ اور دوسرے

Marfat.com

بزرگان مجلس نزدیک اُس سانپ کے گئے اور کہا اے عزیز طواف تیرا ادا ہوا لیکن اس شہر میں آدمی ناواقف اور غلام اور خدمت گار بہت ہیں بہتر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو نظر آدمیوں سے پوشیدہ رکھے کہ مبادا تجھ کو ایذا پہنچاویں بمجرد سُننے اس کلام کے سر اپنا اپنی دُم سے لپیٹ کر طرف آسمان کے اُڑ گیا یہاں تک کہ نظر ہماری سے غائب ہوا و نیز ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک نوجوان صالح جنوں میں سے کہ موضع ذی طوی میں رہتا تھا اکثر اپنے آپ کو بصورت سانپ بنا کر واسطے طواف خانہ کعبہ کے آتا تھا اور عقب مقام ابراہیم علیہ السلام کے نماز گزارتا اور مادر اس کی کہ جنات سے تھی اُس کو اس کار سے منع کرتی تھی اور ڈراتی تھی کہ مبادا تجھ کو آدمی سانپ جان کر مار ڈالیں وہ باز نہیں آتا تھا یہاں تک کہ ایک جماعت بنو سہم نے اُس کو مارا بمجرد مارنے اُس کے کے مکہ میں ایک غبار عظیم برپا ہوا اور ایک گردباد شدید آیا اور لوگوں نے اس جماعت بنو سہم کو اپنے گھروں میں مردہ پایا علاوہ ازیں تواریخ مکہ میں حکایت جمل طائف مشہور ہے خلاصہ اُس حکایت کا یہ ہے کہ سنہ آٹھ سو پندرہ ہجرت شریف سے ماہ جمادی الثانی میں ایک شتر شتروں جمال فاروقی سے مالک اپنے سے بھاگا اور قصد مکہ معظمہ کا کیا اور مسجد الحرام میں داخل ہوا آدمی بہت گردا گرد اُس کے دوڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں وہ ہرگز التفات طرف کسی کے نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ سات مرتبہ طواف بجالایا اور دو تین اسبوع تمام کئے اُس وقت طرف حجر اسود کے گیا اور اُس کو بوسہ دیا اور بعد اُس کے مقام حنیفہ کی طرف متوجہ ہوا اور مقابل میزاب الرحمۃ کے کھڑا ہوا اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو بہت چشم اُس کی سے رواں ہوتے اور اس حالت میں اپنے تئیں زمین پر ڈالا اور جان کو اپنی جان کے پیدا کرنے والے کو دیا اور سب آدمی اس کو اس حالت میں تماشا کرتے تھے بعد مرنے کے اُس کو اٹھایا اور درمیان صفا اور مروہ کے لے گئے اور دفن کیا اور ایک سبب منجملہ اسباب رجوع خلائق ہے طرف اُس خانہ کے یہ ہے کہ دُعا چند جا اُس مقام کے مستجاب ہوتی ہے اور آدمیوں نے تجربہ کیا ہے اور واسطے حصول مطالب دینی اور دنیوی اپنے کے دُعا اُس مقامات کی قوی ترین وسائل کا جانتے ہیں چنانچہ حسن بصری سے بروایت صحیح ثابت ہوا کہ مکہ معظمہ میں پندرہ مکان ہیں کہ دُعا اس جا مستجاب ہوتی ہے نزدیک ملتزم اور زیر میزاب اور نزدیک رکن یمانی اور اوپر صفا اور مروہ کے اور درمیان رکن اور مقام کے اور جوف کعبہ میں اور منیٰ اور مزدلفہ میں اور عرفات میں اور نزدیک ثلاثہ

اور نزدیک مبنی آب زمزم کے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ ان کانت الامۃ من بنی اسرائیل لتقدم مکۃ فاذا بلغت ذا طوی خلعت نعالہا تعظیما للحرم اور بھی مذکور ہے کانت الانبیاء اذا تواعند الحرم نزعوا نعالہم اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں مجاہد سے روایت کی کہ بعضے اوقات لاکھ لاکھ آدمی بنی اسرائیل سے واسطے حج کے آتے تھے اور جب حد حرم میں پہنچتے تھے برہنہ پا ہوتے تھے اور ارزقی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حواریوں نے بھی حج اُس جا کا کیا ہے جب حرم میں داخل ہوئے سواریوں سے نیچے اُتر کر پیادہ روی اختیار کی اور ارزقی نے حویطب بن عبدالعزّٰی سے روایت کی ہے کہ ہم ایک روز ایام جاہلیت میں کعبے کے سایہ میں بیٹھے تھے ناگاہ ایک عورت آئی پردہ کعبہ کا پکڑا فریاد کی بارخدایا میں ہاتھ شوہر اپنے کے سے نالاں ہوں کہ مجھ کو بیچ حرم کے مارتا ہے بمجرد اس دعا کے ہاتھ شوہر اُس کے کا خشک ہوا میں اُس کو ایام اسلام میں خشک دیکھتا تھا اور تواریخ میں مقرر ہے کہ آساف اور نائلہ مرد و زن تھے وقت داخل ہونے کعبہ کے مرد نے زن کو بوسہ دیا دونوں بصورت سنگ مسخ ہوئے آدمی اُن دونوں کو کعبہ سے باہر لائے واسطے عبرت آدمیوں کے باہر کعبہ کے کھڑا کیا اور ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کی ہے کہ آدمی مکہ کے موسم حج میں گھروں باہر آئے تھے ایک دزد نے مکان کو خالی دیکھ کر زر گھر سے کسی کے لے کر اندر کعبہ کے رکھا وقت مراجعت کے کعبہ میں واسطے لینے اُس قطعۂ زر کے داخل ہوا اور ہنوز سر اُس کا اندرون کعبہ کے تھا اور باقی اعضا اُس کے باہر کہ خانہ کعبہ نے اُس کو بزور دبایا سر اُس کا تن سے جُدا ہوا آدمیوں نے اس واقعۂ عجب کو دیکھا سر اور تن اُس کا باہر لا کر آگے کتوں کے ڈالا و نیز ارزقی تاریخ اپنی میں ساتھ سند صحیح کے لایا ہے کہ ایک عورت تھی جاہلیت میں کہ ایک لڑکے کو قرابتیوں اپنے سے پرورش کی تھی اور وہ عورت واسطے کسب معاش کے گھر سے باپ کے جاتی تھی اور وہ طفل تنہا رہتا تھا ایک دن اُس طفل نے شکایت تنہائی اپنی کی اُس زن نے کہا اے پسر جو کوئی ظالم تجھ پر حالت تنہائی میں تعدی کرے پس جان کہ مکہ میں ایک خانہ ہے آپ کو اس گھر میں پہنچا اور فریاد کر کہ اُس خانہ کا ایک صاحب ہے کہ فریادرس ہے اتفاقاً اُس طفل کو ایک ظالم تنہا پاکر قید کر کے لے گیا اور ایک مدت ساتھ اپنے رکھا اور بغرض تجارت مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ طفل

ہمراہ اُس کے تھا جو اُس خانہ کو دیکھا آدمیوں سے دریافت کیا کہ یہ گھر کس کا ہے کہا خدا کا گھر ہے
اُس کو سخن مادر کی یاد آئی اور اُس ظالم کے ہاتھ سے بھاگ کر نزدیک خانہ کعبہ کے آیا اور پردہ اُس
خانہ کو محکم پکڑا عقب اُس کے مالک اُس کا پہنچا چاہا کہ اُس کو کھینچ کر لے جاوے پہلے سیدھا ہاتھ اپنا
دراز کیا تاکہ اُس لڑکے کو پکڑلے دست راست اس کا خشک ہوا پھر دست چپ کو دراز کیا وہ
بھی خشک تب صاحب غلام اسطرالقیہ پر دیکھا آگے سرداران قریش کے گیا اور کہا کہ میں اس آفت میں گرفتار
ہوا اب تم گواہ رہو کہ میں نے اس طفل کو چھوڑا اور ساتھ اُس کے متعرض نہ ہوں جس جا چاہے چلا
جاوے لیکن علاج دونوں ہاتھ میرے کا فرماؤ تم بزرگان قریش نے فرمایا کہ ہر ہاتھ اپنے سے ایک ایک
شتر قربانی کر اُس نے ایسا ہی کیا دونوں ہاتھ اُس کے اچھے ہوئے اسکے علاوہ ازرقی نے عبدالمطلب
بن ربیعہ بن حارث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ سے اور چچازادہ اپنے کے ظلم بہت کرتا
تھا وہ ہر چند واسطہ خدا اور قرابت کا دیکر پناہ چاہتا تھا وہ ظالم ایذا اُس کی سے باز نہیں رہتا تھا
ناچار ہو کر خانہ کعبہ میں پناہ لی اور دعا کی کہ بار خدایا فلاں شخص میرے اوپر ظلم کرتا ہے اور بیچ تیرے گھر
تیرے کے پناہ لی ہے اُس کو ایسے درد میں مبتلا کر کہ لادوا ہو یہ دُعا کی اور اپنے گھر گیا دیکھا اُسکو ظالم
کا شکم بڑا ہو گیا اور مانند مشک کے ہوا ہر چند دُعا کرتا تھا کچھ فائدہ نہ ہوتا یہاں تک کہ شکم اُس کا شق ہوا
اور مرگیا اور عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں نے اس قصہ کو روبرو حضرت ابن عباسؓ کے نقل کیا فرمایا کہ میں
نے بھی ایک شخص کو دیکھا کہ روبرو خانہ کعبہ کے کھڑا ہو کر ظالم پر اپنے بددعا کی کہ اندھا
ہو فی الفور اندھا ہو گیا اور اُس کو آدمی کھینچ کر لے گئے اور ایسے ہی کرشمے
واسطے کے آدمی بخوف عقوبت لیگئے اور ایسے ہی کرشمے ظاہر ہوتے تھے کہ یہ مکان ہمیشہ جائے امن رہا ہے اس
عاجلہ کے تعرض سے ساتھ آدمیوں اس شہر کے اور ہتک حرمت اس شہر کی سے اجتناب اور احتراز
کرتے تھے اور آپس میں بیچ اس مکان کے مناقشہ نہیں کرتے تھے اور دوسرے اسباب اس شہر کے
سے یہ ہے کہ ہمیشہ قلمرو بادشاہوں سے خارج رہا یہاں تک کہ نوبت اسلام کی پہنچی اور وہ آدمی کہ تعظیم
اُس مکان کی زیادہ کرتے تھے مرتبہ سلطنت کو پہنچے اُس وقت سے امن در چند اس جا میں متحقق
ہوا بحث سوم یہ کہ اس خانہ کی نسبت خدا کی طرف کرنا جیسا کہ اس آیت میں واقع ہے کہ طَهِّرَا
بیتی کیا معنی رکھتا ہے اگر نسبت خالقیت اس بیت کی صحیح کرنے والی اس اضافت کی ہے پس ہر

Marfat.com

بقعہ زمین کا یہی حکم رکھتا ہے اور اگر نسبت سکونت اور بود و باش کی ہے پس ذات باری تعالیٰ منزہ ہے مکان سے اور اُس کو ساتھ کسی مکان کے یہ نسبت حاصل نہیں اور جو نسبت اُس کی ہے کہ اس مکان میں اُس کی عبادت کرتے ہیں اور شان معبودیت اُس کی نے اس جگہ میں ظہور فرمایا ہے پس خانۂ کعبہ اور معابد کفار مثل ہردوار وغیرہ یکساں ہوئے کہ سب میں شان معبودیت کی ظاہر ہے اس واسطے کہ ہر جا میں طالبانِ حق شوق اپنے کو لباس صورت میں ظاہر کرتے ہیں جواب اُس کا یہ ہے کہ اختصاص اُس خانہ کا بجناب الٰہی بہ سبب اُس کے ہے کہ بحکم اُس تعالیٰ کے واسطے عبادت اُس کی کے اور قضائے شوق طلب اُس کی کے بنایا گیا ہے اور کسی طرح کا علاقہ ساتھ مخلوقات کے نہیں رکھتا ہے اور معابد کفار مثل ہردوار وغیرہ نہ بحکم اُس تعالیٰ کے واسطے اس کار کے بنا کئے گئے ہیں اور نہ علاقہ مخلوقات سے خالی ہیں اس واسطے کہ تمام اُن معابد میں نسبت رام یا کشن یا دوسری روحوں کی ملحوظ نظر قصد کرنے والوں اُس جا کے رہتی ہے پس فرق ان دو جہتوں کا واضح ہوا اور تحقیق یہ ہے کہ قید پکڑنے کو یہ دو چیز لازم ہیں اوّل یہ کہ بحکم اس تعالیٰ کے ہو اس واسطے کہ نسبت ظہور الٰہی ہر جائے لیکن یہ ظہور عام صحیح یہ توجہ کا عبادت میں نہیں ہوتا یا باجماع عقلا کے پس لابد اس امر میں ظہور خاص چاہیئے اور میزان معرفت اُس ظہور کی حد عقل تیری سے خارج ہے بغیر توقیف شرعی سمجھا نہیں جاتا پس نص شارع کی اسباب میں ضروری ہے دوم یہ کہ اس مکان کو ساتھ کسی وجہ کے وجوہ سے علاقہ ساتھ کسی مخلوق کے نہ ہو والا وقت توجہ میں طرف اس مکان کے شائبہ شرک کا لازم آوے گا توحید صرف اُس عبادت میں نہ رہے گی اس واسطے قبلہ پکڑنے قبور اور انبیاء اور ستارہ اور آتش اور آب اور درخت سے ممانعت سخت آئی ہے اور معابد کفار وقت تفتیش کے یہ دونوں صفتیں نہیں رکھتے مثلاً ہردوار اس جہت سے نزدیک اُن کے واجب التعظیم ہے کہ کشن اس راہ سے ادھر گیا اور اجودھیا اس جہت سے کہ مسکن رام چندر کا ہے اور مقام رسوئی سیتا کا اور اسی قیاس پر کہ یہ فرقہ حلولی المذہب ہے اُن شخصوں کو مظاہر ذات مقدس الٰہی کا جانتے ہیں اور منسوبات اُن اشخاص کو حکم میں منسوبات الٰہی کے جانتے ہیں لیکن جو حلول کی نسبت طرف اس جناب عالی کے ہے باطل ہے اور یہ خیال از قبیل بنا فاسد برفاسد ہے اور برفرض اگر بالفرض معابد کفار کو اصل میں شعائر الٰہی سے اعتقاد کریں اور کہیں ہم کہ ان مقامات کی نسبت طرف مخلوقات کے کرنا تحریف اس فرقوں کے سے ہے اور ابتدا میں نسبت

Marfat.com

اُن کی خدا ہی کی طرف تھی اور کوئی نص صریح بھی واسطے تعین اُس موضع کے شرائع قدیمہ میں آئی ہو تغیر بھی فرق درمیان خانہ کعبہ اور اُن مکانات کے ظاہر ہے اس واسطے کہ تعبد اُن مکانات میں منسوخ ہوا اور حکم منسوخ کی تبعیت کرنا مخالفت صریح خدا کی ہے اور سر اُس کا یہ ہے کہ مدار قبلہ کرنے کا اور قبول عبادت کے ہے اور جب قبول عبادت کو منحصر کسی مکان یا کسی سمت میں کیا پھر غیر اس مکان اور سمت میں عبادت بجالانا سعی اپنی کو رائیگاں کرنا ہے بلا تشبیہ مانند اُس کے کہ ایک بادشاہ نے ایک مکان کو ولایت اپنی سے دار الخلافت قرار دیا اور رعایا پر فرض کر دیا کہ حوائج اپنی کو طرف اُس مکان کے رفع کریں اور نذریں اور ہدایا کو اسی مکان میں لے جاویں پھر بعد چندے مکان دوسرے کو دار الخلافت کیا اور بہ نسبت اُس مکان کے اسی قسم کا حکم ناطق کیا پس مکان اول کو کچھ حرمت سلطنت کی نہیں رہتی اور آمد و رفت اُس جا کی بے حاصل ہوتی ہے اور نذور اور ہدایا کہ اُس جا میں لیجاویں مقبول نہیں ہوتے بلکہ اگر کوئی رعایا سے اس پر اصرار کرے۔ اور کہے کہ دار الخلافت وہی مکان ہے نہ یہ مکان دوسرا البتہ سزاوار تنبیہ اور عقوبت کا ہوتا ہے کہ مخالفت حکم بادشاہی کی کی اور جو کوئی کفاروں سے کہ معابد اپنے میں پرستش کرتے ہیں تفتیش کرے کہ تم کس واسطے اور کس کے لئے ان معابد میں جاتے ہو البتہ واضح ہوگا کہ یہ ساتھ جانے ان مکانات کے تقرب ساتھ کسی مخلوق کے مخلوقات سے خواہ روحانیہ ہوں خواہ جسمانیہ طلب کرتے ہیں اور توجہ سے طرف ذات خالق کے محض غافل ہیں اس قسم کا مکان کہ محض واسطے توجہ الی اللہ کے مقرر اور معین ہو کسی جگہ سوائے خانہ کعبہ اور صخرہ بیت المقدس کے پایا نہیں جاتا اور واسطے اسی کے انھیں دونوں مکانوں کو لیاقت قبلہ ہونے کی حاصل ہوئی البتہ معابد کفار کی اگر مشابہت ساتھ قبور اولیا اور صلحا یا چلہ اُن کے کے رکھیں ممکن ہے نہ ساتھ کعبہ اور صخرہ کے کہ ان میں بہت فرق ہے اور اسی جا سے واضح ہوا سر تاکیدات بلیغہ کا کہ حدیث شریف میں بیچ نہی کے زیارت قبور سے اور شد رحال سے طرف کسی موضع کے سوائے مساجد ثلثہ کے اور یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبور انبیاء کو مساجد نہ کریں مدعا یہ ہے کہ بیچ اس عمل کے اکثر جاہلوں کو وہ اعتقاد کہ مشرکین کو بیچ بزرگوں اپنے کے ہم پہنچا ہے حاصل ہوتا ہے اور صرف توجہ الی اللہ باقی نہیں رہتی مگر پردہ میں اُن روحوں کے اور اس قدر توسط آخرت میں کہ وقت ظہور صلاح و فساد نفس انسانیہ کا ہے کام نہیں آتی اب آئے ہم طرف اُس کے کہ خاص

کرنے میں اس مکان کے ساتھ بنانے اُس خانہ کے کہ منسوب بجناب خداوندی ہو اور قبلۂ عبادت اور مرجع خلائق ہو کیا حکمت ہے اس واسطے کہ شارع حکیم علی الاطلاق ہے بے کسی حکمت کے تخصیص جزائی نہیں فرماتا ہے کہتے ہیں کہ ہم حکمت اس تخصیص کی تین وجہ وجیہ ہیں کہ خاطر ناقص افراد بشر میں پہنچی ہیں اول یہ کہ اصل نوع انسان کی خاک سے ہے اور اصل کرۂ خاک کا یہی نقطہ ہے جیسا کہ روایت سابق میں گزرا کہ قبل خلقت زمین کے اُس مکان نے روئے آب پر مانند کف کے ایک جرم پیدا کیا من بعد زمین تمام مہاز یراس کف سے منبسط اور فراخ ہوئی پس اصل جسم آدمی کا رخ طرف اُس نقطہ کے ہوا اور اُس کو چاہتا ہے کہ جب جسم اپنے کو مشغول عبادت میں پروردگار اپنے کے کرے طرف اصل ترابی اپنی کے رجوع لاوے اور جیسا کہ اوپر اصل قریب اپنی کے کہ جس جا میسر ہے سجدہ کرتا ہے طرف اصل بعید اپنی کے بیچ وقت عبادت کے متوجہ ہو اور عمر میں ایک بار ساتھ زیارت اُس مقام کے معنیٰ توجہ الی اللہ اور اشتیاق الی لقاء اللہ کو جلوہ دیوے اور حق شوق کا ادا کرے اور گرد اُس کے پھرے اور واسطے رضائے مولیٰ اپنے کے فرمان بجالاوے دوسرے یہ کہ وقت عبادت میں آدمی خلیفہ ملائکہ کا ہے کہ اصل میں یہ شغل شریف کار اُن کا ہے جیسا کہ بیچ وقت غضب کے خلیفہ سباع کا ہے اور بیچ وقت شہوت کے خلیفہ بہائم کا اور بیچ وقت مکر اور فریب کے خلیفہ شیطان کا اور عبادت گاہ ملائکہ کی آسمان میں بیت المعمور ہے اور یہ مقام زمین پر محاذی بیت المعمور کے جیسا کہ ازرقی حسن بصریؓ اور دیگر تابعین سے روایت لائے ہیں کہ البیت بحذاء البیت المعمور وما بینھما بحذائہ الی السماء السابعۃ وما اسفل منہ بحذائہ الی الارض السابعۃ حرم مکہ یعنی بیت اللہ مقابل بیت المعمور کے ہے اور درمیان ان دونوں کے ساتویں آسمان تک اور نیچے اُس کے مقابل میں ساتویں زمین تک کل حرم ہے اور ساتھ طریق دوسرے کے اس مضمون کو بروایت ابن عباسؓ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لایا ہے سوم یہ کہ اس مکان عظیم الشان میں ربوبیت الٰہی کی نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کی صورت میں کہ اکرا ولاد حضرت آدم اور مبدأ نسب حضرت خاتم المرسلین علیہ الف الف صلوٰۃ کے تھے برنگ عجیب کے ظہور کیا اور متصل اُس مکان کے پانی غیبی کے کہ مسمٰی بہ زمزم ہے ساتھ پر مارنے حضرت جبرئیل ؑ کے جوشش کیا اور اب تک جاری ہے پس جس وقت اولاد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور تابعان اُن کے چاہیں کہ طرف حضرت

Marfat.com

رب العزت کے متوجہ ہوں اُس مکان کو واسطے توجہ کے اختیار کریں کہ ربوبیت اُس تعالیٰ کی اُس جا
میں بے پردہ اسباب کے اسلاف کرام اُن کے کے حق میں کہ ساتھ نسبت کرنے کے ساتھ اُن کے مفخر
اور مباہی ہیں جلوہ گر ہوئی اور آثار اُس ربوبیت کے اب تک ظاہر اور ہویدا ہیں اور حضرت ابراہیم
اور حضرت اسمٰعیل کے حق میں بھی ادائے شکر اس نعمت نے تقاضا فرمایا کہ اُس جا میں واسطے عبادت
خدا کے ایک مکان مقرر کریں تاکہ جس وقت اُس مکان میں عبادت میں مشغول ہوں ربوبیت اُس
تعالیٰ کی بے پردہ وعیاں کے ملحوظ اُن کے ہو کر دیکھنا مکان کا تذکیر وقائع گذشتہ میں دخل عظیم رکھے
یہ تین چیزیں ہیں کہ بیچ ابتدائے تخصیص اس مکان کے واسطے خانۂ خدا ہونے کے وجوہ حکمت سے معلوم
بشر کے ہیں لیکن بعد اُس سے کہ یہ مکان معبد خلائق اور قبلۂ عبادات اور مرجع عاشقاں صادق
اور مطاف محبان خالص کا ہوا پس عمدہ وجہ خاص کرنے اس مکان کی ظہور تجلی الٰہی کا ہے اُس مقام
میں کہ یہ تمام تعظیمات اور محبتیں اُس پر واقع ہوتی ہیں اور سہام دُعاؤں گوناگوں اور ذکر دل رنگارنگ
کا اُس پر پڑتا ہے اور وہ تجلی ہے ساتھ کمال رحمت کے کہ حوالی اُس بقعہ کو ساتھ نُور عظیم کے
پکڑتا ہے اور افواج ملائکہ کا استخدام اور استتباع کیا اور اشارہ طرف اُس تجلی کے ہے کہ کلام میں بعضے
انبیاؤں پیشین کے کہ اُس کو کتب میں بنی اسرائیل کے روایت کرتے ہیں قولہ سبحان الذی
تجلی علی طور سیناء واشرق نورہ من الساعیر واستعین من جبال فاران اور فاران
نام مکہ معظمہ کا ہے جیسا کہ ساعیر نام بیت المقدس کا ہے اور معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ پاک ہے وہ
خداوند کہ تجلی فرمائی کوہ طور پر اور چمکا نور اُس کا ساعیر سے بے پردہ اور ظاہر ہوا کوہستان فاران سے
اور بسبب اُس تجلی الٰہی کے جو کہ زائران اُس خانۂ معظمہ سے اُس خانہ میں غور سے نظر کرتا ہے سکینت
اور وقار اور عظمت کو مقرون بہ جلال پاتا ہے خواہ زکی ہو خواہ بلید اور سمجھتا ہے کہ اس جگہ میں ایک
شان عظیم ہے کہ کسی مکان میں یہ شان نمودار نہیں اور محبوب ہونا اُس خانہ کا دلوں میں اور انجذاب
قلوب کا طرف اُس کے آثار اُسی تجلی کے سے ہے رزقنا اللّٰہ الفوز بمشاھدتہ ظاھرا وباطنا
اور جس وقت وہ تجلیات خاصہ اللہ کے حق میں کہ قلوب اولیا پر واقع ہوتی ہیں اور ہنوز شان
معبودیت اور مسجودیت کی اُن میں موجود نہیں آدمیوں نے عجیب عجیب طرح کے کلام کہے ہیں جو ملاحظہ طلب ہیں مثل
قول حذیفہ بن یمانؓ کے لمجلس من عمر خیر من عبادۃ ستین سنۃ اور مثل قول مولانا کے

Marfat.com

رُوم کے مثنوی :۔

ہر کہ بر تبریز یافت یک نظر از شمس دیں　　طعنہ زند بردہ سخرہ کند از حبل

پیچ حق اس تجلی عام وسیع کے کہ مرتبہ مسجودیت اور معبودیت کے پہنچی ہے کیا سمجھنا چاہیئے البتہ ابن ابی شیبہ اور ارزقی اور جندی اور بیہقی شعب الایمان میں عطا ابن لیسار سے لائے ہیں النظر الی البیت عبادۃ والناظر الی البیت بمنزلۃ القائم الصائم المخبت المجاھد فی سبیل اللہ اور جندی نے عطا سے نقل کی ہے کہ ان نظرۃ الی البیت فی غیر طواف ولا صلوٰۃ تعدل عبادۃ سنۃ قیامھا و رکوعھا وسجودھا اور ابن ابی شیبہ اور جندی نے طاؤس سے نقل کی ہے کہ النظر الی البیت افضل من عبادۃ الصائم القائم الدائم المجاھد فی سبیل اللہ یعنی نظر کرنی طرف بیت اللہ کے افضل ہے عبادت روزہ دار کی سے کہ ہمیشہ قائم اللیل رہتا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور ابن ابی عدی اور بیہقی شعب الایمان میں مع التضعیف بروایت ابن عباسؓ کے آں حضرت سے لائے ہیں کہ ان اللہ تعالیٰ فی کل یوم ولیلۃ مائۃ وعشرین رحمۃ ینزلھا لھذا البیت ستون منھا للطائفین واربعون للمصلّین وعشرون للناظرین یعنی تحقیق ہر رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں الہٰی اس بیت کے واسطے نازل ہوتی ہیں ساٹھ اُن میں سے واسطے طواف کرنے والوں کے اور چالیس واسطے نماز پڑھنے والوں کے اور بیس واسطے دیکھنے والونکے ہیں اور ارزقی نے آں حضرت علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت اُمت کسی پیغمبر کی پیغمبروں سابق سے ساتھ عذاب الٰہی کے ہلاک ہوتی تھی وہ پیغمبر بیچ مکہ کے رجوع کرتے اور مشغول عبادت میں ہوتے جیسا کہ عہدہ دار اور ارباب خدمات بادشاہی کے جب کار اپنے سے معطل ہوتے ہیں حضور بادشاہ میں رجوع کرتے ہیں اور مجرا اور سلام میں حاضر رہتے ہیں اور اسی جائے سے ہے کہ جس شخص کا دل دُنیا سے سیر ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ رجوع بخدا کرے کہتا ہے کہ میں ارادہ بیت اللہ کا رکھتا ہوں گویا رجوع بخدا ساتھ اسی طریق کے جانتا ہے اور اس جا سے معنی دوسرے لفظ مثابۃ للناس کے ظاہر ہوئے اور ارزقی نے مجاہد سے روایت کی کہ حضرت موسیٰؑ نے خانہ کعبہ کا اس طرح قصد کیا کہ اوپر شتر سرخ کے سوار ہوئے اور روحا سے احرام باندھا اور دو گلیم قسطوانی پہنی، ایک کا لنگ کیا اور دوسرے کو چادر اور طواف خانہ کعبہ کا کیا اور درمیان صفا

Marfat.com

اور مردہ کے لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑتے تھے کہ ایک آواز غیب سے کان میں اُن کے پہنچی کہ لبیک عبدی انا معك یعنی حاضر ہوں میں اے میرے بندے تحقیق میں تیرے ساتھ ہوں حضرت موسیٰ اس آواز سے بے اختیار زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور ابن مردویہ اور اصبہانی ترغیب اور ترہیب میں اور دیلمی بروایت ابن جابر بن عبداللہؓ لاتے ہیں کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جب دن قیامت کا ہوگا کعبہ کو فرشتے مانند عرش کے ساتھ زیب اور زینت کے آراستہ کرکے حشرگاہ میں لے جاویں گے اثنائے راہ میں میری قبر پر سے گذر ہوگا پس کعبہ بزبان فصیح کہیگا کہ السلام علیك یا محمد میں جواب میں کہوں گا وعلیك السلام یابیت اللہ ساتھ تیرے اُمت میری نے کیا سلوک کیا اور تو ساتھ اُن کے کیا سلوک کرے گا کعبہ کہے گا کہ اے محمد جو کوئی اُمت تیری سے واسطے زیارت میری کے آیا پس میں اُس کو کفایت کرتا ہوں اور شفیع اُس کا ہوں گا اُس کی طرف سے خاطر اپنی کو فارغ رکھو اور جو کہ زیارت واسطے میری کے نہیں پہنچا پس اُس کو کفایت کر اور شفیع اُس کا ہو بحث چہارم یہ ہے کہ لفظ واتخذوا میں دو قرأت متواتر ہیں نافع اور ابن عامر ساتھ فتح خا کے پڑھتے تھے اور معنی اُس کے ظاہر ہیں کہ عطف جعلنا پر ہے یعنی ہم نے خانہ کو مرجع خلائق اور جائے امن واسطے اُن کے کیا اور انھوں نے مقام ابراہیم سے نماز گاہ پکڑی تاکہ مطابق فرمان ہمارے کے بجالاویں اور دوسرے قراء کہ ساتھ کسرۂ خا کے پڑھتے ہیں اُس کو صیغہ امر کا جانتے ہیں عطف اس کا اوپر جملہ جعلنا کے کہ خبریہ ہے لیکن عطف انشاء سے اخبار پر ہوگا لہٰذا جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ لفظ قلنا بعد واؤ عطف کے مقدر ہے یعنی وقلنا اتخذوا من مقام ابراھیم تو عطف خبر کا خبر پر ہوا پھر تقدیر معنی اس آیت کے معمول بہ نہیں اس واسطے کہ نہ آدمی اُس سنگ پر نماز گذارتے ہیں اور نہ حکم شرع کا اُس پر آیا کہ اُس سنگ خاص کو نماز گاہ کرنا اور واسطے اسی اشکال کے مجاہد نے کہا ہے کہ مراد مقام ابراہیم سے تمام حرم ہے اور مصلےٰ سے جائے دُعا کہ معنی اصلی صلوٰۃ کے دُعا ہیں اور عطا نے کہا کہ مقام ابراہیم عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ ہے اس واسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس موضع میں کھڑے ہوکر دُعا فرمائی ہے لیکن ان دونوں قولوں میں حمل لفظ مقام ابراہیم کا غیر متعارف پر ہے اور اُس سنگ کو ایک اختصاص ہے ظاہر ساتھ مقام ابراہیم ہونے کے اس واسطے کہ اس اعجاز روشن نے اُس سنگ میں ظہور کیا ہے اور یہ کہ حمل لفظ مصلےٰ کا معنی شرعی پر نہیں ہے اس

۵۰

Marfat.com

کہ استعمال صلوٰۃ کا دُعا میں نزدیک اہل شرع کے رائج نہیں گو لغت میں ہو اور حمل الفاظ قرآنیہ کا معانی شرعیہ پر کرنا چاہیئے نہ معانی لغویہ پر پس اولیٰ وہی ہے کہ تفسیر میں گزرا اور مراد یہ ہے کہ نماز طواف کو بطریق استحباب مؤکد متصل اُس سنگ کے ساتھ ادا کرنے کیا کہ وہ سنگ بجائے امام کے اور نماز گذار بمنزلہ مقتدی کے ہو نماز گذارے اور قریب مکان کو وہ مکان کہنا مجاز متعارف ہے قریب حقیقت کے پس ظاہر نزدیک یہ آیت محمول بہ ہے ہر چند اصل میں یہ نماز واجب ہے، اور بمذہب امام اعظمؒ کے اور نزدیک شافعیؒ کے دونوں میں ایک یہ کہ سنت ہے دوسرے فرض ہے لیکن گذارنا اس نماز کا ساتھ اس وضع کے کہ عقب اس سنگ کے ہو بالاجماع مستحب ہے ساتھ استحباب مؤکد کے ستی المقدور ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور جواز و سام خلق مانع ہو موضع دوسرے میں مسجد الحرام سے چاہیئے گذارے اور سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب محدثین میں بروایت جابرؓ کے آیا لما وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ عند مقام ابراھیم قال لہ عمر یا رسول اللہ ھذا مقام ابراھیم الذی قال اللہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی قال نعم اور دیگر صحاح میں موجود ہے کہ ان النبی علیہ السلام رمل ثلث اشواط ومشی اربعۃ حتی اذا فرغ عمد الی مقام ابراھیم فصلی خلفہ رکعتین ثم قرأ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی اور صحاح جمیع میں موجود ہے کہ نزول اس آیت کا موافقت حضرت عمرؓ سے ہے اور انھوں نے بیچ تنگ کے عرض کی تھی کہ نماز طواف کو عقب اُس کے مقرر فرمانا چاہیئے تحقیق میں تمام حرم یا عرفات وغیرہ کے اور بعضے ظریفوں شافعیہ سے سُنا گیا کہ کہتے تھے کہ عمل اس آیت پر نصیب ہمارے ہے جمیع خلائق سے کہ مصلّے ہمارا بجانب مقام ابراہیم کے ہے اور مصلّے اہل ہدایت دوسروں کا جانب دوسرے ہیں حنفی نے جواب میں اس ظرافت اُن کی کے کہا کہ سمت قبلہ ہمارے کی موافق سمت قبلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہے اس واسطے کہ بالقطع ثابت ہے کہ قبلہ حضرت ابراہیمؑ کا اور جمیع بلدان شامی کا طرف میزاب کے ہے اور بیچ اُسی جانب کے مصلائے حنفی ہے لیکن وہ مقام کہ بالفعل مصلّے حنفی بیچ اُس جا کے ہے اصل میں مسجد الحرام سے خارج تھا اور دار الندوہ قریش کا تھا لیکن بعد زیادہ ہونے مسجد الحرام کے اُس جگہ نے بھی حکم مسجد الحرام کا پکڑا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ آنحضرت ﷺ نے حق میں مسجد اپنی کے فرمائی ہے اور حکم مسجد الحرام کا وہی ہے وھو قولہ لو بنی مسجدی ھذا الی صنعاء لکان مسجدی بحث پنجم یہ کہ تقدیم طائفین سے عاکفین اور مصلین پر بعض مفسرین نے استنباط کیا ہے کہ مجاور مکہ کو طواف نماز سے بہتر ہے اخرج جندی وابن البخاری

Marfat.com

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طاف بالبیت اسبوعا وصلی خلف مقام ابراھیم رکعتین وشرب من ماء زمزم غفر اللہ له ذنوبه کلها بالغة ما بلغت اور ازرقی نے عمرو بن شعیب سے بواسطہ ان کے والد اور دادا کے روایت کی کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص بارادہ حج اپنے گھر سے نکلتا ہے ایسا ہے کہ دریائے رحمت میں داخل ہو کر جاتا ہے اور جو مطاف میں داخل ہوا ایسا ہے کہ دریائے رحمت میں اُس نے غوطہ کھایا اور جس وقت طواف شروع کیا ہر قدم اُس کے میں دو خیر اُس کو حاصل ہوتی ہیں اور جس وقت قدم اٹھاتا ہے پانسو نیکیاں واسطے اُس کے لکھتے ہیں اور جس وقت رکھتا ہے پانسو گناہ اُس سے دُور ہوتے ہیں اور جب طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں پہنچتا ہے اور دو رکعت طواف کے اُس جا گذارتا ہے ایسا ہوتا ہے کہ گویا شکم مادر سے امروز پیدا ہوا ہے کہ کوئی گناہ نہیں رکھتا اور فرشتہ مقابل آکر اُس کو کہتا ہے کہ از سر نو عمل کر باقی عمر اپنی میں کہ عمر گذری ہوئی اپنی سے فارغ ہوا تو اور اُس کو مرتبہ شفاعت ستر آدمیوں کا اقارب اُس کے دیتے ہیں بحث ششم کہ حرف عطف کہ واؤ ہے میان رکوع اور سجود کے کس واسطے حذف کیا حالانکہ سابق سے یہ کلام بطریق عطف کے ہے للطائفین والعاکفین کے جواب اُس کا ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ طواف اور اعتکاف ہر دو عمل جداگانہ ہیں ایک دوسرے پہ موقوف نہیں بخلاف رکوع اور سجود کے بدون انضمام باہمدیگر کے عبادت نہیں ہوتا ہے اور اعتبار میں نہیں آتی ہے بنا بر اُس کے مجموع ان دونوں فعل کا ایک عمل ہوتا ہے کہ وہ نماز ہے پس توسیط عاطف کی درمیان دونوں کے مناسب نہ تھی بحث ہفتم یہ کہ اس جگہ میں اوپر محض رکوع اور سجود نماز کے اکتفا کیا اور سورۃ حج میں قیام کو بھی ذکر فرمایا ہے سبب اختلاف اس اسلوب کا کیا ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ حقیقت میں سبب یہ تھا کہ نماز غیر نماز سے امتیاز پیدا کرے یہی دو فعل ہیں رکوع اور سجود اور قیام اختصاص ساتھ نماز کے بلکہ ساتھ عبادت کے بھی نہیں رکھتا ہے اس واسطے کہ قیام اکثر اوقات بنا بر عادت کے نہیں ہوتا ہے جیسا کہ قعود اور اضطجاع بخلاف رکوع اور سجود کے کہ بدون قصد تعظیم معزز بلکہ قصد عبادت کے متحقق نہیں ہوتا ہے پس ذکر رکوع اور سجود کا گویا ذکر مابہ الامتیاز کا ہے اور ساتھ ذکر ان دونوں کے نماز کی حقیقت کی طرف اشارہ متحقق ہوا اور ذکر قیام چنداں درکار نہ رہا البتہ سورۂ حج میں مناسک

Marfat.com

حج کا ذکر منظور ہے کہنا شارع کلام اور استیفائے ارکان نماز بھی مناسب ہو کیونکہ خطاب اُس جا کے ہے اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ خطاب سورۂ حج میں ساتھ مشرکین مکہ کے ہے کہ اصلاً نماز سے آشنا نہ تھے بدلیل ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام پس ذکر قیام اور رکوع اور سجود تمام اُس جا مناسب ہوا اس واسطے کہ یہ نہ واسطے خدا کے قیام کرتے تھے اور نہ رکوع اور سجود اور خطاب بیچ اس جا کے ساتھ اہل کتاب کے ہے یعنی یہود اور نصاریٰ سے اور یہ نماز کرجانتے تھے اور ارکان نماز میں سے اسی قیام کو بخوبی بے کم وکاست ادا کرتے تھے اور جو کوئی نماز میں خلل کرتا تھا انھیں دو رکن میں یعنی رکوع اور سجود میں کرتا اس واسطے کہ رکوع کو اصلاً نہیں کرتے تھے اور سجود اوپر وجہ مشروع کے ادا نہیں کرتے تھے پس ذکر قیام کا انکے لئے اصلاً درکار نہ تھا بحث ہشتم ہے کہ اس جا میں عاکفان کو بھی ہمراہ طائفین کے مذکور فرمایا ہے اور سورۂ حج میں عاکفان کو موقوف کیا ہے اور ذکر طائفین اور مصلین کے اکتفا کیا سبب اس اختلاف کا کیا ہے جواب اس کا ہے کہ سورۂ حج میں تھوڑا سا پہلے اس لفظ کے مسجد الحرام کے حق میں گزرا ہے کہ جعلناہ للناس سواء العاکف فیہ والباد اور اس جا میں ذکر عاکفوں کا مکرر تھا بخلاف طائفوں کے اور نمازیوں کے کہ یہ ہر دو ابتداً مذکور ہیں یہ کہ سورۂ حج میں اوّل سے مذکور تمام مسجد حرام کا ہے اور اعتکاف تعلق ساتھ تمام مسجد کے رکھتا ہے عاکفین کو متصل ذکر مسجد کے لانا مناسب تھا اور نہ ذکر طواف اور نماز کا کہ متعلق ساتھ خانہ کعبہ کے ہے باعتبار دوران اور استقبال کے متصل ذکر خانہ کعبہ کے لانا معلوم ہوا اور اس سورۃ میں سابق میں ذکر مسجد الحرام کا نہیں گذرا ہے بلکہ ذکر خانہ کعبہ کا ہے کہ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس پس ذکر عاکفین کا کہ ایک نوع تعلق ساتھ اُس خانہ کے رکھے اگرچہ وہ تعلق بعید ہے ضروری ہوا بحث نہم ہے کہ محققین نے کہا ہے کہ مقام حضرت آدم علیہ السلام کا مقام قلب تھا اور احکام لطیفۂ قلب کے اُن پر غالب تھے اور بیت المعمور بمثال قلب کے ہے شخص اکبر میں اور اسی واسطے موافق بعضی روایات کے آسمان چہارم میں جائے اُس کی ہے کہ وسط عالم کبیر کا ہے پس فرمایا آدم کو واسطے طواف اُس بیت کے اور تیار کرنے اُس کے کے صورت دوران اُن کی کے اُوپر کامل کرنے قلب کے تھی کہ اُس نے ساتھ اُس رنگ کے ظہور کیا اور عہد میں ادریس کے لطیفۂ عقل کا بروئے کار کے آیا اور احکام اُس کے غالب ہوئے اور عہد حضرت نوح علیہ السلام میں لطیفۂ روح نے استیلا

اور واسطے اُس کے طواف بیت المعمور اور مناسک اس جناب کی دو طرف اشتغال کے لائے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مستوجب اصلاح اس لطیفہ کے ہوئے اور احکام اُس کے کو قالب کیا عہد میں اُن کے احکام حج اور اقامت مناسک کے کو تمام جوشش محبت اور شوق اور دوسرے صفات قلبی سے نشان دیتے تھے ساتھ ظہور تمام کے جلوہ گر ہوئے اور رکن اسود کہ بجائے دست شیخ کے ہے مصافحہ میں بیعت کے اور مقام ابراہیم بصورت اتباع شیخ کی اور وہ ہر وقت وارث منصب ابراہیمی کا حق ہے حق میں مرید کے اور سیاہی رنگ رکن اسود کی دلیل اُس کی ہے کہ احکام البشریت کو شیخ میں دیکھ کر گریز نہ کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جبکہ دست اُس کے کو دست خدا پہچانے اور دستگیر طریقت کا جانے اور جبکہ بنی اسرائیل راہ محبت اور شوق سے بے خبر تھے غیر راہ طمع اور خوف سے کوئی راہ دوسر نہیں جانتے تھے خوبی افعال حج کی نہیں سمجھتے تھے اور کنہ اُن افعال کی کو اُنہوں نے نہ پایا تھا جیسا کہ علمائے قشر ارباب ظواہر کیفیت وجد اور شوق سے بے خبر رہتے ہیں اور اُس کا انکار کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اُن کو اس امور سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ یہ امور ملت ابراہیمی کے اندر داخل تھے نہ کہ از قبیل بدعات مشرکین اگر یہ پیغمبر اور اُمت اس کی احیا اس سنت سنیہ ابراہیم علیہ السلام کا کریں کیا جائے اعتراض ہے اور کیا محل انکار ہے اور اگر تعظیم اس خانہ کی اور طواف اُس کا اور اعتکاف نزدیک اُس کے اور نماز طرف اُس کے اصل میں ملت ابراہیمی میں داخل نہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد بنا اس خانہ کے کس واسطے باربار القائے اس خانہ اور حرمت اُس کی کے دعائیں کرتے تھے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ یعنے اور یاد کرو اس وقت کو کہ کہا ابراہیم نے جس وقت کہ واسطے بنا کرنے خانہ کعبہ کے مامور ہوئے اور عزم مصمم اوپر اُس کے کیا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا یعنی اے پروردگار میرے کر یہ صحرائے لق و دق کو کہ زیادہ چند خانہ دار سے اس جا میں سکونت کسی کی نہ تھی بَلَدًا یعنی شہر آباد تا کہ فائدہ بنانے اس خانہ کا حاصل ہو اس واسطے کہ جب حوالی اُس کے میں کوئی شہر آباد نہ ہو طواف اس خانہ کا کون کریں اور اعتکاف کون بجالائے اور نماز کون گذارے اٰمِنًا یعنی با امن اس واسطے کہ جس وقت وارد اور آفتیں شہر میں ہو دیں ویران ہو جائے اور بباعث خوف کے قافلے بھی دور دور سے نہ آسکیں موجب ویرانی اُس کی کا ہوتا ہے پس معنی مثابۃ للناس کے کیونکر متحقق ہوں گے اور یہ کہ یہ صحرا قابل پیدا ہونے گیاہ کا نہیں ہے تاکہ مواشی اُس جا زندگانی کر سکیں اور نہ قابل زراعت کے ہے

Marfat.com

بسبب خشکی اور سنگ لاخی کے تاکہ آدمی اس جا میں ساتھ معاش کے بسر لے جاویں پس اس مکان میں امن وافر چاہیے ہے تاکہ تجار ہر طرف سے حبوب اور غلات اور امتعہ اور اقمشہ کو لاویں اور کار معیشت سکان اس جا پر فراخ ہو اور حق تعالیٰ نے اس دعا حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ اُس کے مستجاب فرمایا کہ کوئی ظالم بسبب آزار اوپر اس مکان کے دستیاب ہو جس کسی نے ظالموں سے قصد اس مکان کا کیا فی الفور ہلاک ہوا جیسا کہ قصہ میں اصحاب فیل کے واقع ہوا اور جو کوئی کہے کہ حجاج ثقفی نے کہ ظلم اور ستم اور خون ناحق میں ضرب المثل ہے کیونکر اُس شہر پر قبضہ پایا اور اُس عہد میں اُس وقت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا اور قتل کیا کہتے ہیں ہم کہ غرض حجاج کی تخریب اس شہر اور ایذائے سکان اُس جا کے نہ تھی لہٰذا ساتھ آدمیوں اُس شہر کے تعرض نہ کیا وہ ظلم اور ستم کہ اُس سے واقع ہوا ابن زبیر اور اُس کے رفیقوں پر واقع ہوا اور جو کہ عمارت سے اُس خانہ معظمہ کی اُس صدمہ میں شکست و ریخت پائی تھی ساتھ مرمت اور اصلاح اُس کی کے کوشش کی اور لباس کعبہ اور زیب و زینت اُس کی بہ نسبت سابق کے زیادہ کی بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واسطے بقائے رسم حج کے آبادی اس شہر کی چاہی اور واسطے آبادی کے امن اس واسطے کہ در صورت بے امنی اور ویرانی شہر کے کم ہونا و قلت کا ہے و نیز واسطے بقائے آبادی کے دعا دوسری فرمائی وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ یعنی اور روزی دے ساکنان اس شہر کے کو میووں گوناگوں اقلیم مختلفہ سے تو بسبب شوق میوہ کھانے کے اس جنگل خشک سے آوارہ ہو کر طرف ولایت میوہ دار کے نہ جاویں اور اس دعا کو ان کی حق تعالیٰ نے ساتھ اس صورت کے اجابت فرمایا کہ شہر طائف کو حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین فلسطین اور شام سے پروں پر اپنے اٹھا لاتے اور اول اُس کو گرداگرد خانہ کعبہ کے سات بار طواف کرایا اس واسطے مسمی بطائف ہوا بعد اُس کے بمسافت سہ روزہ راہ کے مکہ سے بالائے کوہ رکھا اور آب ہوا اسکی کو اوپر اصل وضع اپنی کے باقی رکھا اور یہ قصہ عجائبوں قدرت الٰہی سے ہے اس واسطے کہ مکہ معظمہ میں ایام تابستان میں ساتھ چلنے ہوا گرم اور سوزش سنگہائے کوہستان کے ایک حالت سخت معلوم ہوتی ہے جو اُس جا سے کوہ پر طائف کے آتے ہیں بعینہ ہوا اُس جا کی ہوائے ولایت سردسیر کی سی کھوتی ہے اور مویز طائف کی بے دانہ اور دوسرے میوے ولایت سردسیر کے بہت موجود رہتے ہیں علاوہ اس طریق دوسرا واسطے استجابت اس دعا کے یہ ہوا کہ قلوب رومیوں کو کشش عظیم طرف اُس شہر اور سکان اُس شہر کے

Marfat.com

پیدا کی تو ہر طرف سے میوے اور غلات اور فواکہ و ثمار کھینچ کر لاتے اور پہنچاتے ہیں مصر سے ہند سے سندھ سے اور فارس اور بصرہ سے جہاز کے جہاز بھر کر آتے ہیں اور خالی جاتے ہیں اس واسطے اس شہر میں نفائس ہر ملک کے پائے جاتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ نے وقت اس دعا کرنے کے یاد فرمایا کہ میں نے واسطے اولاد اپنی کے طلب امامت کی کی تھی اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں کو تیری اولاد سے امامت نہ پہنچے گی ناچار طلب رزق میں موافقت اسی کی فرما کر تخصیص اور تقیید چاہیے کرنی اس واسطے کہا میں خاص کرتا ہوں طلب رزق میں مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اس کسی کو کہ ایمان لایا ہے اہل اس شہر سے خدا پر اور آخرت پر تاکہ غیر ان سے اس شہر میں بسبب بے معاشی کے سکونت نہ کریں اور کوئی کافر اس شہر میں اقامت نہ کر سکے تاکہ یہ شہر آلودگی کفر اور بت پرستی سے خالی ہو قَالَ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ روزی کو امامت پر قیاس مت کر اس واسطے کہ امامت نیابت نبوت کی ہے پس چاہیے کہ صاحب اس کا ظالم اور ستمگار نہ ہو اور روزی قبیل پرورش الٰہی سے ہے اور وہ رب العالمین ہے مومن اور کافر اور ظالم اور عادل اور صالح اور فاسق کو پرورش کرتا ہے البتہ رزق آدمیوں ایمان والوں کا دنیا میں موصول ساتھ رزق آخرت کے ہے پس گویا ابتدائے تولد اپنے سے ابد الآبدین تک مرزوق ہیں وَمَنْ كَفَرَ یعنی جو کہ کافر ہوا اس کو مومن سے حصول رزق دنیاوی میں امتیاز نہیں دیتا ہوں میں بلکہ وجہ امتیاز اس کے کی وہ ہے کہ رزق اس کا مدت العمر ہے فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا یعنی پس بہرہ مند کرتا ہوں میں اس کو مال اندک سے گو رزق بہت اور نعمت بہا دی جاوے لیکن یہ تمام اس کی زندگی تک ہے ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ یعنی پھر اس کو بے چارہ کے لیجاؤں گا میں اِلٰى عَذَابِ النَّارِ یعنی طرف عذاب آتش کے کہ ابتدا اس کی مفارقت روح کی بدن سے ہوتی ہے اور انتہا اس کی ابد ہے کہ نہایت نہ رکھے اور بسبب اس کے کہ مجاور رہا کعبہ کا تھا اور اس شہر میں رہتا تھا کچھ تخفیف عذاب سے اس کو حاصل نہ ہو گی بلکہ نسبت دوسروں کے عذاب اس کو مضاعف ہو گا اس واسطے کہ قرب میں میرے گھر کے الحاد اختیار کیا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ یعنی بد جائے بازگشت ہے دوزخ اس واسطے کہ دنیا میں جو کوئی مکان بہ نسبت مکان دوسرے کے ایک جہت سے بد ہوتا ہے دوسری جہت سے خوب بھی ہوتا ہے اور وہ مکان ہر جہت سے بد ہے ساتھ کسی وجہ کے خوبی نہیں رکھتا اور باقی رہے اس جا میں فائدے چند کہ اطلاع ان فائدوں پر ضروری ہے اول یہ کہ تحقیق بیان ان

Marfat.com

قصوں کے ترتیب زمانی مرعی نہیں اس واسطے کہ بحسب زمان اول بنائے کعبہ تھی بعد اُس کے یہ دُعا بعد اُس کے کردینا خانۂ کعبہ کو مرجع خلائق پس کیا نکتہ ہے کہ اس ترتیب کو معکوس فرمایا ہے جواب اسکا وہ ہے کہ اولاً بطریق اجمال واذابتلیٰ ابراھیم میں اشارہ ساتھ اس قصہ کے فرمایا ہے بعد اُس کے تفصیل اُس کی شروع کی اوّل ذکر امامت حضرت ابراہیمؑ کا لائے زیرا کہ دینا اس منصب کا جہت شرافتوں سے اوپر تمام نعمتوں کے مقدم ہے بعد اُس کے مذکور ہے مرجعیت خانۂ کعبہ اور امین ہونا اُس شہر کا اس واسطے کہ مقصود بنائے کعبہ سے یہی تھا اور مقصد کو اوپر وسیلوں کے تقدم ہے بعد اس کے بیان فرمایا کہ امین ہونا اس شہر کا محض بسبب دُعا حضرت ابراہیمؑ کے ہے اور وہ بالیقین مقبول ہوئی پس دُعا دوسری کہ وقت بنا، اس خانہ کی تھی وہ بھی مقبول ہوئی اور ضمن میں اُس دُعا کے بعثت حضرت خاتم المرسلینؐ کی بھی تھی پس ساتھ اس ترتیب کے شاہد مقصود کا ساتھ احسن وجوہ کے جلوہ گر ہوا فائدہ دوسرا یہ ہے کہ اس سورت میں بلدًا آمنًا واقع ہوا اور سورہ ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ھذا البلد آمنا اور تفاوت ان دو عبارت کا کس واسطے ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ دُعا کہ اس سورۃ میں ہے قبل اُس کے تھی کہ وہ مکان آباد ہو کر صورت شہر کی پیدا کرے پس گویا ویسا عرض کیا کہ بار خدایا اس صحرائے گیاہ کو اوّل شہر کر دے پھر شہر با امن اور وہ دُعا کہ بیچ سورۂ ابراہیم کے ہے بعد آبادی شہر کے تھی پس گویا ایسی دُعا کی کہ بار خدایا اس شہر آباد کو حوادث سے مامون کر فائدہ تیسرا یہ ہے کہ اس دعا سے حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ کاملین بعضے اوقات میں امور دُنیا کو مثل امن اور روزی اور کھلانے میووں مانند کو ان چیزوں کو جو امور ہیں خدا سے چاہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں باعث زیادہ فروغ دین اور رونق شریعت ہوتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ امن اور فراغ خاطر کا روزی سے بہت ہے اور جمعیت خاطروں کی طاعت میں ہے اور یہ کہ وہ شہر کہ خوف سے امین ہے اور روزی آدمیوں اُس جا کی واسع ہے بیشتر محل اجتماع خلائق کا ہوتا ہے اور آمد و رفت مردم کی ہر طرف سے ہوتی ہے پس درحقیقت یہ طلب دنیا نہیں بلکہ طلب دین ہے اور طلب دنیا واسطے دین کے منافی کمال کے نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح فائدہ چہارم یہ ہے کہ سابق سے ضمائر متکلم مع الغیر کی جعلنا اور عہدنا میں مستعمل ہوتی آئیں اور اس جا میں کس واسطے صیغہ متکلم واحد کا میں استعمال فرمایا جواب اسکا یہ ہے کہ درمیان اس تغیر اسلوب کے ایک نکتہ ہے دقیق

Marfat.com

اور ایک اشارہ ہے باریک گویا ایسا فرماتے ہیں کہ بیچ دینے روزی کافرین اور فاجرین کو اور ایسے ہی عذاب دینے اُس کے کے بعد مرنے کے، ہر چند بندگان صالح میرے فرشتوں سے اور انبیاؤں سے ساتھ میرے رفیق نہ ہوں اور روادار اُس کے نہ ہوں کہ میں تنہا ان دو کار کو کروں اور سر اُس کا یہ ہے کہ مخلوق ہر چند کہ ساتھ اعلائے کمال کے پہنچی ہو ملاحظہ جمیع وجوہ حکمت سے عاجز ہے اور حکم میں قوائے متجاوبہ کے مجبور اگر کسی کو بر سر تمرد اور عناد دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ فی الفور ہلاک ہو اور فرصت ایک دم لینے کی نہ پاوے اور جو کسی کو شدت الم اور عذاب میں گرفتار دیکھتا ہے رقت کرتا ہے اور جرم سابقہ اُس کے سے غافل ہو جاتا ہے اور ساتھ شفاعت اور سفارش اُس کی کے اُٹھتا ہے شان حکیم علی الاطلاق کی ہے اور لیس کہ مراعات ہر وجہ کو در نہ ہوں حکمت سے بیچ وقت اپنے کے فرماتا ہے وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ بلند کرتا تھا ابراہیمؑ دیواروں کو اُس خانے کی ساتھ ہاتھ اپنے کے اور حوالے اُس کے کار کو اوپر کسی گل کار اور معمار کے نہیں کرتا تھا تاکہ اس اجر اور ثواب میں دوسرا شریک اُس کے نہ ہو وَاِسْمٰعِيْلُ یعنی اور اسمٰعیل بھی اس طرح مشغول تھے ساتھ بلند کرنے دیواروں کے ہمراہ ابراہیم علیہ السلام کے حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بجائے گل کار کے مشغول ساتھ بنانے کعبہ معظمہ کے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بجائے مزدور کے گلا بہ کرتے تھے اور پتھروں کو اٹھا کر لاتے تھے اور یہ دونوں بزرگ اُس وقت میں یہ دُعا کرتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا یعنی اے پروردگار ہمارے ساتھ فضل اپنے کے قبول کر ہم سے اس محنت اور اس خدمت کو اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ یعنی تحقیق تو سننے والا ہے دُعا ہماری کو الْعَلِيْمُ یعنی جاننے والا نیت ہماری کو اور فرق قبول اور تقبل میں یہ ہے کہ جو چیز لیاقت قبول کی رکھتی ہے اُس جا کہتے ہیں کہ اُس چیز کو قبول کر اگر وہ چیز ناقص ہوتی ہے اور قابل اس کے نہیں ہوتی کہ اُس کو قبول کرے یوں کہتے ہیں اس چیز کو تقبل کر بنا بر اسکے کہ تقبل عبارت تکلف قبول سے ہے اور تکلف قبول اُس جا ہوتا ہے کہ وہ چیز لیاقت قبول کی نہ رکھتی ہو پس اس لفظ میں کمال ہضم نفس اور تواضع اور کوتاہ بینی عمل اپنے کی ہے گویا قابل اُس کے نہیں کہ مقبول ہو مگر یہ کہ راہ عنایت اور فضل اپنے سے اُس کو قبول کر لے تو اور مانند اس ہضم نفس اور تواضع کے آں حضرت سے بھی منقول ہے دارقطنی بروایت ابن عباسؓ کے لایا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو افطار روزہ کا فرماتے تھے کہتے تھے اللّٰھم لک صمنا وعلی

Marfat.com

رزقك افطرنا فتقبل منا انك انت السميع العليم باقی رہے اس جا فائدے چند اوّل یہ کہ اس لفظ سے کہ یرفع ابراھیم القواعد من البیت ہے اکثر مورخین نے ایسا استنباط کیا ہے کہ بنیاد خانہ کعبہ کی قبل زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موجود تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُسی بنیاد پر دیواروں کو بلند کیا چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ اوپر زمین کے پڑے اُن کو بسبب تنہائی کے وحشت عظیم بہم پہنچی اور یہ کہ زمین میں کوئی مکان اور سقف نہیں دیکھتے تھے عرض کی کہ بار خدایا میں زمین میں تنہا واقع ہوا ہوں کوئی نہیں کہ ہمراہ میرے تیری عبادت کرے اور یہ کہ کہیں زمین میں کوئی مکان مسقف نہیں دیکھتا ہوں میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب اولاد تیری سے آدمی بہت پیدا ہوں گے اور ساتھ تسبیح اور تقدیس میری کے مشغول ہوں اور مکانے بنا کریں گے چاہیئے کہ اوّل خانہ بنام میرے بنا کرے تو اور اُس کو مانند عرش اور بیت المعمور کے قبلہ اور طواف گاہ بنا دے تو من بعد واسطے اپنے اور واسطے اولاد اپنی کے گھر بنا کرے تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ بار خدایا اُس گھر کو کہاں بنا کروں میں فرمایا اس جا میں کہ خاک بدن تیری کی خمیر کی تھی ہم نے اور چالیس برس تک وہ خاک اُسی جا پڑی رہی اور تمام زمین کو اُسی جا سے پہن اور فراخ کیا ہے ہم نے حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ مجھ کو نشان اُس جا کا دینا چاہیئے حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمراہ آدمؑ کے جائے اور اس مکان کا نشان بتادے انھوں نے ایسا ہی کیا اور فرشتوں کو حکم کیا کہ زمین بنیاد اُس خانہ کی پُر کر لادیں جب وہ بنیاد رو ئے زمین تک پہنچی بیت المعمور کو کہ آسمان میں طواف گاہ ملائکہ کا تھا نازل فرمایا اور اوپر اسی بنیاد کے رکھا اور حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ گرد اُس کے طواف کریں اور طرف اُس کے نماز گزاریں اور بنائے خانہ کعبہ کی ایام طوفان تک اوپر اسی طریق کے تھی اور وقت طوفان کے بیت المعمور اُٹھا لیا گیا اور محاذی خانہ کعبہ کے آسمان ساتویں پر رکھا گیا اور فرشتے ساتھ طواف اور زیارت اُس کی کے مشغول ہیں چنانچہ حدیث معراج میں ذکر اُس کا آیا اور بعد طوفان کے مقام کعبہ میں ٹیلا رنگ سرخ رنگ بلند زمین سے نمودار تھا اور وہ بنیاد حضرت آدمؑ کی زیر زمین برقرار تھی لیکن آدمی واسطے طلب حاجات اپنی کے اور دعائے مہمات اپنی کے اُسی مکان کا قصد کرتے تھے اور نذریں اور ہدایا لاتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام واسطے بنائے کعبہ کے مامور ہوئے اور اُسی بنیاد پر دیواروں کو اُٹھایا اور واسطے تعین اُس مکان کے حضرت جبرئیل ایک ابر کو لائے ساتھ

Marfat.com

صایہ اُس سے کے تشخیص اُس موضع کی کی اور قصہ بنائے حضرت ابراہیمؑ موافق اُس کے کہ حدیث میں آیا ہے
یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتش نمرود سے نجات پائی اور ایمان قوم اور پدر اپنے سے مایوس
ہوتے ترک وطن کر کے سمت حران کے نزدیک عم اپنے کے کہ ہاران نام رکھتے تھے پہنچے اور اُسنے دختر اپنی کو
کہ حضرت سارہ نام رکھتی تھی ساتھ ان کے نکاح کر دیا اور اُن کو ساتھ استمالت اور دلجوئی کے پاس اپنے
نگاہ رکھا غرض اُس کی یہ تھی کہ وہ ساتھ طمع مال و متاع دنیا اور زن و فرزند کے دین اپنے سے پھیریں
جب حضرت ابراہیمؑ نے توحید پر اصرار کیا اور حضرت سارہ بھی ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے متفق ہوئیں اور
بت پرستوں کے دین کا عیب کرنا پکڑا ہاران غصہ ہوا اور دونوں کو اثاث اور متاع اور لباس اور
زیب و زینت سے برہنہ کر کے نکال دیا انھوں نے حضرت سارہ کو ہمراہ اپنے لیا اور حضرت سارہ نے ساتھ
اُن کے عہد باندھا کہ میں ہرگز نافرمانی تمھاری نہ کروں گی بشرطیکہ تم بھی نافرمانی میری نہ کرو حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے اس باب میں ساتھ اُن کے عہد کیا اور باہر آئے سوا حضرت لوط علیہ السلام
کے کہ برادر زادہ اُن دونوں کے ہوتے تھے کوئی دوسرا ہمراہ نہ ہوا اول قصد مصر کا کیا اتفاقاً اُس جا ایک
بادشاہ جبار سرکش کافر مسلط تھا اور عادت اسکی ایسی تھی کہ ہر زن خوش رُو کو مالک اُس کے سے غصب
کرتا تھا اگر شوہر اُس کا ہوتا تھا اُس کو قتل کرتا تھا اور جو بھائی یا وارث اُس کے ہوتے تھے قتل نہیں کرتا
تھا جب حضرت ابراہیمؑ اُس شہر میں داخل ہوئے اور یہ ماجرا سُنا ڈرے اس واسطے کہ حضرت سارہؑ
حسن و جمال میں عورتوں اس وقت کی سے ممتاز تھیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حسن کہ
حضرت آدم علیہ السلام کو دیا تھا نصف اس کا حضرت یوسفؑ کا دیا ہے اور ششم حصہ
حضرت سارہؑ کو دیا اور مابقی بیچ جمیع آدمیوں کے تقسیم ہوا القصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہؑ
سے کہا کہ عادت بادشاہ اس جا کی یہ ہے تو جو پیادے واسطے لیجانے تمھارے کے آویں تم اظہار نہ کیجیو
کہ میں شوہر تمھارا ہوں بلکہ کہیو تم کہ میں برادر تمھارا ہوں اس واسطے کہ میں باعتبار دین و اسلام کے برادر
تمھارا ہوتا ہوں اور حق تعالیٰ تم کو ہاتھ اس ظالم کے سے محفوظ رکھے گا اور ناموس کو ضائع نہ کرے گا
ناگاہ آدمیوں نے اُس بادشاہ کے حسن و جمال حضرت سارہؓ کا سُن کر رُو بر و بادشاہ کے عرض کیا کہ اس شہر
میں ایک عورت وارد ہوئی ہے کہ حسن میں بے نظیر ہے اُس ظالم نے کہا کہ لاؤ تم اور جو شوہر رکھتی ہو
اُس کو قتل کرو تم پیادے رُو برو حضرت ابراہیمؑ کے آئے اور دریافت کیا کہ یہ عورت کہ ہمراہ تمھارے ہے

Marfat.com

تمھارے ساتھ کیا علاقہ رکھتی ہے کہا کہ خواہر دینی میری ہے اُنھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑا اور حضرت
سارہؓ کو بزور لے گئے جو حضرت ابراہیمؑ نے حال اس طریق پر دیکھا واسطے نماز کے کھڑے ہوئے اور مشغول
بہ دُعا ہوتے اور جس وقت حضرت سارہؓ رُوبرو اس ظالم کے پہنچیں مجرد دیکھنے کے فریفتہ حسن و جمال اُن کا
ہوا اور چاہا کہ بے ادبی کرے حضرت سارہؓ نے کہا کہ مجھ کو مہلت دے کہ ہنوز غبار راہ اوپر میرے لگا ہوا ہے
شست و شو کروں میں اور رسم عبادت اپنی کی بجا لاؤں بعد اُس کے توجہ چاہے کر اُس ظالم نے فرمایا
کہ آفتابہ اور طشت لادیں اور اسی مکان میں شست و شو کرادیں حضرت سارہؓ نے وضو کیا اور واسطے
نماز کے کھڑی ہوئی اور نماز کو دراز کیا اور مشغول بہ دُعا ہوئی اُس ظالم نے جو دیکھا کہ نماز سے فارغ نہیں
ہوتیں چاہا کہ عین نماز میں اُوپر اُن کے دست درازی کرے اور مکان کو خلوت کیا جس وقت کہ ارادہ
ہاتھ پہنچانے کا طرف اُن کے کیا دونوں ہاتھ اس کے بند ہوتے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور نفس
اُس کا بند ہوا اور کف دہن اُس سے رواں ہوا جو حضرت سارہؓ نے دیکھا کہ اس ظالم کو یہ حالت
بہم پہنچی ڈریں کہ مبادا بسبب آواز اُس کی کے جو کیدار خبردار ہو کر آدیں اور مجھ کو ساتھ قتل اُس کے
تہمت کریں اور مار ڈالیں جناب الٰہی میں دُعا کی کہ بار خدایا اس ظالم کو چھوڑ کہ عبرت گرفتہ ہے جو ساتھ
افاقت کے آیا پھر وہی ارادہ کیا پھر ویسا ہی ہو گیا پھر ارادہ کیا پھر اسی قسم سے ہوا بعد تیسری بار
کے کہا کہ اس عورت کو لے جاؤ تمکہ یہ آدمی نہیں جنیہ ہے یا ساحرہ ہے اور شہر میرے سے باہر کر دو تم اور میں
اسی قسم کی ایک عورت دوسری رکھتا ہوں کہ اُس کو قبطیوں سے طلب کیا تھا میں نے اور اُس پر بھی
دستیاب نہ ہوا میں اُس زن کو ساتھ اس زن کے حوالہ کر دو تم حضرت سارہؓ حضرت ہاجرہؑ کو لے آئیں
اور حضرت ابراہیمؑ اُس وقت میں مشغول نماز تھے حضرت سارہؓ کو دیکھا سلام دیا پوچھا کہ مہیم یعنی کیا حال
ہے حضرت سارہؓ نے کہا کہ خیر ہے حق تعالیٰ نے دست اُس ظالم کو کوتاہ کیا اور ایک خادمہ ساتھ ہمارے
دی کہ نام اس کا ہاجرہ ہے حضرت ابراہیمؑ خوش ہوتے اور اُس جا سے بھی کوچ فرمایا زمین فلسطین
میں کہ میان شام کے ہے اقامت قبول کی اور آدمیوں نے اُس جا کے آنے اُن کے کو غنیمت جانا زمین
بہت نیاز کی کہ محصولات زمین کے اُن کے پاس پہنچتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو اُس زمین میں فراخی
بہت حاصل ہوئی اور غلام بہت خریدے اور کھیتی کرنے والے بہت آباد کئے اور مواشی بہت نگاہ
رکھے اور رسم ضیافت اور لنگر خانہ کی برپا کی اور حضرت لوط علیہ السلام کو برسم رسالت طرف شہر

Marfat.com

سدوم اور دوسرے شہروں اُس ضلع کے بھیجا اس درمیان میں حضرت سارہ علیہا السلام کو اشتیاق
اولاد کا غلبہ ہوا حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا کہ ہاجرہ کو میں تم کو ہبہ کرتی ہوں شاید شکم اُس کے سے
کوئی فرزند آوے تو ساتھ اس کے مشغول ہو دیں ہم حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ مزاج میں تمھارے غیرت
و رشک غالب ہے مبادا اس خادمہ سے کوئی فرزند متولد ہوا اور یہ بات اوپر تمھارے گراں گذرے اور تم اُس پر ظلم اور
ستم کرو حضرت سارہؓ نے اس معاملہ پر اصرار کیا یہاں تک کہ شکم ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسمٰعیل
علیٰ نبینا و علیہ السلام متولد ہوئے اور کنار میں حضرت سارہؓ کے پرورش ہوتے تھے اور حضرت ہاجرہؓ اُن کو
شیر دیتی تھیں لیکن حضرت ابراہیمؑ بخوف حضرت سارہؓ کے نظر نہیں کرتے تھے اور اجنبی کی مانند رہتے تھے
ایک روز ساتھ حکم جبلت بشری کے مکان تنہا میں حضرت اسمٰعیلؑ کو کنار میں حضرت ہاجرہ کے دیکھ کر
محبت پدری نے غلبہ کیا اور کنار میں اپنے لیکر چند بوسے انکے اُوپر دیتے ناگاہ حضرت سارہؓ اس امر پر
مطلع ہوئیں اور رشک نے اُن پر غلبہ کیا اور کہا کہ اسی وقت اس لڑکے کو اور اس کی ماں کو میرے گھر
سے نکال کر اُس جنگل میں کہ آب اور سایہ اور گیاہ نہ رکھتا ہو چھوڑ آؤ تم حضرت ابراہیمؑ نے ہر چند سمجھایا
کچھ پیش نہ گئی جناب الٰہی میں التجا کی حکم ہوا کہ موافق کہے ہوئے سارہؓ کے کرو تم حضرت ابراہیمؑ نے دونوں
کو سوار کیا اور رواں ہوئے منزل بمنزل طے کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ اُس میدان میں کہ خانہ کعبہ
بیچ اُس کے واقع ہے پہنچے حکم الٰہی پہنچا کہ ان دونوں کو اسی مکان میں چھوڑ جاؤ تم حضرت ابراہیمؑ نے
حضرت اسمٰعیلؑ اور ماں اُن کی کو نزدیک خانہ کعبہ کے زیر تہ ایک درخت کے کہ مقام زمزم پر تھا چھوڑا اور
اُس وقت میں بیچ زمین مکہ کے کوئی متنفس نہ تھا اور نہ آب موجود تھا حضرت ابراہیمؑ ایک انبان
پُر خرما اور چند کاک نان اور ایک مشک پُر آب نزدیک مادر حضرت اسمٰعیلؑ کے چھوڑ گئے اور فرمایا کہ اس
لڑکے کو شیر دے اور اسی مقام میں رہ بعد اُس کے حضرت ابراہیمؑ پھرے مادر حضرت اسمٰعیلؑ عقب
اُن کے جاتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ کو کہاں چھوڑے جاتے ہو تم اس صحرا میں نہ آب ہے نہ گیاہ ہے نہ
انیس نہ مکان سایہ دار حضرت ابراہیمؑ پشت دیئے ہوئے جاتے تھے اور طرف سخن اُس کے کے ملتفت
نہیں ہوتے تھے آخر مادر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ آیا تم کو ساتھ اس کام کے حکم کیا تم نے خدائے تعالیٰ
نے فرمایا ہے حضرت ابراہیمؑ نے اس قدر فرمایا کہ ہاں مادر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ پس مجھ کو پروا
کسی چیز کی نہیں وہ خدائے تعالیٰ مجھ کو ضائع نہ کرے گا فراغ خاطر کے ساتھ پھر کر نزدیک پسر اپنے کے آئی

Marfat.com

اور شیر دینا شروع کیا حضرت ابراہیم جب پشتہ کوہ سے گذر گئے اور جانا کہ اب مجھ کو حضرت ہاجرہؑ
نہیں دیکھتی متوجہ سمت کعبہ کے ہوتے ہاتھ اپنے بلند کئے اور یہ چند دعائیہ کلمات جناب الٰہی میں عرض کئے ربنا
انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم تا یشکرون اور حضرت ہاجرہؑ
اُس وقت تک کہ پانی مشک میں موجود اور خرما اور نان باقی تھے پیتی تھی اور کھاتی تھی اور لڑکے اپنے
کو شیر دیتی تھی اور پانی پلاتی تھی جب پانی تمام ہوا تشنگی ان پر غالب آئی اور اُن کے لڑکے پر بھی یہاں
تک کہ اپنے ایکو زمین پر پٹکتی تھی اور پیچ و تاب کھاتی تھی یہ حالت ان پر دشوار گذری اور اُٹھی طرف کوہ صفا
کے کہ نزدیک تر ساتھ اُس مقام کے تھا متوجہ ہوئیں اور اس کوہ پر چڑھیں کہ دیکھیں کہ جو کسی جگہ آدمی
یا کوئی جانور نظر آئے میں آوے سُراغ پانی کا اُس سے ڈھونڈھیں لیکن اُس کوہ پر اس قدر بالا گئیں کہ طفل
نظر سے غائب نہ ہوا ہر چند چپ و راست دیکھا اور نظر ڈالی کچھ نظر نہیں آیا مایوس ہو کر اس کوہ سے اُتر
آئیں اور طرف مروہ کے متوجہ ہوئیں اور درمیان میدان کے اُن کی خاطر میں گذرا کہ مبادا اُس وقت
میں کہ پسر سے غائب ہوں درندہ آوے اور میرے لڑکے کو لے جاوے بسبب اس خیال کے نشیب اُس
میدان میں کہ اس کو بطن وادی کہتے ہیں دوڑنا شروع کیا اور دامن اپنا اُٹھا کر دوڑ سخت کی یہاں تک
کہ نشیب میدان سے زمین ہموار پر آئیں دوڑنا موقوف کیا اس واسطے کہ مکان پسر اُن کے کا اُس زمین
سے چنداں مستور نہ تھا اور جب متصل مروہ کے پہنچیں اُسی قدر بالائے اُس کوہ کے بھی آکر چپ و راست
نظر ڈالی کسی چیز کو نہ دیکھا پھر طرف صفا کے متوجہ ہوئیں، اور بیچ نشیب میدان کے دوڑیں اور زمین ہموار
میں آہستہ جا کر بالا گئیں اسی قسم سے سات بار اُن کو صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف اتفاق
آمد و شد کا پڑا حضرت ابن عباسؓ درمیان روایت اس قصہ کے آں حضرت سے نقل کرتے تھے کہ سعی
درمیان صفا اور مروہ کے اسی واسطے مقرر ہے تا آدمی حالت بیکسی اور بیچارگی اُن کی کو اور فریادرسی
حضرت حق عز و علا کو یاد کریں اور آپ کو بصورت بے چارگی اور بے کسی حضور میں اُس تعالیٰ کے پیش
کریں تا کہ مورد رحمت اُس تعالیٰ کے ہوں القصہ جو آخر بار مروہ پہنچی ایک آواز اُن کے کان میں پہنچی
اپنے آپکو خطاب کر کے کہا صہ یعنی اندیشہ سے باز رہ اور طرف آواز کے گوش رکھ بعد اس کے پھر وہی
آواز سُنی کہا کہ آواز کے سنانیوالے کاش نزدیک تیرے چارہ کار ہمارے کا ہو اس نے یہ کہا اور دوڑتی ہوئی
نزدیک پسر اپنے کے آئی دیکھا کہ فرشتہ نزدیک موضع زم زم کے پَر اپنے کو یا پاشنہ اپنے کو مارتا ہے اور آب

Marfat.com

زمین سے جاری ہے انھوں نے اُس آب جاری کو چاہا کہ ایک حوض میں جمع کریں خاک سے تودہ تودہ
لاتی تھیں اور گرد اگرد پانی کے مانند حوض کے بناتی تھیں اور مشک اپنی کو اُس آب سے پُر کرتی تھیں تا
رتی تھیں کہ مبادا کہ یہ آب تمام ہو اور ہم تشنہ رہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس ذکر کے فرماتے
تھے کہ خدائے تعالیٰ بخشے مادر اسمٰعیلؑ کو اگر جلدی نہ کرتی اور اس پانی کو بطور اپنے مُخلّٰی بالطبع چھوڑتی
زم زم چشمہ جاری ہو جاتا القصہ اُس پانی کو آپ بھی پیتی تھی اور پسر اپنے کو بھی پلاتی تھی اور اس فرشتہ
نے ان کو تسلّی اور تشفی دے کر کہا کہ تم نہ ڈرو کہ حق تعالیٰ تم کو اس مکان میں ضائع نہ کرے گا اس واسطے
کہ اس مکان میں خانہ خدا ہے کہ اُس کو یہ طفل جوان ہو کر ہمراہ باپ اپنے کے بنا کرے گا حق تعالیٰ ساکنانِ
اس مکان کو کسی وقت ضائع نہ کرے گا اور اُس وقت میں موضع کعبہ کا زمین سے بلند اور ممتاز مانند
ٹیلے کے نمودار تھا اور سیل آتا تھا چپ و راست اُس کے سے گذر جاتا تھا مادر حضرت اسمٰعیلؑ اور
حضرت اسمٰعیلؑ اُس جا تنہا گذارتے تھے اتفاقاً ایک جماعت قوم جرہم کی نواح یمن سے کسی طرح
آوارہ دشت غربت کی ہو کر اس نواح میں پہنچی اور جانب کدا سے عبور کر کے پائین مکہ میں فرود کش
ہوتی تھی اور دیکھتی تھی کہ مرغ بہت محاذی کعبہ کے اُڑتے ہیں باہم گفتگو کی کہ مرغ اُس جا رہتے
ہیں کہ آبادی اور پانی ہو اور ہم ہمیشہ اس سفر میں اس مکان سے گذرتے ہیں کسی وقت اس جگہ
میں پانی کا نشان نہیں دیکھا ہم نے ایک پیک واسطے تحقیق اس امر کے بھیجا پیک دیکھ گیا کہ اس
مکان میں ایک پانی نے غیب سے جوشش کیا اور ایک عورت اور بچہ اُس کا حوالی اُس پانی کے سکونت
رکھتے ہیں جماعت مذکور نے اس قصہ کو سُن کر بیچ سکونت اُس مکان کے رغبت کی اور نزدیک
مادر اسمٰعیلؑ کے آئی اور اُن سے اجازت سکونت کی اس مکان میں چاہی مادر حضرت اسمٰعیلؑ
کی بھی مجانست اُن کی میں راغب ہوئیں اور چاہا کہ اب تنہائی میں کوئی انیس بہم پہنچے ان کو اجازت
سکونت دی لیکن اس شرط پر کہ کوئی حق پانی میں نہ رکھتا ہو انھوں نے اس شرط کو قبول کر کے سکونت
اس مکان کی اختیار کی اور اہل اور موالی اپنے کو بھی طلب کر کے چند خانہ دار آباد ہوئے اور حضرت
اسمٰعیلؑ نے اُن سے زبان عربی سیکھی نہایت ذکی اور قابل اور تیز فہم جوان ہوئے یہاں تک کہ سردار
اُس جماعت جرہم نے اپنی دختر کا نکاح کمال آرزو سے اُن کے ساتھ کیا اس درمیان میں مادر حضرت
اسمٰعیلؑ نے وفات کی اتفاقاً جب حضرت اسمٰعیلؑ چودہ سال کے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے حضرت

Marfat.com

سارہؑ کے شکم سے بھی ایک فرزند پیدا ہوا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور حضرت سارہؑ پرورش میں اس فرزند کے مشغول ہوئیں اور فی الجملہ رشک ان کا کم ہوا حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے اجازت چاہی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھ آویں انھوں نے اجازت دی لیکن ساتھ اس شرط کے گھوڑے سے نہ اُتریں اور گھر اسمٰعیلؑ کے میں شب باش نہ ہوں اور توقف زائد نہ کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتھ ایسی شرط کے روانہ ہوئے جو اس مقام میں پہنچے تفحص کیا معلوم ہوا کہ وہ پسر جوان ہوا خانہ دار ہوا ہے اور مادر اُس کی نے وفات کی خانہ اسمٰعیلؑ کا تلاش کیا دروازہ پر اُن کے آئے اتفاقاً حضرت اسمٰعیلؑ اُس وقت واسطے شکار کے طرف جنگل کے گئے تھے اور معیشت اُن کی یہی تھی کہ ساتھ تیر و کمان کے جانوروں حلال کو شکار کرکے لاتے تھے اور آب زم زم میں پکا کر کھاتے تھے اور حق تعالیٰ اُن کو اوپر اسی قدر کے قناعت دیتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو اسمٰعیلؑ کو نہ دیکھا اُن کی بی بی کو دروازہ پر طلب کیا اور دریافت فرمایا کہ تیرا شوہر کہاں گیا ہے اور کب آئے گا اُس نے کہا کہ جنگل کی طرف گیا ہے واسطے تلاش معاش کے وہ شام تک آئے گا حضرت ابراہیمؑ نے اندیشہ کیا کہ جو میں شام تک یہاں توقف کروں گا حضرت اسمٰعیلؑ البتہ مجھ کو نہ چھوڑیں گے اور اُن کے گھر شب باش ہوں گا میں پس خلاف شرط اور دمدمہ کا لازم آوے گا اور مدعا احوال پرسی سے ہے بہتر یہ ہے کہ ان کی عورت سے احوال دریافت کرکے مراجعت کروں اوپر دروازے کے گھوڑے پر سوار ہوئے ان کی عورت سے پرسش احوال کی شروع کی یہاں تک کہ گذران اور معیشت اُن کی سے دریافت کیا اس عورت نے کہا کہ حال معاش ہماری کا بہت تباہ اور خراب ہے اور ساتھ کمال تنگی اور مشقت کے گذران کرتے ہیں ہم اور شکایت بہت کی حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سُن کر فرمایا جو شوہر تمھارا آوے میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ چوب سرول دروازہ اپنے کو تبدیل کرے کہ یہ سرول لائق اُس کے نہیں یہ فرمایا اور مراجعت کی شام کے وقت کہ حضرت اسمٰعیلؑ آئے کچھ نور اور برکات نبوت کے آن کو محسوس ہوتے تھے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ کوئی یہاں آیا تھا کہا کہ البتہ ایک پیر مرد سوار کہ شکل اُس کی ایسی تھی اور رنگ اُس کا ایسا تھا اُس دروازہ پر کھڑا ہوا مجھ کو طلب کیا اور احوال سے تمھارے پُرساں ہوا انھوں نے اپنے دل میں جانا کہ یہ پیر مرد حضرت ابراہیمؑ تھے اس واسطے کہ مادر اپنی سے حلیہ اور شمائل ان کے سُنے تھے القصہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بی بی نے تمام

Marfat.com

ماجرا بیان کیا اور کہا کہ مجھ سے حال وجہ معیشت ہماری کا دریافت کیا تھا میں نے کہا کہ ہم کمال تنگی اور فقر و فاقہ میں گرفتار ہیں حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ پھر وہ پیر کیا فرما گئے عورت نے کہا کہ یہ ہی فرما گئے ہیں کہ شوہر اپنے کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ سر دل خانہ اپنے کو تبدیل کرے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ پیر مرد پدر میرا تھا مجھ کو فرما گیا کہ تجھ کو جدا اپنے سے کروں میں جا اپنے باپ کے گھر رہ ساتھ میرے سروکار مت رکھ جو حضرت اسماعیلؑ نے اُس عورت کو جُدا کیا دُوسرے نے فرقہ جرہم سے دختر اپنی کا نکاح کر دیا اور گھر میں اُن کے وہ دختر کتخدائی کرتی تھی یہاں تک کہ بعد ایک مدت دراز کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہؑ سے پھر اجازت دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کے چاہی اور کہا کہ میں نے بار اول اسمٰعیلؑ کو نہیں دیکھا خاطر میری نے تسلی نہیں پائی حضرت سارہؑ نے ساتھ اُسی شرط کے اجازت دی حضرت ابراہیمؑ پھر واسطے دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کے روانہ ہوئے جب اُن کے گھر پہنچے اُن کو نہ پایا دریافت کیا کہ اسمٰعیلؑ کہاں ہے عورت جدید اُن کی نے بر سر دروازہ آن کر کہا کہ مرحبا اے حضرت آؤ تم اور فرود کش ہو تم اور فرماؤ تم کہ میں سر مبارک کو دھوؤں کہ غبار راہ سے بہت گرد آلودہ ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھ کو حکم اُترنے کا نہیں ہے وہ عورت ایک سنگ کلاں لائی متصل رکاب اُن کی کے رکھا اور اُس سنگ پر کھڑی ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ نے پاؤں اپنا اُس سنگ پر ٹھیرا کر سر اپنا خم کیا اُس عورت نے سر اُن کے کو خوب دھو کر پاک کیا اور شانہ کیا اور حضرت ابراہیمؑ اس درمیان میں اس عورت سے احوال پُرسی حضرت اسمٰعیلؑ کی و سوال فرماتے تھے اور وہ شکر گزاری اخلاق اور اوضاع اُنکے کی کرتی تھی یہاں تک کہ حرف معیشت اور گذران کا درمیان آیا اُس زن نے بہت شکر حق تعالیٰ کا کیا اور کہا کہ الحمدللہ ہم کمال رفاہیت اور فراخی معیشت میں گذران کرتے ہیں ہم کو حق تعالیٰ نے محتاج کسی مخلوق کا نہیں کیا ہے حضرت اسمٰعیلؑ شکار صحرا سے گوشت لاتے ہیں اور آب زم زم نزدیک ہمارے موجود ہے اُس گوشت اور اس پانی سے معیشت ہماری بخوبی گزرتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق میں اُس کے دُعا فرمائی کہ حق تعالیٰ تمہارے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرمائے حدیث شریف میں ہے کہ خاصیت اُن کی دُعا کی یہ ہوئی کہ جو شخص مکہ معظمہ میں گوشت اور پانی پر اکتفا کرے اُس کو حاجت طرف حبوب اور غلّوں کے نہ رہے اور قوت اس کی برقرار رہتی ہے اور شہروں میں یہ خاصیت نہیں ہے القصہ حضرت ابراہیمؑ نے پھر بسبب خوف شب باشی کے توقف زائد نہ فرما کر قصد مراجعت کا کیا اور عورت

Marfat.com

کو کہا کہ جو شوہر تیرا آوے اس کو میری طرف سے سلام پہنچا اور کہہ کہ یہ سر دل دروازہ تیرے کی بہت خوب واقع ہوئی اس کو غنیمت جان اور بخوبی نگاہ رکھ حضرت اسمٰعیل جو وقت شام کے آتے تھے دیکھ پھر ان کو انوار اور برکتیں معلوم ہوئیں اپنی عورت سے دریافت کیا کہ آج کوئی یہاں آیا تھا اُن کی عورت نے کہا کہ البتہ ایک پیر مرد ایسا اور ایسا آیا تھا میں نے اس کا سر دھویا اور تواضع اُس کی کی لیکن وہ پشت اسپ سے نیچے نہ آئے اور کہا کہ مجھ کو حکم اُترنے کا نہیں اور احوال ہمارے اور معیشت ہماری کے بہت سے دریافت کئے اور واسطے ہمارے دُعائے خیر کر کے تشریف لے گئے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ اور کیا فرما گئے عورت نے کہا کہ یہ فرمایا کہ شوہر اپنے کو سلام پہنچا میرا اور کہہ کہ سر دل دروازہ اپنے کو غنیمت جان کر بخوبی نگاہ رکھ حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ پیر مرد پدر میرے حضرت ابراہیمؑ تھے اور تیرے حق میں سفارش کر گئے سر دل دروازہ خانہ میرے کے تو ہی لائق ہے کہ تجھ کو ساتھ نیک سلوک کے نگاہ رکھوں میں جب اس ماجرا پر ایک مدت دراز گذر گئی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشتیاق دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کا غالب ہوا حضرت سارہؓ کو کہا کہ میں دوبارہ دیکھنے اسمٰعیلؑ کے گیا اور اُن کو نہ دیکھا اگر اجازت دو تم اُس کو دیکھوں میں اور چند روز اس کے پاس رہوں میں کہ تسلی خاطر میری ہو حضرت سارہؓ نے بخوشی اجازت دی اور حضرت ابراہیمؑ روانہ ہو کر پہنچے اور دیکھا کہ حضرت اسماعیلؑ نیچے ایک درخت کے کہ متصل زمزم کے تھا بیٹھے ہوئے تیروں کو درست کرتے تھے بمجرد دیکھنے کے حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت ابراہیم کو پہچانا اور بے اختیار اُٹھے اور باہم معانقہ فرمایا جو کچھ پسر سعادت مند کو ساتھ پدر بزرگوار عالی مقدار اپنے کے کرنا چاہئے تھا کیا معمر بن راشد منی ذکر اس قصہ کے میں کہتے تھے سمعت رجلا یذکر انہما بکیا حین التقیا حتی اجابہما الطیر یعنی ان دونوں نے جو باہم ملاقات کی اس قدر روئے اور آواز اُنکی اسقدر بلند ہوئی کہ پرندوں نے بیچ ہوا کے گریہ اور فغان شروع کی اور بعد ملاقات کے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس مکان میں خانہ واسطے خدا کے بنا کروں میں اور یہ کام اپنے ہاتھ سے کروں گا میں جو تو میری مدد کرے تو بہتر ہو کہ کار کرنا تیرا گویا کار کرنا میرا ہے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ کہاں حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اس تودہ بزرگ بلند پر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ حکم تمہارا اور حکم خدا کا دونوں اوپر سر اور آنکھ میری کے البتہ اعانت تمہاری بیچ اس کام کے کروں گا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی ذیقعدہ کو بنائے خانہ کعبہ شروع فرمائی اور پچیسویں ماہ مذکور کو

Marfat.com

وہ بنا تمام ہوئی اس درمیان میں حضرت اسمٰعیلؑ پتھروں کو پہاڑوں سے اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ بنا فرماتے تھے حاکم نے بطریق صحیح اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ خبر دو تم مجھ کو خانہ کعبہ سے کہ یہ اوّل خانہ ہے زمین میں بنا ہوا فرمایا ایسا نہیں پہلے بنا ر اس خانہ کے گھر بہت آدمیوں کے تھے اور آدمی واسطے اپنی سکونت کے بناتے تھے لیکن یہ خانہ اوّل اُس خانہ کا ہے کہ واسطے عبادت خدا کے زمین میں مقرر کیا گیا اور برکت اور نور اُس پر القا ہوا پھر قصہ بنانے کعبہ کا شروع فرمایا ارشاد کیا جب حضرت ابراہیمؑ کو حضور خداوندی سے حکم ہوا کہ اس خانہ کو بنا کرو تم مکان اُس کا شخصاً نہیں جانتے تھے اور متردد تھے کہ مبادا مجھ سے اس بنا میں زیادتی یا کمی واقع ہو حق تعالیٰ نے سکینہ کو بصورت باد پیچیدہ اور کرہ خورد کے بھیجا اور اس قطعہ ہوا کے دو سر تھے اُس ہوا نے مانند ابر کے زمین خانہ کعبہ پر سایہ ڈالا اور مثل سپر کے ہوا میں معلق کھڑا ہوا بعد اس کے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ بقدر سایۂ سکینہ کے زمین کعبہ کو مقرر کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موافق اس کے بنا فرمایا اور بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مدت دراز تک وہ بنا قائم تھی یہاں تک کہ بسبب سیلاب کے منہدم ہوئی اور عمالقہ نے اس کو اوپر طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنا کیا پھر منہدم ہوا فرقہ جرہم نے بنا کیا پھر منہدم ہوا قریش نے بنا کیا اور جس وقت کہ قریش بنا کرتے تھے جو نوبت رکھنے حجر اسود کی پہنچی باہم مناقشہ اور منازعت شروع کی ہر فرقہ فرقوں قریش سے چاہتا تھا کہ اس سنگ کو ہم اپنے ہاتھ سے رکھیں واسطے قطع اس نزاع کے ایسا قرار دیا کہ اول جو کوئی کہ مسجد میں آوے اُس کو حکم کریں کہ موافق حکم اُس کے سنگ محل میں لاویں ناگاہ اوّل جو کوئی کہ آیا آں حضرتؐ تھے کہ راہ دروازہ بنی شیبہ سے آئے اور موافق قرار داد اپنے کے اُن کو حکم کیا اُنھوں نے فرمایا کہ ایک چادر لاؤ تم اُس چادر کو بچھا کر اور حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر بیچ اس موضع کے رکھا اور ساتھ اوس سنگ کے وصل کیا اور ازرقی نے ابن اسحاق سے روایت کی کہ بنی ابراھیم البیت وجعل طولہ فی السماء تسع اذرع وعرضہ فی الارض اثنین وثلاثین ذراعا من الرکن الاسود الی الرکن الشامی الذی عند الحجر من وجہہ وجعل عرض ما بین الرکن الشامی الی الرکن الغربی الذی فیہ الحجر اثنین وعشرین ذراعا وجعل طول ظہرھا من الرکن

Marfat.com

الغربی الی الرکن الیمانی ثلثین ذراعا وجعل عرض ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود عشرین ذراعا قال فلذلک سمیت الکعبة لانها علی حلقة الکعب قال وکذلک بنیان اساس آدمؑ وجعل بابها بالارض غیر مبوب حتی کان تبع بن سعد الحمیری وهو الذی جعل لها بابا وجعل لها غلقا فارسیا وکساها کسوة تامة ونحر عندها وجعل ابراہیمؑ الحجر الی جنب البیت عریشا من اراک تقحمه العنز فکان زربا لغنم اسمٰعیلؑ وجعل وحفر ابراهیمؑ جبا فی بطن البیت علی یمین من دخل یکون خزانة للبیت یلقی فیه ما یهدی للکعبة وکان استودع الرکن ابا قبیس حین غرق الله الارض زمن نوحؑ و قال انا رایت خلیلی یبنی بیتی فاخرجه فجاء به جبرئیلؑ فوضعه مکانه وبنا علیه ابراهیمؑ وحینئذ یتلالا نورا من بیاضه وکان نوره یضئ الی منتهی انصاب الحرم من کل ناحیة صحیح بخاری اور دوسری صحاح معتبرہ میں مروی ہے کہ آں حضرتؐ ایک روز حضرت عائشہؓ کو متصل خانہ کعبہ کے لے گئے اور فرمایا کہ دیکھ قوم تیری نے کہ قریش تھی وقت بنائے کعبہ کے قاعدوں ابراہیمؑ سے اختصار کیا انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تم اُس کو تمام کر دو فرمایا کہ ابھی قوم تیری تازہ اسلام میں آئی ہے جو میں کعبہ کو ہدم کروں اور اوپر قاعدوں ابراہیمؑ کے تمام کروں میں طعن کریں گے اور کہیں گے کہ اس شخص نے اپنی طرف سے اور زمین کو کعبہ میں زیادہ کیا جو یہ خوف نہ ہوتا البتہ اس کو اوپر قاعدوں ابراہیمؑ کے تمام کرتا میں اور دروازہ اُس کا زمین پر چسپاں کرتا اور اس خانہ کو دو درہ کرتا میں ایک دروازہ بجانب شرق اور دوسرا بجانب غرب چھوڑتا یہاں جاننا چاہیے کہ خانہ کعبہ کے چار گوشے ہیں دو گوشوں کو یمانی کہتے ہیں اور ایک ان میں کنج حجر اسود ہے کہ جانب شرق کے واقع ہے اور ایک ان سے ملقب بہ کنج یمانی ہے کہ جانب غرب واقع ہے اور دو رکن کو رکن شامی کہتے ہیں ایک اُن میں سے کہ جانب شرق کے ہے ملقب بہ رکن عراقی ہے اور دوم کہ بجانب غرب ہے معروف ساتھ رکن غربی کے ہے پس قریشیوں نے بیچ وقت بنائے کعبہ کے ہر دو رکن شامی کو قاعدوں حضرت ابراہیمؑ سے ہٹا کر قدرے زمین کعبہ باہر چھوڑ دیا اور اُس زمین کو داخل حجر کیا اور ایک دیوار کہ کنج حجر اسود سے رکن عراقی تک ہے تا آثار اُسکے کو بھی قدر آثار حضرت ابراہیمؑ سے کوتاہ کیا اس وجہ سے اس جانب میں بھی قدرے بنیاد حضرت ابراہیمؑ مانند چبوترہ دوکان زمین سے بلند رہا

Marfat.com

اور اس کو شادروان کعبہ کہتے ہیں اور جو عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ولایت میں خانہ کعبہ کو ہدم کرکے بنا کیا موافق اُس کے کہ آں حضرت نے ذہن اپنے میں قرار دیا تھا اور ساتھ حضرت عائشہؓ کے اظہار کیا تھا عمل میں لائے لیکن حجاج نے بعد غلبہ اپنے کے پھر اُسی صورت جاہلیت کا اعادہ کیا تواریخ میں مذکور ہے کہ ہارون رشید نے اپنی سلطنت میں حضرت امام مالکؒ سے استفسار کیا تھا کہ جو فرماؤ تم میں خانہ کعبہ کو پھر بطور ابن زبیرؓ کے موافق خواہش دلی آں حضرتؐ کے تھا بنا کروں انھوں نے فرمایا کہ ہرچند یہ حدیث صحیح ہے اور موافق اس کے عمل میں لانا اتباع مرضی آں حضرتؐ کے ہے لیکن مصلحت نہیں کہ بار بار کعبہ کو منہدم کریں اور بنا میں اُس کے تغیر اور تبدل کریں کس واسطے کہ اس صورت میں بنا کعبہ کی بازیچہ بادشاہوں کا ہوگا تمام بادشاہ بطور خود بنانے اس کے کو رسم بادشاہت کی جان کر اُس پر اقدام کریں گے اور مفسدہ عظیم پیدا ہوگا اور جب جا کہ مصلحت ساتھ مفسدہ کے تقابل پیدا کرے رعایت دفع مفسدہ کو مقدم کرنا چاہیئے اور مصلحت سے دست بردار ہونا لازم ہے فائدہ دوم یہ کہ تفسیر میں قواعد کی آدمیوں کو تحیر پیدا ہوا ہے اکثر مفسرین نے قاعدہ کو ساتھ اساس اور بنیاد کے تفسیر کیا ہے اس صورت میں رفع قواعد معقول نہیں ہوتا اس واسطے کہ بنا کنندہ اساس کا بنیاد کو محل اپنے سے بلند نہیں کرتا ہے بلکہ دیواروں کو اُس پر چُنتا ہے مگر یہ کہ مخالفت روایات کا ارتکاب کیا جاوے اور کہا جاوے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تہ زمین سے بھی بنیاد اس خانہ کو اٹھا کر روئے زمین تک بلند کیا ہے؟ یا کہا جاوے کہ معنی مجازی بلند کرنے بنیاد کے یہ ہیں کہ بالا اُس کے دیواریں بنائی جاویں اور بعضے مفسرینؒ نے کہا ہے کہ مراد قواعد سے سطریں سنگ اور خشت کی ہیں کہ ہر سطر تحتانی مانند بنیاد سطر فوقانی کے ہے اور اسی واسطے لغت عرب میں اُن سطروں کو ساقات البنا کہتے ہیں اور لغت ہندی میں اس کو رَدّہ بولتے ہیں ہرچند ان سطروں کیلئے رفع حقیقی مکانات اپنے سے متصور نہیں لیکن نسبت ساتھ بنیاد کے تمام کو رفع حقیقی واقع ہے اور اصح یہ ہے کہ مراد قواعد سے دیواریں ہیں اس واسطے کہ لفظ قاعدہ کا لغت عربی میں بیشتر بمعنی ستون کے مستعمل ہے اور دیواریں بمنزلہ ستون سقف کے ہوتی ہیں۔ علی الخصوص جو درمیان اُن دیواروں کے کوئی دروازہ کھولیں اس صورت میں کمال مشابہت ساتھ ستونوں کے پیدا کرتی ہے فائدہ سوم یہ کہ ظاہر عبارت ایسی تھی کہ فرماتے واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت اس عبارت میں کہ القواعد من البیت ہے کیا لطف بلاغت کا ہے جواب اُس کا

Marfat.com

یہ ہے کہ اگر لفظ من کا واسطے بیان کے ہے پس مدلول اس عبارت کا تبیین بعد ابہام ہوا اس واسطے کہ حاصل معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بلند کرتے تھے دیواروں کو اور وہ دیواریں خانہ کعبہ کی تھیں پس اس سے تعظیم آستان خانہ کعبہ کی مستفاد ہوئی کہ عبارت قواعد البیت سے مستفاد نہیں ہوتی تھی اور جو لفظ من واسطے تبعیض کے ہے پس لانا اس عبارت کا واسطے اشعار کے ہے ساتھ اس کے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام خانہ کو بنیاد اس کی سے بنا نہیں کیا بلکہ اجزا اور بعض اس کے سے فقط دیواروں کو بلند کیا اور بنیاد اس کی سابق سے موجود تھی اور ساتر اسی اعتبار سے پہلے اس کے بنا اس بیت کی مشخص ہوئی تھی چنانچہ موافق روایات کے گذرا اور عبارت سے قواعد البیت کی یہ فائدہ ظاہر نہیں ہوتا ہے فائدہ چہارم یہ ہے کہ ذکر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بعد اتمام کلام کے کس واسطے لاتے اور درمیان کلام کے کس واسطے درج نہیں فرمایا کہ عبارت ایسی ہوتی کہ واذ یرفع ابراھیم و اسمٰعیل القواعد من البیت جواب اس کا یہ ہے کہ شرکت حضرت اسمٰعیلؑ کی بنا اس خانہ میں برابری کی نہ تھی بلکہ شرکت تابع کی ساتھ متبوع کے اور خادم کی ساتھ مخدوم کے تھی دو وجہ سے اوّل یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بالاصالت مامور ہوئے تھے واسطے بنائے خانہ کعبہ کے بخلاف حضرت اسمٰعیلؑ کے البتہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا اور خود آمر تھے دوم یہ کہ مباشرت رفع کی حضرت ابراہیمؑ سے واقع ہوئی نہ حضرت اسمٰعیلؑ سے اس واسطے کہ حضرت اسمٰعیلؑ بمنزلہ مزدوروں سے سنگ کشی فرماتے تھے اور بنا کو عرف میں ساتھ آمر کے نسبت کرتے ہیں یا ساتھ مباشر بنا کے مثلاً کہتے ہیں کہ اس قلعہ کو فلانے بادشاہ نے بنا کیا ہے یا اس دیوار کو فلانے معمار نے اور گلکار نے بنایا ہے اور نسبت بنا کی طرف مزدور کے رائج نہیں واسطے اظہار اس تفاوت کے حضرت اسمٰعیلؑ کو درمیان کلام کے ہمراہ ذکر حضرت ابراہیمؑ کے درج نہ فرمایا تاکہ شرکت مساوات کی سمجھی نہ جاوے البتہ دعا میں دونوں شرکت مساوات کی رکھتے تھے اس واسطے کہ دونوں برابر آرزومند قبول سعی اور محنت اپنی کے تھے اور واسطے اولاد اپنی کے خواہاں عنایت ربانی کے تھے اور اسی واسطے حکایات دعا میں صیغہ متکلم مع الغیر کا اظہار تفاوت تابعیت اور متبوعیت کی غرض سے ارشاد فرمایا ہے فائدہ پنجم یہ ہے کہ دعا قبل عمل سے کہ ان دونوں بزرگوں سے واقع ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ مرتب ثواب اور تعلق رضا اس فعل پر کہ مقرون ساتھ اخلاص اور دوسری شرطوں قبول کے ہو واجب اور لازم نہیں والا طلب قبول میں بادصف

Marfat.com

جانتے اخلاص نیت اپنی کے کچھ حاصل نہ تھا اور یہ ہے مذہب اہل سنت اور جماعت کا اور معتزلہ کہ قبول کو
اس صورت میں ذمہ باری تعالےٰ کے واجب جانتے ہیں تو جیہ اس دُعا اور طلب کی ساتھ اس وضع کے
کرتے ہیں کہ غرض ان دونوں بزرگوں کی طلب کرنے قبول اس عمل سے وہ ہے کہ اُس کو جملہ افعال مقرونہ
با خلاص اور مستجمع شرائط قبول کے کرے بلکہ طلب کرنا قبول کا کنایت طلب تصحیح عمل سے ہے ساتھ اُس
وجہ کے مثمر قبول اور منتج ثواب کا ہو لیکن عاقل پر تو پوشیدہ نہیں کہ اصل پر معتزلہ کے کہ افعال عباد کو مخلوق
عباد اور وابستہ اختیار اُن کے کا جانتے ہیں تصحیح عمل اور اس کو شایان قبول کے کرنا اُن کے ہاتھوں
میں تھا اُس کی جناب الٰہی سے درخواست کرنا کچھ حاصل نہیں رکھتا ہو بہر تقدیر ان دونوں بزرگوں نے
جو ساتھ فراست صادقہ نبوت کے جانا کہ جس وقت ہم کو حق تعالیٰ نے واسطے بنانے خانہ اپنے کے حکم فرمایا ہے
البتہ اس تقریب کا رنگ دوسرے عالم میں ظہور کرے گا اور وضع تازہ واسطے عبادت کے کہ شبیہ ساتھ صورت پرستی
اور عشق مجازی کے ہو قرار پاوے گی اور ساتھ اُس وسیلہ کے معنی باطنی لباس صورت ظاہری کا پہنے گا
اور آدمی مانند ملائکہ کے حکم ساتھ مشاہدہ کے پکڑیں گے اور اکثر احکام در وضع جدید غیر معقول المعنی
حضور خداوندی سے بھیجیں گے اور اسرار اور حکمتیں ان احکام کی ظاہر نظر عقل بشری میں جلوہ گر نہ ہوں گی
مبادا جہت عدم اطلاع سے اوپر ان اسرار اور علم کے یا بسبب مشابہت افعال صورت پرستوں کے فرمانبرداری
اُس احکام کی ہم سے یا اولاد ہماری سے تقاعد کسی طرح کا یا توقف پیدا ہو دُعا دوسری جناب الٰہی میں عرض
کی اور کہا کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ یعنی اے پروردگار ہمارے کر دے ہم دونوں کو منقاد احکام
اپنے کا بلکہ ساتھ جس رنگ اور ساتھ جس وضع کے وہ احکام آویں ہم اُن کو قبول کریں اور طلب اسرار کی کا
نہ کریں اور یہ کہ حج میں اس خانہ کی عبادت اور بندگی تیری کا قصد کریں ہم نہ عبادت اُس خانہ کا اور یہ
بھی کہا مِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ یعنی اور اولاد ہم دونوں کی سے ایک امت اور گروہ کو منقاد احکام تیرے کے
تاکہ ادا کرنے مناسک حج میں کہ جیسے اُن کا متضمن ذلت و خواری اپنی کا اور اختیار وضع مجنونانہ اور بے تابانہ
اور منافی وقار اور حشمت کے اور حفظ وضع اور خود داری کے ہے مثل برہنہ سر اور برہنہ بدن ہونا اور ترک
خوشبو کرنا اور نعرہ تلبیہ کو اوپر ہر مکان بلند کے تند اور تیز کہنا اور اپنے تئیں والہ و شیدا کرنا اور گرد چند
سنگ اور چوب کے پھرنا اور ایک سنگ کو بوسہ دینا اور بلا سبب ظاہری کے کبھی دوڑنا اور کبھی آہستہ چلنا اور
کبھی کھڑا ہونا اور بے مشاہدہ کسی دلیل کے ہر محض اوپر خیال کے نظر سے مستور دشمن پر پتھر مارنا اور جاندار کو

Marfat.com

بلا تقصیر جان کرنا اور قربان کرنا ہے تکاسل نہ کریں اور پابند وقار اور حشمت کے نہ ہوں اور زبان حال اُن کی مترنم ساتھ اس مقال کے ہو۔

گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں؛　　خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

اور انقیاد اور اطاعت احکام اُس عبادت کے کہ متعلق ساتھ اس خانہ کے ہے بدون معرفت احکام کے ممکن نہیں پس معرفت ان احکام کی بھی اول ساتھ ہمارے نصیب فرما اور بواسطہ ہمارے اولاد ہماری کو وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا یعنی اور دکھلا ہم کو مکان عبادت ہماری کے کہ متعلق ساتھ اُس گھر کے ہو اور وقت اس عبادت کا اور کیفیات اُس عبادات کے اور وہ اسرار کہ ضمن میں اُس کے مخفی اور مستور ہیں گویا اُن چیزوں کو بعیان بصر ہمارے کے نمودار کرتا کہ مطابق اُس کے عمل کریں ہم اور اولاد اپنی کو بھی ساتھ اُس کے امر کریں ہم تفسیر ابن جریر اور دیگر کتب محدثین میں بطریق متعددہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا جناب الہٰی میں عرض کی حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ صورت حج کی حضرت ابراہیمؑ کو دکھلاؤ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا اور احرام سے لے کر حلق سر تک جو کچھ ارکان حج اور سنن اور آداب اسکے بجالانے ضروری ہیں اس سے انکو نشان دیا اول احرام بعد اس کے طواف قدوم بعد اُس کے دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے بعد اُس کے منیٰ میں مقام کرنا روز ہشتم ذی الحجہ سے بعد اُس کے عرفات میں کھڑا ہونا اور تلبیہ کہنا روز نہم اُس ماہ کے بعد اُس کے طرف مزدلفہ کے پھرنا اور شب گزارنا اور وقت صبح روز دہم وقوف کرنا بعد اس کے مراجعت طرف منیٰ کے اور ذبح اور نحر قربانی اور موئے سر کو تراش کر احرام سے باہر آنا اور بعد اس کے لباس پہن کر واسطے طواف زیارت کے جانا اور اس درمیان میں حضرت ابراہیمؑ کے سامنے شیطان متصل جمرہ عقبہ کے کہ حد منیٰ میں ہے نمودار ہوا اور سر راہ پکڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ طرف اُس کے سات سنگریزے تکبیر کہہ کر پھینکیں تاکہ دفع ہو جاوے اور روز دوسرے اور تیسرے اور چوتھے تینوں جمرے میں شیطان نمودار ہوا حضرت جبرئیلؑ نے اُن کو پھر واسطے سنگ اندازی شیطان کے تینوں جگہ میں فرمایا اور حضرت اسمٰعیلؑ بھی اس حج میں شریک تھے اور اس قصہ کو بیہقی شعب الایمان میں بھی لایا اور سعید بن منصور نے بھی مجاہد سے نقل کی کہ حج ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام وھما ماشیان اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حج سے فارغ ہوئے اُن کو جناب الہٰی سے حکم ہوا کہ اذان

Marfat.com

حج کی تمام آدمیوں روئے زمین کے واسطے تو حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ بارخدایا آواز میری کس کس کے کان میں پہنچے گی آدمی اطراف جہان میں منتشر ہیں حکم ہوا کہ آواز دینا ذمہ تمہارے ہے اور پہنچانا اُس آواز کا ہم پر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سنگ پر کہ معروف بمقام ابراہیم ہے اور بناء کعبہ کی بھی اُس سنگ پر کھڑے ہو کر کی تھی اور وہ سنگ ایسا بلند ہوا کہ کوہ ابو القبیس اور اور پہاڑوں سے بھی بلند ہوا اسپر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے بآواز بلند تین بار کہا کہ اے آدمیو تمہارے خدا نے زمین میں واسطے ایک خانہ بنایا ہے اور تم کو فرمایا ہے کہ واسطے حج خانہ اس کے آؤ تم خواہ سوار ہو خواہ پیادہ حق تعالیٰ نے اُس آواز کو کان میں تمام جہان کے لوگوں کے کہ موجود تھے پہنچایا اور کان میں اُن ارواحوں کے کہ شکم مادروں اور پشت پدروں میں تھیں بھی پہنچائی کسی نے ایک بار لبیک کہی اور کسی نے دو بار اور کسی نے زیادہ اور کسی نے اجابت نہ کی جس نے اجابت نہ کی اُس کو حج خانہ کا میسر نہیں ہوا اور جس نے ایک بار کہا ایک بار حج کرتا ہے اور اسی قیاس پر سمجھنا چاہیئے ایسے ہی روایت کیا اُس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ازرقی نے اپنی تاریخ میں مجاہد سے اور جب حضرت ابراہیم اور حضرت علیہما السلام نے اندیشہ کیا کہ مناسک اس خانہ کے احرام سے حلق سر تک مشتمل بر افعال کثیرۃ شاقہ طویلۃ المدۃ ہیں گے اور درمیان اشتغال کے ساتھ اُن افعال کے لابد کوئی سہو اور کوئی تقصیر ہو گی دُعا دوسری عرض کی اور کہا وَتُبْ عَلَيْنَا یعنی اور توبہ فرما ہمارے اوپر جو مناسک میں اس خانہ کے ہم سے اور اولاد ہماری سے کوئی تقصیر واقع ہو اور کفارت اُس تقصیر سے بھی ہم کو آگاہ کر کہ تدارک اُس کا کریں ہم مثلاً جو حالت احرام میں جامہ پہنیں ہم یا ناخن تراشیں یا خوشبو کو استعمال کریں یا موئے سر تراشیں یا شکار کریں ہم کیا کرنا چاہیئے اور جو دوڑنا صفا اور مروہ کا فراموش کریں ہم یا طواف خانہ کا بے طہارت کریں کیا کرنا چاہیئے تاکہ بار اس جنایات سے خلاص ہو دیں ہم اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ یعنی بہ تحقیق تو ہی ہے کہ بار بار توبہ قبول فرماتا ہے اور مہربانی کرتا ہے بندوں گنہگار اپنے پر اور اس دُعا ہی سے طریق تدارک خطا مناسک میں جنایات احرام وغیرہ سے واسطے مسلمانوں اور اولاد اُنکی کے مشروع ہوا چنانچہ کتب فقہ میں مشرح ہے اور اس سورۃ میں بھی تھوڑا سا حال ان کا مذکور ہوگا سیپارہ دوسرے میں انشاء اللہ باقی رہی یہاں چند بحثیں کہ مفسرین تعرض اُس کا کرتے ہیں اگرچہ حل اُن ابحاث کا عین تفسیر میں گذارا اول یہ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس دُعا میں جناب الٰہی سے چاہا کہ

Marfat.com

ہم دونوں کو مسلمان کر حالانکہ مسلمانی ان دونوں کی بالیقین ثابت تھی پس تحصیل حاصل کی لازم آئی جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اسلام سے دین مسلمانی اور اعتقاد اُس کا ہے پس غرض اُن کی اس دُعا سے ثبات اور استقرار اُس دین اور اعتقاد کا ہے واسطے اپنے اور اکثر اوقات عرف میں دوام شے کو ساتھ لفظ اُس شے کے طلب کرتے ہیں اور اگر مراد اسلام سے انقیاد تام واسطے تکالیف الٰہی کے اور اذعان کلی اور خضوع ساتھ جمیع جوارح اور قویٰ کے اور راضی رہنا ساتھ قسمت اُس تعالیٰ کے ہے پس طلب اُن چیزوں کی البتہ بہ نسبت ہر شخص کے مفید ہے خواہ نبی ہو خواہ غیر نبی اس واسطے کہ یہ چیزیں خارج ضبط سے ہیں اور بدون اعانت دائمی الٰہی اور توفیق شامل اُس کی کے میسر نہیں ہوتیں بخلاف اعتقاد دین کے کہ چیز مضبوط اور محدود ہے اور توفیق الٰہی یکبار حصول اُس کے میں کفایت کرتی ہے بحث دوم یہ کہ لفظ من کا و من ذریتنا میں واسطے تبعیض کے ہے پس حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بعض ذریت اپنی کو کس واسطے چاہا حالانکہ دُعائے خیر میں عموم اور شمول کو منظور رکھنا چاہیے نہ کہ خاص کرنا اللہٰذا آں حضرتؐ نے اعرابی کو کہ خاص واسطے اپنے اور واسطے آں حضرتؐ کے رحمت الٰہی کی درخواست کرتا تھا اور کہتا تھا اللّٰھُمَّ ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا یعنی اے بار خدایا رحم کر مجھ پر اور محمد پر اور نہ رحم کر تو ساتھ ہمارے اور کسی فرمایا تھا لقد تحجرت واسعا یعنی بند کیا تو نے شے فراخ کو بیچ آداب امامت کے حدیث میں وارد ہے لا یخص نفسا بالدعاء جواب اس کا یہ ہے کہ انھوں نے ایک بار دعائے امامت میں حق تعالیٰ سے سُنا تھا کہ بعضے ذریت میری سے ظالم اور فاسق ہوں گے اور بار دوسری دعائے رزق میں سُنا تھا کہ بعض اُن سے کافر ہوں گے پس نزدیک اُن کے بالیقین ثابت ہوا تھا کہ ارادۂ الٰہی ساتھ کافر ہونے بعض اولاد میری کے متعلق ہوا ہے اور دُعا کرنے والے کو چاہیے کہ بخلاف ارادۂ الٰہی کے دُعا نہ کرے اس جہت سے اس دُعا میں تخصیص فرمائی بحث سوم یہ کہ جب دُعا امامت کی حق میں بعض اولاد اُن کی کے مقبول ہوئی تھی پھر دُعا اسلام کی واسطے اُن کے کیا درکار تھی کہ مرتبہ امامت کا بالاتر مرتبۂ اسلام سے ہے اور موقوف اوپر حصول اسلام کے اور جو امامت اولاد اُن کی کو حاصل ہوتی اسلام بالاولیٰ حاصل ہوگا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مقصود اُن کا اس دُعا سے یہ ہے کہ جماعت کثیر کہ اس کو اُمت کہہ سکیں مدت دراز تک مسلمانی پر قائم ہو اور اجابت دُعا اُمت کی اگر دلالت کرتی ہے اوپر اسی قدر کے دلالت کرتی ہے کہ بعض اولاد اُن کی اگرچہ ایک دو کس ہوں منصب امامت کا پاویں گے کہ تابع اُنکے ایک دو کس اجنبی ہوں

Marfat.com

نہ اولاد ان کی سے پس دعا امامت کی اس دعا سے کفایت نہیں رکھتی تھی۔
بحث چہارم یہ ہے کہ مصداق اس امت مسلمہ کا کون جماعت اولاد سے ان ہر دو بزرگ کے گزرا ہے۔ بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ پسران حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور نسل ان کی ہے کہ مدت دراز تک اوپر توحید اور اسلام کے قائم رہے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ بعض بعض ان سے ہر وقت میں آدمی ایماندار گزرے ہیں مثل زید بن عمرو بن نفیل و عبدالمطلب جد آں حضرت لیکن صحیح یہ ہے کہ مصداق اُس اُمت مسلمہ کا اصحاب آنحضرت کے ہیں قریش وغیرہ اُن کے اور اولاد اُن کی اس واسطے کہ دعا آئندہ میں واقع ہے وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتک اور یہ صفت اوپر پسران حضرت اسمٰعیلؑ اور نسل قریب اُن کی کے اور ایسے ہی زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ اور امثال اُن کی کے صادق نہیں آتی بلکہ ان الفاظ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول کتاب منزل کو اُوپر اُنکے پڑھے اور اُن کو تعلیم کتاب اور حکمت فرمادے اور باطن اُن کے کو غفلت اور حجاب سے پاک کرے اور یہ صفات سوائے اصحاب پیغمبر ہمارے کہ اولاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ہیں نہ متحقق ہوتی ہے اور نہ ہوگی اور واسطے اسی کے آخر سورۃ حج میں خطاب ساتھ اصحاب کے فرما کر ارشاد کیا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل پس یہ دعا حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کی نص صریح ہے بیچ اُس کے کہ پیغمبر آخرالزمان اللہ کی طرف سے مبعوث ہیں اور اُمت ان کی اُمت مسلمہ مقبولہ اور اسی نص کے ساتھ الزام یہود اور نصاریٰ کو ہو سکتا ہے اور تنقیص بالصفات قوی تر تنصیص بالاسماء والالقاب سے ہے نزدیک محققین کے البتہ اس قدر شرط ہے کہ سیاق ان صفات کا ساتھ ایسی وجہ کے واقع ہو کہ کل منحصر فرد واحد میں ہو تو احتمال شرکت کا نہ رہے اور اسی واسطے اہل تحقیق اُس پر ہیں کہ خلافت خلفاء اربعہ مانند اس نصوص کے منصوص ہے جبکہ تفصیل اس کی آیت استخلاف میں کہ اندر سورۂ نور کے ہے اور آیت قتال مرتدین میں کہ اندر سورۂ مائدہ کے ہے اور آیت مخلفین غزوۂ حدیبیہ میں کہ اندر سورۃ فتح کے ہے مذکور ہے بحث پنجم یہ ہے کہ توبہ انبیاء کے کیا معنی باوجودیکہ گناہ سے معصوم ہیں اور توبہ بے گناہ کے متصور نہیں ہے جواب یہ ہے کہ بحکم حسنات الابرار سیأت المقربین بہت سی چیزیں ہیں کہ حق میں انبیاء کے حکم گناہ کا رکھتی ہیں اور حقیقت میں گناہ نہیں اور یہ مقتضاء علو منصب اُن کے کا ہے جیسا کہ مضمون اس

بیت کا ہے:۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی؛ ہم بیشتر عنایت وہم بیشتر عنا

اور واسطے اُسی کے حدیث شریف میں آیا ہے کہ یا ایہا الناس توبوا الی اللہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ کہ اے آدمیو توبہ کرو تم طرف اللہ کے پس تحقیق میں بھی توبہ کرتا ہوں طرف اس کے ایک دن میں سو مرتبہ اور بعضے مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ جب دعائے اسلام میں ذریت اپنی کو ساتھ اپنے ضم کیا طلب توبہ کو بھی ساتھ متکلم مع الغیر کے لائے واسطے اشارہ کے طرف ذریت اپنی کے اگرچہ بعض گناہ سے معصوم ہوں جیسا کہ اکثر اشخاص جماعت کے مرتکب اُس فعل کے ہوں کہ محتاج توبہ ہوں درخواست توبہ واسطے کل اُس جماعت کے صحیح ہے حقیقتاً اور جس وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اندیشہ کیا کہ قیام اسلام امت کثیرہ کا کہ رائیں مختلف اور عقول متفاوت رکھتے ہیں اور اتفاق تمام کا التزام ایک وتیرہ اور ایک طریقہ پر بدون کسی جامع اور کسی قاسر کے محالات عادت سے ہے واسطے حصول اُس اتفاق اور بقاء اُس اتفاق کے مدت دراز تک دُعا دوسری جناب الٰہی میں عرض کی اور کہا کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا یعنی اے پروردگار ہمارے اور برپا کر درمیان اُس اُمت کے کوئی پیغمبر لیکن وہ پیغمبر بھی خارج اولاد ہماری سے نہ ہو بلکہ مِنْهُمْ یعنی اُس اُمت سے ہو تا کہ رسول اور اُمت مقبولہ اُس کی دونوں ذریت ہماری میں شمار ہوں اور شرف عظیم اور مرتبہ فخیم ہم کو حاصل ہووے کیونکہ اگر اُمت اولاد ہماری سے ہو اور بجائے طرف کسی ایسے رسول کے بھیجی جاوے تو وہ کہ اولاد ہماری سے نہیں ہے پس ہم کو کیا شرف اور مرتبہ باقی رہے اور یہ کہ جب رسُول اُسی امت سے ہو مولد اور منشا اور نسب اور حسب اور اخلاق اور اوضاع اور صدق اور دیانت اور عہد اور امامت اُس کی سے خوب واقف ہوں اور اقتدا اور اتباع میں اُس کے سرگرم رہیں اور متابعت اُس کی سے عار نہ کریں کہ ریاست ایک کی کہ اپنے فرقہ سے ہو سرکش آدمیوں کو چنداں ثقیل نہیں ہوتی ہے بخلاف ریاست اجنبی کے اور یہ کہ بحکم قرابت اور عمومت اور خولت اور مصاہرت کے بہت طریق نصرت اور اعانت اُس کی کے بہم پہنچاتے ہیں اور بیچ جاری کرنے شریعت اُس کی کے اور تمشیت امر اُس کے کے نہایت درجہ کی کوشش اور سعی کرتے ہیں اور یہ بھی کہ جب رسول اُسی اُمت سے ہو تو شفقت اُس کی اُن پر زیادہ ہو اور تعلیم اور تفہیم میں اُن کی مبالغہ کرے کہ تربیت اقارب اور عشائر اپنے کی اہم ہے نزدیک آدمیوں کے تربیت اجانب سے اور حرص اور شفقت آدمی کی اوپر قوم اور قبیلہ اپنے کے زیادہ تر ہے حرص اور شفقت اجانب سے بمقتضائے جبلت بشری کے لہٰذا حدیث شریف

Marfat.com

ف وارد ہے کہ اول من اشفع لہ من اُمّتی اھل بیتی ثم بنو ھاشم ثم الاقرب
فالاقرب من القریش یعنی پیشتر تمام اُمت اپنے کے میں شفاعت اہل بیت کی کروں گا پھر بنو ہاشم
کی پھر جو قریب تر ہیں پھر جو اقرب ہیں قریش میں سے اور امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ فرماتے تھے قسم خدا کی اگر کلید بہشت کی میرے ہاتھ میں دیں کسی کو بنی امیہ سے باہر
بہشت سے نہ چھوڑوں میں اور شک نہیں کہ اس قسم کا رسول کہ مجموع اولاد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت
اسمٰعیلؑ سے مبعوث ہوا ہو غیر ذات عالی صفات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور
ہوا ہے اس واسطے کہ بیچ اولاد حضرت اسمٰعیلؑ کے اُس زمانہ تک کوئی رسُول مبعوث نہ ہوا تھا اور
اگر کوئی حق میں زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ کے احتمال نبوت کا رکھے احتمال رسالت
البتہ نہ رکھے اور اگر بالفرض رسُول ہی ہوتے ان کی اُمت مسلمہ البتہ نہ ہوتی اور اگر اُمت مسلمہ بھی اُن کی
ہوتی یہ اوصاف خود البتہ ان میں متحقق نہ تھے کہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ یعنی پڑھتا ہے اُن پر آیات
تیری اور پڑھنا آیات الٰہی کا بدون نزول کسی کتاب کے اُس پر نہیں ہو سکتا پس چاہیئے کہ اُس پر کوئی
کتاب بھی نازل ہو ہر چند ساتھ تلاوت آیتوں اس کتاب کے الفاظ اُس کتاب کے زبان پر شاگردوں
کے جاری ہوں لیکن نعمت تمام نہ ہوگی تا آنکہ معانی اُس کتاب سے بھی ان کو مطلع کریں۔
وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ یعنی اور سکھلاوے اُن کو معانی کتاب کے کہ مدلول ظاہر عبارت اُس کی کا ہے
گویا جاننا اُن معانی کا جاننا نفس کتاب کا ہے زیراکہ وہ معانی بسبب کمال وضوح اور انجلا کے الفاظ
سے انفکاک نہیں رکھتے اور بمجرد سُننے اُن الفاظوں کے ذہن میں آتے ہیں بے احتیاج کے طرف تامل
و تعمق نظر کے لیکن جاننا معانی اُس کتاب کا اسراروں پر اُس کتاب کے خبردار نہیں کرتا تا کہ لذت احکام
اُس کتاب کی پاویں اور ساتھ نشاط تمام کے فرمانبرداری امر اُس کتاب کی میں سرگرم ہوں پس چاہیئے
کہ اُن کو اوپر اسرار اُس کتاب کے بھی آگاہ کریں وَالْحِکْمَۃَ یعنی اور سکھلاتا ہے اُن کو وہ سر اور حکمت
درمیان ہر ہر حکم اور ہر ہر لفظ اُس کتاب کے ودیعت شدہ اور مستور ہیں تا کہ علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو جامع
ہوں کیونکہ علم باطن بغیر علم ظاہر کے موجب زندقہ اور الحاد کا ہو جاتا ہے اور علم ظاہر بے علم باطن
طرف تقشف باردہ اور حیلہ سازی کے کھینچتا ہے اور چونکہ تعلیم اور تعلم ایک حد منقطع رکھتا ہے
اس واسطے کہ نہ قوت معلم کی تعلیم میں ہر چیز کے کفایت کرتی ہے اور نہ قوت متعلم کی بیچ حفظ ہر

Marfat.com

مکہ کے وفا کرتی ہے پس چاہیئے کہ واسطے تحصیل بلکہ اخذ علوم غیب کے اُن کو ہیج مرتبہ نبوت مثاً
کے کہ عبارت ولایت سے ہے پہنچاوے وَیُزَکِّیۡہِمۡ یعنی اور لوح نفوس اور ارواح ان کی کو پاک کرے
اُس کدورت سے کہ حجاب معرفت ایمانی کا ہوا ہے اور آئینہ استعدادات اُن کی کو خوب صاف کرے
تاکہ خود بخود تعلیم و تعلّم اُس جا سے کہ القائے غیبیہ لوح مدرکہ اُس پیغمبر پر ہوتی تھی اُن پر بھی ہو اس
ساتھ اس ترتیب کے کہ نہایت کو پہنچے مانند اپنے کرے انکشاف حقائق الٰہیہ میں مگر اسی قدر کہ نبوت
اصلی نہ رکھے گویا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے جانا کہ یہ پیغمبر خاتم المرسلین ہوگا اور بعد اُس
سے رسول نہ آوے گا پس ناچار اُمت میں اُس کی نبوت کا اثر کہ ولایت ہے مدتوں تک باقی رہے
تاکہ وہ اُمت بقدر امکان فیض نبوت سے بے بہرہ نہ رہے بیت:۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

اور ہم اس دُعا کو تجھ سے اُس سبب سے چاہتے ہیں کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ یعنی تحقیق
تو نہایت صاحب عزت اور نہایت صاحب حکمت ہے تو عزت تیری تقاضا نہیں کرتی کہ ہر کسی
کو بلا واسطہ تعلیم علوم کی فرماوے تو اور ساتھ اُس کے ہم کلام ہو تو اور آیت اپنی کو اُس پر نازل
کرے تو اور حکمت تیری تقاضا کرتی ہے کہ کسی کو افراد بشر سے خالی معرفت ذات اور صفات اپنی سے
اور شناخت نظام صالح معاش اور معاد سے محروم نہ چھوڑے تو پس اجتماع ان دونوں مقتضا کا ساتھ
اسی صورت کے میسر ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کو درمیان سے اُن کے خاص کرے تو ساتھ رسالت
اپنی کے اور بواسطہ اُس کے اس فیض کو طرف دوسروں کے پہنچاوے تاکہ عزت تیری بجا رہے
اور حکمت تیری معطل نہ ہو۔

حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں خاص کند بندۂ مصلحت عام را !!

باقی رہے اس جگہ میں فائدے چند اوّل یہ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے حالت بنائے
کعبہ میں تین دعائیں فرمائیں اور ہر دُعا کو مصدر بکلمہ ربّنا و مذیل بدو اسم اسمائے حسنیٰ کے کیا
وجہ مناسبت سمیع اور علیم کی ساتھ دُعائے قبول کے ظاہر ہے اور ایسی ہی مناسبت تواب اور
رحیم کے ساتھ دُعائے توبہ اور ثبات اسلام اور توفیق ادائے مناسک کی بھی روشن ہے لیکن
مناسبت عزیز اور حکیم کی ساتھ دعائے بعثت رسولؐ کے خوب ظاہر نہیں اور اسی واسطے اکثر

Marfat.com

مفسرین نے بیان مناسبت سے اس جامیں سکوت کیا ہے اور وجہ مناسبت کی اس تفسیر میں گوئی
دوم یہ کہ اوصاف میں رسول کے تلاوت آیات کو اوپر تعلیم کتاب کے اور تعلیم کتاب کو اوپر تعلیم حکمت کے اور تعلیم حکمت اور اس کے ساتھ
کو تزکیہ پر مقدم فرمایا مراعات اس ترتیب میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس ترتیب میں ترقی ہے
ادنیٰ سے طرف اعلیٰ کے اس واسطے کہ انتفاع اُمت کا ساتھ پیغمبر اپنے کے چار مرتبہ پر رکھا ہے بعض
اُس کا فوق اور بعض کے ہے اوّل یہ کہ الفاظ منزل من اللہ کو اُس سے یاد کریں تاکہ ساتھ تواتر کے
منقول ہو اور حفظ اُن الفاظ کے اور تجوید اور ترتیل اُسی کے میں سعی بلیغ بیچ کار کے لے جاویں یہ ادنیٰ
مراتب انتفاع ہے کہ حفاظ اور قاریان اُمت کو میسر ہے اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ نسبت تحصیل اِس
مرتبہ کے تشبیہ ساتھ پیغمبروں کے اور وراثت انکی کے حاصل ہوتی ہے لہٰذا حدیث شریف میں اس
کے متعلق جسکے سینہ میں قرآن ہو وارد ہے لقد ادرجت النبوة بين كتفيه الا انه لا يوحى اليه
البتہ تحقیق داخل ہوئی نبوت درمیان سینہ اُس کے کے مگر فرق یہ ہے کہ نہیں وحی کی گئی طرف اُس
کے مرتبہ دُوسرا یہ ہے کہ ہمراہ الفاظ کے ساتھ معانی ظاہر اُس کے کے بھی آشنا ہو اور معانی اولیہ
کو پیغمبر سے لے اور تحقیق احکام اور قصص و وعدہ اور وعید کی بوجہ احسن کرے اور یہ مرتبہ نصیب
علماء ظاہر کا ہے اور اس مرتبہ میں تشبیہ ساتھ پیغمبروں کے اور وراثت انکی کے زیادہ تر اور قوی تر
ہے اور مرتبہ تیسرا یہ ہے کہ ہمراہ اس دو مرتبہ کے اسرار اور حکمت الٰہی کو احکام اور معاملات اُس کے میں
کہ دُنیا اور آخرت میں ساتھ نیکوں اور بدوں کے فرمایا ہے اور فرماوے گا پاوے اور ہر حکم اور
ہر قصہ اور ہر وعدہ اور ہر وعید کو منشا اور ماحصل اُس کی کے عالموں غیبیہ الٰہیہ اور نظامات کارخانوں
اُس کے کے وابستہ جانے اور شیون ظاہرہ کو اُن احکام اور معاملات میں ملاحظہ کرے اور یہ مرتبہ
اعلیٰ مراتب کسبیہ وراثت انبیاء علیہم السلام کا ہے مرتبہ چوتھا یہ ہے کہ جوہر روح اُس کی مزکی اور مصفا
ہو اور اس سبب سے کہ پیغمبر علیہ السلام نے کہا ہے اُس کو بھی ساتھ تبعیت کے نصیباً حاصل ہو اور یہ آدمی
قائم مقام نبی کے ہے اور وارث کامل امت کا کہ گویا ظل پیغمبر اور نمونہ اُس کا بعد اُس کے باقی ہے
اور مقام لائق خلافت اور وصایت پیغمبر علیہ السلام بعد انتقال انکے کے پر فائز ہے اور یہ مرتبہ اعلیٰ مرتبوں
اُمتیوں کا ہے مطلقاً لیکن وہبی ہے کسب کو حصول میں اُس کے دخل نہیں لیکن بطریق اعداد اور
تقریب کے واسطے اشعار کے ساتھ تفاوت اس مرتبوں کے پستی سے طرف بلندی کے اس ترتیب کو

Marfat.com

اختیار فرمایا ہے فائدہ سوئم یہ کہ لفظ اجعلنا مسلمین لک کے ساتھ حرف عطف کے واقع ہے معطوف علیہ اُس کا کیا ہے ۔ اگر لفظ تقبل ہے جملہ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور جملہ ندائیہ رَبَّنَا دونوں معترضہ ہوں گے لیکن واسطے تعلیل کے دوم واسطے تاکید دعا کے اور معطوف علیہ اُس کا محذوف ہے پس تقدیر کلام کی ایسی ہوگی ربنا افعل ھذا واجعلنا مسلمین لک اور ترکیب ربنا وابعث فیھم کو بھی ساتھ اسی دستور کے سمجھنا چاہیئے آئے ہم طرف اُس کے کہ لانا حرف عطف کا اسی صورت کے ساتھ محوج ساتھ تقید معطوف علیہ کے ہوا کیا ضرور تھا نکتہ اس میں وہ ہے کہ اشعار ہو ساتھ اُس کے کہ غرض ہماری ان دعاؤں سے جمع درمیان حصول مطالب سہ گانہ کے ہے نہ حصول یک مطلب تنہا چہارم یہ ہے کہ تفسیر میں حکمت کی علماء کو اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد حکمت سے صواب پر ہونا قول اور فعل کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حقیقت حکمت کی تشبیہ ساتھ جناب حضرت حق کے ہے بقدر طاقت بشری کے اور مناسب اسی قول کے ہے جو کہ حدیث صحیح میں واقع ہوا تخلقوا باخلاق اللہ متصف ہو تم ساتھ صفات اللہ تعالیٰ کے قتادہ اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ مراد حکمت سے اس جا سنت نبویؐ ہے کہ رکن دوسرا ارکان شرع میں سے اور اصل عمدہ اصول دین میں سے ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد کتاب سے آیات محکمات ہیں اور حکمت سے آیات متشابہات اور پر ہر تقدیر کے تزکیہ بعد تعلیم حکمت اور کتاب کے چاہیئے پس وہ کیا چیز ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد تزکیہ سے وعظ اور تذکیر اور وعد اور وعید ہے کہ آں حضرتؐ بعد تلاوت اور تعلیم کتاب اور حکمت کے فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد تزکیہ سے شہادت بعدالت اور معتبری ہے کہ آں حضرت دن قیامت کے واسطے امت اپنی کے دیں گے اور دنیا میں بھی فضائل اور مناقب صحابہ اور اہل بیت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اور بعضے تابعین سے دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شہادت بعد تلاوت اور تعلیم کتاب اور حکمت کے ہے یہ ہیں اقوال مفسرین کے اس مقام میں اور جو کہ ساتھ سیاق وسباق اس آیت کے مناسب ہے تفسیر میں گزرا بالجملہ اس قصہ سے نص صریح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ہے صحت پر نبوت پیغمبر آخر الزمان اور مقبولیت اُمت اس کی کے اور نیز مبعوث ہونا اس پیغمبرؐ کا اور پیدا ہونا اس اُمت کا ایک چیز ہے کہ ان ہر دو بزرگ عالی قدر نے ساتھ کمال آرزو کے جناب الٰہی سے بیچ وقت مشغولی بنائے خانہ اُس کے کے کہ بلاشبہ وقت استجابت دعا کا تھا چاہا ہے لہٰذا امام احمد اور بیہقی بروایت

صحابہ بعفرۃ سے لائے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی عند اللہ فی ام الکتب
لخاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم عن بدء امری انا دعوۃ
ابراھیم علیہ السلام وھو یرفع القواعد من البیت وابعث فیھم رسولا منھم
وبشری عیسٰی ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی رات انہ یخرج منھا نور اضاء
لہ قصور الشام ببصری انتظاہر ہے کہ جب آں حضرت حامل سر ابراہیمؑ اور اسمٰعیل ہوئے تھے
لازم آیا کہ ملت ان کی ملت ابراہیمی ہو اور جو اکثر احکام اس ملت کے مانند مناسک حج اور قربانی کے حق
میں یہودیوں کے منسوخ ہوئی تھی پس بجہت قصور استعداد یہودیوں سے تھا کہ وہ اہل ظاہر محض تھے
اور اسرار باطن سے بے بہرہ خصوصاً راہ محبت اور فنا کو اصلاً نہیں جانتے تھے سوائے طمع اور خوف کے
ان کو کوئی باعث امتثال احکام الٰہی کا نہ تھا بالضرور احکام الٰہی نے حق میں اُن کے ساتھ اسی رنگ
کے صدور پایا بعد ازاں پیغمبر جو اہل کمال پیدا ہوئے کہ جامع ہوئے درمیان ظاہر اور باطن کے اور قلوب اُن کے مستعد
محبت اور وجد اور شوق کے موجب ہوئے لا بدان احکام منسوخ کا ظہور عود فرمایا اور ملت ابراہیمی از سر نو قائم ہوئی۔
پس اس وقت میں انحراف اور عدول ملت اس پیغمبرؐ در حقیقت انحراف اور عدول ملت ابراہیم علیہ السلام
سے ہے وَمَنْ یَّرْغَبُ یعنی وہ کون ہے کہ رغبت کرے بیچ ملت دوسری کے انحراف اور عدول کر کے
عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ یعنی ملت ابراہیم سے کہ اقدم ملتوں کی اور اکمل اُن کی ہے اور ابراہیم علیہ السلام
وہ ہیں کہ تمام فرقوں بنی اسمٰعیلؑ اور اسباط بنی اسرائیل کو فخر اور فضیلت ساتھ انتساب اُن کے کے ہے
خصوصاً اُس وقت میں کہ استعداد تعبد نے ساتھ اُس ملت کے بکمال مرتبے کے جلوہ کیا اور وہ پیغمبر
کہ جس کو ابراہیمؑ نے نہایت تضرع اور آرزو سے چاہا تھا مبعوث ہوتے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ
یعنی مگر وہ کوئی کہ راہ بے وقوفی سے جاہل ہوا حال نفس اپنے سے نہ سمجھا کہ نفس میرے میں کس کس
لطیفہ کو تعبیہ کیا ہے اور کمال ہر ہر لطیفہ کا ساتھ کس رنگ کے حاصل ہوتا ہے اور وہ ملت کہ جامع
اقسام کمالات نفس میرے کی ہے اور ایفائے حق جمیع لطائف نفس میرے کے کرتی ہے کون ہے اور راہ
محبت اور شوق اور فنائے قلب کی کہ سرحد مقام خلت تک پہنچاتی ہے کونسی ملت میں مفتوح ہے اور
کونسی ملت میں مسدود اور کیونکر انحراف ملت ابراہیمؑ سے دلیل شقاوت اور سبب بے خبری حال نفس
کے ہم پہنچتا ہے وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا یعنی اور تحقیق برگزیدہ کیا ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں

ساتھ عطا کرنے جمیع کمالات نفسانیہ کے یعنی نبوت اور رسالت اور امامت اور ولایت اور سرایت نور نبوت
اولاد اور اتباع اُن کے میں قیام قیامت تک اور پہنچانا مقام خلت میں اور اظہار مناسک حج کہ نمونہ
وصال جناب حق تبارک و تعالیٰ ہے اور کشف اسرار اُن مناسک کا اُس پر اور باقی رہنا خانہ کا کہ اُس نے
بنایا ہے واسطے عبادت ہماری کے ساتھ امن و عزت کے قیام قیامت تک اور پیدا ہونا عاملان نبوت
اور ولایت مختلف المذاق کا اولاد اور اتباع میں اُس کے دن قیامت تک یہ ہیں اسباب بزرگیوں اُس کی
کے دُنیا میں اور جو کسی کو لئے باعث اتباع ملت کے اُمید شفاعت صاحب ملت سے ہو آخرت میں پس
ابراہیمؑ شایان اس امید کا بھی ہے وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ یعنی تحقیق وہ آخرت میں اگرچہ بیچ اُس وقت
کے نبوت اور رسالت اور امامت اُس کی منقطع ہوگی لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ یعنی البتہ صالحوں میں سے ہے ساتھ
ولایت خاصہ اپنی کے کہ افضل نبوت اور رسالت اُس کی سے ہے اگرچہ نبوت اور رسالت اُس کی افضل
ولایات مختلفہ سے ہو ہر چند یہ تمام کمالات اُس کے تدریجاً تمام کرنے میں حاصل ہوتے اور دائم ترقی
میں تھے لیکن اصل اور تخم ان کمالات کا اُس میں بمجرد اسلام کے بویا گیا وَاِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ یعنی جس
وقت کہ فرمایا اُس کو رب اُس کے نے ساتھ وحی خفی کے کیونکہ تا ہنوز وحی ظاہر اُس پر نہیں آئی تھی اور
پیغمبر نہ ہوئے تھے اَسْلِمْ یعنی منقاد ہو جمیع اسماء الٰہیہ اور احکام اُس کے کا ہر زمانہ میں بواسطہ جس کے کہ
بھیجے اور عین اس فرمانے میں اُس کو پروردگار اُس کے نے ساتھ جمیع اسماء اپنے کے جذب فرمایا اور
حضرت ابراہیمؑ نے بسبب اُس جذب قوی کے بے اختیار قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی کہا منقاد
ہوا میں ساتھ جمیع قویٰ اور لطائف اور جوارح اور اعضا اپنے کے واسطے رب العالمین کے ہر عالم میں
حضرت ابراہیمؑ نے ایک کا جو اسماؤں اُسکے سے ظہور فرما کر ربوبیت اُس عالم کی کرتا ہے ذکر کیا پس طالب ہر کمال کو توسل ساتھ
اُس کے حصول مطلب اپنے میں کافی ہے اور روح ابراہیمی میں وسعت جمیع کمالات مطلوبہ کی ودیعت
ہے اتباع ملت اُس کی کے اور اقتدا مشرب اُس کی کے بغیر کسی آدمی کو طالبان حق سے کوئی چارہ نہیں
اور اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ معنی اسلام کے کہ حضرت ابراہیمؑ ساتھ اُس کے مامور ہوتے علاوہ اسلام
عرفی کے ہے جو منتہا کمالات انسانی کا ہے پس وہ اشکال کہ جس نے مفسرین کو اس آیت میں متحیر
کیا ہے زائل ہوا اور تحریر اُس اشکال کی یہ ہے کہ امر باسلام حضرت ابراہیمؑ کو نہ قبل نبوت کے نہ بعد
اُس کے صحیح ہوتا ہے کیونکہ انبیاء ہمیشہ مسلمان ہوتے ہیں اور کفر تبعی کا بہ تبعیت مادر اور پدر کے

Marfat.com

حکم ساتھ کفران کے کے جائز نہیں جیسا کہ اور کافر دل کے لیے جائز ہے اور انبیاء ایسے امر اعتقادی سے معصوم ہیں پس امر ساتھ اسلام کے اُن کو قبیل تحصیل حاصل اور اثبات ثابت کے سے ہے اور جواب اس اشکال کا تفاسیر میں بچند وجوہ مذکور ہے اوّل یہ کہ مراد اس اسلام سے اسلام متعارف نہیں بلکہ اذعان ساتھ انقیاد امر الٰہی کے ہے بیچ تحمل جفائے کفار کے دوم یہ کہ یہ کلام بر وجہ تمثیل ہے نہ بر وجہ تحقیق کیونکہ ظاہر کرنا علامات قدرت اپنی کا اور دلائل وحدانیت اپنی کا دل میں حضرت ابراہیمؑ کے بمنزلہ اُس کے تھا کہ کہیں اَسْلِمْ اور عارف ہونا حضرت ابراہیمؑ کا ساتھ ذات اور صفات الٰہی کے بمنزلہ کہنے اَسْلَمْتُ کے تھا محققین نے اہل اصول سے وجہ دوسری کہی ہے کہ وہ وجہ تیسری ہے اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہرچند کفر تبعی اور اعتقادی سے حالت صغر اور کبر میں معصوم رہتے ہیں اور ساتھ اسلام خلقی کے موصوف لیکن ایمان تکلیفی اور ابتلائی کہ بسبب ورود امر اور نواہی کے متحقق ہوتا ہے موقوف اوپر ورود ان اوامر و نواہی کے ہے پس مراد اَسْلِمْ سے یہ اسلام تکلیفی اور ابتلائی ہے کہ موقوف اوپر توجہ اس امر کے تھا جو از قبیل تحصیل حاصل نہیں ہے اور جو کچھ اس تفسیر میں گذرا اس سے اشکال دوسرا بھی زائل ہوا کہ جمہور مفسرین جواب میں اُس کے بھی اضطراب رکھیں اور وجہ اُس کی وہ کلمہ اذ ظرف ہے اور تعلق اُس کا ساتھ اصطفاء کے از روئے معنی کے مناسب نہیں آتا ہے کیونکہ اصطفا مقید ساتھ کسی وقت کے نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مقید ساتھ اُس وقت کے نہیں ہو سکتا حاصل جواب اشکال کا یہ ہے کہ اصطفا ہرچند ہمیشہ ہے لیکن بیچ بعض اوقات کے تمام آدمیوں پر آثار اُس کے ظاہر ہوتے ہیں پس تقیید اُس کا ساتھ اسی وقت کے ابتداء ظہور اُس کے کی اُس وقت میں ہوئی ہو مخالف دوام اُس کے نہیں چنانچہ کہتے ہیں زید شجاع فی المعرکۃ وعمرو مجرّب فی المدرسۃ و بشر جواد عند المسئلۃ و بکر کریم فی وقت المعاملۃ اور جو کلمہ اذ کو ظرف فعل محذوف کا کہیں یا متعلق ساتھ قال کے کریں یہ اشکال وارد نہیں ہوتا اور احتیاج جواب اُس کے کی نہیں رہتی۔

بالجملہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ملت ابراہیمی اس قبیل سے نہیں کہ کوئی اُس سے اعراض اور عدول کرے اور جو منکران اس ملت کے خصوصاً یہود اور نصاریٰ کہیں کہ نزدیک ہمارے بھی مسلّم ہے کہ ملت ابراہیمی اکمل ملتوں اور افضل اُن ہے اور جامع ترین ملتوں کمالات انسانیہ کی ہے، لیکن یہ ملت خاص تھی ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہ طرف اوج کمال کے پہنچے تھے اور مقام

خلت سے مشرف ہوئے یا خاص ہے ساتھ انبیائے عالی قدر کے اولاد اُن کی سے عوام کو نہیں پہنچا کہ اتباع اُس ملت کی کرنے سواسطے کہ وہ نوع ایسی ہے کہ استجماع کمالات کا دائرہ استعداد اُن کی سے خارج ہے مثل اُس کے عوام اُمت کو نہیں پہنچتی کہ ساتھ مخصوصات انبیاء علیہم السلام کے اقتدا کرے مثل نکاح مافوق الاربعۃ زنان سے اور مانند اُس کے پس حق میں دوسروں کے وہ ملت لازم العمل نہیں جواب میں اس حرف اُن کے کے کہنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا خود ساتھ اُس ملت کے عمل فرماتے تھے دوسروں کو اتباع اور اولاد اپنی سے بھی ساتھ اُس بات کے تکلیف دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ وہ ملت مخصوصات اُن کے سے نہ تھی بلکہ جیسا کہ حیات میں اپنی ساتھ اُس ملت کے تکلیف دی ہے بعد وفات کے بھی ساتھ اُسی ملت کے امر فرمایا ہے وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ اور وصیت فرما گئے ہیں ساتھ اسی ملت کے ابراہیم علیہ السلام پسران اپنے کو کہ آٹھ نفر تھے کلاں تر اُن کے حضرت اسمٰعیلؑ ہیں مادر اُن کی حضرت ہاجرہ قبطیہ اور حضرت اسحٰق مادر اُن کی حضرت سارہ دختر عم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ ہاران نام رکھتے تھے اور یہ ہر دو پیغمبران عالی قدر تھے اور چھ دوسرے بطن قنطورا دختر یقطن کنعانیہ کہ نسل عرب عاربہ سے تھی اور وہ چھ مدین اور مدان اور یقشان اور زمران اور اسبق اور شوخ ہیں کہ پیغمبر نہ ہوئے پس معلوم ہوا کہ وہ ملت بھی حضرت ابراہیمؑ پر اور غیر اُن کے پر بھی اُن کی حیات میں اور بھی بعد وفات اُن کی کے واجب العمل تھی اور ابن سعد نے کلبی سے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ معظمہ میں ساکن فرمایا اور نسل اُنکی وہاں جاری رہی اور حضرت اسحٰقؑ کو کنعان میں ہمراہ اپنے ساکن فرمایا اور مدین کو شہر مدین میں کہ بنام اُس کے ملقب ہے اور اولاد اُس کی وہاں تھی حضرت شعیب علیہ السلام اولاد اُنکی سے ہیں اور مدان اور دوسرے پسران کو شہروں شام اور روم میں متفرق کیا ہے پسران دیگر نے خدمت میں حضرت ابراہیمؑ کے عرض کیا کہ تم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جوار میں خانہ خدا کے جگہ دی اور حضرت اسحٰقؑ کو ہمراہ اپنے رکھا تم نے اور ہم سب کو جدا کر کے زمین وحشت اور غربت میں ڈالا تم نے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھ کو جناب الٰہی سے اسی قسم کا حکم ہوا ہے ناچار ہوں میں لیکن میں ہر ایک کو تم میں سے ایک اسم الٰہی سے تعلیم کروں گا کہ حل مشکلات اور طلب حاجات میں کفایت کرے گا پس ہر ایک کو اُن سے ایک اسم اسمائے الٰہی سے تعلیم فرمایا کہ وقت قحط کے ساتھ اُس اسم کے دُعا کرتے تھے اور باران

اور وقت مقابلہ دشمنوں کے ساتھ اس اسم کے توسل ڈھونڈتے تھے اور نصرت چاہتے تھے اور اتباع اس ملت کی مخصوص ساتھ اولاد صلبی حضرت ابراہیمؑ ہی کے نہ تھی بلکہ وَیَعْقُوْبُ یعنی اور یعقوب بھی کہ پسر حضرت اسحٰقؑ کے دختر حضرت لوطؑ سے تھے اور نبیرہ حضرت ابراہیمؑ کے تھے اسی طرح بارہ پسر اپنے کو کہ روبین اور روبیل اور شمعون اور لاوی اور یہودا تھے شکم لیاہ دختر لایان سے کہ خالہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہوتی تھی اور یوسفؑ اور بنیامین شکم سے راحیل دختر دوم لایان کی اور زبون اور یشاخر اور دان اور نفتالی اور کاد اور اشرکہ شکم سے کنیزکوں کے تھے سب کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جمع کیا وقت وفات اپنی کے حضور اور کہا یَا بَنِیَّ یعنی اے لڑکو میرے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے واسطے تمہارے چنا اور برگزیدہ کیا ہے اس دین کو کہ اسلام ہے اور غیر اس کے اور کوئی دین نہیں اور کوئی اعتقاد اور کوئی عمل کہ مخالف اس کے ہو مقبول نہیں فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی پس چاہیے کہ نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ تم اوپر دین اور اسلام کے قائم ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب جد بنی اسرائیل کے تھے اور اولاد اپنی کو ساتھ یہودیت اور نصرانیت کے وصیت نہیں فرمائی بلکہ ساتھ اسلام اور انقیاد احکام الٰہی کے جس طرح کہ زمانہ میں اور زمان کے پیغمبر کے پاوے باقی رہا یہاں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ موت امور اضطراریہ سے ہے اور نہی کو چاہیے کہ متعلق ساتھ امور اختیاری کے ہو اس کلام میں نہی موت سے کیونکر واقع ہوئی جواب اس کا یہ ہے کہ نہی مطلق موت سے نہیں بلکہ نہی موت سے بیچ غیر حالت اسلام پر ہے اور گویا در حقیقت یہ بھی امر ہے دوام کا اوپر حالت اسلام کے تاکہ موت غیر اس حالت میں نہ آوے جیسا کہ کہتے ہیں۔ لاتصل الاوانت خاشع کہ نہی نماز سے نہیں بلکہ امر ہے ساتھ خشوع کے نماز میں اور صحاح میں بروایت جابر بن عبد اللہ کے آیا کہ میں نے آں حضرت علیہ السلام سے سنا کہ قبل تین دن وفات اپنی سے فرماتے تھے لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن بربہ یعنی نہ چاہیے کہ مرے تم سے کوئی مگر اس حالت میں کہ گمان نیک رکھتا ہو ساتھ پروردگار اپنے کے اور عفو اور رحمت اس کی کو نصب العین کرے تفاسیر میں مرقوم ہے کہ یہودیان زمان پیغمبر علیہ السلام نے قصہ وصیت حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ وعلیٰ نبینا وعلیہ السلام اور حضرت یعقوبؑ کا سنا کہا کہ وصیت حضرت ابراہیمؑ کی ہم نہیں جانتے ہیں کہ ساتھ کس چیز کے تھی لیکن حضرت یعقوبؑ جو جہان سے گئے نہیں ہیں جب تک نہ

Marfat.com

وصیت دین یہودیت کی پسران اپنے کو نہیں کی ہے حق تعالیٰ نے جواب میں اُن کے فرمایا کہ آیا تم دعویٰ کرتے ہو یعقوبؑ پر کہ پیغمبر تھے اُس خبر کا کہ بے سند و نادرست ہو اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ یعنی تھے تم حاضر اور گواہ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ یعنی جس وقت کہ نزدیک آئی یعقوبؑ کو موت خصوصاً اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ یعنی جس وقت کہ کہا لڑکوں اپنے کو مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ یعنی کس چیز کی عبادت کرو گے میرے بعد غرض اُن کی اس پوچھنے سے یہ تھی کہ لڑکے رُوبرو اُن کے اقرار ساتھ توحید کے کریں اور یہ اُن سے اس اقرار پر عہد و پیمان مضبوط بنالیں چنانچہ لڑکوں نے اُن کی اس غرض کو سمجھا قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ یعنی اور کہا ہم عبادت کریں گے معبود تیرے کی کہ اوصاف اُس کے زبان تیری سے سُنے ہیں ہم نے اور دلائل قطعیہ ان اوصاف سے پہچانے ہیں ہم نے اور وہ معبود تیرا محض مصنوع خیال اور منحوت وہم تیرے کا نہیں بلکہ وہ معبود معبود جمیع اہل حق کا ہے اور اسی واسطے کہتے ہیں ہم وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ یعنی اور عبادت کریں گے ہم معبود پدروں تیرے کی لیکن نہ وہ پدر کہ مشرک گزرے ہیں اور معرفت اُس ذات کی سے دُور پڑے ہیں بلکہ ابراهيم و اسمٰعيل و اسحاق کہ جب لڑکے حضرت یعقوب سے ڈرے کہ مبادا تعدد اضافت سے توہم تعدد مضاف کا پیدا ہو کہا اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنے عبادت کریں گے ہم اُس یگانہ کی کہ ساتھ کسی وجہ کے تعدد نہ رکھے اور عبادت کا بھی ایک طور پر اور ایک وضع پر التزام کریں گے ہم بلکہ اس امر میں بھی تابع حکم الٰہی کے ہوں گے ہم وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی اور ہم تمام محض واسطے اُس کے انقیاد کرتے ہیں حکم اُسی کا ہر زمانہ میں کہ زبان پر جس پیغمبر علیہ السلام کے آوے واجب القبول جانتے ہیں ہم مقابلہ میں اُس کے اصرار و الحاج ہر وضع پر مالوف اپنے کے نہیں کرتے ہیں اور تم اے اہل کتاب اگرچہ اولاد اُن بزرگوں کی ہو لیکن درمیان تمہارے انقیاد اُن کے سے کچھ نصیبہ نہیں تم کو پہنچا ہے کہ ساتھ انقیاد اُن سب کے فخر اور مباہات کرو تم اور اپنی بزرگی اور فضیلت ساتھ نسبت کرنے اُن سب کے ثابت کرو تم اس واسطے کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یعنی یہ گروہ ایک جماعت تھی کہ گزری اور اثر وصیت اُن کی کا درمیان تمہارے کچھ باقی نہیں لَهَا مَا كَسَبَتْ یعنے واسطے اُس جماعت کے ہے جو کچھ کہ کسب کر گئی اعتقادات اور اعمال اور اخلاق سے وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ یعنے واسطے تمہارے ہے جو کچھ کہ کسب کرتے ہو تم اور تم کو انتساب اُن کے ساتھ کچھ فائدہ نہیں کرتا کیونکہ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنے اور سوال نہ کئے جاؤ گے تم اُس چیز سے کہ وہ عمل کرتے تھے اگر

Marfat.com

بالفرض گناہ کیا ہو پس ایسی ہی نیکیاں اُن کی بھی تم کو نفع نہ کریں گی جو تم وصیت پر اُن کی قائم نہ رہے تفاسیر میں مروی ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ مصر میں داخل ہوئے دیکھا کہ آدمی وہاں کے اختلاف مذہب کا رکھتے ہیں بعضے بُت پرست اور بعضے ستارہ پرست اور بعضے آتش پرست ڈرے کہ مبادا اولاد میری بھی صحبت میں ان آدمیوں کے گمراہ ہو - اس جہت سے وقت وفات اپنی کے سب کو جمع کر کے اس طرح پر اقرار کرایا اور حاصل اقرار اُن کے کا یہ ہی تھا کہ معبود اپنے کو حلول سے مخلوقات میں پاک جان کر وضع عبادت کو موافق حکم اس تعالیٰ کے ہر زمانہ میں جس طرح سے کہ آوے بجا لاویں گے ہم اور یہی ہے خلاصہ ملت حنفیہ کا کہ تعصب یہودیت اور نصرانیت سے منزلوں دُور ہے اور یہی ہے مسمّٰی باسلام پس دعویٰ کرنا اس کا کہ حضرت یعقوبؑ نے پسران اپنے کو ساتھ یہودیت کے وصیت فرمائی ہے افترا محض ہے انبیاء پر باقی رہے یہاں فائدے چند اوّل کہ حضرت اسمٰعیلؑ پدران حضرت یعقوبؑ میں سے نہ تھے کس لیے انہیں پدران حضرت یعقوبؑ میں شمار کیا بلکہ مقدم حضرت اسحٰقؑ پر لاتے جو آپ کے باپ تھے سکتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہر چند پدر حقیقی نہ تھے لیکن چچا حضرت یعقوبؑ کے ہوتے تھے عم کو منجملہ پدران شمار کرنا مجاز متعارف ہے جیسے خالہ کو بمنزلہ مادر کے اور اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ الخالۃ بمنزلۃ الام اور بھی حدیث میں وارد ہے کہ اکرموا العباس فانہ بقیۃ ابائی یعنی تعظیم کرو تم حضرت عباسؓ کی اس لئے کہ وہ نہ آتا۔ اور بعد ذلک البقیہ یعنی نشانی ہے پدر میرے حدیث میں وارد ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ یعنی عم شخص کا ہم ریشہ پدر اُس کے کا ہے وہ سلوک کہ ساتھ پدر کے کرتا ہے ساتھ اُس کے بھی کرنا چاہئے۔

فائدہ دوسرا یہ کہ جد کو پدر کہنا حقیقت ہے یا مجاز نزدیک امام شافعیؒ کے مجاز ہے اور اسی واسطے کہتے ہیں کہ برادران اور خواہران عینی ہمراہ جد کے وارث ہوتے ہیں اور مذہب امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی ہے اور دلیل اُن کی قول حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابتؓ کا ہے اور نزدیک امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حقیقت ہے اور اسی واسطے نزدیک اُن کے برادران اور خواہران عینی باوجود جد کے وارث نہیں ہوتے اور تمام مال کو جد لیتا ہے مانند پدر کے اور دلیل اُنکی قول حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اور حسن بصری اور طاؤس

Marfat.com

اور عطاءؒ کا ہے لیکن اس آیت سے حقیقت ہونا لفظ اَبْ کا جد میں ثابت نہیں کر سکتے جیسا کہ بعض حنفیہ اثبات کرتے ہیں اس واسطے کہ اطلاق اٰباء کا یہاں بلاشبہ مجاز ہے بدلیل ذکر حضرت اسمٰعیلؑ کے سیوم وہ کہ فرقہ تعلیمیہ نے کہا کہ معرفت الٰہی میں تقلید رسُول اور امام کی بھی کفایت کرتی ہے کیونکہ پسران حضرت یعقوبؑ نے ہیچ اوصاف ذات پاک الٰہی کے سوا اس کے نہ کہا کہ معبود تیرا معبود پدروں تیرے کا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ معرفت ذات الٰہی ان کو راہِ دلائل سے حاصل تھی لیکن جو اس مقام میں تسلی خاطر حضرت یعقوب علیہ السلام مقصود تھی اور اسی صفت پر اکتفا کیا تا کہ خاطر اُن کی اطمینان قبول کرے کہ میرے طریقہ پر اور پدروں میرے کے طریقہ پر قائم رہیگا اور بعض نے اہل کلام سے کہا ہے کہ معنی اس عبارت کے وہ ہیں کہ نعبد الاله الّذی دل علیه وجودك ووجود ابائك کقوله تعالیٰ اعبدوا ربکم الّذی خلقکم والّذین من قبلکم کہ عبادت کریں گے ہم اُس اللہ کی کہ دلالت کرتا ہے اوپر اُس کے وجود تیرا یہ اور وجود تیرے کا مثل قول اللہ تعالیٰ کے کہ عبادت کرو تم رب اپنے کی وہ رب کہ پیدا کیا تم کو اور اُن لوگوں کو کہ پہلے تم سے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ دلیل معرفت الٰہی نسبت ساتھ ہر آدمی کے جدی ہے چنانچہ حق میں کسی شخص کے کہ ساتھ دیکھنے اوضاع اور اطوار اور کمال صدق اور راستی اور وفور عقل و کیاست اور تجربہ اور اصابت رائے اُس کی کے اعتقاد بہم پہنچا دے کہ بمجرد کہنے کے اس کو دلیل قوی جانے اور مراد تعلیم کی یہ ہی ہے پس نزاع ساتھ اُن کے نزاع لفظی ہے کیونکہ یہ تقلید درحقیقت تحقیق ہے تقلید وہ ہے کہ بے دلیل کسی کا اتباع کرے والا حق میں انبیاء کے کہ دلائل صدق ان کے معجزات اور خوارق اور راستی اوضاع اور اخلاق اور اجتناب خطا اور کذب سے اظہر من الشمس ہوتے ہیں اتباع فرض ہے اور باب تقلید سے نہیں اور تعجب اس پر ہے کہ اہل کتاب باوجود اعتراف اور اقرار کے بہ کمال ملت ابراہیمؑ اور ساتھ فضائل اُس جناب کے ہرگز اتباع اس ملت کو ہدایت نہیں گنتے بلکہ ضلالت جانتے ہیں کیونکہ انھوں نے ہدایت کو منحصر غیر میں اُس ملت کے کیا ہے وَقَالُوْا یعنی اور کہا اہل کتاب نے یہودی اور نصاریٰ میں سے بطریق توزیع کے کہ کُوْنُوْا هُوْدًا یعنی ہو تم مذہب یہود پر اور یہ مقولہ یہود کا ہے اَوْ یعنی یا کہا کہ ہو تم نصاریٰ اور یہ مقولہ

یہود و نصاریٰ کی گمراہی کے سبب ان کے اپنا دین اختیار کرنے میں ضلالت کا بیان

Marfat.com

نصاریٰ کا ہے پس ہر فرقہ اُن سے کہتا ہے کہ راہ ہماری اختیار کرو تم کہ تَهْتَدُوْا تو راہ پاؤ تم اور ہدایت حاصل کرو تم کیونکہ ہدایت منحصر ہے ہماری راہ میں قُلْ یعنی اے محمدؐ تم کہو جواب میں انکے کہ ہدایت منحصر تمہاری راہ میں نہیں بَلْ یعنی اتباع کروں گا میں مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ ملت ابراہیمؑ کی کہ یہودیت اور نصرانیت سے کامل تر ہے اور انواع ہدایت کو جامع تر خصوصاً یہ صفت ابراہیمؑ کی کہ تھا حَنِيْفًا یعنی مائل طرف خدا کے کل ماسوا سے ہٹ کر اور یہودیت اور نصرانیت تمہاری میں میلان طرف غیر خدا کے بہت ہے کبھی طرف عزیر کے میل کرتے ہو تم اور کبھی طرف مسیح کے اور کبھی طرف پیشواؤں اپنے کے بے تحقیق صدق اور راستی ان کی کے میل کرتے ہو تم اور احکام ان کے کو مانند احکام خدا کے جانتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں مصرح ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا لا الہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون ۔ یعنی پکڑا انھوں نے رب اپنا عالموں اور عابدوں اپنے کو سوائے اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور نہیں امر کئے گئے وہ مگر یہ کہ عبادت کریں ایک معبود کی نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے پاک ہے وہ اس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں حالانکہ ابراہیمؑ ان تمام وجوہ شرک اور کفر سے مبرا تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ تھے ابراہیمؑ مشرکوں سے نہ عبادت میں اور نہ خلق اور تدبیر میں اور تحلیل اور تحریم میں اور تم سب عبادت میں عزیر اور مسیح کو شریک اس کا کرتے ہو اور بھی خلق اور تدبیر میں اسلاف اپنے کو شریک کرتے ہو تم اور جانتے ہو کہ تم وہ بخلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے ہم کو فتح اور نصرت دیتے ، اور روزی پہنچاتے ہیں اور اولاد دیتے ہیں اور آخرت میں ساتھ زور کے عذاب سے خلاص کریں گے اور بھی سحر میں استعانت ساتھ ارواح خبیثہ جنوں کے کرتے ہو اور ارواح کواکب کو مدبر جانتے ہو اور تحلیل اور تحریم میں پیشواؤں اپنے کو احبار اور رہبان میں سے ساتھ اس کے شریک کرتے ہو تم اور حلال اور حرام کئے ان کے کو مانند حلال اور حرام کئے ہوئے خدا کے جانتے ہو تم اور باوجود پانے نصوص کتاب کے برخلاف اس کے تقلید ان کی نہیں چھوڑتے باقی رہیں یہاں چند بحثیں اول یہ کہ ملت ابراہیمؑ میں عین ملت پیغمبر آخر الزماں کی ہے اصول اور فروع میں یا ہر دو اصول میں متفق ہیں مثل توحید اور نبوت اور معاد اور غسلِ جنابت اور ختنہ اور اصول مکارم اخلاق یعنی صبر اور رضا بقضا اور تسلیم لامر اللہ اور مانند ان

Marfat.com

امور کے اور فروع میں مختلف ہیں جو شق اول کو اختیار کریں لازم آتا ہے کہ پیغمبر آخر الزمانؐ صاحب شریعت جدیدہ کا نہو اور مانند انبیائے بنی اسرائیل کہ مروج دین موسوی تھے وہ بھی مروج دین سابق کا ہو اور یہ امر صریح البطلان ہے اور جو شق ثانی کو اختیار کریں پس اجماع ملت ابراہیمی کہ جابجا قرآن مجید میں ساتھ اس کے حکم فرماتے ہیں کیا معنیٰ رکھے اس واسطے کہ تینوں یہودیت اور نصرانیت اور اسلام سب ان اصول میں متفق ہیں بلکہ اصول میں جمیع شرائع اور ملل اتفاق رکھتے ہیں بدلیل شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ اور یہ کہ اسی صورت میں لازم آتا ہے کہ یہ پیغمبر اور یہ امت بھی بیچ فروع کے ملت ابراہیمی سے منحرف ہو اس واسطے کہ اعتراف ساتھ اصول کسی ملت کے موجب اعتراف ساتھ تمام اس ملت کے نہیں ہوتا والّا یہودی اور نصرانی بھی تابع ملت ابراہیمی ہوں جواب میں اس بحث کے علماءِ محققین نے دو مسلک اختیار کئے ہیں اکثر محققین نے کہا ہے کہ اتفاق اس ہر دو ملت کا اصول میں ہے فقط لیکن اصول جیسا عقائد کو کہتے ہیں ایسے ہی قواعد کلیہ شریعت کہ مسائل جزئیہ اس سے متخرج ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں اصول ملت ابراہیمی ساتھ اس معنی کے شریعتِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ محفوظ میں کچھ تفاوت نہیں جو فروع متخرجہ میں ان سے بحسب مصلحت زمانہ کوئی تفاوت ہوا مضائقہ نہ رکھے مثلاً سہولت اور سماحت اور سلوک راہ اعتدال کا تہذیب نفس کی بے افراط و تفریط اور رعایت مصالح نظام معاش اور معاد ہر دو معًا اور عدم تقیید عبادات اور عادات اور اعیاد اور رسوم منزلی اور بدنی ساتھ قیود دشوار کے اور احتراز از ابطال کسی قوت کا قوائے طبعیہ سے اور خرق کسی عادت کا عادات مستمرہ نوع سے بیچ ہر حکم اس شریعت کے مرعی ہے اور معنی اتباع ملت کے یہی ہیں نہ وہ کہ فروع جزئیہ کو بعینہا باقی رکھیں بلکہ دقت تحقیق کے ملت نام انھیں قواعد مرعیہ کا ہے نہ نام فروع جزئیہ کا لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ ملت ہم لوگوں کی ملت ابراہیم کی ہے اور نہیں کہتے ہیں ہم کہ دین اور آئین اور شریعت ہم لوگوں کی شریعت اور دین اور آئین ابراہیم کا ہے اس واسطے کہ شریعت اور دین اور آئین میں ملاحظہ اُن فروع کا بھی ہوتا ہے اور فروع بعینہا محفوظ نہیں اور مثال عام فہم اس اتباع کی وہ ہے کہ ہر دو شاگرد حضرت امام اعظمؒ کے صاحبین ہیں یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد بلا شبہ روشن اجتہاد اور استنباط میں تابع امام اپنے

Marfat.com

سکے ہیں اور قواعد اُن کے وقت استخراج مسائل کے مرعی رکھتے ہیں لہذا اجتہاد انکا اجتہاد امام شافعیؒ کے مشابہ ہے امام شافعیؒ کو تابع امام اعظمؒ نہیں کہتے اور باوجود اس کے صاحبین فروع مستخرجہ میں مخالفت امام ہی کی کرتے ہیں ایسے ہی شارع شریعت مصطفویہ نے مسطر ابراہیمی اور قانون حنفی کو ہیچ وقت القاء اس شریعت کے مرعی رکھ کر اور اسی قانون کے بنا فرمایا ہے کہ ہیچ بعضے مقاموں کے فروع مستخرجہ اس وقت کی مخالفت فروع مستخرجہ اس وقت کے واقع ہوئی تھا اور اسی واسطے دوسری آیت میں ارشاد ہوا اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور حاصل اس جواب کا فرق ہے ملت اور شریعت میں پس ملت ہماری ملت ابراہیمی ہے اور شریعت ہماری شریعت محمدی ہے۔ اور ہم مامور ساتھ اتباع شریعت اس کی ہیں۔ اور یہود اور نصاری کو شرائع دوسری بحسب استعداد ان کی کے حضور خداوندی سے عنایت ہوئیں کہ اس ملت ابراہیمی پر نہ تھیں اور قواعد ابراہیمی بسبب قصور استعداد ان کی کے جریان سے موافق اس قاعدہ کے ان شرائع میں مرعی نہ تھے گو اصول عقائد میں موافق ہوں پس توافق جمیع ملل اور ادیان کا باہم اصول عقائد میں مانند توافق جمیع مجتہدین کے ہے تمسک کے ساتھ اصول اربعہ کے کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس کے اور اجماع اور قیاس اور توافق اس شریعت کا ساتھ ملت ابراہیمی کے مانند توافق امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے ہے قواعد استنباط میں مثل الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یثبت الا بالخبر المشہور مثل اعتبار عموم بلوی اور استحسان اور مانند اس کے اور جب فرق ملت اور شریعت میں واضح ہوا اور معنی اتباع ملت کے بھی منکشف ہوئے ظاہر ہوا کہ اختلاف شریعت کو انحراف ملت ابراہیمی سے نہ کہنا چاہیے انحراف وہ ہے کہ اصول اور قواعد اس کے سے تجاوز کیا جاوے چند محققین طرف اس کے گئے ہیں کہ شریعت خاتم المرسلینؐ کی بعینہا شریعت ابراہیمی ہے اور فرق ملت اور شریعت میں نہیں کیا ہے اور کہا ہے کہ اصول اور فروع اس شریعت کے موافق اصول اور فروع شریعت ابراہیمی کے ہیں بلا تفاوت لیکن ساتھ اس معنی کے کہ احکام ملت ابراہیمی بتمامہا اس شریعت میں محفوظ ہیں گو بہت چیزیں اس پر زیادہ کی ہوں اور وہ چیزیں بھی مخالف ان احکام کے نہیں بلکہ شرح اور بسط اور تتمیم اور تکمیل انہی احکام کی ہیں پس ملت ابراہیمی حکم متن کا رکھے اور شریعت مصطفویؐ حکم شرح اس متن کا ہے اور ساتھ اس معنی کے

Marfat.com

شارح کو تابع متن کہا جاتا ہے صاحب مشکوٰۃ کو مثلاً تابع صاحب مصابیح کے جانا جاتا ہے البتہ ہم کو تفصیلاً احکام ابراہیمی راہ دوسری سے سوائے اس شریعت کے معلوم نہ ہوئے اور اس شریعت میں وہ احکام ساتھ احکام زائد کے مخلوط ہوئے اس سبب سے تمیز فیما بین ان دونوں کے دشوار ہوئی لیکن اس قدر از روئے نصوص صریحہ کتاب اور سنت کے کہ آیات بہت اور احادیث بیشمار ہیں تیقن ہے کہ آنحضرتؐ اسی شریعت کو لائے ہیں پس ان آیتوں میں سے یہ آیت ہے مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ اور قول اللہ تعالیٰ کا ہے ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا اسکے علاوہ اور بھی اور احادیث رسول ؐ میں سے ایک یہ ہے۔ اتیتکم بالحنیفۃ السمحۃ البیضاء اور یہ کہ از روئے احادیث اور سیر کے کہ بیان اس کا اس مقام میں طول طویل ہوجاتا ہے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اعداء اللہ سے اور توڑنا بتوں کا اور ختنہ اور عقیقہ اور آداب ضیافت اور لبس ثیاب اور اتخاذ زینت وقت عبادت کے اور رفع یدین نماز میں اور تکبیر وقت پستی اور بلندی کی اور نماز چاشت چہار رکعت اور تحریم مہینوں حرام کی اور حرمت محرمات کے نکاح میں اور ایجاب شہود اور مہر کا اس میں اور رکوع قبل سجود کے نماز میں اور جدا کرنا حصہ کا مالوں سے واسطے خدا کے کہ عبادت زکوٰۃ سے ہے اور وجوب ستر عورت اور حرمتِ زنا اور لواطت اور سحاق اور دوسرے کبائر کے اور کعبہ کو قبلہ پکڑنا اور مناسک حج تمامہا اور خصال فطرت جمیعًا اور آداب قربانی اور ہدی اور احکام نجوم کے معتقد نہ ہونا اور منجموں سے ساعت نہ پوچھنا اور تفحصِ سعد اور نحس ساعات اور ایام اور شہود اور تواریخ میں نہ پڑنا اور شگون بد نہ پکڑنا اور کہانت کا معتقد نہ ہونا اور نذر بنام جنوں اور دیووں اور پریوں کے نہ باندھنا اور ذبح واسطے ان کے نہ کرنا اور رزق اور شفا اور موت اور حیات کو بلا واسطہ مسبب الاسباب کے جاننا اور صبر بیچ وقت مصیبت کے اور ترک جزع اور فزع اور نوحہ اور شیون کا وقتِ موت اقارب اور دوستوں کے اور جان اپنی کو راہ میں خدا کے دینا اور پدر کو بدلے گناہ پسر کے اور پسر کو بدلے گناہ پدر کے نہ پکڑنا اور جامہ اور بدن اور خانہ اور مسکن کو پاک اور لطیف رکھنا اور معطر کرنا اور لہو ولعب سے احتراز کرنا اور تصویر بنانے اور نگاہ رکھنے اس کے سے اجتناب کرنا اور ترک نکاح اور ترک لذائذ اطعمہ اور نفائس لباس کا اور گوشہ گیری آدمیوں سے معتبر نہ جاننا اور ریاضت مفرط کو کہ موجب تلف حق نفس کا یا حق اہل وعیال

اپنے کاہو محمود نہ جاننا اور کسب معاش کرنا اور سوال سے بلا ضرورت احتراز کرنا اور امثال اس کے احکام ملت ابراہیمی سے ہیں کہ اس شریعت میں بعینہا باقی ہیں بلکہ انہی امور میں کہ اصل اس شریعت اور قاعدے اس دین کے ہیں اور ہر ایک ان امور مذکورہ سے فروع بہت مستخرج ہوتے ہیں کہ شاید احاطہ تمام شریعت کا کریں البتہ احکام ملت ابراہیمی بسبب مٹنے آثار اس کے اور عدم تدوین اس کی کے کتابوں میں لوٹ پڑنے ان احکام کے ہاتھ میں جاہلوں کے اور نسخ ہونا اکثر ان احکام کا زمانہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ اور فیمابین ان دونوں کے کہ مدت طویلہ تھی عالم سے ایسے پوشیدہ ہو گئے تھے کہ اطلاع ان احکام پر بدون وحی جدید کے بشر کیلئے ممکن الحصول نہ تھی خاتم المرسلینؐ نے ان احکام کو بواسطہ وحی کے تلقی فرمایا تھا اور اس مقام سے کہ حضرت ابراہیمؑ پر نزول پایا تھا آنحضرت پر بھی بہ تجدید نزول پایا تھا پس آنحضرت ساتھ اس معنی کے صاحب شریعت جدیدہ ہوئے کس واسطے کہ جدید ہونے میں شریعت کے یہ امر ضروری نہیں کہ احکام اس شریعت کے کبھی کسی وقت میں وقتوں سے عالم میں ظاہر نہ ہوئے ہوں بلکہ احکام شریعت مندرسہ کو از سر نو عالم غیب سے تلقی کرنا بھی تجدید شریعت سے کفایت کرتا ہے ساتھ اسی معنی کے آنحضرتؐ ناسخ دوسرے ادیان کے ہوئے کہ ناسخات اس شریعت منسوخہ کو پھر ساتھ اس شریعت منسوخہ کے نسخ فرمایا البتہ جدید ہونے کتاب میں یہ بھی ضروری ہے کہ قبل اس کے وہ کتاب دوسرے پر نازل نہ ہوئی ہو اور اسی واسطے حضرت عزیرؑ کو نہ کہنا چاہیئے کہ صاحب کتاب جدید کے تھے یا توارات اوپر اُن کے نازل ہوئی تھی اس فرق کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے اور ظواہر آیات بسیار اور احادیث بے شمار کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے کہ صراحتاً اتحاد پر دونوں شریعت کے دلالت کرتی ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل کہ مروج شریعت موسویہ ہوئے ہیں اس شریعت مدونہ کو از روئے کتب اور محفوظات بشر سے پکڑتے تھے نہ راہ وحی الٰہی کے علام غیب سے پس وہ بھی صاحب شریعت جدیدہ کے نہ ہوئے۔ ونیز وجہ دوسری شریعت جدیدہ ہونے آنحضرتؐ کی یہ تھی کہ آنحضرتؐ نے احکام ملت ابراہیمی کو بقدر کثیر زیادہ کیا ہے مثل تجدیدات صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ اور مسائل جہاد اور خلافت کبریٰ یعنی نصب قضاۃ اور محتسبین اور عمال جزیہ اور خراج اور قسمت فے اور غنائم اور مسائل کہ متعلق ساتھ اقامت جمعہ اور جماعات اور اعیاد کے ہیں اور فرائض اور ترکات اور

معاملات میں تعمق عظیم فرمایا ہے اور آداب قضا اور فصل قضا کو بھی ساتھ شرح اور بسط تمام کے لائے ہیں ساتھ اس جہت کے بھی یہ صاحب شریعت جدیدہ کے ہوئے اور ظاہر ہے کہ انبیاء پر بنی اسرائیل کے غیر احکام توریت سے کوئی حکم دوسرا تازہ وحی نہیں ہوتا تھا۔ پس فرق درمیان خاتم المرسلین اور دوسرے انبیائے بنی اسرائیل کے کمال انجلا کے ساتھ واضح ہوا بلکہ یہ لانے میں اس شریعت کے مانند حضرت موسیٰ کے ہیں یہ بھی فی الجملہ قواعد ملت ابراہیمی کو منظور رکھتے ہیں اور ان قاعدوں پر تفریع کرتے ہیں پس عند التحقیق امروز شریعت مستقلہ یہی دو شریعت ہیں موسوی اور مصطفوی لیکن شریعت موسوی مشتمل اوپر رعایت جمیع قاعدوں ملت ابراہیمی کے نہیں اور شریعت مصطفوی مستوفی احکام ملت ابراہیمی کے ہے تمام ہما اور اس پر کچھ اور زیادہ کرکے اس کو تمیم اور تکمیل کیا اور شریعت عیسوی وہی شریعت موسوی ہے لیکن ساتھ تخفیف اور یسر اور رفع قیود کے فی الجملہ اور گویا نزول شریعت عیسوی کا ارہاص نزول شریعت مصطفوی اور ابتدائے رجوع بشریعت ابراہیمی تھا لیکن من وجہ دون وجہ جیسا کہ شان ارہاصات تمہیدات کی ہے کہ قبل مطلب کے نشان اس مطلب کا دیتے ہیں اور راہ اس طرف کھولتے ہیں یہ ہے مذاق اہل تحقیق کا جواب میں اس بحث کے بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مراد اتباع ملت ابراہیمی سے کہ جابجا قرآن مجید میں مذکور ہے اعتقاد کو موافق عقائد اس ملت کے کرنا ہے اور بس اس واسطے عقائد اس ملت کے عقائد جمیع طوائف امم سے مثل ہنود اور یونانین اور صابئین اور مجوس کے امتیاز تمام رکھتے ہیں اور وہ عقائد یہ ہیں مثلاً

ان المعبود واحد وانہ لا یجوز اتخاذ الکواکب والعناصر والموالید قبلۃ ولا یجوز اتخاذ الھیاکل والارواح والتوجہ الیھا حین العبادۃ وان اللہ تعالی یرسل الرسل ویظھر المعجزات علی ایدیھم وان الملائکۃ رسل اللہ الی الخلق وانھم وسائط بینہ وبین مخلوقاتہ وانھم عباد اللہ معصومون عن الکذب والخیانۃ فی تبلیغ الاحکام۔ وان للہ تعالی احکاما تکلیفیۃ علی عبادہ یجازی بھا دعلیھا یوم البعث والنشور بالجنۃ والنار وان الساعۃ اتیۃ لاریب فیھا وانہ لا یعود الارواح الی ابدان غیر ابدانھا بطریق التناسخ وان السجدۃ لغیر اللہ تعالی حرام والذبح لغیر اللہ حرام وتعظیم الصور المصنوعۃ باسماء الصالحین واتخاذھا قبلۃ حرام۔

Marfat.com

ن تحقیق معبود ایک ہے اور تحقیق نہیں جائز ہے مقرر کرنا کواکب اور عناصر اور موالید کو قبلہ اور نہیں
ئز ہے ٹھیرانا اشکال اور ارواح کا اور متوجہ ہونا طرف ان کے وقت عبادت کے اور تحقیق اللہ
الیٰ بھیجتا ہے رسولوں کو اور ظاہر کرتا ہے معجزے ان کے ہاتھوں پر اور تحقیق فرشتے رسول ہیں
ف خلق کے اور تحقیق وہ رسول وسیلے ہیں درمیان اس کے اور درمیان مخلوقات اس کی کے
ر تحقیق وہ بندے اللہ کے ہیں پاک ہیں کذب سے اور خیانت سے بیچ پہنچانے احکام
کے اور تحقیق واسطے اللہ تعالیٰ کے احکام تکلیفی ہیں اور پر بندوں اس کے کے جزا دے گا ساتھ
ن کے اور اوپر ان کے دن قیامت کے ساتھ جنت اور آگ کے اور تحقیق قیامت آنے والی
ہے بیشک اور تحقیق نہیں داخل ہوتی ہیں روحیں اور بدنوں میں سوائے بدن اپنے کے بطریق تناسخ
کے اور تحقیق سجدہ واسطے غیر اللہ کے حرام ہے اور ذبح بغیر اللہ حرام ہے اور تعظیم مورتوں کی کہ
صالحین کے نام پر بناتے ہیں اور مقرر کرنا ان کو قبلہ حرام ہے اور اصول ملت ابراہیمی سے یہ بھی
ہے کہ حق تعالیٰ آخر زمانہ میں ایک رسول کو مبعوث فرمادے گا اور دین اس کا واجب القبول ہوگا
ویر کافہ خلائق کے اور اتباع اور نصرت اس کی اوپر سب کے فرض ہوگی پس اعتقاد نبوت اس پیغمبر
ں کا اور اتباع دین اس کے کا بھی جملہ اصول عقائد ملت ابراہیمی سے ہوا مانند اعتقاد نزول عیسیٰ
ور خروج مہدیؑ اور وجوب اتباع ان دونوں کا واسطے شریعت مصطفویہ کے لہذا ان دونوں
امر کو کتب عقائد میں لاتے ہیں اور ساتھ دلیلوں کے ثابت کرتے ہیں اور مؤید اس قول کا ہے جو
کہ تفاسیر میں بیچ سبب نزول آیت وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ کے
مرقوم ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہر دو برادر زادہ اپنے کے کہ سلمہ اور مہاجر
تھے کما قد علمتما ان اللہ تعالیٰ قال لابراھیم علیہ السلام انی باعث من ولد اسمٰعیل نبیا
اسمہ احمدؐ فمن اٰمن بہ اھتدی ورشد ومن لم یومن بہ فھو ملعون ۔ اور سلمہ بمجرد سننے
اس حکم کے ایمان لایا اور مہاجر نے ابا کیا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس تقریر میں یہ خدشہ
آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبوت انبیا قاطبۃ جمیع شرائع اور ادیان میں اصول عقائد سے ہے جیسا کہ متاخرین
پر ایمان ساتھ نبوت انبیائے سابق کے فرض ہے ویسے ہی متقدمین پر ایمان ساتھ نبوت انبیائے
لاحق کے فرض ہے تفصیلا فیما علم تفصیلا واجمالا فیما علم اجمالا پس یہ معنی خاص ساتھ ملت ابراہیمی کے

Marfat.com

نہیں پس جمیع انبیائے ماتقدم نے ساتھ وجود باوجود آنحضرتؐ کے اخبار فرمایا ہے اور امت اپنی کو ساتھ نصرت اور اعانت ان کی کے تاکید کی اور اس پر عہد اور مواثیق لیے پس ساتھ اس اعتبار کے اعتقاد نبوت خاتم المرسلین صلعم اصول جمیع ملل اور ادیان سے ہوگا نہ اصل ملت ابراہیمی سے فقط پیچ جواب اس خدشہ کے کہہ سکتے ہیں کہ طلب بعثت رسول آخر الزمان کا اور پیدا کرنا امت آں حضرت کا اور نزول کتاب کا ان پر داخل صلب میں ملت ابراہیمی کے تھا، ایک طرح کا کمال ابراہیمی موقوف اوپر اس کے تھا۔ پس رسول آخر الزماں گویا خلیفہ منصوص حضرت ابراہیمؑ کے ہوئے اور امامت حضرت ابراہیمؑ کی ساتھ رسالت ان کی کے تمام ہوئی اور احکام دین ان کے گویا احکام دین حضرت ابراہیمؑ کے تھے۔ اس زمانہ میں بخلاف انبیاء دوسروں کے کہ طالب اس امر کے نہ ہوئے ہیں اور صلب ملت ان کی میں یہ درخواست نہ تھی البتہ ساتھ کمال اس موعود کے حضرت ابراہیمؑ امتوں اپنی کو بشارت دیتے تھے اور تاکید نصرت و اتباع آنجناب کی کرتے تھے پس فرق واضح ہوا لیکن اب تک بھی الفاظ آیات قرآنی میں مثل اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ وَمِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ اور الفاظ حدیث مثل اتیتکم بالحنفیۃ السمحۃ البیضاء۔ اس تقریر سے ایک منافرت باقی ہے اس واسطے کہ عقائد اپنے کو موافق عقائد اس ملت کے کرنا داخل اتباع میں اس امت کے نہیں اور باوجود اس کے اگر معنی اتباع کے یہ ہی ہیں پس امر فرمانا پیغمبر آخر الزماںؐ کا ساتھ اس اتباع کے خالی تکلف سے نہیں نیز یہ کہ ساتھ اس اتباع کے جمیع انبیاء بھی مامور تھے، خصوصیت کچھ ساتھ جناب خاتم المرسلین کے نہ رکھے خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ ہر شریعت مشتمل ہوتی ہے تین چیز پر اول اصول عقائد یعنی توحید اور نبوت اور معاد اور یہ چیز بیچ جمیع ملل اور ادیان حقہ کے مشترک ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام اس پر اتفاق رکھتے ہیں اس واسطے کہ یہ خبر ایک امر ہے کہ مختلف نہیں ہوتا ساتھ اختلاف اعصار اور ازمان کے اور ساتھ اس معنی کے ہر ملت متاخرہ کو تابع ملت متقدمہ کہہ سکتے ہیں خصوصیت ساتھ ایک نبی اور ساتھ ایک امت کے نہ رکھے، دوم قواعد کلیہ شریعت کے استنباط جزئیات احکام و فروع مسائل کا ساتھ اس کے ہوتا ہے اور ہر حکم میں اس کے کلیات کی رعایت اور لحاظ رہتا ہے اور حقیقت میں ملت نام اسی قاعدہ کلیہ کا ہے اور اتباع اس امت اور اس پیغمبر کی ساتھ ملت ابراہیمی کے ساتھ اس معنی کے خاص ہے کہ لا یوجد فی غیر ھذا النبی والامۃ بالنسبۃ الی ملۃ ابراھیم۔ سوم تمام اوضاع مقرر شرع کلیات اور جزئیات سے اور قواعد فروع سے ساتھ اسی

Marfat.com

معنی کے آنحضرت صاحب شریعت جدیدہ کے ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل ساتھ اس معنی کے تابع شریعت موسویہ تھے، بحث دوسری یہ کہ بل حرف عطف ہے واتبعوا ملۃ ابراھیم یا نتبع ملۃ ابراھیم کہ بدیل سے مقدر ہے عطف اس کا اوپر کونوا ھودا او نصاریٰ کے صحیح نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ مقولہ یہود اور نصاریٰ کا ہے واتبعوا یا نتبع مقولہ پیغمبر کا ہے اور عطف اوپر کلام غیر کے صحیح نہیں، جواب یہ کہ عطف اوپر کلام غیر کے اوپر وجہ تلقین کے جائز ہے جیسا کہ کوئی مخاطب کو کہے اکرمک مخاطب جواب میں اس کے کہے وزیدا ای اقل وزیدا۔ اور جیسا کوئی کہے اضرب زیدا۔ جواب میں اس کے کہے تو بل اکرمہ ای قل بل اکرم زیدا بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ یہ کلام من قبیل عطف کے اوپر کلام غیر کے ہے لیکن اوپر وجہ رد اور انکار کے یعنی لاتقولوا لنا ذلک واتبعوا انتم ملۃ ابراھیم یا لانکون ھودا اور نصاریٰ بل نتبع ملۃ ابراھیم۔ صاحب کشاف نے اس عطف کو مانند عطف ومن ذریتی کے جاعلک پر کیا ہے جیسا کہ تحت میں اس آیت کے گذرا اور تحقیق لف اور نشر کی کونوا ھودا او نصاریٰ کے اوپر قیاس وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى کے سمجھنا چاہیے اور کلام کو اوپر توزیع دو قول کے اوپر ہر دو فرقہ اہل کتاب کے محمول رکھنا چاہیے نہ اوپر لف ونشر کے اس واسطے کہ حرف اَوْ اس سے ابا رکھتا ہے۔ بحث سویم یہ کہ جملہ وما کان من المشرکین کہ دلالت اوپر نفی شرک کے حضرت ابراہیم سے کرتا ہے بظاہر مستدرک معلوم ہوتا ہے کیونکہ مخاطبین کلام اوپر اعتقاد کمال ابراہیم کے متفق تھے احتمال شرک کا حضرت ابراہیم میں ہو مخطور کسی کا نہ تھا لانا اس جملہ کا واسطے کس غرض کے ہے جواب اس کا یہ کہ لانا اس جملہ کا واسطے تعریض کے ہے اوپر حال ان لوگوں کے کہ آپ کو تابع حضرت ابراہیم کہتے تھے اور شرک کرتے تھے مثل یہود کے کہ ساتھ تشبیہ کے قائل تھے اور عزیرؑ کو ابن اللہ کہتے تھے اور مثل نصاریٰ کے کہ قائل بہ تثلیث تھے اور حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے تھے۔ اور مثل جاہلین مکہ کے قریش سے کہ صریح بت پرستی کرتے تھے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ تم اتباع ابراہیم سے نہایت دور پڑے ہو اس واسطے کہ اول مستحق انکے سے کہ توحید محض اور اسلام خالص ہے منکر ہوئے ہو تم ساتھ عقائد دوسرے کے اور عملوں اور اخلاق دوسرے ان کے کو کیا پہنچے، بحث چہارم یہ کہ بعضے مفسرین نے لفظ بل ملۃ ابراھیم کو اوپر رد اور ابطال کلام یہود اور نصاریٰ کے حمل کیا ہے ساتھ اس تقریر کے کہ بیچ مقدمہ دین کے جو مدار نظر اور استدلال پر ہے پس دلائل قویہ کو اوپر صحت اس دین

Marfat.com

کے قائم کیا ہم نے ۔ جو مدار اوپر تقلید کے ہے پس متفق علیہ باب تقلید میں اولیٰ اور بہتر ہے مختلف فیہ سے اور جمیع اہل ملل یہود اور نصاریٰ سے بلکہ مشرکین عرب بھی اوپر صحت دین ابراہیمؑ کے متفق ہیں ، اور صحت میں دین یہود کے نصاریٰ کے حرف کرتے ہیں اور صحت میں دین نصاریٰ کے یہود اور صحت میں ان ہر دو دین کے مشرکین عرب ۔ پس اتباع دین ابراہیم کہ حق ہونا اس کا نزدیک جمیع طوائف کے مسلم ہے اولیٰ اور بہتر ہوا اور اگر یہود اور نصاریٰ ساتھ سننے اس تعریض اور اس رد اور ابطال کے کہیں کہ تم نے یہودیت اور نصرانیت کو دائرہ ہدایت سے خارج کیا اور تعریض ساتھ مشرک ہونے ان دونوں کے کی تم نے پس اوپر تمھارے لازم آیا کہ ساتھ شریعت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے کافر ہو تم پس بیچ جواب ان کے کے قُوْلُوْا یعنی کہو تم کو ہم ہرگز کفر نہیں کرتے ساتھ کسی چیز کے ارکان ایمان سے اس واسطے کہ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ یعنی ہم ایمان لائے ساتھ خدا کے مستلزم ایمان ساتھ جمیع آیات اور احکام اس کے کے اور ساتھ جمیع پیغمبروں اس کے کے ہے لیکن اس ایمان تفصیلی میں مقدم کرتے ہیں ہم اُس چیز کو جو افضل اور اولیٰ ہے پھر اس کو کہ وہ افضل اور اولیٰ تابع اسکی ہوتی ہے اس واسطے کہ متبوع کا افضل ہونا ہی موجب افضلیت کا ہے پس اس جہت سے مقدم کرتے ہیں ایمان میں کتاب اپنی کو اور کہتے ہیں ہم وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا یعنی اور ایمان لائے ہیں ہم ساتھ جمیع اس کے کے کہ نازل کی گئی ہیں طرف ہمارے آیات اور ان احکام سے کہ بیچ نہایت احکام کے آئے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ یعنی جو کہ نازل کیا گیا ہے طرف ابراہیمؑ کے کہ کمال مشابہت ساتھ اس شریعت کاملہ ہماری کے رکھے اور پیغمبر ہمارے مامور ساتھ اتباع اس کی کے ہیں وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ یعنی اور جو کہ نازل کیا گیا طرف اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کے کہ دوازدہ کس تھے اور پیغمبر قطعی ان سے یوسفؑ تھے اور پیغمبری میں دوسروں کی اختلاف ہے اور اصح ۔ یہ ہے کہ پیغمبر نہ تھے لیکن جب ایک آدمی پر ان کے نازل ہوا گویا اوپر تمام ان کے کے نازل ہوا ۔ اور طبرانی اور ابو نعیم آنحضرتؐ سے روایت لائے ہیں کہ فرماتے تھے کہ جو میں قسم کھاؤں جانتا ہوں میں اوپر اس کے کہ قبل پیشد ستوں امت میری سے کوئی بہشت میں نہ جائیگا مگر چند کس کہ کم بیس سے اور زیادہ دس سے ہوں ، ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوبؑ اور اسباط اور موسیٰ اور عیسیٰ اور مریم بہرحال یہ جماعت مذکور کہ تابع شریعت ابراہیم کے تھی اور جو کہ ان پر وحی ہوتی تھی ، متمم اور مکمل شریعت ابراہیمی تھی پس اس جہت سے وحی ان کی کو ایمان میں مقدم

Marfat.com

کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی یعنی اور جو کہ دیا گیا ہے موسٰیؑ اور عیسٰیؑ کو توریت
اور انجیل اور احکام شریعت سے اور ہر چند یہ دونوں بزرگ بعض من تقدم سے افضل ہیں لیکن جو کہ ان کو
دیا گیا ہے موافق مقدار اور استعداد امتوں ان کی کے دیا گیا ہے پس شریعت ان کی پست تر شریعت
سابقین سے ہے اور اسی واسطے ان کو مؤخر کیا ہم نے، البتہ نظر ساتھ کمال ان کے اور تفصیل شرائع
ان کی کے ایمان مستقل منفصل اوپر اس کے لائے ہیں ہم اور اجمال میں داخل نہ کیا وَ اور ایسے ہی بطریق اجمال
کے ایمان لائے ہیں ہم بجمیع مَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی جو کہ دیا گیا ہے تمام پیغمبروں کو پروردگار
اپنے سے صحیفے اور احکام اور شرائع اگرچہ ان میں تفاوت ساتھ فاضلیت اور مفضولیت کے ہے لیکن
لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ یعنی ہم فرق نہیں کرتے درمیان کسی ایک کے ان سے کہ ساتھ بعضے کے
ایمان لاویں ہم اور ساتھ بعضے کے کفر کریں ہم اور کس طرح یہ فعل شنیع ہم سے ہو سکے گا وَ نَحْنُ لَهٗ
مُسْلِمُوْنَ یعنی اور ہم خاص واسطے خدا کے منقاد ہیں۔ ہر حکم اس کا ہر زمانہ میں ساتھ زبان جس پیغمبر
کے کہ آوے سر اور آنکھوں ہماری پر ہے اگرچہ وہ احکام بسبب تفاوت امتوں کے فضیلت اور کمال میں متفاوت
ہوں. باقی رہے اس جا فائدے چند اول یہ کہ ذکر ایمان میں ساتھ کتابوں اور شرائع منزلہ کے جو ترتیب
زمانی منظور رکھیں پس ذکر ما انزل الینا مقدم سب پر کس واسطے لائے اس لیے کہ سب سے مؤخر ہے اور جو
ترتیب شرافت اور بزرگی منظور ہے پس تذکر ما اوتی موسٰی وعیسٰی اوپر ذکر ما انزل الی اسمٰعیل و اسحٰق و
یعقوب والاسباط مقدم چاہیے تھا حالانکہ اس واسطے کہ حضرت موسٰی اور عیسٰی اولوا العزم رسل ہیں اور کتابیں
ان کی کہ توریت و انجیل ہے وحی ان انبیائے مذکورین سے بالاجماع افضل اور اشرف ہے. جواب اس کا
یہ ہے کہ ضمن تفسیر میں گذرا کہ تقدیم ذکر ان انبیائے مذکورین، اوپر ذکر حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے نہ
جہت سے افضل ہونے ان کے ہر دونوں سے ہے اور نہ جہت افضل ہونے وحی ان کی کے کتابوں سے
ان ہر دونوں کے بلکہ بوجہ اس کے ہے کہ وحی ان کی تاکید وحی ابراہیمی کی تھی اور وحی ابراہیمی وحی
موسوی اور عیسوی سے افضل اور اشرف ہے اور مؤکد افضل کا بھی بہ تبعیت افضل ہوتا ہے گو بالاستقلال
افضل نہ ہو مانند اس کے کہ رفقا کسی امیر کے بیچ دخل پانے دربار حضور بادشاہی کے بہ تبعیت اس امیر کے
مقدم ہوتے ہیں اوپر امیر دوسرے کے گو مرتبہ میں اس امیر سے پست تر ہوتے ہیں، امام احمد اور بخاریؒ نے
کتب ادب میں بروایت ابن عباس کے ذکر کیا کہ آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

Marfat.com

ای الادیان احب الی اللہ فرمایا الحنیفۃ السمحۃ اور قرآن میں ابی بن کعب کے سورۃ لم یکن میں آیت تھی کہ منسوخ التلاوۃ ہوئی ہے اور اکثر صحابہ سے ساتھ شہرت کے ہونا اس آیت کا قرآن میں اسی صورت میں ثابت ہوا کہ ان ذات الدین عنداللہ الحنیفۃ السمحۃ لا الیہودیۃ ولا النصرانیۃ ومن یعمل خیرا فلن یکفرہ اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ ایمان ساتھ خدا کے اس سبب سے مقدم لائے ہیں کہ معرفت پیغمبر کی اور وحی اور کتاب کی تمام موقوف اوپر معرفت اس کی کے ہے اور اسی لیے وہ معرفت عقلی ہے موقوف سمع پر نہیں اور بہر طریق معرفت انبیائے ماتقدم کی کہ معنی محض ہے تعلق ساتھ ہمارے معرفت پیغمبر اپنے کے اور وحی اور کتاب اپنی کے ہے اور یہ معرفت حکم دلیل کا رکھتی ہے اور معرفت نبوت انبیائے ماتقدم کی حکم مدلول کا۔ اور دلیل کو اوپر مدلول کے تقدم ہے اس جہت سے ذکر ما انزل الینا کو مقدم اوپر تمام کے فرمایا بعد اس کے تفصیل انبیاء میں تقدم زمانی ملحوظ ہے اور اجمال میں لازم ہے کہ بعد اس کے تفصیل واقع ہو تو مستوعب ما بقی کا ہو پس یہ ترتیب باحسن وجوہ ذکر ایمان تفصیلی اور اجمالی ہے۔ فائدہ دوم یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ساتھ شرائع جمیع انبیاء کے فرض ہے جیسا کہ ایمان بہ پیغمبر اور کتاب اپنی کے فرض ہے بلا تفاوت فرق یہ ہے کہ اتباع پیغمبر اور کتاب اپنی کا ہی فرض ہے اور اتباع پیغمبروں اور کتابوں دوسری کا فرض نہیں کہ ابن ابی حاتم نے معقل بن یسار سے روایت کی کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے۔ 'امنوا بالتوراۃ والزبور والانجیل ولیحکم القرآن. یعنی ایمان ساتھ تمام ان کتابوں کے لازم لیکن متابعت قرآن کی تم کو کفایت کرتی ہے اسی سبب سے ضحاک اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ زنان اور اولاد اور غلاموں اور کنیزوں اور خادموں اپنے کو نام ان پیغمبروں کے کہ کتاب مجید میں مذکور ہیں تعلیم کرو تم تاکہ ان پر ایمان لاویں اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اس ایمان کو فرض کیا ہے جس جا کہ فرماتا ہے قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا تا نحن لہ مسلمون تک اور اسی سے ہے کہ امام احمد اور مسلم اور دوسرے محدثین نے بروایت ابن عباسؓ کہا ہے کہ آنحضرتؐ دو رکعت سنت فجر میں ان دو آیتوں کو پڑھتے تھے اول میں قولوا امنا باللہ اور دوسری میں قل یا اھل الکتاب تعالوا تاکہ امت اپنی کو سکھلا دیں کہ ہر صبح ایمان اپنے کو ساتھ ان پیغمبروں کے تازہ کریں۔ فائدہ سوم یہ کہ سبط لغت میں بمعنی قبیلہ کے ہے اولاد حضرت یعقوبؑ کو کس واسطے اسباط فرمایا کہ ہر یک ان سے قبیلہ نہ تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ جو یک یک کس سے ان میں سے یک یک قبیلہ کلاں بہم پہنچا ہر ہر آدمی کو ان سے قبیلہ نام کیا جیسا کہ ابن جریر نے تفسیر میں اپنی ابن عباسؓ سے

Marfat.com

روایت کی کہ الاسباط بنو یعقوبؑ کانوا اثنا عشر رجلا کل واحد منہم ولد سبطا و امۃ من
الناس۔ اور ساتھ اسی معنی کے حضرت حسنینؓ کو بھی سبطین کہتے ہیں اس لیے کہ دو قبیلہ کلاں حسنی اور
حسینی ان سے پیدا ہوئے اور بعض روایات حدیث سے حضرت امام حسینؓ کو بالتخصیص ساتھ اس لقب کے
ملقب فرمایا ہے بنا بر اس کے کثرت اولاد ان کی بہت ہے جیسا کہ صحاح میں وارد ہے کہ انا من حسین
وحسین منی حسین سبط من الاسباط اور گویا اس حدیث میں اشارہ ہے ساتھ اس کے کہ شرافت
اور طہارت اور علم اور تقویٰ اولاد میں ان کی بہت رہیگا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا اور معنی لفظ سبط کے شرافت
اور کرم اخلاق اور صلاح اور تقویٰ اولاد میں انبیاء کے نہ ہو تب بھی موافق عرف شرع کے معتبر ہے گم کردگان اس
شرط کو سبط نہیں کہہ سکتے یہاں انبیاء جیسا کہ لائق اور سزاوار ہو درست کیا تم نے فَاِنْ اٰمَنُوْا یعنی پس
جو ایمان لاویں یہ یہود اور نصاریٰ کہ ہدایت کو دین اپنے میں حصر کرتے ہیں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ یعنی مانند
اس کے جیسا کہ ایمان لائے ہو تم ساتھ اس کے استیعاب جمیع انبیاء اور رسل اور کتب بے تفریق اور بے
تفاوت کے فَقَدِ اهْتَدَوْا یعنی پس تحقیق انھوں نے بھی ہدایت پائی اور لفظ مہتدی ان پر صادق آیا
اگرچہ منحصر بیچ ان کے نہ ہو وَاِنْ تَوَلَّوْا یعنی اور جو روگرداں ہوئے ہو اس مثل ایمان سے پس اگرچہ
بظاہر دعویٰ اتباع موسیٰ اور عیسیٰ کا کرتے ہیں لیکن فی الواقع تابع ہر دو کے نہیں ہیں فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ
یعنی پس نہیں ہیں یہ مگر بیچ مخالفت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے اس لیے کہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے ساتھ ایسے ایمان کے
فرمایا ہے پس اگر ساتھ تیرے رسول مجادلہ کریں فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ یعنی پس عنقریب کفایت کرے گا
تجھ کو ان کے سے اللہ وَهُوَ السَّمِیْعُ اور وہ ہے سننے والا اقوال ان کے کو سنتا ہے الْعَلِیْمُ یعنی دانا کہ
نیت ان کی کو جانتا ہے اور جو کچھ کہ کید اور مکر حق میں تیرے پوشیدہ کرتے ہیں نزدیک اس کے معلوم ہے و
نیز دعا تیری سنتا ہے اور نیت تیری اعلائے کلمۂ حق میں جانتا ہے پس تجھ کو ساتھ تمام جن کے اوپر
ان کے مظفر اور منصور کریگا اور ان کو مغلوب اور منکوب۔ آئے ہم طرف اس کے لہ لفظ مثل کا بمثل ما
اٰمنتم به میں کیا معنی رکھتا ہے اس واسطے کہ ایمان مقبول واحد ہے تعدد نہیں رکھتا ہے تاکہ لفظ مثل
اس میں استعمال کیا جاوے۔ جواب میں اس سوال کے مفسرین نے چند وجوہ بیان کیے ہیں اوّل یہ کہ یہ کلام مبنی اوپر
فرض اور تقدیر کے ہے یعنی اگر یہ کوئی ایمان دوسرا مثل اس ایمان کے حاصل کریں پھر بھی راہ ہدایت کی
پاویں لیکن سخن اس میں ہے کہ ایمان دوسرا سوائے اس ایمان کے عالم میں موجود نہیں مانند اس کے کہ مقام

Marfat.com

مشورت میں کہتے ہیں کہ جو تدبیر کوئی دوسری مانند اس تدبیر کی خاطر میں تمھاری پہنچے موافق اس کے عمل کرو تم اور غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی تدبیر سوائے اس تدبیر کے راست نہ آوے گی۔ دوم یہ کہ ما بیچ ما امنتم کے مصدریہ ہے نہ موصولہ اور لفظ با واسطے استعانت کے ہے یعنی اگر یہ بھی ایمان مثل ایمان تمھارے کے لاویں اخلاص اور بے نفاقی میں اور ثبات اور استقرار میں البتہ راہ یاب ہوں۔ سوم یہ کہ لفظ مثل کا اس جا واسطے تعظیم اور تفخیم کے زائد واقع ہوا جیسا کہ مثلك لا یبخل میں کہا ہے کہ معنی اس کے انت لا تبخل ہیں اور مؤید اس توجیہ کے ہے وہ کہ بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کہتے تھے لا تقولوا فان آمنوا بمثل ما امنتم به فان الله لا مثل له ولکن قولوا فان آمنوا بالذی امنتم به۔ یعنی معنی اس آیت کے ایسے نہ سمجھو تم بلکہ ایسا سمجھو کہ لفظ مثل زائد ہے چہارم یہ کہ ایمان عبارت ہے معنی قضیہ سے کہ متعلق حکم اور تصدیق کے ہے اور معنی قضیہ کے باعتبار قیام کے ساتھ ذہنوں تصدیق کرنے والوں کے متعدد اور متغایر ہوتے ہیں کیونکہ تشخص اعراض کا تابع تشخص موضوعات ان کے ہے پس جو معنی قضیہ کے قائم ساتھ ذہنوں مومنین کے ہے غیر اس معنی کا ہے کہ قائم ساتھ ذہنوں اہل کتاب کے ہوگا نہایت کار یہ کہ باعتبار اتحاد طرفین اور نسبت نجا بینہما کے مماثلت کے محقق ہے پس استعمال لفظ مثل کا ساتھ نظر اس مغایرت کے محل صحیح ظاہر ہوا گو عرف میں مغایر نہ جانیں لکن الحقائق لا تنتقض من العرضیات۔ پنجم یہ کہ حرف با بیچ لفظ بمثل اور ایسے ہی لفظ بہ میں واسطے ترتیب کے ہے نہ صلہ ایمان کا اس صورت میں معنی کلام کے ایسے ہوئے کہ جو اہل کتاب ایمان لاویں بمانند ان دلائل کے کہ تم ساتھ ان دلائل کے ایمان لائے البتہ راہ یاب ہوں اور شبہ نہیں کہ ایمان ہر چند بمعنی مومن بہ کے واحد ہے لیکن دلائل اس کے بیشمار ہیں جیسا کہ مومنین کو دیکھنا اور سننا احوال پیغمبر اپنے کا اور معجزات اس کے کا دلیل ایمان کی بجمیع سمعیات ہے ایسے ہی یہودیوں کو دیکھنا اور سننا احوال اور اوضاع پیغمبر اپنے کا اور کتاب اپنی کا دلیل ہو سکتا ہے اور ایسے ہی نصاریٰ کو اور منظور تحصیل ایمان ہے ساتھ ان چیزوں کے کہ مذکور ہوئیں نہ تعیین طریق اور دلیل کا بنا بر اس کے لفظ مثل کا لانا ضروری تھا ششم یہ کہ مراد مثل سے ایک ترتیب دوسری ہے علاوہ اس ترتیب کے اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ ایمان ساتھ جمیع ان چیزوں کے ضروری ہے خواہ ساتھ اس ترتیب کے ہو خواہ ساتھ ترتیب دوسری کے مثلاً اگر یہود اول ساتھ توریت اور حضرت موسیٰؑ کے ایمان لاویں بعد اس کے ساتھ انبیاء دوسروں کے

Marfat.com

اور شریعتوں ان کی کے بھی جائز ہے اور ایسے ہی نصاریٰ اگر اول ساتھ عیسیٰؑ کے ایمان لاویں اور بعد اس کے ساتھ انبیاء دوسروں اور شریعت ان کی کے بھی جائز ہے، اس جگہ جاننا چاہیے کہ آیت میں فسیکفیکہم اللہ کے وعدہ کفایت عاجلہ کا فرمایا ہے اور بعد نزول اس سورۃ کے بیچ چند سال کے موافق اس وعدہ کے متحقق ہوا بنو قریظہ کو یہودیوں میں سے آنحضرتؐ نے قتل فرمایا اور بنو نضیر کو جلاوطن فرمایا اور اہل خیبر کو بھی مقہور کیا اور وہ آدمی کہ وہاں سبب ساتھ کمال ذلت اور خواری جزیہ کے مبتلا ہوئے یہی حال ہے یہودیوں کا لیکن نصاریٰ پس بیچ اس وقت کے مصدر کسی کید اور شر کے نہ ہوئے تھے بلکہ بادشاہ حبش نجاشی نام مسلمان ہوا اور اہل نجران نے ساتھ صلح اور قبول جزیہ کے تن کو ساتھ اطاعت کے دیا اور قیصر بادشاہ روم نے بھی تکبر اور عناد نہ قبول کیا اس جہت سے صدمۂ قہر الٰہی میں گرفتار نہ ہوئے اور حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک روز روبرو آنحضرتؐ کے بیٹھا تھا کہ ناگاہ حضرت عثمانؓ آئے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عثمانؓ تو مارا جائیگا اس حالت میں کہ سورۂ بقرہ پڑھتا ہوگا، تو اور ایک قطرہ خون تیرے سے اس آیت پر پڑیگا۔ فسیکفیکہم اللہ اور ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں اور دوسرے محدثین معتبر نے روایت کی ہے کہ جب مصری لوگ گھر میں حضرت عثمانؓ کے واسطے قتل کے آئے مصحف مجید روبرو ان کے تھا اور پڑھتے تھے اول ان اشقیاء نے اوپر سر دو دست ان کے شمشیر ماری اور خون ان کے جاری ہوا اور اسی آیت پر پڑا، ساتھ ایک ہاتھ اپنے کے اس خون کو مصحف سے دور کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قسم بخدا کہ یہ ہاتھ اول اس ہاتھ کا ہے کہ لکھا ہے مفصل قرآن کو اور ابن ابی حاتم نے نافع بن ابی نعیم سے نقل کیا کہ ایک روز مصحف عثمانؓ روبرو ایک خلیفہ کے واسطے زیارت کے لائے تھے میں اس وقت میں حاضر تھا ساتھ خلیفہ کے کہا میں نے کہ آدمی کہتے تھے کہ مصحف کنار میں ان کی تھا بیچ وقت شہادت کے اور خون ان کا اوپر آیت فسیکفیکہم اللہ کے پڑا ہے، اس خلیفہ نے اس آیت کو لکھوا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ اثر خون کا اوپر اس آیت کے تھا اور عبد اللہ بن احمد زوائد میں یہ کے عمرو ابن ارطاۃ عدویہ سے لایا کہ میں ہمراہ حضرت عائشہؓ کے واسطے حج کے اس سال میں کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے گیا تھا جو مکہ سے مدینہ میں مراجعت کی میں نے اس مصحف کو کہ بیچ وقت شہادت کے بغل میں ان کی تھا اور اول قطرہ خون کا اس پر پڑا تھا دیکھا میں نے کہ اسی آیت پر پڑا تھا، عمرہ کہتا ہے کہ اثر اس

ف:۔ بیان خبر شہادت حضرت عثمانؓ کہ حضرت رسالتؐ فرمودہ بودند ۱۲

واقعہ کا ایسا ہوا کہ کوئی قافلوں ان کے سے ساتھ موت صحیح کے نہ مرا تمام بدمرگ ہوتے، باقی رہا یہاں سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اسی آیت کا آخر سیپارہ سوم سورۂ آل عمران میں اعادہ فرمایا ہے اور دو جا میں تغیر اسلوب کا کیا ہے، اول یہ کہ بجائے الینا علینا لائے ہیں، دوم یہ کہ لفظ و ما اوتی ما قبل النبیون سے حذف کیا نقط اس تغیر اسلوب کا کیا ہے اور مناسبت ہر کلام کی ساتھ مقام اپنے کے ساتھ کس نوع کے سمجھ سکیں، جواب اس کا یہ ہے کہ مخاطب اس آیت میں جمیع مومنین ہیں بدلیل قولوا اور مخاطب اُس آیت میں فقط پیغمبر ہیں بدلیل قل اٰمنا باللہ اور نزول کو جو متعدی ساتھ الی کے کرتے ہیں معنی اس کے وصول اور انتہا کے ہوتے ہیں اور جو متعدی ساتھ علی کے کرتے ہیں معنی اس کے وقوع بلاواسطہ ہوتے ہیں اور مومنین کو قرآن نازل ہو کر بواسطہ پیغمبر پہنچا ہے نہ بلاواسطہ اور ان کے واقع ہوا اور اوپر قلب پیغمبر کے بلاواسطہ وارد ہے اس جہت سے اس آیت میں صلہ نزول حرف الی کا کیا اور اُس آیت میں حرف علی کا لیکن جو اول میں تعدیہ نزول ہی اس آیت میں حرف الی کو اختیار کیا واسطے توافق نظم کلام کے ذکر میں پیغمبروں کے بھی ساتھ اسی حرف کے متعدی کیا تا نسق کلام مختلف نہ ہو باوجود صحت معنی کے اس واسطے کہ وصول اور انتہا عام ہے اس سے کہ بے واسطہ ہو یا بواسطہ کوئی نص بیچ ثبوت واسطہ کے نہیں اور یہ کہ بعضے اہل عربیت اوپر اس وجہ کے ایراد کرتے ہیں کہ جو یہ فرق صحیح ہوتا آیت میں واذا قیل لھم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا استعمال علی کا صحیح نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ کلام حکایت یہود سے ہے کہ انبیاء نہ تھے اور بلاواسطہ اوپر ان کے نزول نہ ہوا تھا، پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہودی اس کلام کو بیچ مقام افتخار، اور مباہات اور تعصب کے کہتے تھے، پس مراد ان کی اس کلام میں نزول بلاواسطہ تھا یعنی علی انبیائنا وآبائنا بیچ مثال اس مقام کے مناصب آبا اور اسلاف اپنے کو طرف اپنے نسبت کرنا مجاز متعارف ہے، جیسا کہ بیچ قول بعضے کے سادات سے واقع ہے ع فینا النبوۃ والمعراج والکرم۔ اور جو مخاطب آیت سورۂ آل عمران میں پیغمبر ہیں بس حاجت تفصیل و استیعاب کی نہ تھی اس واسطے کہ قوت ایمان ان کی اور استیعاب اعتقاد ان کے ساتھ جمیع معتقدات ایمانی کے معلوم ہے ناچار کلام کو اس جا بیچ اختصار پر کیا اور لفظ ما اوتی کو بار دگر نہیں لائے اور اوپر حرف عطف کے اکتفا کیا بخلاف اس آیت کے کہ منظور اس میں تلقین ایمان تفصیلی ساتھ مومنوں کے ہے اور ہنوز یہ طفل نو آموز اس دبستان کے ہیں

Marfat.com

اشباع اور اطناب مناسب حال ان کے ہے اور یہی ماسبق سورۂ آل عمران میں واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ گزرا ہے اور جو ساتھ جمیع انبیاءؑ کے دیا گیا ہے اجمالاً اس سے معلوم ہوا کہ پس اعادہ اس مطلب کا پھر بیچ مقام اجمال کے تکرار محض ہوتا تھا بیچ مقام تفصیل اور تخصیص بعضے انبیاء کے ذکر اس کا مفید ہے بخلاف اس آیت کے کہ سباق میں اس کے وہ چیز کہ مشعر ساتھ دینے کتاب اور حکمت جمیع انبیاء کے اجمالاً ہو مذکور نہیں پس اجمال اور تفصیل میں ہر دو کے ذکر ما اوتی ضروری ہو آئے ہم اوپر اس کے کہ ذکر میں آنحضرتؐ اور حضرت ابراہیمؑ اور اولاد ان کی کے لفظ نزول کا ورود فرمایا ہے اور ذکر میں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے لفظ ما اوتی لائے، یہ فرق کس راہ سے ہے، جواب اس کا یہ کہ اوپر حضرت ابراہیم اور اولاد ان کی کے طریق القائے احکام غیب سے نزول ملک حامل وحی کے تھا جیسا کہ اوپر آنحضرتؐ کے بھی ساتھ اسی طریق کے القائے علوم ہوتا تھا جیسا کہ سیر سے معلوم ہے اور ساتھ موسیٰؑ کے دو طریق اسباب مسلوک تھے اول دینا الواح منقوشہ زبرجد سے کہ اوپر اس کے توریت لکھی ہوتی تھی دوم کلام شفاہی بلاواسطہ ملک کے نازل ہوتا تھا جناب المحضر میں کہ خیمہ اور بارگاہ تجلی الٰہی تھا ان دونوں طریق میں نزول و عروج نہ تھا اور ایسے ہی ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے بھی دو طریق مسلوک تھے اول دینا انجیل کا دوسرے نفث روح القدس کا ان کے سینے میں اور تکلم ساتھ زبان ان کی کے اور ان دو طریق میں بھی نزول محسوس نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ معاملہ قبیل داد و ستد سے تھا، بنا بر تفاوت اس طریق کے ذکر میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے لفظ ما اوتی کو لائے ہیں اور جو اس لفظ کو ذکر میں ان کے استعمال کیا اجمال انبیاء میں بھی اسی لفظ کو استعمال کیا تا کہ رجوع ساتھ لفظ متروک کے نہ ہو اور انتشار نظم کلام ظاہر نہ ہو ساتھ صحت معنی کے اس جا تک کہ مذکور ہوا ارکان ایمان اور واجبات اعتقادی تھا اب فرماتے ہیں کہ مومنین کو چاہیے، کہ اوپر اسیقدر کے قناعت نہ کریں اور اس مرتبے سے بالاتر ترقی ڈھونڈیں اور کہیں کہ ہم نے اختیار کیا صِبْغَةَ اللّٰهِ یعنی رنگ خدا کو اور اپنے کو ساتھ رنگ اس کے کے رنگین کیا ہم نے جیسا کہ رنگ ظاہر اور باطن جامہ میں نفوذ کرتا ہے اور بسبب اس کے وہ جامہ اوروں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور ایسے ہی توحید الٰہی رگ اور پوست ہمارے میں بیٹھ گئی، اور جوارح اور اعضاء ہمارے کو اس نے پکڑ لیا پس ظاہر اور باطن اور قلب اور قالب ہمارا ملک اس کی ہے ہوا جیسا کہ نصاریٰ جو کسی کو اپنے دین میں داخل کرتے تھے یا کوئی فرزند نو پیدا ہوتا تھا اس کو نصرانی کرنے

Marfat.com

تھے رنگ زرد کہ اس کو معمودیہ نام کرتے ہیں ایک ظرف میں ڈالتے تھے اور اس نوآموز کو اس میں غوطہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اب یہ شخص نصرانی ہوا اور ادیان دوسرے سے پاک ہوا لیکن رنگ ان کا دو تین روز میں بسبب غسل اور شست وشو کے زائل ہوجاتا ہے کیونکہ ظاہر جلد پر ہے فقط اور رنگ ہمارا رنگ خدا ہے کہ تہ دل سے جوش کرتا ہے اور درون اور بیرون کو رنگین کرتا ہے وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً اور کون ہے خوب تر خدا سے رنگ کرنے میں اس واسطے کہ رنگ مخلوقات کو نہ احاطہ ہے نہ بقا اس واسطے کہ جو رنگ ظاہری ہے محض پوست بدن پر ہے اور جو رنگ باطنی ہے وہ مخصوص ساتھ ایک قوت کے ہے باطنی قوتوں میں سے مگر رنگ فلسفہ محض اوپر قوت عقلیہ کے ہے اور رنگ بدعت محض اوپر قوت بہیمیہ کے ہے کہ مرکب شیطان ہے اور رنگ ملل منسوخہ محض اوپر عادت اور رسم کے ہے اور رنگ محبت دنیا کا محض اوپر قوت شہویہ کے ہے اور رنگ حکومت اور سلطنت کا محض اوپر قوت عصبیہ کے ہے اور یہ تمام رنگ ساتھ ادنی صدمہ کے کہ اوپر ان قوی کے پہنچتا ہے زوال قبول کرتے ہیں اور ساتھ غلبہ رنگ دوسرے کے مغلوب ہوجاتے ہیں بخلاف اس خدائی رنگ کے کہ نہ ساتھ پانی شبہوں اور حوادث، اور مصائب کے تغیر قبول کرتا ہے اور نہ رنگ دوسرا اوپر اس کے غالب ہوتا ہے مانند اس کے کہ رنگ صناعی رنگریزوں کا ساتھ آب اور آفتاب کے اور دود اور غبار کے متغیر ہوتا ہے اور رنگ دوسرے بھی تبدیل ان کا کرسکتے ہیں اور رنگ خلقی کہ جانب خدا سے ہے مثل حمرت یاقوت اور صفرت مرجان، اور سواد سنگ موسی اور بیاض سنگ مرمر اور علی ہذا القیاس رنگین نباتات اور فواکہ اور ریاحین اور حیوانات چرند اور پرند کی تغیر اور تبدیل نہیں قبول کرتی ہیں جیسا کہ ضیاء مختارہ میں روایت ابن عباسؓ آنحضرتؐ سے لائے ہیں کہ اے بنی اسرائیل قالوا یاموسٰی هل یصبغ ربك فقال اتقوا الله فناداه ربه یاموسی سالوك هل یصبغ ربك فقل نعم انا اصبغ الالوان الاحمر والابیض والاسود والالوان کلها فی صبغتی وانزل الله علی نبیه صبغة الله ومن احسن من الله صبغة پس کس طرح یہ رنگ ہمارا باطنی کہ رنگِ خدا ہے زائل ہوسکے گا۔ حال آنکہ ہم ہمیشہ فکر میں ثبات اور دوام اس رنگ کے ہیں اور دائماً بیچ علاج بقاء اس کے کے اور جلا اس کی کے کوشش کرتے ہیں ہم وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ یعنی اور ہم محض اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور عبادت زنگ باطن کو دور کرتی ہے اور قلب اور جوارح کی تصقیل اور تصفیہ کرتی ہے پس وہ رنگ ہمیشہ بارونق رہتا ہے

Marfat.com

بلکہ روز بروز ترقی پر ہے علی الخصوص جو عبادت بردجہ اخلاص ہو بے آمیزش ریا اور عجب اور تعصب قومیت اور محافظت رسم کے کہ چھپنے میں زنگ کے آئینۂ باطن سے تریاق مجرب ہے، آئے ہم اوپر تحقیق اسس کے کہ یہ رنگ خدا کہ مومنین کو ساتھ اختیار اس کے کے فرمایا ہے کیا چیز ہے اصح یہ ہے کہ وہ رنگ ملکہ انقیاد اور اطاعت اور اطمینان ساتھ اوامر اور نواہی اس کے کے ہے عز شانہ کہ بیچ ہر حکم اس کے کے باعث اوپر امتثال کے ساتھ کمال نشاط اور رغبت کے ہوتا ہے اور تعصب اور سخن پروری اور حفظ رسم اور آئین اپنے کے ساتھ رسم اور آئین آبا اور اجداد اپنے کے یا سستی یا تحمل مشقت سے ساتھ قبول خلاف طبع اور گرانی غیر مالوف باقی نہیں چھوڑتا ہے اور یہ ملکہ غیر ایمان سے ہے بسبب ورزش اور کمال ایمان کے حاصل ہوتا ہے اور طاعات اور عبادات اور حالات محمودہ خوف اور رجا اور محبت اور شوق اور انکسار اور تواضع اور دوام حضور اور نگرانی اور تورع اور تقویٰ تمام آثار اس کے سے ہے اور قلب سے قالب تک محیط ہوتا ہے اور واسطے اسی کے اس کو تشبیہ ساتھ رنگ کے دی ہے اور اسی سے ہے جو کوئی ساتھ اس حد کے تابع مرضی کسی کا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ فلانا ساتھ رنگ فلانے کے رنگین ہوا ہے اور دوسرے مفسرین نے اس رنگ کی تفسیریں رنگا رنگ گوناگوں کی ہیں بعضے نے کہا ہے کہ قبول دین اسلام کو بنا بر مشاکلت فعل نصاریٰ کہ لڑکوں اور اولاد اپنی کو ساتھ آب زرد کے رنگین کر کے کہتے تھے الاٰن صار نصرانیا حقا۔ اس عبارت میں رنگ خدا نام کیا ہے اور بعضے نے کہا ہے کہ مراد صبغۃ اللہ سے فطرۃ اللہ ہے کہ ہر فرد انسانی کو اوپر اس کے پیدا کیا ہے جیسا کہ جائے دوسری میں ارشاد ہوا فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ اور وہ فطرت جو مقرر کی ہوئی خدا کی ہے بیچ آدمیوں کے مشابہت ساتھ رنگ طبع کے رکھتی ہے اور مذہب اور ملل متفرقہ مثل یہودیت اور نصرانیت اور مجوسیت یا ساتھ القائے شیطانی کے بیچ نفس کے جا پکڑتی ہے یا ساتھ اغوائے مادر اور پدر کے اور قوم اور قبیلہ کے، حدیث شریف میں وارد ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اس سے ختنہ ہے کہ اثر ظاہر انقیاد دین الٰہی کا بدن پر بمنزلہ رنگ کے اوپر جامہ کے ہے اور بعضے نے کہا ہے صبغۃ اللہ عبارت ہے کیفیت نفسانیہ سے کہ بندہ کو ساتھ خالق کے بہم پہنچتی ہے اور بسبب دوام مزاولت کے حکم رنگ کا پکڑتی ہے باطن اور ظاہر میں سرایت کرتی ہے مثل دوام حضور ساتھ شوق کے اور وجد کے نہایت صفا اور طہارت کے ساتھ انکسار اور فنائے نفس کے اور عرف صوفیہ میں اسس

Marfat.com

کیفیت نفسانیہ کو نسبت الی اللہ کا نام دیتے ہیں بلکہ ایک جماعت نے ان سے نسبت ہر لطیفہ کو رنگ جداگانہ یعنی بیاض اور حمرۃ اور سواد اور صفرۃ اور خضرۃ سے ثابت کیا ہے اور جو اہل کتاب کہیں کہ جو تم فی الحال اپنے کو برنگ خدا رنگین کرتے ہو اور ساتھ عبادت اس کی کے مشغول ہوئے ہو تو ہم سالہا سال اور قرنوں سے ساتھ رنگ خدا کے رنگین ہیں اور ساتھ عبادت اس کی کے مشغول ہیں اور دین ہمارا اقدم دین تمہارے سے ہے اور کتاب ہماری قبل کتاب تمہاری سے آئی اور درمیان ہمارے نبوت اور رسالت مستمرہ رہی اور مرتبہ نبوت اور محبوبیت خدا واسطے ہمارے ہے نہ تمہارے نحن ابناء اللہ واحباؤہ جس طرح کہ ہم واقف مرضی اسکی کے ہیں تم نہیں ہو سکتے پس جواب میں ان کے قُلْ یعنی کہہ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ، آیا تم مکابرہ اور مجادلہ کرتے ہو ساتھ ہمارے بیچ مقدمہ خدا کے کہ وہ تعالیٰ ملک کس کی سے ہے ہماری ہے یا تمہاری سے مانند مکابرہ اہل دنیا کے بیچ کسی باغ یا کسی زمین کے پس یہ مکابرہ اور مجادلہ محض بے جا ہے کس واسطے کہ وہ تعالیٰ جیسا کہ تمہارا ہے ویسا ہی ہمارا بھی ہے وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ یعنی اور وہ تعالیٰ پروردگار ہمارا اور تمہارا ہے برابر اس واسطے کہ ربوبیت اس کی عام ہے تمام مخلوقات کے ساتھ ہر ذرہ ذرات سے عالم پیدا کیا ہوا اور پروردہ اس کا ہے اور جو کہیں کہ عبادات اور طاعات ہماری اس کی درگاہ میں مقبول ہے اور عبادات اور طاعات تمہاری درگاہ میں اس کی مقبول نہیں پس یہ نزاع بھی محض بے معنی ہے اس واسطے کہ جو عبادت اور طاعت موافق فرمودہ اس کے کی جاتی ہے درگاہ اس کی میں مقبول ہے وَلَنَآ اَعْمَالُنَا اور واسطے ہمارے ہیں اعمال ہمارے کہ بموجب فرمودہ اس کے کے اس وقت میں کرتے ہیں ہم وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ اور واسطے تمہارے ہیں اعمال تمہارے کہ موافق فرمودہ اس کے کے اس وقت میں کہ منسوخ ہوئے تھے عمل میں لاتے ہو تم، اس قدر فرق ہے کہ اعمال تمہارے بنا بر حفظ رسم آبا اور اجداد اور مقرون ساتھ تعصب اور نفسانیت اور اغراض دنیوی کے تھے اور خالص واسطے خدا کے نہ تھے وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ یعنی اور ہم واسطے اس کے خالص کرنے والے عبادت کے ہیں کہ اصلاً رسم آبا اور اجداد اور تعصب اور نفسانیت اور اغراض دنیوی کو اس میں دخل نہیں دیتے ہیں ہم لہٰذا یہ ہر دو مکابرہ تمہارے بے اصل ثابت ہوئے پس اب تم کیا کہتے ہو تم کہ دین اور آئین ہمارا بہتر دین اور آئین ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد ان کی سے تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ یہودی اور نصرانی نہ ہوئے ہیں اور یہودیت اور نصرانیت بعد ان سے اوپر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے مقرر ہوئی اَمْ تَقُوْلُوْنَ یعنی راہ کمال جہل اور سخن پروری سے کہتے ہو تم اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ یعنی بہ تحقیق

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کے دعوے "ابراہیمؑ و اسماعیلؑ یہودی یا نصرانی تھے" کا بیان

ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد اس کی باوجود اس کے قبل نزول توریت و انجیل اور قبل تقرر یہودیت اور نصرانیت کے گذرے ہیں کَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰی یعنی تھے یہودی یا نصرانی اور یہ ہر دو شق باطل ہیں اور جواہل کتاب بنا بر سخن پروری اور تعصب اپنے کے اسی شق کو باوجود ظاہر البطلان ہونے اس کے اختیار کریں اور کہیں کہ البتہ یہ جماعت یہودی اور نصرانی تھی ساتھ اس معنی کے کہ شریعت معمولہ ان کی موافق شریعت یہودیت اور نصرانیت کے تھی گو قبل توریت اور انجیل اور تقرر یہودیت اور نصرانیت کے گزری ہیں پس جواب میں ان کے قُلْ یعنی کہہ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ یعنی آیا تم دانا تر ہو یا خدا؟ خدا نے خود ہم کو خبر دی ہے کہ ماکان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ونیز بیچ قصہ بنائے کعبہ کے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے دعا کی ہے و ارنا مناسکنا اور نیز خدا تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے والرکع السجود اور شریعت میں یہودیوں اور نصرانیوں کی مناسک حج خانہ کعبہ کے کہاں ہیں اور رکوع نماز میں کہاں بلکہ توریت اور انجیل میں نصوص جلیہ موجود ہیں اس مضمون پر کہ حضرت ابراہیمؑ اور اولاد ان کی اوپر محض حقیقت حنفیت کے تھی اور حرمت سبط اور دیگر خواص یہودیت کے اوپر ان کے مقرر نہ تھے اور علیٰ ہذا القیاس لوازم نصرانیت مثل تعظیم یوم احد شریعت میں ان کی نہ تھی لیکن تم اس نصوص واضحہ کو بیچ وقت مناظرہ اور مجادلہ کے بنا بر تعصب اور سخن پروری اپنی کے چھپاتے ہو۔ اور ظاہر نہیں کرتے تو خفیف اور ملزم نہ ہو تم وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً اور کون ہے ظالم تر اس شخص سے کہ مخفی رکھے اور چھپاوے ایک شہادت کو جو کہ ثابت ہو عِنْدَهٗ یعنی نزدیک اس کے کہ وہ شہادت مِنَ اللّٰهِ طرف سے خدا کے ہے اور تم ان تمام واضح شہادتوں کو چھپاتے ہو تم اور اوپر اسی قدر کے بھی اکتفا نہیں کرتے ہو تم بلکہ تحریف اور تغیر اور تبدیل ان نصوص میں کرتے ہو تم وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اور نہیں ہے خدا غافل اس چیز سے کہ کرتے ہو تم اس کتمان اور تحریف اور تغیر میں اور اگر ہر کارہ بادشاہ ذی اقتدار کا تم پر نگہبان ہو اس سے ڈر کر ہر گز فرمان میں اس کے جعل اور تلبیس نہیں کرتے ہو اور بادشاہ بادشاہوں کے سے کہ اقتدار بادشاہوں کا اس کے اقتدار کی نسبت کچھ نہیں اور وہ خود اوپر تمہارے نگہبان اور مطلع ہے۔ نہیں ڈرتے ہو تم اور بے دھڑک اس کے کلام میں جعل اور تلبیس کرتے ہو تم اور اوپر اس کے غرہ کرتے ہو تم کہ ہم اولاد انبیاء کی ہیں ہمارے اسلاف میں مقبولانِ بارگاہ ایزدی ہوئے ہیں اور ہمارے فرقہ میں نبوت اور رسالت مستمر رہی ہے اور ان کو خدا محبوب

Marfat.com

رکھتا تھا پس یہ خیال تمھارا کچھ فائدہ نہ کریگا تمھیں چاہیے کہ اعمال اپنے کو موافق اعمال ان اسلاف کے کرو تاکہ رستگار ہو تم تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ ۔ یعنی وہ گروہ ایک جماعت تھی کہ گذری اور اعمال اپنے ہمراہ لے گئی ۔ اور واسطے تمھارے ان اعمال کو ذخیرہ چھوڑ کر نہ گئے ہیں کہ تمھارے کام آوے مانند مال و متاع دنیوی کے کہ پدران واسطے پسروں کے چھوڑ جاتے ہیں اور بیچ وقت افلاس اور احتیاج کے کام آتا ہے ۔ لَھَا مَا کَسَبَتْ یعنی واسطے اس جماعت گذری ہوئی کے جزا ہے کہ جو کسب کیا ہے اور جو واسطے تمھارے اس عمل کو چھوڑ کر جاتے جزاء ان اعمال کی ان کو نہ پہنچتی بلکہ تم کو پہنچتی وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ یعنی اور واسطے تمھارے ہے جزاء اس کی کہ کسب کرتے ہو اور جو گناہ تمھارے وہ اٹھاتے جزاء ان گناہوں کی انکو پہنچتی نہ تم کو ۔ اور جزاء عمل بغیر عامل اس عمل کے دینا نزدیک تمھارے بھی خلاف عدل اور منافی حکمت کے ہے ۔ کس طرح تم متوقع جزاء اعمال ان کے کے رہتے ہو تم وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ یعنی اور نہ سوال کیے جاؤ گے تم اس چیز سے کہ وہ جماعت گذشتہ عمل کرتی تھی اور جزاء اعمال کی نہیں ہوتی مگر بعد سوال سے اور سوال شخص کا عمل غیر سے غیر معقول ہے اس واسطے کہ ہر شخص اوپر اعمال غیر اپنے کے اطلاع نہیں رکھتا ہے تاکہ عہدہ جواب اس کے سے برآوے پس یہ خیال تمھارا محض سفاہت اور بے عقلی ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تکرار اس آیت کی اس مقام میں باوجود اس کے کہ نزدیک گذری ہے ۔ تکرار معنوی نہیں کہ مخل بلاغت ہو اس لیے کہ مقام اول میں غرض اس آیت سے یہ تھی کہ اعمال اور افعال تمھارے ساتھ کسی وجہ کے مناسبت ساتھ اعمال اور افعال سلف گذشتہ کے نہیں رکھتے اور وصیتیں ان کی بیچ تمھارے معمول بہا نہیں ہیں اور اس مقام میں کہ جو اقدام اوپر کتمان شہادت اور پوشیدہ کرنے حق واضح کے اور ایسے ہی ارتکاب تمھارے دوسرے اعمال قبیحہ کا بباعث بھروسہ کرنے اپنے اسلاف کی بزرگی اور صلاحیت پر نہایت درجہ کی بیوقوفی ہے جو تم سے سرزد ہو رہی ہے اور تم سے زیادہ بیوقوف ایک اور جماعت تم میں سے ہے جس کی بیوقوفی عنقریب تمھارے سامنے ظاہر کی جاتی ہے ۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

پارۂ سیقول سورۂ بقرہ ترجمہ تفسیر عزیزی

جیساکہ چھپانا امرِ حق کا اور اعتقاد کرنا اور پر اعمال صالحہ اپنے بزرگوں کے تم میں بسبب بیوقوفی کے ہے ایسے ہی منجملہ تمھارے ایک ایسا گروہ ہے کہ اس کی حماقت قریب تر ظاہر ہوگی سَیَقُوْلُ السُّفَہَآءُ کہ عنقریب کہیں گے چند ایسے بیوقوف اور بے عقل کہ صرف باعتبار صورت ظاہر کے مِنَ النَّاسِ آدمیوں میں سے ہیں ورنہ بلحاظ بے عقلی اور بیوقوفی کے آدمیت ان میں نہیں ہے جبکہ دیکھیں گے مسلمانوں کو کہ ایک قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف نمازیں پھر گئے مَا وَلّٰىھُمْ عَنْ قِبْلَتِھِمُ الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْھَا کہ ان کو کس چیز نے پھیر دیا اس قبلہ سے کہ جس پر اب تک وہ تھے کیا اس قبلہ میں کچھ نقصان پایا ہے، کیا اس دوسرے قبلہ کی ان پر بزرگی اور خوبی ظاہر ہوئی ہے کہ اس کو چھوڑ کر اُدھر مڑ گئے اگر وہ قبلہ ناقص تھا اور یہ کامل تو پہلے ہی کامل کو کیوں نہ پکڑا اور ناقص کو کیوں نہ چھوڑ دیا۔ سو یہ باتیں انکی ناعاقبت اندیشی کی ہیں کیونکہ اگر یہ نہ عداوت یہود کے قبلۂ اول کو چھوڑتے اور صرف بجمعیت اپنی قوم کے کہ مکے کے ہیں مکہ کو قبلہ بناتے تو دین میں تعصب اور جانبداری ثابت ہوتی نہ طلب حق اور جب ان سے یہ کلام سُنو تو قُلْ کہہ دیجیو کہ قبلۂ اول سے منہ موڑنے کے لیے ان میں سے کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہم تابع حکم خدائے تعالیٰ کے ہیں نہ اپنی عقل ناقص کی پسند کے اور نہ تعصب اور جانبداری کے، سبب اس کا حکم خدائے تعالیٰ کا ہے کہ اتنی مدت تک اس کے استقبال کا حکم تھا اور اب اس قبلہ کا حکم ہوا ہے۔ اور چونکہ اصل عبادت ہماری صرف خدائے تعالیٰ کے لیے ہے نہ کسی مکان کے لیے اور خدائے تعالیٰ کے لیے ایک جہت یا ایک مکان مقرر نہیں ہے لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ بلکہ سب زمین مشرق و مغرب خدا کی ہے جدھر چاہے ادھر ہم سے اپنے تئیں سجدہ کرائے اور جس جگہ کو چاہے قبلہ کر دے اور جس قبلہ کو چاہے موقوف کرے پس ہم سے سبب اس کا پوچھنا کمال بیوقوفی تمھاری ہے، جیسا کہ بیوقوف پوچھتے ہیں غلام سے کہ جو کام پہلے کرتا تھا اب کیوں نہیں کرتا ہے اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ

Marfat.com

غلام اپنے مولیٰ کا تابع ہے جب تک چاہے جو کام لیوے اور جس کام کو چاہے اس سے لینا موقوف
کر دے اور اگر تم اسرار اور حکم ان احکام مختلف کے پوچھا چاہتے ہو تو اگرچہ ہم بخوبی واقف نہیں
ہیں مگر اس کے سمجھنے کو حوصلہ چاہیے کہ وہ تم میں نہیں ہے پر واضح ہو کہ قبلہ کا مقرر کرنا صرف ظاہر
کرنا راہِ عبادت کا ہے نہ یہ کہ قبلہ داخلِ اصلِ عبادت ہے اور راہنمائی خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں کو
مختلف ہے کسی کو کسی راہ سے اور کسی کو کسی طور سے راہنمائی ہوتی ہے یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا
ہے اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ راہ راست کیطرف کہ عبادت معرفت کے
لیے بہت قریب راستہ ہے، چنانچہ ہم کو بہترین قبلہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے قوت عقلیہ کے کہ ذریعہ ادراک مجردات کا ہے قوت خیالیہ بھی عنایت فرمائی
عالم اجسام ہیں بذریعہ اس کے فکر اور سوچ کرتا ہے تاکہ بمدد قوت خیالیہ کے قوت عقلیہ کو قوت
اور استحکام بہت حاصل ہوئے جیسا کہ مہندس جب تک کہ صورت اور شکل اپنے خیال میں مرتب
نہ کرے گا تب تک مقادیر کا ادراک بخوبی نہ ہو سکے گا اور ایسے ہی جب تک کہ امیر اور بادشاہ کے چہرہ
کا خیال سامنے نہ ہوگا تب تک قدرت کاملہ اس کی ثنا و صفت پر نہ ہو سکے گی اس کا استقبال کر کے
ثنا و صفت میں مشغول ہوتا ہے اور ایسے ہی اصل عبادت کہ خشوع اور نیاز ہے جب تک کہ سکون
یعنی اطمینان از جنبش اس کے بدن کو نہ ہو اور داہنیں اور بائیں التفات اس کو نہ ہو تب تک حاصل
نہیں ہو سکتا ہے اسی لیے ایک طرف کا التزام ضرور ہے کہ سوائے اس کے اور طرف توجہ اور التفات نہ
ہوتا بتوجہ باطراف دیگر انتشار نہ ہو کہ مثلت خشوع ہووے اور ظاہر ہے کہ ظاہر اور باطن میں ایسا
لگاؤ ہے کہ ایک طرف عزیمت توجہ ظاہر میں موجب اتحاد عزیمت توجہ باطنی میں ہوتی ہے اسی لیے ظاہر
میں ایک طرف متوجہ ہونا نماز میں موجب توجہ باطنی و ظاہری کا ہے اور یہ بھی چاہیے کہ تمام خلقت کا ایک
قبلہ ہوئے کہ جیسا ان کا ظاہر ایک چیز پر متفق ہو ویسا ہی ان کا باطن بھی متفق ہو جاوے تاکہ موجب
باہمی اتفاق ظاہراً و باطناً ہووے اور تاکہ حصول انوار و برکات عبادت پر ان کا باطن متفق ہووے۔
تو ایک روشنی کامل اس عبادت سے دل پر پیدا ہووے جیسا کہ ایک مکان میں ایک طرف ہجوم چراغوں کا
موجب ازدیاد روشنی کا ہوتا ہے اور یہی حکمت ہے جمعہ اور جماعت کے مقرر کرنے میں کہ پنجگانہ
نماز میں اہل محلہ جمع ہوتے ہیں اور جمعہ کی نماز میں اہل شہر جمع ہوتے ہیں اور حج میں تمام جہان جمع ہوتا

Marfat.com

ہے اور چونکہ ہر وقت نماز میں جمع ہونا سب خلقت کا ایک مکان میں ممکن نہیں ہے اس لیے مقرر کرنا اس مکان کا استقبال کے لیے نماز میں بجائے اس مکان کے فرضاً یا مستحباً کمال مصلحت ہے، اور اس مکان اور اس جہت میں کوئی ایسی خوبی نہ ہو کہ جیسا اور مخلوقات میں خوبیاں محسوس یا معقول ہوتی ہیں مثلاً قبریں کہ انبیاء اور اولیاء ہوں اور سورج اور چاند اور دریا اور آگ تاکہ عبادت عوام کی بجانب اس مخلوق یا اس کمال محسوس و معقول کے واقع نہ ہو وے اور توجہ جناب باری کی نہ ہو مانند عینک بے رنگ کے کہ نظر اس کی رنگت پر نہیں پڑتی بلکہ فوراً شخص مقصود پر بے اس کے رکاوٹ کے جا پڑتی ہے اور ایسے ہی قبلہ کا ہونا موقوف اوپر حکم سماوی وغیبی کے ہے عقل کو اس میں مداخلت نہیں اور چونکہ یہ حق خدا تعالیٰ کا ہے اور کسی کا حق بدون اس کے حکم کے اور کسی کام میں نہیں لا سکتے ہیں، جیسا کہ تنخواہ بے اجازت مالک کے کسی کو نہیں مل سکتی ہے اور مکہ کو کہ سب مکانات میں افضل ہے اور تمام جہات میں اکمل ہے واسطے حضرت آدمؑ کے کہ نوع انسان کے باپ ہیں اور واسطے حضرت ابراہیمؑ کے کہ سب مذاہب اور ملتیں ان کی ملت کے تابع ہیں علیہما وعلی سیدنا الصلوٰۃ والسلام قبلہ گردانا گیا کیونکہ کعبۂ معظمہ مبدأ و خاک پیدائشی انسان کا ہے کہ اس سے زیادہ کسی اور مبدأ کا حسن معلوم نہیں ہوتا ہے اور یہ کار عبادت بھی کارِ حسن ہے اس لیے مبدءِ حسن کو قبلہ کار حسن کا کیا گیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین تمام عناصر انسانی میں اصل ہے اور اس لیے اس کو نیچے بچھایا گیا اور قاعدہ ہے کہ ظاہر میں سب عالم اپنے مبدء پر ظہور کے لیے متوجہ ہوئے ہیں پس اس حکمت سے کہ قبلہ اس طرف مقرر ہوا باطنِ عالم بھی ساتھ مبدء باطن کے متوجہ ہوا اور دونوں طرف مطابق ہوئے یعنی ظاہر ظاہر کے اور باطن باطن کے اور یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ جب حکم خداوندی آسمان و زمین پر نازل ہوا کہ ائتیا طوعاً او کرھاً۔ آؤ تم خوشی سے یا لاچاری سے تب خاص اس جائے سے تودۂ حضرت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجابت حاضری کی عرض کی اور اس جائے کے مقابل جو پارۂ ہفت آسمان ہے وہ بھی شریک اس اجابت کے ہو کر بولا کہ اتینا طائعین، حاضر ہوئے ہم خوشی سے پس جبکہ اس جگہ فرمان خداوندی کے قبول میں سب پر سبقت کی ہے تو اس کو قبلہ نہ کرنا عبادت میں خلاف قدر دانی اور جوہر شناسی کے ہے اسی لیے یہ جگہ قبول ہوئی مگر چند دن کے لیے یعنی از زمان حضرت موسیٰ تا بزمان حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس اس لیے قبلہ کیا گیا تھا کہ وہاں ایک پتھر معلق زمین سے ہے نہایت

Marfat.com

ہولناک کہ منخرفوں کے لیے گویا جلاد ہے کہ چار ناچار اس کے نیچے سر جھکا دیتے ہیں اور امت موسوی شوق اور محبت الٰہی سے ایسی بے خبر تھی کہ بدون اس وجاہت ظاہری کے عبادت نہ کرتی تھی، اس لیے پیغمبروں کو کہ مقتدا ان کے تھے اس پتھر کے استقبال کا حکم ہوا اور بیت المقدس ایسا مکان بزرگ ہے کہ قیامت میں تجلی عرش الٰہی کی اس پر ہوگی اور اس کے گرد حشر ہوگا اور اس کے سامنے بازپرس روز حساب و وزن اعمال کا ہوگا اور اسی لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو اس پتھر پر قبہ بنایا اور اس کے گرد مسجد بنائی گویا ہر مسجد کے بہشت اور دوزخ کی تصویر بنائی تاکہ میدان قیامت کی کشا کی یاد رہے کہ یہی وہ میدان ہے اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم شروع رسالت سے ساتھ اوصاف اور خوبی ملے حضرت آدمؑ و ابراہیمؑ کے موصوف تھے علیہم الصلوۃ والسلام اور کعبہ معظمہ کے اندر نشوونما پائی اور اسی کی تعظیم صغر سنی سے دل میں بیٹھی اس لیے اول اسی کے استقبال کا حکم ہوا کہ وہ سب میں افضل اور اکمل قبلہ ہے یہاں تک کہ شب معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس گئے اور اس کے جوار میں ارواح انبیاء علیہم الصلوۃ سے ملاقات ہوئی اور انوار و برکات ان کی نبوت کے ساتھ کمال آدمی اور ابراہیمی کے شامل ہوگئے اور وہاں سے آسمان پر گئے اس لیے چند دن کے لیے ضرور ہوا کہ واسطہ کامل کرتے آثار و برکات مرتبوں ان پیغمبروں کے کہ ان کو حاصل ہوئے اور نیز واسطے شکر اس بات کے کہ وہاں معراج ہوئی بیت المقدس کا استقبال کیا جائے۔ اور اس کے بعد جب تک کہ مکہ میں رہے کعبہ کا استقبال کرکے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے اور مدینہ میں آکر سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف پڑھنے لگے کہ یہ حدیث بیہقی اور ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی تاکہ انوار اور کمالات انبیاء بنی اسرائیل کے بھی حضرت میں کامل ہو جاویں کہ شب معراج میں حاصل ہوئے تھے کہ اس شب کے سبب ایک بزرگی اور زیادتی حاصل ہوئی تھی اور اسی لیے حضرتؐ ذوالقبلتین یعنی صاحب دو قبلہ کے ہوئے کہ یہ خوبی حضرت کے لیے خاص ہے، اوروں کے لیے نہ ہوئی اور ابتدائے رسالت میں تو حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے خلیفہ ہوئے تھے اب بعد معراج انبیاء بنی اسرائیل کی بھی خلافت حاصل ہوئی۔ ف اور مدینہ میں استقبالِ مکہ باوجود استقبال بیت المقدس کے ممکن نہ تھا اس لیے لاچار حکم استقبال بیت المقدس روز اول ماہ ربیع الاول سے

ف:۔ اسی لیے کافۃ الناس اور بنی اسرائیل پر نبوت آپؐ کی جاری ہوئی۔

Marfat.com

کہ وہ روز خروج تھا تا نصف رجب سال دوم ہجرت کے کچھ اوپر سولہ مہینے ہوتے ہیں اور اسی لیے بعض نے سترہ مہینے بھی کہے ہیں بجا ہے اور جبکہ کمال محمدی اپنی اوج پر پہنچا کہ سب انبیاء کے کمالات مجتمع ہوتے اور غزوہ بدر بھی قریب آیا کہ یہ موجب خلافت کبریٰ کا ہے اور انجام کا رجوع ابتداء پر ہوتا ہے تو استقبال کعبہ کا حکم پھر گیا کہ اس سے کمال کا پورا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ توجہ ظاہری ساتھ توجہ باطنی کے موجب توجہ بجدلے ہے کہ اوپر ثابت ہوا اور ذکر معراج بوقت استقبال و عبادت سبب یاد دہی سفر کا ہے کہ وہ موجب یاد جدائی اور مسافت کا ہوتا ہے، اب یہاں چند سوال ضروری الجواب تحریر ہوتے ہیں اول یہ کہ ابھی تک تبدیل قبلہ نہ ہوا تھا اور یہ آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ کہ جس سے قبلہ ہونا بیت المقدس کا موقوف ہوتا نازل نہ ہوئی تھی اور گفتگو چند بیوقوفوں کی بھی درباب تبدیل کعبہ بھی ابھی نہیں ہوئی تھی تو کس لیے یہ فرمایا گیا کہ عنقریب چند بیوقوف ایسا ایسا کہیں گے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے پہلے نازل ہونا وَقَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ کا سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ سے لکھا ہے اور یہ آیت سبب ان کی گفتگو کا ہے، اگرچہ گفتگو ظاہر نہ ہوئی تھی اور لبغور ظہور سبب دانا پر تدبیر دفع ضروری ہے اور اگر نزول بھی موافق قرأت کے ہو تو بھی اس پیش بندی میں چند عمدہ فائدے ہیں مثلاً خبر بالغیب کہ جب تبدیل کعبہ ہوگی تب یہ امر پیش ہوگا کہ یہ معجزہ اس کلام کا ہے اور دیکھا ایک ایک کام کا آن پڑنا کہ جس کے ساتھ طبع کو بظاہر انس ہو، بہت ناگوار ہوتا ہے اور جبکہ پہلے سے اس کا ذکر ہولے تو وقوع اس کا چنداں ناگوار نہیں ہوتا ہے کہ بسبب ذکر سابق کے اس کے خیال و تصور کے ساتھ طبع کو الفت ہو جاتی ہے پس اسی کے موافق تجربہ ہوا، کہ پہلے سے معلوم ہوگیا کہ تبدیل قبلہ ہوگی اور بیوقوف لوگ یہ باتیں بنائیں گے، جب یہ سب واقعہ ہوا، تو کچھ ناگوار نہ ہوا اور جبکہ پہلے سے دشمن کی تدبیر سے واقف ہو جاوے تو تدبیر اس کے دفع کی کر کے آمادہ رہے گا تاکہ بروقت فوراً دفع کر سکے اور محتاج اس وقت کا نہ ہو، کہ باعث حرج اور مضرت کا ہے اور عرب میں یہ مثل مشہور ہے کہ تیر اندازی سے پہلے تیر کی ریش لگانی چاہیے کہ اگر وقت پہ ریش نہ ہوگی تو دھوکا ہوگا، دویم کونسا امر ان کی بیوقوفی پر دلالت کرتا ہے جواب جانتے تھے کہ مسلمان بے حکم خدا کے کوئی کام نہیں کرتے پھر سبب تبدیل قبلہ کا پوچھنا دلیل ان کی بے عقلی کی ہے اور سفیہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ مال اپنا بے فائدہ خرچ کرے کہ اس آیت سے مفہوم ہوا

Marfat.com

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۤءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا. کہ تم بیوقوں کو اپنے مال نہ دے دو۔
پس ایسا آدمی کہ پیغمبر پر اعتراض کر کے اپنی آخرت کی عقبیٰ کا سامان کھوے بالاولیٰ بیوقوف ہوگا۔ سوئم یہ کہ
مِنَ النَّاسِ سے کیا فائدہ ہے کہ بیوقوف اور باوقوف دونوں آدمی جدا ہوتے ہیں جواب کچھ بیان
تو تفسیر میں گذرا اور یہاں اتنا بیان کافی ہے کہ صفت لفظ من الناس صفت کاشفہ ہے یعنی وہ
لوگ بے وقوف بجز اس کے کہ آدمی ہیں اور کوئی علامت ان کی شناخت کی نہیں ہے اور جب کہ
بیوقوفوں کے سوال کے جواب کی تعلیم حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی تو مسلمانوں کو خطاب ہوا کہ جیسا
ہم نے تمھارے لیے قبلہ بہت بہتر کیا ہے ایسے ہی تمھاری ملت بھی سب ملتوں سے بہتر کی گئی ہے اور
ایسے ہی تمھارا پیمبر بھی سب پیمبروں سے بہتر اور افضل کیا گیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً
وَّسَطًا۔ وسط چیز میانہ کو کہتے ہیں جیساکہ تمام شہر کے بیچ میں ایک حویلی ہو یا درمیان حویلی کے
ایک جلائے ہوئے یا مجلس کی بیچ میں مسند ہو یا حلقہ میں ایک سردار ہو کہ سب اس کی طرف متوجہ ہوں
پس بیچ کی چیز سب اطراف کی چیزوں سے بہتر ہوتی ہے ایسے ہی ہم نے کر دیا ہے تم کو امت میانہ
کہ پیمبر اور قبلہ اور امت تمھاری سب پیغمبروں اور قبلہ اور ملتوں سے افضل ہے تاکہ لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۤءَ
عَلَى النَّاسِ اس خوبی اور فضیلت کے سبب تم گواہ ہو کر سب خلقت پر حکم خدا جاری کیا گیا۔ یہود و
نصاریٰ وغیرہ تابعین پیمبران پر اور مجوس غیر تابعین پیمبران پر اور ایسے ہی دنیا میں حق تعالیٰ نے
مسلمانوں کو ایسی ظاہری قوت عنایت فرمائی ہے کہ اور سب بنی آدم پر حکومت کرتے ہیں اور اپنے احکام
شرعیہ سے ان کے مقدمات فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ نصاریٰ وغیرہ باوجود کمال سلطنت اپنی کے چونکہ
دستور القضا ان کے یہاں مرتب نہیں ہے فصل خصومات میں مدد سابقہ احکام شرعیہ اسلام کے لیتے ہیں،
اور ان گروہوں نے جب وسعت ذہن اور زیادتی علم اہل اسلام کی دیکھی کہ انھوں نے ان کے علوم کی
حقیقت یا بطلان پر گواہی دی تو وہ اپنی خطا پر متنبہ ہوئے اور اس کے تغیر میں لگے مثلاً نصاریٰ کو تین کہنا
خدا کا اور یہود کو اعتقاد تشبیہ کا اور ہنود کو اعتقاد حلول کا اور فلاسفہ کو اعتقاد توسیط عقول اور نفی
علم جزئیات کا اور قدیم ہونا عالم کا اور فنا نہ ہونا عالم کا بعد مفارقت کے اور مجوس کو اعتقاد حلال ہونا
محرمات کا غلط ظاہر ہوا۔ و نیز جودت طبع بیچ نکالنے صنعتوں کے اور الوان طعام کے اور استعمال
لذیذ چیزوں کے اور ترتیب مکانات بافضا اور آسائش اور رفاہت بوجہ حلال کے اللہ تعالیٰ نے ان کو

Marfat.com

الیسی دی ہے کہ پیشوا مہ سب گروہوں کے ہوئے اور زیج عبادت اور ریاضت اور صفائی نفس اور روشنی باطن اور حصولِ ثمرہ مجاہدات اور کشفِ امور آیندہ کے ایسا رتبہ ان کو حاصل ہوا ہے کہ وہ لوگ بھی ان کی پیروی کر کے فخر کرتے ہیں کہ ہم نے بھی یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔ شعر۔ آدمی کرتا ہے جیسی حرکتیں ؛ سب کی سب وہ حرکتیں بندر میں ہیں ؛ و نیز حکم شرعی اجماعی اس امت کا ایک الیسی حجت ہے کہ تمام خلقت کا مقبول ہوتا ہے مثلاً گواہوں سے مقدمہ مدعا علیہ پر ثابت ہو جاتا، پس یہ امت اتباع کے لیے سب خلقت میں الیسی ہے کہ جیسے پیغمبرِ معصوم اپنی امت میں واجب الاتباع ہوتا ہے اور آخرت میں جبکہ پیغمبروں اور ان کی امتوں میں مخاصمت ہوگی اور امتیں ان کی تبلیغ کا انکار کریں گی تو یہ امت پیغمبروں کے لیے گواہی دے گی اور یہ گواہی اس لیے قبول ہوگی کہ بہ نسبت اور امتوں کے اس امت نے بہت جلد خدا تعالیٰ اور سب انبیاء کی تصدیق کی اس کو بہ نسبت اوروں کے متقی اور عادل کیا گیا اور اوروں کو فاسق و دروغ گو بس گواہی عدول کی مقبول ہوتی ہے نہ فاسق اور دروغ گو کی اور یہ امت سب کے بعد ہے اس لیے بلحاظ خبر دہی خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب احوال گذشتہ کا ان کو علم حاصل ہوا اور گذشتگان کو حال آئندہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے ان کی شہادت تو سلف پر ممکن ہے اور شہادت سلف کی خلف پر ناممکن اور جبکہ سلف ان پر اعتراض کریں گے کہ تم اس وقت پر نہ تھے کہ جس وقت کی گواہی دیتے ہو تو یہ جواب دیں گے کہ گواہی معائنہ پر ہی موقوف نہیں ہے، بلکہ جب کسی وجہ سے علم اس امر کا حاصل ہو تو گواہی کے لیے کافی ہوگا۔ ہم کو باعلام خداوندی بذریعہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم حاصل ہو گیا اس لیے گواہ ہیں کہ تمھارے انبیاء نے تبلیغ کی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ بروز قیامت حضرت نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے کہ تم نے تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے کہ ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائیگا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ پھر حضرت نوح سے کہیں گے کہ تمھارا گواہ کون ہے وہ عرض کریں گے کہ محمد اور ان کی امت علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ تب یہ لوگ بلائے جائیں گے تو یہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے اس امت پر تبلیغ کی تھی اور یہ معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے کہ کیا ہم نے تم کو امتِ وسط یعنی صاحب عدل، اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ ان سے پوچھا جاوے گا کہ تم کو کیونکر علم ہوا کہ تم گواہی دیتے ہو تو یہ عرض کریں گے کہ ہمارے پیغمبر نے آن کر ہم کو خبر دی تھی کہ سب پیغمبروں نے

Marfat.com

تبلیغ کی ہے اور منجملہ اس شہادت کے ایک شہادت یہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کسی کا جنازہ لیے جاتے تھے کہ اس کی خوبیاں بیان کرتے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ واجب ہوئی، پھر دوسرا جنازہ گذرا کہ اس کی برائی کہتے جاتے تھے حضرت نے فرمایا کہ واجب ہوئی، حضرت عمر نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوئی حضرت نے ارشاد کیا کہ اول کے لیے بہشت اور دوسرے کے لیے دوزخ کہ تم خدائے تعالیٰ کے گواہ ہو جیسی تم گواہی دیتے ہو ویسا عمل میں آتا ہے اور حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کسی مردہ پر اس کے چار آدمی ہمسایہ ذکر خیر و نکوئی کرتے ہیں کہ ہماری دانست میں تو نیک تھا تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری گواہی قبول کی اور اس کو بخش دیا اور جو کچھ کہ تم کو اس کے حال کی خبر نہیں ہے وہ معاف کیا اور یہ گواہی ان لوگوں کی مقبول ہوگی کہ محفوظ اللسان ہوں گے اور تین امر خاص اس امت کے لیے ہیں کہ اور امتوں میں نہیں ہیں جیسا کہ انبیاء کے لیے تبلیغ میں حرج نہیں ہے ایسے ہی ہمارے دین میں بھی حرج نہیں ہے اور جیسا کہ انبیاء شاہد ہیں ویسے ہی یہ امت بھی گواہ ہے اور جیسا کہ انبیاء کو حکم عام دعا کا ہے کہ وہ کریں تو وہ قبول ہوگی ویسے ہی اس امت کو حکم عام ہے کہ دعا کرتی ہے تو قبول ہوتی رہے گی اور جب امتہائے سلف تمہاری عدالت کا انکار کریں گی تو وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور ہووے گا یہ رسول تمہارے لیے گواہ کہ تم عادل ہو کہ گواہی تمہاری قبول کی جاوے کیونکہ رسول بسبب نور نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک نور ایمان ان کا پہنچا ہے اور کونسا امر یعنی پردہ ترقی سے مانع ہوا ہے اسی لیے کہ جو مناقب کہ صحابہ کرام اور بعض تابعین اور امام مہدی وغیرہ حاضرین و غائبین کے بیان فرمائے ہیں اور جو معائب بعضے حاضرین و غائبین کے فرمائے ہیں وہ سب واجب الیقین ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہر فرد امت کے اعمال حضرت پر پیش ہوتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کیا اور فلاں نے آج وہ کیا تاکہ حضرت گواہی دے سکیں پس جبکہ ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت پر گواہی دیں تو تم کو ان کے انکار سے کیا ڈر ہے اور یہاں چند امور واجب الاظہار ہیں اول یہ کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، یہ امت باعتبار درجہ اور رتبہ کے سب سے بہتر ہے اور باعتبار پیدائش کے سب سے پیچھے پس متوسط ہونا کیا معنی، سو جواب یہ ہے کہ توسط طبع یا توسط زمانہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ مراد توسط وضع ہے اور توسط وضعی بہتری اور برتری کیلیے

Marfat.com

ضروری ہے کہ یہ عین خیریت ہے کہ اس کا بیان گذرا کہ جو سب سے عمدہ ہے وہ بیچ میں ہوتا ہے اور باقی اِدھر اُدھر تاکہ عمدہ محفوظ رہے کہ مثل مشہور ہے بہتر بیچ میں ہے اور اطراف میں بدتر، اور واضح ہو کہ بہتری اور برتری وسط کو لازم ہے اسی لیے کنایۃً معنی لیے گئے ہیں اور معنی صراحۃً ترک کہ وہ بہ سبب اس کے فصیح ہوتے ہیں اور بعض مفسرین نے وسط کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ امت بہ سبب عقائد اور اعمال کے اور اخلاق کے میانہ رو ہے کہ صفات کمال میں نہ اس قدر زیادتی ہے کہ افراط ہو جاوے نہ اس قدر کمی ہے کہ تفریط ہو جاوے بخلاف یہود کے اس قدر بیباکی کی کہ حضراتِ انبیاء کو مرتکب گناہ کا جانا اور عصمت کو ان سے منتفی بلکہ ان کو قتل کیا اور برخلاف نصاریٰ کے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کو مرتبہ بندگی سے بدرجہ فرزندی پہنچایا، پس یہ توسط خاص قسمت میں اسی امت کے ہے اب یہ شبہ ہے کہ کمال کے لیے علو درجہ ہے تو صفت ساتھ علو اور برتری کے چاہیے نہ ساتھ توسط اور درمیانگی کے. جواب یہ ہے کہ علو درجہ اور کمال صفت توسط اور میانگی کو لازم ہے مثلاً شجاعت کہ درجہ متوسط ہے گنا یہ ہے اور جرأت درجہ ادنیٰ ہے اور تہور درجۂ اعلیٰ ہے پس تہور میں کمال نہیں ہے جیسا کہ شجاعت میں ہے اور مثلاً پیغمبر کا درجۂ توسط یہ ہے کہ بندگی مع کمال رسالت کے ہو نہ یہ کہ اس قدر اس کو برتری ہے کہ خدا کا فرزند کیا جاوے اور نہ یہ کہ اس قدر ذلت ہو کہ قتل کیا جاوے. اور بعض نے وسط کے معنی عدالت کے لیے ہیں کہ حاکم اور بیچ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی رعایت کیا کرتے ہیں. تو ایک امر درمیانہ نکال کر فیصلہ کیا جاتا ہے جیسا کہ ایلچی اور وکیل کہلاتا ہے. بحث دوم یہ ہے کہ روایت حضرت عبداللہ بن المبارکؒ اور روایات صحیحہ میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روز قیامت جب سب جمع ہونگے اول حضرت اسرافیل بلائے جاویں گے اور ان سے خطاب ہوگا کہ تم نے ہمارے فرمان کو کیا کیا پہنچایا یا نہیں، وہ عرض کریں گے کہ ہاں پہنچا دیا جبریل پر، پھر جبریل بلائے جائیں گے اور پوچھے جائیں گے کہ تم کو اسرافیل نے ہمارا حکم پہنچایا وہ کہیں گے کہ ہاں پہنچایا تھا، تب رہائی اسرافیل کی ہوگی، پھر ان سے خطاب ہوگا کہ تم نے ہمارا فرمان کیا کیا وہ عرض کریں گے کہ آپ کے پیغمبروں کو پہنچایا، پھر پیغمبر بلائے جائیں گے اور پوچھے جائیں گے کہ تم کو ہمارا فرمان جبریل نے پہنچایا یا نہیں وہ سب عرض کریں گے کہ ہاں پہنچایا اور ہم نے اپنی امتوں کو پہنچایا، تب امتیں بلائی جائیں گی اور پوچھی جائیں گی کہ تم کو حکم ہمارا ہمارے پیغمبروں نے پہنچایا یا نہیں، پس بعضی جھوٹ بولیں گی کہ نہیں پہنچایا اور بعض سچ کہیں گی کہ ہاں

Marfat.com

پہنچایا، پھر سب پیغمبر کہیں گے کہ ہمارے پہچاننے کے گواہ ہیں حکم ہوگا کہ وہ کون ہیں، عرض کریں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت، پس یہ امت طلب ہوگی اور پوچھی جاویگی کہ تم گواہ ہو کہ ان پیغمبروں نے ہمارا حکم اپنی امتوں کو پہنچایا وہ عرض کریں گے کہ ہاں ہم گواہ ہیں تب وہ امتیں کہیں گی کہ یہ لوگ ہمارے بعد تھے انھوں نے ہم کو نہیں دیکھا یہ کیونکر گواہ ہیں یہ عرض کریں گے کہ آپ کا رسول ہمارے پاس آیا اور آپ کی وحی ہم پر اتری کہ جس میں لکھا ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امت پر حکم خدا پہنچایا اسلیے ہم گواہ ہیں، پھر ارشاد ہوگا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور یہی معنی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے ہیں پس گواہی سابقہ امتوں کے حق میں صحیح ہوئی اور بسبب اس کے کہ یہ امت اس شہادت کی مستحق بموجب ذکر قرآن شریف کے ہوئی ہے، اب کیا حاجت ہے کہ رسول ان پر گواہ ہو اور یہ سب مخصوص بروز قیامت ہے اگر دنیا میں بھی مقصود ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے کہ انھوں نے نہ سلف کو دیکھا اور نہ ان کے رسول نے اپنی سب امت کو دیکھا جواب دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ گواہی مراد ہے، آخرت میں بواسطہ جناب حضرت رسالت مآب کے کہ ان کے ذریعہ سے علم حاصل ہوا۔ اور ان کے روبرو گواہی دیں گے کہ اول کا سننا ان کی صداقت پر دلیل کامل ہوگا اور دنیا میں یہ معنی ہیں کہ سب امتوں کے احوال اور عقائد اور رسوم دیکھ کر جس پر غلطی کا حکم لگا دیا وہ غلط ہے۔ بحث سوم یہ کہ بموجب آیۂ کریمہ کے ثابت ہوا کہ یہ امت برتر ہے کہ سب پر گواہ ہوگی اور رسول ان پر گواہ ہوگا۔ ان کا گواہ ہونا تو موجب ان کی برتری اور بہتری کا ہو سکتا ہے اور رسول کا گواہ ہونا ان کے لیے موجب ان کی برتری اور بہتری کا کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے کہ گواہ کو برتر اور بہتر ہونا چاہیے کہ اس کی گواہی مقبول ہوتی ہے اسکو جسکے متعلق گواہی ہو۔ جواب ظاہر ہے کہ اگر یہ برتر اور بہتر نہ ہوں اور گواہی ان کے حق میں بخوبی نہ بیان کریں تو رسول معصوم ان کی تصدیق کیونکر کریگا اور جبکہ رسول نے ان کی تصدیق کی تو برتر اور بہتر ہونا ان کا بخوبی ظاہر ہوا۔ اور ایک بیان دلچسپ یہ ہے کہ حکم اس آیت کا خاص ان کیلیے ہے کہ جو صاحب قبلتین ہیں یعنی مہاجرین اولین اور انصار بالیقین ان پر رسول گواہ ہے کہ ان کے احوال و مناقب کی خبر دی ہے اور یہ لوگ اپنے تابعین پر واقف ہوئے اور ان کے تابعین اپنے تابعین پر واقف ہوئے اس لیے درجہ بدرجہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہا پس ان کا گواہ ہونا سب لوگوں پر بدرجات ثابت ہو کر موجب ان کی برتری اور بہتری کا ہوا۔ پس گواہی رسول کی ان کے لیے اور ان کی گواہی اور وں

Marfat.com

کے لیے موجب ان کی برتری کی ہوئی بحث چہارم واضح ہو کہ لفظ علیٰ عرب میں مضرت کی جگہ استعمال ہوتا ہے تو اس آیت کے یہ معنی ہونے چاہییں کہ تم اوروں کی مضرت پر اور رسول تمھاری مضرت پر گواہ ہوگا یعنی اس گواہی سے ان کا نقصان ہوگا فائدہ نہ ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ روایت سے ثابت ہے کہ بعض کو منفعت اور بعض کو مضرت اس گواہی سے ہوگی تو صرف مضرت کا لفظ کہنا کیا فائدہ دیتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ گواہی اس امت کی اور لوگوں کے حق میں تو صرف مضرت کی ہے کیونکہ وہ بمقابلہ انبیاء کے جھوٹے کیے جاویں گے اس لیے علیٰ کا لفظ وہاں ظاہر ہے۔ اگرچہ ضمناً منفعت انبیاء کی حاصل ہوتی ہے مگر اصل مقصود یہ ہے کہ امتیں بمقابلہ انبیاء کے جھوٹ کہتی ہیں اس لیے باعتباً غلبہ کے علیٰ کا لفظ لایا گیا اور يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا میں علیٰ بمعنی لام کے ہے کہ اس کے معنی منفعت کے ہیں اور یا یہ کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ رسول گواہ ہے تمھارے لیے اس طور پر کہ واقف ہے تمھارے احوال پر، یا یہ کہ رسول تمھارے احوال پر مطلع ہے کہ اول میں رقیباً اور دوم میں عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے ساتھ لگتا ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں (ف) مترجم کہتا ہے کہ علیکم متعلق الرسول کے ہے اور سیاق کا کلام ظاہر اور صاف اس کی دلیل ہے اب بلا تکلف یہ معنی درست ہیں کہ جو شخص تمھارے اوپر رسول ہو کر آیا ہے وہ تمھارا گواہ ہوگا فقط بحث پنجم عَلَى النَّاسِ کو شہداء سے کیوں مؤخر کیا ہے اور علیکم کو شہیدا پر کیوں مقدم کیا ہے۔ جواب مقدم ہونا ایسی چیزوں کا تخصیص پر دلالت کرتا ہے یعنی تم گواہ ہو سب پر بے تخصیص کسی خاص قوم کے اور رسول تمھارا خاص تم پر ہی گواہ ہے نہ اوروں پر، بحث ششم اس حکم سے کہ ہم نے تم کو امت وسط کیا تا تم گواہ ہو لوگوں پر مراد تمام امت ابتدائے اسلام سے تا بروز حشر نہیں ہے ورنہ اگر ایسا ہو تو حکم کس پر نازل ہو کیونکہ یہ سب امت تو عادل ہوئی۔ تکلیف باحکام لغو ہوتی۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ مراد سب امت نہیں ہے بلکہ بعض امت معصوم ہے کہ وہ عادل ہیں یعنی منجملہ مسلمانان ہر وقت چند ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی دلالت پر اتباع کیا جاویگا کہ وہ علمائے مجتہدین مہتدین ہیں کہ ان کا فرمانا عوام پر ایسا مقبول ہوگا جیسا کہ ارشاد حضرت رسول کا ان سب کے لیے اور اس سے ثابت ہوا کہ اجماع مجتہدین ہر زمانہ کا خطا پر ممکن نہیں ہے ورنہ عادل نہ ہوں گے۔ اب واضح ہو کہ اس تمام تقریر سے کامل ہونا اس امت کا ثابت ہوا اور مسلمانوں کو بشارت ہوئی کہ وے کامل ہیں کیونکہ ان کے لیے ان کا قبلہ کامل

Marfat.com

کیا گیا۔ اور یہ بھی خطاب حضرت کو ہوا کہ تمھارا اور تمھاری امت کا کامل ہونا دلالت اس پر کرتا ہے کہ کعبہ تمھارا قبلہ کامل ہووے کہ ایک فائدۂ خاص کے لیے چند دن کو بیت المقدس تمھارے لیے قبلہ کیا گیا تھا، جب وہ فائدہ حاصل ہوا تو پھر وہ کعبہ کہ قبلۂ اصلی تمھارا ہے تمھارا قبلہ کیا گیا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا۔ اور نہیں کیا تھا ہم نے قبلہ تمھارے لیے وہ قبلہ یعنی بیت المقدس. کہ جس طرف تم چند روز نماز ادا کرتے تھے إِلَّا لِنَعْلَمَ مگر اس لیے کہ جان لیں ہم کہ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ کون تابع اور پیرو رسول کا ہے اور کون کامل سے بطرف ناقص کے رجوع کرنا معقول جانتا ہے مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ. جُدا اس شخص سے کہ متوجہ جانب رسول ہو کر الٹے قدموں پھرے یعنی اصل اسلام اور ایمان پر قائم رہے اور صدق حضرت رسول سے برگشتہ نہ ہو مگر کچھ شبہ اس کو پیدا ہو کر چند یہود کی خاطر کے لیے کعبہ چھوڑا گیا تاکہ وہ دین اسلام میں اس لحاظ سے داخل ہوں یہ بات دانائی سے بعید ہے رسول کہ نہایت اعلیٰ درجہ کے دانا ہیں کیوں ایسا کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ بھی اس رسول کو ان کی متابعت سے کیوں مانع نہیں آتا ہے کہ اس پر چند مہینے گذرے اور ایسے شبہات صرف جہالت کا سبب ہوتے ہیں کفر تک نوبت نہیں پہنچتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ بسبب بندگی خدائے تعالیٰ کے اور پیروی رسول کے لازم یہ تھا کہ شبہ دل میں نہ گذرے اور ہرگز خدائے تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے سبب اس کا نہ پوچھیں اور اس قدر جان لیں کہ جو کچھ ارشاد خداوندی ہے یا جو کچھ کہ رسول اپنی رائے سے کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے اس پر کچھ عتاب اور باز پرس نہیں ہوا بلا شبہ موافق حکمت کے ہے اگرچہ تم کو اس کی حکمت معلوم نہیں اور واضح ہو کہ اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک چند یہود کے مسلمان ہونے کی کچھ حقیقت نہیں ہے مگر رسول کو ان کی دلداری کرنی نہایت عبادت ہے اور یہ ہی بڑا کمال ہے کیونکہ ان کا تو کام یہ ہے پس فائدہ یہ ہی تھا کہ کعبہ کا قبلہ ہونا ترک کر کے جانب بیت المقدس کیا گیا تاکہ معلوم ہووے کہ از جملہ مسلمانان مخلص کون ہے اور متردد کون ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تابعان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اکثر عرب قریشی یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھے کہ نسلاً بعد نسل تعظیم کعبۃ اللہ کے خوگر تھے اور اس کو حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ کہتے تھے اور اس کی مجاورت اور خدمت گذاری پر فخر کرتے تھے اور اور عرب سوائے قریش کے بھی معتقد اس ہی قبلہ کے تھے اور بسبب اپنے حسد کے بیت المقدس کو قبلہ بنی اسرائیل کہتے تھے، اسی لیے

Marfat.com

بیت المقدس کے قبلہ ہونے سے نہایت نفرت ان کو تھی پس اس لیے بیت المقدس قبلہ کرکے امتحان ان مسلمانانِ قریش کا کیا گیا تا معلوم ہووے کہ صرف باخلاص مسلمان کون ہوا ہے اور بپاسِ جمعیت اپنی قوم کے کون اور بغرض ترقی دولت وجاہ کے کون اسلام لایا ہے اور اگرچہ بلدی تعالےٰ کو سب علم حاصل ہے حاجت امتحان کی نہیں ہے مگر سب کار پردازانِ ملک وملکوت محتاج اس امتحان کے ہیں کہ بعد امتحان کے جیسا درجہ امتحان کا متحقق ہوگا ویسا اس کے موافق اس کے ساتھ عمل میں لایا جاویگا اور صرف علم الٰہی موجب جزا اور شمار کا نہیں ہے اس لیے ظاہر میں بھی موجب امتحان کا موجود ہونا ضرور ہے اور قاعدہ ہے کہ امتحان اس چیز سے کیا جاتا ہے کہ طبیعت کو ناگوار ہوتی ہے۔ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اور حقیقت یہ ہے کہ قبلۂ بیت المقدس بھاری اور ناگوار دلوں پر قریش کے تھا، کہ وہ اپنے کو اور اپنے رسول کو اولاد اسمٰعیل ابن ابراہیم علیہما السلام سے جان کر ان کے مکہ کو اپنا قبلہ گردانتے تھے کہ بیت المقدس قبلۂ موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور انبیاء بنی اسرائیل کا ہے اور اہل دانش یہ کہتے تھے کہ مکہ بیت المقدس سے افضل ہے اور افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کا قبلہ بنانا موجب تنزل کا ہے اور بعد ترقی کے تنزل سے سب پناہ مانگتے ہیں اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ مگر ان لوگوں پر ناگوار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور راز سے آگاہ کر دیا کہ کیوں مکہ سے بیت المقدس کی طرف رجوع کیا گیا کہ اس کا بیان اوپر گذرا اور جبکہ ہجرت ہوئی تو ناچار پشت بمکہ اور رو بمدینہ ہوئی اسی لیے نماز میں بھی یہی کیا گیا تاکہ مضمون ہجرت ہر وقت پیش نظر رہے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ بسبب فتح کے پھر اس طرف ان کا چہرہ کر دے یہ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے کہ دوام مضمون فتح اور غلبۂ اسلام اور دفعِ نجاست مشرکین پیش نظر رہے، ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ بعد تحویل قبلہ بسوئے مکہ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم جو زندہ ہیں تدارک اپنے کار گذشتہ کا کر سکیں گے کہ بقیہ عمر جانب مکہ نماز پڑھیں گے مگر جو مر گئے ہیں ان کی عبادت رائگاں گئی کہ وہ تدارک کرنے سے عاجز ہیں حکم ہوا کہ اس زمانہ تک قبلہ بیت المقدس حق تھا اس طرف نماز مقبول ہوئی رائگاں نہیں ہو سکتی ہے، اب وہ منسوخ قبلہ بجانب مکہ ہوا، اب اس طرف مقبول ہوگی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ کہ اللہ جل شانہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمھارا ایمان ضائع کرے بلکہ زیادہ تر قابل قبول ہوئی کیونکہ عمل اس کام پر کہ خلاف طبع ہو اور موافق عقل نہ ہو نہایت ناگوار ہوتا ہے اس سے کہ موافق عقل اور طبع کے ہو، اس لیے نمازیں جو

Marfat.com

جانب بیت المقدس ہوئیں سب قابل قبول ہیں اور نقصان قبلہ کا بھی موجب خوف نہیں ہے کہ متابعت تمہاری بمقابلہ اُس تفضل کے کافی ہے اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اور ضائع کرنا عمل کا کیونکر ممکن ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب آدمیوں پر نیک ہوں یا بد مسلمان ہوں یا کافر، بہت مہربان ہے اور نہایت رحم کرنے والا ہے کہ سب کی پرورش کرتا ہے اور سب کو روزی دیتا ہے اور سب کو آفتوں سے بچاتا ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ باوجود اتباعِ حکم کے نمازیں جو بیت المقدس کی طرف ہوئیں برباد ہو دیں یا ان میں نقصان ہو وے، اب یہاں چند امر بحث طلب ہیں، اول جَعَلْنَا کے لفظ کے دو مفعول ضرور ہیں مگر اس کے معنی ایسے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے مقرر نہیں کیا یہ قبلہ کہ تم اس پر ہو یا معنیٰ اول ہوں یعنی ہم نے کیا قبلہ اس قبلہ کو کہ تھے تم اس پر چند روز اور یہی معنی صاحبِ کشاف نے کہے ہیں لیکن سیاق و سباق آیت کا اس کو قبول نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ قبلہ کہ جس پر تھے مراد کعبہ ہوگا اور یہ خلاف مراد ہے کیونکہ امتحان ساتھ استقبال بیت المقدس کے کیا گیا ہے نہ ساتھ استقبال کعبہ کے اور یہود کہ معاندین اور منسوخ الملۃ ہیں ان کا طعن درباب استقبال کعبہ قابلِ قبول اور توجہ کے نہیں ہے۔ اور ان کو وجہ حکمت سمجھانی ضروری نہیں ہے اور کنت کو انت کی جگہ تصور کر کے یہ معنی کرنا کہ نہیں کیا ہم نے وہ قبلہ اب ہے تو اس پر تو یہ بھی درست نہیں موافق اسی بیان کے، اب رہی یہ بات کہ آیت سَیَقُوْلُ السُّفَهَاءُ آیہ كُنْتَ عَلَيْهَا وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً پر مقدم ہے حالانکہ آیت دوم اس پر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ استقبال بیت المقدس کا گذر کر کعبہ کا استقبال کیا گیا تو آیت اول کا مقدم ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ فصیحان عرب قریب الوقوع کو واقعہ تصور کر کے وہ ہی حکم جاری کر دیتے ہیں کہ بحالت وقوع کے ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آیت اول مقدم ہے اور تمہید ہے واسطے تبدیل قبلہ کے جیسا کہ تمہید حکم آخر فرمان اول میں کی جاتی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ تو نے اس طرح کی خطا ایام تعہدمیں کی تھی اس لیے موقوف کیا گیا۔ دوم علم الٰہی قدیم ہے پھر لِنَعْلَمَ کرنا کہ اب جان لیں ہم، کیا معنی! جواب علمِ الٰہی دو قسم ہے اوّل اصل تقدیر کا علم کہ زید کا یہ حال ہوگا اس علم میں تغیر اور تجدد نہیں ہو سکتا ، دوّم وہ علم ہے کہ اشیاء کے موجود ہونے سے اور معدوم ہونے پر بعد وجود کے متعلق ہو تو ظاہر ہے کہ بوجود اور عدم اشیا، تغیر علم الٰہی میں ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مراد علم سے تمیز اور وجود اور تحقق فی الخارج ہے اور اس سے بھی بہتر معنی یہ ہیں کہ تاکہ رسول اور مومنین

Marfat.com

جان لیں، چنانچہ خدمت لشکر کو بادشاہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ ہم نے فلاں شہر فتح کیا۔ سوم استقبال بیت المقدس کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے ہوا تھا جیسا کہ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اور كُنْتَ عَلَيْهَا سے مفہوم ہوتا ہے ورنہ حکم اس طور ہوتا کہ کون تابع خدا کا ہے اور وہ قبلہ کہ ہم نے اس کے استقبال کا حکم کیا تھا اور جب اس استقبال پر انکار نہ ہوا تو بمنزلہ وحی صریح کے ہو گیا گو وحی صریح نازل نہ ہوئی تھی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے بلحاظ امامت انبیا، کہ شیر جانب ہجرہ کے تھی اور بحکم ہجرت۔۔۔ اس طرف استقبال فرمایا تھا، چہارم یہ کہ لفظ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ سے موافق قرار دینے مفسرین کے کہ یہ لفظ واسطے کفر اور ارتداد کے عاریت ہے، اس سے مفہوم ہوا کہ جماعت وقت استقبال بیت المقدس کے مرتد ہوئی ہو تاکہ امتیاز درمیان مخلصان اور مترددین کے بوضوح متحقق ہووے کوئی روایت صحیحہ مؤید اور معاون اور پر اس مفہوم کے نہیں ہے جو ابن جریر نے تفسیر اپنی میں ابن جریج کی سے روایت کی ہے کہ بلغني ان ناسا ممن اسلم رجعوا فقالوا مرة ههنا ومرة بيت المقدس. پس یہ روایت صحیح السند نہیں ہے اور تمام صحاح خلاف اس کے نقل کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت تک ارتداد اور نفاق اصلا نہ تھا، جواب اس کا تفسیر میں گذرا کہ انقلاب علی العقبین سے استعارہ کفر و ارتداد سے نہیں بلکہ تغیر اور پر بقاء ایمان کے ہے لیکن مع الشبہات کے اور وہ قسم ایمان ضعیف سے ہے اور اسی واسطے بیہقی نے سنن اپنی میں علاوہ ازیں معتبر راویوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ممن ینقلب علی عقبیہ سے مفسرین نے شک اور ریب فرمایا ہے چنانچہ عطا کہتا ہے لنميز من يسلم الامر ومن لا يسلمه پنجم یہ کہ موافق نظم کلام کے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ جملہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ واسطے تشفی ان شخصوں کے ہو کہ استقبال بیت المقدس کا اوپر ان کے شاق اور دشوار تھا گویا فرماتے ہیں کہ ہر چند قبلہ کرنا بیت المقدس کا فہم اور طبع تمہارے میں گراں پڑا تھا گمان مت لے جاؤ کہ تمام نماز ایام گذشتہ میں کی طرف بیت المقدس کے باوجود کراہت طبع کے گذاری ہیں ضائع ہوئیں اور مستوجب اجر کا نہ ہوئیں بلکہ انقیاد امر الٰہی باوصف کراہت طبع کے مقتضی ایمان کا ہے قابل ضائع ہونے کے نہیں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عبادت کرنی وقت مکروہ طبع کے میں کفارہ گناہوں کا ہے کراہت طبع کے ساتھ اس حد کو پہنچے کہ عمل نیک موجب ملال کا بخوشی خاطر ہو ورنہ پاس رسم ور التزام اپنے سے ادا کرے موجب نقصان اجر کا ہوگا اور ضمیر ایمانکم سے صرف خطاب مومنین کو ہوا ہے

Marfat.com

کہ جو عمل نیک باوجود عدم رغبت کے بخوشی خاطر کیا جاوے وہ موجب ثواب کامل کا ہوتا ہے، جیسا کہ سردی کی شدت میں وضو اور غسل کرنا موجب ثواب کا ہے کہ باوجود نہایت ناگوار ہونے کے خوشی سے کیا جاتا ہے اور جبکہ خوشی دل کی نہ رہیگی تو البتہ نقصان ثواب ہوگا کیونکہ صحابہ کرام کا یہ کلام آپس میں ہوا کہ ایمان مُردگان کا بسبب اس کے کہ ان کو یہ قبلہ ناپسند تھا موجب اضاعتِ ایمان کا ہوا اور بعض نے ایمان کے معنی نماز کے کہے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرق درمیان مسلمان کے اور مشرک کے نماز ہے اور آیۂ کریمہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین کے بھی یہی معنی ہیں، کہ نماز قائم کرو ورنہ مشرک ہوگے اور واضح ہو کہ بسبب رأفت اور رحمت کے اجر توجہ بیت المقدس کا کامل کیا گیا مگر بسبب توجہ اس طرف کے بہ نسبت مکہ کے ناقص ہے اور چونکہ حضرت کی طبیعت میں استعداد کامل بالذات تھی اور یہ مقتضی اس کی ہے کہ وصف کامل بالذات کی طالب ہو اور مقتضائے رأفت و رحمت کا یہ ہے کہ کامل بالذات کو کامل بالوصف کرنا چاہیے، پس ارشاد ہوا کہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ہم دیکھتے ہیں بار بار تکنا تمہارا آسمان کی طرف کہ شاید جبرئیل علیہ السلام وہ وحی لائیں کہ جس میں توجہ مکہ کا ارشاد ہو، پس یہ آرزو قابل پورا کرنے کے ہے فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔ تو ہم بیشک پھیر دیتے ہیں اب تم کو اس قبلہ کی طرف کہ پسند کرتے ہو کہ استعداد ذاتی تمہارا قبلہ کا طالب ہے اور ملت تمہاری ابراہیمی ہے تا قبلہ بھی ابراہیمی ہووے اور پیغمبر تمہارے اولاد عرب جو ہوئے، کہ وہ سب خادم اور متوجہ اور طائف کعبہ کے رہے ہیں اگر یہ نہ ہوگا تو ان کو نفرت ہوگی اور کامل تابعدار نہ ہوں گے اور مکہ تمہارا وطن ہے اور ہر شخص اپنے وطن کی خوبی اور ناموری چاہتا ہے اور یہودی یہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر باوجود ادعائے ملت ابراہیمی کے اس کے قبلہ کو چھوڑ کر ہمارے قبلہ پر متوجہ ہوا ہے اگر ملت وہ ہے تو قبلہ بھی وہ ہو اور اگر قبلہ یہ ہے تو ملت بھی یہ ہو اپنے کام میں یہ حیران ہے چاہیے کہ ایک وضع اختیار کرے پس اس لیے حکم ہوا کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پھیر لو چہرہ اپنا طرف مسجد حرام کے کہ اس کی سیدھ میں یہ قبلہ بنا ہے اور اہل خدا کیلئے سوا خدا کے دوسری طرف نظر اس میں کرنی حرام ہے اور حرمت اس مسجد کی ایسی ہے کہ کسی اور مسجد کی نہیں ہے اور اگرچہ درخواست اس قبلہ کی تمہاری ہی تھی مگر چونکہ یہ قبلہ اس دین اسلام کے لیے کیا گیا ہے اس لیے تم کو اور تمہاری سب امت کو حکم ہے کہ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ، تم جہاں کہیں ہو اس طرف متوجہ رہو

Marfat.com

ریا تباع اپنے پیغمبر کے تم کو وہ کمال ہووے کہ اگلے انبیاء کو نہ تھا اور یہ گمان نہ کرنا کہ بیت المقدس
بلہ اہل کتاب کا ہی افضل ہوگا کہ قبلہ جاہلیت کا ہے کیونکہ تم کو تو دونوں خوبیاں حاصل ہوئیں اور اسی
ے تمہارا پیغمبر ذوالقبلتین ملقب ہوا۔ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ اور سچ
ہے کہ جو کتاب والے ہیں وے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قبلہ حق ہے کہ ان کی کتاب میں خود لکھا ہے کہ
خر زمانہ کا جو نبی ہوگا وہ ملت ابراہیمی پر ہوگا اور اسی لیے اس کا قبلہ قبلۂ ابراہیمی ہوگا اور یہ بھی خوب
علوم ہے کہ پیغمبر اور اس کی امت نے اپنی رائے سے یہ قبلہ نہیں ٹھہرا لیا ہے بلکہ مِنْ رَّبِّهِمْ، ان
کے رب کا حکم یہ ہی ہوا ہے اور یہ کتاب والے یہ حکم اور یہ خوبی اس پیغمبر اور اس کی امت کی اپنی کتابوں
ں سے چھپاتے ہیں اور وہ مطلب یا وہ حرف اور طور پر کر دیتے ہیں وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
ور اللہ غافل نہیں اس سے جو تم کیا کرتے ہو بحکم خدا کرتے ہو یا اپنی عقل سے اور اہل کتاب پر بھی بخوبی ظاہر
ہے کہ ان کا قبلہ یعنی پتھر جو ہوا میں معلق ہے اور وہ بحکم ہوا اور آسمان کے ہے اور قبلہ ایسا چاہیے، کہ
جس کی طرف سجدہ کریں اور اس کو قرار ایک جائے پر ہو اور یہ وصف کعبہ میں ہے اور آسمان اور یہ پتھر
قبلہ دعا ہے کہ اس کے نیچے دعا کریں تو امید قبول ہے نہ قبلہ نماز اور چونکہ ان میں استعداد کامل نہ تھی
اس لیے قبلہ دعا کو قبلہ نماز کیا گیا کہ ان کی نظر صرف خوف اور طمع پر تھی نہ عبادت پر اس لیے ان کی
عبادت بشکل دعا کی گئی بخلاف اس پیغمبر اور اس امت کے کہ ان کی استعداد اوپر عبادت کے متوجہ
تھی اور دعا ان کی عبادت سے جدا ہے کہ بنا اس کی خوف و طمع پر ہے نہ عبادت کے کہ اس کا قبلہ
جدا مقرر کیا گیا کہ کعبہ ایک گھر بنام خدا تعالیٰ مستقل بنایا گیا ہے بخلاف پتھر معلق کے کہ وہ تمام بیت
المقدس میں سے ایک جز ہے کہ غیر مستقل ہے اگرچہ بہت بڑا ہے، اب یہاں چند سوال ہیں۔ اول یہ کہ
ہو پر گذرا کہ حضرت نے اپنی رائے سے استقبال بیت المقدس کیا اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت اس سے راضی نہ تھے کعبہ کا استقبال چاہتے تھے۔ سو جواب یہ ہے اولا بامید اس کے کہ
شاید یہود کی تالیف قلوب ہو اور ہم کو کمال انبیاء بنی اسرائیل کا حاصل ہو جاوے۔ اپنے اجتہاد سے
بیت المقدس کا استقبال کیا تھا۔ جب یہود کو کچھ اثر نہ ہوا اور کمال انبیاء بنی اسرائیل حاصل ہو چکا
تو اصل استقبال بسوئے مکہ پسند آیا اور یا یہ کہ باوجود استقبال بیت المقدس کے اصل مقصود مکہ تھا۔
مگر بضرورت مذکورہ بیت المقدس اختیار کیا گیا تھا۔ دوم اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ

Marfat.com

استقبال بسوئے کعبہ ہے کہ یہ روئے زمین ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع اور عمل ہے اور استقبال سوئے مسجد الحرام مطابق اسی استقبال کے ہے جو سمٹنے پتھر معلق اندر بیت المقدس کے ہے جواب، حکم اس آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ ہم متوجہ کردیں گے تم کو اس قبلہ پر کہ جس کو تم چاہتے ہو، پس متوجہ ہو جاؤ طرف مسجد حرام کے پس معلوم ہوا کہ مسجد الحرام کی طرف متوجہ ہونا بعینہٖ کعبہ کا استقبال ہے اور حقیقت میں کعبہ اسی جانب اور اسی سیدھ میں ہے کہ جہاں مسجد حرام ہے اور مسجد میں نماز کسی اور طرف کی جاتی ہے نہ مسجد کی طرف پس مسجد حرام میں نماز پڑھنا بطرف کعبہ کے تعلیم ہوا اور بعض نے جو کہا ہے کہ حرم قبلہ اہل مشرق و مغرب کا ہے تو یہ درست معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے بعد تحویل مدینہ منورہ میں قبلہ حرم کو نہ کیا ہو بلکہ بیت کو گردانا اور اوروں نے کہا ہے کہ مسجد حرام کعبہ ہی کو کہتے ہیں یا تو مجازاً یا اس لیے کہ معنی مسجد کی طرف سجدہ کے ہے نہ جائے سجدہ کے اور فائدہ اس مجاز کا یہ ہے کہ جانب کعبہ ثابت ہوتی ہے اور اگر کعبہ نہ ہو تو یہ جانب کافی ہوگی اور یہ ہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ چنانچہ بروقت تحویل کعبہ کے سب جانب کعبہ متوجہ ہو گئے عین کعبہ پر متوجہ ہونا سب اہل شرق و غرب کا محال ہے چنانچہ وے لوگ کہ نماز فجر پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف پھر گئے اور تاریکی میں بخوبی توجہ بعین کعبہ کی نہ ہوسکی اور ان کی نماز حضرت نے جائز رکھی اور ایسا ہی ملاحظہ احوال غزوات اور سفر اصحاب کرام و تابعین عظام سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس جانب استقبال کافی تھا عین کعبہ کی طرف ضروری نہ تھا اور دریافت کرنا عین کعبہ کا موقوف اوپر دلائل ہندسہ کے ہے اور یہ علم نہ اس وقت تھا اور نہ اس کا تعلم ان کے نزدیک ضروری تھا کہ عین کعبہ کی تشخیص کیا کریں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصلی کے قدم سے ایک قوس کھینچی جائے اس کے سر پر گذرتی ہوئی کہ عین کعبہ پر تمام ہووے اور وہ قوس نصف دائرہ سے کمی ہو اور نہ اس کی تعلیم پر کسی کو حکم کیا گیا تاکہ شناخت عین کعبہ ہو سکے آور یا اگر معلوم ہو کہ فلانا پہاڑ و شہر کعبہ سے فلاں طرف ہے اور ہم اس پہاڑ یا شہر سے فلاں طرف ہیں تو یہ موجب دریافت جانب کعبہ ہو سکتی ہے اور یہ معلوم ہو کہ یہ پہاڑ جو اس طرف مکہ کے ہے اور یہ ہوا جو اوپر چل رہی ہے فلاں طرف سے فلاں طرف جاتی ہے تو بھی جانب کعبہ معلوم ہوتی ہے اور یا حرکت آفتاب سے دن کو معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں ملک اور فلاں شہر سے کعبہ شمال یا جنوب ہے اور بسبب نکلنے اور چھپنے آفتاب کے مشرق اور مغرب کا تحقق

Marfat.com

ہوسکتا ہے اس لیے کہ آفتاب ذریعہ جانب دریافت کعبہ کا ہوسکتا ہے اور شفق کے وجود سے وقت عشاء اور وقت فجر متحقق ہوتا ہے اور رات کے وقت حرکت سیارگان کی جانب کعبہ پر دلالت کرتی ہیں جیساکہ قطب تارہ دلیل کامل جانب کعبہ کی مقرر ہے۔ سوال سوم قَدۡ کے معنی تقلیل ہیں یعنی کبھی دیکھتے ہیں ہم اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہمیشہ ہوتا ہے نہ کبھی جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت کی توجہ خاطر طرف استقبال کعبہ دائمی نہ تھی گاہے گاہے ہوتی تھی اس لیے قَدۡ بمعنی تقلیل درست ہے اور یا یہ کہ قد بمعنی تحقیق بھی بہت وارد ہے تو اب معنی اس کے ماضی کے درست ہوئے۔ سوال چہارم واضح ہو کہ استقبال تمام بدن کا شرط ہے یہاں تک کہ قدم کی انگلیاں بھی اور اس آیت میں حکم ہے کہ صرف چہرہ کعبہ کی طرف کیا جائے۔ جواب یہ ہے کہ چہرے کا استقبال بدیں شرط جائز ہوا ہے کہ سارا بدن متوجہ ہو دے اور چہرہ کہ سارے بدن میں اشرف ہے اور آدمیت کا اعتبار صرف چہرہ سے ہے اس کا متوجہ ہونا کل آدمیت اور کل بدن کے متوجہ ہونے کو لازم ہے اور پشت وغیرہ کا استقبال باوجود استقبال چہرہ کے ممکن نہ تھا، اس لیے اس کا استقبال ساقط کیا گیا بلکہ متوجہ ہونا اصل چہرہ ہی کے ساتھ عقلاً اور عرفاً ہے۔ پنجم اس آیت سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس کس حالت میں متوجہ ہونا مقرر ہوا ہے جواب بحث استقبال نماز کی ہے اس لیے وہ ہی حالت مقصود ہے اور اور حالات میں مستحب اور مندوب ہے خواب یا ذبح یا نشست میں اور نماز فرض میں سوائے حالت خوف کے استقبال فرض ہے اور ایسے ہی نوافل میں بھی مگر سفر میں جبکہ گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو تو استقبال ضروری نہیں ہے اور پیادہ کو درست نہیں ہے اور جس جگہ کہ قبلہ محقق نہ ہوسکے چاہیے کہ کسی معتبر سے پوچھے اور اگر کوئی ایسا نہ ہو تو اپنی عقل سے اٹکل کرکے اس طرف نماز پڑھے اور پھر اگر غلطی معلوم ہووے تو اعادہ اس کا لازم نہیں ہے، اور یہ اہل کتاب باجود حقیت کعبہ کے اس کو اپنی کتابوں میں چھپاتے ہیں تو ان سے توقع اس کی کہ یہ تمہارے اسلام کو تسلیم کریں گے ہرگز نہ رکھنی چاہیے وَلَئِنۡ اَتَیۡتَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتَابَ بِکُلِّ اٰیَةٍ اور اگر تم لا دو کتاب والوں کو سب طرح کی آیتیں اور نشانیاں اور دلیلیں کہ حقیت اس قبلہ کی ان پر جیسی کہ وے جانتے ہیں ان پر کھل جائے تو باوجود اس معجزہ کے مَّا تَبِعُوۡا قِبۡلَتَكَ وے تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے تابع ہو جاؤ اور اب حقیقت یہ ہے کہ وَمَاۤ اَنۡتَ بِتَابِعٍ قِبۡلَتَهُمۡ تم ہرگز ان کے قبلہ کی پیروی نہ کروگے کہ یہ چیز منسوخ نہ ہوگا اور بیت المقدس منسوخ ہوا

Marfat.com

کہ پھر مامور نہ ہوگا اور اہل کتاب کا ایک قبلہ ہو تو اتباع بھی ہو سکے مگر جب مختلف ہو کہ یہود نے پتھر کو، جو بیت المقدس میں معلق ہے قبلہ کیا ہے اور نصاریٰ نے اس جائے کو کہ بیت المقدس میں کہ جانب شرق ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ کی روح حضرت مریم میں پڑی قبلہ کیا ہے کیونکہ سے وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ آپس میں بھی اور وہ قبلہ ایک دوسرے قبلہ کے تابع نہیں ہیں پس متابعت اہل کتاب کے قبلہ کی محال ہوئی اور نصاریٰ کہتے ہیں ہمارے قبلہ کی پیروی سہل ہے کہ شہر کا استقبال جو پہلے مامور ہوا تھا وہ بعد تولد حضرت عیسیٰؑ کے منسوخ ہو کر جائے نفخ روح مقرر ہوا، تو منسوخ ہونا قبلہ کا جب انھوں نے تسلیم کیا تو ممکن ہے کہ یہ دونوں قبلے منسوخ ہو کر کعبہ پر مقرر ہوا پس جب کعبہ مقرر ہوا تو پھر اہل کتاب کا اپنے پہلے قبلہ پر قائم رہنا بجز ہوا، نفسانی کے اور کچھ نہیں ہو سکتی ہے اسی لیے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اگر تم ان کی خواہش نفسانی کی باوجود اس علم اور اس حقیقت کے پیروی کرو گے تو ظالم یعنی گنہگار بمخالفت اس حکم کے ہو گے اور یہ بات کہ تم حکم خدا تعالیٰ پر ان کی خواہش کو ترجیح دو محال ہے تو تمہارا گنہگار ہونا بھی محال ہے اب یہاں دو سوال ہیں، اوّل اہل کتاب کے متعلق کہ عبداللہ بن سلام اور نجاشی تابع قبلۂ اہل اسلام کے ہوئے، کیونکر درست ہوئی۔ یہ بات کہ اہل کتاب تابع تمھارے قبلہ کے نہ ہوں گے جواب یا مراد تمام اہل کتاب ہیں اور ظاہر ہے کہ سب نے اسلام قبول نہیں کیا اور ایک دو کا اسلام لانا اس کا مخالف نہیں ہے اور یا مراد اہل علم ہیں سو علمائے یہود اور نصاریٰ سے کوئی اسلام نہیں لایا کیونکہ عبداللہ بن سلام وغیرہ جو ایمان لائے تھے وہ قبل اس آیت کے لائے تھے نہ بعد اس آیت کے اور صحیح تر جواب یہ ہے کہ مقصود اس آیت سے یہ ہے کہ اہل کتاب باوجود اس کے کہ وہ حقیقت اس قبلہ کی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کا ہے اور ان سے پہلے پیغمبروں کا ہے شاید کبھی اپنی نماز میں ادھر بھی متوجہ ہو جاویں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ دوم غرض اہل کتاب کی یہ ہے کہ تم ان کے قبلہ کے تابع ہو جاؤ سو یہ ایک خواہش ہے جمع کا لفظ کیا ضرور تھا جواب جمع کا لفظ اکثر دو پر بھی بولتے ہیں تو یہود کی خواہش متابعت پتھر معلق کی اور نصاریٰ کی متابعت جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ معہذا ہر شخص کی یہ تمنا تھی اس لیے جمع کا لفظ آیا کہ خواہشیں بہت ہوئیں اور اس پیروی میں ان کی بہت خواہشیں تھیں، ایک یہ کہ قبلہ کامل ترک ہوگا دوم شناخت قبلہ میں ہم مقتدا اور مدار اہل اسلام کے ہوں گے

Marfat.com

سوم نماز ان کے قبلہ کی طرف ہوتی، چہارم اہل کتاب کا یہ طعنہ اس دین اسلام پر تھا کہ نماز جو افضل عبادت ہے بے ہمارے دین اور ہمارے قبلہ کی پیروی کے درست نہ ہو سکی، سو یہ دین اسلام ناقص ہے اور ہمارا دین کامل اور کچھ خصوصیت درباب نماز بھی نہیں ہے جبکہ مطلق قبلہ ہونے سے غرض ہے کہ مراد ہمیشہ عام ہوتی ہے لفظ مخصوص کے اوپر مدار نہیں ہے اور زیادہ تر بیان آیت وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ میں گذرا۔ اب تمہاری یہ غرض ہے کہ یہ اہل کتاب بھی سچ جان لیں کہ قبلہ ان کا منسوخ ہوا اب آرزو نہ کریں کہ یہ قبلہ پھر مامور ہوگا اور قبلہ کامل منسوخ ہوگا اور یہ نہ کہیں کہ ہمارا قبلہ اگر اختیار ہوگا تو جان لیں گے کہ ہماری کتابوں میں جو پیغمبر آخری موعود اور مذکور ہے یہ ہی ہے ورنہ نہیں پس واضح ہو اکہ اَلَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ۔ جن کو ہم نے کتاب دی ہے خوب پہچانتے ہیں کہ قبلہ کامل اس دین کامل کے لیے چاہیے کہ وہ کعبہ ہے اور اسلام ہے اور خوب پہچانتے ہیں کامل کامل سے موقوف نہیں ہوگا اور خوب پہچانتے ہیں کہ پیغمبر آخری موعود مذکور کتاب سماوی میں یہ ہی شخص شریف ہے اور یہ شناخت ان کی بسبب معجزوں کے نہیں ہے بلکہ ایسی ہے کہ گویا آدمی کو پہچانتے ہیں باعتبار اس کے حلیہ اور صورت اور شکل اور شمائل اور اخلاق اور نسب اور قبیلہ اور قوم کے اور باعتبار اس کے گھر اور وطن کے کیونکہ یہ سب ان کی کتابوں میں درج ہے كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ جیسا کہ منجملہ بہت لڑکوں کے اپنے لڑکوں کو پہچان لیتے ہیں کہ اس قدر قد و قامت اور اس رنگ وغیرہ کے ہیں اور بعض ان میں سے کچھ اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور بعض وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ تو خوب چھپاتے ہیں اس حق کو اور خوب جانتے ہیں کہ حق یہ ہے اور خوب جانتے ہیں کہ ہم ناحق اس حق کو چھپاتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہم حق کو چھپاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ حق اور سچ وہ ہے کہ نازل ہوا ہے تیرے رب کے پاس سے خواہ علمائے کتاب اس کی تصدیق کریں یا نہ کریں اور بذریعہ اپنی کتابوں کے خوب جانتے ہیں حق ہونا تمہارا نہ بذریعہ امر عقلی اور معجزوں کے فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ۔ پس لازم ہے کہ ہرگز اپنے امر میں شک نہ کرو کہ ان کتاب والوں نے جو تصدیق نہ کی تو ہمارا اعتبار نہیں ہے بلکہ حق ہونا تمہارا وحی پر موقوف ہے، جب وحی نازل ہوئی تو کیا شک رہا اگرچہ یہ لوگ شک کریں یا تصدیق نہ کریں کیونکہ بعد وحی کے کسی کی

Marfat.com

تائید کی حاجت نہیں ہے بخلاف الہام اور کشف اولیاء اور صلحاء کے کہ وہ حجت قاطعہ نہیں ہے ظنی ہے اس لیے تائید اور تصدیق کی حاجت ہوتی ہے اب یہاں چند سوال ہیں جواب طلب، اول آنکہ لفظ معرفت در باب شناخت اشخاص شخص معین کے بولتے ہیں کہ پہلے سے اس کو جانتے ہوں اور بسبب چند عوارض کے ناآشنا سا ہو گیا ہو اور پھر علامات اور نشان ہائے سابقہ شناخت کرلیں اور علم واسطے شناخت معانی کے بولتے ہیں یعنی اہل کتاب باعتبار علامات اور نشان ہائے مندرجہ اپنی کتاب کے پہچانتے ہیں کہ یہ وہ ہی پیغمبر ہے جو موعود ہے اور علم پیغمبر کے منکر نہ تھے اور علم پیغمبری کہ موقوف او پر معجزوں کے ہے سب اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کیلیے برابر ہے خاص اہل کتاب کے لیے حجت نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام سے پوچھا کہ تم ہمارے رسول کو کیونکر جانتے ہو، کہا میں ان کی رسالت اور پیغمبری کو اس طور پر جانتا ہوں کہ اپنے پسر کی فرزند سے زیادہ، یعنی باوجودیکہ اس کی فرزندی کا مجھ کو اقرار ہے مگر احتمال ہے کہ اس کی مادر نے اور کسی سے نطفہ لے کر یا کسی کا ولد لے کر میرے ساتھ منسوب کیا ہو اور اس حضرت کی رسالت اور پیغمبری میں مجھ کو کچھ شک اور احتمال نہیں ہے حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن سلام رض کو آفرین کہا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پس آیت کریمہ سے شناخت شخص مراد ہے اور اس حدیث میں علم پیغمبری وجہ مطابقت کیا، جواب وجہ مطابقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے یہ کہا کہ بہ نسبت شناخت شخص اپنے پسر کی ان کی زیادہ تر شناخت مجھ کو حاصل ہے کہ اس میں تو احتمال بھی ہے اور ان میں احتمال نہیں ہے کیونکہ علم پیغمبری تو ان کو بخوبی حاصل تھا، مطابقت اس علم کی ساتھ شناخت شخص پیغمبر کی خوبی ہے کیونکہ پیغمبری میں تو کسی اہل کتاب کو انکار نہ تھا بلکہ شخص میں تکرار تھی کہ یہ ہے یا اور کوئی، دوم معرفت پسران اور دختران دونوں برابر ہے کیوں پسران کو خاص کیا، جواب بسبب شرافت کے کہ پسر کو دختر پر ہے اور یا یہ کہ پسر کو بہ نسبت اوروں کے پدر جب شناخت کرتا ہے تو اور سب لوگ اس کی شناخت کو ترجیح دیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اور لوگ بھی اپنے اپنے پسران کو اور اس کے پسر کو جدا جدا پہچانتے ہیں بخلاف دختران کے کہ بسبب عدم ملاقات اور قلت اختلاط کے کہ ایک دعوی مرجح اور مسلم نہیں ہو سکتا ہے۔ سوم پیغمبر معصوم میں محل شک نہیں ہیں نہی کرنا ان کو کیا معنی، جواب پیغمبر مطلق احکام کرنے اور نہ کرنے کا مکلف مثل اور بنی آدم کے ہوتا ہے مخالف عصمت ذاتی کے نہیں ہے اور احکام بالامر اور

Marfat.com

باطنی موقوف اس پر نہیں ہے کہ مادۂ عصیان کا ہو ورنہ نہیں ہونگے اب واضح ہو کہ خلقت انسان میں باعتبار صورت اور سیرت کے اختلاف ہے اس لیے اوروں کا متفق ہونا ایک امر پر یا ایک قبلہ پر ممکن نہیں ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا اور سب آدمی اور ہر گروہ اور ہر ملک اور ہر ولایت کے لیے جہت ہے کہ اس کی طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں. کوئی کفر پر جاتا ہے کسی نے اسلام قبول کیا ہے کوئی بتخانہ میں جاتا ہے اور کوئی مسجد میں کوئی عشق زن میں گرفتار ہے کوئی زر کا طلبگار ہے. شعر (کسی کا دل خدا سے لگ رہا ہے ؛ کوئی روئے پری وش تک رہا ہے ؛ کوئی بتہائے سنگیں پوجتا ہے ؛ کوئی بیہودہ قصہ بک رہا ہے ؛) پس اس اختلاف باہمی کے درپے نہ ہو اور یہ نہ جانو کہ یہ اختلاف ظاہری واسطے اتفاق اور جمع باطنی کے کیا مفید ہو سکتا ہے. بلکہ یہ حصول جمع باطنی موقوف اوپر عبادات اور نکوئی ہائے اصل کے ہے نہ اس قبلہ پر کہ یہ اصل عبادت نہیں ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ پس دوڑو تم نیکیوں پر کہ اصل نیکیاں ہیں مثل نماز اور زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ نہ قبلہ پر کہ وہ اصل عبادت نہیں ہے بلکہ ذریعہ عبادت کا ہے جیسا کہ بدن وغیرہ کی طہارت ذریعہ نماز کا اور زیارت قبور ذریعہ یاد گور و خدا کا ہے اور مناقب اور مدائح اولیاء اور صلحاء ذریعہ حصول ان کی روش کے ہیں اور اچھی طرح پڑھنا قرآن شریف کا ذریعہ حصول شوق کا ہے اور یہ خیال نہ کرو کہ بسبب اختلاف کے جو روشنی حاصل نہ ہوگی تو عبادت قابل قبول نہ ہوگی کہ یہی اصل غرض اتحاد قبلہ سے ہے کیونکہ مقصود اصل عبادت ہے اور اس کا مقبول ہونا بارگاہ ایزدی میں اور بروز حشر سرخرو ہونا اتحاد قبلہ پر موقوف نہیں ہے اس لیے کہ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تم جہاں ہو مشرق یا مغرب، اور خوشی یا غم اور عبادت یا بے ہودگی اور اسلام یا کفر میں اور اطاعت یا گنہگاری میں تم سب کو خدا تعالیٰ جمع کر دیگا قیامت میں. اور عبادت اور نکوئی ایک کی دوسرے کے لیے مفید ہوگی اور ایک کا نور عبادت دوسرے سے روشن ہوگا اور ناقص کو ایسے ہی کامل کیساتھ کمال حاصل ہو جاویگا وعلی ہذا القیاس کفر ایک دوسرے کے سے باعث مزید عذاب اور رسوائی کا ہوگا. اور یہ سب کام خدائے تعالیٰ پر بہت آسان ہے کہ وہ سب پر قدرت کامل رکھتا ہے کہ سب کو ایسا جمع کرے کہ ایک کو دوسرے سے فائدہ حاصل ہو اور کامل کو ترقی اور ناقص کو کمال پہنچے. اب یہاں چند بحثیں ہیں اوّل یہ کہ واو جو اول میں

(الف) بیان استحباب تاخیر وقت و تعجیل کا۔

Marfat.com

ہوتی ہے موافق قاعدۂ عرب کے گرجاتی ہے وجہ میں سے کیوں نہ گری، جواب واو فعل یا اس کے توابع میں سے گرتا ہے اور وجۃ نہ فعل ہے اور مصدر وغیرہ بلکہ تام ہے اور تام میں تعلیل نہیں ہوتی ہے دوم فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ سے امام شافعی نے یہ دلیل لی ہے کہ نمازیں اول وقت ادا ہوتا کہ معنی سبقت اور پیشی کے متحقق ہوں اور یہ معنی اس حدیث شریف کے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ نماز میں دیر نہ کرنا جب وقت ہو جاوے اور جنازہ پر نماز میں دیر نہ کرنا اور بیوہ کے نکاح میں دیر نہ کرنا جب اس کا کفو ملے مگر ظہر گرما کی تاخیر اور عشا کی تاخیر ثلث شب تک۔
حدیث سے ثابت ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر جماعت زیادہ ہو جاوے تو تاخیر کرنی بہتر ہے کہ اس میں انتظار کا بھی ثواب ہوتا ہے مگر مغرب میں جلدی کرنا بہتر ہے اور جاڑے کی ظہر میں جلدی کرنا بہتر ہے اور اجماع امت اس پر ہے کہ نماز کے وقت میں اور کاموں میں مشغول رہنا اور اس کی تیاری نہ کرنا ممنوع ہے اور معنی استباق کے یہ ہیں اور انتظار میں نماز کے بیٹھے رہنا موجب ثواب ہے۔
سوم وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ کے معنی اکثر مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ قبلہ مقربین عرش ہے، اور قبلہ روحانیین کرسی ہے، اور قبلہ کروبیین بیت المعمور ہے اور قبلۂ دعا آسمان ہے اور قبلۂ ملائکہ زمین کا بدن آدم کا ہے اور قبلۂ انبیاء بنی اسرائیل کا بیت المقدس ہے اور قبلۂ آدم حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام کعبہ ہے اور قبلہ ارواح کا سدرۃ المنتہی ہے مگر اب معنی فاستبقوا الخیرات کے موزوں نہیں ہوتے ہیں مگر اس طرح کہ مراد مطلق نیکیوں کا حاصل کرنا ہے کہ اپنے اپنے دین پر نیکیاں حاصل کریں، نہ خاص ایک طرح پر بلکہ رضامندی خداوندی جس طرح بھی وحی سے یا غیر وحی سے پس جیسے کہ ایک طریق تمام گروہوں کے لیے ممکن نہیں ہے ویسے ہی ہر ہر فرد کے لیے اتفاق ایک امر پر ممکن نہیں ہے پس اسی واسطے لازم ہے کہ ہر شہر کی جانب قبلہ جدا ہو اور اصرار اپنے شہر کی سمت پر درست نہیں ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور جبکہ نکلو تم سفر کو تو اپنے شہر سے سمت قبلہ پر متوجہ نہ ہو بلکہ نفس قبلہ پر متوجہ ہونا چاہیے کہ جانب مسجد حرام کے اپنا منہ موڑتے رہو کہ گردا گرد کعبہ کے بنی ہوئی ہے اسی لیے کعبہ کے حکم میں ہے مگر اس طور پر کہ توجہ کعبہ کی زائل نہ ہونے پاوے ورنہ نماز نہ ہوگی کہ صرف مسجد حرام کا استقبال ہے استقبال کعبہ کے متحقق اور کافی نہ ہوگا وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَمَا

(ف) بیان قبلہ ہر عبادت کرنے والے کا۔

Marfat.com

اللہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور یہ تعیین قبلہ کا بجانب کعبہ کے بے تعیین جہات کے حق ہے خاص تمھارے رب کا حکم ہے اور تعیین جہات اس کی طرف سے نہیں ہوسکتی ۔ کہ بیاو پر اختلاف اماکن کے موقوف ہے اور جو کچھ تم کرتے رہتے ہو تمھارا اللہ اس سے غافل نہیں ہے بلکہ جو نماز کہ با استقبال کعبا اس کے حکم سے ہوتی ہے سب صحیح ہے اور موافق وعدہ کے ثواب ملے گا یہ نہیں ہے کہ وہ غافل ہے ، اور اس کی غفلت میں محنت کی ہوئی رائیگاں جانے کا خوف ہے مثلاً حنفیہ جنوب میں کھڑے ہوتے ہیں اور امام ان کا شمال میں اور فخراً کہتے ہیں کہ ہم بمقام ابراہیم علیہ السلام قائم ہیں اور شافعیہ غرب کعبہ میں کھڑے ہوتے ہیں اور فخراً کہتے ہیں کہ قبلہ ہمارا وہ جگہ ہے کہ آیت اس پر لازم ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ اور یہ سب استقبال کعبہ پر مستقل اور قائم ہیں اور اس سے پہلے جب مکہ سے نکلے تھے ، تو بیت المقدس کو قبلہ کیا تھا ، اب اگر وہاں سے نکلو تو ایسا نہ کرو وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کہ جہاں سے نکلو بلکہ مکہ سے تو اپنا استقبال مسجد حرام پر رکھو اور یہ حکم خاص تم کو نہیں ہے بلکہ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط اور جس جگہ کہ تم ہو اور تمھاری امت ہو اور تم سب اپنے گھر پر یا سفر پر ہو تو تم سب توجہ کرو جانب مسجد حرام کے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّةٌ۔ تا کہ نہ ہو تم پر اور لوگوں پر عرب یا یہود یا نصاریٰ کو غلبہ اور حجت کہ بعض عرب یہ کہیں گے کہ باوجود اتباع ملت ابراہیمی کے قبلہ ابراہیمی کو ترک کر رکھا ہے اور بعض یہ کہیں گے کہ بسبب مخالفت قریش کے قبلہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو ترک کیا باوجودیکہ ان کی اولاد ہے اور ان کی نبوت اور ملت کا اتباع اور اعتقاد ہے اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ۔ مگر جو لوگ کہ ظالم ہیں یعنی حق پر اپنے تعصب اور عناد سے طعن کرتے ہیں کہ استقبال کعبہ از راہ حق پرستی نہیں ہے بلکہ بمحبت اپنے وطن کے یا اپنی قوم کے ، اور بعض یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ رسول اپنے کام میں حیران ہے پہلے کعبہ کو قبلہ کیا پھر بیت المقدس کو پھر کعبہ کو تو اب اس پر بھی اعتماد نہیں ہے کہ شاید پھر پھر جاوے پس ایسے ظالم دشمنوں کے طعنہ سے فَلَا تَخْشَوْهُمْ نہ خوف کرو تم کہ دشمن کا قول صرف عداوت پر مبنی ہے نہ تحقیق پر اور اُنسے کہہ دو کہ مجھ کو یاد نہ کیا کریں ورنہ مجھ کو ساتھ لعنت کے یاد کرنا پڑے گا ، اور عبداللہ بن حمید اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ تم دیکھتے ہو کہ قاتل نفس اور شارب خمر اور چور اور زناکار بھی تو خدا کی یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا ۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ جب یہ لوگ یاد

Marfat.com

کرتے ہیں تو خدائے تعالیٰ ان کو لعنت سے یاد کرتا ہے جب تک کہ وے چپ ہو ویں۔ الغرض یہ ذکر مطلق نہیں بلکہ مقید ہے یعنی جبکہ موافق رضامندیِ خدا کے ذکر کروگے تو باعث ذکر خدا کا ہے۔ چنانچہ مفسرین متقدمین نے یہ تفسیر اس آیت کی کی ہے یاد کرو میری ساتھ طاعت کے کہ یاد کروں گا میں تم کو اپنی مغفرت ورحمت کے ساتھ، یاد کرو مجھ کو ساتھ معاہدہ کے میں تم کو یاد کرونگا ساتھ مشاہدہ کے، مجھ کو یاد کرو تم ساتھ دعا کے میں یاد کروں گا تم کو قبول کے ساتھ، یاد کرو مجھ کو ذلیل ہو کر میں یاد کروں گا تم کو فضیلت دے کر، یاد کرو مجھ کو آدمیوں کی بھری مجلس میں میں یاد کرونگا تم کو فرشتوں کی مجلس میں، یاد کرو مجھ کو فراغت میں میں یاد کرونگا تم کو تنگی میں، یاد کرو مجھ کو اپنی زندگی میں میں یاد کروں گا تم کو تمھاری موت کے بعد، یاد کرو مجھ کو دنیا میں یاد کرونگا میں تم کو آخرت میں، یاد کرو مجھ کو بندگی کے ساتھ میں یاد کروں گا تم کو پرورش کے ساتھ، یاد کرو مجھ کو صدق اور اخلاص کے ساتھ یاد کرونگا میں تم کو زیادتِ اختصاص کے ساتھ۔ از مترجم۔ احادیث جو مذکور ہوئیں اور جن پر تفاسیر کی بنا ہے سب اخبار احاد ہیں موافق اصول حنفیہ کے مقیدِ اطلاق نہیں ہیں خصوصاً کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ و رحمتی سبقت علیٰ کل شیٔ و علیٰ غضبی معارض ان احادیث کی ہیں، کفر بے ادبی بے تعظیمی غفلت معصیت کیونکر مانع رحمت وعنایت عامۂ خداوندی کا ہوسکتی ہیں مشاہدہ دلیل قوی ہے نعمت دنیوی سے کس قدر یہ لوگ محظوظ ہیں تکلیف فقر وفاقہ سے محفوظ اور اہل اسلام اور اہل تقویٰ باوجود اس اختصاص کے ان سب مراتب میں ان کے ساتھ برابر ہیں۔ مگر وہاں کے الطاف کی قابلیت ہم میں ہی نہیں ہے ورنہ ان کے عموم میں تو کچھ شبہ نہیں شعر۔ عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر ٭ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا ٭ ہم یہ کہیں گے داور محشر کے رُوبرو ٭ کیا کیا گناہ کیے تیری رحمت کے زور پر ٭ اور قاعدہ مسلم حنفیہ کا یہ ہے کہ مطلق جبکہ معمول باطلاقہ ہوسکے تو اس کا مقید ہونا جائز نہیں ہے۔ بحث چہارم اپنے مقام اجابت دعا میں ثابت ہے کہ ذکر مستلزم شکر خدا کا ہے اور یہی بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جو تو میرا ذکر کرے گا تو یہی میرا شکر ہے اور جب مجھ کو تو بھول جائیگا تو یہ کفران نعمت ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ تیرا شکر کیونکر ادا ہوسکے کہ ہر وقت نعمت زیادہ ہوتی ہے فرمایا کہ مجھ کو یاد رکھو بھولو نہیں

Marfat.com

کیونکہ میرا ذکر میرا شکر ہے اور میرا نسیان میرا کفران ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو توفیق یاد الٰہی میسر ہوئے : اللہ تعالیٰ بیشک اس کو یاد کرے گا کیونکہ فرمایا ہے باری تعالیٰ نے مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور جس نے توفیق دعا کی پائی، قبول بھی اس کو حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمھاری درخواست قبول کرونگا، اور جن کو توفیق شکر کی ہوئی نعمت زیادہ حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو گے میں تم کو نعمت زیادہ دیتا رہوں گا اور جس کو استغفار کی توفیق ہوئی اس کو مغفرت حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب سے مغفرت مانگتے رہو کہ وہ غفار ہے اور خالد بن ابی عمر سے روایت کی ہے کہ جو حکم خداوندی کا فرمانبردار ہوگا بالضرور خدا تعالیٰ کو یاد کرنیوالا ہوگا اگرچہ اور عبادت نماز و روزہ کم کرے اور جو کہ نافرمانبردار ہو وہ خدا تعالیٰ کو فراموش کیے ہوئے ہے اگرچہ نماز و روزہ وغیرہ بہت کرے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یاد الٰہی کیلئے پرہیزگاری اور نگہبانی احکام الٰہی کی بہت ضروری ہے اور صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ اے ابن آدم اگر تو مجھ کو اپنے دل میں یاد کریگا، میں بھی تجھ کو اپنے دل میں یاد کروں گا اور جو تو مجھ کو بھری مجلس میں یاد کریگا تو میں تجھ کو ملائکہ اور انبیاء اور اولیاء کی محفل میں یاد کروں گا اور جانیو کہ تیری مجلس سے یہ گروہ میرا بہت بہتر ہے اور تو ایک بالشت میری طرف آئے گا تو میں ایک گز تیری طرف آؤں گا اور اگر تو میری طرف قدم قدم آئے گا تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔

اور سنن ابن ماجہ اور معتبر کتابوں میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ملتے ہیں. تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں اور جامع ترمذی اور صحاح میں وارد ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام میں عبادات بہت ہیں. مجھ کو سب سے عمدہ عبادت تعلیم فرمائیے کہ ہمہ تن اس ہی میں متوجہ ہوجاؤں کہ سب عبادات ادا نہیں ہو سکتی ہیں ارشاد ہوا کہ زبان بذکر الٰہی تر رہے اور بیہقی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا تو انھوں نے بہت سی باتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیں. آخر یہ بات پوچھی کہ اعمال خیر میں سے کونسا عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر ہے ارشاد ہوا کہ تا وقت موت بذکر الٰہی تر زبان رہنا ۔ اور ابوبکر بن ابی الدنیا ابوالمخارق کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بشب معراج ہمارا گذر ایک شخص پر ہوا کہ وہ ہمہ تن

Marfat.com

نورِ عرش میں غائب تھا، ہم نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کیا فرشتہ ہے سب نے عرض کیا کہ یہ شخص فرشتہ نہیں ہے بلکہ آدمی ہے کہ دنیا میں بذکر الٰہی تر زبان تھا اور دل اس کا مسجد کے ساتھ متعلق رہتا تھا اور اپنے ماں باپ کو کسی سے برا نہیں کہلوایا، اور امام احمد کی کتاب الزہد میں اور کتابوں معتبر میں وارد ہے کہ حضرت ابوالدرداء کے روبرو یہ ذکر ہوا کہ فلاں شخص نے سو غلام خدا کے لیے آزاد کیے ہیں انھوں نے فرمایا کہ البتہ اس قدر دینا بہت ہے مگر اس سے بہتر دو کام ہیں ایک ایمان کہ رات دن اس کو انسان نے اپنے اوپر لازم کیا ہو دوسرے زبان کہ ہمیشہ بیادِ خداوندی تر رہے یہ کہہ کر پھر یہ کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ میں بتلاتا ہوں تم کو بہتر عبادت اور بہتر عمل کہ جس سے خدا کے یہاں تمھارے درجے بلند ہوں اور بہ نسبت صدقہ زر و سیم کے بھی بہتر ہے اور بہ نسبت جہاد کے بھی بہتر ہے کہ جس میں دشمن تمھاری اور تم ان کی گردنیں کاٹو، لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایئے، ارشاد ہوا کہ وہ ذکرِ خداوندی ہے اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکرِ خدا تعالیٰ دل کو اور ہر چیز کو صیقل کرتا ہے اور بہ نسبت ذکرِ الٰہی اور کوئی عمل زیادہ تر نجات دینے والا عذاب سے نہیں ہے اور یہ مضمون دو بار فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد بھی ذکرِ الٰہی کے برابر نہیں ہے حکم ہوا کہ ہاں برابر نہیں ہے اگرچہ جہاد میں ایسی کوشش کرے کہ تلوار ٹوٹ جاوے اور طبرانی اور بزاز اور بیہقی عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو نہ جاگ سکے اور بسبب محبت اور بخل کے مال خرچ نہ کر سکے اور بسبب نامردی کے دشمنانِ خدا سے جہاد نہ کر سکے پس اس کو لازم ہے کہ ذکرِ خدا بہت کرے کہ ان سب نقصانوں کا تدارک ہو سکے گا اور یہ ہی محدثین عبداللہ بن عباس سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جس کو چار چیزیں دنیا میں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائیں پس اس کو دنیا و دین کی بھلائی حاصل ہوئی۔ دلِ شاکر اور زبانِ ذاکر اور مرض پر بدنِ صابر اور زوجہ کہ خاوند کی عزت اور مال کی نگہبان اور خیر خواہ ہووے اور ابن حبان ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اونچی مسندوں پر بیٹھ کر اور نرم تکیہ لگا کر بذکر الٰہی مشغول ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کو برکت اس ذکر کی سے بہشت میں درجاتِ عالی عطا فرماویگا اور صحیح بخاری و مسلم میں یہ آیا ہے کہ یادِ خدا کرنیوالا زندہ ہے اور نہ یاد کرنیوالا مردہ ہے اور طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنی بغل میں روپیہ لے کر تقسیم کرنا شروع کرے اور دوسرا شخص یادِ خدا کرنی شروع کرے تو بلاشبہ یاد کرنے والا اس سے بہتر ہے اور طبرانی اور بیہقی نے کئی روایتیں بیان کی ہیں کہ اہل بہشت کسی بات پر حسرت نہ کریں گے مگر اس ساعت کے تلف ہونے پر کہ بے یادِ خدا دنیا میں گذری۔ اور صحیح مسلم اور صحاح میں وارد ہے کہ جب کوئی جماعت ذکر خدا کے لیے بیٹھتی ہے تو ملائک ان کے گرداگرد پھرتے ہیں اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپتی ہے اور اطمینان دل ان کو ملتا ہے اور حق تعالیٰ اپنے مقربوں میں یاد فرماتا ہے اور یہی مضمون ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور صحیحین میں وارد ہے کہ بہت سے فرشتے گلی گلی پھرتے ہیں کہ کہیں اہل ذکر پاویں پس جہاں دیکھتے ہیں، اور فرشتوں کو آواز دیتے ہیں کہ یہاں آؤ یہاں تمہارا مدعا و مطلب موجود ہے پس فرشتوں کے پرے کے پرے وہاں آن کر موجود ہوتے ہیں اور ذاکرین کے گرداگرد کھڑے ہوجاتے ہیں اور تہ بہ تہ آسمان تک جم جاتے ہیں جب اہل ذکر فراغت پاتے ہیں تو یہ فرشتے بھی چلے جاتے ہیں، جناب باری سے ارشاد ہوتا ہے کہ تم کہاں سے آئے وے عرض کرتے ہیں تیرے بندوں کے پاس سے کہ تیرا ذکر کرتے ہیں اور تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھ کو دیکھا ہے یہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں گے تو کیا کریں گے یہ عرض کرتے ہیں کہ زیادہ تر فریفتہ اور شیفتہ اور جان دادہ و دل باختہ ہوجاویں گے اور اس سے بھی زیادہ یاد کریں گے، پھر حکم ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں یہ عرض کرتے ہیں کہ بہشت چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے ان دونوں کو دیکھا ہے یہ عرض کرتے ہیں کہ بے دیکھے یہ حال ہے اگر دیکھ پائیں گے تو بہشت کے زیادہ تر خواہاں ہوں گے اور دوزخ سے زیادہ تر پناہ جویاں، اب ارشاد ہوتا ہے کہ تم گواہ ہو اس بات پر کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا اور ان کا مطلوب ان کو دیدیا، منجملہ ان ملائک کے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ایک شخص شامل ذکر اگرچہ نہ تھا مگر کسی کام کے لیے آن کر ان میں شامل ہو کر بیٹھ گیا تھا، وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اس کو بھی میں نے بخشدیا۔ یہ ذاکرین ایسا رتبہ رکھتے ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی بخشا جاتا ہے اور صحیح مسلم اور دار کتابوں صحیح میں وارد ہے کہ ایک شان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے اور ایک محفل پر کھڑے ہو کر پوچھا کہ تم یہاں کیوں اکٹھے ہو عرض کیا کہ ہم یادِ خدا کرتے ہیں اور اس کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو طرف اسلام کے ہدایت فرمائی، حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم قسم کھاؤ کہ اسی لیے یہاں بیٹھے ہو

Marfat.com

انھوں نے قسم کھائی پھر ارشاد ہوا کہ میں نے تم کو اس لیے قسم نہ دی تھی کہ تمھارا کہنا جھوٹ جانا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اس گروہ پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے روبرو فخر کرتا ہے تو باعث اس فخر کا میں نے تم سے بقسم تصدیق کیا اور امام احمد اور بیہقی حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ بروز حشر فرمائے گا کہ آج تمام خلقت کو جو یہاں اکٹھی ہے معلوم ہوگا کہ بزرگی کیا ہے اور اس کے لائق کون ہے۔ لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم کو ارشاد ہو کہ وہ کون لوگ ہیں تاکہ ان کے سوائے اور کسی کو ہم بزرگ نہ جانیں ارشاد ہوا کہ جو لوگ مجالس ذکر خدا میں بیٹھتے ہیں اور یہ ہی محدثین مذکورین روایت کرتے ہیں کہ جب ذاکرین خدا کے ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان میں پکارتے ہیں کہ تم بخشے گئے، جاؤ کہ تمھاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خدا سے زیادہ کوئی عمل عذاب قبر کے لیے مفید نہیں ہے اور اور محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو الدرداءؓ اور ابی بن کعبؓ اور عبادۃ بن الصامتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور معاذ بن جبلؓ اور سلمان فارسیؓ للہ مال دینے اور جہاد کرنے اور عبادات عمدہ سے ذکر خدا کو بہتر اور خوب جانتے تھے کہ کسی کا ان میں سے یہ قول ہے کہ ایک بار اللہ اکبر کہنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور کسی کا یہ مقولہ ہے کہ سو بار اللہ اکبر اگر کہوں تو بہتر ہے اس سے کہ سو دینار للہ دوں اور کسی نے یہ فرمایا کہ نماز فجر سے طلوع شمس تک ذکر خدا اگر کیا جاوے تو بہتر ہے اس سے کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کروں اور ایسے ہی نماز عصر سے غروب آفتاب تک اور کوئی یہ کہتا ہے کہ ایک شخص مشرق سے چلا اور دوسرا مغرب سے اور اس کے پاس زر ہے کہ اس میں سے کچھ خرچ نہیں کرتا ہے مگر موافق حق کے اور وہ دو سرا ذکر خدا کرتا ہے یہاں تک کہ دونوں راستہ میں ملے تو ذکر خدا والا اس سے بہتر ہے اور ایک صاحب نے یہ کہا کہ ذاکر خدا اور قرآن پڑھنے والا جب مرا تو بہتر ہوگا اس سے جو روپیہ خرچ کرتا ہوا اور یاروں کو کھلاتا ہوا مرا بلکہ وَاخْشَوْنِیْ مجھ سے ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی طعنہ زنی سے میرا حکم چھوڑ دو کیونکہ ہمارا حکم نہ ماننا موجب عذاب اور خسران ابدی کا ہے اور ان کے طعنہ پر صبر کرنا چند دن کے لیے موجب ثواب دائمی ہے اور جبکہ ہماری عظمت تمھارے دلوں میں بیٹھ گئی تو اور مخلوقات کی کیا حقیقت ہے کہ ان کا کچھ کہنا تم پر اثر کر سکے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے رضی اللہ عنہ کہ تو اپنے خالق کی تعظیم کیا کر کہ تمام

Marfat.com

مخلوق تیری آنکھوں میں کمتر معلوم ہوگی، اب یہاں چند سوال ہیں اول یہ کہ حکم استقبال مسجد حرام تین آیات میں ہے اس کا کیا سبب ہے، جواب بعض نے یہ دیا کہ اول آیت ساکنان حرم کیلیے ہے اور دوسری ساکنانِ جزیرۂ عرب کیلیے ہے اور سوم کافۂ اہل زمین کیلیے مگر یہ مضامین آیات سے ثابت نہیں ہیں بے قرینہ اس طرح مراد لینا بلاغت سے بعید ہے اور خطاب جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو حضرت مدینہ میں تھے نہ از جملہ ساکنانِ مکۂ معظمہ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس مضمون پر یہ تین دلیلیں آئی ہیں اسی لیے ہر دلیل کے ساتھ دعوٰی کی تجدید کی گئی تاکہ دلیل کو دعوٰی کے ساتھ اور دعوٰی کو دلیل کے ساتھ ربط کامل حاصل ہووے . بار اول میں یہ دعوٰی ثابت کیا گیا کہ اہل کتاب اس کو حق جانتے ہیں اور توریت اور انجیل اس کی گواہ ہیں اور بار دوم میں ثابت کیا گیا کہ یہ امر حق ہے، اور تمھارے رب کی طرف سے مامور ہوا ہے اور بار سوم میں دفع الزام مردم کیا گیا جیسا کہ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ، اور وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ. کو ہر دعوٰی کے ساتھ مکرر کیا گیا ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ یہ آیتیں نتیجہ میں بعد استدلال دلائل کے اور وہ آیات استقبال قبلہ کے دلائل سے پہلے مذکور ہیں وجہ سوم چونکہ اول آیت میں قِبْلَةً تَرْضٰىهَا سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ قبلہ بسبب پسندیدگی رسول کے بدلا گیا اور آیت دوم میں یہ مضمون نہیں ہے اور سوم میں اس کی تاکید ہے کہ جس سے تشفی تام حاصل ہوئی ہے وجہ چہارم یہ کہ اول آیت میں حکم قبلہ کرنے کعبہ کا مطلق اور عام سب حال میں ہے اور آیت دوم میں شامل ہے سب مکانات کو اور آیت سوم میں عام سب وقتوں کے لیے کہ اب احتمال خصوص اور قید کا نہیں ہے، وجہ پنجم ہماری شریعت میں اول سب سے یہ ہی حکم منسوخ ہوا ہے اس لیے تاکید تین بار کی گئی کہ تاکہ جو امر کہ کبھی نہ ہوا ہو اس میں کچھ ناگواری اور شک نہ رہے مگر اس وجہ میں شبہ یہ ہے کہ درمیان تاکید اور مؤکد کے حرف عطف واو نہیں ہوتا ہے اور یہاں موجود ہے سو جواب یہ ہے کہ جملۂ اول مؤکد اگر کسی جملۂ سابقہ پر عطف ہو۔ اور اس پر حرف عطف ہو تو یہ جملہ مع حرف عطف کے مکرر ہوگا تاکہ تاکید تمام ہووے اور واضح ہو کہ تاکید اور مؤکد میں اتحاد یہ مضمون شرط ہے سو اول وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ تاکید اپنے کلام سابق کی نہیں ہوسکتا ہے کہ وہاں حکم استقبال کرنے کعبہ کا مدینہ منورہ میں ہے اور یہاں حکم استقبال ہے حالت سفر میں اور وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ دوم بیشک تاکید اس کی ہے کہ تفسیر میں گذرا. اب یہاں ایک شبہ ہے کہ قول کفار اور انکی

طعنہ زنی سب بے اصل ہے سو اس کو حجت کیوں فرمایا کہ حجت اور دلیل کلام ثابت الاصل کو کہتے ہیں۔ جواب یہ اصطلاح خاص متکلمین کی ہے جس دلیل کے مقدمات مسلمہ اور مصدقہ ہوں وہی حجت اور دلیل ہو سکتی ہے ورنہ نہیں ہو سکتی ہے اور قرآن شریف میں صرف عرف پر مدار ہے اور دشمن اپنے کلام کو حجت اور دلیل غلبہ کی جانتا ہے اور معنی لغت کے مطابق ہیں کہ معنی اس کے غالب ہونے کے ہیں جیسا کہ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ قرآن شریف میں وارد ہے اور ان کو صرف باطل کرنا کلام حق کا بذریعہ اپنے کلام کے مقصود ہے۔ ان کو اتنی فرصت کہاں کہ مقدمات اپنے دلائل کے درست اور صحیح کر کے حجت لاویں اور اس کے اس کلام بے اصل کو حجت کہنا ان کے ساتھ ہنسی کرنا ہے اور علاوہ اسکے یہ ہے کہ مخالفین کا شبہ دفع ہو اور لوگوں کو تم پر جائے طعنہ کی نہ رہے۔ اس قبلہ میں واردھی قاعدہ یہ ہے کہ لِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ تاکہ تمام کروں میں اپنی نعمت تم پر کہ تم جو نماز میں متوجہ اعلیٰ وافضل قبلہ پر ہوئے تو زیادہ ترقی نعمت اور برکات اور انوار کے ہو گی کہ یہ نسبت اور قبلہ کے زیادہ تر برکت حاصل ہو گی وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ اور چونکہ یہ تحویل قبلہ جسم سے طرف مبدء خاک کے ہوا ہے تو موجب ہدایت کا حقیقت کی طرف ہو گا کہ روح کی توجہ ہو گی اپنی حقیقت کیطرف اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے اللھم انی اسئلك تمام النعمة اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے تمام نعمت تو دریافت فرمایا کہ تمام نعمت کیا ہے پھر خود ہی فرمایا بہشت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تمام نعمت موت پر اسلام ہے۔ اب ایک بات یہ ہے کہ اتمام نعمت اس آیت میں تحویل قبلہ سے ثابت ہوتا ہے اور دوسری آیت جو سورۂ مائدہ میں ہے اس سے اتمام نعمت حجۃ الوداع میں ثابت ہوا ہے سو جواب یہ کہ یہاں اتمام نعمت قبلہ کا ہے اور وہ ایک امر خاص ہے اور وہاں اتمام نعمت جملہ ارکان دین کا اور ہر نعمت علیحدہ تو اس کا اتمام علیحدہ اور یا یہ کہا جاوے کہ در باب عبادت اور ادا حج کہ یہ دونوں متعلق کعبہ سے ہیں۔ اتمام نعمت نماز کا بسبب تحویل جہت کامل اور فاضل کی ایک قسم ہے کہ اس میں اتمام نعمت بہ توجہ اس طرف ہے اور اس میں اتمام نعمت بہ طواف اور زیارت مکان متبرکہ کے ہے اور یہ ہدایت اور اتمام نعمت تم پر ایسا ہے۔ كَمَا جیسا کہ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا بھیجا ہم نے تم میں ایک پیغامبر کہ ہدایت کرے تم کو کہ ہماری ہدایت متحقق ہوتی ہے مِنْكُمْ کہ وہ تمہاری قوم سے ہے کہ عربی قریشی ہے اور جب تمہاری قوم سے ایسا پیغمبر ہو کہ اولین و آخرین کا سردار ہو کس قدر عزت اور

رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور اس کے مقاصد کا بیان

Marfat.com

نعمت اور فخر اس قوم کو حاصل ہوگا۔ شعر۔ ہوا ہے فخر عرب بلکہ فخر عالم کا؛ کہ ایسا کون ہے فرزند جناب آدم کا؛ تمھارے حسن پہ قرباں ہے حسن عالم کا؛ کہ یاں ظہور ہے حسن خدائے دو عالم کا؛ اور مشہور ہے کہ عرب دوسرے کی متابعت سے نہایت غیرت کرتے تھے اس لیے نعمت کا تحقق ہوا کہ تم کسی اور کے بجز اپنی قوم کے تابع نہ ہوئے اور سارا عالم تمھارا تابع کیا گیا اور اشرف کی متابعت سے سب کو فخر ہوگا نہ عار کہ یہ رسول سب سے اشرف ہے اور یہ رسول صرف ربانی احکام پہنچانے کے لیے نہیں ہے بلکہ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا پڑھتا ہے تمھارے اوپر ہماری آیتیں کہ وہ اس کے لیے معجزہ ہیں تمھاری زبان میں کہ لطائف اور وجوہ اعجاز کی تم پہ بخوبی ظاہر ہوں تاکہ اس کی پیغمبری کے لیے نہایت کامل سند ہو وے اور یہ ذریعہ معرفت ذات و صفات اور اسرار و احکام کا روشن ہووے اور جان لو کہ مرضی خدا کس میں ہے اور کس میں نہیں ہے اور یہ کلام جب تم میں موجود ہے تو اتفاقی تم کو جدائی اور بُعد خدمت رسول سے ہو جاوے تو بھی ہدایت میں نقصان نہ ہوگا اور یہ آیات نماز میں اور نماز کے باہر پڑھتے رہو گے تو موجب ثواب کا ہوگا اور سب علوم اور تمام خوبی ہائے دنیا اور عقبیٰ کی اس کے ذریعہ سے تم کو اب ملیں گی، کہ یہ سب امور نہایت ہدایت اور نعمت ہیں اور یہ رسول صرف آیات کے سنانے پر نہیں ہے بلکہ تم پر توجہ تام متوجہ ہے تاکہ وَیُزَکِّیْکُمْ اور صفائی تمھارے دل کی کرتا ہے کہ جس پہ درستی اعتقادات اور حسن اخلاق اور نکوئی عادات موقوف ہے کہ یہ عمدہ نعمت ہے۔ اور اور نعمت یہ ہے کہ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ بتاتا ہے یہ رسول تم کو معنی کتاب کے اور اسرار اور لطائف اس کے کہ صرف معنی ظاہری مقصود نہیں ہے بلکہ ہر ہر کلمہ سے معنی اور حکم ظاہری جیسا مستفاد ہوتا ہے ویسے ہی اس سے حکمت اور اسرار بھی متعلق ہے کہ دونوں عالم ظاہر و باطن کے مالک ہو کر وراثت نبوت کی تم کو حاصل ہوگی اور ایک پر اکتفا کرنے سے نقصان رہے گا کہ شاید صرف اباحت اور بے قیدی اختیار کرو کہ یہ ہدایت اور اس کے بعد نعمت ہر دو کامل ہونگی اور کیسا ہی ہوشیار اور صاحب زبان اور واقف اسرار ہو مگر محتاج ہے کہ مرشد اس کو تعلیم اسرار و رموز کی کرے وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ اس لیے تم کو تعلیم کریگا یہ رسول وہ باتیں کہ تم ہرگز نہیں جان سکتے ہو اور نہ جان سکتے تھے جیسا کہ کیفیت نماز اور کمیت زکوٰۃ اور مناسک حج کہ کیونکر کریں اور کیا کریں اور جو باتیں کہ کتاب میں نہیں ہیں سب کی تعلیم تم کو کریگا اور واضح ہو کہ جب ایسی نعمت اور ایسی ہدایت میں نے تم کو کی تو میرا احسان سراسر تم پر ثابت ہوا فَا

اس کے بدلے میں: فَاذْكُرُونِي مجھ کو یاد کرتے رہو تم ہر رنگ میں اور ہر زبان میں اور ہر زمانہ میں اور ہر حلقہ میں میرا کلام پڑھتے رہو اور میرا نام لیتے رہو اور میری حمد اور تسبیح اور تہلیل کرتے رہو اور ہر کام پر میرا نام لیتے رہو اور توجہ اور استغراق میرے حضور میں کرو کہ جس طرح اہل سلوک کرتے رہتے ہیں یا فکر کرتے رہو میری توحید میں اور میری ذات و صفات کے دلائل میں اور ہمارے اسرار و معاملات میں کہ ہر ذرہ میری حکمت ہائے مخفیہ پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سب کام علمائے راسخ الاقدام کا ہے اور کوشش میں رہو کہ موافق وعدہ و وعید کے عمل جاری رہے تا خوف قہر سے امید رحمت کی حاصل ہوئے۔ کہ یہ کام اہل تقوی ظاہری کا ہے اور یہ کام صرف اعضا کا ہے اور وہ کام دل کا۔ اور یہ کام دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ ہر عضو کو ان کاموں سے جو ممنوع ہیں اور اس عضو سے متعلق ہیں باتباع میرے حکم کے اور مجھ سے ڈر کر باز رکھنا چاہیے یعنی آنکھ کو روکنا چاہیے کہ اجنبی عورت پر نہ پڑے خوبرو کو نہ دیکھے من مترجم۔ اور ان سب کو حُسنِ غیر سمجھ کر آنکھ بند کرنی چاہیے ورنہ جلوہ گری حُسنِ خدا کو تو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیے۔ شعر:۔ دیکھ لینے دے ذرا دیدۂ گریاں مجھ کو ؛ پھر کہاں پائیگا یہ حُسن کا ساماں مجھ کو ؛ برائے دیدنِ تو آدم بوجود ؛ وگرنہ آمدم از عدم برائے چہ بود ؛ ورنہ حکم فاعتبروا یا اولی الابصار وقیاس کارگراز کار بیکار مہمل ہوتا ہے وحصر بیچ آخرت کے بیچ احوال سلف کے موجہ نہیں ہے کہ لفظ ابصار اس پر خوب دلالت کرتا ہے اور زبان سے کسیکو بُرا نہ کہے اور جھوٹ نہ بولے اور ناحق سے کسی کا مال بے وجہ نہ تلف کرے اور کانوں سے کسی کی برائی نہ سنے اور کہانیاں بیہودہ نہ سنے اور مزامیر و ملاہی کہ متعلق سامعہ گوش کے ہیں نہ سنے کہ سننا ان کا حرام ہے اور پیروں سے بارادۂ فاسد کسی فعل بد کے لیے یا شراب خانہ اور چکلہ وغیرہ میں نہ جاوے اور حاکم سے جا کر کسی کی چغلی نہ کھاوے اور فرج سے زنا اور لواطت اور سحاق نہ کرے اور اپنے لب و دندان اور دہن اور گلو سے مال غیر و حرام نہ کھائے اور معدہ کو تر نہ کرے اور علی ہذا القیاس۔ دوم ہر عضو کو اس کام پر متوجہ کرنا چاہیے کہ جس پر اس کو مامور کیا ہے۔ میرا خیال اور میرا ذکر کرے۔ غرض کہ یہ سب اسباب ذکر کے ہیں اور تحقیق ذکر بلا توجہ .... ان اسباب کے نہیں ہوتا ہے اس لیے ان اعضاء کی توجہ کا نام ذکر رکھا گیا اور جب تم میرا ذکر کرتے

ف:۔ بیان گناہ کبیرہ کا اور ممانعت اس کی لے مزامیر اور ملاہی اکبر کبائر سے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ اس حدیث کے فرمایا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق وتلذذ بها كفر ۱۲

Marfat.com

ذکر و شکر کے امر اور ناشکری کی نہی کا بیان

رہو گے تو اَذْكُرْكُمْ میں تمھارا ذکر کرتا ہوں گا یعنی ایسا متوجہ تم پر ہر وقت رہوں گا کہ سب امور دینی و دنیوی تمھارے درست اور صلاح پذیر ہوتے رہیں گے اور کسی میں خلل نہ آویگا اور گناہ زائل ہوتے جائیں گے اور درجے قربت کے بڑھتے جائیں گے اور ہر امر پر استحقاق تمھارا بہ نسبت اوروں کے زیادہ تر ہوگا اور ہر امر پر تم بہ نسبت اوروں کے زیادہ ثواب کے مستحق ہوگے اور یہ ذکر اگرچہ ضمناً مؤدی شکر کا ہے مگر قصداً ابھی وَاشْكُرُوْا لِيْ شکر میرا کرتے رہو کہ میں نے تم کو یہ نعمت دی ہے کہ یہ اعضا ر سامان ذکر کے ہیں کیونکہ صرف ذکر بے نیت شکر موجب حصولِ مراتب کا ہے مگر جبکہ شکر بھی قصداً ہووے تو باعث حصول اور ترقیات کا ہوگا کہ شکرِ نعمت سے مزید نعمت ہوتی ہے وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ اور ایسا کام اس ذکر اور شکر میں تم ہو کر باعث کفرانِ نعمت میرے کا ہو جاوے کہ اس سے نعمت کا نقصان ہے اور مانع ترقی درجات اور حصولِ قربت کا ہے مثلاً باوجود ذکر اور شکر کے مال بِللہ دینے سے روکا جاوے یا بحضور بادشاہ کے کسی حاجت مند یا بے گناہ کی سفارش نہ کی جاوے تو ذکر و شکر خالص نہ ہوگا، اب یہاں کئی امر بحث طلب ہیں اول اُس مقام میں کہ ظہور اجابت دعائے حضرت ابراہیمؑ ہے تزکیہ مقدم ہے تعلیم کتاب و حکمت پر اور دعائے حضرت ابراہیمؑ میں مقدم ہے اس پر جواب یہ ترتیب الفاظ دعا اور اس کی اجابت میں شرط نہیں ہے بلکہ مقصود حصولِ اجابت تمام مضمونِ دعا کا ہے بلکہ بلاغت یہ ہے کہ موافق محل کے کلام چاہیے دعا میں تعلیم اس سے مقدم ہے کہ بعد تعلیم تزکیہ حاصل ہوگا کہ وہ سبب اور ذریعہ تزکیہ کا ہے ورنہ بدون تزکیہ تعلیم سے کیا فائدہ اور تعلیم اصل مقصود نہیں ہے اس لیے دعا میں مبادی و وسائل کو مقدم کیا تا ان کے حصول کے بعد اصل مقصود کے حصول میں کچھ تامل و دریغ نہ ہو اور یہاں مقام اجابت میں تزکیہ کہ اصل مقصود ہے مقدم کیا گیا تاکہ دلالت کرے حصول مقصود پر وَلَا تَكْفُرُوْنِ کے اور وَاشْكُرُوْا لِيْ کے ایک معنی ہیں۔ اس لیے وہ اس کی تاکید ہوئی اور تاکید اور مؤکد میں حرف عطف واو نہیں آتا ہے کیونکہ معطوف و معطوف علیہ دونوں مغایر ہوتے ہیں اور یہاں مغایرت نہیں ہے پھر واو کیوں آئی ہے؟ جواب یہ دونوں جملے علٰحدہ ہیں ایک دوسرے کی تاکید نہیں ہے امر شکر گذاری اور نہی از کفران نعمت دونوں جدا جدا مقصود ہیں اگر اول مؤکد ہو اور دوم تاکید تو اول ہی مقصود ہوگا ورنہ دوم اگر اول مبدل منہ یا بیان ہو تو دوم بدل ہو کر وہ ہی مقصود ہوگا نہ اول، سوم اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق ذکر بندگان موجب ذکرِ خداوندی ہوتا ہے حالانکہ بعض وقت بیچ ذکر الٰہی کے بے ادبی اور بے تعظیمی بھی کرتے ہیں اور یاد کر الٰہی

ف۱ بیان فضیلت ذکر اللہ کا

بغفلت کرتے ہیں اور یاد کرالٰہی حالت گنہگاری میں کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس طرح کا ذکر موجب ذکر خداوندی بعنایت و برحمت نہ ہوگا (جواب) ابن عساکر اور دیلمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ مجھ کو یاد کرو میری طاعت کے ساتھ میں تم کو یاد کرونگا اپنی مغفرت کے ساتھ اور جو مطیع ہو کر مجھ کو یاد کرتا ہے تو لائق ہے مجھ کو کہ یاد کروں اس کو ساتھ اپنی مغفرت کے اور جو گنہگاری کی حالت میں مجھ کو یاد کرے تو لائق ہے کہ میں غصہ سے یاد کروں اسکو اور عبد بن حمید نے عبداللہ بن عباس سے یہ تفسیر روایت کی ہے کہ میرا ذکر موافق تمہارے ذکر کے ہے اگر تم بوجہ نیک یاد کروگے تو میں بھی بوجہ نیک تم کو یاد کروں گا اور جو حالت بدی میں یاد کروگے تو میں بھی بدی سے یاد کرونگا اور ابن جریر نے سدی سے یہ روایت کی ہے کہ بندہ خدا کو یاد نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ خدا بھی اس کو یاد کرتا ہے اگر ایمان والا ہے تو اس کی مغفرت اور رحمت سے یاد ہوتی ہے اور جو کافر ہے تو اس کی عذاب اور لعنت سے یاد ہوتی ہے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ ظالموں اور تحقیق اس مقام پر یہ ہے کہ ہر عمل اپنے موقع پر باعث کثرت ثواب ہوتا ہے نفس کے آراستہ کرنے میں حجاب اور غفلت کے دور کرنے میں ذکر خداوندی نہایت مفید اور باعث ثواب ہے اور خرچ کرنا مال کا اور جہاد کرنا اپنے موقع ضرورت یعنی بیوگان اور یتیموں کی خبر گیری میں اور جہاد کرنا دفع شر کفار کے لیے نہایت موجب ثواب ہے ذکر اس مقام میں اور خرچ و جہاد اس کام میں مفید نہیں ہوگا اور ابن ابی شیبہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل ذکر ملائکہ کو ایسے روشن نظر آتے ہیں کہ جیسے تم کو ستارہ اور طبرانی نے کئی روایات اس مضمون کی روایت کی ہیں کہ ایک جماعت تجلی ذات الٰہی کے داہنی طرف منبروں پر بیٹھی ہوگی کہ انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وے کون لوگ ہیں فرمایا کہ ایک قوم یا ایک قبیلہ سے نہیں ہیں کہ ان کا نام بتایا جاوے کیونکہ مختلف قوم اور مختلف شہروں کے ہیں مگر صرف خدا کے لیے آپس میں دوستی کرکے ذکر الٰہی کے لیے ایک جا اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام باقر سے نقل کیا ہے کہ ذکر اور شکر سے بہتر خدا کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں ہے اس لیے اس مقام اجابت میں ذکر اور شکر کا ذکر فرمایا ہے اور صحاح میں یہ بھی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

بعد ہر نماز فرض کے یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ کہ اے میرے اللہ میری مدد کرتا رہ اپنا ذکر کرنے پر اور اپنا شکر کرنے پر اور اپنی حسن عبادت پر، اور حقیقت شکر کی یہ ہے کہ ہر نعمت خداوندی اس کی مرضی میں صرف کی جاوے اور ناپسند سے باز رہا جاوے اور یہ بہت دشوار ہے اور شریعت میں اس عبادت کی ادائیگی کے لیے یہ طریقہ مقرر ہوا ہے کہ ہر نعمت کو حق کی طرف ملتفت ہوتے محض لطف و انعام خداوندی سمجھے اور اپنی قابلیت اور استحقاق کو کچھ دخل نہ دے اور اپنے عمل کو ادائے حق نعمت سے کمتر اور قاصر جانے اور ایسا لفظ بولے کہ سب اقسام نعمت کی عام ہووے اور بروقت برتنے کسی نعمت کے اگرچہ ظاہرا وہ نعمت معلوم نہ ہو بلحاظ اس کا نعمت ہونا ملاحظہ کر کے اس پر زبانی تعریف خدا کی یا خرچ کرنا مال کا یا عبادت بدنی یا قربانی کرے، حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی نعمت بندہ پر نازل ہوتی ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ محض عنایت ایزدی سے یہ نعمت مجھ کو میسر ہوئی ہے میرا کچھ استحقاق اس پر نہ تھا تو یہ ہی بمنزلہ ادائے شکر کے متصور ہوتا ہے گو زبان پر کلمہ شکر جاری نہ کیا ہو اور انگرکھا جب پہننا شروع کیا اور شکر ادا کیا ابھی کہ پہن نہیں چکا ہے شکر گذار اس نعمت کا شمار کیا گیا اور ایسا ہی جب کوئی گناہ کرے اور پھر پشیمان ہووے تو یہ اس کے اعمال میں لکھی جاتی ہے گو کلمۂ توبہ اور استغفار زبان پر بھی نہ لایا ہو اور امام احمد کتاب الزہد میں اور بیہقی ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں جس میں سوالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درج ہیں پڑھا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ میں تیری شکر گذاری کیونکر کر سکوں کہ میرا بہت بڑا عمل تیری نہایت چھوٹی نعمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے ارشاد ہوا کہ تو نے جو ادائے شکر میں اپنے کو عاجز جانا یہ ہی شکر گذاری ہے اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح کو کہے الحمد للہ علی حسن المساء والحمد علی حسن المبیت والحمد للہ علی حسن الصباح تو شکر شب و روز کا ادا کیا گیا اور بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ شکر قابل تیری جناب کے کونسا ہے فرمایا کہ زبان تیری ہمارے ذکر سے تر رہے، پھر عرض کیا کہ بعض اوقات ہم قابل ذکر نہیں ہوتے ہیں کہ بسبب حاجت غسل یا استنجا کے ذکر بے ادبی ہے حکم ہوا کہ میرا ذکر کسی طور پر مت چھوڑو، پھر عرض کیا کہ کیونکر کہوں میں،

Marfat.com

ارشاد ہوا کہ سبحانک اللھم لا الہ الا انت ...... سبحانک وبحمدک لا الہ الا انت کہتے رہو اور بیہقی کہتا ہے کہ ایک شخص حضرت کے دربار میں روز حاضر ہو کر سلام عرض کرتا، حضرت اس سے دریافت فرماتے کہ کیونکر رات گذری عرض کرتا کہ حضور! آپ کے خدا کا شکر ہے، ایک روز جو حاضر ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ آج کیونکر گذری عرض کیا کہ ساتھ خیریت کے گذری اور شکر گذار ہوا، یہ سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اس نے عرض کیا کہ پہلے ہر بار آپ دعا فرمایا کرتے تھے اور آج دعا نہ فرمائی ارشاد ہوا کہ ہمیشہ تو شکر کرتا تھا اس لیے دعا ہوتی تھی اور آج تو نے شکر ادا نہ کیا اس میں شک کیا اس لیے دعا نہ ہوئی اور بیہقی نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ تمام اعضاء کا شکر جدا جدا ہونا چاہیے آنکھ کا جدا زبان کا جدا ہاتھ کا جدا، ادائے شکر صرف زبان ہی پر موقوف نہیں ہے اگر صرف زبان سے شکر ادا کرے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا مثلاً ایک شخص ایک کنارہ اپنے کمبل کا اوڑھ لے اور باقی چھوڑ دے تو ہرگز گرمی اور سردی اور بارش میں کچھ حفاظت اسکی نہ ہوگی اور ترمذی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ نعمت والا جب شکر کرے تو اس کو ویسا ہی ثواب ہے جیسا کہ روزہ دار صابر کا اور بیہقی اور ابن ابی الدنیا چند روایتیں لائے ہیں، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو خصلتیں جس میں ہیں وہ صابر شاکر ہے اور جس میں نہیں ہے وہ نہیں ہے ایک یہ کہ معاملات دین میں اپنے سے بڑے کی پیروی کرے دوم یہ کہ معاملات دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور شکر خدا کرے کہ میں اس سے بہتر ہوں اور جو اس کے خلاف دیکھے وہ نہ شاکر ہے نہ صابر اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو صبح کو یہ دعا پڑھے اللھم ما اصبح بی او باحد من خلقک من نعمۃ فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر تو تمام دن کا شکر ادا ہوا اور جو شام کو پڑھے تو تمام رات کا شکر ادا ہوا اور ابن ابی الدنیا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب کوئی کسی صاحب بلا کو مبتلا دیکھے، اور کہے کہ شکر اور ثنا اس خدا کو ہے کہ جس نے مجھ کو اس سے بچایا تو شکر ادا ہوا مگر اس طور کہے کہ صاحب بلا نہ سُنے کہ اس کا دل شکستہ ہوگا اور ابوداؤد و ترمذی کہتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی ہوتی تو شکر کا سجدہ ادا کرتے اور ابن ابی الدنیا نے عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج حضرت جبرئیل آئے اور مجھ کو یہ بشارت دی کہ حضرت باری تعالیٰ

ف بیان ادائے شکر اوپر چند نعمت کے ۶

Marfat.com

سے حکم ہوا کہ جو کوئی تم پر درود ایک بار پڑھے تو میں دس بار درود اس پر پڑھوں گا اور ایک بار جو کوئی سلام تم پر بھیجے تو میں دس بار سلام اس پر بھیجوں گا تو یہ بشارت سنکر میں نے سجدۂ شکر کیا اور خرائطی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور افضل الشکر الحمد للہ کہنا ہے اور ابن ابی شیبہ اور ابن سعد اور اور محدثین نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اہلِ دنیا کو مصروف ان کے سیم وزر میں دیکھو تو یہ دعا کیا کرو اللھم انی اسئالك الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلك قلبًا سلیمًا ولسانًا صادقًا واسئلك خیر ما تعلم واعوذ بك من شر ما تعلم واستغفرك بما تعلم انك انت علام الغیوب۔ اور شرع شریف میں فرزند کے تولد کا شکر عقیقہ کرنا ہے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی دینی ہے اور نکاح کا شکر ولیمہ ہے اور نئے کپڑے پہننے کا شکر یہ ہے کہ پرانا کپڑا فقیر کو دیا جائے اور ادائے روزۂ رمضان کا شکر یہ ہے کہ عید کے روز صدقہ دیویں اور زینت کریں اور تکلف کریں اور ادائے حج کا شکر یہ ہے کہ قربانی عیدالاضحٰی کریں اور تکلف اور زینت کریں، کھانے اور پینے اور خواب سے اٹھنے کا شکر ذکرِ زبانی ہے اُن دعاؤں سے ادا ہوتا ہے جو احادیث میں ان وقتوں کے لیے وارد ہوئی ہیں اور شکر مالداری یہ ہے کہ لباس وغیرہ میں اپنے اوپر اس کا اثر ظاہر کرے اور فقیروں کو بھی دیوے اور شکر سواری کا یہ ہے کہ محتاجوں کو بھی عاریۃً دیا کرے اور شکرِ مواشی یہ ہے کہ دودھ اس کا کبھی فقیروں کو دیا کرے اور کھیتی اور میوہ کا شکر یہ ہے کہ کسی کو اس کے کھانے سے منع نہ کرے لیکن لے جانے سے منع کرنیکا حق ہے کہ اس میں نقصانِ سرمایہ ہے اور شکر ہر کاریگری کا یہ ہے کہ اس کا فیض جاری رکھے۔ صاحبِ حاجت کا خط لکھ دے اور طالب علم کو پڑھا دیوے غریب کے کپڑے سی دیوے اور چونکہ ذکر اور شکر خداوندی شامل جملہ احکام شرعیہ کو ہے اور ایسے ہی کفرانِ نعمت تمام منہیات کو پس ادا کرنا جملہ احکام شرعیہ کا اور بچنا تمام منہیات سے بنظر ظاہری دشوار ہے اس لیے اس کے واسطے ایک طریقہ مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے کہ جب اس کو اختیار کریں گے تو گویا عامل جملہ احکام شرعیہ کا اور محفوظ جملہ منہیات سے محصور ہو گئے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ۔ اے ایمان والو اگر ذکر اور شکر میرا اور بچنا میری منہیات سے تم کو دشوار پڑے تو مدد مانگا کرو اللہ سے بواسطہ صبر کے کہ ہمارے لشکروں میں سے یہ

ف بیان تقسیم صبر کا ساتھ انسان کے۔

Marfat.com

بہت بڑا لشکر ہے اور خاص کیا گیا ہے ساتھ آدمی کے کہ یہ تمہاری مشکلات میں مددگار رہے گا، اور
اور حیوانات کو کہ صرف شہوت ہے عقل نہیں اور ملائکہ کو کہ صرف عقل ہے شہوت نہیں صبر نہیں دیا گیا پس
صبر کہ واسطے روکنے شہوت اور غضب کے ہے اور کو نہیں دیا گیا سوائے تمہارے کیونکہ ابتداً اگرچہ
انسان بطور اور حیوان کے پیدا ہوتا ہے اور سوائے کھانے کے اور کچھ اس کو مطلوب نہیں ہوتا ہے، اور
پھر سوائے کھیل کے اس کو اور کچھ مرغوب نہیں ہوتا ہے اور پھر جوانی میں سوائے جماع کے اور کچھ خوب
نہیں معلوم ہوتا ہے مگر اس وقت میں عقل بھی اس کو ملتی ہے کہ بذریعہ اس کے اس لذت موجود کو چھوڑ
کر بسعادتِ انجام رجوع کرتا ہے پس جبکہ عقل غالب آئے اور شہوت زائل ہو تو اس کو صبر کہتے ہیں، صبر
کی دو قسمیں ہیں بدنی کہ متعلق بدن سے ہے اور نفسانی کہ متعلق نفس سے ہے، صبر بدن کا یہ ہے کہ
مشقت اور عمل سخت اختیار کرے اور یا امراض بدنی پر صبر کرے اور نفس کا صبر یہ ہے کہ نفس کو
خواہش ہائے طبع سے باز رکھے پس اگر خواہش شکم اور فرج سے محفوظ رہے تو عفت حاصل ہوگی اور
طلبِ زیادتی اور کثرت سے اگر باز رہے تو صاحب صبر و قناعت ہوگا اور بوقت مصیبت اگر شیون
اور ماتم سے بچے تو صبر عرفی ہوگا اور تونگری میں اگر غرور و نخوت سے باز رہا اس کو بلند حوصلہ کہتے ہیں
اور لڑائی میں اگر بھاگنے اور تزلزل پر صبر کیا اس کو شجاعت کہتے ہیں اور غصہ میں اگر بدگوئی سے بچا تو وہ
حلم ہے اور ایسے ہی اگر مہمات امور میں اضطراب نہ ہو تو بھی بلند حوصلہ ہے اور اگر زبان کو اظہار راز
سے روکا تو رازدار ہوگا پس یہ لشکر خداوندی جملہ امور دین و دنیا میں مددگار رہتا ہے اور حقیقت
صبر کی یہ ہے کہ آدمی کسی کار سخت کی کدورت اپنے اوپر نہ آنے دیوے اور اگر آ بھی جاوے تو اس کو
سخت نہ جانے اور کسی کار سخت کا نہ آنے دینا اور اس کی کدورت کا اثر نہ ہونے دینا اپنا اختیار نہیں
ہے تو ثواب صبر کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود اس کے اپنے کو ان باتوں سے باز رکھنا کہ خلاف عقل
اور خلاف شرع ہوں اور گلہ اور بے صبری سے باز رکھنا اور آنسو بہنا اور رنگ چہرہ بدل جانا خلاف صبر
نہیں ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کا فرزند مرا تھا روئے تھے اور اظہار غم کا اس طرح
کیا تھا کہ ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم بہت غمگین ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیا حال ہے
فرمایا کہ ایسا غم کرنا اور اس طرح رونا سبب رحمت کا ہے اور جس کے دل میں رحم ہوتا ہے وہ رحم
بھی کرتا ہے اور فرمایا کہ ہماری آنکھ اشک ریز ہے اور دل اندوہگیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ایسی بات کہ

ف بیان اقسام صبر کا ؛

Marfat.com

راضی ہوئے اللہ تعالیٰ اور یہ اشک ریزی اور اندوہ گینی اپنے اختیار میں نہیں ہے اس پر گرفت نہیں ہوگا اور زبان ناپسند باتوں سے بند رکھنی چاہیے اور صبر یہ ہے کہ بر وقت آنے مصیبت کے کیا جاوے اور بعد بے صبری اور بیقراری کے جب تھک جاتا ہے تو صبر خود بخود ہو جاتا ہے اس کو صبر نہیں کہتے ہیں کہ یہ تسلی ہے اس لیے کہ مصیبت پر ہمیشہ بیقراری نہیں رہ سکتی ہے اور صبر ایسا اچھا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن شریف میں ستر یا پچھتر جگہ فرمایا ہے کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طاعت پر جو امر ہے اور صبر پر بے اندازہ ہے چنانچہ روزہ کہ کھانے اور پینے اور صحبت پر صبر ہے بہت عمدہ عبادت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم صبر کروگے تو میں تمھاری مدد کرونگا پانچ ہزار فرشتے بھیج کر اور صبر والوں کو میں نے خاص کیا کہ ان پر میری رحمت خاص ہے اور حدیث میں ہے کہ صبر نصف ایمان ہے کیونکہ منہیات کو چھوڑنا اور ماموات کا بجالانا موافق حکم خداوندی کے برخلاف اپنی خواہش کے بدون صبر کے نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صبر ہی ایمان ہے مگر بعض منہیات اور بعض ماموات خواہش نہیں ہوتی ہیں اس لیے صبر کو نصف ایمان فرمایا پس تکلیفات شرعیہ جو شاق معلوم ہوویں ان کے آسان ہونے کا علاج صبر ہے کہ اس سے ذکر اور شکر اور ترکِ کفران نعمت حاصل ہوتا ہے اور اگر باوجود اس عادت صبر کے بھی تکلیفات شرعیہ گراں معلوم ہوں یا حوائج ضروریہ معاش میں لاچار ہو کر جو ذکر اور شکر اور ترک کفران نعمت کا مانع ہوئے تو ایک ذریعہ ہم اور بتاتے ہیں وَالصَّلٰوۃِ کہ اب مدد مانگتے رہو ساتھ نماز کے کہ ایک تریاق مجرب ہے مرکب چند چیزوں سے جزو اعظم اور خلاصہ اس کا دعا ہے کہ تمام جزو کل کی گرہ کشائی اور ہر محتاج کی کارروائی اسپر موقوف ہے اور باوجود اس کے نماز ایک عبادت ہے مستقل اور ایک ہیئت ہے کہ اس میں ذکر اور شکر بھی موجود ہیں کہ اس شغل میں جان اور طبیعت کو تسلی ہوتی ہے کہ ہم اپنی حاجات اور معاش کی تحصیل میں لگے ہوئے ہیں اور ذکر اور شکر بھی کہ اصل مقصود ہے جاری رہتا ہے اور طریق استمداد اپنی حاجات اور معاش وغیرہ کا اوپر گذرا کہ منجملہ اس کے صلوٰۃ الحاجات ہے تمام مطالب کے لیے اور صلوٰۃ الاستسقاء ہے بارش کے لیے اور مطلق نوافل دفع اضطراب کے لیے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم ہوتا تو نماز میں مشغول ہوتے تھے اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو ایک روز غش اس قدر غالب ہوا کہ گمان ہوا کہ یہ مر گئے اور مایوس ہو کر سب لوگ وہاں سے

ف بیچ فضائل صابرین اور فضیلت صبر کی ۔

Marfat.com

چلے آئے اور مکان خالی کر دیا اس وقت اضطرار میں ام کلثوم بنت عقبہ مسجد میں آئیں اور یہ آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا الخ پڑھ کر نماز میں مشغول ہوئیں، ایک ساعت نہ گذری تھی کہ ان کو آرام ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نماز پڑھنا اس وقت کہ بموجب حکم بادشاہ جابر کے اس کے ملازم حضرت سارہ کو لے گئے تھے اوپر ذکر ہو چکا ہے اور مشغول ہونا جریج راہب کا جبکہ ان پر تہمت زنا کی لگی تھی، بخاری و مسلم میں مذکور ہے، الغرض نماز کہ ذکر و شکر بھی اس میں ہے خاص دعا کے لیے نہایت عمدہ صورت ہے کہ اس سے بہتر اور ممکن نہیں ہے اور قدیم اور جدید اہل ایمان سب بذریعہ دعا کے مدد مانگتے رہے ہیں اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ تم صبر سے غافل رہو گے کہ اِنَّ اللّٰہَ اللہ تعالیٰ یقیناً مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ ساتھ صبر والوں کے ہے کہ صبر والے ساتھ خلق باری تعالیٰ کے کہ صبور و حلیم ہے خوگر اور عادت پذیر ہوتے ہیں سوائے اس معیت کے کہ حق تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ باعتبار علم اور قدرت کے ثابت ہے صابر کو معیت باری تعالیٰ کی بذریعہ صبر کے بھی ثابت ہوتی ہے اور علامات اس معیت کی یہ ہیں کہ اس کو توفیق کار خیر کی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے نفس اور شیطان پر کہ مانع ذکر و شکر کے ہیں اور باعث کفرانِ نعمت کے، مدد اور غلبہ پاتا ہے اور اس سب سے مقصود تمھارا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی معیت حاصل ہو سو وہ بذریعہ اس صبر کے ہوتی ہے اور یہ معیت صبر کے ذریعہ سے حاصل ہوئی تو نماز کے ذریعہ سے بھی حاصل ہوگی بلکہ وہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ معیت حق تعالیٰ اس کا خاصہ ہے اور معراج مومنین ہے اسی لیے کچھ ضرورت نہ تھی کہ یہ فرمایا جاتا کہ اللہ صبر والوں کے اور نمازیوں کے ساتھ ہے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جامع جملہ کمالات کا ہے تو معیت والے بھی جامع جملہ کمالات کے بخوبی ہو دیں گے اور بہت کامل صبر جان بنام خدائے تعالیٰ دینا ہے کسی دوسرے کام مر جانا اور اپنے مال کا جاتا رہنا اس درجہ کو نہیں پہنچتا ہے پس بسبب حصول اس معیت کے کمال حیات جیسا کہ باریتعالیٰ کو حاصل ہے صبر والوں کو بھی حاصل ہونا چاہیے پس ایسے صابرین کہ جنھوں نے جان نثاری کی ہو ان کی کمال حیات میں کیا تردد ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ اور نہ کہو تم ان صابروں کو کہ جان نثار ہوئے راہ خدا میں کہ مُردے ہیں کیونکہ مرنے سے جدائی روح کی منصور ہے اور اسی لیے بدن کی قوتِ حس و حرکت زائل ہو جاتی ہے اور روح میں کچھ فرق نہیں آتا ہے ویسی ہی رہتی ہے بلکہ بہ نسبت اس کے زیادہ روشن ہو جاتی ہے کیونکہ کدورت بدن جو اس کو مانع ادراک امور سے تھی زائل ہو جاتی ہے، اسی لیے

روح کسی کی نہیں مرتی شہید ہو یا مومن ہو یا کافر کیونکہ مرنا صرف بدن کے لیے ہے مگر روح کو بھی دو
وجہ سے موت ہوتی ہے اوّل جب تک کہ بدن کے ساتھ ہوتی ہے ترقی مراتب اس کیلیے ممکن ہے اور اس
کے بدون غیر ممکن ہے اور دوم بہت فوائد اور لذائذ جو بدن سے اس کو حاصل ہوتے تھے اب ممکن نہیں
ہیں اس لیے اس کو شرع شریف میں حکم موت دیا گیا کہ سب عمل اس کے نیک و بد تمام ہوئے اور خاتمہ
اس کا سعادت پر یا شقاوت پر ہوا اور جو کہ نقصان رہا اس کا تدارک اس سے ممکن نہیں اور اسی لیے
مال اس کا وارثوں کیلیے ہے کہ اس کو لذت اور فائدہ کہ مال سے متعلق ہے اس کے لیے ممکن نہیں ہے اور
بیوی اس کی بھی فارغ ہے اس لیے بعد عدت نکاح اس کا کسی اور سے جائز ہے مثلاً سوار نے کہ اپنا
گھوڑا بیچ دیا تو اب حاجت اس کے سامان کی نہیں ہے لگام کیا کریگا زین کس پر دھریگا اور جبکہ
سوداگر نے دکان تجارت موقوف کردی تو اب زیادتی سامان کی کیا حاجت ہے پہلا اندوختہ کیا کچھ
کم ہے اور اس طرح کا مرنا کہ مانع ترقی اور مانع استلذاذ ہو غیر شہیدوں کے لیے ہے نہ شہیدوں کے
لیے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ جان نثاران براہ خدا زندہ ہیں کہ ان کا ثواب ہمیشہ زیادتی میں ہے اور جس عمل میں جان
دی ہے اس کا اجر جاری ہے گویا اب کیے جاتے ہیں اور صحیح مسلم اور بخاری میں ہے کہ عمل آدمی کا
ختم ہو جاتا ہے جب وہ مرتا ہے مگر مجاہد فی سبیل اللہ کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا جاوے گا۔
اور تلذذ اور فائدہ برداریِ بدن بھی ان کی موقوف نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدن میں ایسی کیفیتیں دیتا
ہے کہ ان کو لذات حاصل ہوتی رہتی ہیں اور امام مالک اور امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ
نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شہیدوں کی ارواح
جانورانِ سبز رنگ کے شکم میں رکھی جاتی ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ بہشت کے میوے کھاویں اور بہشت
کی نہروں میں سے شراب اور دودھ اور شہد پیویں اور قندیلیں کہ عرش کے ساتھ لٹکتی ہوئی ہیں، ان کے
گھونسلے ہیں کہ ان میں وہ آرام کرتی ہیں اور یہ حدیث باعتبار اصل کے متواتر ہے اور یہ سب لذتیں کہ
ان کو حاصل ہوتی ہیں بے تکلف اور بے محنت حاصل ہوتی ہیں اور ان کو کچھ غم و الم نہیں ہوتا ہے تو
یہ حیات ان کی بہ نسبت حیات دنیا کے اور قسم کی ہے وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ مگر تم نہیں جانتے ہو کہ
وہ زندگی اور ہے اور یہ اور ہے کیونکہ ان کا عیش اور خوش معاشی تم کو نظر نہیں آتی ہے و نیز احوال
ان کے تلذذ کا اس بدن ظاہری سے متعلق نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ ارواح شہدا کا منتقل ہونا جانورن

سبز رنگ میں تناسخ ہے اور یہ اسلام میں ثابت نہیں ہے. جواب یہ ہے کہ دنیا میں ایک روح کو کہ بدن عنصری سے تعلق حاصل ہوا ہے اس کے لیے نشوونما ہوتا ہے بعد تمام ہونے اس مدت کے روح کو اس بدن سے جدائی ہوتی ہے تو دوسرے بدن عنصری میں اس کو تعلق ہو کر نشوونما ہوتا ہے اور یہ امر ارواح شہدا سے متعلق نہیں ہے کہ یہ جانور عالم عنصری نہیں ہیں اور ان کو ساتھ اس روح کے ترقی اور نشوونما نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کی روح اور ہے کہ یہ روح ان میں رہتی ہے اور جزا موافق عمل کے ہوتی ہے اس لیے عمل جاں نثاری کہ موجب جدائی بدن ہوا ہے سبب عطائے بدن ہو جاتا ہے بدلے اس بدن کے کہ یہ زندگی اور یہ بدن انکے لیے جزا ان کے عمل کی ہے نہ حیات ابتدائی اور دوبارہ اور ہم نے جو تم کو یہ طریق ذکر و شکر و ترک کفران نعمت بتلایا کہ صبر اور نماز سے کیا کرو تو نہ جانو کہ صرف اسی پر اکتفا ہوگا بلکہ اس صبر پر وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ تمھارا امتحان لیں گے پر نہ ایسا کہ تم اس کے متحمل نہ ہو سکو بلکہ بِشَیْءٍ کچھ ایسا کہ تم پر ناگوار نہ ہو کبھی دشمنوں کے مِّنَ الْخَوْفِ خوف سے اور یہ امتحان جب ہوا کہ تم اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں چلے آئے. اور کنبے والوں سے جدائی اور برائی ہوئی کہ جن سے امید بھلائی کی تھی صرف بسبب تمھارے اسلام کے سب قبائل عرب اور یہود وغیرہ تمھارے دشمن ہوئے چنانکہ جبتک احزاب میں خوف ہوا اور هنالك ابتلى المؤمنون و زلزلوا زلزالاً شديداً. اسی باب میں نازل ہوئی وَ. اور آزمایش کریں گے ہم تمھاری ساتھ الْجُوعِ بھوک کے کہ بسبب عداوت اور خوف کے تم حصولِ معاش سے عاجز رہوگے اور جو اسباب کہ موجود ہے سب جہاد میں صرف ہوگا کہ یہ امر بعد از ہجرت کے متحقق ہوا یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلبۂ بھوک باہر تشریف لائے. راستہ میں حضرت ابوبکرؓ ملے انھوں نے عرض کیا کہ ایسے وقت میں حضرت کیوں باہر تشریف لائے فرمایا کہ بسبب بھوک کے. انھوں نے بھی عرض کیا کہ میں بھی بھوک کے مارے نکل آیا ہوں اور پیٹ پر پتھر کا باندھنا بسبب بھوک کے تو مشہور ہے اور روزہ بھی کہ بھوک اختیاری ہے بعد از ہجرت سال دوم میں فرض ہوا. وَ. اور آزمائیں گے ہم تم کو ساتھ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ نقصان ہونے مال کے کہ کچھ جہاد میں صرف ہوگا اور کچھ کفار لوٹ لیں گے اور کچھ صدقہ اور زکوٰۃ و خبرگیری مساکین و فقراء اور ایتام میں صرف ہوگا چنانچہ بازدحام کفار زراعت تلف ہوئی. وَ. اور آزمائیں گے ہم تم کو الْأَنْفُسِ. ساتھ نقصان جانوں کے کہ بعض عزیز و قریب جہادوں میں قتل ہوں گے اور بعض بسبب بھوک اور پیاس اور شدت سفر و گرمی

مومنوں کے ابتلائے مصائب سے اجر کا بیان

Marfat.com

کے مریں گے، مہاجرین اور انصار میں ہر سال نقصان ہوتا گیا، جنگ احد میں ستر آدمی انصار مارے
گئے اور جنگ بیر معونہ میں بھی ستر انصاری شہید ہوئے، جنگ اُحد کے بعد مدینہ منورہ میں کوئی گھر نہ تھا
کہ جس میں ماتم نہ تھا اور جس میں صدائے گریہ وزاری بلند نہ تھی اور جو کوئی کہ زندہ رہا وہ یا اندھا رہا یا بہرہ
رہا یا لنگڑا تھا یا لُولا تھا، کچھ نہ کچھ آفت رسیدہ تھا، ہاتھ حضرت طلحہ کے شل ہو گئے تھے۔ وَ۔ اور آزمائیں
گے ہم تم کو اَلثَّمَرَاتِ ساتھ کم ہونے پھلوں کے یعنی اولاد کا مرنا اپنی جان جانے سے زیادہ غمناک کرتا
ہے اور اسی لیے اس مصیبت کو سب کے بعد فرمایا اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب مرد مسلمان کا
بچہ مرتا ہے تو باری تعالیٰ فرشتگان قابض الارواح سے دریافت فرماتا ہے کہ جب تم نے اس کی روح
نکالی تو میرے بندے نے کیا کہا وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کا شکر کیا اور انا للہ و انا الیہ راجعون
کہا، تب حکم ہوتا ہے کہ اس بندہ کے لیے بہشت میں گھر بناؤ کہ اس کا نام بیت الحمد یعنی گھر شکر کا رکھا
ہے اور پھلوں سے مراد میوہائے درخت نہیں ہے کہ وہ مال میں داخل ہے اس کا دوبارہ ذکر کیا مزید کے
اور جان کی مصیبت پر اس کو کیا فوقیت تھی کہ اسکے بعد اسکا ذکر ہو، چنانچہ امام شافعی سے بھی تقریب منقول ہے
کہ خوف اور بھوک کہ ؤ روزہ رمضان کا پھر نقصان مال زکوٰۃ اور صدقہ ہے اور نقصانِ جان مرض اور
جان نثاری براہ خدا ہے اور نقصانِ ثمرات مرنا اولاد کا اور باوجود سب سامان عیش کے اگر خوف ہو
تو سب عیش تلف ہوتا ہے اس لیے اس کو مقدم کیا گیا کہ اس سے فی الفور آرام جاتا رہتا ہے پھر بھوک
سے عیش مکدر ہوتا ہے اور خوفِ ہلاکت ہے پھر نقصانِ مال کہ اس سے بھوک کا خوف ہے پھر جہاد کہ
غالب الحال قتل ہے، پھر مرنا اولاد کا کہ اپنے مرنے سے اتنا غم نہیں ہوتا ہے کہ نسل کو باقی جانتا ہے
اور اولاد کے مرنے سے نسل کو منقطع جانتا ہے۔ وَ۔ اور جبکہ ان آزمائشوں میں پورے نکلے اور صبر
اور ذکر اور شکر ثابت ہوا اور معیت خدائے تعالیٰ کی ان کے لیے متحقق ہوئی تو ان کے حال سے سکوت
مت کرو بلکہ اے محمد صلعم بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ۔ بشارت دو ان صابروں
کو کہ اللہ ساتھ ان کے ہے اور جب ان پر مصیبت آتی ہے تو صبر اور ترک شکایت ہی پر کفایت نہیں
ہے بلکہ اس کو وسیلہ اپنی بہبودی کا جان کر قَالُوْا کہتے ہیں کہ اس مصیبت سے کیوں بیقرار اور بیکل
ہوویں کہ إِنَّا لِلّٰهِ ہم خود اپنی جان و مال کے مالک نہیں ہیں بلکہ ہم بندے اور ملک اللہ تعالیٰ کی ہیں۔
کہ حفاظتِ ملک مالک کا ذمہ ہے اور ہمارا خدا سب پر غالب ہے تو ہم کسی سے نہ ڈریں نہ کسی ظالم سے

اور نہ کافر سے اور نہ شریر سے اور نہ درندہ اور گزندہ جانوروں سے اور ہم کہ بلکہ اپنے خدا کی ہیں اور رزق ملک ذمہ مالک کے ہوتا ہے اور ہمارا مالک مالک سب خزانوں کا ہے تو ہم کو نہ چاہیے کہ بھوک سے خوف کریں اور اگر ایک وقت ہم بھوکے رہیں اور رزق نہ ملے تو عین حکمت اور مصلحت ہوگی جیسا کہ طبیب مشفق بد ہضمی والے کو ایک وقت کے کھانے سے روکتا ہے اور دوسرے وقت بالضرور دیتا ہے اور ایسے ہی ہماری جان اور ہماری اولاد اور ہمارا مال خاص اس کی ملک ہے ہم کو اس پر عاریۃً قبضہ ہے اگر مالک نے اپنی عاریت ہم سے لے لی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور باوجود اس کے ہم کو مستحق ثواب بھی اس صبر پر کیا ہے وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اور ہم اس کی طرف ضرور رجوع کریں گے، کہ وہاں جو جو وعدے فرمائے ہیں سب ہم کو ملیں اور وہاں کی بخشش ایسی ہے کہ نقصان یہاں کا کچھ حقیقت اس کے سامنے نہیں رکھتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ کا چراغ گل ہوگیا فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا یہ بھی مصیبت ہے فرمایا کہ ہاں جو چیز باعث قلق ہو اور اس سے دل کو کچھ تعلق ہو اس کا جاتا رہنا مصیبت ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو ہر وقت مصیبت بے صبری اور بیقراری نہ کرے اور یہ کلمہ پڑھے تو اس مصیبت کا بدلہ نیک ملتا ہے اور ثواب اس کا اس کے لیے جمع ہوتا ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند ابو سلمہ جب مرے تو میں نے کہا کہ ان کا بدلہ کون ہوگا کہ یہ تو بہت نیک تھے مگر میں نے بموجب فرمانے حضرت رسول مقبول کے پڑھا تو حضرت صلعم سے میرا نکاح ہوا تب معلوم ہوا کہ یہ بدلہ ان سے بہتر مجھ کو عنایت ہوا۔ و نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مسلمان کو مصیبت کسی نوع کی پہنچتی ہے اور وہ یہ کلمہ بار بار پڑھتا ہے تو عوض اس مصیبت کے نیکی ملتی ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ کلمہ خاص ہماری امت کو ملا ہے۔ اگلی امتوں کو عنایت نہیں ہوا تھا اور بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ یہ کلمہ اگلے پیغمبروں کو بھی نہ ملا تھا ان کی امتوں کا تو کیا ذکر ہے چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے غم مفارقت میں یا اسفا علی یوسف کہا اور یہ کلمہ نہ کہا اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ چار عادتیں جس میں جمع ہو جاویں اس کے لیے بہشت میں گھر بنتا ہے اوّل یہ کہ اپنے سب کاموں میں التجا بخدا ہو۔ دوّم یہ کہ مصیبت میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہے سوّم یہ

Marfat.com

کہ نعمت الٰہی پر الحمد للہ کہے، چہارم یہ کہ جب کوئی گناہ اس سے ہو جاوے تو استغفر اللہ کہے۔ اور امام احمد و ابن ماجہ اور بیہقی بروایت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حدیث بیان کرتے ہیں کہ بعد گذر جانے مصیبت کے اگر پھر یاد کرے اور اس پر یہ کلمہ کہے تو خدائے تعالیٰ ثواب اس مصیبت کا دوبارہ دیتا ہے گویا آج یہ مصیبت واقع ہوئی اور حکیم ترمذی و ابن انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ بیچ حق نعمت کہنے کے اور اوپر جزع فزع کے کہ عادت مسلمانوں کی جبلی ہے تمسک عادت کرنا اور آیت استرجاع پڑھنا اور اس کے اوپر حمد و صبر کرنا باعث اجر کامل اور ثوابِ تازہ کا ہے گویا کہ وہ نعمت آج ملی ہے اور طبرانی نے حدیث عبداللہ بن عباس کی روایت کی ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خبر موت کی سنکر انسان بیقرار ہوتا ہے پس چاہیے کہ جب خبر مرگ مسلمان سُنے چاہیے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون کہے اور اپنی موت سامنے دیکھے۔ شعر۔ موت کا جب کسی کی ہووے ذکر تو چاہیے اپنا بندوبست کیا؛ یہ ہی مضمون شیخ جامی نے فارسی میں درست کیا اور حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سرور عالم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی، اور فرمایا کہ یہ بھی مصیبت ہے اور اسی کے مطابق بزاز و بیہقی نے ابو ہریرہ کی حدیث نقل کی ہے کہ ایک تسمہ جوتی پر بھی استرجاع چاہیے کہ وہ بھی مصیبت ہے اور اس استرجاع پر مستحق ثواب ہوں گے، بلکہ ابن ابی الدنیا اور دیلمی انسؓ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بجائے تسمہ چمڑہ کے لوہے کی کیلیں لگائی تھیں حضرت صلعم نے اس کو ملاحظہ کر کر فرمایا تو بہت دراز امید رکھتا ہے اور ثواب اس ادنے مصیبت سے بھی محروم رہیگا کیونکہ نہ ٹوٹے گا اور نہ یہ کلمہ کہے گا اور نہ اس کے ٹوٹنے پر صبر ہوگا اور نہ اس صبر پر مستحق صلوٰۃ اور رحمت کا ہوگا اور یہ صلوٰۃ اور رحمت دنیا اور ولذائذ دنیا سے کیسی کچھ بہتر اور زائد ہے اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے تشریف لائے اور انگوٹھے میں کانٹا چُبھا تھا تو اس کے درد سے بار بار استرجاع فرماتے تھے اور انگوٹھے کو ملتے تھے جب میں نے یہ دیکھا تو پاس جا کر کچھ اثر اس کا دیکھا اور عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں اس قدر خفیف زخم سے اس قدر استرجاع اور دردمندی، حضرت نے یہ سنکر تبسم کیا اور میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس خفیف سے اس لیے استرجاع ہے کہ کبھی چھوٹی مصیبت بھی بڑی ہو جاتی ہے اس واسطے ڈرنا چاہیے اور سعید بن المسیب اور حسن بصری کی جماعت اگر فوت ہو جاتی

Marfat.com

تو ایسی بلند آواز سے استرجاع فرماتے کہ لوگ حیران ہوتے کہ یہ کیا مصیبت پڑی اور پوچھنے کو آتے۔
الغرض جیساکہ نماز ذریعہ صلوات اور رحمت کا ہے ویسا ہی صبر اور ذکر اور شکر بھی ذریعہ قربت بدربار باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ اسی لیے أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ ان صابرین وذاکرین مصیبت زدہ لوگوں پر صلوات ان کے رب کے پاس سے اترتی ہیں کہ پھر ان کے اوپر کوئی گناہ دنیا یا عقبیٰ میں مؤثر نہ ہوسکے گا جیساکہ نماز تمام اسباب اور موجبات گناہ سے محفوظ رکھتی ہے اور اصالتاً یہ عنایت خداوندی ساتھ انبیاء کے ہے مگر ان کے لیے عصمت اصلاً ہے اور ان کے لیے اصلاً تو نہیں ہے پر گناہ کردہ وناکردہ سب برابر ہوجاتا ہے اور اسی لیے ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہے کہ جس کے تین فرزند مرجاویں اور وہ باحکام بالا صبر کرے تو اس کو کنجی بہشت کی اور ڈھال حفاظت کی دوزخ سے عنایت ہوتی ہے اور بعض مرد وزن نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر کسی کے دو یا ایک بچہ مرے تو بھی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ ہاں قسم خدا کی حمل جو ناقص گر پڑے وہ بھی اپنی ماں کو بہشت میں لے جاویگا اگر وہ صبر کریگی اور امام مالک موطا میں اور بیہقی شعب الایمان میں یہ حدیث ابو ہریرہ رض کی لائے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد باایمان پر پے درپے مصیبتیں پڑتی رہتی ہیں، کبھی صدمہ جان پر ہے کبھی مال میں نقصان ہے کہ یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے پاس گناہوں سے پاک جاتا ہے اور امام احمد اور نسائی اور بیہقی اور حاکم قرہ مزنی سے یہ حدیث لائے ہیں کہ حضرت صلعم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا رہتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ تو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتا ہے کہ اس کو جدا نہیں کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ اتنا دوست رکھتا ہے جتنا میں اپنے بیٹے سے محبت رکھتا ہوں۔ بعد چند روز کے اس کا حاضر ہونا موقوف ہوا تو حضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ کہاں ہے کیوں نہیں آتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا بیٹا مر گیا اس کو نہایت غم ہے اس لیے نہیں آتا ہے۔ یہ سنکر آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بروز قیامت جس دروازہ سے بہشت میں تم جانا چاہوگے تمھارا لڑکا دوڑ کر اس کو کھول دیگا اور دوسری روایت میں اس کے علاوہ یہ بھی آیا ہے کہ دوزخ کے ہر دروازہ پر کھڑا ہوگا کہ تم کو اس میں نہ جانے دیوے ایسے ہی ابن ابی الدنیا نے کتاب العزی میں لکھا ہے اور بیہقی نے انس کی اور حاکم نے بریدہ اسلمی کی حدیث نقل کی ہے کہ ہم ایک روز خدمت والا

Marfat.com

میں حاضر تھے کہ کسی نے یہ خبر دی کہ ایک انصاری کی بیوی کا بیٹا مر گیا ہے وہ بہت بیقرار ہے، یہ سنکر حضرت مع حاضرین وقت کے گھر اس کے تشریف لے گئے اور تسلی اور دلاسا دیا اور پوچھا کہ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتی ہے عرض کیا کہ میرا کوئی فرزند زندہ نہیں رہتا کیونکر گریہ وزاری نہ کروں پس میں رقوب ہوں، حضرت صلعم نے فرمایا کہ غلط رقوب وہ ہوتا ہے کہ اس کی تمام اولاد زندہ ہو اور ذخیرہ آخرت نہ ہوئی ہو جس مسلمان عورت کے تین فرزند مر جاویں اور وہ طالب اجر ہو تو اس کے واسطے بہشت واجب ہے حضرت امیر المؤمنین عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر دو فرزند وفات پاویں فرمایا تب بھی یہی حکم ہے، پھر ابی بن کعب قاریوں کے سردار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک فرزند مر چکا ہے فرمایا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن مصیبت کے اول صدمہ میں صبر چاہیے اور باوجود ان عنایات خاصہ کے کہ صبر کرنے والوں کو خوف معصیت اور گناہ سے مامون کیا اور ہمرنگ انبیاء کے کر دیا اور عنایات عامہ بھی کہ موجب گوناگوں ثواب آخرت کی ہوں عطا ہوں گی چنانچہ فرماتے ہیں وَرَحْمَةٌ یعنی ان پر خدا کی مہربانی ہے جان اور مال کی ہلاکی کے عوض میں جیسے وہ عنایات خاصہ صبر اور ترکِ گریہ وزاری کے عوض تھیں وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ عین مصیبت میں کہ باعث دوری اور ناخوشنودی وشکایت جناب باری سے ہر دروازہ طرف قرب اور تحصیل رضامندی کے کھولا اور سبب دوری اور حرمان کو عین سبب قرب اور وصال کا کیا اور کمال ہدایت یہی ہے کہ ہر طرف سے اپنے مطلب کا کھوج پیدا کریں اور ہر گوشہ سے اپنا مدعا نکالیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حالِ مومن سے تعجب ہے کہ اس کے ہر کام میں خیر ہے اگر کوئی حالت خوشی کی پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور اس وسیلہ سے قرب خداوندی اور استحقاق اجر و ثواب کا حاصل کرتا ہے اور اگر کوئی حالت ناخوش ظاہر ہوتی ہے تو استرجاع کرتا ہے اور صبر کرتا ہے اور اس راہ سے بھی نزدیکی الٰہی اور استحقاق ثواب اور اجر پیدا کرتا ہے۔ گویا ہر طرف سے اس کے واسطے دروازے قرب کے کھلے ہوئے ہیں۔ اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ صلوٰۃ میں صیغہ جمع اور رحمت میں صیغہ مفرد اختیار کرنے میں کیا نکتہ ہے۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ صلوات عبارت عنایات خاصۂ حق سے ہے کہ یہ قسم صابروں کو کئی طرح عنایت ہوتی ہے اول یہ کہ جب وہ وقت مصیبت کے یہ عمل کریں تو اور لوگ بھی ان کی پیروی کر کے یہی طریق اختیار کریں پس ان صابروں کو کارخانۂ نبوت میں

Marfat.com

اس طرح شرکت حاصل ہوئی کہ باعث نیک رسم کے ہوئے کہ اور لوگوں نے ان کی پیروی سے راہ قرب پائی دوسرے یہ کہ دشمن اور اہل طعنہ کہ اکثر شیاطین الانس و جن اور حاسد اور منافق ہوتے ہیں ان کلمات کے سننے سے ذلیل اور خاسر ہوتے ہیں اور وسوسہ سے باز رہتے ہیں اس راہ سے بھی منصب پیغمبری میں شرکت حاصل ہوئی کہ کام پیغمبروں کا ہمیشہ شیاطین اور حاسد اور منافقوں کو ذلیل کرنا ہے اور حقیقت میں اصل جہاد یہی ہے تیسرے یہ کہ بسبب ثابت رہنے اس ارادے پر اور کوشش اور اجتہاد کرنے دین الٰہی میں وہ رضا بالقضا میں برتبۂ اعلیٰ پہنچے اور یہ بھی میراث نبوت ہے پس گویا تینوں راہوں سے قرب الٰہی سے کہ مخصوص بہ پیغمبران ہے استفاضہ کرتے ہیں اور واسطے اشارہ تعدد اس راہ کے لفظ صلوات جمع فرمایا بخلاف لفظ رحمت کے کہ مدلول اس کا تمام اہل طاعت پر عام ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے جو بندہ جس راہ سے طاعت اللہ کی کرے مستحق اس کا ہو اور حدیث صحیح میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ نعمۃ العدلان ونعمۃ العلاوۃ یعنی اس آیت میں صابروں کے واسطے تین چیزیں موجود ہوئی ہیں صلوات اور رحمت کہ قرین یکدگر ہیں اور اہتدا اور راہ یابی اسکے علاوہ اور غرض حضرت امیر المومنین کی اس تفسیر سے یہ ہے کہ صلوات اور رحمت اس فرقہ کی کسبی ہے کہ بزور صبر اور استقامت اور ملاحظہ معنی استرجاع کے اپنے واسطے مستوجب کر لیا ہے اور اہتدا فقط وہبی ہے قسم جذب سے ہے ان کے فعل پر موقوف نہیں ہے اور عدلین لغت میں ان دو بار شتر کو کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے برابر کر کے شتر پر ڈالتے ہیں اور علاوہ وہ بچہ خوردہ ہے جو کہ ان دونوں بار پر رکھا جاتا ہے اور اسی مضمون کا اشارہ آیت میں ہے۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ۔یعنی جو کوئی بمقتضائے ایمان کے مصیبت میں ثابت رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے راہ معرفت کی کھول دیتا ہے اور اپنی طرف جذب کرتا ہے اور اسی واسطے محققین نے کہا ہے کہ رضا بالقضا کے دو طریقے ہیں، صرف اور جذب، صرف وہ ہے کہ جس وقت آدمی کا دل کسی چیز سے متعلق ہو اور خاطر اس کی طرف کمال التفات کرے حق تعالیٰ اس چیز کو باعث کلفت اور اندوہ و ملال کا کر دے، چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ سے کمال محبت ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے برادران کو ان سے دشمنی پیدا کر دی کہ انھوں نے حضرت یعقوبؑ سے ان کو جدا کر دیا اور حضرت یعقوبؑ کمال رنج و ملال اٹھا کر متضرع واسطے ذکر خدا کے ہوئے اور ایسے ہی

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کو جب بہشت سے کمال تعلق ہوا ان پر شیطان کو مسلط کیا، یہانتک کہ بہشت سے باہر کیا اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اپنے عشائر اور قبائل سے کہ اہل مکہ تھے زیادہ میل ہوا انھیں قبائل کو آنحضرت صلعم کی عداوت اور بغض میں قائم کیا، یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاضطرار مکہ سے باہر تشریف لے گئے اور جب مدینہ منورہ میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے التفات کلی پیدا ہوا تو منافقوں کو ورغلا کر بسبب تہمت دروغ بے فروغ کے صفائی اس محبت کو مکدر کیا اور علی ہذا القیاس تمام بندوں برگزیدوں کے ساتھ یہی معاملات واقع ہوتے، اور جذب یہ ہے کہ آدمی کو اپنے خیال میں اس قدر مغلوب کرے کہ وہ اپنے سے بیخبر ہو جاوے چہ جائے حظ نفس جیسے کہ بادشاہ کا کمترین نوکر جس وقت اس کے روبرو ہوتا ہے عظمتِ بادشاہ سے اپنے تمام لذائذ فراموش کر دیتا ہے۔ اسطرح خود بخود رضا بقضا حاصل ہو جاتی ہے اور راہ اول میں صوفی کو دشوار و مشکل سمجھتے ہیں اور جذب کو ہمیشہ سہل جانتے ہیں اور اسی واسطے کہا ہے کہ شعر: ہمیں زیبا ہے رندی چھوڑ کر تقوی نہ لے کہ یہ منزل ہمارے حوصلہ سے دور تر ہے وجب بیان فضائل صابروں سے فارغ ہوئے اب بطریق استشہاد کے فرماتے ہیں کہ اگر تم کو معیت خاصہ ہماری میں کہ ہم صابروں اور اہل بلا کے ساتھ رہتے ہیں اور ان پر صلوات اور رحمتیں نازل کرتے ہیں اور پیشوا خلائق اور ہمرنگ انبیاء علیہم السلام کے کرتے ہیں شک ہے پس دلیل اس مدعا کی اپنے فہم کے موافق سنو اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ تحقیق صفا اور مروہ کہ دو چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں، صفا مقابل کعبہ معظمہ کے جانب شرق مائل بہ جنوب ہے اور مروہ مائل بشمال ہے اور صفا ایک بڑے پہاڑ کی جڑ ہے کہ اس کو ابوقبیس کہتے ہیں اور مروہ کوہ قعیقعان کی ناک ہے اور حجرِ اسود سے صفا تک دو سو باسٹھ ۲۶۲ گز اور اٹھارہ انگل مسافت ہے اور صفا سے مروہ تک سات سو ستر ۷۷۰ گز مسافت ہے اور اصل میں یہ دونوں پہاڑ خورد تھے اور پہاڑوں کے تھے ان کو کچھ بزرگی نہ تھی بلکہ کلانی وجودت میں کہ جوہر سنگ ہے اور پہاڑوں سے کمتر ہیں، لیکن دو آدمیوں صابروں راضی بقضائے خدا نے کہ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ہیں یہ دو مقام پائے کہ جہاں فی الحال چاہ زمزم ہے اپنے تئیں بحکم خدا بلا میں ڈال کر قیام کیا۔ اور اس جنگل کوہستان میں کہ نہ پانی و نہ گھاس نہ آدمی نہ انیس تھا، تن بخوف دشمنوں اور جانوروں درندوں کے دیا اور گرسنگی و تشنگی کو فقط فرمانبرداریِ حکمِ الٰہی کے واسطے کہ زبانی پیغمبر وقت حضرت ابراہیمؑ کے سنا تھا گوارا کر کے سکونت اختیار کی اور حضرت

Marfat.com

ہاجرہ کو خیال اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کی موت کا بلکہ اپنی موت کا بھی اس حالت میں یقین تھا باوجود ان مصیبتوں کے خدا کی مرضی کے واسطے صبر اختیار کیا، جب حضرت اسمٰعیل بسبب تشنگی کے قریب ہلاکت ہوئے، حضرت ہاجرہ بیتاب ہو کر اول کوہ صفا پر کہ قریب تھا آئی اور پھر جب وہاں مقصد حاصل نہ ہوا تو میدان میں ہو کر مروہ پر بھاگ کر آئیں اسی طرح سات دفعہ گردش کی، حق تعالےٰ نے معیتِ خاصہ اپنی کو ظاہر فرمایا اور پانی زمزم غیب سے جوش کر آیا اور اثر اس معیت کا یہ ہوا کہ جو کوئی مصیبت والوں کی پیروی کر کے ان دو پہاڑوں کے درمیان انھیں کے طور آ کر بھاگے مقبولِ جنابِ الٰہی ہو اور اس وقت سے یہ دونوں پہاڑ محل اجابت دعا ہوئے یہاں تک کہ یہ دونوں پہاڑ اب مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ خدا کے نزدیک علامات دینداری سے ہیں اور شعائر اصل میں جمع شعیرہ یا شعارہ کی بمعنی علامت ہے اور عرف دین میں شعائر اللہ مکانات اور زمانوں اور علامات اور اوقات عبادت کو کہتے ہیں لیکن مکانات عبادت جیسے کعبہ اور عرفات و مزدلفہ و جمار ثلثہ و صفا و مروہ اور تمام مساجد ہیں اور زمانے عبادت کے جیسے رمضان اور ماہ ہائے حرام اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور جمعہ اور ایام تشریق ہیں اور علامات عبادت جیسے اذان و اقامت و ختنہ و نماز بجماعت و نماز جمعہ و نماز عیدین ہیں اور ان سب چیزوں میں علامت کے معنی متحقق ہیں اس واسطے کہ مکان اور زمان عبادت سے کیا بلکہ معبود کی یاد دلاتے ہیں بالجملہ صفا اور مروہ کا شعائر اللہ سے ہونا فقط بسبب برکتِ صبر حضرت ہاجرہ کے ہے کہ معیت خاصہ حضرت حق جل و علیٰ کی ان دو پہاڑوں کی ان کے حق میں جلوہ گر ہوئی اور سببِ حلِ مشکل ہوئی اور اس وقت سے ان دونوں پہاڑوں میں معنی شعائر اللہ کے بمنزلہ جوہر ذاتی کے ہو گئے اور یہ معنی ان دونوں سے بسبب کسی عارضہ کے جدا نہیں ہوتے جیسے خانۂ کعبہ بسبب غلبہ کفار کے چند روز بیت الاصنام اور بت خانہ ہونے سے قبلہ اور مطاف ہونے اہل جہان سے ساقط نہ ہوا اس واسطے کہ جو چیز بالذات ہے اس چیز سے کہ بالعوارض ہے زائل نہیں ہوتی ایسے ہی کوہ صفا و مروہ اس سبب سے کہ جاہلانِ مکہ ان پر اپنے بت اساف اور نائلہ رکھ کر پوجا کیا کرتے تھے. شعائر اللہ ہونے سے معزول نہ ہوں گے اور اساف اور نائلہ اصل میں مرد اور عورت تھے کہ شہوت کے سبب عین مکہ میں ایک نے دوسرے پر ہاتھ چلایا اور ارادہ زنا کا کیا اس سبب سے وہ دونوں پتھر ہو گئے اور اس زمانہ کے عقلاء نے عبرت کے واسطے اساف کو صفا پر اور نائلہ کو مروہ پر رکھ دیا تھا

ف بیان معنی شعائر ۱۲

Marfat.com

جاہلوں نے ان پتھروں تراشیدہ کو بت خیال کرکے اپنا معبود قرار دیا اور گمراہی میں اس قدر گرفتار ہوئے کہ بت مسوخ کو بت مصنوعی سے پہچانا اور ہر سال میں پرستش کے واسطے جمع ہوتے تھے۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جو کوئی خانہ کعبہ کا عرفات سے حج کرے اَوِ اعْتَمَرَ یا اپنے گھر یا حرم کے باہر سے عمرہ کرے۔ حج اور عمرہ میں یہ فرق ہے کہ حج میں عرفات پر جانا اور پھر اس جگہ سے طواف خانہ کعبہ کے واسطے آنا شرط ہے اور عمرہ میں عرفات پر جانا شرط نہیں ہے اگر کوئی عمرہ بیرون مکہ والا کرے تو چاہیے کہ سیدھا مکہ میں آجاوے اور طواف کرے اور اگر مکہ کا رہنے والا ہے تو چاہیے کہ حرم کے باہر سے احرام باندھ کر آوے اور طواف خانہ کعبہ کرے اور نیز حج سال بھر میں ایک دفعہ ہے کہ عرفات میں بروز عرفہ نویں ذی الحجہ کو جانا شرط حج ہے اور یہ روز سال بھر میں مکرر نہیں آتا اور عمرہ ہر روز ہو سکتا ہے کوئی وقت اس کے واسطے مقرر نہیں ہے اور بہر حال صفا مروہ پر بھاگنا ان دونوں صورتوں میں ضروری ہے پس جو کوئی قصد حج وعمرہ کرے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اس پر بسبب مشابہت کفار اور بت پرستوں کے کچھ گناہ نہیں ہے اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ کہ ان دونوں پہاڑوں کا خانہ کعبہ کے طواف کی تاکید اور تمامی کے واسطے طواف کرے اس واسطے کہ خطرہ اور گناہ بسبب مشابہت کفار اور بت پرستوں کے اس جگہ معتبر ہے کہ جہاں حکم شرع وارد نہ ہوا ہو اور یہ دونوں پہاڑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت سے جائے طواف اور سعی ہیں اور بتوں کے رکھے رہنے سے مطاف ہونے سے خارج نہیں ہوئے ہیں جیسے کہ خانہ کعبہ بتوں کے رہنے سے مطاف ہونے سے خارج نہ ہوا پس حج وعمرہ اس خانہ کا اس حالت میں کرتے ہو تو طواف ان دونوں پہاڑوں کا کیوں نہیں کر سکتے اور اگر یہودی اور نصاریٰ تم پر طعن کریں اور کہیں کہ تم بتوں کے مکانات کی تعظیم کرتے ہو اور طواف کرتے ہو اور مشابہت کفار اور بت پرستوں کی گوارا رکھتے ہو اور یہ سب مذہبوں کے مخالف ہے پس ان کے اس طعن کی پرواہ مت کرو تنگدل مت ہو اس واسطے کہ معاملہ خدا سے ہے اور تمہاری نیت حج اور عمرہ کرنے کی ہے نہ کہ بتوں کی تعظیم اور حج وعمرہ کرنا بلاشبہ امر نیک اور طاعت ہے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا۔ اور جو شخص کہ بقصد امر نیک کے طاعت بجا لایا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس تحقیق اللہ تعالیٰ قدردان ہے اور اس کے عمل کو ضائع نہ کریگا اگرچہ ظاہراً کفار سے ایک طرح کی مشابہت ہو جیسا روزہ عاشورہ کا روزہ عَلِيْمٌ یعنی عمل کرنے والوں کی نیت کو جانتا ہے پس جو کوئی ان مکانات

ف بیان فرق حج وعمرہ میں ۱۲

میں، بتوں کی تعظیم کے واسطے جاتا ہے اس کا عمل رد کر دیتا ہے اور جو کوئی شعائر اللہ ادا کرنے کو جاتا ہے اسے قبول کرتا ہے۔ سعید بن منصور اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور محدث شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ کوہ صفا پر ایک بت تھا کہ اس کا نام اساف تھا اور کوہ مروہ پر بھی ایک بت تھا کہ اس کو نائلہ کہتے تھے اور جاہل لوگ جب خانۂ کعبہ کے طواف کے بعد ان دونوں کوہ میں سعی کرتے تب ان دونوں بتوں کو بوسہ دیتے۔ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور سورۂ حج میں امر بطواف خانہ کعبہ ہوا اور سعی درمیان صفا اور مروہ کے مذکور نہ ہوئی تب آدمیوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صفا اور مروہ میں ان دو بت کے واسطے اہل جاہلیت دوڑتے تھے ان میں دوڑنا شعائر اللہ سے نہیں ہے پس ہم سے کیا ضروری ہے کہ ان میں دوڑیں اور سعی کریں۔ بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ اگر ہم بھی اسی طرح دوڑیں، تو مشابہت جاہلوں سے ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر خطرہ گناہ کا ان کے دل سے دفع کیا اور نیز بعض محدثین مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ نصاریٰ طعن کرتے تھے کہ ان دونوں پتھروں میں سعی کرنا امر جاہلیت سے ہے مذہب احکام ابراہیم سے نہیں ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اور صحیح بخاری و مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسا وارد ہوا ہے کہ انصاری لوگ جاہلیت میں منات کو پوجتے تھے اور جب یہ قاعدہ تھا کہ دوسرے مکان بت پرستی میں نہیں جایا کرتے تھے، جب عمل اسلام ہوا تو انصاری لوگ بسبب اپنی عادت کے مترد د ہوئے اس سبب سے یہ آیت نازل فرمائی اور بالجملہ مدلول اس آیت کا یہ ہے کہ صفا اور مروہ متعبدات خدا اور شعائر اللہ سے ہیں اور جب کوئی چیز بدلیل قطعی منجملۂ شعائر اللہ ثابت ہو تو مشابہت کفار اس چیز میں مؤثر نہیں ہوتی۔ اور نیت اپنی خالص خدا کی عبادت کے واسطے کر کے اس امر کو بجا لاوے اور مشابہت کفار اس وقت موجب حرمت ہوتی ہے کہ وہ فعل بدلیل قطعی ثابت نہ ہوا ہو جیسے تعظیم نوروز اور مہرجان اور اعیاد ہنود جیسے ہولی دیوالی بسنت دسہرہ وغیرہ یا ان کے لباس سے مشابہت کرنا اور ان کے معابد میں جانا اور ڈاڑھی مونچھ کو وقت مصیبت صاف کرنا اور زنار گلے میں ڈالنا اور کھانے پینے کے وقت قصداً سر اور بدن کو برہنہ کرنا اور اگر فقط مشابہت کفار افعال مرضیۂ الٰہی میں موجب حرمت ہوتی تو لازم آتا کہ حج و عمرہ اور ختنہ اور عقیقہ و روزہ عاشوراء اور قربانی اور تعظیم ماہ ہائے حرام اور ہدی شتر اور قلائد وغیرہ احکام مذہب ابراہیمی کہ کفاروں کے وقت میں رائج تھے یا نماز کسوف و خسوف اور صدقہ دینا اور آزاد کرنا

Marfat.com

غلام کا اور ضیافت مہمانوں کی اور راہ پر پانی تیار رکھنا مسافروں کے واسطے کہ معمول ہنود ہے سب حرام ہوتے اب ہم یہاں بیان کرتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہماری شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے، ہر چند ظاہر اس لفظ سے کہ فلا جناح علیہ ان یطوف بھما ۔ متبادر ہوتا ہے کہ یہ عمل ضروری نہیں ہے اور کرنا نہ کرنا اس کا برابر ہے لیکن لفظ شعائر اللہ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ عمل ضروری ہے اور شارع کے نزدیک مطلوب اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع توہم کے واسطے کہ اول لفظ سے پیدا ہوتا ہے ارشاد فرمایا ان اللہ کتب علیکم السعی فاسعوا یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے . . . . تم پر سعی صفا اور مروہ کے درمیان فرض کی ہے پس سعی کرو تم شافعیہ ظاہر لفظ کتب سے کہ قرآن شریف میں اکثر ایجاب کے واسطے ہے جیسے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ، وکتب علیکم الصیام وغیرہ سے تمسک کر کے فرضیت اس سعی کے قائل ہیں اور اسکے ترک سے حج اور عمرہ کو باطل کرتے ہیں اور اس کا تدارک قربانی وغیرہ دینے سے ممکن نہیں گنتے جیسے کہ شان ارکان ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ خبر آحاد ہے اور قرآن شریف میں جو لفظ کہ اس سعی کی طلب پر دلالت کرتا ہے فقط لفظ شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کا فرض ہونا لازم نہیں ہے جیسے اذان اور جماعت اور نماز عیدین و قربانی وغیرہ، پس احتیاط اس میں یہ ہے کہ اس کا ترک عمل میں جائز نہ کیا جائے لیکن اعتقاد میں فرضیت ہونے میں جرأت نہ کرنی چاہیے اور ان کے نزدیک یہی معنی واجب کے ہیں اور جس صورت میں کہ ترک ہو جاوے تو اس کا تدارک ذبح ہدی سے ممکن ہے اور امام مالک مؤطا میں اور بخاری ومسلم ودیگر اصحاب صحاح عروہ ابن الزبیر سے کہ خواہر زادہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہیں روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں عرض کیا کہ اس آیت میں غور فرمائیے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان دونوں پہاڑوں کا طواف نہ کرے تو کچھ خوف نہیں، حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ بد کہا تو نے اور برا سمجھا، اگر یہ معنی مراد الٰہی ہوتے تو یوں ارشاد ہوتا کہ فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما اور اب کہ نفی گناہ طواف سے فرمائی تو امکان عام شرعی ثابت ہوا کہ محتمل وجوب اور ندب اور اباحت کا ہے ، لیکن جب ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فرمایا اور آنحضرت صلعم نے بھی مداومت طواف ان دونوں

Marfat.com

کوہ کی حج اور عمرہ میں کی تو معلوم ہوا کہ یہ طواف واجب ہے اور نفی گناہ طواف سے اس واسطے ہے کہ انصاری منات کو پوجتے تھے اور وہ ایک بُت ہے کوہ مشلل پر کہ مقابل موضع قدید کے ہے اور اسکی زیارت کے واسطے مدینہ سے احرام باندھتے تھے اور صفا اور مروہ پر جانے سے بسبب اساف اور نائلہ کے احتراز کرتے تھے، حق تعالیٰ نے اس شبہ کے دفع کے واسطے نفی گناہ فرمائی۔ پس حقیقت میں جو اباحت کہ اس لفظ سے متبادر ہوتی ہے راجع بوجود ان دونوں بُت کے حالت طواف میں ہے نہ نفس طواف کے ساتھ، مثلاً اگر کسی کے کپڑے پر درہم شرعی سے کم نجاست پڑ جاوے اور فقیہ حنفی کہے کہ لاجناح علیك ان تصلی فیه صلوۃ الظهر تو اس سے اباحت نماز نہیں سمجھی جاتی بلکہ مباح ہونا نجاست کا حالت نماز میں سمجھا جاتا ہے، ہاں اگر ترک طواف کو صریح مباح کرتے تو البتہ ایسا سمجھنا درست ہوتا۔ ابن جریر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ کان من سنة ابراھیم و اسمٰعیل علیهما السلام الطواف بینهما۔ یعنی طواف صفا و مروہ سنتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ سے ہے اور حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپؐ نے لوگوں کو صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ میراث مادرِ حضرت اسمٰعیل کی ہے کہ تمھارے واسطے چھوڑی ہے اور خطیب ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ اقبل ابراهیم ومعه هاجرة و اسمٰعیل علیهم السلام فوضعهما عند البیت فقالت الله امرك بهذا قال نعم فعطش الصبی فنظرت فاذا اقرب الجبال الیها الصفا فسعت فرقت علیه فنظرت فلم ترشیئا ثم نظرت فاذا اقرب الجبال الیها المروة فنظرت فلم ترشیئا ثم اقبلت الی الصفا قال فهی الاول من سعی بین الصفا والمروة الی اخر القصة۔ یعنی آئے حضرت ابراہیمؑ مع ہاجرہؑ اسمٰعیلؑ کے اور رکھا ان کو بیت اللہ کے پاس، ہاجرہ نے کہا کہ خدا نے یہ حکم دیا ہے کہا ہاں۔ پھر پیاسا ہوا لڑکا، پھر دیکھا کہ پہاڑی صفا کی بہت پاس ہے، دوڑ کر اس پر چڑھ گئی اور دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، پھر دیکھا کہ مروہ بہت پاس ہے اس پر جا کر دیکھا تو کچھ نہ دیکھا، پھر آئی صفا پر تو کہا حضرت نے کہ ہاجرہ نے سب سے پہلے صفا و مروہ میں سعی کی اور ابوداؤد و ترمذی بروایت حضرت عائشہ رضؓ کے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروة ورمی الجمار لاقامة ذکر الله لا لغیرہ یعنی طوافِ کعبہ

Marfat.com

اور سعی درمیان صفا اور مروہ کے اور پتھروں کا پھینکنا فقط ذکر اللہ قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے نہ اور بات کے لیے اور ابن ابی شیبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی خانہ کعبہ کے حج کا قصد کرکے آوے تو چاہیے کہ اول خانہ کعبہ کے پاس آوے اور گرداگرد سات دفعہ پھرے پھر مقام ابراہیم پاس آوے اور دو رکعت نماز طواف اس کے پیچھے ادا کرے اور پھر صفا کی طرف متوجہ ہووے اور اس قدر بلندی پر چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھلائی دیوے اس وقت خانہ کعبہ کی طرف متوجہ کھڑا ہو کر سات دفعہ تکبیر کہے اور دونوں تکبیروں کے درمیان حمد و ثنا خدا تعالیٰ کی کرے اور درود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتا رہے اور پھر مروہ پر جاکر یہی عمل کرے اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ سات جگہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیے اول جب نماز کے واسطے کھڑا ہووے دوسرے جبکہ خانہ کعبہ کو دیکھے تیسرے صفا پر چوتھے مروہ پر پانچویں عرفات میں وقت وقوف چھٹے مزدلفہ میں وقت وقوف ساتویں وقت رمی الجمار کے، اور ارزقی بروایت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ طوافِ صفا اور مروہ میں سنت یہ ہے کہ صفا سے نیچے اکثر نشیب سیل گاہ تک آہستہ آہستہ چلے اور یہاں سے جبتک کہ نیچے آوے دوڑ کر چلے اور پھر آہستہ آہستہ روانہ ہو یہاں تک کہ مروہ پر پہنچ جاوے اور پھر مروہ سے صفا تک یہی عمل کرے اور بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حج ادا کر چکے اسی مقام پر لبیک کرتے ہوئے دوڑے اور جناب الٰہی سے لبیک عبدی جواب سنا اور حضرت کی دعا اس مقام پر یہ تھی کہ رب اغفر وارحم انك انت الاعز الاکرم۔ اور عبداللہ ابن عمر اور اور صحابیوں سے اس مقام پر بڑی بڑی دعائیں منقول و ماثور ہیں اور اس جگہ اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اس مقام پر ظاہر بین فقہاء کے واسطے اعتراض عظیم ہے اور منشاء اعتراض کا یہ ہے کہ ۱۶۴ھ میں جب مہدی عباسی حج ادا کر چکے، حکم فرمایا کہ جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعی کیا کرتے تھے وہ داخل مسجد حرام ہو اور . . . خانہ محمد بن عباد ابن جعفر کہ متصل مسجد حرام کے ہے سعی کے واسطے مقرر ہوا پس ظاہر بین فقہاء کو اس سبب سے شبہ عظیم پیدا ہوا اور کہا کہ سعی درمیان صفا اور مروہ کے امور تعبدیہ سے ہے کہ متعلق مکان معین سے ہے اور اس سے عدول جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ طواف خانہ کعبہ کا اور وقوف عرفات میں ہے اور چونکہ اس قسم کی عبادت مکانِ غیر معین میں معتبر نہیں پس اب سعی ان لوگوں کی ضائع جاتی ہے اس واسطے کہ جائے سعی

Marfat.com

آنحضرتؐ کی معلوم نہیں اور وہ جگہ داخل مسجد ہوئی اور مسجد میں سعی ممکن نہیں ہے اس کا جواب اہلِ تقلید کے حق میں یہ ہے کہ اس وقت امام مالک و امام ابویوسف و امام احمد اور امام شافعی موجود تھے اور اسی زمانہ کے قریب مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے تھے اور کسی نے تبدیل اور تحویل سعی پر انکار نہ کیا۔ پس اجماع متحقق ہو گیا اور اہل تحقیق کے حق میں یہ جواب ہے کہ مطلوب شارع کا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے اور اس وقت راہ راست ان دونوں پہاڑوں میں مسلوک تھی اس میں سعی کرتے تھے۔ من بعد راہ دوسری ان کے درمیان مسلوک ہوئی تو یہ راہ قائم مقام راہ سابق کے ہوئی چنانچہ جیسے مسجد میں احتیاج کے واسطے زمینِ شارع عام داخل کر لیں تو وہ زمین حکم مسجد میں ہو جاتی ہے اور اس میں اعتکاف صحیح ہے اور علاوہ اس کے بعض محققین اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں سعی کی جگہ بہت فراخ تھی بعد زمانہ آنحضرت صلعم کے لوگوں نے اس فراخی میں مکانات بنا لیے اور راہ بقدر سعی چھوڑ دی۔ گھر محمد بن عباد بن جعفر کا بھی اسی قسم نو احداث سے تھا، پس مہدی نے خانہ کو چھوڑ کر کچھ زمین مسجد الحرام میں داخل کر لی اور کچھ سعی کے واسطے چھوڑ دی پس تبدیل کلی سعی کی جگہ میں واقع نہ ہوئی۔ یہ حال صفا اور مروہ کا ہے اور جگہ یاد آنے عنایت الٰہی کی ہے کہ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ پر ان کے صبر کے باعث واقع ہوئی اور اگر یہودی اور نصاریٰ دیدہ و دانستہ . . . تم پر بسبب بتوں کے رہنے کے طعن کریں اور کہیں کہ تم بھی مثل بت پرستوں کے بتوں کے مکانات کی تعظیم کرتے ہو اور مانند اہل جاہلیت کے عمل کرتے ہو پس ان کے اس طعن سے دل تنگ مت ہو، اس واسطے کہ وہ جانتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی زمانۂ حضرت ہاجرہؑ سے پے در پے ہوتی ہے اور اس زمانہ میں بتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا لیکن وہ تم پر طعن کرنے کے واسطے اپنی ان معلومات کو چھپاتے ہیں اور وہ کم بخت اتنا نہیں سمجھتے کہ اس حق پوشی میں خود ملعون ہوتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ۔ تحقیق جو لوگ چھپاتے ہیں مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ اس چیز کو کہ ہم نے علامات کے واسطے نازل کیا ہے اور شعائر اللہ کیا ہے وَالْھُدٰی اور اس چیز کو کہ عقل کی معرفتِ شعائر اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ بعد اس کے کہ ہم نے اس کو خوب واضح کر دیا ہے اور کوئی وجہ مشابہت درمیان شعائر اللہ اور معابد کفار کے نہ رہی اور یہ واضح کرنا مخصوص اہل مطالعہ اور تدقیق کے ساتھ بھی نہیں ہے بلکہ

Marfat.com

عام ہے لِلنَّاسِ سب لوگوں کے واسطے خواہ ذکی ہوں خواہ پلید اور خواہ طالب علم ہو یا جاہل شخص اور اس کو مثل خبر آحاد کے بھی نہیں کیا ہے کہ کسی کو پہنچے اور کسی کو نہ پہنچے بلکہ اس کو داخل کیا ہے فِي الْكِتَابِ یعنی کتاب میں کہ متواتر ہے اور پوشیدہ رہنا متواتر کا ممکن نہیں ہے لیکن یہ لوگ بسبب کمال دشمنی کے متواترات کے پوشیدہ کرنے میں بھی کوشش کرتے ہیں۔ بلاشبہ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اس واسطے کہ بمقابل اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت اور رفع جہل چاہتا ہے اور یہ گمراہی اور بقائے جہل چاہتے ہیں وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ۔ اور نیز لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے ملائکہ اور ارواحِ انبیاء و صلحاء اس واسطے لعنت کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان کی کوششوں کو برباد کیا اس لیے کہ مدت دراز تک کتب الٰہی کے لانے اور خلق خدا کو ہدایت کرنے اور احکام الٰہی کے پہنچانے میں مصروف رہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی کوششوں کو ضائع کریں اور فاسق اور فاجر جن و انسان اور کفار اس واسطے لعنت کرتے ہیں کہ ہر ایک ان میں سے اپنی غرض کے وقت کہتا ہے کہ حق چھپانے والے پر لعنت ہو جیو اور یہ لعنت ان پر پڑتی ہے بلکہ اس معنی سے وہ لوگ خود اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں اور حیوانات اور جمادات اس سبب سے کہ بسبب شامت حق پوشی کے عالم میں ویرانی ہوتی ہے اور قحط پڑتا ہے اور بلائیں نازل ہوتی ہیں اور روحِ ملکوتی ہر تر و خشک کی فریاد اور نالہ کرتی ہے اور ان لوگوں پر کہ جن کے باعث یہ بلا میں گرفتار ہوئی ہیں لعنت کرتی ہیں، ہر چند کہ مورد اس آیت کا فقط یہودیوں اور نصاریٰ کے حق میں ہے کہ مسلمانوں پر طعن کرنے کے واسطے عظمت خانۂ کعبہ اور صفا و مروہ کی چھپاتے تھے لیکن مضمون عام ہے ہر ایک اس شخص کے حق میں کہ دیدہ و دانستہ امر واقعی کو احتیاج کے وقت ظاہر نہ کرے جیسے کافر معاند کہ دلائل ایمان بدل جانتا ہے اور زبان پر نہیں لاتا یا وہ گواہ جو . . . قضیہ سے خبردار ہے اور اپنی گواہی چھپاتا ہے تاکہ کسی کا حق جاتا رہے اور وہ علماء کہ دیدہ و دانستہ از راہ تعصب حق کو چھپاویں اور امرائے ظالم کہ ان کے نزدیک کسی کا حق ثابت ہوا اور طمع اور پاس داری کے سبب حکم نہ کریں اور اس کا نام مصلحت ملکی رکھیں اور قاضی رشوت لینے والے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرتے ہیں اور مشیر بے امانت کہ مصلحت معلوم ملک اور دین کو چھپاتے ہیں اور اس کے خلاف مشورہ دیتے ہیں اور ابن ماجہ اور اور محدثین بروایت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم

ف بیان ملعونان خدا کا۔

ایک روز ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل جنازہ تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونوں چشموں کے درمیان قبر میں ایسے گرز مارتے ہیں کہ اس کی آواز ہر جانور سنتا ہے اور اس کافر پر لعنت کرتا ہے اور یہی معنی اس آیت کے ہیں و یلعنھم اللاعنون۔ اور بیہقی اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب دو آدمی باہم تلاعن کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لعنت کرتا ہے، اس لعنت کو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ڈالنے کی اجازت چاہتے ہیں اگر وہ شخص قابل لعنت ہو تو اسی پر ڈالتے ہیں اور اگر وہ شخص قابل لعنت نہیں ہے تو کہنے والے پر اور اگر وہ بھی اس کے قابل نہیں ہے تو یہودیوں پر اور مستحقین لعنت پر۔ بیت:۔ جیسے کوئی دوست پر پھینکے ہے تیر۔ سینۂ دشمن پہ تاکہ جان کے ۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ اور اور معتبرات حدیث میں بروایت ابوہریرہ اور ابن عباس و ابن عمر و ابن مسعود و ابی سعید خدری اور اور صحابہ کے ثابت ہوا ہے کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور کوئی اس سے پوچھے اور یہ شخص اس علم کو پوشیدہ رکھے اور نہ کہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں ڈالے گا اور روایت ابن ماجہ میں ابو سعید سے یہ قید بھی وارد ہوئی ہے کہ من کتم علما ینفع الناس فی امر الدین۔ یعنی جو شخص چھپائے اس علم کو کہ امر دین میں مفید ہے اور اس حدیث بلکہ اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ تعلیم علوم دینی پر مزدوری اور اجرت لینا حرام ہے اس واسطے کہ اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم علم دین کی فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے پر اجرت لینی درست نہیں ہے جیسے نماز اور روزہ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ خبر واحد واجب القبول واجب العمل ہے اس واسطے کہ فرض کا اظہار کرنا عمل کے فرض کرنے کے واسطے ہے ہاں وہ علوم کہ دین سے متعلق نہیں اور تکالیف شرعیہ کے ادا کرنے میں ان کے محتاج نہیں ہیں جیسے طب، ہندسہ اور اکثر فنون ریاضی و طبیعیات اور علم تواریخ و نظم و شعر و انشاء ان کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اس جگہ ایک باریکی سمجھنے کے لائق ہے کہ اجرت نفس تعلیم پر حرام ہے لیکن کسی کے گھر پر قطع مسافت کر کے تعلیم کے واسطے جانا یا اطفال کو صبح سے شام تک قید میں رکھنا ایک عمل ہے علاوہ تعلیم کے اور اس عمل کے مقابلہ میں بلاشبہ اجرت لینی حلال ہے اور ایسے ہی تعلیم کے واسطے مدرسہ میں بیٹھے رہنا کسی مدت تک مقابل اجرت کے ہو سکتا ہے اور ابن ماجہ بروایت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ف بیان اجرت لینا علم پر جواز اور عدم جواز کا۔

Marfat.com

ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت آخر اس امت کے اہل اس امت پر لعنت کرنا شروع کریں (چنانچہ اس زمانہ میں فرقۂ روافض میں یہ عمل مروج ہوا ہے) پس جو کوئی ایک حدیث چھپاویگا تو اس نے گویا تمام کتب منزلہ الٰہی کو پوشیدہ کیا اور طبرانی اوسط میں بروایت ابوہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ مثال اس شخص کی کہ علم سیکھتا ہے اور پھر اس کو ظاہر نہیں کرتا اور پوشیدہ رکھتا ہے مثل اس آدمی کے ہے کہ خزانہ بیشمار جمع کیا اور خرچ نہیں کرتا ہے۔ اور بخاری اور ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ اگر ایک آیت کلام اللہ میں نہ ہوتی تو میں کسی کو حدیث روایت نہ کرتا اور یہ آیت ان الذین یکتمون سے لاعنون تک پڑھی۔ لیکن یہ غضب اور لعنت خاص اس آدمی پر ہے کہ آخر عمر تک حق پوشی میں اصرار کرے وگرنہ اس وعید سے خارج ہے اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا۔ مگر جن لوگوں نے حق پوشی سے توبہ کی، اور توبہ صحیح یہ ہے کہ ندامت اس کام پر فقط خوفِ خدا اور اندیشۂ عذاب سے دل میں پیدا ہو نہ مثل اس کے کہ کسی کی امانت کا منکر ہوا اور جب لوگوں نے علامت کی تو اظہار کیا یا جس کسی کی حاکم نے گواہی رد کردی اور اس نے پھر بسبب عار کے اظہار واقعہ کیا تو یہ بات توبہ سے نہیں ہے اور فقط توبہ پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ اس فساد کے تدارک میں کہ حق پوشی کے باعث پہنچا ہے کوشش کی وَاَصْلَحُوْا یعنی اصلاح کی اس چیز کی کہ بسبب حق پوشی کے فاسد کی تھی جیسے کہ عقائد اور اعمال اور اموال لوگوں کے تلف ہو گئے وَبَیَّنُوْا اور حقِ معلوم کا بیان کرنا شروع کیا فَاُولٰٓئِکَ پس یہ گروہ ہر چند بسبب حق پوشی کے شامت نفس اور گمراہی میں گرفتار ہو گئے تھے لیکن جب انھوں نے اپنی طرف سے اظہار حق میں کوشش کی اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ تو ان پر رجوع برحمت کرتے ہیں ہم اور ان کی توبہ کو ہم قبول کر لیتے ہیں اور ان کو لعنت سے کہ اس کے مستحق تھے باہر نکال لیتے ہیں وَاَنَا التَّوَّابُ اور میں بار بار توبہ قبول کرنے والا ہوں بلکہ لعنت کے عوض ثواب اور صلہ عطا کرتا ہوں اس واسطے کہ میں الرَّحِیْمُ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا ہوں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ تحقیق جو لوگ کہ بسبب حق پوشی کے کافر ہو گئے اور باوجود بیانِ حق کے پہنچنے کے کفر سے باہر نہ آئے وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اور حالت کفر ہی میں مر گئے اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ اس گروہ پر لعنت خدا کی ہے اس واسطے کہ حق پوشوں کے تابعدار رہے باوجودیکہ بیانِ حق پہنچ گیا۔ وَ۔ اور ایسے ہی ان پر لعنت ہے الْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

فرشتوں اور سب لوگوں کی، یہاں تک کہ خود کی بھی اس واسطے کہ بعض وقت اپنے پر آپ لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کوئی دیدہ و دانستہ حق کا انکار کرے اس پر لعنت ہے اور یہ لعنت ان سے منقطع نہ ہوگی جیسے کہ توبہ کرنے والوں سے ہو گئی تھی، اس واسطے کہ بعد مرگ کے وقتِ توبہ نہ رہا اور انھوں نے قبلِ موت توبہ نہ کی۔ پس وہ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ لعنت میں رہیں گے اور قطع نظر اثرِ لعنت کے ان کے حق میں کمی بھی نہیں ہوگی لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ و تخفیف عذاب ان پر سے نہ ہوگی بلکہ دم بدم تکلیف زیادہ ہوگی بسبب تبدیل چڑے بدن کے وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ اور ان کو مہلت بھی نہ دی جاویگی تاکہ کچھ دیر آرام کرلیں اور قوت تازہ عذاب سہنے کے واسطے ہو جاوے اس واسطے کہ تخفیف اور مہلت بھی ایک طرح کا لعنت سے نکالنا ہے اور یہ ان کے حق میں محال ہے اور جبکہ حال ان لوگوں کا کہ دوسروں کی حق پوشی میں کفر اور گمراہی پر اصرار کرتے ہوئے مر گئے ایسا ہوا تو حال ان لوگوں کا کہ حق پوشی میں اصرار کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے خیال کرنا چاہیئے کہ کیا کچھ ہوگا اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کافر کفر پر مر جاوے تو اس پر لعنت کرنی جائز ہے اگرچہ موت کے باعث حد تکلیف سے نکل گیا ہے جیسے کہ کافر دیوانہ ہو جاوے اور جنون کے سبب تکلیف ساقط ہو جاوے اور یہی حال اہل ایمان کا ہے حالِ استغفار اور ترحم میں بعد موت اور جنون کے۔ اس واسطے کہ تکلیف کا زائل ہو جانا ایسے امور یعنی رحمت اور استغفار کو متغیر نہیں کرتا اور نیز اس آیت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جبتک کسی کا مرنا حالت کفر میں بیقین معلوم نہ ہو تو اس پر لعنت جائز نہیں ہے اس واسطے کہ جب شرط جاتی رہی تو مشروط بھی فوت ہوا اور کافروں پر لعنت ہمیشہ کیونکر نہ رہے کہ وہ وقتِ موت تک کفر پر اصرار کرتے رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور معبود حقیقی تمھارا ایک ہے پس جو کوئی اس کے فرمان میں نہ رہا اور غیر کی عبادت اختیار کی اسکی رحمت سے دور ہوا اور تمام خاص بندوں اور فرشتوں کی لعنت اور سرزنش پائی ہاں اگر فی الواقع تمھارے معبود کئی ہوتے تو احتمال تھا کہ جب ایک نے بسبب قصور اور نافرمانبرداری کے دربار سے نکال دیا تو دوسرا اس پر رحمت کرتا اور لعنت سے نکال لیتا جیسے کہ نوکری اور رعیت بادشاہ ہونے میں اس قسم کے احتمال ممکن ہیں اور واقع ہوتے ہیں اس واسطے کہ بادشاہ اور استاد اور پیر وغیرہ خلقت میں کئی جگہ پائے جاتے ہیں اور ایک پر منحصر نہیں اور اس جگہ یعنی منصبِ خدائی

Marfat.com

اور معبودیت میں یہ احتمال ممکن نہیں اس واسطے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کوئی معبود حقیقی سوائے اس کے نہیں ہے اور چنانچہ معبودیت اسی میں ہے ایسے ہی وہ الرَّحْمٰنُ صاحب رحمت عامہ کہ اس نے ہر ایک کو منافع اس کی معاش کے وجود سے صفات اور آثار تک بخشے ہیں اور ایسے ہی وہ الرَّحِیْمُ صاحب رحمت خاصہ ہے کہ اپنی بعض مخلوق کو کرم و فضل سے راہ ہدایت دکھلاتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشتا ہے اور آخرت کے ثواب کا مستحق کرتا ہے پس جس کسی نے اس کا کفر کیا، اور منہ فرمانبرداری سے موڑا تو اس نے رحمت سے اپنی دور ڈالا اور چونکہ اور کوئی رحمٰن اور رحیم نہیں ہے تو ضرور خدا کی رحمت یعنی لعنت میں گرفتار ہوا اور اس رحمٰن و رحیم کی رحمت سے مایوس ہوا۔ پس توقع تخفیفِ عذاب اور امید مہلت و فرصت کی کیونکر ہو کہ یہ دونوں آثار رحمت سے ہیں اور اس نے دروازۂ رحمت کو کہ سوائے اس کے اور در نہیں ہے اپنے اوپر بند کر لیا اور اگر کافر کہیں کہ معبودیت و رحمانیت و رحیمیت ایک ذات واحد میں منحصر ہونا فقط دعویٰ تمہارا ہے اس کی دلیل کیا ہے جو ہمارے تئیں لعنت ابدی میں سمجھتے ہو ہرگز ہمارے ذہن میں نہیں آتا کہ ایک ذات واحد اس قدر نعمت ہائے بے انتہا کے افاضہ کی گنجایش رکھے، چنانچہ ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت والٰھکم الٰہ واحد مدینہ میں نازل ہوئی، کافران مکہ نے سنکر تعجب کیا اور کہا کیف یسمع الناس الٰہ واحد وان محمدا یقول الٰھکم الٰہ واحد فلیاتنا بایۃ ان کان من الصادقین، یعنی آدمی کیونکر سنتے ہیں کہ اللہ واحد ہے اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ واحد ہے پس کوئی دلیل بیان کریں اگر وہ صادقین سے ہیں۔

ہم جواب دیتے ہیں کہ دلائل اس دعوے کے بہت ہیں علاوہ علویات اور سفلیات، و نیز عوارض ان دونوں سے اور متوسطات سے اس واسطے کہ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ یعنی تحقیق آسمان ہفتگانہ کی پیدایش میں کہ حرکات مختلفہ ساتوں سیاروں کی نئی نئی شان اور رنگ میں اور ان کا وقوف اور رجوع و استقامت کرنا اور حرکتیں گاہے پے در پے بروج پر اور گاہے غیر بروج پر اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہر ایک آسمان ہائے ہفتگانہ سے حال عجیب اور گوناگوں رکھتا ہے کہ واقفان اہل ہیئت نے بعض عجائبات کو دریافت کیا ہے اور پیغمبروں نے بھی بیان فرمایا ہے مثلاً ہر آسمان علیحدہ علیحدہ فرشتوں کا مسکن ہے اور ہر آسمان میں کارخانۂ قضا و قدر رنگ دیگر رکھتا ہے،

Marfat.com

اور ہر ایک کے ساتھ ارواحِ انبیاء اور اولیاء کو خصوصیت ہے اور عابدوں کی عبادت اور دعا کرنے والوں کی دعا ہر آسمان سے گذرتی ہے اور قوت دیگر پیدا کرتی ہے اور ہر ایک آسمان پر ظہور شانِ الٰہی اور تجلی ذات پاک کی برنگ دیگر ہے اور ہر آسمان پر رنگ برنگ کی قندیلیں یعنی ستارے معلق ہیں اور روشنی ان ستاروں کی ہر آسمان میں نئی نئی طرح کی ہے اور حرکت ہر آسمان کی علحدہ علحدہ ہے مثلاً حرکتِ آسمان آفتاب تین سو پینسٹھ دن میں اور حرکت آسمان ماہتاب اٹھائیس روز میں اور اور آسمان عطارد اور آسمان زہرہ مثل حرکت اول آسمان کے دورہ تمام کرتے ہیں اور آسمان زحل تیس برس میں اور آسمان مشتری بارہ سال میں اور آسمان مریخ دو سال میں اور آسمان ثوابت چھتیس ہزار سال یا پچیس ہزار سال میں دورہ تمام کرتے ہیں اور آسمان محیط ایک شب و روز میں اور ایسی ہی حرکتیں ہیں جب شرق یا غرب کی طرف متوجہ ہوتی ہیں و یا شمال و یا جنوب کی طرف میل کرتی ہیں ایسے ہی تمام ستارے طرح طرح کی مقدار رکھتے ہیں کوئی چھوٹا کوئی بڑا اور طرح طرح کے رنگ رکھتے ہیں مثلاً زہرہ سفید ہے اور زحل سیاہ ہے اور مشتری چمک اور مریخ سرخی اور قمر تاریکی اور عطارد زردی رکھتا ہے اور ایسے ہی ترکیب افلاک اور ربط ایک کی حرکت کا دوسری کے ساتھ اور ستاروں کی مختلف اوضاع کہ مستلزم حدوث اتصالات کی ہیں اور تاثیرات گوناگوں عالم سفلی میں ان سے ظاہر ہوتی ہیں اور تمام موافق حکمت اور بروجہ صواب ہیں وَالْاَرْضِ یعنی پیدایش زمین میں کہ بشکل مدور ہے اور عین وسط عالم میں ایک چیز ایسے طور پر رکھتی ہے کہ جب آفتاب اس پر واقع ہوتا ہے بسبب کثافت جسم مخروطی ظلی کے مقابلہ آفتاب میں ظاہر ہو جاتی ہے اور ہم رنگ آفتاب کے حرکت کرتی ہے اور نور اور روشنی عالم میں متحقق ہوتی ہے یہاں تک کہ ماہتاب جس وقت اس مخروط ظلی میں آتا ہے خسوف یعنی چاند گہن ہو جاتا ہے اور نیز زمین کو کرۂ پانی سے خالی کیا ہے کہ جگہ استقرار جانور و درخت بخوبی ہو جاوے اور وضع قطعات زمین کی آسمان سے مختلف بنائی تاکہ گذرنا آسمان اور ستاروں کا سروں ساکنان شہروں سے مختلف ہو اور اس اختلاف کے باعث فصلیں مختلف اور مزاج گوناگوں اور اخلاق رنگا رنگ آدمیوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور اُفق کے اختلاف سے روشنی مختلف ہوتی ہے اور باوجود اس کے زمین جگہ اگنے اشجار اور نباتات اور اناج و غلات و میوے و ثمرات کے بنائی ہے کسی جگہ درخت بسبب کثرت کے بصورت جنگل ہو گئے

ف بیان مقدار گردش آسمان اور ستاروں کا۔

Marfat.com

اور کسی جگہ دریا اور نہر جاری ہے، کہیں کان سونے چاندی ہیرے موتی وغیرہ کی ہے گویا خزانۂ جواہرات ہے اور کہیں چشمہ نکلا ہوا کہیں پہاڑوں نے سر بہ آسمان بلند کیا، کہیں غاروں اور نشیب نے رگ و ریشہ تحت الثریٰ تک پہنچایا اور زمین باوجود ان عجائبات کے بوجھ عالم اٹھائے ہوئے ہے، اور طرح طرح کی جفا مخلوقات سے قبول کیے ہوئے، شاہ و گدا کو روٹی دیتی ہے اور کسی پر احسان نہیں رکھتی نیز مادۂ پیدائش آدم ہے اور نیز جائے معاش اور نیز جائے سجدہ و عبادت، کوئی ٹکڑا بہ بیت اللہ منسوب، کوئی ٹکڑا مدفن جسم مبارک محبوبؑ انوار آسمانی ان ٹکڑوں نورانی کے مقابلہ میں نیست و نابود ہیں اور معابد ملائکہ آسمان میں اس آشیانۂ منور کا رشک دل میں رکھتے ہیں وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور اختلاف شب و روز میں کہ عوارض علویات اور سفلیات سے ہیں جب شعاع آفتاب آسمانی بصورت مخروطی ہو اور اس کا سر مرکز آفتاب میں چھپاں ہو اور قاعدہ اس کا کسی افق زمین پر منطبق ہو تو یہ حقیقت روز ہے اور جب سائۂ تاریک زمین کہ قاعدہ اس کا کسی افق پر منطبق اور سر اس کا نقطۂ مقابل آفتاب میں چھپاں ہو تو یہ حقیقتِ شب ہے اور ان دونوں میں باہم کمال نزاع اور اختلاف ہے یہ تاریک وہ نورانی یہ سرد وہ گرم، یہ سیاہ وہ سفید یہ بسمت دیگر اور وہ بجانب دیگر اور یہ اور ملک میں اور وہ ملک دیگر میں یہ وقت آرام و خواب وہ وقت تلاش اور کسب اسباب یہ وقت خلوت اور وہ وقت جلوت، یہ وقت پوشیدگی وہ وقت ظہور، اگر ہر شب کو دوسری شب سے اور ہر روز کو دوسرے روز سے، ایسے ہی تمام سال کے شب و روز کو قیاس کریں تو اس قدر اختلافات نمودار ہوں کہ ان کا بھید معلوم نہ ہو اور رنگ و درازی جدا ایک دوسرے کی ہے۔ مصرعہ، رات میں جو گھٹے وہ دن میں بڑھ جائے؛ مجموعہ دورہ شب و روز کا چوبیس ساعت ہے، چھ ماہ شب بڑی رہتی ہے اور دن چھوٹا اور چھ مہینے برعکس، اور جہاں کہیں کہ قطب بہت بلندی پر ہوتا ہے، بعض اوقات تمام دورہ روز کا رہتا ہے بلکہ بعضی جا کہ قطب فلک محیط مقابلہ سر کے ہوتا ہے شش ماہ روز اور شش ماہ شب رہتی ہے اور رات دن میں روز شادی و روز غم اور شب تولد و شب وفات اور روز جنگ و لڑائی و روز عیش و محفل آرائی اور روز بیماری و روز شفا اور شب رنج و شب راحت اور شب افلاس و فاقہ اور شب دولتمندی و خوشی اور شب عابدان اور شب دزدان باہم کس قدر اختلاف ہے، حالانکہ دونوں بحرکت آفتاب مربوط ہیں اور بندوبست معاش حیوان و انسان بلکہ نباتات کا بالاتفاق دونوں کے ہونا

باوجودیکہ متضاد ہیں کارخانۂ عجائبات سے ہے اور نیز اول شب غلبہ خواب کا نمونہ موت نفخۂ اولی کا ہے اور وقت طلوع فجر کے بیدار ہونا نمونہ حیات بعد الموت کا نفخۂ دویمی ہے اور رات کی تاریکی کا بسبب ظہورِ فجرِ مستطیل کے جاتا رہنا نوادرات سے ہے گویا ایک جدول پانی صاف سے دریائے پُرکدورت میں رواں ہے اور اس میں ہرگز ملتی نہیں وَالْفُلْكِ اور کشتیوں کا جاری ہونا اور یہ صنعت اور ترکیب فقط جناب الٰہی سے حضرت نوحؑ پر القا ہوئی تھی کہ اس کے سبب غرق طوفان سے امن میں رہے بعدازاں لوگوں میں جاری اور رائج ہوئی بخلاف اور صنعتوں اور اور ترکیبوں کے جیسے عمارات اور پُل وغیرہ کہ انسان نے اپنی فکر سے کی ہیں اور نیز کشتی کا پانی پر جاری ہونا فقط بقدرتِ الٰہی ہے اس واسطے کہ اول موقوف پانی کے رقیق ہونے پر ہے اور اسی واسطے دریائے شمالی میں کہ بسبب زیادتی سردی کے اکثر سال جما رہتا ہے جاری نہیں ہو سکتی، دوسرے موقوف ہلکا اور سبک ہونے مادۂ کشتی پر ہے کہ بسبب تخلل اور کثرت مسام کشادہ کے جسم خفیف اور ہلکا رہتا ہے وگرنہ بقدر ایک فلوس کے لوہا یا تانبا پانی پر نہیں ٹھہر سکتا اور ہزارہا من لوہا اور تانبا کشتی پر لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک کو لیجاتے ہیں، تیسرے ہوا کا ارسال کرنا کشتی کے رواں ہونے میں مددگار ہوا اور بقدر اعتدال چلے تاکہ صدموں پیچ و تاب بھنور اور تلاطم امواج سے سالم رہے خصوصًا الَّتِيْ وہ کشتی کہ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ دریائے شور میں جاری ہوتی ہے کہ کنارہ زمین پیدا نہیں اور زمین ہرگز نظر نہیں آتی ہے اور علامات پہاڑ و مینار اور راہ اور طریقے معرفت کے گم اور راہ فریادرسی کی مطلقًا بند اور آفتاب پانی ہی سے طلوع کرتا ہے اور پانی ہی میں غروب ہو جاتا ہے اور سوائے آفتاب و ستاروں اور پانی کے کوئی چیز نمودار نہیں ہے۔ اگر جناب الٰہی سے ان کشتیوں کے سوار ہونے والوں کو تقویت نہ ہو تو ان مصیبتوں پر کیونکر صبر کر سکتے ہیں اور پھر یہ بھی تدبیر الٰہی ہے کہ ہر ملک اور ہر ولایت کو عجیب اجناس اور تحائف سے مخصوص کیا، کہیں روپیہ بہت اور میوہ نایاب اور کہیں گھوڑے بسیار اور خوراک کم اور کہیں غلّہ اور میوہ بافراط اور روپیہ بتفریط اور کہیں کوئی شے ہے اور کہیں کوئی۔ اگر یہ خصوصیات نہ ہوتیں تو کون اپنے تئیں اس سفر پُرخطر اور دریائے ہولناک میں ڈالتا۔ پھر آدمیوں میں خواہش نقل کرنے اسباب ایک مکان کا دوسرے میں ڈالدی۔ اور شوقِ نفعِ تجارت دلوں میں مضبوط کر دیا تاکہ اس خیال سے سختیوں میں مصروف ہوں اور بعضوں کو شوق حج و زیارت انبیاء و اولیاء نے اس قدر بیتاب کیا

ف تحقیق لغت بحر کی اور معنی اس کے یہ

Marfat.com

کہ وہ بھی ایسی مصیبتوں کو خیال میں نہیں لاتے، بحر لغت عرب میں دریائے شور کا نام ہے دریائے شیریں کو بحر نہیں کہتے مگر کبھی بطریق استعارہ کے مجاز کے اور اصل دریائے شور کہ اکثر جوانب محیطِ معمورہٗ زمین اس کے قابل نہیں ہے کہ کشتیاں جاری ہوں اور آمد و رفت بخوبی ہو اس واسطے کہ جزائر اور کنارے آباد نہیں ہیں لیکن چند ٹکڑے اس محیط سے وسطِ زمین میں آ گئے ہیں اور سبب نقل کرنے اسباب کے ایک ملک سے دوسرے میں ہوئے ہیں اور ان میں کشتیوں کا جاری ہونا مروج ہے اس میں سے جو ٹکڑا جانب جنوب سے آ گیا ہے اور محیط شرقی کے متصل ہے اور محیط غربی سے منقطع چار شاخیں ہیں، جب ان چاروں کا جانب غرب سے شمار کریں تو اول خلیج بربری ہے، اس واسطے کہ حدود بربر میں ہو کر ملکِ حبش میں گذرتی ہے اور طول اس خلیج کا جنوب سے شمال تک ایک سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض پینتیس فرسنگ ہے اور ضلع غربی پر حبشی کافروں کے شہر ہیں دوسری خلیج احمر ہے کہ اس کا طول جنوب سے شمال تک چار سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض ساٹھ فرسنگ اور جس جگہ سے کہ یہ خلیج تمام ہوئی ہے قسطاط دار الخلافہ سے مصر تک تین دن کی راہ ہے اور یہ شہر دریائے نیل کے شرقی کنارے پر واقع ہے اور اس خلیج کے غربی ضلع پر بربر کے اور حبشیوں کے شہر واقع ہیں اور اس کے شرقی ضلع پر اہل حجاز کے کنارے اور بندر ہیں ان میں سے ایک فرضہ بندر مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس میں قافلے اہل مصر و حبشیوں کے ملک حجاز میں آتے ہیں اور ایک ان میں سے جدّہ ہے کہ بندر مکہ معظمہ کا ہے سواحل اہل یمن اسی خلیج پر ہیں۔ اور کنارہ شرقیہ پر شہر عون آباد ہے تیسرے خلیج فارس ہے اس کا طول بھی جنوب سے شمال تک چار سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض ایک سو اسی فرسنگ ہے اور اس کے مغربی کنارے پر ملک عمان ہے اور اسی واسطے اس خلیج کو بحر عمان بھی کہتے ہیں اور تمام ولایت عرب و حجاز و یمن درمیان ضلع غربی اس خلیج اور شرقی احمر کے واقع ہے اور اسی واسطے اس ولایت کو جزیرۂ عرب کہتے ہیں اور مکہ معظمہ اور مدینۂ منورہ اسی ولایت میں ہیں اور اس خلیج کے شرقی کنارہ پر شہر فارس ہیں۔ چوتھی خلیج اخضر ہے اور یہ خلیج جنوب سے شمال کو آتی ہے اور بصورت مثلث ہے اس کا ضلع شرقی متصل محیط شرقی ہے اور ضلع غربی پانچسو فرسنگ ہے اور اس کے کنارے پر ولایت چین آباد ہے اور اسی واسطے اس کو بحر چین بھی کہتے ہیں اور گوشہ غربیہ اس بحر کا گوشہ شرقیہ بحر فارس تک

Marfat.com

مسمّیٰ بہ بحر ہند ہے اس واسطے کہ ولایت دکن و گجرات و کچھ اس کے کناروں پر واقع ہے اور جو ٹکڑا کہ جانب غرب سے شرق کو آتا ہے ایک بڑی خلیج ہے کہ اکثر شہروں مغرب پر گذرتا ہے اور شہروں مصر و شام تک پہنچتا ہے اور یہ تمام شہر اس کے ضلع جنوبی پر ہیں لیکن ضلع شمالی شہروں اندلس اور صقالیہ پر گذرتا ہے اس میں سے ایک شاخ نکل کر ملک شمالی صقالیہ میں گذرتی ہے اور طول اس خلیج کا ایک سو فرسنگ ہے اور عرض تراسی فرسنگ، اور پھر اس طرف سے نکل کر بسمت مشرق جاتا ہے اور اکثر کوہستان غیر مسلوک اور زمین غیر مسکون میں بہتا ہے اس سبب سے اس کی انتہا معلوم نہیں کہ کہاں ہے، یہ حال بحار متصلہ بمحیط کا ہے لیکن جو کہ متصل بمحیط نہیں ہے پس بحر طبرستان اور جیلان اور باب الابواب اور خرادامن ہیں اس واسطے کہ یہ ولایت سب ان کے کناروں پر ہیں اور بحر مستطیل الشکل ہے مشرق سے مغرب تک دو سو پچاس فرسنگ سے زیادہ ہے اور شمال سے جنوب تک قریب دو سو فرسنگ کے ہے اور اگر اس بحر کو ابحار متصلہ بمحیط سے جمع کریں تو سات بحر عظیم سوائے محیط اور ربع مسکون کے ہیں اور لفظ **سبعۃ ابحر** کہ قرآن مجید میں وارد ہے اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور ان ابحار مہلکہ عظیمہ سے نجات بذریعہ کشتی کہ الہام غیبی سے بشر کو معلوم ہوئی ہے اور ہو سکتی ہے اور اس تدبیر میں فقط بحروں مہالک سے نجات ہی مرعی نہیں ہے بلکہ ایسے دریاؤں میں کشتیاں جاری ہوتی ہیں **بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ** اس چیز کے واسطے کہ آدمیوں کو نفع پہنچاوے جیسے ایک ملک سے دوسرے ملک کو عبور کرنا اور اسباب و اموال تجارت کا لانا اور لیجانا اور بوجھ و بار عمارت وغیرہ اور مسافت طویلہ کا مدت قلیلہ میں قطع ہونا اور سواری جانوروں کی کہ ان کا باندھنا کھولنا اور فکر گھاس دانہ حلاوت زندگی کو خصوصاً لوقت پہنچنے منزل بعیدہ کے برباد کر دیتا ہے نیز سواران کشتی کو بسبب تجارت یا مقصد پر پہنچنے سے نفع ہے اور نیز ان آدمیوں کو جن کے ملک میں یہ کشتی ٹھہرتی ہے بسبب پانے اشیاء مرغوب کے اور نایاب کے نفع ہے اور اسیواسطے بما ینفع الناس فرمایا، اور تخصیص سواران کشتی کی نہ کی اور اس لفظ سے دلیل جواز سواری کشتی و جہاز اور تجارت سے فائدہ لینے کی ہے **وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ** اور وہ چیز کہ نازل کی آسمان سے پانی کی آسمان اصلاً جائے قرار اور معدن پانی کا نہیں ہے اس واسطے کہ پانی بالطبع تقاضۂ قرار بر زمین کرتا ہے پس یہ فقط اثر قدرت اور رحمت ہے کہ جانب آسمان سے پانی کے دریا کے دریا نازل فرماتا ہے اور یہ

Marfat.com

پانی مختلف پانی دریا کے ہے مزہ میں بھی اور اثر میں بھی اس واسطے کہ آبِ دریا نے شور کڑوا ہے اور
وہ خیریں، اور آب دریا زراعت اور جلد حیوانات کو جلا دیتا ہے اور وہ کھیتی کی نشو و نما میں مدد دیتا ہے،
اور حیوانات کے اجسام کو نفع بخشتا ہے اور آب دریا ہرگز دافع تشنگی نہیں ہے اور وہ پیاس
کو بخوبی دور کر دیتا ہے اور آبِ دریا سیاہ اور مکدر و غلیظ ہے اور وہ شفاف و صاف و رقیق القوام ہے
اور اس میں منافع مشترکہ جیسے اشیاء کا پاک کرنا اور ہر صنعت میں کام آنا بھی ہیں بلکہ بسبب جودت جوہر
کے بہ نسبت آب دریا کے، یہ منافع اس میں زیادہ ہوتے ہیں، بعضی صنعتیں تو اسی پانی پر موقوف
ہیں، آب شور کام میں نہیں آتا اور بعضی چیزوں کو خراب کر دیتا ہے جیسے کھانا پکانے میں اور
عمل کچ میں اور ترکیب حلاوت وغیرہ میں، اور پھر اس پانی نازل کردہ کو ضائع نہ کیا اگر وقت نزول
کے انتفاع اٹھایا گیا ورنہ اس سے پھر اس وقت نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعضے ٹکڑوں زمین
کو ایسی خاصیت دی کہ پانی ان کے اندر جا کر اور راہ سے فوارہ اور چشمہ ہائے گوناگوں ہو کر نکلتا
ہے اور بعضے ٹکڑوں کو ایسی خاصیت دی کہ وہ پانی کو کھینچ کر نگاہ رکھتے ہیں تا کہ جب کنواں وغیرہ
کھودیں تو ظاہر ہو جاوے اور کام میں آوے اور اس قدر قوت جذب تمام زمین میں مشترک ہے
اگر اس پانی کو کسی گڑھے میں نہ لیجاوے یا راہ دیگر سے جاری ہو تو قوت نامیہ اپنی کو اس سے
زیادہ کرتی ہے فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. یعنی اس پانی سے زمین کو بعد موت کے زندہ
کیا کہ ایک قوت زمین کی جو معطل ہو گئی تھی بسبب پانی کے پھر لائق کام ہو جاوے، جیسے کہ مردہ زوال
حرکت و حس سے پھر زندہ ہوتا ہے اور گوناگوں نباتات اور گیاہ اور درخت سوار و پیادہ اور
پھول اور میوے وغیرہ نکلتے ہیں گویا کہ خون خشک ہو کر مردہ کا از سر نو رگوں میں جاری ہوا اور گوشت
اور چمڑا اور بال و ناخن گرے ہوئے دوبارہ استخوان پر اگ آئے اور رونق اور تازگی پھر آگئی، اور
حیوانات کا رزق بخوبی پیدا ہوا اور مادہ تولد کا بہت سے اقسام حیوانات کو حاصل ہوا وَبَثَّ فِيْهَا
اور پراگندہ کیا زمین میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر جنس کے حیوان کو اس واسطے کہ حیوان دو قسم ہیں ایک
وہ قسم کہ خود بخود پیدا ہوتے ہیں جیسے ٹڈی سانپ بچھو مینڈک اور پروانہ کی قسمیں اور تمام حشرات
الارض وجود اس قسم کے جانوروں کا باران آنے اور جوش کرنے حرارت زمین پر موقوف ہے۔ یا
بسبب اجتماع حرارت اور رطوبت کے تعفن معتدل ہو کر قبولِ حیثیت حیوانی کرتا ہے اور دوسری

Marfat.com

قسم توالد کی جیسے گائے شتر آدمی اور تمام چرندے پرندے اور باقی رہنا اس قسم کا نباتات اور غلہ اور میووں کے ہونے پر ہے اور ان کی قوت یہی اشیا ہیں اور وجود ان چیزوں کا مینہ کے برسنے پر ہے اور اگر کوئی خوب تامل کرے تو معلوم ہو جاوے کہ جیسے شروع ربیع سے درختوں اور نباتات کا بڑھنا شروع ہوتا ہے اور آخر سرما میں انتہا کو پہنچتا ہے اور پختگی پیدا کرتا ہے ایسے ہی حیوانات کے جسم ابتدائی موسم بارش و باراں سے نشوونما پکڑتے ہیں اور موٹا ہونا شروع کرتے ہیں اول خریف میں بہت خوبصورت اور موٹے تازے رہتے ہیں اور دودھ ان کا پختہ ہوتا ہے اور بدن میں قوت ہو جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ جیساکہ درختوں میں بے برگی اور کم ہونا سایہ اور میوہ کا شروع ہوتا ہے ایسے ہی حیوانات کے جسموں میں گوشت اور دودھ کم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ قرب ربیع میں بالکل دُبلاپن اور قلت گوشت و دودھ بہم پہنچتا ہے اور پھر جب بارش و باراں شروع ہوتی ہے ، بحالت سابق رجوع کرتے ہیں ، ہاں البتہ آدمی کہ اپنے واسطے قوت جمع کر لیتے ہیں اور درندے کہ اور جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں ظاہر میں اس تغیر و تبدل سے محفوظ دکھلائی دیتے ہیں لیکن بالا انتہا مدار ان کا بھی زیادتی کھانے اور پینے اور تازگی و نضارت کا فصل باراں پر ہے اور چونکہ اس مقام میں ذکر خشکی جانوروں کا ہے جو کہ زمین پر منتشر ہیں اور دلیل اس کی و بث فیھا من کل دابۃ ہے پس دریائی جانوروں کا پانی پینے سے بے پروا ہونا کچھ خوف نہ رکھے اور باوجود اس کے اہلِ علمِ حیوانات نے لکھا ہے کہ اگر ایک سال مینہ نہ برسے تو دریائی جانور اندھے ہو جاتے ہیں اور ان کی بینائی میں قصور ہو جاتا ہے پس وہ بھی مینہ کے پانی کے محتاج ہیں اور محتمل ہے کہ جملہ و بث فیھا من کل دابۃ انزال پر معطوف ہو تو اس صورت میں یہ دلیل باران سے سوا ہے لیکن اس صورت میں ضمیر فیھا کا مرجع خاطر خواہ میسر نہ ہو گا الا بتکلف اور بہر تقدیر جس کسی نے کتاب حیٰوۃ الحیوان اور تشریح حیوانات کی کتابیں اور عجائب المخلوقات کا مطالعہ کیا ہے کچھ کارخانہ وسیع سے پا سکتا ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو ۔ اور نہیں جانتا کوئی خدا کے لشکر کو مگر وہی اور عجائبات حیوانات سے ایک یہ ہے کہ صورتیں رنگارنگ اور اشکال بیشمار رکھتے ہیں خصوصاً تمام حیوانوں میں سے صورتوں اور شکلوں میں مختلف ہونے میں آدمی مخصوص ہے ، حضرت امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے از راہ تعجب کہا کہ مقدمہ شطرنج کا بہت عجیب ہے کہ شطرنج باوجودیکہ چنداں طول و عرض نہیں رکھتی ہے ایسی بنائی

Marfat.com

گئی ہے کہ اگر ایک آدمی ہزار دفعہ کھیلے اور بازی اس کے موافق نہ پڑے تب بھی ہر بار اور بازی ظاہر ہوگی حضرت نے جواب دیا کہ میں تجھ کو اس سے بھی زیادہ متعجب شے بتلاتا ہوں کہ کمالِ قدرتِ الٰہی کی دلیل ہے دیکھ کر چہرہ انسان کا ایک بالشت طول و عرض میں نہیں ہے، پھر ہر مقام میں ہر عضو اس طرح سے مقرر ہے کہ تغیر و تبدل قبول نہیں کرتا اور ابرو و آنکھ و کان و ناک و منہ کو اس کی جگہ مقررہ سے بیجا نہیں کر سکتے اور باوجود اس کے اگر ہر فرد بشر کو ڈھونڈے ہرگز دو آدمی ایک صورت میں مشابہ نہ ہوں، ہر ایک میں تمیز کی وجہ رکھی ہے اور اگر یہ تدبیر الٰہی نہ ہوتی تو آدمی باہم ممتاز نہ ہوتے اور شبہ عظیم پیدا ہوتا اور بندوبستِ معاش اور حاجتوں میں خلل ظاہر ہوتا اور ہر چند جاری ہونا کشتیوں کا، اور آسمان کی طرف سے پانی کا برسنا اور زمین میں جانوروں کا پراگندہ ہونا دلائلِ مستقل وحدت، اور رحمت الٰہی پر ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ دلیلیں ایک اور دلیل کی شاخ ہیں اور وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ اور ہواؤں کا مختلف طرفوں سے گردش دینا ہے مثلاً شرق و غرب و جنوب و شمال سے اور ان کے درمیان کی طرفوں سے اور ہوا کا سردی سے بگرمی اور گرمی سے بسردی بدلنا ہے اور تری سے خشکی کو اور بالعکس اور تیزی سے نرمی کی طرف اور اس کے خلاف اس واسطے کہ گردشِ ہوا اور اس کے چلنے سے کشتیوں کا چلنا اور مینہ کا برسنا اور منقطع ہو جانا تعلق رکھتا ہے اور زندگی ہر جانور کی ہوا کے لینے سے ہے اور وہ ہوا کو ہر نفس کی راہ سے لیتے ہیں تاکہ حرارت اندرونی کو تسکین رہے اور دمبدم ہوائے دیگر چاہیے کہ وہ دل سے ہوائے گرم کھینچے اور وہ ہوائے گرم کو نکالے اور اگر ہوا کا چلنا بروجہ مناسب نہ ہو تو سوائے ڈبا کے اصلاح قبول نہ کریں اور باعثِ فسادِ جوہرِ روح اور تعفنِ اخلاط، اور تغیرِ ارواح کے ہوں اور ہلاک ہو جاویں اور منافع ہوا کے مقدمۂ مینہ میں احاطۂ بیان سے باہر ہیں کھیتی والے تغیر و تبدیل زراعت اور میووں میں ہوا کے محتاج ہیں اور بول و براز کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے اور میووں کے پکانے میں اس کی تاثیریں ظاہر ہیں اور ایسے ہی بادلوں کو جدا کرنے اور ملانے میں اور بندوبست عالم میں یہ سب چیزیں درکار ہیں کبھی مینہ کا برسنا مفید ہوتا ہے اور کبھی اس کا نہ برسنا ایک وقت ابر کا ہونا نافع ہوتا ہے اور گاہے مضر پس کمال رحمت الٰہی ہے کہ اسباب مضر و یہ بروقت حاجت کے تیار کر رکھے ہیں اور ایک ناور اثر آثار ہوا سے فتح اور شکست لشکر ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فتح مند ہوا ئیں بسبب صبا کے اور ہلاک ہوئی قوم عاد

Marfat.com

کی بسبب ہوائے دبور کے اور نیز ہوا کبھی باعثِ مرض ہوتی ہے اور گاہے سبب صحت کی اور گاہے
ابر جمع کرتی ہے اور مینہ برساتی ہے اور گاہے ابر کو پارہ پارہ کرتی ہے اور زمین کو خشک اور کبھی درختوں
کو پھلوں سے بھر دیتی ہے اور کبھی پھلوں کو بلکہ پتوں کو بھی گرا دیتی ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں
بروایت مسلم اور معتبر کتابوں کے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نقصانات
ہوا سے ڈرو تو ہوا کو بُرا مت کہو اس واسطے کہ ہوا خود بخود نہیں چلتی ہے بلکہ مامور ہے، کیا تم نے قول اللہ
تعالیٰ کا وتصریف الریاح نہیں سنا ولیکن اس طور پر کہنا چاہیے کہ یا الٰہی ہم اس ہوا سے خیر چاہتے
ہیں اور اس چیز سے جو اس میں ہے اور اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اس چیز سے جو اس میں ہے
اور ابن ابی حاتم ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جس جگہ قرآن شریف میں لفظ ریاح بلفظ جمع واقع
ہوا ہے اس سے بادہائے رحمت مراد ہیں اور جس جگہ کہ ریح بصیغۂ مفرد وارد ہوا ہے اس سے مراد
بادِ عذاب ہے جیسا کہ ومن اٰیاتہ ان یرسل الریاح مبشرات اور قصہ عاد میں ارسلنا علیہم
الریح العقیم یعنی اور نشانی اس کی سے یہ ہے کہ ہوائیں خوشخبری دینے والی بھیجتا ہے اور بھیجتے ہیں
ہم ان پر باد بُری اور اسی طرف اشارہ ہے حدیث شریف میں جو کہ بروایت حضرت عائشہؓ صحاح میں
وارد ہے کہ جب ہوا چلتی تھی تو حضرت فرماتے تھے اللھم اجعلہا ریاحا ولا تجعلہا ریحا یعنی یا
الٰہی اس ہوا کو بادہائے رحمت کر دے اور بادِ عذاب مت کر اور ابو عبید اور ابن ابی الدنیا اور اور محدثین
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو آٹھ قسم پر تخلیق فرمایا ہے چار ان میں
سے آثارِ رحمت سے ہیں اور چار آثارِ عذاب سے لیکن آثار رحمت پس وہ ناشرات اور مبشرات اور
مرسلات اور ذاریات ہیں اور چار جو کہ آثار عذاب سے ہیں پس عقیم و صرصر جنگل میں ہیں اور عاصف و
قاصف دریا کے۔ اور ابوالشیخ ابن عباسؓ سے بھی روایت کرتے ہیں اور نیز عیسیٰ ابن ابی عیسیٰ خیاط بیان
کرتے ہیں کہ ہوا سات قسم ہے، صبا اور دبور و جنوب و شمال وا خروق و نکیا اور ہوائے قائم صبا مشرق
سے آتی ہے اور دبور مغرب سے اور جنوب جنوب سے اور شمال شمال سے اور نکیا ما بین صبا اور جنوب
اور خروق ما بین شمال اور دبور سے اور ہوائے قائم مادہ نفسوں خلق کا ہے اور ابوالشیخ بروایت انسؓ
اور ابن ابی الدنیا، اور ابن جریر بروایت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
تھے کہ باد جنوب بہشت سے ہے اور یہ وہی باد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لواقح فرمایا ہے اور آدمیوں

ف بیان ممانعت بُرا کہنے ہوا کا ، بیان اقسام ہوا کا ؛

Marfat.com

کے واسطے اس میں منافع رکھے ہیں اور باد شمال اصل میں دوزخ سے نکلتی ہے لیکن راہ میں بہشت پر ہو کر گذرتی ہے پس اس کو بہشت سے اثر حاصل ہوجاتا ہے اور اس میں سوی اسی سبب سے ہے لیکن جائے ورود اس ہوا کی شہر ہائے حجاز اور اطراف شہر اس ضلع کے ہیں اس واسطے کہ دریائے شور جانب جنوب ان شہروں کے واقع ہے جو ہوا کہ اس طرف سے اٹھتی ہے رطوبت سے بھری ہوئی ہوتی ہے، اور زراعت کو تر کردیتی ہے اور باد شمال پہاڑوں میں سے خشک ہو کر آتی ہے جیسا کہ صبا، اور دبور ہندوستان میں، اور بخاری اپنی تاریخ میں بروایت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت میں ایک ہوا پیدا کرتا ہے اور ایک دروازہ مضبوط اس کے منہ پر باندھ دیتا ہے کہ اس کی دراڑ میں سے نکل کر تم پر پہنچتی ہے، اگر وہ دروازہ کھول دیا جاوے تو تیزی کے باعث مابین زمین و آسمان متاثر ہو جاوے اور نیز ابوالشیخ بعض صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ہوا تین دن تک بند رہے تو مابین آسمان و زمین بدبودار ہو جاوے اور تعفن پیدا کرے اور ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کو رات و دن و یا مہتاب و آفتاب اور ہوا سے کچھ نقصان پہنچے تو ان چیزوں کو برا مت کہو کہ یہ خود بخود کچھ نہیں کرتیں اللہ تعالیٰ ان کو کسی قوم پر باعث رنج و عذاب کا کردیتا ہے اور کسی قوم پر باعث رحمت و راحت کا اور بیہقی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت کے روبرو ہوا کو لعنت کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوا کو لعنت مت کر اس واسطے کہ وہ مامور ہے اور جو کوئی کسی پر لعنت کرے اور وہ لائق لعنت نہ ہو تو لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے اور نیز بروایت ابن عباسؓ مروی ہے کہ جس وقت تیز ہوا چلتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں زانو پر کھڑے ہو جاتے اور اسی نشست پر دعا فرماتے اللھم اجعلہا رحمۃ لا تجعلہا عذابا اللھم اجعلہا ریاحا ولا تجعلہا ریحا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تفسیر اس دعا آنحضرت صلعم کی کتاب اللہ میں ہے ارسلنا علیہم ریحا صرصرا ۔۔۔ فارسلنا علیہم الریح العقیم، وارسلنا الریاح لواقح، ویرسل الریاح مبشرات وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ۔ یعنی اس ابر میں کہ فقط تسخیر الٰہی پر معلق رہتا ہے بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، آسمان اور زمین کے درمیان، حالانکہ طبیعت پانی کی تقاضا نزول کا کرتی ہے پس ہوا میں گھر کے درمیان اس کا معلق رہنا برخلاف اس کی طبیعت کے نہیں ہے مگر بسبب تاثیر تا ثری اور مسخری کے کہ اسکو

ف بیان ادعیہ ہوا کا۔

Marfat.com

مقتضائے طبیعت سے باز رکھتی ہے اور نیز اگر ہمیشہ رہے تو نقصانِ عظیم بندوں پر لاحق ہو اس واسطے کہ شعاع آفتاب بالکل پوشیدہ ہو جاوے اور رطوبت زیادہ ہو جاوے اور آمد و رفت اور حوائج کی تکمیل مشکل ہو جاوے اور اگر بالکل ہوا نہ چلے اور ابر نہ ہو تو قحط اور خشکی ہو جاوے پس مادۂ ابر کو بقدر معلوم مقدر فرمانا اور وقت حاجت کے لانا اور بعد حاجت کے ایسا نیست و نابود کر دینا کہ اس کا نام و نشان نہ رہے تدبیر مدبر حکیم پر موقوف ہے اور اگر کوئی جرم ابر میں تامل کرے نیز بزرگی اور تراکم میں اور نیز پست و بلند ہونے میں اور انبساط اور تخلل میں کہ ایک لحظہ میں تمام افق کو گھیر لیتا ہے اور نیز پارہ پارہ ہو کر ایک لمحہ میں گر پڑتا ہے اور نیز گرج اور بجلی اور صاعقہ اور قوس قزح کے اس کے رنگوں میں خصوصاً وقت طلوع و غروب آفتاب اور نیز سایہ ڈالنے گرمی زدوں پر اور تشنہ کاموں صحرا نوردوں پر اور نیز اس کے پیدا ہونے اور حدوث میں کہ اول پارہ پارہ پیدا ہوتا ہے اور آخر مثل کوہ ہو جاتا ہے اور روئے آسمان کو ڈھانپ لیتا ہے اور مثل شیر ببر کے دھاڑتا ہے اور مانند ہاتھی بلکہ گھوڑے کے دوڑنے میں شتابی کرتا ہے لَاٰیٰتٍ یعنی وحدانیت معبود اور نیز رحمانیت اور رحیمیت اس کی دلیلیں ہیں لیکن ان نتائج ثلثہ کا دلائل ہشت گانہ سے نتیجہ نکالنا کچھ سلیقہ کی معقول دانی پر موقوف ہے اور اسی واسطے باوجودیکہ دلائل ہشت گانہ مشہور خاص عام اور نظر تمام گروہ تمام میں جلوہ گر ہیں تب بھی کہہ سکتے ہیں کہ مخصوص ہیں لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ اس قوم کے واسطے کہ اپنی عقل کو فکر و نظر میں استعمال کرتے ہیں اور اسی واسطے اسی آیت باعظمت کے حق میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ویل لمن لاکھا بین لحییہ ولم یتفکر فیہا یعنی افسوس ہے اس شخص کے واسطے کہ اس آیت کو اپنے دو کلوں میں چبانے پر اکتفا کرے اور دلائل اس آیت میں فکر و تامل نہ کرے اور بعضی روایات میں وارد ہے ویل من قرء ھذہ الاٰیۃ فمج بھا۔ یعنی افسوس ہے واسطے اس کے کہ اس آیت کو پڑھ کر مثل پانی مضمضہ کے منہ سے نکال ڈالے اور ان دلائل کو دل میں جگہ نہ دے اور تطبیق ان دلائل ہشت گانہ کی ان تین مطالب پر بطریق عام فہم کے یہ ہے کہ منافع آسمانوں کو منافع زمین کے ساتھ مربوط کرنا بدون جاری کرنے تدبیر واحد کے ان دونوں میں متصور نہیں ہے بلکہ تمام آسمانوں اور تمام ولایتوں مختلفہ زمین میں وہی ایک تدبیر جاری ہے اور اگر ہر آسمان میں ایک روح اس کی مدبر اور ہر زمین میں دوسری روح مدبر ہوتی تو بے تعلق اور ارتباط باہمی کے منافع ایک دوسرے کے مربوط نہ ہوتے پس اگر ہر آسمان اور ایسے ہی ولایات مختلفہ زمین میں ارواحِ مدبرہ موجود

Marfat.com

ہوں، ضرور مقہور ایک حاکم اور مسخر ایک حاکم کی نہ ہوں گی اور لائق معبودیت کے کہ مقتضی تفرد واستغناء و قہر علی کل من اعداہ کی ہے وہی ایک ذات ہوگی نہ ارواح مقہورہ کہ اپنی خاصیتوں کے صادر کرنے میں محتاج ہیں اور تفرد نہیں رکھتے یہ طریقہ اثباتِ وحدت کا اس راہ سے ہے لیکن اثبات رحمت عامہ اور خاصہ کا بخوبی ظاہر ہے اس واسطے کہ زمین میں مادے قبول کرنے والی صورتیں گوناگوں موجود ہیں اور وہ صورتیں گوناگوں ساتھ وصفوں مختلف سماوات کے بسبب تحریک ان کی کے ایک بعد دوسرے کے ان مادوں پر فائض ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ مدبر رحمٰن اور رحیم ہے اور ایسے ہی اختلافِ روز و شب دلیل صریح وحدتِ معبود اور اس کی رحمت پر ہے اس واسطے کہ اگر ظلمت اور تاریکی کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی اور روشنی اور تابش کسی دوسرے کے ہاتھ میں تو محتمل تھا کہ ہر ایک ان میں سے روشنی کو بوقت تاریکی یا تاریکی کو بوقت روشنی کے ظہور میں لاتا۔ تو اجتماع دو متنافی کا لازم آتا اور اگر ہر ایک ان میں سے کار اپنے سے بسبب کار دوسرے کے معطل ہوتا اور اس کو ممکن نہ ہوتا کہ اپنے مقتضا ، کو ظاہر کر سکے تو عاجز اور زبون ہے اور قابل معبودیت کے نہ رہا اور کم سے کم کبھی آثار تنازع اور کشاکش کے اس کارخانہ میں ظاہر ہوتے حالانکہ تعقب شب و روز اور زیادتی اور نقصان ان کا ایک طریقہ اور ایک بندوبست پر ہمیشہ جاری ہے اور نیز تبادل ان دونوں رنگ کا عالم میں سبب حصول اعتدال اور انتظام امر جانوروں کا ہے کہ ہمیشہ ظلمت عالم پر رہتی ہے نہ نہایت مرتبہ اور ہمیشہ نور و شعاع رہتے ہیں بنہایت مرتبہ، پس معلوم ہوا کہ مدبر اس کارخانہ کا اس وجہِ معتدل پر کمالِ رحمت رکھتا ہے خلق پر، اور ایسے ہی دلالت کشتیوں کی وجود وحدت معبود پر بہت روشن ہے اس واسطے کہ کشتیاں جواہر زمینی زیادہ رکھتی ہیں اور جواہر ارضی بلاشبہ پانی سے زیادہ ثقیل ہوتی ہیں پس چاہیے تھا کہ کشتی غرق ہو جاتی اور پانی پر نہ ٹھہرتی اور اگر کہیں کہ ہوا اس کے اجزائے جسم خشبی میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کو ہلکا کر دیتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سبب بھی ضرور کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور باوجود اس کے بصورت پُر کرنے لوہے اور پتھروں سے کفایت نہیں کرتی اس واسطے کہ ہوا اس وقت بغایت قلیل ہوتی ہے اثر اس کا ان اجسام ثقیلہ کثیرہ کے ہلکا کرنے میں پیش نہیں جاتا۔ اور اس کی مانند لوہے کا کرہ اندر سے خالی بہت ہلکا اور سبک بنا دیں اور اس میں ہوا ہی پھونک دیں، البتہ پانی کی تہ میں بیٹھ جاوے گا پس بہتر یہی ہے کہ قطع دریافت اسباب کریں اور بلا واسطہ ساتھ ارادہ قیوم مطلق کے سونپ دیں اور نیز اگر روح مدبر دریائے شور کی مقہور حکم مدبر جسم خشبی کشتیوں کے اور مدبر جسم

Marfat.com

ہوائی کہ درمیان مسام اس کے کے نفوذ کرکے اس کو پانی پر استادہ رکھتی ہوتی تو قابل عبادت نہ ہوتی اور اس واسطے کہ مدبر مقہور لائق عبادت کے نہیں ہے اور اگر مقہور نہ ہوتی پس کس واسطے آب دریا پر تمام اثقال کو گردش دیتی اور کس واسطے مزاحمت نہیں کرتی پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں مقہور بحکم دیگر ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے سے صلح میں کر رکھا ہے اور تابعدار کیا ہے ایسے ہی دلالت اس تدبیر کی رحمت پر نہایت ظاہر ہے اول الہام ہونا اس تدبیر کا غیب سے نہایت رحمت ہے۔ دوم رحمت حق میں مسافروں اور تاجروں اور ان آدمیوں کے ہونا کہ اسباب نفیس دور دراز کے شہروں کے لیکر زیادہ جلدی پہنچتے ہیں اظہر من الشمس ہے اور ایسے ہی نزول پانی کا تاثیر ہوا سے حالانکہ پانی ثقیل و زیادہ ہوا سے ہے اس چیز مخالف میں کس طرح ٹھہرتا ہے، پھر اگر ارواح مدبر جسم مائی کی سوائے جسم ہوائی کے ہے پس کس واسطے ملک غیر میں متصرف ہوتا ہے اور وہ غیر کس واسطے تصرف ملک اپنی میں مزاحمت نہیں کرتا اگر مقہور اور مغلوب ہے قابل عبادت کے نہیں اور اگر تابعدار اور مسخر ہے پس مقہور کسی اور کا ہے کہ ایک کو دوسرے کا تابعدار کر رکھا ہے اور اس کارخانہ میں اثبات رحمت اسقدر ظاہر ہے کہ بیان سے باہر ہے اس واسطے کہ زمین کو بسبب نباتات اور درختوں اور میووں اور پھلوں کے زندہ کرنا نیز انتظام معاش حیوانوں کا کرتا ہے اور نیز باعث خوبی ان کے حال کا اور گردش باد میں وحدت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اگر ہر جہت کا مالک کسی جہات عالم کا شخص دیگر ہوتا ایک کام میں بادہائے مختلفۃ الجہات مصروف نہ ہوتیں، حالانکہ مقدمۂ باران تجربہ ہوا ہے کہ ہوا خدمت کرتی ہے اور نیز جب ایک جہت سے چلتی تو چاہیے تھا کہ دوسری طرف سے بھی چلتی وگرنہ ایک آدمی مالکان جہات اربعہ سے ناقص اور عاجز ہوتا اور لازم آتا کہ بادہائے مختلفۃ الجہات ایک وقت میں جمع ہو جاتیں اور کام عالم کو ابتر کر دیتیں اور ثبوت رحمت اس گردش میں ظاہر ہے۔ چنانچہ اثنائے تفسیر میں شمہ گزر چکا ہے بلکہ بنائے کارخانۂ باران اور ابر اور کشتی ہوا ہی پر ہے اور درخت اور میوے ہوا سے مدد چاہتے ہیں اور انفاس حیوانات کی ہوا پر موقوف اور اسی واسطے کہا ہے کہ زندگی ہوا پر ہے۔ استادہ رہنا ابر کثیف کا کہ اس میں کروڑہا من پانی موجود ہے اور معلق رہنا درمیان زمین و آسمان کے دلیل صریح اوپر تدبیر ایک قیوم کے ہے کہ نہ بمقتضائے طبع ہوا کے اس کو اوپر جانے دیتا ہے۔ اور نہ بمقتضائے طبع پانی کے اس کو نیچے آنے دیتا ہے اور دونوں کو طبع مقتضائی سے بند کرکے اپنے زیر حکم رکھتا ہے اور اگر ارواح مدبرہ اس کارخانہ کی مختلف ہوتیں تو ہر ایک چاہتا کریں اپنے ابر کو

Marfat.com

اس مکان میں استادہ کروں تاکہ میرا ابر بوبرسے اور دوسرے کا برسے پس خلل عظیم اس کارخانہ میں راہ پاتا اور وجہ رحمت کی اس کارخانہ میں اظہر من الشمس ہے اب یہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں بروایت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ بھی بیان کرتے ہیں وارد ہے کہ اسم اعظم الٰہی انھیں دو آیات قرآن شریف میں ہے والٰھکم الٰہ واحد لاالٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ۔ و ۔ الٓمّٓ اللہ لاالٰہ الا ھو الحی القیوم ۔ اور نیز دیلمی انس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کثرتِ جنون کے دفع کیواسطے اس سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے کہ سورۂ بقرہ میں ہے والٰھکم الٰہ واحد سے آخر آیت تک اور ابن عساکر ابراہیم ابن رشد سے روایت کرتے ہیں کہ چند آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے آسیب اور جن اور جنون کو دفع کرتا ہے جو کوئی ان کو ہر روز پڑھے تو جو کچھ اس قسم سے ہو بالکل دور ہو جاوے اور وہ یہ آیات ہیں والٰھکم الٰہ واحد اور آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ اور ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض ۔۔ محسنین تک اور آخر سورۂ حشر اور نیز کہتے تھے کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ یہ آیات گوشہ عرش پر مکتوب ہیں اور نیز فرماتے تھے کہ ان آیات کو لکھ کر اپنے اطفال کو دیں تاکہ خوف سے امان میں رہیں ، مناسبت ان آیات کی ان مطالب کے واسطے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آثار خواص ان آیات میں ہیں ۔ تجسس مناسبت کے خواص میں درکار نہیں ہوتا ۔ اور باوجود اس کے کہہ سکتے ہیں کہ اسم اعظم عبارت ہے ایک شان شیون الٰہی سے کہ عموم اور اطلاق اس کا ہمرنگ عموم اور اطلاق ذات مقدس کے ہو اور اس قسم کے شیون بہت ہیں اور جو عارف اس شان میں ساتھ عموم اور اطلاق کے کہ رکھی ہے غور کرے حکم ہوتا ہے کہ اسم اعظم وہی ہے اور اسی باعث حدیث شریف میں کئی جگہ وارد ہے کہ اسم اعظم یہ ہے کہ ممکن فیہ میں اگر از راہ انعام اور احسان اور کاربرآری اور حاجت روائی مخلوقات میں تامل و غور کیا جائیگا شان رحمت مستوجبہ خواہ ابتدائی ہو خواہ انتہائی ۔ یہ صفت رکھتی ہے کہ مدلول آیت کا یہی ہے اور اگر از راہ قیومیت مطلقہ اور اظہار وجود اور ہستی مستکن میں غور و تامل کیا جاوے شان حی اور قیوم کی یہ صفت رکھتی کہ مدلول آیت آل عمران کا ہے اور فرق ان دونوں نظروں میں یہ ہے کہ نظر اول مبنی بر ملاحظہ ماہیات اصالہ اور استدعائے ان کی اپنی مقتضیات کو اور فیضان کمالات باستعداد اور استحقاق ان کے کا اگرچہ اور وہ فیضان کہ ظاہر میں اس کا استحقاق اور استعداد نہ رکھیں محض تفضل اور انعام ہی ہوا ۔ اور نظر ثانی مبنی بر تقویم حقیقی ذات مقدس کے ہر چیز کو

ف بیان اسمائے اعظم و دفع جن وغیرہ کا ۔

Marfat.com

اس وجہ پر کہ فی نفسہ اس کو کچھ ہست و بود نہیں ہے جو کچھ کہ ہے اظہار کمالات اپنے کا ہی ہوئی اور ہر نظر
بمرتبہ اپنے مصیب ہے اور کنہ حقیقت کو پہنچ گئی اور ایسے ہی یہ دو آیات اجمالاً اور تفصیلاً اشعار کرتی ہیں
کہ اللہ تعالیٰ معبود اور رحمٰن اور رحیم واحد ہے اور مرجع حاجتوں اور دافع بلاؤں اور حافظ آیتوں کا وہی ہے
اور جو کچھ کہ غیر اس کے ہے محض نمود بے بود ہے اور یہ معنی کہ شان سرکشوں جن کی مثل تیر کے جگر میں لگتی ہے
یہ ہے کہ بناء تمرد کی خود بینی پر ہے خصوصاً آیت دوم میں تصریح ہے کہ جگہ سیر جنوں کی کہ آسمان و زمین ہے
اور وقت شورش ان کی کا اکثر وقت تاریکی اور شب ہے اور ان کے عمل کا آلہ کہ ہوا اندر اور باہر بدن کے
ہے تمام مخلوق اور مقہور حکم ایک معبود کی ہے کہ حاکم تمام خلائق پر ہے۔ اور چنانچہ شیاطین کو قدرت بخشی
ہے کہ اس کے سبب ایذا پہنچا سکتے ہیں تمام مخلوق کو ایسی قدرت عنایت کرسکتا ہے کہ ان کے شر کو دفع
کرے اور رحمت اسکی عام ہے اور اسی رحمت سے نگہبانی تمام مخلوق کی فرماتا ہے اور یہی چیزیں ہیں کہ باعث
شکست لشکروں شیاطین کی ہوتی ہیں، اس جگہ ایک سوال جواب طلب ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ
دلائل وحدانیت معبود حقیقی کی اور اس کی رحمت کی خارج حد اور شمار سے ہیں چنانچہ کہا بیت: ساری
چیزیں نشان ہیں اس پر، وہ اکیلا ہے ذات میں اپنی: بیت:۔ جو زمیں و آسماں میں رہتا ہے وحدہ
لاشریک کہتا ہے، پس آیت میں تخصیص ان آٹھ دلیل کی کا کیا باعث ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیزیں
کہ اس آیت میں مذکور ہوئی ہیں وہ مشہور خاص و عام ہیں اور ہر آدمی کے نزدیک موجود اور باوجود اس
کے دلالت ان چیزوں کی وحدانیت اور رحمت خداوندی پر اور دلائل مخلوقات سے کئی وجہ سے اوضح
اور اقوی ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ معبود کو چاہیے کہ اس درجہ تعظیم کا مستحق ہو کہ اس سے زیادہ
درجہ تعظیم نہ ہو اور عالم میں اگر کوئی کسی کی تعظیم کرتا ہے تو بسبب چند چیز کے کرتا ہے اول یہ کہ اس
کی زمین میں رہتا ہو جیسے رعایا، دوسرے یہ کہ اس کے سایہ اور روشنی میں گزارتا ہو جیسے سپاہی کہ
آرام کے واسطے خیمہ میں جگہ لینے اور روشنی حاصل کرنے کے واسطے کسی سردار کی خوشامد کرتے تیسرے
یہ کہ اپنی اوقات گذاری کا محتاج ہو اس کے سبب تعظیم کرے۔ چوتھے یہ کہ سفر پُر خطر میں نگہبانی کا
محتاج ہو جیسے کہ شہر والے گاؤں والوں سے اسی واسطے آمد و رفت کرتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں
پانچویں یہ کہ روزی اس کے ہاتھ سے یا اس کے خزانہ سے پاتا ہو اور کھاتا ہو جیسے نوکر اپنے آقا کی تعظیم
میں پست ہوتے ہیں، چھٹے یہ کہ مواشی اور سواری اور اور حیوانات کی پرورش کرتا ہے اور بوقت احتیاج

Marfat.com

عاریت دیتا ہے اور دودھ گھی چھاچھ سے اسکو سیر کرتا ہے جیسے کہ آدمی بامید عاریت سواری و بار کشی اور دودھ چھاچھ یعنی اس کے واسطے اہل شتر اور اسپ اور مواشی کی خوشامد کرتے ہیں، ساتویں یہ کہ صحت اور مرض اس کے ہاتھ میں ہے اور اصلاح اور فساد اخلاط بدنی کا اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہی باعث ہے کہ عامۂ خلائق طبیبوں اور اہل تجربہ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور افسوں گروں کو کر مقدمۂ آسیب و جن و دیوی پری میں ان کے محتاج ہوتے ہیں مثل خدا کے پوجتے ہیں، آٹھویں یہ کہ صاحب عجائب و غرائب ہے اور طلسمات جانتا ہے اور جو چیزیں کہ عقل انکی دریافت کو نہ پہنچ سکے دریافت کرتا ہے چنانچہ عوام ایسے اسباب پر اکثر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اس آدمی کی تعظیم کے واسطے سر جھکاتے ہیں، پس آیت میں واسطے ثبوت وحدانیت معبود کے انھیں آٹھ چیزوں کو ذکر کیا گویا ایسا ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم دوسرے کی تعظیم اس سبب سے کرتے ہو کہ اس کے مکان میں رہتے ہو پس آسمان اور زمین میرا ہے اور مرجع تمام مکانات کا انھیں دو مکان کی طرف ہے پس اس سے غایت تعظیم میرے واسطے منحصر ہے اور ایسے ہی زمانہ کہ عبارت شب و روز سے ہے مجھ سے ہے اور جو کوئی کہ زمانہ کو اپنے ساتھ نسبت دیتا ہے اور ریا اور نام سے مسمّٰی کرتا ہے جیسے روز کالیکا و روز تا بو و روز بلا ہولی دیوالی وغیرہ پس یہ سب داخل روز و شب ہیں اور مجھ سے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس انتہا تمہاری معاش کا ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے تجارت کہ عمدہ تجارت دریا اور جہاز کی ہے اور اسیواسطے مقام عمدگی تاجر میں مثل لاتے ہیں کہ فلانا مال کے جہاز روانہ کرتا ہے اور اس سفر پُر خطر میں رفیق اور نگہبان میری ہی عنایت ہے اور جہاز اور کشتی فقط میرے الہام غیبی سے بنی ہیں بخلاف اور ترکیبات کے جیسے کہ ہل وغیرہ کہ آدمی نے اپنی فکر سے استخراج کیے ہیں اور کھیتی کو بنا اس کی فقط مینہ پر ہے اور وہ فقط ارادۂ قدرت میری سے ہے اور پرورشِ مواشی اور کثرتِ نسل اور دودھ و صوف و پشم و پوست اور حیوانات کی بقا او زندگی محض اثر میری قدرت کا ہے کسیکو موتِ حیوانات میں دخل نہیں ہے اور اگر جسموں کے بیمار ہونے اور اچھے ہونے میں محتاج معبود کے ہوتے ہو اور اس سبب سے خوشامد کرتے ہو تو ہوا کا چلانا اور بدنوں کا بیمار اور اچھا کرنا محض میرا کام ہے اگر ہزاروں طبیب جمع ہوں اور لاکھوں دوائیں خرچ کریں تو طبائع فصلوں کے اپنے موافق ہرگز نہیں کر سکتے اور ہوائے ہر موسم کو موافق مقتضائے اس موسم کے دواؤنکو ہرگز دور نہیں کر سکتے اور اگر جنوں اور شیاطین سے کہ عبارت

Marfat.com

دیو و پری سے بے ڈر کر افسوں خوانوں کے پاس التجا کرتے ہو پس اس کی انتہا بھی میرے ہاتھ ہے کہ آلہ عمل شیاطین اور جن کا مادہ ہوا ہے اور اگر تماشۂ عجائب وغرائب کو دیکھتے ہو پس اگر ہزار حیلہ باز جمع ہوں اور دس ہزار طلسم ظاہر کریں ایک فعل عادی مستمر میرے کی حکایت نہ کر سکیں کہ بھاری بھاری ابروں کو مع کروڑہا من پانی کے بے حیلہ اور صنعت اور بے اعتماد کسی چیز کے آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھتا ہوں اور اس میں سے ہرگز ایک قطرہ بھی نہ گرے جب تک میں حکم نہ کروں اور چونکہ ہر نعمت نعمتہائے دنیا سے متفرع انھیں چیزوں پر ہے پس رحمت بھی حقیقۃً اور اصالتاً میرے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری عبارت میں کہہ سکتے ہیں کہ دلائل ہشتگانہ جو کہ اس آیت میں مذکور ہوئیں جامع تمام مخلوقات کو ہیں اس واسطے کہ پیدائش آسمان میں ستارے و بروج و فرشتے اور ارواح مندرج ہیں اور خلقت زمین میں نہریں و پہاڑ اور چشمے اور کانیں داخل ہیں اور اختلاف شب و روز میں برس ماہ گھڑیاں دقیقے اور قسمیں روشنی و تاریکی کی شامل ہیں بلکہ تمام رنگ اس میں داخل ہیں اور مینہ کے برسنے میں تمام کائنات الجو منظور ہے اور زمین کے زندہ کرنے میں قسم قسم کے غلے اور میوے اور پھل اور سبز چیزیں اور پھول وغیرہ جلوہ گر ہیں اور گردش ہوا میں تمام عجائب کرۂ ہوا کے اور عالم اصوات اور نغمات اور آلات عجیبہ اور اکثر اسباب ساعت شناسی کے کہ آوازیں نادر بروقت دیتی ہیں سمجھا جاتا ہے اور کشتیوں کے جاری ہونے میں اشارہ ہے طرف تمام ترکیبات صناعیہ کے جو کہ موالید ثلثہ سے مرکب ہوتی ہیں اس واسطے کہ کشتی مرکب ہے جسم معدنی یعنی لوہے سے اور جسم نباتی یعنی لکڑی سے اور جسم حیوانی سے کہ ناخدا ہے اور اس کے مددگار اور باعتبار حاجت کے اس کے جاری کرنے میں مدد دیتے ہیں باوجود اس کے کشتی کا اثر انداز ہونا دو جسم عنصری پر شامل ہے اور ابر معلق اشارہ ہے طرف علامات جویہ کے جیسے قوس اور ہالہ وغیرہ کہ تمام کا حدوث ایک ہی طریقہ پر ہے اور جب یہ چیزیں گھیرنے والی تمام جواہر کی ہوئیں اور چند اعراض کو بھی شامل ہیں پس دوسری کوئی مخلوق محسوس اور معقول نہ رہی کہ اس کے ساتھ استدلال کریں اور نیز یہ دلائل ہشتگانہ جامع ہیں درمیان دلیل ہونے اور نعمت ہونے کے اور باوجود اس کے بہت سی نعمتیں ہیں کہ دولت مند اور محتاج اور شریف اور رذیل صحیح اور بیمار اور عالم و جاہل اور مومن و کافر اور صالح و فاسق ان میں برابر ہیں نشان دینا ان دلائل ظاہرہ کا توحید اور رحمت پر کہ نعمتہائے حاضرہ ہیں بدرجۂ کمال باعث ہے اس بات پر کہ تمام خلائق اس ذات پاک کو عبادت اور محبت سے خاص کریں اور اس کے غیر

کو اس کے برابر نہ سمجھیں وَمِنَ النَّاسِ اور گروہ ِ آدمیوں سے کہ ممتاز ساتھ عقل اور شعور کے ہیں تمام مخلوقات سے اور نعمت کو پہچانتے ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ ایک گروہ ہے کہ راہ کمال گمراہی میں اگر میاد دیتے سے گذر کر بنالیتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سوائے اللہ کے کہ منعم حقیقی اور محبوب بالذات سوائے اس کے دونوں عالم میں نہیں ہے اَنْدَادًا ہمسر خدا کے حالانکہ اس قدر دلائل ظاہر غیر اس کے کو اس کے برابر ہونے سے منع کرتی ہیں، اگرچہ ایک آدمی ہو چہ جائے یہ کہ تمام گروہ پھر اعتقاد ہمسری پر بھی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر چیز کو برابر خدا کے کرتے ہیں یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰہِ یعنی ان کو دوست رکھتے ہیں مثل اس دوستی کے کہ خدا کے ساتھ رکھنی چاہیے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو بالذات اور بالاصالۃ دوست رکھنا چاہیے اور جو چیز کہ غیر اس کے ہے یا بحکم اس کے محبوب ہے جیسے انبیاء اور اولیاء و صلحاء یا اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ کے کرنے سے وسیلہ حاجت روائی کا یہ آدمی ہوا جیسے مال اور اولاد اور وطن و خانہ وغیرہ کے اور یہ لوگ بے سمجھ علاقہ محبت بالذات اور اصالۃً ان لوگوں سے رکھتے ہیں پس بعضے ان میں سے بسبب سفالت طبع کے اور رذالت نفس کے ان سے محبت خدا کے برابر کریں جیسے عورتیں اور اولاد اور یار دوست اور رئیس امیر بادشاہ، اور دلیل برابری محبت کی یہ ہے کہ جس وقت مرضی ان اشخاص کی مرضی خدا کے ساتھ یا التزام طریقہ آبا و اجداد و اطاعت رئیسوں اور بادشاہوں اور امیروں کے مخالف شریعت کے پڑے وہ متردد ہوتے ہیں اور گرداب حیرت میں پڑتے ہیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے ان کو راضی رکھنا چاہیے یا اللہ تعالیٰ کو اور بعضے ان میں سے غیر جنس اپنے کو شکل روپیہ، مال، اسباب، جانوروں کو خدا کے برابر کرتے ہیں اور توجہ خاطر اور مہربانی اور خبرگیری ان کی اور اہتمام بحال اور فکر پرداخت اور تکثیر اس کی میں اس قدر بیتاب ہیں کہ خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور اوقات عبادت کو برباد کر دیتے ہیں اور بعضے ان میں سے ارواح مدبرہ اور ملائکہ موکلہ مخلوقات کو یا ارواح انبیاء اور اولیاء اور عُبّاد اور علماء کو بلا ملاحظہ علاقہ بندگی کے محبوبیت ان کی کو بالاستقلال برابر محبت اللہ تعالیٰ کے کرتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں ان کے نام کرتے ہیں اور احکام ان کے کو بے تامل برابر وحی نازل الٰہی کے شمار کرتے ہیں بلکہ بعضے ان میں سے ایسی صورتوں اور شکلوں کے ساتھ اور ان کے قبور اور معابد اور مساکن کے ساتھ وہ افعال کرتے ہیں جو کہ مسجد میں اور خانہ کعبہ میں کرنی چاہئیں کہ سر زمین پر رکھنا اور گرد اگرد پھرنا اور دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز کھڑا رہنا حالانکہ یہ محبت ان کی مقتضائے ایمان بخدا اور خدا کے واسطے نہیں ہے

[illegible]

ف یہ مثال افعال کی کہ جو افعال یا دادی میں نہیں ہیں جیسے قبروں پر سر رکھنا اور منہ قبلہ کے کرنا اور دست بستہ کھڑا ہونا۔

Marfat.com

تا کہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور اس کی رضامندی میں کام آوے اس واسطے کہ یہ محبت حد محبت مخلوق سے گذر گئی اور ایمان میں لازم ہے کہ محبت مخلوق اور خالق میں فرق کرے۔ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا۔ اور جو شخص کہ ایمان لائے ہیں اگرچہ بعض ان چیزوں کو خدا کے واسطے اور اس کے حکم سے محبوب رکھتے ہیں اور واسطے وصول نعمت آدمی کے سمجھتے ہیں اور بندہ کو مطیع جانتے ہیں لیکن نہ اس قدر کہ خدا کے برابر کر دیں بلکہ وہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ یعنی بہت سخت اور محکم تر دوستی خدا میں ہیں اور نیز ان چیزوں سے اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کو بالاصالۃ دوست رکھتے ہیں اور ان چیزوں کو اس قدر کہ جس سے ظاہر ہو محبت الٰہی، باندازۂ حکم خداوندی کے دوست رکھتے ہیں اور جب کوئی سبب ان میں سے محبت الٰہی کا نہیں پاتے ان کی محبت ان چیزوں سے متبدل بعداوت و بغض ہو جاتی ہے اور نیز ہر چیز کو مخصوص ساتھ ذات الٰہی کے اور رفائض اس جناب سے سمجھتے ہیں اور وسائل کو اول سبب نہیں جانتے اور اگر سبب جانتے ہیں تو بکردۂ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جیسے قلم دوات سیاہی کا غذ اور متصدی و خدمتگار و چوبدار و داروغہ اور عامل پرگنہ عطائے پروانہ بادشاہی اور نیز نسبت محبت اس گروہ کی برابر کرتے ہیں اس واسطے کہ یہ گروہ دوستی بے استحقاق کے ان چیزوں سے رکھتے ہیں اور دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ بسبب استحقاق ذاتی کے ہے اور جو چیز کہ بسبب استحقاق کے ہو سخت تر اور مضبوط تر ہوتی ہے اس چیز سے کہ بے استحقاق ہو اور نیز دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ دائمی اور باقی ہے اور دوستی اس گروہ کی ان چیزوں کے ساتھ زائل اور فانی اس واسطے کہ کافر عذاب دیکھ کر ان چیزوں سے بیزار ہوں گے اور بجائے نعرۂ محبت کے کہ تبرا کریں گے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور نیز دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ راحت اور شدت اور بیماری و صحت اور شادی اور غم اور لذت اور الم میں برابر ہوتی ہے اور دوستی جاہلوں کی ان چیزوں کے ساتھ اگر نقصان اور قباحت دیکھیں تو مبدل بدشمنی ہو جاتی ہے اور نفرت کرتے ہیں اور جس وقت کہ معبودوں اور مشکل کشایوں سے ناامید ہو جاتے ہیں قرآن کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں اور خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ آیت فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین میں حکایت ان کے حال کی مذکور ہے اور آیت یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ میں مرقوم ہے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ محبت خدا کے کیا معنی ہیں، علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ محبت ایک نوع ہے خواہش سے اور خواہش ایسی چیز کے ساتھ متعلق ہوتی ہے کہ جس کا ہونا نہ ہونا عقل کے نزدیک محتمل ہو اور

Marfat.com

ذات و صفات باری تعالیٰ کی چونکہ واجب الوجود ہیں تعلق محبت ذات اور صفات خداوندی کے ساتھ معقول نہیں پس معنی محبت اللہ تعالیٰ کے یہ ہیں کہ اسکی عبادات اور اس کی طاعت کو دوست رکھے یا ثواب اور رضامندی کو دوست رکھے اور اہل سلوک اور محبت کہتے ہیں کہ کمال محبت کا ذات کے ساتھ محبت ہے اور محبت نام میلِ دل کا ہے خواہ مبنی بر غرض ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ اگر محبت میں غرض ضرور ہو اور ہر چیز کو دوسری چیز کے واسطے دوست رکھے تو دور اور تسلسل لازم آتا ہے اور جس وقت کہ ہم اپنے حال سے بسبب وجدان اور تجربے کے دریافت کرتے ہیں کہ بعض اوقات مرد عالم کو فقط اس کے علم کے باعث بدون توقع غرض کے دوست رکھتے ہیں اور ایسے ہی مرد شجاع کو فقط اس کی بہادری کے باعث اور زاہد کو اس کے زہد کے سبب، پس ذات اقدس الٰہی کو کہ جامع ہر کمال ہے اور ہر کمال ذاتی ہے کیونکر دوست نہ رکھیں اور جسقدر کہ یاد اس کی زیادہ کی جاوے اور علامات قدرت اور اس کی حکمت کے زیادہ نظر میں آویں اور اسکی نعمت اور احسان کو اپنے پر اور تمام مخلوقات پر زیادہ ملاحظہ کیا جاوے تو محبت ترقی اور تضاعف قبول کرتی ہے یہانتک کہ غلبہ محبت کا دل پر غالب آجائے اور التفات بغیر خدا نہ رہے اور حظوظ نفس سے فنا حاصل ہو جاوے، اور علامت محبت الٰہی کی یہ ہے کہ محبان اور محبوبانِ خدا کو دوست رکھے اور دشمنانِ خدا سے دشمنی رکھے اور گناہ کے گرد نہ پھرے. اور عبادت کو کمال شوق اور خوشی سے ادا کرے اور مال کو نہایت خوشی سے اس کی راہ میں قربان کرے اور آیات اور احادیث بیشمار اس باب میں ہیں اور حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ خلیل اللہ ارشاد فرمایا ہے اور محبت خدا کو بہترین وسائلِ نجات کا کیا چنانچہ صحیحین میں وارد ہوا ہے کہ جنگل کا بیٹھنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور پوچھا کہ قیامت کب ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، افسوس کیا تونے سامان آخرت کا کر لیا ہے کہ اس کے آنے کا حال پوچھتا ہے کہا یا رسول اللہ میں نہ روزہ رکھتا ہوں اور نہ بہت نماز پڑھتا ہوں ہاں مگر اس قدر ہے کہ خدا اور رسول کو تہ دل سے دوست رکھتا ہوں، فرمایا کہ خوش رہو، ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے اور تحقیق المقام یہ ہے کہ محبت ایک کیفیت ہے جدا سوائے ارادہ اور خواہش کے اور حاصل اس کیفیت کا میل ہے بالاضطرار طرف اس چیز کے ہاں یہ کیفیت چونکہ غیر ذوات الارادہ میں نہیں ہے اس سبب سے مشابہ بالارادہ ہے اور نیز گاہے یہ کیفیت بعد تصور نفع اور ضرر کے دل پر وارد ہوتی ہے مانند ارادہ اور خواہش کے اسی سبب سے اس کو عین ارادہ کہتے ہیں حالانکہ یہ کیفیت نہ ارادہ ہے

Marfat.com

اور نہ موقوف برارادہ بلکہ اگر کوئی کیفیت مشابہت اس سے رکھے تو میل طبعی اجسام کا طرف اس چیز کے ہے اس قدر فرق ہے کہ یہ میل ذوات الارادہ میں مخلوق ہے اور وہ میل غیر ذوات الارادہ میں ہے، اور یہ میل دل اور روح میں ہوتا ہے اور وہ میل قالب اور جسم میں خصوصاً وہ محبت کہ کسی غرض سے نہ ہو جیسے محبت فرزند اور اپنے نفس کی کہ کچھ مشابہت رکھے ساتھ میل طبعی کے اور اسیواسطے بعض عرفا نے فرمایا ہے:

بیت:۔ اصل میری شورش مستانہ کا جذبہ ہوا تو کیونکہ اپنی اصل پر ہے جذبہ ہر عنصری؛ بیت:۔ وہ ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے دلبر کی طرف، پس ہمارے دل میں ہے تاثیر مقناطیس کی؛ بالجملہ محبت بندہ کو خدا کے ساتھ اس قسم محبت سے کہ کسی غرض کے واسطے ہو اور تصور نفع اور ضرر سے حاصل ہوتی ہے سمجھنا نہ چاہیے اور ظاہر آیات اور حدیث کی تاویل میں قدم رکھنا نہ چاہیے اور اسیواسطے بطور عنفہ کے ارشاد ہوا کہ یحبونہم کحب اللہ۔ اس واسطے کہ محبت بندہ اور ہے اور محبت خدا اور، اور اگر حال محبت ان لوگوں کا کہ مخلوقات کو خدا کا ہمسر کہتے ہیں اور باب محبت میں خدا کے برابر کرتے ہیں بخوبی ملاحظہ کیا جاوے تو البتہ معلوم ہو جاویگا کہ محبت ان کی مبنی اوپر غرض انتفاع اور استمداد کے ہے اگرچہ قابل اس محبت کے وہی ذات پاک ہے نہ مخلوقات لیکن اس گروہ کی بینائی پر پردہ مضبوط پڑ گیا ہے اور غیر اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو حلیم اور بردبار سمجھتے ہیں اور اس کی غیرت اور شدت عذاب سے نہیں ڈرتے وَلَوْ یَرَی اور اگر جانتے ہو الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اے لوگو ستم والو کہ کبھی خدا کا ہمسر بناتے ہو اور کبھی نذریں اور قربانیاں غیر کے واسطے کرتے ہو اور ان کی عبادت اور اطاعت اور محبت کرتے ہو اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ یعنی جس وقت دیکھیں گے عذاب الٰہی کو دنیا میں بسبب بیمار ہونے یا مصیبت آنے یا فقر وفاقہ کے اور اس وقت امیدوار مدد کے ہوں گے اور چاہیں گے کہ ہم کو اس عذاب سے رہا کریں اور وہ یہ امید پوری نہ کر سکیں گے اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا یعنی اس مضمون کو کہ قوت اور قدرت محض خدا ہی کے واسطے ہے تمام امور میں کوئی چیز مال و فرزند و یار و دوست اور بادشاہ و امیر و وزیر، پیغمبر اور فرشتہ اور پری بدون اس کے حکم کے مدد نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض ان کو خدا کے برابر قوت بھی ہوتی تب بھی خدا کا برابر بنانا ہرگز روا نہ تھا اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کو برابر کرنے مخلوق کے سے غیرت آتی ہے اور غضب آتا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ۔ تحقیق عذاب خدا کا سخت ہے البتہ ہمسران خدا سے دست بردار ہوتے ہیں بلکہ بیزار ہوتے ہیں لیکن وہ ان دونوں مضمون کو کیا اس وقت نہیں جانتے تھے،

Marfat.com

بلکہ عذاب الٰہی کو بسبب ناخوشی جسروں اور چشم نمائی ان کی کے کہ ادائے نذروں اور قربانیوں اور عبادت میں قصور کیا تھا حل کرتے ہیں اور زیادہ تر رضامند اور خوشامد میں کوشش کرتے ہیں مگر ہاں اس وقت جان جائیں گے کہ ان کو فائدہ نہ ہوگا اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِیۡنَ اتُّبِعُوۡا یعنی جس وقت کہ بیزار ہو جائیں ان کے متبوع جیسا کہ گمراہی میں پیشوا اور رئیس اور حاکم بے دین اور شیطان وسوسہ ڈالنے والے مِنَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا یعنی ان آدمیوں سے کہ ان کی تابعداری کے باعث کفر میں پڑے تھے اور وہ لوگ دنیا میں جھوٹے وعدے اپنی گرم بازاری کے واسطے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آخرت میں تمہارا . . کوئی نقصان ہو تو وہ ہمارے ذمہ اس وقت کنارہ کرینگے اور کہیں گے کہ ہم ان سے واقف نہیں ہیں اور ہم نے ان کو کفر کا مشورہ نہیں دیا تھا تاکہ عذاب ان کا ہم پر لازم نہ آوے لیکن یہ تبرا کرنا اور کنارہ کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ان کے گمراہ کرنے اور بہکانے پر مطلع ہے ان کو حل نہ چھوڑیگا، بلکہ اپنی سزا پائیں گے وَرَاَوُا الۡعَذَابَ اور عذاب بوجہ گمراہ کرنے کے دیکھیں گے وَ اور نیز تَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ منقطع ہو جاویں گے تمام اسباب تابعیت اور متبوعیت کے اور قربت اور دوستی کے اور انکار اور تبرا اور گریز کا اور تمام عہد و پیمان کہ دنیا میں باندھتے تھے اور جب تابعدار اور پیرو دیکھیں گے کہ ہمارے بہکانے والے ہماری مددگاری سے کنارہ کرتے ہیں اس وقت جان جائیں گے کہ خدا کا ہمسر بنانا محض خطا تھا اور قدرت و قوت فقط خدا ہی کے واسطے ہے ہر چیز میں ہماری مدد کرتا تھا اور ہم سے گریز نہیں کرتا تھا اور نیز جان جائیں گے کہ حق تعالیٰ ہر چند حلیم اور بردبار ہے لیکن غیرت والا بھی ہے اور اثر غیرت اس کی کا شدتِ عذاب ہے کہ ہمارے بہکانے والے اس سے ایسا ڈر کر اپنے کو ہم سے بچاتے ہیں لیکن اس وقت میں ان دونوں باتوں کا جاننا مفید نہ ہوگا اور ناچار ہو کر کفِ افسوس ملیں گے وَقَالَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡا اور کہیں گے وہ لوگ کہ پیروی کی ہے انھوں نے بہکانیوالوں کی کہ ان کے سبب سے کفر میں مبتلا ہوئے تھے اور خدا کا ان کو ہمسر بنایا تھا جب دیکھیں گے کہ یہ بہکانے والے ہم سے تبری کرتے ہیں اور انکا یہ تبری ان کو مفید نہیں ہے اور مزہ گمراہی کا دیکھا اور خوب جیسا معلوم ہوا کہ دنیا میں تبری سے فائدہ ہے نہ عقبیٰ میں اور وہ اب ہاتھ نہیں آتا ہے لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً کہ کاش ہم چلے جائیں واپس دنیا میں کہ ہم ان سے گمراہ کرنے کا بدلہ لیں فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا کہ ہم ان سے ایسے ہی بیزار ہوں گے جیسے کہ وہ ہم سے اب بیزار ہوئے ہیں، اور

[illegible]

Marfat.com

یہ بیزاری ان کی سوائے حسرت وافسوس کے کچھ فائدہ نہ دیوے گی لیکن یہی ایک حسرت ان پر نہ ہوگی، بلکہ کَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ دکھاویگا ان کو اللہ تعالیٰ بہت سی حسرتیں اس طرح پر کہ صرف دل ہی میں حسرت نہ ہوگی بلکہ اس کا اثر ظاہر میں متحقق ہوگا یعنی ان کے صدقات اور عبادات سب رائیگاں جاویں گے اور کچھ کارآمد نہ ہونگے اور ان کے اعمال کفر یعنی غیر خدا کا پوجنا اور ان کے نام کی قربانیاں اور منتیں موجب غیرت الٰہی کا ہوکر موجب شدت عذاب کا ان پر ہونگی یعنی ان کو مضرت اور تکلیف پہنچے گی اور یہ حسرتیں ان کی تمام نہ ہونگی کیونکہ یہ موقوف ہونے عذاب کی حسرت زائل نہ ہوگی اور عذاب جب موقوف ہوگا کہ جب وہ دوزخ سے نکلیں وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ اور وہ دوزخ سے کبھی نہ نکلیں گے اور قاعدہ عربی کا یہ ہے کہ مسند الیہ جب مقدم ہوتا ہے تو فائدہ حصر کا دیتا ہے یعنی یہ کافر ہی دوزخ سے نہ نکلیں گے باقی سب گنہگار جو ایمان والے ہیں بشفاعت یا چندے دوزخ میں رہ کر نکلیں گے اور جبکہ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کو سوائے حسرت کے اور کچھ حاصل نہ ہوا، تو يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! چیزوں کو خلاف حکم شرع کے اپنے اوپر بسبب تابعداری اپنے پیشواؤں کے حرام نہ کرو اس لیے کہ تابعداری بھی ایک نوع کی ہمسری خدا سے ہے مثلاً یہودیوں نے بعض اشیاء کو کہ ان کی شریعت منسوخہ میں حرام تھیں جیسے دُنبہ اور اونٹ کا گوشت اور چربی دنبہ کی اور جانور ناخن دار جیسے کبوتر و شتر مرغ اب بھی حرام سمجھ رکھا ہے اور مکہ کے مشرک لوگ بحیرہ کو یعنی مادہ شتر کہ اس کا دودھ روک رکھتے ہیں اور وصیلہ یعنی وہ بکری کہ سات دفعہ بچہ دے چکی ہو اور آٹھویں دفعہ نر و مادہ ایک دفعہ جنے اور سائبہ یعنی جس پر بوجھ نہ لادیں اور حام کو یعنی اونٹ کو جو دس دفعہ بچہ جن چکا ہو حرام سمجھتے ہیں اور ہنود گائے اور بھینس کے گوشت کو اور بعضے عرب کے قبیلے جیسے بنو ثقیف اور بنو عامر بن صعصعہ و خزاعہ و بنو مدلج گھی اور پنیر کو اور بعضے عابد مسلمان آب سرد اور لذیذ طعام کو، اور بعضے جاہل اپنی اور اپنے عزیزوں کی بیماری میں نذر مانتے ہیں کہ فلانی چیز ہم نہیں کھاویں گے، یعنی ہمارے اوپر حرام ہے تاکہ شفا ہو جاوے اور بعضے ناعاقبت اندیش حالتِ غصہ میں قسم کھاتے ہیں کہ فلانی شئے کو ہم نے حرام کیا، اس لیے کہ کسی چیز کو حرام کرنا کارخانہ خدا میں شریک ہونا ہے اس واسطے کہ حلال اور حرام کرنا اشیاء کا خدا ہی کا مرتبہ ہے دوسرے کو لائق نہیں کہ اس کی ملک میں تصرف کرے علاج اس فعل قبیح کا یہ ہے کہ حرمت ان اشیاء سے توبہ کریں كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ یعنی کھاؤ تم جو

Marfat.com

کچھ کہ زمین میں ہے اس واسطے کہ زمین اور جو چیز کہ اس میں ہے سب ملک خدا ہے اور تم خدا کے بندہ ہو
پس جبکہ تم کو زمین میں سکونت کا ارشاد کیا تو معاش بھی اس میں سے کی ہاں مگر چاہیے کہ وہ چیز حَلٰلًا
حلال ہو اور حلال اس کو کہتے ہیں کہ شریعتِ پیغمبرِ آخر الزمان میں اس کی ممانعت نہ ہو اور نیز چاہیے کہ
طَیِّبًا پاک ہو تعلق حقِ غیر اور غصب اور خیانت اور دغا اور رشوت و سود و چوری سے . . . . اس کو نہ لیا
ہو اس واسطے کہ جو چیز فی نفسہ حلال ہو لیکن حق غیر اس سے متعلق ہو اور وہ غیر اس کے کھلانے پر راضی
نہ ہو پس وہ شے ایسی ہے کہ گویا پاک چیز نجاست آلودہ نجس ہوئی اور وہ پاک نہ رہی پس جو چیز کہ اس
میں دونوں شرط یعنی حلال اور پاکی کی جمع ہوں تو اس کے کھانے سے پرہیز نہیں چاہیے اس لیے کہ یہ
شیطانی وسوسہ ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ یعنی پیروی قدموں شیطان کی مت کرو کہ
کوئی حکم اپنی طرف سے مقابلہ حکم خدا تعالیٰ میں کرو جیسے کہ شیطان نے مقابلہ حکم الٰہی میں کہ سجدہ حضرت
آدم کو تھا مقابلہ کیا اور کہا کہ میں بہتر آدم سے ہوں کہ مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو خاک سے
اور تم پیروی شیطان کی کس طرح کر سکتے ہو حالانکہ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے
اور جس نے پیروی دشمن کی کی دیدہ و دانستہ اپنے تئیں ہلاکی میں ڈالا اور دشمنی فقط چیزوں کے حلال و
حرام سمجھنے میں نہیں ہے بلکہ ہر شے میں دشمنی کرتا ہے اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ نہیں حکم کرتا تم کو مگر بِالسُّوْٓءِ
برائی کا تاکہ مستحق عذاب آخرت کے ہو وَالْفَحْشَآءِ اور بے حیائی اور بے مروتی کا تاکہ نظر خالق و
مخلوق میں حقیر ہو جاؤ. وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. اور اللہ تعالیٰ پر دروغ کہو تم تاکہ
کفر میں پڑ جاؤ اور تمہارے اعتقادات کہ سرمایہ ایمان کا ہیں برباد جاویں، اگر کوئی کہے کہ شیطان سوائے
ان امور کے اور کچھ بھی کرتا ہے یعنی امر نیک کے لیے جیسے کہ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ ان کو شیطان
نماز صبح کے واسطے بیدار کیا کرتا تھا اس لیے کہ ایک دفعہ ان کی نماز صبح کی فوت ہوگئی انھوں نے اس قدر
گریہ و زاری کی کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آیا اور ثواب دو چند اس نماز سے عنایت کیا اس کا جواب یہ
ہے کہ شیطان اپنے ہر امر و نہی میں مقصود بدی رکھتا ہے اگرچہ ضمن بدی میں نیکی ہو مثلاً کبھی ایک چیز سے
کہ وہ بہت بہتر ہے طرف ایک چیز کے کہ وہ اس سے کچھ کم ہے کھینچتا ہے تاکہ آہستہ آہستہ اپنا تابعدار
کرے اور پھر بالکل امر بد میں مصروف کرے اور کبھی ایک چیز نیک سے کہ آسانی سے حاصل ہو طرف چیز
نیک زیادہ کے کہ وہ مشکل ہے کھینچتا ہے تاکہ بسبب زیادتی مشقت کے اس سے نفرت ہو جاوے اور اس

Marfat.com

پہلے کار نیک سے بھی محروم رہ جاوے اور کبھی بخوف حاصل ہونے ثواب عظیم کے ایک کام سے دوسرے کام کام میں کہ اس قدر ثواب نہیں رکھتا اگرچہ نیک ہے معروف کرتا ہے جیسے کہ قصہ مذکورہ میں مقصود شیطان کا محروم رکھنا ثواب سے تھا نہ ادائے نماز، بالجملہ جس آدمی نے قرآن شریف کو یہاں تک سنا ہے یقیناً جانتا ہے کہ شیطان ملعون درگاہ خدا تعالیٰ ہے اور اس پر رحمت خدا نہیں ہے اور دشمنی اس کی اولاد حضرت آدمؑ سے موروثی ہے اور خلقت کے بہکانے پر کمربستہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو آمر ملعون ہے تو حال مامور اور اس کے تابعدار کا کیا ہوگا اور نیز جب آمر دشمن موروثی ہو تو مامور کو کیا حکم کریگا، ہرچند ورود اس آیت کا منع کرنا تحریم کا حلال سے ہے لیکن ان دو قید سے سمجھا جاتا ہے کہ کھانے میں احتیاط چاہیے تاکہ حلال پاک ہو اور جو چیز کہ حلال نہ ہو جیسے کہ مردار و خون و شراب اور سور اور جانور درندے نجاست کھانے والے یا حلال ہو لیکن بسبب تعلق حق غیر کے پاک نہ ہو جیسے ملک غیر بدون اس کی اجازت کے مثلاً کسی کی بکری غصب کی ہو یا طعام بطریق رشوت کے لیا ہو کھانا ان کا جائز نہیں ہے اور اسی واسطے ابن مردویہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز یہ آیہ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھی جاتی تھی، سعد بن ابی وقاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مستجاب الدعوات مجھ کو کرے حضرت نے فرمایا کہ اے سعد کھانے اپنے میں احتیاط بہت کر کہ حلال و پاک ہو تاکہ خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاوے پھر حضرت نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ بعض وقت آدمی لقمہ حرام کھاتا ہے اور شامت اس لقمہ سے دعا اس کی چالیس دن تک مقبول نہیں ہوتی اور ہر بندہ کہ گوشت اس کا سود اور رشوت سے بھرا ہوا آتش دوزخ کی اسکے لائق زیادہ ہے اور عبد بن حمید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ہر سوگند اور نذر کہ آدمی سے حالت غضب اور غصہ میں سرزد ہوتی ہے داخل خطوات شیطان ہے اور نیز حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلاں کار میں کروں تو تنہا پیدل خانہ کعبہ کا حج ادا کروں حضرت نے کہا کہ یہ خطوات شیطان سے ہے، سوار ہو اور حج ادا کر اور سوگند اپنی کا کفارہ دے اور نیز جابر بن زید سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنی ناک میں حلقہ چاندی کا ڈالے جابر بن زید نے کہا کہ یہ سب خطوات شیطان سے ہے کفارہ سوگند کا دے اور یہ کام مت کر کہ ساری عمر گناہ میں گرفتار رہے اور نیز ابو مجلز سے مروی ہے کہ اس نے تفسیر خطوات الشیطان میں نذر فی المعاصی کو لکھا ہے اور عجب یہ ہے کہ آدمی

Marfat.com

دام شیطان میں اس قدر گرفتار ہیں کہ بسبب رسوم آباؤ اجداد کے حلال چیز کو حرام جانتے ہیں اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ شرع خدا سے زیادہ جانتے ہیں وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ یعنی جس وقت کہا جاتا ہے کہ پیروی اس چیز کی کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور وسوسۂ شیطان اور طریقہ باپ دادا کو چھوڑو۔ قَالُوْا تو کہتے ہیں کہ ہم پیروی حکم خدا کی نہیں کرتے اس لیے کہ ہمارے میں اس قدر کہاں لیاقت ہے کہ حقیقت حکم الٰہی کو دریافت کریں اور ہم کو کہاں سے یقین ہو کہ جو کچھ تم کہتے ہو حکم الٰہی ہے بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا یعنی ہم بلکہ پیروی اس رسم کی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہم نے جس چیز کو وہ کھاتے تھے ہم بھی کھائیں گے اور جس کو وہ حرام جانتے تھے ہم بھی حرام جانتے ہیں اس لیے کہ باپ دادا ہمارے ہم سے زیادہ عقلمند تھے اگر اس رسم و رواج میں نقصان پاتے ہرگز اس پر عمل نہ کرتے اور نیز ہم اگر برخلاف اپنے باپ دادا کے کھانے پینے میں بیباکی کریں ملعون خلائق اور خصوصاً اپنے اقارب و قبیلے کے ہوں اور ہم کو برادری سے خارج کریں اور ہمارے ساتھ نشست و برخاست اور نکاح وغیرہ موقوف کریں جیسے کہ بسبب انھیں عذروں کے قوم ہنود میں مثلاً بقال کانیہ راجپوت وغیرہ رواج و رسم قدیمی سے باہر نہیں ہوتے اور بعضے جاہل مسلمان بھی انھیں کے سکھلانے سے ترک نکاح بیوہ و رسوم باطلہ میں یہی عذر بیان کرتے ہیں اور ابن اسحٰق اور ابن ابی حاتم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے ہم کلام ہوئے اور خوبیِ اسلام سمجھائی اور ترک قبولِ اسلام میں اس قدر لاجواب کیا کہ کوئی عذر نہ رہا اور قطع کلام اس پر ہوا کہ رافع بن خارجہ اور مالک ابن عوف اور دیگر دانشمندوں نے کہا کہ حقیقت تمہارے دین کی مسلّم لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو کم نہیں پایا وہ ہم سے عقلمند اور بہتر زیادہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد ہو کہ ان سے پوچھو یعنی یہ پیروی باپ دادا کی کریں گے بہر حال خواہ صواب پر ہوں یا خطا پر اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ اگرچہ باپ دادا ان کے کہ بحکم الولد سر لابیہ یعنی پسر نمونہ باپ کا ہے لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا نہیں سمجھتے کسی چیز کو اچھے برے میں تمیز نہیں اور نفع و نقصان میں فرق نہیں کرتے اور دیوانوں کی سی حرکات بے ربط کرتے ہیں وَلَا یَھْتَدُوْنَ اور نیز راہ نہیں پاتے سمجھانے اور رہبری کی اس واسطے کہ سمجھانے سے وہی شخص سمجھتا ہے کہ فی الجملہ عقل و شعور رکھتا ہو اور ان کو عقل معاد کی بالکل نہیں ہے گو عقل معاش رکھتے ہوں اور ظاہر ہے کہ اگر باپ دادا کسی کے دیوانے اور بے عقل بچے ہوں ہرگز پیروی ان مجانین کی

Marfat.com

نہ کریں گے پس یہ لوگ کس طرح پیروی باپ دادا کی ہر حال میں اختیار کرتے ہیں اور یہ لوگ عقلِ معاشی با پ
دادا پر فریفتہ ہو کر ان کے افعال و اقوال کا مقدمہ دین میں اتباع کریں تو یہ عین خطا ہے اس لیے کہ عقلِ معاش
کی اور ہے اور فہم دین کا اور ہے، باپ دادا ان کے مقدمات دین کو بالکل نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان مقدمات
میں حد انسانیت سے باہر تھے اور دریافت منفعت اور مضرت اور حسن و قبح کی ان کو ہرگز حاصل نہ تھی اور
اس کی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ کافر تھے وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور مثال ان لوگوں کی کہ کافر ہو گئے ہیں۔
سمجھنے مقدمات دین اور سمجھانے میں كَمَثَلِ الَّذِىْ مثال اس جانور کی ہے کہ يَنْعِقُ مانند کوے کے
آواز بلند کرتا ہے واسطے جمع کرنے یا بھگانے کے بِمَا لَا يَسْمَعُ ان حروف سے کہ نہیں سنتا ان کو اِلَّا
دُعَآءً مگر بلانے کو وَّنِدَآءً اور فریاد کرنے کو کہ اس کے واسطے بلاتا ہے یا کسی چیز سے ڈراتا ہے اور
بھگاتا ہے بالکل اس کو اس آواز سے نہیں معلوم ہوتا ہے اور جب اپنے تئیں دریافت نہ ہوا تو سننے والوں
کو کیا دریافت ہو گا پس یہ سننا بحساب سمجھنے کے سننا نہیں ہے جب اصل دریافت نہ ہوا نفع و منفعت اور مضرت
خصوصاً آخرت کی کس طرح دریافت ہو گی اور اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ تمام کافر خواہ پیشوا خواہ مقلد و خواہ باپ
دادا خواہ لڑکے صُمٌّ بہرے ہیں اور اگر بالفرض اس سمع کو سننا اختیار کریں تو اظہار حق اور نطق ہیں بُكْمٌ
گونگے ہیں اس واسطے کہ اظہار حق ان کی زبان سے ہو ہی نہیں سکتا اور وہ در حقیقت عُمْیٌ اندھے ہیں، جب
انھوں نے حقیقت کو نہ دریافت کیا بیان کس طرح کریں گے اور جب سمجھنا فرع احساس ہے اور محسوسات
مبادی معقولات کی ہیں اور انھوں نے مبادی کو گم کر دیا ہے فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ عقل نہیں رکھتے
مقدمات دین میں گو جانوروں کی طرح عقلِ معاش رکھتے ہیں اور جب ان کو مقدمات دین میں عقل نہ ہوئی،
پس اتباع ان کا بعینہ اتباع مجانین کا ہوا، اس جگہ چند فائدے ہیں اول یہ کہ یاایھا الناس خطاب عام
ہے مسلمان و کافر کو حالانکہ حنفیہ اور اکثر اہل اصول کے نزدیک کافر مخاطب فروع دین کے نہیں ہو سکتے ہیں۔
اور یہ خطاب خطاب بفروع دین ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ کافر اہلیت ثواب کی نہیں رکھتے لہذا جو
عمل کہ اس پر ثواب مترتب ہو اس کے مخاطب نہیں ہو سکتے لیکن مباحات قسم معاملات و عادات سے کہ کرنا
اور نہ کرنا جن کا برابر ہو اور نہ ان کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عذاب اس کے ساتھ کافر بھی مخاطب ہو
سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں لفظ الفینا واقع ہوا اور سورۂ مائدہ اور سورۂ لقمان میں لفظ
وجدنا اس کی کیا وجہ ہے جواب اہل عربیت نے لکھا کہ الفی خواہ مخواہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے

کفار کے گونگے، بہرے، اندھے اور بے عقل ہونے کا بیان

Marfat.com

اور وجد دو معنی میں مشترک ہے ایک معنی سے متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور دوسرے معنی میں متعدی بدو مفعول، پس قرآن میں اول جگہ وہ لفظ کہ صریح معنی میں متعدی بدو مفعول ہے لائے کہ مقصود اس جا وہی معنی ہے اور جائے آئندہ میں بسبب شہرت کے لفظ وجدنا پر اکتفا کیا کہ سابق قرینہ معنی مراد کا ہو چکا ہے اور اہل تدقیق نے کہا ہے کہ ہر چند الفیٰ اور وجد اصل معنی میں مشترک ہیں لیکن الفیٰ اکثر معانیٔ معقولہ میں مستعمل ہوتا ہے اور وجد اکثر اعیان محسوسہ میں اور چونکہ سابق اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آدمی حقیقت میں تابع شیطان ہیں اور دشمنی اس کی محسوس نہیں ہے لہذا مناسب ہوا کہ اس جگہ لفظ الفیٰ مستعمل ہو اور سورۂ مائدہ میں مذکور ہوا ہے کہ پہلے جاہل بحائر اور سوائب کو حرام جانتے تھے اور خدا پر افترا کرتے تھے اور یہ دونوں امر محسوس اور مسموع تھے اور سورۂ لقمان میں بھی مذکور ہوا ہے کہ بعض آدمی بے دلیل عقلی اور شرعی کے مقدمات دین میں مکابرہ کرتے ہیں اور بے شبہ یہ امر بھی محسوس اور مسموع ہے لہذا ان دونوں سورتوں میں لفظ وجدنا مناسب ہوا۔ تیسرے یہ ہے کہ اس سورۃ میں لا یعقلون شیئا ارشاد ہوا اور سورۂ مائدہ میں ایسے ہی مقام پر لا یعلمون شیئا یہ فرق کس نکتہ پر مبنی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کرنا عقل کا نکوہش میں زیادہ تر ہے بہ نسبت نفی کرنے علم کے، اس واسطے کہ آدمی باوجود عاقل ہونے کے جاہل ہوتا ہے اور بے عقل نہیں ہوتا ہے مگر طفل یا دیوانہ اور جب اس جگہ کافروں نے بل نتبع ما الفینا کہا تو صریح دشمنی اور استکبار کیا، پس عقل کی نفی ان کے پیشواؤں میں اس مقام میں مناسب تر ہے اور سورۂ مائدہ میں کفار نے فقط اسیقدر حکایت کی حسبنا ما وجدنا علیہ اٰباءنا اور اس دعوے کے رد میں نفی علم کی بھی کافی ہے کہ اس لیے کہ جہل پر اکتفا نہیں ہو سکتا۔ چوتھے یہ ہے کہ اس آیت میں دو طرق سے ابطال تقلید کا اشارہ ہے پہلے یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ تو جس کی تقلید کرتا ہے وہ تیرے نزدیک محق ہے یا نہیں اگر اس کے محق ہونے کو نہیں پہچانتا ہے تو باوجود احتمال مبطل ہونے کے کیوں تقلید کرتا ہے اور اگر محق ہونا پہچانتا ہے تو کس دلیل سے اگر کسی دوسرے کی تقلید سے تو اسیطرح اس تقلید میں کلام ہوگا اور تسلسل لازم آویگا اور اگر عقل سے پہچانتا ہے تو اس کو معرفت حق میں کیوں نہیں صرف کرتا ہے اور عارِ تقلید اپنے پر کیوں گوارا رکھتا ہے دوسرا طریق یہ ہے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اگر اس مسئلہ کو اس نے بھی تقلید سے جانا ہے تو تُو اور وہ دونوں برابر ہیں اس کو کیا ترجیح ہے تاکہ تو تقلید اس کی کرے اور اگر اس نے بدلیل جانا ہے تو تقلید اس وقت تمام ہو کہ تو بھی اسی دلیل سے اس مسئلہ کو جانے ورنہ تو مخالف ہوگا نہ مقلد اور جب تجھے اسی دلیل سے معلوم

Marfat.com

ہوا تو تقلید ضائع ہوئی۔ پانچویں یہ ہے کہ سیپارہ الٓم میں ایسی ہی آیت میں فرمایا ہے فھم لا یرجعون اور اس جگہ فرمایا فھم لا یعقلون اس میں کیا فرق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اُس سیپارہ میں ان منافقین کے حال میں ہے کہ ایمان لاکر پھر ایمان سے دور ہو گئے تھے اور رجوع نہیں کر سکتے تھے اور اس جگہ کافروں کے حال میں کہ اصلا ایمان ہی نہیں رکھتے اور حسن ایمان کو نہ سمجھے پس ہر لفظ اپنے اپنے مقام پر چسپاں ہے اور جب معلوم ہوا کہ کافر جب تک کہ دام شیطان میں گرفتار ہیں اصلا قابلیت فہم خطاب کی نہیں رکھتے اور حیوانات کی مانند عقل معاش بدون عقل معاد کے رکھتے ہیں پس ایسی حالت میں پیروی ما انزل اللہ کا ان سے کیا امکان رکھیے اس واسطے کہ پیروی اس حالت میں ہو کہ مثل انسان کے ادراک و شعور و فہم رکھتے ہوں اور وہ اس بات میں بہرے گونگے اور اندھے ہیں پس سمجھنا چاہیے کہ یا یھا الناس خطاب عام محض واسطے الزام حجت اور ازالۂ عذر کے ہے مقصود بالذات خطاب اہل ایمان سے ہے اور اسی واسطے خطاب خاص کر کے فرمایا یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو کہ ایمان لائے ہو اور حواس و عقل تمھاری مقدمات دین میں سالم اور درست ہیں سمجھو کہ مقتضائے محبت و ایمان خدا کا یہ نہیں ہے کہ لذیذ اور بامزہ اشیاء کے کھانے سے پرہیز کرو بلکہ مقتضائے ایمان یہ ہے کہ حکمت الٰہی کو غایت مقصود اس حکمت کا پہچانو اور جو اشیاء کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کے واسطے پیدا کی ہیں مقصود ان سے کھانا ہے اور مقتضائے محبت کا یہ ہے کہ جو چیز کہ محبوب عطا کرے اس کو تمام خوشی سے استعمال میں لاوے۔ یہاں تک کہ عاشق معشوق کے ہاتھ سے تلخ چیز کو شیریں جان کر کھاتے ہیں پس کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ کھاؤ تم اشیاء حلال اور پاک جو کہ ہم نے تمھارا رزق کیا ہے اگرچہ لذیذ اور گراں قیمت ہو اور اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ اشیاء لذیذہ کھا کے گرفتار حظ نفس کے ہو جائیں گے اور عبادت خدا سے باز رہ جائیں گے تو ایسی تدبیر کرو کہ عین حظ نفس میں مشغول عبادت رہو۔ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ یعنی خدا کا شکر کرو تم اس واسطے کہ لذیذ و نفیس چیز کے کھانے سے کہ مرغوب طبع ہو دل سے شکر نکلتا ہے اور اس قسم کا شکر عمدہ عبادت ہے اور موجب زیادتِ محبت منعم حقیقی کا ہے اور یہ عبادت بدون تلذذ نفس کے ادا نہیں ہوتی پس اس تلذذ کو وسیلۂ عبادت کرو اور وسیلۂ عبادت کو عبادت جانو اور یہی شان عارفوں کی ہے کہ عادات کو عبادات کرتے ہیں۔ ہاں ناقص لوگ عبادت کو نفس کشی اور فقر و فاقہ و خشک خوری و خشن پوشی میں منحصر جانتے ہیں اس لیے کہ ان کی طبیعت ایسی ہی عبادت سے مالوف ہے اور اپنے پیشواؤں

Marfat.com

سے ایسی ہی عبادت دیکھتے اور سنتے آئے ہیں لیکن درحقیقت یہ خالص عبادت خدا نہیں بلکہ رضامندیٔ طبیعت اور اپنی عادت کی آمیزش ہے جیسے کہ ایک مالک نے اپنے غلام کو ایک حکمت کے لیے راحت اور خواب و آرام کیواسطے فرمایا اور وہ غلام کوتہ نظری سے سمجھا کہ یہ آرام مجھے خدمت مولا سے باز رکھتا ہے چاہیے کہ میں خواب و آرام ترک کروں اور محنت شاقہ کرکے خدمت مولا میں کمربستہ رہوں، پس یہ اطاعت درحقیقت اطاعت وہم و خیال اپنے کی ہے نہ تابعداری مالک کی پس تم اس طرح نہ کرو اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۔ اگر تم خالص عبادت اس کی کرتے ہو اور وہم و خیال و عادت اپنی کو دخل نہیں دیتے ہو اسواسطے کہ منظور عبادت سے رضامندیٔ محبوب ہے جس طرح کہ راضی ہو۔ بیت:۔ گر طمع خواہد زمن سلطان دیں ؛ خاک بر فرق قناعت بعد ازیں ؛ بیت:۔ ہم سے گر منظور ہووے خود طمع سلطان کو ؛ پس نکالیں سب طرح کے خواہش و ارمان کو ؛ جیسا کہ نفس کا شکستہ کرنا اور لذائذ کا ترک کرنا موجب ایک طرح کی عبادت کا ہے یعنی ایسے ہی کھانے پینے کی چیزوں میں فراخی کرنا ایک نوع کی عبادت ہے یعنی شکر بلکہ یہ راہ محبت کی طرف کھینچتی ہے اور محبوب معبود اصلی ہے اور باوجود اس کے شکر بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اور ترک کرنا ایسے بواعث اور دواعی کا راہ خلاف طلب اس جناب کے جاتا ہے کہ بندگی میں رخنہ ڈالتا ہے اور حدیث قدسی میں بروایت معتبر وارد ہوا ہے کہ انی والجن والانس فی نبأ عظیم اخلق ویعبد غیری وارزق ویشکر غیری۔ یعنی میرا جن اور انس سے عجب قصہ واقع ہوا ہے کہ پیدا میں کرتا ہوں اور عبادت دوسروں کی کرتے ہیں اور رزق میں دیتا ہوں اور شکر غیروں کا کرتے ہیں اور فقہا نے لکھا ہے خداوندی نعمتوں کا کھانا جو کہ بندہ کو پہنچتی ہیں اصل میں مباح ہے اور صیغہ امر کہ کلوا وارد ہے اجازت کے واسطے ہے نہ واسطے تکلیف کے لیکن کبھی کھانا واجب بھی ہو جاتا ہے جیسے وقت ہلاکی اور ضعف کے کہ طاقت حرکت کی نہ رہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسے واسطے موافقت مہمانوں کے اور زید بن علی بن الحسین علیہم السلام سے کہ مشہور بہ شہید ہیں منقول ہے کہ کہتے تھے کہ اگر کوئی ان تین تقریب سے کھانے پینے میں تکلف کرے محسوب نہیں ہوتا اور حساب آخرت میں معاف ہے۔ مہمان کے واسطے اگرچہ خود بھی اس طعام سے کھاوے اور افطار اور سحری روزہ دار کے واسطے گو آپ ہی ہو اور مریض کہ رغبت طعام میں کم کرتا ہو مگر نفیس چیزیں لیکن بعض زہاد صحابہ اور تابعین سے باوجود اس نص صریح کے لذائذ اور نفائس کو کہ نیکی اشیاء میں سے بسبب بازر ہنے نعمت منعم سے اور حاصل کرنے واسطے نفس پروری کے عوام کو منع

Marfat.com

کیا ہے اور آپ بھی لسبب حفظ مرتبہ پیشوائی کے ایسی اشیاء کے کھانے سے پرہیز کیا ہے اور اسی قسم سے ہے کہ جو ابن سعید نے عمر بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک روز مجلس میں فرماتے تھے کہ آج رات میں نے مالیدہ کھایا سو شکم میں کچھ تکلیف ہے اس واسطے کہ میں اس قسم کے کھانوں کا معتاد نہیں ہوں خوشامدیوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین حق تعالیٰ کتاب میں فرماتا ہے کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ۔ تم کس واسطے طعام لذیذ نہیں کھاتے کہا کہ افسوس تم اس آیت سے کیا سمجھ گئے مراد طیب سے حلت کسب ہے نہ کہ نفاست و لذت اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ قبول نہیں کرتا مگر طیب اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم کیا ہے جس کا پیغمبروں کو کیا ہے جیسے فرمایا ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً۔ اور فرمایا یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم اور حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص سفر دراز کر کے پریشان سر اور بکھرے ہوئے بال اور غبار آلود ہو کر حج کو جاتا ہے وہاں جا کر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے یا رب یا رب! اور حال یہ ہے کہ خوراک اور لباس اس کا حرام سے ہے اور لڑکپن سے حرام میں پرورش پائی تو اس کی دعا کب قبول ہو اور یہ حدیث صحیح ترمذی میں بروایت حضرت ابو ہریرہ موجود ہے لیکن اس توجیہ پر عمر بن عبد العزیز پر متاخرین نے دو طرح سے اعتراض کیا ہے اول یہ کہ اگر طیبات سے اشیاء حلال مراد ہوں تو حرف مِن کہ تبعیض کے واسطے ہے درست و مناسب نہیں ہوتا اس واسطے کہ حلال چیزیں سب کھانے کی ہیں پھر مقید بعض کے ساتھ کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ معنی تبعیض کے بنظر اجزائے ماکولات کے سمجھنا چاہیے نہ بنظر افراد ماکولات کے اور جو چیز کہ حلال ہے اور بعض اجزاء اس کے حرام ہیں تو ان اجزاء کو کھانا نہیں چاہیے جیسے خون اور فضلہ اور دونوں فرج اور خصیے اور حرام مغز اور پتہ کہ کتب فقہ میں تصریح کی ہے اور نیز حلال چیز بھوک سے زیادہ کھانی حرام ہے پس حلال کا بعض سے مقید ہونا صحیح ہے، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر طیب سے حلال مراد ہو تو تکرار بے فائدہ آیت گذشتہ یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیبا میں لازم آتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تکرار بے فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ صفت کاشفہ ہے یعنی جو چیز کہ اذن شرعی سے حلال ہے ویسے ہی وہ پاک بھی ہے، نجس نہیں ہے اور بالفرض اگر طیب سے حلال ہی مراد ہے تو لازم نہیں ہے کہ لذائذ میں فراخ روی بھی جاوے اس واسطے کہ علمائے سلف کا طیب کے معنوں میں بہت اختلاف ہے اور اس کے ایک معنی

Marfat.com

لذیذ اور خوش آئند کہتے ہیں تو کیا مزہ کی ہے کہ اس جگہ یہی معنی مراد ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ طیب حلال سے زیادہ خاص ہے یعنی کسب اس کا مقرون بگناہ نہ ہو جیسے کہ سوداگری میں جھوٹی قسم کھا کر اسباب فروخت کیا ہو اور جانور کی پشت پر بوجھ زیادہ لادا ہو اور مزدوروں اور بیلوں سے تکلیف ما لا یطاق لی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلال وہ ہے کہ مفتیوں نے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہو اور طیب وہ ہے کہ اس کے دل میں بھی شبہ حرمت کا نہ رہے جیسے گروی مکان کا کرایہ اور زمین گروی کا محصول کہ مالک نے برضا و رغبت کے حلال کر دیا ہو تو اس سبب سے علماء دین منع نہیں کر سکتے لیکن گروی دار خوب جانتا ہے کہ یہ رضامندی بسبب احتیاج قرض کے ہے تو یہ رضامندی نہیں ہے اور اسی باب میں حدیث وارد ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کرے اگرچہ مفتی نے فتویٰ دیدیا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلال طیب وہ ہے کہ بقدر ضرورت بروجہ کفاف کے کفایت کرے اور نفس کو اس کے حق سے زیادہ نہ دے اور اس کو حاصل نہ ہو مثلاً کھانا اس قدر کہ بھوک جاتی رہے اور پوشاک اس قدر کہ ستر پوشیدہ ہو جائے اور سردی اور گرمی سے محفوظ رہے اور مسکن اس قدر کہ عورتوں کا پردہ رہے اور سردی اور گرمی اور مینہ کو باز رکھے۔ نظم۔ تنگ گھر تھا حکیم لقمان کا ٭ صاحب علم و درد و درمان کا ٭ ساری شب بے کلی گذرتی تھی ٭ دھوپ دن بھر کی سر پہ گرتی تھی ٭ ایک بے عقل نے کہی یہ بات ٭ اس میں کیونکر گذرتی ہے اوقات ٭ تب کہا اس نے ہاں بہت ہے یہ ٭ واسطے موت کے بہت ہے یہ ٭ جاننا چاہیے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پاکیزہ چیز وہ ہے کہ انسان اپنے کسب سے حاصل کر کے کھاوے اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے اچھا کسب کونسا ہے سو سب سے بہتر کسب جہاد کا اور لڑائی کفار سے ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر نبی کا ایک پیشہ تھا اور میرا پیشہ جہاد راہ خدا میں ہے۔ اور اس کسب کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غازی کلمۂ دین کے بلند کرنے میں کوشش کرتا ہے اور اس کے ضمن میں حلال مال لوٹ میں پاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ارادۂ جہاد کے وقت اپنے دل میں قصد لوٹ کا نہ کرے اور اپنی نیت خالص رکھے، اور پھر تجارت ہے، علی الخصوص وہ تجارت کہ مسلمانوں کے حوائج کو دور کرے جیسے حدیث میں ہے کہ الجالب مرزوق والمحتکر مَلْعُوْن. یعنی تاجر کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں واسطے نفع رسانی مسلمانوں کے اشیاء لے جائے مرزوق ہے اور جو کہ اشیاء سوداگری کو روک رکھے ملعون ہے اور تجارت کہ بہ نیت نفع رسانی

Marfat.com

مسلمانوں کے ہو تو وہ تجارت حکم عبادت کا رکھتی ہے اور پھر کھیتی کہ اس میں بھی نیت نیک حاصل ہونے قوت آدمیوں اور جانوروں کے ہوتی ہے اور نیز اعتماد اور توکلِ قوی رحمت الٰہی پر کہ باران اور ہوا سے ہوتا ہے اور ان تینوں کسب کے علاوہ جو کسب ہیں ان میں باہم زیادہ فضیلت نہیں مگر کتابت کہ دین کی کتب کی حفاظت کے واسطے اور اخبار انبیاء اور ملفوظات اولیاء کے محفوظ رکھنے کے واسطے ہو، بہ نسبت اور پیشوں کے بہتر ہے اور ان کے بعد وہ پیشے اور صنعتیں کہ بقائے عالم کے واسطے ہیں، معماری اور گل کاری اور اینٹ اور چونہ بنانا اور روغن کشی اور روئی دھننا اور جولاہ گری اور درزی گری اور آٹا پیسنا بہتر ہیں بہ نسبت ان صنعتوں کے کہ فقط تکلف اور تفاخر اور زینت کے واسطے ہوں، جیسے زرگری نقاشی کارچوبی و حلوہ گری اور عطر بیچنا اور رنگریزی وغیرہ اور یہ صنعتیں جو اپنے موقع پر ہوں تو کراہیت نہیں ہے بخلاف ان کسبوں کے جن میں نجاست آلودہ ہو یا بدخواہی خلق یا گناہ الٰہی پر مدد ہو یا بست دروغ کہنا اور دغا اور فریب لازم آتا ہو جیسے کہ شراب کشی اور قصابی اور غلہ کا روکنا اور مردہ دھلوانا اور غسل کرانا اور ناچنا اور نقل کرنا اور شکرے سے کھیلنا اور دلالی اور وکالت اور امامت اور اذان پر اجرت لینا و خدمت مسجد اور تلاوت قرآن اور تعلیم پر اجرت لینا اب مکروہ نہیں ہے کہ سب کا فتوٰی اسی پر ہے اس سبب سے کہ تعلیم قرآن بدون اجرت کے بالکل کم ہو جاوے اور اس دولت عظمٰی سے آدمی محروم رہ جاویں، بالجملہ منطوق اس آیت کا یہ ہے کہ جو چیز بے شبہ حلال ہے اور گو لذیذ و نفیس و گراں قیمت ہو اس کا کھانا جائز ہے اور بہ نیتِ ادائے شکر مستحب ہے اور اصلاً مخالف مقتضائے ایمان اور محبت الٰہی کے نہیں ہے ہاں مخالف ایمان اور منافی محبت کے یہ ہے کہ حرام اشیاء کو کھاوے اور رضا مندیِ خدا سے دور ہو جاوے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لذائذ اور منافع کی چیزوں کو حرام نہ کیا بلکہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ منہیں ہیں حرام تم پر وہ چیزیں کہ معمول طبائع سلیمہ کے ہوں جیسے ہرن، بکری، گائے، بھینس، نیل گائے گورخر اور کبوتر یا تیتر اور اور جانور چرندہ و پرندہ مگر اَلْمَيْتَةَ مردار کہ خود بخود مر گیا ہو یا کسی نے اس کو شرعاً ذبح نہ کیا ہو مثلاً گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو یا لکڑی و پتھر سے مارا ہو۔ یا چھت پر سے گر کر مر گیا ہو یا کسی جانور نے سینگ سے مار ڈالا ہو یا کسی درندہ نے مارا ہو تو یہ سب مردار ہیں اور مردار کا حرام کرنا عین حکمت ہے اس واسطے کہ پاک کرنے والی بدنِ جانور کی روح ہے اور جب روح اس سے جدا ہوئی تو اس کی عفونات کا دور کرنے والا نہ رہا پس وہ عفونات اس کے تمام

[illegible]

ف بیان بہترین اکساب کا، بیان احکام میتہ ؁

بدن کو فاسد کر دیتے ہیں اور بہت بدمزہ اور بدبو اور بدتاثیر ہو جاتا ہے۔ اور اگر بعض آدمی طفلی سے کھا لیتے ہیں اور کچھ نقصان نہ پہنچے تو معتبر نہیں ہے۔ مصرعہ۔ جز ہر کہ عادت ہو وہ نقصان نہ بخشے ہو اور باوجود اسکے صورت اور شکل اور اخلاق مردار خوروں کے اس قدر بُرے ہوتے ہیں کہ انسانیت سے خارج ہیں اگر ... تم پر مردار حرام نہ ہوتا تو تم بھی ایسے ہی بدطبع اور بدشکل اور بدصورت اور بدخلق ہو جاتے اور رذالت نفس اور خساست طبع میں گرفتار ہو جاتے، ہاں جبکہ جدا ہوتے وقت روح جانور کے خون اس کے کہ موجب تعفن اور اخلاط فاسدہ کا ہے خدا کے نام کے ذکر سے نکالا تو بجائے تطہیر روحی کے یہ تطہیر قائم ہو گئی اور شکار میں اگرچہ خون کا نکالنا بہ تمام ممکن نہیں ہے لیکن ذکر خدا کے نام کا قائم مقام روح کے ہو جاتا ہے اور اسی واسطے شکار میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے اور جس جگہ کہ خدا کا نام لے کر زخم کر دیں حلال ہو جاتا ہے مگر جو جانور کہ قابو میں ہو وہ بغیر خون نکالنے کے حلال نہیں ہوتا اور طریق خون نکالنے کا یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور دو رگوں بلند گردن کو کسی تیز چیز سے خواہ لوہا ہو یا پتھر یا لکڑی ہو، کاٹ ڈالیں اس واسطے کہ مجمع خون کا دل اور جگر ہے اور خون کے اس مکان سے نکالنے کی اقرب راہ یہی ہے اور اسی واسطے طبیبوں کے یہاں مقرر ہے کہ مواد مجتمع اس جگہ کو قے کرا کے نکالتے ہیں اور نیز اگر خون بدن جانور کا اور کسی طرف سے نکالا جاوے تو جانور دیر میں مرے اور رنج بے فائدہ حاصل ہو بخلاف اس راہ کے کہ ہرگز فرصت نہیں دیتا اور اسی وقت مر جاتا ہے اور نیز چونکہ آمد و برآمد نفس کی یہی راہ ہے اور نَفَس مُمِدِّ روح ہے پس چاہیے کہ روح اور مَرکبِ روح کو کہ خون ہے اس راہ سے نکالیں اور نیز روح اور خون غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور غذا اسی راہ سے جاتی ہے پس وقت جدا کرنے روح اور خون کے بھی یہی راہ اختیار کرنی چاہیے اور نیز جو خون بالا جاتا ہے، روح بھی اس کے ساتھ جنبش کرتی ہے اور حرکت فوقانی سے ایک طرح کی صفائی کدورات سے حاصل ہوتی ہے اور خباثت کم ہو جاتی ہے اور قابلیت اس امر کی ہو جاتی ہے کہ خاکِ بہشت ہو۔ حاصل کلام یہ کہ اگر مردار کو کہ خبث عظیم اس میں ہے نہ طہارت روح رہے اور نہ طہارت ذکر نام خدا رہے تو اس کو مت کھاؤ اور وہ شئی خبیث جزو بدن تمہارے کا ہو جائے البتہ ارواح تمہاری کو تعلق اشیاء خبیثہ سے ہو جائے اور خباثت پیدا کرے، پس محبت اللہ تعالیٰ کی اس روح سے جاتی رہے گی مثل ارواح شیاطین کے اور تعفن پیدا ہو جاوے گا ہاں البتہ وہ جانور مردار بحکم حدیث کے حلال ہیں

Marfat.com

کہ فرمایا پیغمبر صلعم نے کہ دو جانور مردار ہمارے واسطے حلال ہیں ایک مچھلی اور دوسرے ٹڈی، لیکن مچھلی اس سبب سے کہ اصل مادہ اس کے بدن کا پانی ہے اور پانی بالطبع پاک اور پاک کرنے والا ہے پس جیسے کہ نجاست پانی میں اثر نہیں کرتی ایسے ہی جدا ہونے روح جانور آبی کے اثر نہ کریگی اور حاجت ذبح کی نہ رہی اور ٹڈی اس سبب سے کہ وہ خود بخود بے توالد و تناسل کے پیدا ہوتی ہے اور خون جاری نہیں رکھتی اور تعلق اس کی روح کا بدن سے مثل تعلق روح پہاڑ و درخت و دیگر جمادات کے ہے اور اس طرح کا تعلق سے جدا ہونا موجب نجاست کا نہیں ہوتا، ہر چند تمام جانور دریائی اور تمام حشرات اس علت میں مشترک ہیں لیکن بسبب خبث ذاتی اور غذائے نجس کے حرام ہیں اور مضر بخلاف مچھلی اور ٹڈی کے کہ وہ اس نقصان اور خبث ذاتی اور عارضی سے سالم ہیں اسیواسطے ان دونوں کے ساتھ استثنا رخاص ہوا، اب یہ بیان کرتے ہیں کہ مردار کی کس کس چیز سے انتفاع درست اور کون کون سے اجزائے میت داخل حرمت ہیں، اس آیت سے کھانا مردار کا مطلقاً حرام ہے لیکن ان جانوروں کو کہ گوشت کھانے کے معتاد ہیں جیسے باز باشہ کتا بلی کھلانا مختلف فیہ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ جائز ہو اور چربی مردار کی روشنی شمع و چراغ کے کام میں لانے کے واسطے درست ہے۔ اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ کسی آدمی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ اگر چوہا گھی میں گر جاوے اور مر جاوے تو اس گھی کا کیا کریں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ میں ڈال دو اور ہرگز نہ کھاؤ اور بال اور پشم اور سینگ اور ناخن اور دانت اور ہڈیاں مردار کی سب پاک ہیں ان کا استعمال جائز ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں نعمت کے مقام پر فرمایا ہے کہ من اصوافها و اوبارها و اشعارها اثاثا و متاعا الی حین. یعنی پشم اور پشم شتر اور بالوں سے اپنے گھروں کا اسباب اور متاع بناؤ بغیر تفصیل مردہ اور زندہ کے اور نیز استعمال ان اشیاء کا خصوصاً استخوان فیل اور اس کے دانتوں کا زمانۂ آنحضرت صلعم میں جاری تھا اور بالیقین ہاتھی ذبح نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم استعمال سے منع نہیں فرماتے تھے اور ایسے ہی مردار کا چمڑا جبکہ دواؤں اور مصالحوں سے نجاست دور کی جاوے قابل انتفاع ہوتا ہے اور اگر آفتاب یا خاک سے خشک کریں تب بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ صحیحین میں وارد ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ بکری مردہ کو حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھینچے لیے جاتے تھے، حضرت نے فرمایا کہ اس کے پوست کو

Marfat.com

کس واسطے نہ اتار لیا کہ دباغت کے سبب خشک ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر کوئی جانور کہ خون جاری نہ رکھتا ہو جیسے مکھی مچھر بچھو پانی میں گر جائے یا اور کسی چیز میں تو وہ شے ناپاک نہیں ہوتی، اور قابل استفاع ہے اس واسطے کہ ان جانوروں کی رطوبت درختوں اور نباتات کی ہے تعفن پذیر نہیں ہے اور کیڑا کہ بعض میووں میں ہوتا ہے جیسے گولر وغیرہ یا سرکہ میں پڑا ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے بلکہ اس کیڑے کو بہ تبعیت اس میوے اور سرکہ کے کھانا بھی جائز ہے لیکن اس کیڑے کو سرکہ و میوے سے باہر نکال کر کھانا درست نہیں ہے اور مردہ جانور کا شیر اور چُستہ امام اعظم کے نزدیک پاک ہے اور ایسے ہی انڈہ جانور مردہ کا اگر سخت ہو تو بعد دھونے کے پاک ہو جاتا ہے اس واسطے کہ یہ چیزیں موت کا حکم قبول نہیں کرتیں اور اجزائے متصلہ مردہ سے بھی نہیں ہیں بلکہ طبیعت ان چیزوں کے جدا کرنے کے واسطے ترتیب کی گئی ہے اگر کوئی جانور حرام کو مثلاً کتے بلی کو از روئے شرع کے ذبح کرے تو اس کے حکم میں اختلاف ہے امام اعظم صاحب کے نزدیک پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا کھانا روا نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک پاک بھی نہیں ہوتا اور نجاست میں حکم مردار کا نہیں رکھتا ہے۔ وَالدَّمَ اور مگر خون اس لیے کہ خون اجزائے حیوانات میں اصل متعفنہ ہے اور گوشت اور پوست اسی سے پیدا ہوتا ہے اولاً خون روح سے تعلق رکھتا ہے اور پھر روح کا جدا ہونا اس کے نجس ہونے میں تاثیر عظیم پیدا کرتا ہے بلکہ حقیقت میں مرکب روح خون ہے اور جدا ہونا روح کا بدن سے جدا ہونا خون سے ہے پس بعد جدا ہونے روح کے قابل طہارت نہیں رہتا گویا کہ یہ اجزار جانور سے، نجس العین ہے کہ کسی تدبیر سے پاک نہیں ہوتا اور نیز تعفن اس کا بالذات اور تعفن اور فساد اور اجزار کا بسبب اختلاط کے و دیگر اجزائے بدن کا بسبب اختلاط ہونے اجزائے غصہ کے ہے اور جو چیز کہ بالذات ہو عوارض سے زائل نہیں ہوتی اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کونسا خون ناپاک و حرام ہے آیا وہ خون کہ رگوں میں جاری ہے یا وہ خون کہ گوشت سے چسپیدہ ہو کر بصورت گوشت ہو جاتا ہے، امام اعظم صاحب کے نزدیک وہی جاری حرام اور ناپاک ہے اور قطرات خون کے کہ گوشت پر چسپیدہ ہوتے ہیں حرام اور ناپاک نہیں ہیں اگر ایسے گوشت کو بغیر دھونے کے پکالیا تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن خلاف لطافت طبیعت ہے اور امام شافعی صاحب کے نزدیک یہ اور وہ دونوں خون حرام اور ناپاک ہیں اگر گوشت بغیر دھوئے

ف :۔ بیان احکام خون کے

Marfat.com

پکالیا تو اس کا کھانا جائز نہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جیسے ہمارے واسطے دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہوئی ہیں اسیطرح دونوں خون کلیجی اور تلی بھی حلال ہیں، اس واسطے کہ جملہ اعضاء سے یہ دو اعضا گویا خون منجمد ہیں اور بصورت گوشت ہیں باوجود اس کے بحیثیت عضو ہونے کے بھی حلال ہیں اور خون کا کھانا درندگی اخلاق کی طرف مائل کرتا ہے اور غصہ اور شبکی مزاج میں پیدا کرتا ہے جیسے کہ حبشی خون کھانے کے معتاد ہیں اور چاروں میں یہ اخلاق ظاہر ہیں پس عین حکمت الہی ہے کہ یہ چیزیں تمہارے اوپر حرام فرمائیں اور اگر خون مردار کھاتے، تو جو نقصانات کہ مردار کے کھانے میں ہوتے ہیں اس کے کھانے میں لاحق ہوتے ، اور اگر خون زندہ جانوروں کا نکال کر مثل حبشیوں کے کھاتے تو یہ صورتیں تمہاری مثل صورتوں خونخوار کے ہوجاتیں ، اور دائرۂ انسانیت سے باہر ہوجاتے اور نیز جانور بھی بسبب نکل جانے خون کے کہ مادۂ قوت حیوان اور مرکب روح ہے ضعیف البدن ہوجاتے اور احتیاج کے وقت ان سے منافع حاصل نہ کرسکتے، اور ان کا گوشت بھی بدمزہ ہوجاتا اور سواری اور بارکشی کا کام نہ دے سکتے پس خون جانوروں حلال کا حرام فرمایا ایسا ہی بلاتشبیہ جیسے کہ کوئی حاکم یا رئیس زمینداروں کو سبز اور کچی کھیتی کھانے سے منع فرمادے تاکہ انجام کار نقصان نہ ہو۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ. اور مگر گوشت سور کا اگرچہ مردار نہ ہو اور از روئے شریعت کے ذبح کیا ہو اس واسطے کہ یہ جانور نجاسات کی طرف بہت مائل ہے خصوصًا فضلہ انسان کا اس کی خوراک ہے اور اس کا گوشت اسی نجاست کے کھانے سے پیدا ہوتا ہے پس اس کا گوشت کھانا گویا اپنی نجاست کھانا ہے اور نیز روح اس جانور کی حرص اور بیحیائی اور بے عزتی کی طرف اسقدر مائل ہے کہ دوسرے جانوروں کی نہیں اور یہی باعث ہے کہ جو آدمی اس کا گوشت بطور مداومت کے کھاتے ہیں جیسے نصاریٰ اور بعض قوم ہنود ان اخلاق میں اس جانور سے کمال مشابہت رکھتے ہیں جیسے بے عزتی اور ناحفاظتِ ناموس اور ہر قسم کے مال پر حریص ہونا اور نجاست میں آلودہ رہنا اور چونکہ تعلق روح اس جانور کا تمام بدن سے ہے تو خبث روحی اس کی تمام جسم میں سرایت کرتی ہے پس تمام بدن اس کا بمنزلہ فضلہ انسان کے ہے کہ کوئی چیز گوشت و پوست اور بال و ناخن قابل انتفاع نہ رہا، ہرچند کھانے میں فقط اس کا گوشت آتا ہے اور اسیواسطے آیت میں فقط گوشت پر اکتفا کیا ،

ف بیان احکام سور کے گوشت کا ،

Marfat.com

اس واسطے کہ پہلے سے ذکر کھانے ہی کا ہے لیکن تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ جانور نجس العین ہے اور اس کی کسی چیز سے فائدہ نہ لینا چاہیے مگر امام اعظم اور امام محمد صاحب نے تجویز فرمایا ہے کہ اس کے بالوں سے جھول اور خورجیاں اور اور چیزیں چمڑے کی بنا سکتے ہیں۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ اور مگر وہ چیز کہ آواز دی گئی ہو حق اس جانور میں لِغَیْرِ اللّٰہِ واسطے غیر خدا کے خواہ وہ بت ہو یا روح خبیث جیسے بھوگ کے نام دیتے ہیں اور خواہ کسی جن کے نام کہ کسی کے گھر پر مسلط ہو اور بہ ولی لیتے جانور کے دست بردار نہ ہوتا ہو اور خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کر دیں کہ یہ سب حرام ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیر خدا کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے خواہ وقت ذبح خدا کا نام لے یا نہ لے اس واسطے کہ جب شہرت کر دی کہ یہ جانور فلانے کے واسطے ہے تو وقت ذبح کے خدا کا نام مفید نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ جانور منسوب بغیر خدا ہو گیا اور اس میں پلیدی پیدا ہو گئی اور خبث اس کا مردار کے خبث سے زیادہ ہے اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا ہے اور یہ جانور غیر خدا کے نام پکارا گیا ہے اور یہ عین شرک ہے اور جبکہ یہ خبث موثر ہوا تو ذکر نام خدا اس کو حلال نہیں کر سکتا جیسے کہ کتا اور سور کہ اگر نام خدا لے کر ذبح کیے جاویں حلال نہ ہوں گے۔
حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جان کو واسطے جان نہ پیدا کرنے والوں کے نام نیاز کرنا درست نہیں ہے اور کھانے پینے کی اور چیزیں اور مال بھی تقرب بغیر اللہ کے واسطے دینا حرام اور شرک ہے لیکن ثواب جس چیز کا دینے والے کی طرف عائد ہو تو اس کا ثواب غیر کے واسطے کرنا جائز ہے اس واسطے کہ انسان کو پہنچتا ہے کہ اپنا ثواب غیر کو بخش دے جیسے کہ اختیار ہے کہ اپنا مال غیر کو دیدے اور جانور کی جان آدمی کی مملوک نہیں ہے تاکہ دوسرے کو بخش دے اور نیز مال کا دینا اس طرح سے مستوجب ثواب کا ہے کہ آدمی اس سے نفع اٹھاتے ہوں اور چونکہ مردے بعد مفارقت اس جہان کے قابل انتفاع عین مال سے نہ رہے تو طریقہ نفع پہنچانے کا اس طرح قرار پایا ہے کہ مال کا ثواب کہ مستحق اول کو پہنچتا ہے مردوں کی طرف عائد کریں اور چونکہ جان جانور کی بالکل قابل انتفاع انسان نہیں ہے زندگی میں تو بعد مرنے کے بھی قابل انتفاع نہ ہو گی اور حدیث میں جو وارد ہے کہ قربانی مردے کی طرف سے کرنا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جان جانور کی واسطے خدا کے دیں تاکہ ثواب اس کا مردے کو پہنچے نہ

ف۔ بیان احکام ان جانوروں کا کہ لغیر اللہ حلال کیے گئے۔

Marfat.com

یہ کہ مردے کیواسطے ذبح کیا جاوے، بعضے جاہل مسلمان اس جگہ کج فہمی کر کے کہتے ہیں کہ گوشت کو پکا کر مردوں کے نام دینا جائز ہے اور ہم جانور کے ذبح کرنے میں جانب مردہ سے اسیقدر ارادہ رکھتے ہتھے، جاہلوں کے سمجھانے کے واسطے ایک نکتہ کافی ہے کہ ان سے کہنا چاہیے کہ تم جانور کا ذبح کرنا بنام غیر خدا نذر کرتے ہو، اگر عوض جانور کے اسی قدر گوشت خرید کر پکا کر فقرا کو کھلاؤ تو تمھارے ذہن میں نذر ادا ہوتی ہے یا نہیں، اگر ادا ہو جاتی ہے تو تم سمجھو کہ تمھارا مقصود ذبح کرنے سے مردے کی طرف سے کھلانا تھا اور اگر ادا نہیں ہوتو شرک صریح لازم آتا ہے یہ لفظ جو اس آیت میں ہے کہ قرآن شریف میں چار جگہ وارد ہے تامل کرنا چاہیے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ فرمایا ہے ما ذبح باسم غیر اللہ نہیں فرمایا پس بنام خدا ذبح کرنا اور شہرت اور آواز دینا کہ خلانی گائے فلاں کے واسطے ذبح کرتے ہیں کچھ فائدہ نہیں دیتا اور گوشت جانور کا حلال نہیں ہوتا اور اہل کو ذبح پر حمل کرنا خلاف لغت اور عرف کے ہے، اہلال لغت عرب اور عرف اس ملک میں بمعنی ذبح کے نہیں آیا ہے کسی شعر اور کسی عبارت میں پایا نہیں جاتا بلکہ اہلال لغت عرب میں بمعنی آواز اور شہرت دینے کے ہے جیسے آواز طفل نو اور شہرت چاند اور بمعنی آواز حج اور اس کے سوا اور معنوں میں مستعمل ہے۔ اگر کوئی کہے اھللت للہ ہرگز بمعنی ذبحت للہ نہ سمجھا جاویگا اور نیز اگر اھل کو ذبح پر حمل کریں پس ذبح بغیر اللہ مراد ہوگی ذبح باسم غیر اللہ کہاں مراد ہوگا تاکہ مدعا ان آدمیوں کا حاصل ہو پس اس عبارت میں اہلال کو بمعنی ذبح لینا اور بہ لغیر اللہ کو بجائے اسم غیر اللہ کرنا قریب تحریف کلام الٰہی کے پہنچتا ہے۔ تفسیر نیشاپوری میں کہا ہے کہ تمام علماء نے اجماع کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور ارادہ ذبح سے تقرب الیٰ غیر اللہ رکھے تو وہ آدمی مرتد ہو گیا اور اس کے ذبیحے بھی مردود ہو گئے، اور کافر جاہلیت میں گھر سے نکلتے ہوئے اور راہ میں بتوں کا نام لے کر آواز کرتے تھے اور جبکہ مکہ معظمہ میں پہنچتے، طواف کرتے تھے، یہ طواف ان کا ہرگز مقبول نہیں ہوتا تھا اور اسیواسطے حکم ہوا کہ بعد اس سال کے مسجد حرام کے نزدیک نہ ہوں، پس اس جگہ بھی جو آواز بلندکی اور شہرت دی کہ یہ جانور فلانے کا ہے اور اس کے نام ذبح کرتے ہیں اور وقت حلال کرنے کے نام خدا لیا ہرگز وہ حلال نہیں ہوتا اور اس میں بعید یہ ہے کہ نزدیک عوام کے جانور کا ثواب پہنچانا جس کو منظور ہو اس کا ایک طریقہ مقرر ہے جیسے کھانے پینے کی اشیاء کا ثواب روحوں کو پہنچانا فاتحہ اور قل اور درود وغیرہ پڑھ کر

Marfat.com

ہے خواہ بقصد ثواب پہنچانے کے یا بقصد تقرب اور دفع شر اور دوستی کے، جان کو کر نام خدا کا جانور پر اس
وقت مفید ہو کہ قصد تقرب غیر خدا کا دل سے دور کرے اور اس کے خلاف شہرت اور آواز دے کہ ہم
اس کام سے پھر گئے، اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ بہٖ کو اس سورۃ میں لفظ غیر اللہ پر مقدم کیا اور
سورۂ انعام و نحل میں مؤخر، اس کی کیا وجہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ با کو متصل فعل اور مقدم تمام متعلقات
پر لاویں اس لیے کہ با اس مقام پر تعدیہ کے واسطے ہے جیسے کہ ہمزہ اور تضعیف پس حتی الامکان
فعل کے متصل ہو اور یہ جگہ اول قرآن ہے، پس اس موضع میں اس کی اصل پر استعمال فرمایا اور دوسری
سورتوں میں محل انکار اور سرزنش کا ہے یعنی ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آیا۔ اس واسطے باقی سورتوں میں جملہ
فلا اثم علیہ کو موقوف رکھا اس واسطے کہ اول قرآن میں متنوع ہو چکا ہے اور یہ چار چیزیں کہ مذکور ہوئیں
یعنی خون ، مردار گوشت سور اور وہ جانور کہ غیر خدا کے نام ذبح کیا جاوے۔ اس قسم سے ہے کہ سب
فرقوں پر ہر حال میں حرام ہے اور اس قسم سے نہیں ہے کہ ایک گروہ پر حرام اور دوسرے پر حلال جیسے زکوٰۃ
اور صدقات یا ایک حال میں حرام اور دوسرے میں حلال جیسے دوائے گرم کہ آتش مزاج والے پر حرام
ہے اور بروقت برودت مزاج کے حلال اور بروقت لاچاری کے کھانا ان چیزوں کا اور ان کی حرمت
معاف ہے فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی پس جو کہ لاچار ہوا کھانے ان چیزوں سے، یہ اضطرار کئی صورت سے
ہوتا ہے اول یہ کہ بسبب بھوک کے بیتاب ہو جاوے اور کوئی چیز حلال کھانے کی نہ پاوے خواہ بسبب
بے مقدوری اور خواہ بسبب نایافت کے اور اس قدر ضعیف ہو جاوے کہ طاقت نماز میں قیام کی نہ رہے
اور جانے کہ اگر اس وقت سدرمق بھی نہ کھاؤں گا تو آئندہ تلاش معاش اور اپنا حال اظہار کرنا اور
سوال کرنے اور آمدورفت بازار سے باز رہ جاؤں گا یا سفر میں واقع ہو اور طاقت منزل اور آبادی میں پہنچنے
کی نہ رہے پس اس وقت اس کو بقدر سدرمق اور حفاظت قوت کے کھانا ان چیزوں کا معاف ہے دوسرے
یہ کہ کسی بیماری میں گرفتار ہو جاوے۔ اگر کوئی دوا سوائے ان چیزوں کے نہ پاوے یا حکمائے دیندار متفق
ہو کر کہیں کہ اس کی دوا یہی چیز ہے جیسے اطفال کو ڈبہ ہو جاتا ہے اور اس کا علاج خون خرگوش ہے
تیسرے یہ کہ کوئی ظالم کہ قدرت ہلاک اور تکلیف سخت پہنچانے کی رکھتا ہو اور وہ ان چیزوں کے کھانے
پر جبر کرے اور اس کے ذہن میں یقین ہو کہ اگر میں نہیں کھاؤں گا تو فی الواقع ہلاک کر ڈالیگا یا کسی عضو
کو توڑ ڈالیگا یا میرے کسی عزیز کو ایسی ہی تکلیف پہنچاویگا لیکن شرط اس لاچاری میں یہ ہے کہ غَيْرَ بَاغٍ

Marfat.com

یعنی طالب لذت نہ ہو کہ کوئی چیز حلال موجود ہو اور بسبب کراہیت طبع کے نہ کھاوے اور نوبت اس حد کو پہنچے وَلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرے حد سے کہ زیادہ سد رمق اور حفظ قوت سے کھاوے اور شکم سیر ہو جاوے پس اگر ان شرطوں سے حالات لاچاری میں ان چیزوں کو کھاوے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اس واسطے کہ جب ان خبیث چیزوں کو حالت لاچاری میں باوجود کراہیت کے تناول کیا تو ان چیزوں کا خبث جوہر روح میں اثر نہیں کرتا اور رفع گناہ کھانے حرام چیزوں سے کیوں تعجب کرنا چاہیے حالانکہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا گناہوں اچھے شخص کو کہ بے اجہالا در بے اضطرار کے عمل میں لاوے اور اس بیچارے نے تو حالت اضطراری میں کھایا ہے پھر کیوں نہ بخشا جاوے اور باوجود اس کے رَّحِيْمٌ مہربان ہے اور مہربانی تقاضا کرتی ہے کہ حفظ جان اور قوت جس طرح سے ہو، روا رکھے، اس جگہ ایک سوال جواب طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ انما واسطے حصر کے ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوائے ان چار چیزوں کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کھانے کی چیزیں حرام نہیں ہیں حالانکہ شریعت میں بہت جانور درندے جیسے شیر بھیڑیا چیتا پلنگ لومڑی گیدڑ، سیاہ گوش کتا بلی وغیرہ اور جانور پرندے جیسے باز شکرہ شاہین اور تمام حشرات الارض جیسے سانپ بچھو چوہا نیولہ اور دیگر جانور نجاست کھانے والے جیسے چیل کوا گدھ وغیرہ سب حرام ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ حصر باعتبار نسبت تحریم کے بلا واسطہ خدا کی طرف ہے اور فی الواقع خدا کی حرام کی ہوئی قرآن شریف میں چار چیزیں ہیں ہاں پیغمبر وقت صلعم نے سوائے ان چار چیزوں کے اوروں کو بھی کہ بعض ان میں مذکور ہوئیں حرام فرمایا چنانچہ نص قرآنی آ چکی ہے کہ جو کچھ پیغمبر نے تمہارے لیے تم پر حرام کیا اس کو حرام جانو جیسے آیت يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث یعنی حلال ہیں تمہارے واسطے پاک چیزیں اور حرام ہیں خبائث تو یہ چیزیں بھی شریعت میں حرام ہو گئیں، گو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہ فرمایا اور تقریر اس جواب کی سورۂ انعام سے صریح معلوم ہوتی ہے کہ کہہ تو اے محمد صلعم میں نہیں پاتا اس چیز میں کہ مجھ کو وحی کی گئی حرام کھانے والے پر کہ اس کو کھاتا ہے مگر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور کہ بغیر اللہ کے ذبح کیا گیا ہو اور از روئے حدیث کے بھی یہی تقریر مستفاد ہوتی ہے کہ اول حضرت نے تمہید کر کے فرمایا ہے کہ خبردار ہو تحقیق حرام کی رسول اللہ نے جو چیز وہ ایسی ہے کہ حرام کی اللہ نے خبردار ہو کہ گھر کا گدھا تمہارے واسطے حلال نہیں ہے اور نہ صاحب نیش

Marfat.com

درندوں میں سے اور لفظ دمری سے ہے یعنی وہ چیز کہ گر پڑی ہو اور دوسرے شخص نے اٹھالی ہو تو اس دوسرے شخص کو اس کا کھانا حلال نہیں ہے جب تک کہ اس کا مالک اس سے بے پروا نہ ہو اور عین تفسیر میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس میں غور کرنا چاہیے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ مراد محرمات طیبات کا حصر ہے اور طیبات وہ چیزیں ہیں کہ ارباب سلیم الطبع شہر اور قصبہ کے رہنے والوں کے یہاں رائج ہیں اور اسی قسم سے ہیں اس واسطے کہ قوم نصاریٰ اس کے گوشت کو اپنی کتب طب میں افضل لحوم لکھتے ہیں اور اس کے کھانے میں منافع بدنی بہت بیان کرتے ہیں اور کھانے والوں کی زبانی لذت و مزہ بھی سنے جاتے ہیں۔ اور جامع بغدادی اور کتب مفردات میں لکھا ہے کہ گوشت سور وحشی اور اہلی کا زود ہضم ہوتا ہے اور غذا تھوڑی دیتا ہے مگر مقوی ہوتا ہے اور جالینوس نے کہا ہے کہ موافق انسان معتدل المزاج کے ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ جو قوم گوشت آدمی کا کھاتی ہو اگر سور کا گوشت کھا دیں تو تمیز نہ کر سکیں گے رنگ اور مزے میں اور یہی دلیل ہے مشابہت اور مناسبت مزاج انسان کے پس گوشت سور کو تمام طیبات سے بسبب خباثت باطنی کے اور رذالت اخلاق اور کھانے نجاسات اور دیگر قبائح کے مستثنیٰ ضرور کرنا پڑا پس حصر بلا تکلف صحیح ہے اس واسطے کہ حصر مطلق محرمات کا نہیں ہے بلکہ خبائث کا کہ بعض ان میں سے مذکور ہوئیں بحث سے خارج ہیں اور یحرم علیہم الخبائث میں داخل کلام طیبات پر مقصود ہے اور ان میں سے سوائے ان چار چیزوں کے حرام نہیں ہے تو گویا حاصل کلام یہ ہوا اے آدمیو! ایمان والو! ان طیبات میں سے کہ تمہاری روزی ہے کھاؤ اس واسطے کہ تمہارا اوپر جملہ طیبات سے حرام نہیں ہے مگر مردار اور خون اور گوشت سور اور جانور مذبوح لغیر اللہ نہ غیر ان چار چیز کے پس اپنے نفسوں پر ترک ماسوا ان طیبات کے سے تنگی نہ کرو، اب جاننا چاہیے کہ مضطر کو جیسے ان چار چیزوں کے کھانے کی رخصت ہے ایسے ہی اور اشیاء حرام میں بھی رخصت ہے اور یہ کہ امام شافعی سے منقول ہے کہ جو شخص بسبب شدت تشنگی کے مضطر ہو اس کو شراب کا پینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے لقمہ اٹک جاوے تو شراب سے دفع کرے تو ظاہرا یہ فرق بعید معلوم ہوتا ہے لیکن جب بغور نظر دیکھا جاوے تو معلوم ہو کہ شراب دافع تشنگی نہیں ہے بلکہ زیادہ تر موجب تشنگی کی ہوتی ہے اگرچہ سرد ہو پس پینا اس کا اس حرص کے واسطے مفید نہیں ہے اگرچہ شخص مضطر اس کے ظاہر کو مثل پانی دیکھ کر فریفتہ ہو جاتا ہے کہ تشنگی اس سے دفع ہو جاوے گی اور لقمہ کا اتارنا پتلی چیز پر موقوف ہے پس

Marfat.com

اس غرض کے واسطے مفید ہوگی اور دافع اضطرار ہوگی اور شراب اور تمام محرمات سے دوا کرنے میں اختلاف ہے۔ حدیث صحیح میں کہ بخاری اور مسلم موجود ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت بیماران کو اونٹ کا پیشاب پینے کے واسطے امر فرمایا اور ظاہرا اور محرمات کو بھی اسی پر قیاس کریں لیکن تجربہ اور کہنا حکمائے دیندار کا شرط ہے اور کہنا حکمائے بے دین جیسے نصاریٰ اور ہنود کا کفایت نہیں کرتا اور ایسے ہی حکمائے فاسق مسلمین کا بھی کہنا معتبر نہیں اور نیز جاننا چاہیے کہ نزدیک اکثر علماء کے زبان سے یا باظہار حال سوال کرنا کھانے ان محرمات پر مقدم ہے اور کھانا محرمات کا مقدم ہے مال غیر پر بلا رضامندی کے جیسے غصب چوری خیانت امانت میں اور رشوت اس واسطے کہ محرمات کے کھانے سے کسیکو ضرر نہیں پہنچتا ہے اور کسی کا حق تلف نہیں ہوتا ہے اور کسیکو جلن پیدا نہیں ہوتی ہے اور مال غیر کا بدون اس کی رضامندی کے کھانا ضرر بھی پہنچاتا ہے اور حق اسلام بسبب ذمہ اور عہد کے تلف ہو جاتا ہے اور اس کا دل بھی جلتا ہے خصوصاً وہ مال کہ طمع دنیا کے واسطے دین بیچ کر اور حکم الٰہی چھپا کر حاصل ہو، کہ اسکی حرمت ہزار درجہ زیادہ سخت اور اشد ہے حرمت مردار جانور اور اس کے خون سے اور کسی حالت میں خواہ حالت وسعت اور اختیار ہو خواہ حالت تنگی و اضطرار ہو حلال نہیں ہے اور یہ آدمی کہ حلت و حرمت جانوروں اور ان کے اعضاؤں میں بحث کرتے ہیں اور مسلمانوں سے نزاع اور جدال رکھتے ہیں ہرگز کھانے مال غیر سے احتراز نہیں کرتے اور شیر مادر سمجھتے ہیں شاید شدت عذاب مال خوری حرام سے واقف نہیں ہیں، یا جان بوجھ کر کھا جاتے ہیں حالانکہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ یعنی تحقیق وہ آدمی کہ پوشیدہ کرتے ہیں علم کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق کے واسطے نازل فرمایا ہے اور وہ علم قسم اسرار اور دقائق سے نہیں ہے کہ عقل عوام کی اسکو دریافت نہ کرسکے کہ اس قسم کے علم کا چھپانا جائز بلکہ واجب ہے۔ بلکہ وہ علم کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا ہے مِنَ الْکِتٰبِ کتاب مروج اور معمول ہے تاکہ عوام اس سے ہدایت پاویں پس اس چھپانے میں بھی مخالفت ارادۂ الٰہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمیوں کی ہدایت اور علم چاہتا ہے اور یہ آدمی گمراہی اور ان کا جہل چاہتے ہیں اور یہ بھی حق اللہ کا اور اپنے اہل مذہب کا تلف کیا کہ ان کو ہدایت اور علم سے محروم رکھا اور عجب یہ ہے کہ یہ آدمی ان دو قباحتوں پر بھی اکتفا نہیں کرتے وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور اس علم منزل من اللہ سے اسباب قلیل دنیا کا

ف:- بیان شراب اور اور حرام چیزوں سے دوا کرنے سے۔

Marfat.com

خریدتے ہیں کہ بمقابلہ ثواب آخرت کے ہیچ ہے اور یہ خریدنا دو طرح پر ہے اول یہ کہ چونکہ وہ حکم منزل من اللہ مخالف غرض اپنی کے ہو اور ظاہر میں اس کے اظہار سے زوال یا ریاست اپنی کا یا قصور شیخی کا ہو یا اقارب وقبیلہ والوں اور دوستوں کو نقصان پہنچے تو واسطے حاصل ہونے اس طمع کے اس حکم کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور بالکل ظاہر نہیں کرتے اور دوسرے یہ کہ جو حکم منزل من اللہ موافق غرض سائل کے ہو، اور اپنے تئیں اس کے بیان میں نقصان نہ پہنچتا ہو تو بدون مال دنیا منفعت کے اس کو بیان نہیں کرتے پس حال ان آدمیوں حرام خور کا کہ ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ کرکے کھاتے ہیں بدتر حال مردار خوروں اور سود خوروں سے ہے اس واسطے کہ نہایت کار ان کا یہ ہے کہ چیز ناپاک کو شکم میں لے گئے نہ یہ کہ کسی کے دل کو جلا کر یہ کالا آتش کو باطن اپنے میں جگہ دیتے ہیں اور حال ان لوگوں کا یہ ہے اُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ. یہ لوگ نہیں کھاتے فِيْ بُطُوْنِهِمْ اپنے شکموں میں کہ مراد باطن سے ہے اِلَّا النَّارَ. مگر آگ کو کہ ہاتھ اور منہ اور گلو میں صورت طعام لذیذ ونفیس کے معلوم ہوتی ہے جیسے کہ طعام لذیذ یا عمدہ شیرینی میں زہر ہلاک کھاویں کہ حلق میں پہنچتے ہی مثل آگ کے شعلہ اٹھتا ہے، سچ ہے یہ مال حرام ان کے شکم حقیقی میں یعنی باطن میں آگ ہو جاتا ہے اور زہر شکم مجازی میں کہ غلاف شکم حقیقی کا ہے اور بمنزلہ پوست کے ہے آگ ہو جاتا ہے، اسی سبب سے تاثیر اس مال کی جلد معلوم نہیں ہوتی اور عجیب یہ ہے کہ کھانا اس مال کا فقط باطن کے جلانے پر ہی اکتفا نہیں کریگا بلکہ تمام اس تقیید اور تشدد ان کے کو، کہ جانوروں اور ان کے اعضاء کے کھانے میں دعوٰی محبت الٰہی ورضا جوئی کا کرتے ہیں برباد کردے گا اور بالعکس غضب اور ناخوشنودی خدا کا سبب ہو جاویگا۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالٰی ان سے کلام بلاواسطہ نہ کریگا بلکہ اگر غصہ اور سرزنش بھی ہوگی تو بواسطہ فرشتوں کے ہوگی اخسئوا فیہا ولا تکلمون اس واسطے کہ انھوں نے کلام الٰہی بوقت حاجت دنیا میں ظاہر نہ کیا اور سخنان خدا زبان پر نہ لائے اور آدمیوں کو نہ پہنچائے پس سزا ان کی یہ ہے کہ کلام الٰہی سے محروم رہیں اور افسوس اگر عین عذاب میں سماع کلام الٰہی نصیب ہوتا تو وہ عذاب بسبب لذت کلام الٰہی کے فراموش ہو جاتا اور اپنے باطن میں راحت پاتے لیکن یہ دولت بھی ان کو حاصل نہ ہوگی يَوْمَ الْقِيٰمَةِ دن قیامت کے کہ روز دربار عام ہے اور ہمکلامی اس دن کی کچھ مرتبہ اور شرف نہ رکھے اس واسطے کہ صالح اور فاسق اور ذلیل وشریف یہاں تک کہ بعض کافر کلام پاک الٰہی کو سنیں گے جیسے کہ دربار کے دن وقت عدالت

Marfat.com

کے گنا ہگار اور قصور دار بادشاہ کی باتیں سنتے ہیں اور افسوس کہ وہ اس دولت سے بھی محروم رہیں گے اور عذاب آتش فی الجملہ وبالِ گناہ ان کے کو پاک کرے اور غضب الٰہی فرو ہو جاوے اور بعد چکھانے عذاب کے نجاست گناہوں سے پاک کرے لیکن یہ بھی نہیں ہوگا وَلَا یُزَکِّیْهِمْ اور نہ پاک کریگا ان کو عذاب سے تاکہ بعد پاک ہونے کے قابلِ دخولِ بہشت ہوں جیسے کہ گنا ہگار با ایمان ہوں گے. اس واسطے کہ وہ استحقاق درگذر و عفو کا نہیں رکھتے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور واسطے ان کے عذاب دردناک ہے ہر طرف سے اور ہر وقت میں اور کیوں نہ ہو کہ انھوں نے خود سرمایۂ نجات کو برباد کر دیا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی یہ وہ گروہ ہے کہ گراہی بعوض ہدایت کے خریدی اور مقدمات دین میں ہدایت سے بہتر کوئی چیز ہے اور نہ گمراہی سے بدتر اور جیسے کہ عوض ہدایت اپنی کے گراہی اختیار کی ایسے ہی گراہیِ خلق اللہ کو ہدایت پر اختیار کیا یعنی علم دین ان سے پوشیدہ کیا وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور اسبابِ عذاب کو بعوضِ اسبابِ مغفرت کے خرید کیا اور آخرت میں عذاب سے بدتر اور مغفرت سے بہتر کوئی چیز نہیں پس دونوں معاملوں میں انھوں نے اپنے واسطے آگ کو پسند کیا فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَی النَّارِ پس کیا بہت صابر ہیں یہ لوگ آتش پر گویا کہ آگ کو محبوب اور مرغوب سمجھ کر جان اور مال سے خرید کرتے ہیں اگر کوئی کہے کہ خریدنا عذاب کا عوض مغفرت کے اس وقت معلوم ہو کہ اسبابِ عذاب فی الواقع عذاب پہنچاویں اور اسبابِ مغفرت مغفرت اور یہ بات ثابت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ محتمل ہے کہ اسباب عذاب تخویف اور تہدید کے واسطے شریعت میں سبب عذاب بیان کئے ہوں اور فی الواقع ایسا نہ ہو جیسے کہ بادشاہ اکثر ڈرانے اور تہدید کے واسطے کچھ کہتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں اور اس کے موافق عمل نہیں کرتے اور ایسے ہی جانب مغفرت میں بھی محتمل ہے کہ ترغیب کے واسطے فرمایا ہو ہم جواب دیتے ہیں کہ ذٰلِكَ یہ بات یعنی تحقق اسبابِ عذاب کا بمنزلہ تحقق عذاب کے ہے اور تحقق اسباب مغفرت کا بمنزلہ تحقق مغفرت کے ہے ثابت اور صحیح ہے بِاَنَّ اللّٰهَ تحقیق اللہ تعالیٰ مانند اور بادشاہوں کے نہیں ہے کہ اس کے کلام میں کذب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات زبانی نہیں فرمائی ہے بلکہ نَزَّلَ الْكِتٰبَ نازل فرمائی کتاب کہ مشتمل ہے بیان اسباب مغفرت پر اور بادشاہ اگر خلاف واقع کے ڈراتے ہیں تو فرمانوں میں نہیں لکھتے اور کتاب کا فرمانا بھی بطریقہ دبدبہ اور فریب دینے کے نہیں ہے بلکہ بِالْحَقِّ بحکمت محض ہے کہ ہرگز مقام مبالغہ

Marfat.com

اور فریب دینے کا نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو تخویف و تہدید اور ترغیب اور لالچ پر حمل کرنا نہ چاہیئے وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا اور تحقیق جو لوگ کہ خیالات مختلف دل میں لاتے ہیں فِی الۡکِتٰبِ در باب کتاب الٰہی کے کہ جو کچھ تخویفات اور تہدیدات اور ترغیبات محض واسطے ڈرانے اور دلیر کرنے کے ہیں یا فی الواقع شدنی ہیں لَفِیۡ شِقَاقٍۢ بَعِیۡدٍ البتہ مخالفت میں ارادۂ الٰہی سے دور ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمانے کتاب سے ہدایت اور تعلیم کا ارادہ کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فریب دیتا ہے اور جاہل بناتا ہے جیسے کہ لڑکوں کو فریب دیتے ہیں اور جاہل بناتے ہیں یہ حال ان آدمیوں کا ہے کہ کتاب الٰہی کے حق میں تردد اور خیالات مختلف رکھتے ہیں لیکن وہ آدمی جو کہ ڈھیلائی و عمداً کتاب کو بالیقین محض ڈرانے اور دلیر کرنے کیلئے سمجھتے ہیں اور اس پر یقین کر کے احکام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں اور پوشیدہ اور بیان احکام پر رشوت اور اجرت لیتے ہیں پس نوبت ان کی مخالفت سے گذر کے عداوت اور مقابلہ تک پہنچی کہ بلاشبہ سبب دوزخ میں جانے کا ہے۔ اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں اول یہ کہ ذکر چھپانے آیات الٰہی کا اور بیان عقوبات کا متعرب آیت اولٰٓئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون میں گذر چکا ہے دوبارہ لانا اسی مضمون کا باعتبار ظاہر کے تکرار محض معلوم ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مضمون دونوں آیتوں کا تفاوت رکھتا ہے اور تکرار نہیں ہے کہ آیت سابق میں فقط جدا چھپانے آیات الٰہی کی مذکور ہے اور اس آیت میں جزا چھپانے آیات کی بغرض فاسد مثل رشوت لینے یا منفعت دنیوی کے مذکور ہے اسی واسطے وعید اس آیت کی سخت زیادہ ہے بہ نسبت وعید آیتِ سابقہ کے اور اس آیت میں توبہ کرنے والوں کو اس فعل بد سے استثناء نہ فرمایا بسبب اکتفا کرنے ذکر آیت سابقہ میں، دوسرے یہ کہ لفظ فی بطونھم اس مقام میں کیا فائدہ رکھتا ہے اس واسطے کہ طعام شراب وغیرہ شکم میں ہی کھاتے پیتے ہیں اہل عربیت نے اس سوال کے دو جواب لکھے ہیں ایک یہ کہ اس لفظ کا لانا واسطے دفع توہم مجاز کے ہے اس واسطے کہ کھانا کبھی غیر شکم میں بطریق مجاز کے مستعمل ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلانے نے سردی کھائی ہے اور شلاق کھائی ہے پس اگر یہ لفظ نہ ہوتا تو محتمل تھا کہ یا کلون نار سے مراد آگ کا بدن سے پیوست ہونا ہے جیسا کہ حال دوزخیوں کا ہوگا اور اس جگہ مراد یہ ہے کہ ان کو محض عذاب آگ میں جلنے کا نہیں ہوگا بلکہ انکا سے آگ کے شکم میں ڈالے جائیں گے، دوسرے یہ کہ استعمال اکل فی بطنہ کا عرب میں اس وقت ہوتا ہے کہ شکم سیر ہو کر کھاوے بمقابلہ اکل فی بعض بطنہ کے پس لانے اس لفظ سے آگ کا

پیٹ بھر کر کھانا سمجھا جاتا ہے جیسے کہ مال حرام کو شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں اور بقدر ضرورت پر اکتفا نہیں کرتے۔ تیسرے یہ کہ تعجب ان کے صبر کا آگ پر کر لفظ فما اصبرھم علی النار سے سمجھا جاتا ہے موقوف او پر وجود صبر کے آگ پر ہے حالانکہ اصلاان کو صبر نہ ہوگا جیساکہ آیات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد صبر ان کے سے آگ پر بعد دیکھنے اس آگ کے نہیں ہے بلکہ پیشتر دیکھنے کے انکی جرأت اور بے پروائی کو بوجہ اختیار کرنے اسباب آتش کے کو بطریقہ تحکم کے تشبیہ صبر سے دی ہے۔ چوتھے یہ کہ اِن مکسورہ ان الذین اختلفوا فی الکتاب میں مع اپنے مدخول کے جملہ ہے اور اَن مفتوحہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب میں مع مدخول کے مفرد ہے پس عطف جملہ کا مفرد پر کس طرح ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واوان الذین اختلفوا فی الکتاب میں حرف عطف نہیں ہے بلکہ حالیہ ہے۔ اور بعضے مفسرین نے اِن مکسورہ کو اس جگہ بمعنی ان مفتوحہ کے رکھا ہے اور اس کا کسرہ بسبب دخول لام کے جانا ہے لیکن تکلف اس جواب کا ظاہر ہے اور اگر علمائے اہل کتاب کہ حق پوشی کرتے ہیں اور رشوت کھاتے ہیں کہیں کہ تم نے ہم کو خریدار گمراہی کا اور بیچنے والے ہدایت اور مغفرت کے قرار دیا ہے حالانکہ ہمارے اسباب اور بہت سی چیزیں آثار ہدایت اور اسباب مغفرت سے ہیں اور ہم حاصل کرتے ہیں کہ ہم اوقات نماز میں متوجہ بخدا ہوتے ہیں اور مغفرت اور ہدایت کے واسطے اس قدر بھی کافی ہے۔ ہم جواب دیں گے کہ یہ سب غلط ہے لَیْسَ الْبِرَّ نیکی نہیں ہے کہ اثر ہدایت اور سبب مغفرت کا ہو سکے اَنْ تُوَلُّوْا یہ کہ پھیرو تم وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو بدون اس کے کہ دلوں کو عقائد درست سے پاک کرو اور نجاست اور بخل اور حب مال اور بدعہدی وجھگڑے سے صاف کرو اس واسطے کہ نہایت تمہارے منہ پھیرنے کی یہ ہے کہ متوجہ ہو قِبَلَ الْمَشْرِقِ جانب مشرق کے اگر قبلہ تمہارا جس مکان میں کہ نماز پڑھتے ہو مشرق کی سمت ہو وَالْمَغْرِبِ اور جانب مغرب کے اگر قبلہ تمہارا سمت مغرب ہو اور متوجہ ہونے جانب مشرق ومغرب سے کچھ نیکی حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ یہ کام مشرک اور سورج پرست بھی کرتے ہیں اگر تم منہ قبلہ کی طرف کرتے ہو تو دل کو بھی صاحب قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور جو ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی مقصود تمہارا نہ تھا اور جو حال مشرق ومغرب کا کہ دونوں جہت مشہور ہیں اور جماعت کثیر مشرکوں اور آفتاب پرستوں کی قبلہ عبادت ہیں ایسا ہے کہ بالکل خوبی اور نیکی نہ رکھے پس حال جنوب وشمال اور اور جہات ان کے مابین کا بہت ہی بدتر ہوگا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ لیکن نیکی کہ اثر ہدایت اور

Marfat.com

ایمان تفصیلی اور سارے ایمان کی صفات کا بیان

سبب مغفرت کا مخرعہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وہ شخص ہے کہ ایمان لایا اللہ پر اور خدا پر ایمان حاصل نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کو موجود اور یگانہ اور دانا ظاہر اور پوشیدہ اور قادر ہر چیز پر اور زندہ اور مختار کہ محتاج کسی کا نہ ہو اور پاک حاجات سے اور نہ کسی کا مغلوب محبت اور بے عورت اور بے فرزند اور سننے والا اور دیکھنے والا اور سچا وعدے کا عذاب و ثواب میں اور حکیم مطلق احکام میں اور قادر منسوخ کرنے شریعتوں اور مذہبوں پر اور بھیجنے پیغمبر ہر قبیلہ سے ہر قوم پر اور نازل کرنے کتابوں پر جس لغت میں چاہے اعتقاد کرو تم اور تم یہ اعتقاد نہیں رکھتے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور ایمان لایا دن آخرت پر جس طرح کہ کتب الٰہی اور زبان پیغمبر سے معلوم ہوا بغیر اعتماد کرنے شفاعت کے اپنے بزرگوں کے اور بدون اس کے کہ اپنے فرقہ کو بسبب شرافت نسب اور حسب کے قابل عذاب کا نہ جانو یا اپنے عذاب کو اور دلوں کے عذاب سے کمتر سمجھو یا دار الثواب فقط اپنے گروہ کے واسطے جانو وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور نیز ایمان لایا فرشتوں پر کہ بندے فرمانبردار اللہ کے ہیں اور بغیر اس کی مرضی کے کچھ نہیں کرتے اور ان کو دشمن سمجھنا نہ چاہیے کہ اللہ کے محبوب اور تابعدار ہیں اور ان کے حق میں یاوہ گوئی کبھی نہ چاہیے جیسے کہ بعضے ہنود کہتے ہیں کہ یہ بالاستقلال تدبیر عالم کی کرتے ہیں اور خدا کی دختریں ہیں وَالْكِتٰبِ اور ایمان لایا کتاب پر جو کتاب الٰہی ہو خواہ اپنے پر نازل ہو یا غیر پر اور اپنی زبان میں ہو یا غیر کی زبان میں ہو اور اپنی شریعت کے حکموں کے موافق ہو یا اس کی ناسخ اور یہ ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کتاب کو تحریف اور تبدیل لفظی اور معنوی اور تاویلات بیہودہ اور توجیہات باطلہ سے کہ واسطے سخن پروری اپنی کے یا غرض دنیوی کے اور لالچ دوستی اور تقرب بادشاہوں اور امرا کے ہو محفوظ رکھے اور مرتبہ کتاب کو اس سے بلند سمجھے کہ بسبب کسی چیز کے تبدیل اور تحریف کرے۔ وَالنَّبِیّٖنَ اور نیز ایمان لایا سب پیغمبروں پر حضرت آدم سے لے کر اپنے زمانہ تک بغیر تفرقہ اور تعصب کے اور تم نے بعض انبیاؤں کو مار ڈالا جیسے حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو اپنے گمان میں اور بعض کا انکار کیا اور تکذیب کی۔ اور در پے مارنے کے ہوئے اور جادو کیا اور زہر دیا اور لڑائی کے واسطے اٹھے جیسے پیغمبر آخر الزمان سے کہ خاتم المرسلین اور افضل الانبیاء ہیں پس جو آدمی کہ اس طرح ایمان لایا اور ان باتوں مذکورہ سے اعتقاد درست کیا۔ دل اپنے کو جہل مرکب اور فساد معرفت سے پاک کیا اس واسطے کہ آدمی کا مبدی ذات پاک خدا ہے اور معاد کہ روز آخرت ہے لہٰذا جو ایمان خدا پر لایا اور جس نے روز آخرت کی تصدیق کی اس نے اپنے مبدی

اور معاد کو ربط معرفت الٰہی سے دیا لیکن اس کو مرضیات اپنے خداوند کی جاننا کہ روز آخرت میں کام آوے اور نامرضیات بھی جاننا کہ اس روز مضر اور مہلک ہوں اور تابعداری پیغمبروں کی کرتا تاکہ ان کی زبان سے مرضیات اور نامرضیات خداوند کی پہچانیں ضروری ہے اور اگر پیغمبران علیہم السلام موجود نہ ہوں تو ان کی کتابوں کا کہ ان کے اوپر نازل ہوئی ہیں مطالعہ کریں اور ان سے اپنے عقیدہ کو درست کریں اور چونکہ کارخانہ پیغمبری اور نزولِ کتاب کا فرشتوں کے ہاتھ ہے تو ایمان فرشتوں پر مقدم کتاب اور پیغمبروں پر لایا اور چونکہ پیغمبروں پر بھی احکام الٰہی پہنچتے ہیں تو ایمان کتاب کا مقدم ایمان لانے پیغمبر پر ہوا، پس جب بندہ نے ان تمام باتوں کو بدل و جان قبول کیا تو جو کچھ کہ تصدیق سے اس کے ذمہ حق تھی ادا کی لیکن اب اس کو اس تصدیق پر گواہ لانا چاہیے کہ تصدیق کا رول ہے ہر ایک پر ظاہر نہیں ہوتی اور عمدہ گواہ اس تصدیق کا مال دینا ہے کہ یہ دل میں جگہ رکھتا ہے اور بدون کمال تصدیق کے ممکن نہیں ہے کہ کوئی آدمی کسی کے واسطے مال دیوے گو سلام اور تعظیم اور ذکر د ثنا نفاق سے بھی کرتا ہے پس صاحب ایمانِ درست وہ آدمی ہے کہ یہ کام بھی کرے وَاٰتَی الْمَالَ اور دیوے مال لیکن نہ اس وقت کہ مال سے بے پروا اور مستغنی ہو کہ اس وقت دینا دلیل فرمانبرداری کی نہیں ہے بلکہ عَلٰی حُبِّہٖ باوجود دوستی مال کے کہ خود بھی محتاج ہو اور امید زندگی کی رکھے اور صحیح البدن ہو اور ڈرتا ہو کہ اگر اس مال کو دیدوں گا تو محتاج ہو جاؤں گا اور نیز اس مال کو اس کو نہ دے جس سے امید منفعت رکھے، بلکہ فقط رضامندیِ خدا کے واسطے خرچ کرے اور دے ذَوِی الْقُرْبٰی صاحبان قرابت کو تاکہ خیرات بھی ہو اور صلۂ رحم اور نیز طلب عوض سے دور ہو اس واسطے کہ اہل قرابت کی عادت ہے کہ ہرگز قریب کے دیے ہوئے کو واپس نہ دیں اور بلکہ جس قدر ان کو دو اسی قدر شکایت زیادہ کریں اور نیز اور آدمی بھی اس دینے کو خاطر میں نہ لاویں اور اس سبب سے اس آدمی کی تعریف نہ کریں اور صاحب خیرات شمار نہ کریں پس اس گروہ کو دینے میں کسی طور عوض لینا خاطر میں نہیں گذرتا علی الخصوص اس قرابتی کے دینے میں کہ بدسلوک اور جفاکار ہو اور اسی سبب سے حدیث شریف میں کہ بیہقی اور اور محدثین روایت کرتے ہیں وارد ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ اپنے اس قرابتی کو دیوے کہ روگرداں ہو اور نیز بیہقی نے بیان کیا ہے کہ آدمیوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اتی المال علی حبہ کیا معنی رکھے اس واسطے کہ ہر آدمی مال کو دوست رکھتا ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس مال کو اس وقت تو دے کہ دل میں تیرے اس کے دینے سے خیال درازیِ عمر اور فقر کا نہ ہو اور دینے میں اس وقت تک ڈھیل نہ کرے

کہ روح تیرے گلے میں ہو اور کہے کہ فلانے کو اس قدر دو اور فلانے کو اس قدر حالانکہ وہ مال اس وقت تیرا نہیں ہے اور کا ہے۔ اور ترمذی اور دیگر صحاح میں موجود ہے کہ فقیر کو خیرات دینا ایک خیرات ہے اور قرابتی کو دینا دو چیز کی خیرات ہے اور ادائے حق قرابت بھی ہے اور محتمل ہے کہ ضمیر محبتہ کی خدا کی طرف راجع ہو یعنی مال کو فقط دوستی خدا پر دے نہ واسطے ادائے واجبی ذمہ اپنے کے جیسے کہ زکوٰۃ اور کفارہ مثلاً زائد قدر زکوٰۃ سے دے یا اس مال سے دے کہ جس میں زکوٰۃ واجب نہ ہو بسبب کم ہونے حد نصاب سے یا جنس نامی نہ ہونے سے جیسے کپڑا حویلی پوشاک دکان اور اس صورت میں دینے اس مال اور دینے زکوٰۃ میں کہ آئندہ مذکور ہے فرق بخوبی ظاہر ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ ضمیر مال دینے کی طرف راجع ہے کہ لفظ اتی المال سے سمجھا جاتا ہے یعنی مال کا دینا مکروہ اور شاق نہ جانے بلکہ مرغوب اور محبوب جانے اور خوشدلی سے دے، بہر تقدیر اہل قرابت کو دینا مقدم ہے اور اسی واسطے فقہاء نے کہا ہے کہ مال زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا اچھا نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ اسی شہر کے محتاجوں کو دینی چاہیے۔ مگر اگر زکوٰۃ دینے والے کے اقارب اور شہر میں ہوں تو وہاں بھیجے اور ان کو مقدم سمجھے حقوق اقارب اس جگہ سے سمجھنا چاہیے کہ مرتبۂ وراثت مال بھی انہی کو ہے باعتبار مراتب قرابت کے اور صورت عدم وراثت میں وصیت بھی انہیں کے واسطے شروع اسلام میں فرض تھی اور اب بھی ثلث مال سے دینا مستحب ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ فقر اور احتیاج حصول ثواب کے واسطے اقارب میں شرط ہے یا نہیں، ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اقارب کو مال کا دینا عموماً نیکی ہے لیکن چونکہ یتیموں میں فقر اور احتیاج شرط ہے، تو چاہیے کہ یہاں بھی شرط ہو اور بسبب ظہور قرینہ کے ذکر نہ فرمایا ہو. تحقیق یہ ہے کہ اقارب میں حصول ثواب اور نیکی کے واسطے فقر اور احتیاج شرط نہیں ہے اس لیے کہ صلہ رحم ہوتا ہے اگرچہ خیرات نہ ہو اور صلہ رحم بھی ثواب میں صدقہ سے کم نہیں ہے ہاں صدقہ اور خیرات اس وقت ہوتا ہے کہ محتاج بھی ہو لہذا اقارب کو بغیر احتیاج اور فقر کے زکوٰۃ اور خیرات اور کفارات دینا نہ چاہیے وَالْيَتٰمٰى اور دیوے اس مال کو یتیموں کو کہ بے پدر صغیر السن ہوں خواہ مرد خواہ عورت اس واسطے کہ بسبب خورد سالی کے تلاش معاش اور کسب نہیں کر سکتے اور بسبب بے پدری کے کوئی ان کا خبرگیراں نہیں ہے پس ان کو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ قرابت حکمی ہو گئی. گویا تمام مالداروں کو اللہ تعالیٰ نے باپ ان کا فرمایا ہے اور اسی جہت اور شدت احتیاج سے متصل ذوی القربیٰ کے مذکور فرمایا وَالْمَسٰكِيْنَ اور بے پونجی والوں کو کہ آمدنی ان کی خرچ سے کم ہے اگرچہ کسب

Marfat.com

کرتے ہوں اور کچھ مال رکھتے ہوں اور اس جگہ اس گروہ سے وہی آدمی مراد ہیں کہ سوال اور اظہار حاجت نہیں کرتے اور قناعت اور صبر اور سکون سے گذارہ کرتے ہیں بدلیل حدیث صحیح کے کہ صحاح میں وارد ہے لیس المسکین الذی تردہ التمرۃ والتمرتان واللقمۃ واللقمتان ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیہ ولا یفطن لہ فتصدق علیہ یعنی مسکین ان کو نہ جانو کہ دروازوں پر پھرتے ہیں اور ہر گھر سے لقمہ لقمہ وصول کرکے لے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ بقدر کفاف حاجت کے مال نہیں پاتا اور کوئی اس کے حال سے خبر نہیں رکھتا تاکہ خیرات پہنچا دے اور بدلیل اس بات کے کہ سوال کرنے والوں کو علٰحدہ ذکر فرمایا مساکین سوائے سوال کنندوں کے ہیں وَابْنَ السَّبِيلِ اور دیوے مسافر راہگذر کو کہ خرچ نہ رکھتا ہو یا سواری اور سرمایہ نہ رکھتا ہو گو وطن میں مال رکھتا ہو خصوصاً جبکہ مہمان ہو کہ زبان حال سے سوال کرتا ہے اور اسی خصوصیت سے ابن عباسؓ نے تفسیر ابن السبیل میں مہمان لکھا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے ابن السبیل وہ مہمان ہے کہ مسلمانوں کے یہاں نازل ہو وَالسَّائِلِينَ اور دیوے اس مال کو سوال کرنے والوں کو خواہ مسلمان ہوں، یا کافر اگرچہ حقیقتاً احتیاج معلوم نہ ہو لیکن جو ذلت سوال اور عار گدائی کا گوارا کیا صریح دلیل حاجت کی ہے اس لیے کہ انسان بدون ضرورت کے یہ ذلت اور عار گوارا نہیں کرتا اسی واسطے مسند امام احمد و ابوداؤد میں بروایت حضرت امام حسینؓ واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوال کرنے والے کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر ہو اور ابن ابی شیبہ سالم بن ابی الجعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو اور گھوڑے کے گلے میں ہیکل چاندی کی پڑی ہو اور ترمذی میں بروایت ام بجید وارد ہے کہ بیعت کرنے والوں میں آنحضرت صلعم سے ہیں، وہ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ سائل میرے دروازہ پر آتا ہے اور میرے پاس اس کے دینے کے قابل کچھ نہیں ہوتا، فرمایا کہ جو کچھ ہو دیدے اور خالی مت پھیر اگرچہ بکری کا جلا ہوا سم ہو اور ابونعیم ابن عمر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ سائل کہ دروازہ پر آتا ہے مرد با ایمان کے واسطے ہدیۂ خدا ہے وَفِي الرِّقَابِ اور دیوے مال کو خلاص کرنے قیدیوں میں کہ مسلمان کافروں کے ہاتھ میں گرفتار ہوں اور یہ آدمی مال دیکر ان کے ہاتھوں سے خلاصی دے یا قرضدار قرضخواہوں کے یہاں مقید ہوں ان کو روپیہ دے کر رہائی دے ہر چند یہ آدمی کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں لیکن قید مخلوقات سے رہا ہونے میں مال کے محتاج ہیں اور اس جگہ علمائے عربیت کو اشکال قوی ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ فی الرقاب

Marfat.com

ظرف ہے اور سابق وذوی القربیٰ مع معطوفات کے مفعول بہ ہے اور عطف ظرف کا مفعول بہ پر باوجود اختلاف جہت عمل کے کیونکر درست ہو اس اعتراض کا جواب دو طریق سے دیا ہے اول یہ کہ یہ عطف محمول ہے حذف فعل پر بہ تقدیر آتی المال فی الرقاب کے پس عطف جملہ کا ہے جملہ پر نہ عطف ظرف کا مفعول بہ پر اور یہی طریق صاحب کشاف نے آیت لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین میں اختیار کیا ہے اور نصرکم یوم حنین مقدر کیا ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر کیا ہے تاکہ عطف ظرف زمان کا ظرف مکان پر لازم نہ آوے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ظرف معطوف ہے دوسرے ظرف محذوف پر کہ متعلق والسائلین ہے یعنی والسائلین فی حوائجھم وفی فک الرقاب اور سوال عام ہے خواہ بزبان قال ہو یا بزبان حال اور تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ مدار صحت عطف کا معنی پر ہے نہ صورت لفظ پر۔ اور اس جگہ باعتبار معنی کے اختلاف جہت نہیں ہے اس واسطے کہ رقاب اور ماسبق دونوں مصارف مال ہیں اور معطی یعنی جس کے واسطے مال دیا گیا ہے زمان ومکان دینے کا گو ظاہر میں یہ داخل ہوتا ہے اور وہ نہیں ہوتے اور نکتہ قاعدے کے بدلنے میں یہ ہے کہ اس مصرف میں قیدیوں اور قرضداروں کو دینا معمول نہیں ہے بلکہ مال ان آدمیوں کو کہ قید کر کے لے گئے ہیں یا ان لوگوں کو کہ قرض مانگتے ہیں۔

دینا چاہیے تاکہ یہ خلاص ہوں بخلاف مصارف ماسبق کے کہ مال خود انھیں کو دینا چاہیے اور یہ گواہ ہیں از روئے خرچ کرنے مال اور ادائے حقوق خلق کے کہ عنداللہ حقوق اللہ پر مقدم ہیں، پھر چاہیے کہ حقوق اللہ کو کما ینبغی ادا کریں وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز کو بروجہ کمال اس واسطے کہ نماز ایک عبادت ہے کہ مشغول ہو جاویں تمام اعضا ظاہری اور باطنی اور جب ان کو راست کیا تو ادائے حق الٰہی ہر عضو سے ہوا پس ادائے حق بدنی سے کہ پانچ وقت ہر روز اسکے ذمہ واجب ہیں فارغ ہوا۔ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور دیوے زکوٰۃ کہ حق الٰہی میں ہے تاکہ اس حق سے بھی فارغ ہو گو حوائج خلق کی دینے مال اُن چھ مصارف مذکورہ میں کفایت تھی اور زکوٰۃ نام ہے ایک اندازۂ معین کا مال سے کہ اس پر ایک سال کامل گزر گیا ہو بشرطیکہ وہ مال حد نصاب کو پہنچ گیا ہو اور حد نصاب باون تولہ ہے چاندی سے اور ساڑھے سات تولے سونے سے اور اسباب سوداگری سے جس جنس کا کہ ہو بہ قیمت نصاب چاندی یا سونے کے کہ کے دیوے اور قدر واجب زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ ہے لیکن مواشی اور زراعت کہ زمین محصولی میں نہ ہو پس اس کی زکوٰۃ کی تفصیل طویل ہے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور

Marfat.com

چونکہ دینا زکوٰۃ کا سوائے دینے مال اقارب اور یتیموں اور اور فقیروں اور مسافروں اور سائلوں ۔ اور قیدیوں کے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دینا غیر دینے زکوٰۃ کا ہے کہ بعضی ان میں سے واجب یا فرض ہے جیسے خبرگیری ان اقارب کی کہ محرمیت رکھتے ہیں اور محتاج ہیں اور جیسے خبرگیری مسافر مضطر کی اور صدقۃ الفطر اور نذر، کفارہ اور قربانی اور بعضے مستحب ہیں لینا مطالبہ اس دینے کا اس شخص پر بھی ہوتا ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے ، یا زکوٰۃ ادا کرچکا ہے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ ترمذی اور ابن ماجہ فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور حق بھی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور بخاری اپنی تاریخ میں بروایت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بعد ادائے زکوٰۃ کے مال میں اور بھی واجبی حق ہے ۔ فرمایا البتہ اور یہ آیت واتی المال علی حبہ آخر تک پڑھی اور وہ کہ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تحقیق زکوٰۃ نے نسخ کردیا ہر حق مال میں سے اور مال میں حق سوائے زکوٰۃ کے نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حق مقدر اللہ تعالیٰ کا سوائے زکوٰۃ کے نہیں ہے اور یہ حقوق مذکورہ اول مقدر نہیں ہیں اور پھر حق خدا نہیں ہیں حق خلق ہیں اور یہ تکلیفات کہ مذکور ہوئیں اس قسم سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں پر بغیر ان کے التزام کے اپنے یا خلق کے واسطے لازم فرمائیں لیکن جو چیز کہ آدمی اپنے اوپر لازم کرلیں پس وہ بھی نیکی ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ یعنی وفا کرنے والے اپنے عہد کے. خواہ اس عہد کو خدا سے باندھیں یا اپنے پر نذر مقرر کریں یا قسم اللہ کے نام کی نیک کام پر کھاویں اور خواہ خلق سے عہد باندھیں یا کسی کی امانت لیں یا کسی سے وعدہ نیک کریں کہ ان سب صورتوں میں وفا واجب ہے لیکن چاہیے کہ نیت وفا کی دل میں مضبوط کرلے اِذَا عَاهَدُوْا یعنی جس وقت کہ عہد باندھیں پس اس وقت اگر نیت وفا کی نہ ہو اور پھر بسبب ملامت آدمیوں کے وفا کرے تو یہ وفا معتبر نہیں ہے کہ انما الاعمال بالنیات اور ایسے ہی اگر عہد باندھنے کے وقت وفا کی نیت مضبوط ہو اور پھر بسبب کسی لاچاری یا بے مقدوری یا ظالم کے خوف کے وفا نہ کرسکا تو معذور ہے اور بیوفاؤں میں محسوب نہ ہوگا اور وفائے عہد ہر چند ظاہر میں ایک کام کارہائے نیک سے معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تمام معاملات کو شامل ہے کہ بندہ کو خدا سے یا خلق خدا سے اتفاق پڑتا ہے جیسے پیری مریدی ، اور استادی وشاگردی اور پیغمبر ہونا اور امت ہونا متضمن عہد الٰہی جانبین سے ہیں کہ لوازم ان حقوق کو

Marfat.com

کما حقہ ادا کریں اور ایسے ہی دین اسلام میں داخل ہونا اور اطاعت کا آغاز کرنا گویا ان کے اتمام مواجب پر عہد باندھنا ہے اور اسیواسطے جو آدمی کہ آنحضرت صلعم سے بیعت کرتے تھے ہر گز حالت تنگی وفراخی وخوشی و ناخوشی میں اور کلمہ حق کہنے میں جہاں کہیں ہوں خوف نہیں کرتے تھے اور تقیہ اور پاس نہیں کرتے تھے اور کسی مخلوق سے سوال نہ کرنے میں ان چیزوں کو اپنے ذمہ پر زیادہ لازم ان سے سمجھتے تھے یہاں تک کہ بعض اصحاب صفہ نے کہ ترک دنیا اور جمع مال پر بیعت کی تھی اور مرنے کے وقت ایک دو اشرفی ان کی تھیلی میں نکلی مورد عتاب اور وعید شدید کے ہوئے اور نکاح اور وکالت اور شراکت اور اکثر معاملات وفائے عہد پر مبنی ہیں اور بغیر اس خصلت نیک کے ادائے حق کسی معاملہ کا بروجہ شرعی نہیں ہوسکتا اور اسیواسطے قاعدہ تغیر کرکے تغیر فعل سے اسم کرکے بیان فرمایا اور تمام خصلتیں کہ مذکور ہوئیں قسم نیکی سے ہیں چند بیان کی ہیں وَالصّٰبِرِیْنَ یعنی یاد کرو تم صبر کرنے والوں کو کہ ان کے حق میں آیت عنقریب وبشر الصابرین میں کیا کچھ بشارت گذری ہے اور کس مرتبۂ نیکی میں ہیں خصوصًا جبکہ صبر ان کا تمام سختیوں کا گھیرنے والا ہو پس تم صبر کرو فِی الْبَاْسَآءِ شدت فقر میں نہ مثل تمھارے کہ کھانے رشوت سے باوجودیکہ چنداں احتیاج نہیں رکھتے ہو صبر نہیں کرسکتے وَالضَّرَّآءِ حالت مرض اور درد و رنج میں نہ مثل تمھارے کہ کھانے ایک طعام سے اگرچہ لذیذ ونفیس ہوتے تنگ ہو کر کہتے ہو لن نصبر علی طعام واحد یعنی ہرگز ہم صبر نہیں کریں گے طعام واحد پر وَحِیْنَ الْبَاْسِ اور وقت لڑائی کے کہ نیز قحط غلہ اور آب کا اور نیز ہجوم دشمنوں کا اور ان کا خوف اور نیز محنت بدنی اور بے خرابی اور زخم تلف اعضا کا ہوتا ہے نہ مثل تمھارے کہ کہا تم نے اذھب انت وربك فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون. یعنی تم اور تمھارا رب چلے جاؤ، اور لڑو ہم تو اس جگہ بیٹھے ہیں۔ اور جس آدمی نے ان تینوں حالتوں میں پیشہ صبر اختیار کیا تو اس کا صبر کامل ہوا اس واسطے کہ مصیبتیں جو انسان پر آتی ہیں اور وقت امتحان کے صبر ہوتی تین قسمیں ہیں اول نقصان مال کہ آخر اس کا شدت فقر ہے. دوسرے نقصان بدن کہ مقدمہ اس کا درد و رنج وبیماری و زخم و صدمات ہے. تیسرے ہلاک جان کہ اکثر وقت خطرہ لڑائی کا ہے اور نیز جاننا چاہیے کہ ان آدمیوں کا صبر فقط اطاعت الٰہی کے واسطے ہے وگرنہ افراد بشر باعتبار دلیری طبیعت کے . . . ان مصیبتوں میں بعض پروا نہیں کرتے مثلاً بعض آدمی بالکل لڑائی میں خوف نہیں کرتے اور تھوڑی سی بیماری سے حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور بعض آدمی حالت فقر میں ثابت قدم رہتے ہیں اور لڑائی کے نام سے زرد رُو ہو جاتے ہیں اور جو

Marfat.com

آدمی کہ ان سب حالتوں میں ثابت قدم رہے وہ ثابت قدم نہیں ہوتا مگر بسبب غلبہ طاعت الٰہی کے بالجملہ نیکو کاری جامع ہونا ان تمام اوصاف سے ہے اگر ایک وصف بھی فوت ہو تمام نیکو کاری کا اسے دینا درست نہیں پس اہل کتاب کہ یہ تمام اوصاف ان میں فوت ہیں یہانتک کہ ایمان بخدا میں اس قدر قصور کیا کہ عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور یہودیوں نے ید اللہ مغلولۃ کہا اور نصاریٰ اتحاد اور حلول کے قائل ہوئے اور ایمان معاد میں بھی اسیطرح اعتقادات اور اوہام کے معتقد ہوئے اور کہا کہ لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ اور کبھی کہا کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ اور ایمان فرشتوں میں کہ بہترین فرشتوں سے ہیں جیسے حضرت جبرئیل انکو اپنا دشمن قرار دیا اور عصمت ملائکہ کے بالکل منکر ہوئے اور ایمان کتاب میں عجب طرح کی تفریق کی کہ ایک پارہ کے معتقد ہوئے اور ایک سے صریح انکار کیا اور ایسے ہی ایمان انبیاء علیہم السلام میں یہاں تک کہ جماعت کثیر انبیاء کو قتل کیا اور مال کا دینا تو کیا امکان بلکہ بعوض اس کے دین کو بیچا اور آیات اور احکامات الٰہی متاع قلیل دنیا کے بدلے ہاتھ سے دیے اور شکستگی پیمان انکی عادت قدیمی ہے جیسے سیپارہ اول میں گذرا اور بے صبری بھی زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار ظہور کرتی تھی یہاں تک کہ صریح کہا لن نصبر علی طعام واحد اور بزدلی لڑائی میں اس حد کو پہنچی کہ اذھب انت وربک کہدیا پس یہ لوگ کہ ایک وصف بھی نہیں رکھیں کیونکر دعویٰ نیکو کاری کا کر سکیں، ہاں نیکو کار وہ شخص ہیں کہ ان جمیع اوصاف کے جامع ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے اس واسطے کہ نیکو کاری یا اعتقاد میں ہے یا اعمال اور اخلاق میں اُولٰٓئِكَ یہ یعنی جامع اوصاف مذکورہ الَّذِينَ صَدَقُوا وہ لوگ ہیں کہ اعتقاد میں سچے ہیں وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ اور وہ لوگ ہیں کہ اعمال اور اخلاق میں پرہیزگار ہیں اور اخلاق اور اعمال میں کسی وجہ سے خلل نہ رکھیں اور نیکو کاری ان کی ظاہراً اور باطناً کمال پر ہوا اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ وصف صابرین کو منصوب کیوں بیان فرمایا حالانکہ تمام صفات سابقہ مرفوع ہیں اور عطف اس صفت کا ان صفات پر تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی مرفوع ہو، اہل عربیت نے کہا ہے کہ اس نصب کو علی المدح والاختصاص کہتے ہیں جو ایک صفت کی صفات میں سے زیادہ شرافت اور عظمت چاہیے تاکہ تمیز ہو جاوے تو اعراب میں تمیز دیتے ہیں اور صبر سختیوں میں اور لڑائیوں میں صفت عمدہ ہے اس صفت کو ماسبق سے امتیاز دینا منظور تھا اس واسطے اس کے اعراب کو اعراب ماسبق

Marfat.com

سے تغیر کر کے رفع سے نصب کیا گویا اس طرح فرمایا ہے کہ ہم صابرین کو مدح عظیم اور کمال نیکی سے خاص کرتے ہیں اور ابو علی فارسی نے کہا ہے کہ جو چاہے کہ صفت ہائے بسیار کو مقام مدح اور ہجو میں بیان کرے پس مقتضا و بلاغت کا یہ ہے کہ اعراب ان صفات کو مختلف لائے اور سب پر اپنے موصوف کی برابری جاری نہ کرے اس واسطے کہ مقام مدح اور ہجو محل اطناب اور مبالغہ کا ہے اور جب اعراب مختلف ہوئے معنوں میں اطناب حاصل ہوا اس واسطے کہ کلام صورت اختلاف اعراب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کئی طرح کا کلام ہے اور اگر اعراب مختلف نہ ہو تو مجموع ایک جملہ معلوم ہوتا ہے اور بعض محققین نے وجہ اختلاف حرکت کی کہ کیوں مبالغہ مدح اور ہجو میں ہوتا ہے یہ بیان کی ہے کہ اصل مدح اور ہجو کلام سامع سے ہے اس واسطے کہ جب ایک شخص نے کسی کا ذکر کیا کہ فلانے نے ایسا کیا اکثر اس نام کے سنتے ہی اس کی مدح و ثنا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا اچھے آدمی کا ذکر کیا یا وہ کیسا عاقل ہے اور کیسا قابل ہے یا ایسی ہی ہجو اور ذم کرتا ہے پس وقت مدح اور ہجو کے متکلم چاہتا ہے کہ اپنے تئیں سامع قرار دیکر اسی طریق سے سخن کرے لہٰذا اختلاف اعراب دلیل مدح اور ذم کی ہوتی ہے اور حدیث شریف میں بروایت ابن مردویہ اور عبد بن حمید کے وارد ہوا ہے کہ ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ایمان کیا ہے۔ حضرت ابوذر نے یہ آیت پڑھی اس آدمی نے کہا یہ آیت میرے سوال کا جواب نہ ہوئی، حضرت ابوذر نے کہا کہ اسیطرح ایک آدمی نے آنحضرت صلعم سے سوالِ ایمان کیا اور آنحضرت صلعم نے یہی آیت تلاوت کی اور وہ بھی مثل تیرے راضی نہ ہوا آنحضرت صلعم نے اس آدمی کو فرمایا کہ پاس آ، جب نزدیک آیا۔ ارشاد کیا کہ جب تجھ سے نیکی سرزد ہو خوش ہو اور امید ثواب کی رکھ اور جو بدی ہو غمگین ہو اور خوف عذاب سے ڈر اور ابن ابی شیبہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کسی نے آیت ہذا پر عمل کیا ایمان اس کا کامل ہوا اور فی الواقع بتامل ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شے تکالیف شرعی سے مضمون اس آیت سے خارج نہیں ہے اور حکیم ترمذی ابو عامر اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کمال نیکی کیا ہے فرمایا کہ جو کچھ خلوت میں کرے ظاہر میں بھی کرے اور ابن عساکر زید ابن رفیع سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے حال خوارج پوچھا کہ ان کی تکفیر میں کیا کہتے ہو کہ وہ اصحاب قبلہ ہیں اور روزہ نماز بطریق اسلام کے ادا کرتے ہیں زید ابن رفیع نے کہا کہ نماز و روزہ اور استقبال قبلہ پر فریفتہ مت ہو تم کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ پس جس

Marfat.com

کسی نے اپنا ایمان ان چیزوں سے درست کیا مومن ہے اور جو کوئی ایک کا ان میں سے منکر ہوا کافر ہے اور جب جان لیا کہ بہترین اقسام نیکوکاری سے صبر ہے پس اس خصلت کو ہرگز ہاتھ سے مت دو خصوصًا اس وقت کہ ایک شخص اقارب اور متوسلان تمہارے سے مارا جاوے اور تم بسبب غضب انتقامِ قاتل اور اندوہ فراقِ مقتول اور شرمندگی کمال عجز اپنے کے محافظت مقتول سے اور لاحق ہوتے ذلت سے عجب حالت پیدا کرو اور اس وقت بے صبر ہو کر چاہو کہ اکتفا قصاص میں ایک پر نہ کرو بلکہ بجائے ایک آدمی کے کئی آدمیوں کو مار ڈالو اور ہمراہ قاتل کے اس کے پسر بھائی اور خویشوں کو قصاص میں پہنچاؤ یا عوض زن مقتولہ زن قاتلہ پر اکتفا نہ کر کے اس کے مردمان کو جیسے خاوند اور پسر کو بھی مار ڈالو یا عوض غلام اپنے کے کہ کسی کے غلام کے ہاتھ سے مارا گیا ہو غلام کے مارنے پر اکتفا نہ کرو اور اس کے مالک کو بھی مار ڈالو یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے آدمیو ایمان والو مقتضا تمہارے ایمان کا یہ ہے کہ جو کچھ احکامات الٰہی لکھے گئے ہیں کسی حالت میں ان سے تجاوز نہ کرو کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ لکھا گیا ہے تمہارے اوپر برابری کرنا فِی الْقَتْلٰی اس مقدمہ کشتگان میں پس ہر کشتہ کو برابر کشتہ دیگر کے جانو اور بسبب محبت اور قرابت کے یا علم و فضل اور حسب و نسب اور عمدہ زادگی اور رذالت کے اور خوبصورتی اور بدصورتی کے اور صلاح اور فسق کشتگان کے درمیان میں ترجیح اور امتیاز مت کرو کہ عوض ایک آدمی کے کئی کو مار ڈالو اس واسطے کہ اگر اس طرح کی ترجیح اور امتیاز کرو گے تو مقدمہ قصاص موقوف ہو جاویگا اور جاری نہ ہو سکے گا اس واسطے کہ ہر ایک کے نزدیک اپنا کشتہ عزیز اور بزرگ ہوتا ہے جیسے تم اپنے کشتہ پر غم اور اندوہ کرتے ہو ایسے ہی اور بھی کرتے ہیں وہ کب گوارا کریں گے کہ تم ایک کے عوض چند آدمیوں کو مار ڈالو پس اَلْحُرُّ آزاد برابر ہے بِالْحُرِّ آزاد دوسرے کے گو از روئے علم یا نسب و جمال کے فضیلت رکھتا ہو مثلًا ایک سید ہو اور دوسرا جولاہا وَالْعَبْدُ اور غلام برابر ہے بِالْعَبْدِ دوسرے غلام کے ایسے ہی ہر لونڈی برابر لونڈی کے ہے اگرچہ ایک غلام چیلہ محبوب بادشاہ کا ہو اور دوسرا خدمتگار دہقان کا اور ایک لونڈی حرم خاص بادشاہ کی ہو اور دوسری کسی بارکش کی۔ وَالْاُنْثٰی ہر عورت برابر ہے بِالْاُنْثٰی دوسری عورت کے اگرچہ ایک بیگم محل نشین ہو اور دوسری مزدور کوچہ گرد ہو اس جگہ جاننا چاہیے کہ مدلول اس آیت کا یہی ہے کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ بسبب غلبۂ غضب اور دشمنی کے مقدمہ خون میں بے صبری نہ کریں اور حد شرع سے مارنے میں تجاوز نہ کریں جیسا کہ

قصاص کا بیان اور اس کے احکام

Marfat.com

زمانہ جاہلیت میں عمل ہوتا تھا کہ اشراف اپنے غلام کے عوض چاہتے تھے کہ آزادوں کو ماریں گے۔ اور عورتوں کے عوض مردوں کو اور بعوض ایک مرد کے دو مرد کو تو اس طرح تم عمل نہ کرو بلکہ اس مقدمہ میں مرد آزاد کو برابر مرد آزاد کے سمجھو اور ایسے ہی ہر عورت کو برابر دوسری عورت کے اور غلام کو دوسرے غلام کے برابر اور بسبب شرافت نسب یا عمدہ ہونے کے ترجیح اور تفضیل نہ دو اور ایک آدمی کو برابر کئی آدمیوں کے مت کرو اور مفہوم مخالف اس آیت کا کہ غلام آزاد کے برابر نہیں ہے اور مرد عورت کے برابر اور ایسے ہی آزاد غلام کے برابر اور عورت مرد کے برابر نہیں ہے پس یہ عموماً مراد نہیں ہے بلکہ دیت لینے میں اس واسطے کہ آزاد آدمی کی دیت قریب دو ہزار آٹھ سو روپیہ کے ہے اور دیت آزاد عورت کی اس کے نصف مبلغ کے اور غلام اور لونڈی کی دیت ان کی قیمت ہے لیکن صورتِ بدلہ خون بخون میں کچھ فرق نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک آزاد کا غلام کے عوض میں قصاص ہوسکتا ہے بشرطیکہ غلام اس کا مملوک نہ ہو اور مرد عورت کے عوض میں باجماع مارا جاسکتا ہے اور اکثر مفسرین نے کہ قتلیٰ کو بطریق تغلیب کے شامل مقتولوں اور قاتلوں کے کیا ہے اور برابر کرنا مقتول کا قاتلوں سے مراد لیا ہے مفہوم مخالف میں متردد ہوتے ہیں بعضے شافعی اپنے مذہب پر اس کو دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آزاد کو بمقابلہ غلام مارنا نہ چاہیے اور حق یہ ہے کہ اس مذہب پر مفہوم مخالف سے استدلال کرنا درست نہیں اس واسطے کہ اگر یہ معنی مراد ہوں تو اس کے عکس بھی مراد ہوں گے اور وہ خلاف اجماع ہے اور نیز جو ہر زن برابر زن کے ہوئی اور لونڈی اور زن برابر پس اگر غلام اور آزاد میں فرق کیا ہے تو چاہیے کہ لونڈی اور زن آزاد میں بھی فرق کریں اور باوجود اس کے یہ مفہوم مخالف مرد اور زن کسی طور درست نہیں ہوسکتا اور نیز مناقض عموم آیت النفس بالنفس کے ہے اور منافی حدیث المسلمون یتکافو دماءوھم کے ہاں اگر چند آدمی ایک آدمی کو مار ڈالیں تو اس کے عوض یہ سب مارے جاویں گے اس واسطے کہ ہر ایک ان چند میں سے قاتل اس ایک کا ہے۔ پس غیر قاتل نہ مارا گیا اور یہی معنی قول حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ کے ہیں کہ لو تمالوا علیہ اھل صنعاء لقتلتھم اور نیز جاننا چاہیے کہ حکم قصاص سے چند صورتیں خارج اور مستثنیٰ ہیں اول یہ کہ مسلمان کافر حربی کو مارے تو بالاجماع اس میں قصاص نہیں ہے ذمی یا صلح والے کو مارے تو اختلاف ہے شافعیہ کے نزدیک اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہے لیکن حدیث صحیح لا یقتل المسلم

Marfat.com

بکافی مؤید قول شافعیہ ہے دوسرے یہ کہ مسلمان نے دوسرے مسلمان کو خطا سے مارا ہو، اس کے دو طریق ہیں اول یہ کہ معرفت میں خطا کرے اور اس مسلمان کو بسبب شکل اور لباس اور ہمراہ ہونے کفار کے کافر جان کر مارے، دوسرے فعل میں خطا کرے مثلاً تیر یا گولی شکار پر ماری اور درمیان میں سے مسلمان گذرا اور اس کے تیر لگ گیا اور مر گیا، ان دونوں صورتوں میں قصاص نہیں آتا بلکہ خوں بہا واجب ہوتا ہے جیسے سورۂ نساء میں مذکور ہے، تیسرے یہ کہ پدر یا مادر نے پسر یا دختر یا پوتے یا نواسے کو مارا اس صورت میں بھی قصاص نہیں ہے خوں بہا لینا چاہیے، چوتھے یہ کہ مالک غلام یا لونڈی کو مار ڈالے اور اس صورت میں نہ قصاص ہے اور نہ خوں بہا لیکن کفارہ دینا مالک پر لازم آتا ہے، اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں، اوّل یہ کہ مخاطب اس کلام کے کون آدمی ہیں اگر قاتل ہیں پس ان پر واجب نہیں ہے کہ اپنے تئیں آپ مار ڈالیں بلکہ یہ فعل حرام ہے اور اگر وارث مقتول ہیں پس وہی موافق شرع کے مختار ہیں چاہیں قصاص لیں یا معاف کردیں بلکہ بدلیل والعافین عن الناس معاف کرنا بہتر ہے اور اگر سوائے ان دو گروہ کے ہیں تو وہ کون مردم ہیں اور باوجود اس کے دوسرے پر بالاتفاق مقدمۂ خون میں کچھ چیز واجب نہیں ہوتی نہ دیت دینا اور نہ قصاص لینا، اس کا جواب یہ ہے کہ قصاص کے معنی برابر کرنا ہے اور رعایت برابری کی مقتولوں میں سب مسلمانوں پر واجب ہے اس طرح پر کہ جب شرائط وجوب قصاص کے جمع ہوں ان کو جائز نہیں ہے کہ اس وقت رعایت برابری کی نہ کریں قاتل کو تسلیم نفس واجب ہوتا ہے اور رعایت برابری اور وارث مقتول کو بھی مطالبہ رعایت برابری کا چاہیے نہ زیادتی، اور بادشاہوں اور حاکموں کو بھی مارنے میں برابری چاہیے پس مخاطب اس خطاب کے تمام مسلمان ہیں لیکن چونکہ کسی کا کہنا بغیر تائید حاکم کے پیش نہیں جاتا اس واسطے کہہ سکتے ہیں کہ مخاطب اس کلام کے فقط حاکم ہی ہیں، دوسرے یہ کہ ظاہر آیت تقاضا کرتی ہے وقت لینے خون کے اسکی کہ رعایت برابری واجب ہے لیکن عوض خون کے خون لینا اس آیت سے نہیں سمجھا جاتا جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں البتہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا نہیں جاتا اور آیت کہ دلالت معاوضہ خون پر کرے آیت دوسری ہے سورۂ مائدہ میں کہ النفس بالنفس اور باوجود اس کے کہہ سکتے ہیں کہ مراد برابری سے کہ اس آیت میں واجب ہوئی ہے برابری فی القتل ہے اور برابری در قتل صفت قتل ہے اور صفت کو واجب کرنا مقتضی واجب کرنے اس ذات کے ہے کہ موصوف ساتھ اس صفت کے ہو پس وجوب قتل اس آیت سے اس طرح مفہوم

Marfat.com

ہو الیکن شرائط وجوب جیسے مطالبہ اولیائے مقتول کی جانب سے خون کا اور ہونا قتل کا جنس عمد سے بلاشبہ درکار ہے تیسرے یہ کہ برابری قتل سے مفہوم ہوتا ہے کہ کیفیت قتل میں برابری نہ چاہیے مثلاً مقتول آگ سے جلایا گیا ہو تو قاتل کو بھی جلانا چاہیے اور اگر پانی میں غرق کیا گیا ہو تو اسکو بھی پانی میں ڈبونا چاہیے اور اگر ہاتھ پاؤں قطع کیے گئے ہوں یا آنکھ نکالی گئی ہو یا کان اور ناک اکھاڑے گئے ہوں تو اسی طرح سے قاتل کو بھی مقتول کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں بروایت بخاری واقع ہے کہ زمانۂ آنحضرت صلعم میں ایک یہودی خبیث ایک دختر انصار کو واسطے لینے زیور کے فریب دیکر جنگل میں لے گیا اور اس کے سر کو پتھر سے پھوڑ ڈالا آنحضرت صلعم نے اس یہودی کو بعد اقرار کے اسی طرح کے مارنے کو فرمایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایتِ برابری کیفیتِ قتل میں اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ فی القتلی فرمایا ہے نہ کہ فی القتل اور باوجود علی العموم کے رعایتِ برابری کیفیتِ قتل میں ہو بھی نہیں سکتی مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو جادو کر کے مار ڈالا اس کو جادو سے نزدیک شافعیوں کے بھی نہیں مار سکتے اس واسطے کہ جادو فعل حرام ہے اور ایسے ہی اگر بچہ صغیر کو بسبب لواطت کے مارا اس کو اس طرح سے نہیں مار سکتے بلکہ تلوار سے، ہاں جو کہ حدیث شریف میں منقول ہے اسی قدر پر دلالت کرتا ہے کہ رعایت برابری کی کیفیت قتل میں واسطے تشفیِ وارثانِ مقتول کے بہتر ہے، چوتھے یہ کہ اگر قاتل نے اپنے اس فعل سے توبہ نہ کی اور ترک توبہ پر اصرار کیا پس اس پر قصاص کا واجب کرنا معقول ہے کہ ایک طرح کا عذاب ہے عوض گناہ کے جانب خدا سے اور اگر نہ دل سے توبہ کی اور ندامت کی پس اس پر قتل واجب کرنے میں کیا حکمت ہے ظاہر ہے کہ بعد توبہ کے عقوبت نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ توبہ کہ عبارت ہے ندامت ماضی پر اور ارادۂ مصمم ترکِ گناہ پر مستقبل میں بھی کامِ دل ہے خلق اللہ کو اس پر اطلاع نہیں ہوتی اگر توبہ کو مانع لینے قصاص سے کرتے ہرگز حکم قصاص جاری نہ ہوتا، ہر قاتل بعد قتل کے کہے گا کہ میں نے توبہ کی اور اس جگہ نہیں کہہ سکتے کہ جھوٹ بولنا خلق سے اکثر ہوتا ہے خالق حال باطنی سے خبردار ہے، اس واسطے کہ فرضیت قصاص لینے کی خلق پر ہے پس ترک قصاص میں اطلاع خلق کی بنا قبول توبہ منجانب پروردگار پر ہے اور باوجود اس کے محققین نے کہا ہے کہ حقیقت توبہ کی حقوق عباد میں یہ ہے کہ باوجود ندامت، اور ترک گناہ کے صاحب حق کو بھی راضی کرے اور راضی ہونا صاحب حق کا اس جگہ تسلیم نفس قصاص کے لیے ہو سکتا ہے اور نیز واجب کرنے قصاص میں نائب بہت سی حکمتیں ہیں اول حق قاتل میں اس لیے کہ وہ

Marfat.com

پہلے سے جانتا ہے کہ اگر میں نے کسی کو مارا تو اس کے قصاص میں مارا جاؤنگا اور عذر تو بہ مسموع نہ ہوگا یہ جاننا اس کو مانع خون ناحق سے ہوگا۔ دوسرے حق وارث مقتول میں کہ تشفی اس غم کشیدہ اور آفت رسیدہ کی ہے تیسرے تمام آدمیوں کے حق میں کہ عبرت پکڑیں گے اور ایسے افعال سے باز رہیں گے اور باوجود اس کے بدلہ خون کا لینا واجب نہیں ہے پس اگر وارثان مقتول قاتل کو دیکھیں گے کہ تو بہ نصوح کی اور توبہ نصوح بدون حاضر ہونے پاس وارثان مقتول اور اقرار کرنے گناہ یا بسبب دینے مال اور یا برلانے کسی کار کے ان کو راضی کئے بغیر نہیں ہوسکتی) تو خیال خون اس کے سے درگذریں گے اور معاف کردیں گے اور اگر بسبب حاجت کے مال میں رغبت کریں گے یا کسی اور منفعت میں تو اسکو قبول کریں گے لیکن قاتل کے خون سے درگذر کرنے اور معاف کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تمام وارث فقط ثواب آخرت کے واسطے بغیر عوض مال اور منفعت کے قاتل کو معاف کریں ایسی صورت میں خود شریعت میں ذمۂ قاتل پر کوئی چیز نہ رہی مگر یہ کہ شکر اس نعمت کا زبان و دل سے کرے اور ہمیشہ ان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ دوسرے یہ کہ معاف نہ کریں بلکہ ہنوز مطالبہ رکھیں اس صورت کے شریعت میں بعض احکام حقر ہیں فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ پس جو شخص کہ اس کے واسطے ہوئی معافی مِنْ اَخِيْهِ جانب بھائی دینی سے شَيْءٌ کچھ تھوڑی بایں طور کہ بعضے وارثوں نے معاف کیا اور بعض نے نہ کیا اور چونکہ خون ایسی شے ہے کہ منقسم نہیں ہوسکتی کہ بعض حصہ مارا جاوے اور بعض نہیں ایسی صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور جن وارثوں نے کہ معاف نہ کیا ہے اپنے حصہ کے موافق دیت لیں یا تمام وارث مقتول خیال خون سے درگذر کریں لیکن جو مال کہ مقابلہ لینا مقرر کیا ہے خواہ بمقدار دیت ہو یا زیادہ یا کمتر اور ان دونوں صورتوں میں عفو کامل نہیں ہے کہ قاتل مطلق بری الذمہ ہو لیکن جو چیز کہ اب اس کی گردن پر باقی رہی فَاتِّبَاعٌ پس تابع مرضی معاف کرنے والے کے ہے جو کچھ اس کی مرضی ہو قبول کرے بِالْمَعْرُوْفِ ایسے طور پر کہ مروج اور معمول شرع ہے معاملات اور معاوضات میں نہ اس طور پر کہ خلاف شرع ہے مثلاً وارث مقتول کہے کہ میں تیرے خون سے درگذرا بشرطیکہ اپنے پسر کو میرا غلام کرے یا تیری دختر سے زنا کروں یا تو میرے واسطے شراب تیار کرے یا نماز و روزہ ترک کرے یا میرے واسطے فلانے کو مار ڈال یا رہزنی اور چوری کرکے اس قدر مال لا، کہ اس قسم کی سب شرطیں مردود ہیں اور متابعت اس کی مرضی کی نہ چاہیے۔ وَ اور نیز ذمۂ قاتل پر ادا جب ہوتا ہے اَدَآءٌ ادا کرنا چیز کا کہ قبول کیا تھا اِلَيْهِ اس معاف کرنیوالے کی طرف

Marfat.com

نہ یہ کہ حاکم یا قاضی اور وکیل کو رشوت دیکر اس کو محروم رکھے اگرچہ اسیقدر مبلغ خرچ کرے اور چاہیے کہ ادا کرنا ہو باِحْسَانٍ ساتھ نیکی اور سلوک کرکے اور قبول منت سے نہ کہ ترشروئی اور وعدہ خلافی اور دیر کرنے میعاد مقررسے یا قدر مقررسے کم دینے یا بجائے کھرے روپوں کے کھوٹے دینے سے اس واسطے کہ ذٰلِكَ یہ یعنی قبول عفو خون وارثوں کی طرف سے ایک نعمت خاص تمھارے واسطے ہے کہ یہودیوں کی شریعت میں نہ تھی اسواسطے کہ ان کی شریعت میں خون کے عوض میں خون ہی لینا مقرر تھا اور شریعت نصاریٰ میں خوں بہا لینا مقرر تھا۔ پس یہ وسعت بڑی ہے کہ اگر چاہو مفت ثواب آخرت کے واسطے معاف کرو اور اگر مال کی حاجت ہو خون بہا لو اور اگر تراہ نخواہ تشفی دشمنی اور غصہ کی چاہو مار ڈالو تَخْفِیْفٌ تمھارے اوپر تکلیف شرعی ہلکی کرتی ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ تمھارے پروردگار سے وَرَحْمَةٌ اور مہربانی ہے اس جناب سے قاتل پر بھی کہ خوشامد سے وارثانِ مقتول کو معاف کرنے یا خون بہا لینے پر راضی کرکے زندہ رہ سکتا ہے اور وارثان مقتول پر بھی کہ اگر چاہیں مال لیں اگر حاجت ہو اور اگر ثواب آخرت کے طالب ہوں تو بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

فَمَنِ اعْتَدٰی پس جو شخص کہ تجاوز کرے بَعْدَ ذٰلِكَ بعد اس تخفیف اور رحمت کے اس طرح کہ ایک کے عوض کئی آدمیوں کو مار ڈالے یا غیر قاتل کو یا اصل قاتل کو عفو یا قبول دیت پر مطمئن کرکے مار ڈالے یا قاتل ادائے دیت میں سرتابی کرے یا وعدہ خلافی کرے یا قدر مقرر سے کم دے یا کھروں کے عوض کھوٹے دے فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کیواسطے عذاب درد دہندہ ہے آخرت میں۔ حدیث شریف صحیح میں بروایت بیہقی وارد ہے کہ جس کسی کو بسبب قتل یا نقصان جسم کے کسی کے ہاتھ سے آفت پہنچی ہو پس اس مقتول کے وارث اور صاحب جراحت کو تین چیزوں میں اختیار ہے یا قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے اور اگر ان تین چیزوں کے سوا چاہے پس اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لو اور کرنے نہ دو اور اگر بالفرض کچھ تعدی کرکے عمل میں لایا فله نار جهنم خالدا فيها ابدا اور نیز ابن جریر اور محدثین روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا اعافی احدا قتل بعد اخذ الدیة یعنی میں معاف نہ کرونگا کسی کو کہ بعد لینے خونبہا کے کہ وہ قاتل کو مار ڈالے گو وارث قاتل کا معاف کر دے اس واسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فمن اعتدی بعد ذلك فله عذاب اليم اگر تم میں سے کسی کی خاطر میں گذرے کہ ان احکام میں وجہ تخفیف اور رحمت کی ظاہر ہے کہ عفو کو جائز رکھا قاتل کے حق میں بھی مہربانی ہے کہ زندہ رہے لیکن وارث مقتول کے حق میں بھی کہ اس کا کشتہ زندہ نہیں ہو سکتا ثواب آخرت بھی کیوں کھویا اور ایسے ہی خونبہا کے

Marfat.com

لینے میں کہ فی الحال وارث مقتول کو وسعت فی المال وخرچ حاصل ہو اور اس کے کام روا ہوں۔ و نیز قاتل کو عبرت اور سرزنش ہو کر آگے کو خون ناحق نہ کریگا لیکن قصاص لینے میں تخفیف اور رحمت ظاہر نہیں ہے کہ گویا بنیان ربانی کی جڑ اکھڑ تا ہے۔ اور باوجود اس کے تلف جان ہے کہ بعد مرنے کے ترقی فی الآخرت اور ثواب حاصل کرنے اور مافات کے تدارک کرنیکا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور منافع دنیوی بھی جو کچھ وجود انسان سے متوقع ہیں معدوم ہو جاتے ہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ اگر تامل کرو تو ایجاب قصاص میں تمام تخفیف اور رحمت ہے اگر قصاص واجب نہ کرتے نعمت عفو کی قاتل کو کس طرح معلوم ہوتی اور وارث مقتول کو ثواب آخرت کیونکر حاصل ہوتا اور ایسے ہی قاتل کا دیت دینا کیونکر سبک ہوتا اور مقتول کیونکر مال اور قوت سے مطالبہ کرسکتا اور باوجود اس کے اگرچہ قصاص میں ایک جان جاتی ہے لیکن بہت سی جانیں محفوظ رہتی ہیں وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ اور اے مسلمانو تمہارے واسطے قصاص میں ایک طرح کی زندگی ہے کہ تم اس کو سمجھ نہیں سکتے اس واسطے کہ قاتل کو جب قصاص میں ماریں اور وہ اپنے نفس کو تابعداری اور فرمانبرداری خدا کے سبب وارثان مقتول کے سپرد کر دے تاکہ آخرت میں نجاست گناہ سے پاک اٹھے اور عذاب دوزخ سے رہائی پاوے اور حیات ابدی پاوے بلکہ قبر میں معاملہ رحمت اور عفو کا اس کے ساتھ واقع ہو اور روح و راحت اس کو نصیب ہو پس اسطرح کا مارا جانا اس کے حق میں فقط انتقال اس دار الآلام سے بے طرف دار الراحت کے۔ اور مقتول کا بسبب اس کے کہ اس کا عوض لیا گیا اور مرنا رائیگاں نہ گیا پسماندگوں میں نام اور مرتبہ اور اس کی عزت زیادہ ہوا و مثل مشہور ہے کہ ذکر الفتی عیشۃ الثانی یعنی یاد گار جوان کی دوسری زندگی ہے اور اس کی روح کو رنج اس سبب سے کہ ناحق مارا گیا تھا نہ رہے پس عالم قبر میں فارغ البالی سے گذر کرتا ہے اور تلخی اُس جہان سے مکدر نہیں ہوتا اور وارثان مقتول کو بھی عزت و جاہ زیادہ ہو کہ عوض کشتہ کے قاتل کو مارا اور غم و رنج بھی کم ہوا اور تشفی غصہ سے حاصل ہو اور قبائل قاتل کو بھی وارثان کی طرف سے اطمینان حاصل ہوئے ورنہ جس کو پاتے مار ڈالتے جیسا جاہلیت میں تھے اور اب بھی بعض فرقے ایسا ہی کرتے ہیں کہ بعد وقوع ایک خون کے دونوں طرف سے پشتوں تک کشت و خون جاری رہتا تھا اور ایک جانب سے دوسرے مطمئن نہ ہوتے تھے اور زندگی دونوں طرف کی کمال تلخی سے گذرتی تھی اور قصہ مہلہل کا کہ اپنے بھائی کلیب کے عوض ہزاروں کو مارا اور قصہ بکر ابن وائل کا قریب بفنا پہنچایا، تواریخ عرب میں مشہور ہے و نیز معمول افغانوں کوہستانیوں کا اور راجپوتوں اور دہقانیوں کا ہے اور تمام آدمیوں کو

Marfat.com

عبرت اور سرزنش ہوئی کہ قاتل ناحق کا یہ حال ہوگا پس جس کسی کو بسبب غلبۂ قوتِ غضبیہ کے قتل ناحق کا خطرہ دل میں گذرے تو یہ عبرت اس کو قتل سے مانع ہو اور خود بھی زندہ رہے اور جسکو مارنا چاہتا تھا وہ بھی زندہ رہے پس مشروع ہونا اس حکم کا بالکل رحمت اور باعث زندگی عامۂ خلائق کا ہے لیکن اس طرح کی حیات کو تم دریافت کرو یَآ اُولِی الْاَلْبَابِ اے صاحبانِ عقل کہ مغز سخن کو دریافت کرتے ہو اور اس کے پوست پر قناعت نہیں کرتے اور حقائق کے باطن کو دیکھتے ہو اور اس کے ظاہر پر اکتفا نہیں کرتے نہ وہ لوگ کہ عقل خالص نہیں رکھتے اور قصاص کو فقط آفاتِ جان سمجھتے ہیں اور یہ حکم مشروع فقط اس واسطے فرمایا ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کہ شاید تم اپنی افراطِ غضب سے پرہیز کرو تا کہ غضب خدا سے محفوظ رہو اور بنیان اپنے رب کو طالوجب ہدم نہ کرو اور اپنے تئیں اور غیر اپنے کو تلف سے نگاہ رکھو اس جگہ چند بحثیں ہیں اوّل یہ کہ ازروئے قواعد دین کے مقرر ہے کہ اگر کوئی مقتول کو قتل نہ کرتا البتہ اپنی موت سے مرتا، اس واسطے کہ عمر مقدر اس کی اسی طرح ہے اور ایسے ہی اگر کوئی شخص ارادہ کسی کے مارنے کا کرے اور بسبب خوف قصاص باز رہے تو البتہ یہ آدمی بھی اپنی موت سے مریگا، اگرچہ اس شخص نے نہ مارا اس واسطے کہ جو وقت اس کے قتل کا قرار دیں وہی وقت اس کی موت کا ہے پس قصاص کے مشروع ہونے سے حصولِ زندگی کیونکر متصور ہوسکے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک سبب معین فرمایا ہے کہ وجود اور عدم اس شئے کا اس سبب پر موقوف ہے اگرچہ سبب موجود ہو تو چیز بھی موجود ہو وگرنہ نہیں، اور مشروع ہونا قصاص کا بھی اسی طور سبب زندگی کا ہے کہ بسبب خوف قصاص کے اس کے مارنے سے باز رہا اور وہ اور یہ دونوں زندہ رہیں مانند تمام اسباب کے اور جو کوئی منکر اسباب کا ہو مخالف شرع اور عقل اور عرف کے ہے وہ عنداللہ مذموم اور عندالناس قابل ملامت ہوتا ہے اور اس طرح کے شبہے سببیت اسباب میں آتے ہیں لیکن بسبب معرفت قضا و قدر کہ سلسلہ اسباب اور مسببات کا انھیں سے مربوط ہے مندفع ہوجاتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس مضمون کو عرب والے قرآن شریف کے نزول سے بیشتر سے جانتے تھے اور تعابیر مختلفہ میں تعبیر کرتے تھے بعضوں نے کہا ہے قتل البعض احیاء للجمیع۔ یعنی قتل کرنا بعض کا سب کے واسطے زندگی ہے اور بعضوں نے کہا اکثروا القتل لیقل القتل اور ایک عبارت مختصر سب سے اسی مضمون میں شائع ہے کہ القتل انفی للقتل۔ حق تعالیٰ نے اس کلام اعجاز نظام میں ان عبارتوں مشہورہ کو ترک فرما کر یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ فی القصاص حیٰوۃ۔ اس واسطے

Marfat.com

علمائے بلاغت نے اس آیت قرآنی کی امثال مشہورہ پر ترجیح ہونے میں بہت سخن بیان کیے ہیں اور منتخب ان سب میں سے دس وجہ ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ مثل مشہور بالکل صحیح نہیں ہوتی اس واسطے کہ جو قتل براہ ظلم اور تعدی کے واقع ہو دور کرنے والا قتل کا نہیں ہے از روئے قصاص کے بلکہ باعث زیادتی قتل قصاص کا ہے اور اگر مثل مشہور میں دونوں جگہ قید اختیار کر کے کہیں القتل قصاصا انفی للقتل ظلما تو عبارت بہت دراز ہو جاوے اور آیت قرآنی بلا تکلف اس معنی کو ادا کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ قتل قصاص کہ قتل ناحق کو دور کرتا ہے تو نہ اس حیثیت سے کہ قتل ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ قصاص ہے اور یہ بات آیت قرآنی سے معلوم ہوتی ہے نہ مثل مشہور سے۔ تیسرے یہ کہ غرض اصلی آدمی کی دو زندگی ہے اور نفی قتل فقط واسطہ حصول زندگی ہے پس تصریح بغرض اولی ہے جیسا کہ آیت میں ہے۔ چوتھے یہ کہ تکرار لفظ کا بدون ضرورت کے قبیح ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے نہ آیت۔ پانچویں یہ کہ حروف ملفوظ آیت کہ اعتبار اختصار کلام کا انھیں حروف پر ہے دس ہیں اور مثل مشہور میں چودہ، پس عبارت آیت مختصر تر ہے۔ چھٹے یہ کہ غالب مثل مشہور میں اسباب پوشیدہ واقع ہوئے ہیں اور یہ مخل سلامت ترکیب ہے اور آیت میں باوجود کمال اختصار کے سبب اور وندا ور فاصلہ سب ہے۔ ساتویں یہ کہ ظاہر مضمون مثل مشہور کا مقتضی اس بات کا ہے کہ ایک چیز بعینہٖ سبب اپنے انتفاع کا ہو اور یہ محال ہے اور آیت میں قصاص کا سبب حیات کیا ہے اور دونوں ظاہر میں متغایر ہیں۔ آٹھویں یہ کہ آیت میں لفظ قصاص اور حیات میں صنعت تضاد ہے اور مثل مشہور اس صنعت سے خالی۔ نویں یہ کہ لفظ آیت کا مبارک ہے کہ فال نیک لے سکتے ہیں اور مشتمل ذکر حیات پر ہے اور مثل مشہور کلام بدفال ہے کہ نفی دونوں طرف قتل سے محیط ہے دسویں یہ کہ آیت مشتمل دو اسم اور ایک حرف پر ہے اور مثل مشہور تین اسم اور ایک حرف تعریف کو شمار کریں پس آیت میں ایک بار ہے اور مثل مشہور میں دو بار اور اگر تنوین کو بھی شمار کریں تو حرف برابر ہو جاتے ہیں لیکن زیادتی اسمار کی مثل مشہور میں رہتی ہے علاوہ یہ کہ افعل التفضیل کو جب بغیر لام اور اضافت کے استعمال کریں تو من تفضیلیہ خواہ مخواہ مقدر ہوتا ہے پس تقدیر کلام مثل مشہور کی اس طور ہوگی القتل انفی للقتل من کل شئ پس اختصار کہاں رہا۔ تیسری بحث یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حیات اور زندگی آدمی کی جس طرح کہ ہو مطلوب شرع تھی اور اسی واسطے ذکر خیر مردہ کو مستحب رکھا ہے اور اس کے جانشینوں کو تاکید فرمائی کہ دوستوں اور اس کے اقارب کی مراعات کریں

Marfat.com

بلکہ اسیواسطے میراث اور وصیت اس کے واسطے جاری رکھی کہ بعد اس کی موت کے خاندان کے زندہ رہنے کا باعث ہے اور لہذا کُتِبَ عَلَيْكُمْ فرض کیا گیا تمھارے اوپر اے مسلمانو، ہر چند یہ حکم مقتضاء ایمان کا نہیں ہے تاکہ تم کو اس حکم سے کہ یا ایہاالذین آمنوا خطاب کیا جاوے اس واسطے کہ مال وارثوں کے واسطے چھوڑنا عادت جبلی ہر انسان کی ہے اور اسیواسطے ہر فرقہ میں مروج معمول ہے لیکن تم پر لازم کیا جاتا ہے إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ یعنی جس وقت تم میں سے کسی کا وقت موت حاضر ہوا اور اس کی علامات مثل ساقط ہونے قوت کے ظاہر ہوں اور مرض اس حد کو پہنچے کہ طبیعت مغلوب ہو جاوے لیکن إِنْ تَرَكَ خَيْرًا اگر مال اس قدر چھوڑا ہو کہ خرچ تکفین و تجہیز اور لوازم ماتم داری اور ادائے قرض سے زائد ہو الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وصیت کرنا ماں باپ اور اور رشتہ داروں کو اس طور کہ ماں باپ میرے کو یہ دینا اور فلانے رشتہ دار کو یہ اس واسطے کہ معمول اور مروج یہ ہے کہ جسوقت آدمی مرتا ہے اس کے مال پر اس کے فرزند اور عورتیں متصرف ہوتی ہیں اور ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو کچھ بھی نہیں دیتے حالانکہ شریعت میں ماں باپ کا حق مقرر ہے اور اور رشتہ داروں کا بھی جیسے دادا دادی باوجود فرزندوں کے لیکن یہ لوگ پاس شریعت کا نہیں کرتے اور مردہ کو زیادہ تر مؤکد جانتے ہیں اور بعض رشتہ داروں کو کہ ان کا مقرر نہیں ہے وصیت تہائی مال سے دینا مستحب ہے تاکہ توشہ راہ آخرت کا ہو لیکن چاہیے کہ یہ وصیت بِالْمَعْرُوفِ موافق طریق شرع کے ہو پس اگر فقیر رشتہ دار کو محروم رکھا اور غنی کے واسطے وصیت کی تو طریق معروف نہ ہوا اور ایسے ہی اگر والدین اور چچا کے بیٹوں کو برابر کیا تو بھی طریق معروف نہ رہا بلکہ جس کا جو حصہ شرع میں مقرر ہے اس کو اس حصہ سے زیادہ وصیت کرنا خلاف طریقہ معروف کے ہے۔ بہر حال جب کسی نے اس طرح وصیت کی تو وصیت ہو جاتی ہے حَقًّا حق کہ لازم ہے اس کا جاری کرنا عَلَى الْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں پر اگرچہ بعد کا راس کی پرواہ نہ کریں اور کسیکو اس کی تغیر اور تبدیل کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ مخالف شرع کے نہیں ہے فَمَنْ بَدَّلَهُ پس جو شخص کہ تبدیل کرے خواہ مرد کا وارث ہو خواہ جس کو وصیت کی ہو اور خواہ گواہ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ بعد اس کے کہ حق لازم کو وصیت کرنیوالے سے سنا ہو اگرچہ اس پر گواہ نہ کیا ہو فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ پس گناہ اس کا تبدیل کرنیوالوں پر ہے نہ اس پر کہ موافق اظہار اس کے کے حکم کرے اور فتوی دے إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ تحقیق اللہ سننے والا ہے قول وصیت کرنے والے اور

Marfat.com

قول تبدیل کرنیوالے کو عَلِیْمٌ جاننے والا ہے اس آدمی کو کہ تبدیل کی ہے لیکن یہ سب اسی صورت میں ہے
کہ تبدیل میں کوئی مصلحت شرعی یا عرفی نہ ہو۔ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا پس جس شخص نے کہ
وصیت کرنیوالے سے خوف غلطی کا کیا کہ بسبب جہل احکام شرعیہ کے جا سے بیجا کر دیا ہے اَوْ اِثْمًا
یا گناہ صریح کا کہ دیدہ و دانستہ مستحق کو محروم رکھا اور غیر مستحق کو دیا یا حق مستحق کو ناقص کر دیا فَاَصْلَحَ
بَیْنَهُمْ پس درمیان وارثوں موصی کے کہ قائم مقام اور متصرف مال پر ہیں اور جن کو وصیت کی گئی ہے
صلح کر دے فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ پس اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اگرچہ وصیت میں فی الجملہ تغیر اور تبدیل ہو
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے ان آدمیوں کو کہ ارتکاب گناہ میں نیت
فاسدہ رکھتے ہیں بخش دیتا ہے ان صلاح کرنے والوں کو کہ تبدیل میں نیت نیک رکھیں کیوں نہ بخشے۔
اس جگہ چند بحثیں ہیں اوّل یہ کہ وصیت مذکورہ اس آیت کی ظاہر ہے کہ واجب ہے بدلیل کُتِبَ کے
حالانکہ موافق شرع کے وصیت کسی وقت واجب نہیں ہے نہایت درجہ یہ ہے کہ مستحب اور مندوب ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ وصیت کبھی واجب بھی ہوتی ہے مثلاً اس شخص کے ذمہ قرض ہو اور تمسک و گواہ
نہ ہو اور وارثوں کو بھی قرض کی خبر نہیں ہے یا اس کے پاس کسی کی امانت اس کے مال میں مل ہوئی ہے
اور وارث مطلع نہیں تاکہ صاحب امانت کے پاس پہنچا دیں اس صورت میں وصیت بالاجماع واجب
ہوتی ہے اور اسی قسم کی وصیت حدیث صحیحین میں بروایت ابن عمر وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کسی
مرد مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ بقدر تین رات اس پر گذر جاویں اور اس کے پاس وصیت نامہ موجود نہ
ہو ہاں یہ وصیت کہ اس جگہ مذکور ہے اب واجب نہیں ہے شروع اسلام میں واجب تھی اس واسطے کہ
احکام فرائض اور حصے رشتہ داروں کے مال مردہ سے رائج اور معمول نہ تھے آدمی سب مال مردہ کو حق
زن اور فرزندان کا جانتے تھے اور ماں باپ دادا دادی بلکہ بھائیوں کو بھی حتی کہ دختروں اور نواسوں کو
بھی نہیں دیتے تھے اور وصیت مردہ کی ان کے ذہن میں نہایت عظیم تھی اور سمجھتے تھے کہ خلاف وصیت کرنا گویا
مردہ پر ظلم ہے اور تکلیف دینا اس واسطے اس وقت یہ حکم واجب ہوا کہ اب کہ احکام فرائض رائج اور
معمول ہوئے اور ہر کس و ناکس ان کو جانتا ہے پس حاجت وصیت کی نہ رہی اور اب حکم یہ ہے کہ رشتہ دار
مردہ کے کہ اس کے وارث ہوں اپنے حصے لے لیں اور باقی سے وصیت جاری ہو جیسے کہ صحیحین میں وارد
ہے الا ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث اور اگر رشتہ دار مُردہ کے

Marfat.com

بسبب مانع کے میراث سے محروم ہیں مثلاً ماں باپ مردہ کے کافر ہیں اور یہ مسلمان غلام اور لونڈی ہیں اور یا بسبب دوسرے وارث کے محروم ہیں جیسے نواسہ باوجود بھائیوں اور پسران چچا کے پس اس صورت میں ان کے واسطے وصیت مستحب ہے لیکن تیسرے حصہ مال سے اگر وصیت ادا ہو جائے فبہا والا جس قدر لوا ہوا ادا کریے لیکن تیسرے حصہ سے زیادہ دینا بدون رضامندی وارثوں کے صحیح نہیں ہے اور یہی حکم ہے اس وصیت کا کہ اجنبی اور دوستوں اور فقیروں اور ساتھیوں کے واسطے ہو دوسرے یہ کہ روایات میں بہت سے صحابہ نے ان ترک خیرا کی تفسیر قدر مالِ معین سے کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کسی شخص نے ساٹھ دینار چھوڑے تو اس کو ترک خیرا نہیں کہہ سکتے اور بیہقی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتا ہے کہ وہ اپنے غلام آزاد کیے ہوئے کے پاس وقت موت کے تشریف لے گئے اس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں فرمایا کہ تیرے پاس کس قدر مال ہے اس نے کہا کہ چھ سو یا سات سو درہم ہیں، آپ نے فرمایا کہ اس قدر مال کو ترک خیرا نہیں کہہ سکتے وصیت مت کرو اور مال اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ، اور نیز حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں فرمایا کہ مال کس قدر ہے کہا کہ تین ہزار یا چار ہزار درہم ہیں آپ نے فرمایا کہ اس قدر قلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان ترک خیرا اس مال کو اپنے اہل وعیال کے لیے رہنے دے کہ یہی بہتر ہے حالانکہ لفظ خیرًا عرف عرب میں مطلق مال کے واسطے مستعمل ہے اور نیز وصیت اور میراث قلیل وکثیر میں جاری ہے پس ان تخصیصات کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد ان بزرگوں کی یہ ہے کہ وصیت مستحبہ غیر وارثوں کے واسطے اس وقت کرنی چاہیے کہ مال کثیر ہو اور وارث باوجود وصیت کے مستغنی ہوں وگرنہ بہتر نہیں ہے کہ وارث کا حق تلف ہو نہ یہ کہ لفظ خیر کی موافق عرف کے اس قدر پر تخصیص کرتے ہیں یا میراث اور وصیت واجبہ کو مقید ان قیود سے کرتے ہیں. تیسرے یہ کہ خوف اس چیز میں کہ مظنون الوقوع ہو اور ہنوز واقع نہ ہوئی ہو بولا جاتا ہے اس جگہ وصیت واقع ہوئی اور بالیقین معلوم ہے پس لفظ خوف کا کیونکر صحیح ہو. اس بحث کا دو طرح پر جواب ہے اول یہ کہ مرد مصلح کار زندگی وصیت کرنیوالے میں پہلے اس سے کہ کام وصیت منصرم ہو اور نوشت وخواند اور حضور شہود درمیان میں آوے حال وصیت کرنیوالے سے بقرائن حالی و قالی دریافت کر لیتا ہے کہ یہ مرد وصیت میں خلاف شرع کریگا تاکہ اسیوقت وصیت کرنے والے کو سمجھا دے

Marfat.com

اور اس ارادۂ ناصواب سے پھیر دے، اگر وہ آدمی کہ جن کو وصیت سے نفع پہنچتا ہے اور وارث کہ جن کو نقصان عائد ہوتا ہو آپس میں منازعت اور مناقشہ کریں تو ان کو سمجھاوے پس معنی خوف کے حقیقۃً اس صورت میں متحقق ہوتے ہیں اور استعمال اس لفظ کا بجا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ جب تک موصی زندہ ہے احتمال فسخ وصیت کا قائم ہے پس اس وصیت کے وقوع کا یقین کب ہے بعد موت موصی کے کہ اس وقت وصیت متعین اور متیقن الوقوع ہوتی ہے لیکن استعمال اس لفظ کو اس حالت پر کیوں حمل کریں کہ ضرور ہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ خوف اس جگہ بمعنی علم کے ہے اور بعض عبارات عربی میں خوف اس معنی میں مستعمل ہوا ہے پس اس صورت میں اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا تیسرے یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صدقات اور خیرات اقارب پر اجانب سے مقدم ہیں ایسے ہی وصیت بھی مقدم ہے لیکن اقارب میں دو شرطیں ہیں اول یہ کہ فی الحال وارث نہ ہوں گو وراثت کی لیاقت رکھتے ہوں دوم یہ کہ اس حال کے محتاج ہوں نہ مستغنی اور قاعدہ عرب والوں کا جاہلیت میں یہ تھا کہ نام کے حاصل ہونے کے واسطے اجنبیوں کو وصیت کر کے مال دور و دراز بھیجتے تھے تاکہ شہرہ ہو جائے اور اقارب کو فقر و فاقہ میں چھوڑتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیت کو واسطے دفع اس عادت بد کے نازل فرمایا اور اس آیت میں فقط ذکر اقارب پر اکتفا فرمایا گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ وصیت رشتہ داروں کی بمرتبہ فرض کے ہے اور غیروں کے واسطے بمنزلہ مستحب کے پس فرض کو بغیر ادا کیے مستحب کام اختیار کرنا کمال بیوقوفی ہے اور ضحاک کا قول اسی تاکید اور تقدیم پر محمول ہے کہ من مات ولم یوص لاقربائه فقد ختم عمله علی المعصیة یعنی جو شخص مرا اور اقارب کے واسطے وصیت نہ کی پس تحقیق اس کا عمل گناہ پر ختم ہوا اور ایسے ہی ہے قول طاؤس کا ان اوصی للاجانب وترك الاقارب نزع عنهم فرد الی الاقارب اور قول حضرت حسن بصری اور علاء بن زیاد و مسروق و مسلم کا ہے کہ یہ آیت ثابت ہے اور منسوخ نہیں ہے اس واسطے کہ قریب دو قسم ہیں ایک وہ قریب کہ وارث ہو پس اللہ تعالیٰ نے اس کا حق دیا اور ایک وہ قریب کہ وارث نہ ہو پس اس کے واسطے وصیت ہے اور قریب اس کے یہ معنی ابن عباس سے بھی منقول ہیں، پانچویں یہ کہ قرآن شریف میں ہر جگہ رشتہ داروں کے واسطے لفظ ذوی القربیٰ اور اولی القربیٰ مذکور ہے اور آیت وصیت و میراث میں اقربین پس اس فرق میں کیا نکتہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقام احسان اور ادائے حق قرابت میں سب اقارب برابر ہیں ہر ایک کو بقدر استحقاق کے

Marfat.com

حسن سلوک سے اور احسان سے حصہ دینا چاہیے اس واسطے ان مقامات میں لفظ ذوی القربیٰ اور اولی القربیٰ مستعمل ہوا۔ اور آیت وصیت اور میراث میں جو کوئی کہ قریب تر ہے مقدم اور حاجب ہے بعید کو پس اس مقام میں لفظ اقربین چسپاں ہے تاکہ ترجیح قریب قرابت اور قوت کی کا مفہوم ہو۔ چھٹے یہ کہ لفظ اذا اپنے مابعد کو معنی مستقبل میں کر دیتا ہے پس اذا حضر بمعنی مستقبل ہوا اور کتب فعل ماضی ہے پس تعلق فعل ماضی کا زمانہ مستقبل میں کیونکر صحیح ہو، جواب اس کا یہ ہے کہ اذا حضر بوجہ تقدیم وتاخیر متعلق وصیت کے ہے کہ بمعنی الیصال کے ہے نہ کتب کے، ساتویں یہ کہ خطاب علیکم تمام مسلمانوں کے واسطے ہے اور اذا حضر احدکم الموت متعلق وصیت کے ہے پس لازم آتا ہے کہ وقت قرب موت ایک آدمی کے وصیت سب مسلمانوں پر فرض ہو جاوے اور یہ باطل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حکم ایک آدمی غیر معین کا جماعت سے بطریقہ بدلیت کے متعلق تمام اس جماعت کے ہے پس واجب ہونا وصیت کا وقت قرب موت ایک کے مخاطبین سے جس کو تصور کریں متعلق سارے مخاطبوں کے علی سبیل البدلیۃ ہوگا اور یہ معنی صحیح ہے وجہ بطلان کی نہ رکھے، آٹھویں یہ کہ دو آدمیوں میں کہ تنازع اور جھگڑا ہو صلح کرا دینا اس آیت سے جائز ہے اس واسطے کہ تجادل اور جھگڑا اکثر باعث ارتکاب ممنوعات شرعی کا ہوتا ہے پس دو آدمیوں میں صلح کرانا ممنوع شرعی میں واقع ہونے سے باز رکھتا ہے اور نیز یہ آیت دلیل ہے کہ اگر وقت صلح کرانے کے کلام میں تغییب وفرار اور تغییر وتبدیل قرار میں لازم آوے تو مضائقہ نہیں ہے اور موجب گناہ نہیں اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنا درست ہے اول دو آدمیوں میں صلح کرانے کے وقت، دوسرے لڑائی کے وقت غنیم کے غافل کرنے کے واسطے، تیسرے اپنی زوجہ کو راضی کرنے کے واسطے لیکن شرط یہ ہے کہ وقت جھوٹ بولنے کے نقض عہد لازم نہ آوے ورنہ حرام ہو جاویگا، نویں یہ کہ با جماع علماء وصیت فقط تیسرے حصہ میں جاری ہوتی ہے اور تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرنا درست نہیں بلکہ کم کرنا مستحب ہے اسواسطے کہ صحیحین میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم واسطے عیادت سعدؓ کے تشریف لے گئے انھوں نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ میں مالدار ہوں اور سوائے ایک دختر کے اولاد نہیں رکھتا اگر ارشاد ہو دو حصہ مال سے وصیت کروں فرمایا نہیں انھوں نے کہا کہ نصف مال سے فرمایا نہیں انھوں نے پھر عرض کیا کہ تیسرے حصہ سے آپ

ف۱۔ جھوٹ بولنا تین جگہ آیا ہے ۔

آپ نے فرمایا البتہ یہ بھی اگرچہ بہت ہے۔ اگر وارثوں کو مستغنی چھوڑے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ فقیر چھوڑے تو۔ اور نیز علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ارادہ وصیت کا کرے پس اصل یہ ہے کہ قرابتیوں یعنی وارثوں کو مقدم کرے اور ان آدمیوں کو کہ محرمیت رکھتے ہیں جیسے خالہ، پھوپھی، بہن بھتیجی بھانجی، چچا، ماموں، بھائی اور پھر ان آدمیوں کو کہ دودھ میں شریک ہیں پھر ان کو کہ حرمت مصاہرت رکھتے ہیں۔ اور پھر ہمسایوں کو جیسا کہ حالت زندگی میں احسان کرتے ہیں تو یہی ترتیب مرعی ہوتی ہے اگر ایک وارث کو اس کے حق سے زیادہ وصیت کی تو اور وارثوں کی اجازت پر موقوف رہیگی اگر اجازت دیں تو جاری ہو جاوے گی اور ایسے ہی اگر تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کی تو وہ بھی موقوف بر اجازت وارثان رہیگی اور جب بیانِ حکمِ قصاص اور وصیت سے فارغ ہوئے اب فرماتے ہیں کہ ان دونوں حکموں سے سمجھو کہ موذی کو مارنا اور بے گناہ کی زندگی میں کوشش کرنا کس قدر نیکی ہے اور وصیت مردہ کو بعد موت کے بے تغییر اور تبدیل کے جاری کرنا گویا اس کے حکم کا زندہ رکھنا ہے اور پسندیدۂ مرضی الٰہی ہے پس یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے آدمیو ایمان والو مقتضائے ایمان یہ ہے کہ اپنے نفس کے مارنے پر مستعد رہو کہ موذی راہ دین ہے اور روح کے زندہ کرنے میں سعی کرو کہ اصل میں عالم پاک اور بے گناہ ہے۔ ولہذا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ فرض کیا گیا تمھارے اوپر روزہ، اور وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور عورت سے صحبت کرنا طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک ترک کرے بشرطیکہ صاحب روزہ حیض اور نفاس سے پاک ہو اس واسطے کہ نفس اکثر راغب انھیں چیزوں کا ہوتا ہے اور اس کا مرغوب نہ دینا یعنی مارنے کے ہے اور اکثر رغبت اس کی اسی وقت میں ہوتی ہے کہ خواب سے اٹھتا ہے اور شہوت تر و تازہ ہوتی ہے۔ اور حواس کشادہ، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور نام سنتا ہے اور خیال اور آرزو کرتا ہے اور دیگر اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے پیتے ہیں اور عورتوں سے اختلاط رکھتے ہیں۔ سو وقت رات کا اس وقت ہر آدمی خواب غفلت میں مُردہ کی مانند پڑا رہتا ہے اور نہ کسی شے کو دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور نہ ہم جنسوں کو مشغول لذتوں میں دیکھتا ہے تاکہ خود رغبت کرے اس لیے معمول خلق ہے کہ رات کو کوئی شغل سوائے خواب کے نہیں کرتے لیکن جماع کہ وقت خواب کے واقع ہوتا ہے پس عند التامل وہ جماع مقتضائے نفس نہیں ہے تاکہ شکل و شمائل اور لباس و زیور اور ادا و حرکات عورتوں کی دیکھنے سے فریفتہ ہو کر

روزہ کی فرضیت اور اس کے احکام

ف:۔ بیان روزہ کا ٭

Marfat.com

مشغول بجماع ہو بلکہ وہ جماع قسم دفع طبیعت سے ہے کہ جائے منی امتلا کرتا ہے اور یہ آدمی واسطے دفع امتلا کے اس وقتِ تاریک میں کہ شکل پری دیو سے ممتاز نہیں ہوتی اس منی کو ہر کیت کسی محل میں گراتا ہے اور تسکی حاصل کرتا ہے اور اسیواسطے یہ جماع جو اپنی نوجہ سے ہو منتظرات سے ہے جیسے استبرائے بول و براز کہ موجب خوشی اور جودتِ روح کا ہے نہ موجب قوتِ نفس، ہاں بعضے ناقص فطرت لوگ نفس پروری کے واسطے چاہتے ہیں شب کو دن کریں اور مشعل اور چراغوں اور نغمات سے تحریک نفس کرکے جو کام کہ دن میں کر سکیں اس سے بہترات کو کرتے ہیں لیکن تب بھی فرق بہت ہے کہ بے خوابی اور سُست ہونا حواس اور فتورِ عقل اور محروم رہنا لذتِ دن سے لازم اس شغل کا ہے اسیواسطے رات کو محل روزہ نہ کیا کہ بالطبع وقت اور ہنگام ترک شہوات اور لذات کا ہے اور اگر وہ وقت محل روزہ قرار دیتے تو عبادت عادت سے اور حکم شرع مقتضائے طبع سے ممتاز نہ ہوتا اور اسیواسطے نماز تہجد اور وقت تلاوت دعا و مناجات شب کو قرار دیا ہے نہ روزہ ہی کو خاص کر اور رمضان کی رات واسطے ادائے نماز تراویح کے مقرر کی تاکہ کمال مخالفت مقتضائے طبیعت ثابت ہو کہ طبیعت واسطے دفع سُستی روزہ کے استراحت چاہتی ہے لیکن چاہیے کہ اپنا روزہ بطریق ہنود اور صابئین کے کہ دن میں اشیاء خوردہ اور میوے اور پھلوں کو کھاتے ہیں اور بعض بوقت شب کھانے پینے سے امساک کرتے ہیں، مت کرو کہ یہ طریق خلافِ طریقِ شریعتِ الٰہی کے ہے بلکہ روزہ تمہارے اوپر فرض ہوا ہے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا کہ مطلق کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت رکھنا دن میں ایام روزہ میں حرام تھا۔ زمانہ حضرت آدمؑ سے آخر زمانۂ حضرت عیسیٰؑ تک یہی طریقہ رہا۔ ہاں تعیین ایام روزہ میں اختلاف تھا۔ حضرت آدمؑ پر ہر مہینے کے روشن ایام میں روزہ فرض تھا اور یہودیوں پر روزِ عاشورا کا اور ہر روزِ شنبہ کا ہفتہ میں۔ اور چند روزے فرض تھے اور نصاریٰ پر ماہ رمضان تھا لیکن جب نصاریٰ نے روزہ رکھنا شدت گرما میں شاق دیکھا ایسا مقرر کر لیا کہ موسم ربیع میں پچاس روزے رکھیں اور واسطے تدارک اس تبدیل کے بیس روزے زیادہ کر لیے۔ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ روزہ قدیم ہے کوئی امت اس کی فرضیت سے حضرت آدمؑ سے اس وقت تک خالی نہ رہی گمان نہ کرو کہ یہ تکلیف فقط ہم پر ہی مقرر ہوئی ہے؛ اور ابن جریر سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے اسی لفظ سے معلوم کیا کہ طریقہ روزہ رکھنے کا اہل شرائع سابقہ سے حاصل کرنا چاہیے پس ایسا مقرر ہوا کہ موافق اہل کتاب

Marfat.com

کے کھانا پینا بعد خواب کے موقوف کرنا چاہیے اور ایسے ہی صحبت زناں سے، یہاں تک کہ یہ معمول آیت آئندہ سے منسوخ ہوا اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم عبداللہ بن عمر اور ابن عساکر سے اور ان دونوں نے ابن عباس سے یہی مضمون روایت کیا ہے بالجملہ تمہارے اوپر یہ عبادت فرض کی گئی تاکہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید تم پرہیزگاری قبول کرو دو طریق سے، اول یہ کہ مشق بند کرنے نفس کو مالوفات اور مرغوبات سے حاصل کرو اور جیسے کہ روزوں میں بحکم خدا ضروریات معتادہ سے باز رہتے ہو اگر چہ نفس تقاضۂ شدید کرے ایسے ہی تمام ایام میں نامشروعات سے کہ ہر چند محبوب اور مرغوب ہوں باز رہ سکتے ہو پس غرض کرنے اس عبادت میں حبس کرنا نفس کا مقتضیات سے حاصل ہوتا ہے اور مانند ریاضت جانوروں اور اطفال کے کہ اول ان کو ترک مالوفات سکھا کر کارِ مقصود میں مشغول کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اکثر گناہ بسبب شدت و قوتِ شہوت اور غضب کے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عبادت ان دونوں چیزوں کو توڑتی ہے اس واسطے کہ مدار شہوت اور غضب دونوں کا قوتِ مزاج اور تیزی روح پر ہے اور روح غذاؤں اور کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہے جب کھانے پینے میں تقلیل اختیار کی روح نرم اور رقیق ہو جاوے اور طاقت جاری کرنے شہوت اور غضب کی نہ رہے، ناچار یہ دونوں خصلت مذموم متروک ہو جاویں اور اسی واسطے یہ عبادت تمہارے حق میں مقرر کی گئی ہے اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ چند ایام شمردہ کہ نہ بہت کم ہیں کہ توڑنے قوتِ شہوت اور غضب میں تاثیر نہ کریں اس واسطے کہ نفس ایک دو بار کا مدد نہ ترک مالوفات خاطر میں نہیں لاتا اور نہ بہت زیادہ کہ کسر قوت شہوت اور غضب کے ساتھ اعتدال مزاج اور قوتِ طاعت و عبادت میں بھی فرق آجاوے اور اس کی اور عبادات مثلاً نماز نوافل اور سفر حج اور طلب علم اور مطالعہ کتب دین اور عیادت مریضوں اور ہمراہ ہونے جنائز اور کوشش کرنے حوائج اقارب اور محتاجوں سے باز رہے اور اسکی وجہ تمہارے تقوی میں قصور و فتور ہو اور وہ روزے شمردہ روزے ایک ایک ماہ کامل کے ہیں اس واسطے کہ مدت ایک کامل کی مدت ایک ماہ متوسط ہے درمیان مدت ہفتہ کے کہ بہت کم ہے اور درمیان مدت سال کے کہ بہت زیادہ ہے، پس وقت رعایت توسط کے اسی مدت کا اعتبار کرنا مناسب ہوا اور نیز دورے کہ پے درپے اوضاع آسمانی سے پیدا ہوتے ہیں سب تین دورے ہیں اول دورہ رات اور دن کا کہ مقرر ساتھ حرکت اولیٰ کے ہے اور دوسرا دورہ ماہ کا کہ مقرر ساتھ حرکت قمر کے ہے تیسرا دورہ سال کا کہ مقرر ساتھ حرکت آفتاب کے ہے اور اور دورے سوائے ان تین کے کہ متعارف ہیں جیسے

Marfat.com

دورہ ہفتہ یا سال قمری دراصل دورے نہیں ہیں بلکہ تکرار ایک وحدہ سے حاصل ہوتے ہیں ان دوروں میں سے اگر دورۂ شب و روز قرار دیتے ہیں تو داخل ہونا شب کا روزہ میں لازم آتا اور مع ہذا یہ دورہ بہت قلیل ہے تاثیر نہ رکھے مگر جب اس کی تکرار کی جاوے اور تکرار بھی اس طرح کہ درمیان دونوں دورہ کے فاصلہ ہے تاثیر معتد بہ نہ رکھے تکرار متصل راجع بطرف دورۂ دوم ہو یا مانند دوم اور ایسے ہی اگر دورۂ سال قرار دیتے بسبب تبدیل فصول اور طول مدت کے موجب اختلال مزاجوں کا ہوتا، پس اختیار دورۂ دوم ہوا اور باوجود اس کے ماہ ایک معین کرنے میں ایک اور بھید ہے کہ نزول قرآن اولاً لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر واقع ہوا اس مقام میں کہ مسمّٰی بہ بیت العزت ہے پس مدت دورۂ حرکت اسی آسمان کو کہ مناسبت تمام نزول قرآن سے رکھے ہے اعتبار کرنا چاہیے اگر کوئی کہے کہ لفظ ایاما معدودات سے اسیقدر مفہوم ہوتا ہے کہ وہ روزے متعددہ ہیں مدت ایک ماہ اس لفظ سے کیونکر معلوم ہوئی، جواب دیتے ہیں ہم کہ جو ایام کہ بیان ان کا شمار سے ہوتا ہے اور سوائے شمار کے اور نام نہیں رکھتے ہیں وہ دن ایام ماہ ہیں روزہائے ہفتہ کو ان کے نام سے شمار کرتے ہیں نہ اعداد سے پس لفظ معدودات ان پر صادق نہیں آتا اس واسطے کہ اس لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام کے نام میں عدد بھی معتبر ہے پس کوئی احتمال نہ رہا سوائے ایام ماہ کے کہ تاریخ ماہ اعداد سے بیان ہوتی ہیں جیسے دوسرے تیسرے چوتھے اور نہایت ذکر عدد مدت تمام ماہ کے بعد ازاں تمام ماہ کو بمنزلہ واحد قرار دیکر صحیحًا یا کسورًا شمار کرتے ہیں پس ذکر ایاما معدودات بعد دقت نظر کے گویا تصریح ہے کہ ایام روزہ ایام ماہ کامل ہیں اور اسیواسطے فرماتے ہیں کہ اگر تم کو یہ خطرہ آوے کہ یہ مدت دراز ہے شاید بعد شروع کے بیمار ہو جاویں یا سفر درپیش آجاوے تو ہم سے یہ عبادت کس طرح سرانجام ہو سکے ۔ پس جانو تم کہ ہر چند فرضیت اس کی تم سب پر خواہ مریض ہو یا مسافر ہو ہے لیکن فی الحال اس کا ادا کرنا تندرست غیر مسافر پر ہے۔ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا ۔ پس جو شخص کہ تم میں سے بیمار ہو، ایسی بیماری کہ روزہ رکھنے سے ضرر پہنچے اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر میں ہو کہ روزہ اس پر شاق ہو فَعِدَّةٌ پس اس پر واجب ہے شمار ان ایام کا کہ افطار کیا ہے مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔ ایام دیگر سے خواہ پے درپے رکھو یا فاصلہ سے اور باوجود اس کے اس وقت میں کہ ابتدائی ہے اور مشقت روزہ کے خوگر نہ ہوئے ہو باوجودیکہ کوئی عذر سفر یا مرض کا نہ رکھتے ہو اگر بعض کو توفیق روزہ نہ ہو پس واسطے توسع کے بدلے روزہ کے مقرر کی

Marfat.com

ہے ہم نے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ ان آدمیوں پر کہ طاقت روزہ کی رکھیں اور بسبب بے عادتی کے بے درپے ماہ کامل کے روزے نہیں رکھ سکتے فِدْيَةٌ بدل ہے اور وہ بدل طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۔ خوراک ایک مسکین کی ہے عوض ہر روزہ کے اگر پختہ دے تو اس قدر دے کہ دونوں وقت شکم سیر ہو جاوے اور اگر خام تو دو سیر گیہوں دے کہ بعضے کو غذا کرے اور بعضے سے مصالح غذا مثلاً گھی لکڑی، پانی نمک وغیرہ اور یہ بدل اس واسطے مقرر ہوا چونکہ یہ آدمی خدا کے واسطے ترک طعام و آب و نمک نہیں کر سکتے بارے اتنا کر سکتے ہیں کہ بندہ مسلمان کو گرسنگی شب و روز سے نجات دیں اور وہ بندہ مسلمان کہ اس عرصہ میں جو عبادت و طاعت کریگا یہاں تک کہ روزہ بھی، تو اسکا حصہ بھی ثواب میں ہو جاوے گا اور نیز جو مقدار خدا کے واسطے دی گویا معنیٰ خوراک ایک آدمی سے اپنے تئیں باز رکھا اور فی الجملہ مشابہت روزہ سے پیدا کی کہ اصل میں روزہ خوراک ایک روز سے باز رہنا ہے اور یہ بدلہ بہت کم ہے۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا پس جو شخص کہ عبادت میں زیادہ نیکی کرے یعنی ایک مسکین کی مقدار سے زیادہ چند مساکین کو دیوے فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ یہ بہتر ہے اس کے واسطے اس سے کہ مقدار ایک مسکین کی دے۔ اس واسطے کہ زیادہ احسان موجب زیادتی اُجرت ہے شریعت میں وَاَنْ تَصُوْمُوْا اور خود روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر واسطے تمہارے ہے فدیہ دینے سے اگرچہ قدر واجب سے زیادہ دو اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم فضائل روزہ اور اس کے فوائد جانتے ہو اس واسطے کہ کسر شہوت اور غضب میں کوئی بدلہ نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ اصلاً بدن پر مشقت نہیں ہوتی اگر چاہو کہ فضیلت اور فوائد روزہ دریافت کرو، پس زبان پیغمبر صلعم سے سنو کہ صحاح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر عمل آدمی کا ثواب میں مضاعف ہوتا ہے اور ایک نیکی کی جگہ دس لکھتے ہیں اور اس کے موافق جزا دیتے ہیں یہاں تک کہ بعضی نیکی کے عوض سات سو نیکی شمار کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس حکم سے خارج ہے اس واسطے کہ روزہ خالص میرے واسطے ہے پس اس کی جزا خود میں دوں گا کہ روزہ دار نے طعام و شراب اور اپنے مرغوبات خالصاً میرے واسطے ترک کیے اور روزہ دار کو دو وقت خوشی اور فرحت بسیار ہے ایک افطار کے وقت دوئم وقت لقائے پروردگار کے۔ اور بوئے متغیرہ دہن روزہ دار کی خدا کے نزدیک خوشبو تر مشک سے ہے اور روزہ آگ سے بچانے والا ہے اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ معنی اس حدیث قدسی

Marfat.com

کے کیا ہیں کہ کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ، جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح زیادہ اور محکم زیادہ حدیثوں میں سے ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قیامت کے دن آدمیوں اور ان کے دشمنوں میں محاسبہ ہوگا جو کچھ اس کے ذمہ حقوق خلائق سے ہوگا اس کے نیک اعمال سے دے دیں گے یہاں تک کہ کوئی عمل نیک نہ رہے گا، جب نوبت روزہ کی پہنچے گی روزہ اس کے عوض دیا نہ جاوے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اس کو چھوڑ دو یہ خاص میرے واسطے ہے اور ظلم باقی کا اللہ تعالیٰ خود متحمل ہوگا اور اہل حقوق کو ثواب دیکر راضی کریگا پس روزہ ہمراہ ہوکر اس کو بہشت میں لے جاوے گا اور نیز صحاح ستہ میں بروایت متعددہ وارد ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں منجملہ ان کے ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس دروازہ سے روزہ دار داخل ہوں گے اور کوئی اور بہشتی اس دروازہ سے داخل نہ ہوگا۔ اس دروازہ کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہو تشنگی اس کی دفع ہو جاوے اور پھر ابدالآباد پیاسا نہ ہو اور صحیح ابن خزیمہ میں وارد ہے کہ جو کوئی اس دروازہ میں ہو کر جاوے گا، اس کو شربت پلاویں گے اور اس شربت کی یہ خاصیت ہے کہ تشنگی بالکل دور ہو جاتی ہے، اور نیز صحاح ستہ میں بروایتِ چند واقع ہے کہ جو کوئی تمام رمضان بحکم ایمان اور بہ نیتِ طلبِ اجر روزہ رکھے اس کے گناہ گذشتہ معاف ہو جاویں اور بیہقی بروایت ابوہریرہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ روزہ خاص میرے واسطے ہے اور اس کی جزا میں ہوں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر عمل خیر جیسے نماز و تلاوت و ذکر و خیر و خیرات و اعتکاف و حج و جہاد ان سب کی صورتیں محسوسہ ہیں اگر کوئی شخص دکھاوے کے واسطے وہ صورت کرے تو پائی جاسکتی ہے بخلاف روزہ کے کہ کوئی صورت محسوسہ نہ رکھے تاکہ خلق اس پر مطلع ہو مگر کہنے سے کہ روزہ دار کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس کہنے میں متہم ہے کہ شاید شیخی کے واسطے جھوٹ بول دیا ہو، پس ریا اس عمل میں پیش نہیں جاتی اور خلق کو فریفتہ نہیں کرسکتا اور نسائی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے واسطے پانچ بزرگیاں ہیں ایک یہ کہ افطار کے وقت اس کی دعا یقیناً مقبول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اس کا خاموش بیٹھے رہنا بمنزلہ تسبیح کہنے دوسروں کے ہے اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں تیسرے یہ کہ ہر عملِ خیر ثوابِ مضاعف رکھتا ہے مثلاً نماز تلاوت ذکر خیر اور خیرات دینا اور اس کے یہ عمل اوروں کے عمل سے مضاعف ہوتے ہیں، چوتھے یہ کہ حالت روزہ میں اس کی دعا مستجاب ہے

Marfat.com

پانچویں یہ کہ گناہ معاف ہیں اور نسائی اور حاکم اور بیہقی ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جس میں فائدۂ عظیم ہو، فرمایا کہ روزہ رکھ اس کے برابر اور عمل نہیں ہے اور انہی کتابوں میں بروایت ابو عبیدہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار آتشِ دوزخ سے بچا ہوا ہے جب تک کہ روزہ نہ توڑے اور طبرانی اوسط میں بروایت ابو ہریرہؓ اسی حدیث کے تتمہ میں لائے ہیں کہ آنحضرتؐ سے آدمیوں نے پوچھا کہ روزہ توڑنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے اور فحش بکنے اور شور اور لڑائی کرنے سے، اور ابن ماجہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ بدن روزہ ہے اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں مرفوعاً وارد ہے کہ جب روزہ دار کے آگے آدمی کھاتے پیتے ہیں تو فرشتے روزہ دار پر درود بھیجتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور ہر بند اور ہڈی تسبیح میں مشغول ہوتی ہے اور بزاز اور بیہقی بروایت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دعا تین آدمیوں کی البتہ مستجاب ہے، دعا روزہ دار کی اور دعا مسافر اور مظلوم کی۔ اور نیز حدیث مشہور میں آیا ہے کہ جو شخص جوان ہو اور شہوتِ جماع اپنے میں پاوے، اگر مقدور نکاح کا رکھتا ہو، البتہ نکاح کرے ورنہ روزہ رکھے کہ دافع شہوات ہے اور بمنزلہ کوٹنے رگوں خصیوں کے ہے اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت ایسی دعا ہے کہ ہرگز مردود نہیں ہوتی اور بزاز بروایت ابو ہریرہ رضی مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن ایک حوض خاص ہے کہ غیر روزہ دار اس پر وارد نہ ہوگا اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو موسیٰ کو ایک کام کے واسطے بھیجا تھا اور ابو موسیٰ عین دریا میں جہاز پر سوار تھے اور رات تاریک تھی کہ ناگاہ ابو موسیٰ اور ان کے یاروں نے آسمان سے آواز سنی کہ ٹھیرو، میں تم کو حکمِ خدا سے خبر دیتا ہوں اور اس عہد سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لازم کر رکھا ہے، آگاہ کرتا ہوں۔ ابو موسیٰ اٹھے اور کہا کہ اے یار عزیز ہوا موافق چل رہی ہے اور بادبان کشتی کے کھلے ہوئے ہیں، ہم کشتی کو کس طرح ٹھیراویں اور تجھ کو حاجتِ توقف کس لیے ہے، جو کہنا ہو کہو ہم جان و دل سے سنتے ہیں، آواز آئی کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر ایسا لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی اپنے تئیں واسطے

Marfat.com

رضامندی اللہ تعالیٰ کے گرم دن میں پیاسا رکھے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تشنگی سے امان دے، اس قصہ کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی اورزاور معتبر کتب احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم فرمایا کہ آپ بھی اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی فرمادیں تاکہ اس کے موافق عمل کریں، حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام نے بسبب سرکشی بنی اسرائیل کے ان احکام کے اظہار میں توقف کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہیں کہ خدا تعالیٰ نے تم کو آگے

نوٹ: یہاں تک تفسیر پہنچی تھی کہ قبلہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ

Marfat.com

معرکۃ الآراء مواعظ کی چند بیش بہا دیگر کتب
جن کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے بے حد مفید ہے۔

ہفت اختر | حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے مشہور و معروف مواعظ کا مجموعہ۔۔۔ مجلد مع دلکش پلاسٹک کور۔

اشرف المواعظ | حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے چند ایسے نایاب مواعظ کا مجموعہ جو اشرف المواعظ سمجھے جاتے ہیں۔

انیس الواعظین | اردو ترجمہ جلیس الواعظین مولفہ مولانا ابوبکر بن محمد علی القرشیؒ موصوف کے ۹۳ شہرہ آفاق مواعظ کا نہایت سلیس اردو ترجمہ۔ مجلد مع دلکش ڈسٹ کور

احسن المواعظ — **افضل المواعظ** — **اکرم المواعظ**

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلوی کی مندرجہ بالا تین کتب جو ان کے نادر مواعظ پر مشتمل ہیں۔

خیر المجالس جلد اول و دوم | حضرت مولانا عبد الرحمٰن صفوری شافعیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف "نزہۃ المجالس" کا اردو ترجمہ۔ عجیب و غریب دلچسپ قصص، نادر حکایات امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق فقہی مسائل، موضوع روایات اور بعض احادیث کا بیش بہا خزانہ

قرۃ الواعظین جلد اول و دوم | مشہور و معروف کتاب "درۃ الناصحین" کا نہایت سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ جس میں فضائل ارکانِ اسلام، چند اہم آیات قرآنی کی تفسیر اور دیگر دینی امور کو نہایت پُر اثر انداز میں پیش کیا گیا ہے جو دلوں میں ہدایت کی شمع روشن کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام کتب کا سائز ۲۲×۱۸/۸ ہے۔ کاغذ گلیز۔ دیدہ زیب کتابت اور آفسٹ طباعت سے مزین ہیں۔

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک۔ کراچی

Marfat.com

مواعظ کی چند شہرہ آفاق عربی کتابوں کے تراجم

۱- نزہتہ المجالس - عجیب وغریب کتاب ہے، اس کتاب میں بزرگوں کے واقعات ودلچسپ قصص کی روشنی میں اصلاح حال کی کوشش کی گئی ہے، مختلف عنوانات کے تحت احادیث کا بیش بہا ذخیرہ کتاب میں شامل ہے، کچھ بزرگوں کے اوراد اور طبی نسخہ جات کا اضافہ بھی کتاب میں موجود ہے، انداز بیان نہایت دلچسپ، قیمت کامل ہر دو حصہ روپے،

۲- قرۃ الواعظین - ترجمہ درۃ الناصحین، فضائل علم، فضائل سلام، فضائل رمضان، صدقہ، توکل، معراج، فضائلِ فقراء اور اسی طرح کے دیگر موضوعات پر مواعظِ دلپذیر، قیمت کامل روپے،

۳- تذکرۃ الواعظین - حضرت مولانا محمد جعفر قریشیؒ کے مواعظ کا نہایت بیش بہا ذخیرہ، نماز کی فضیلت واحکام، اسی طرح دیگر ارکانِ اسلام کے علاوہ میاں بیوی کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، تکبر وتواضع کا بیان، نورِ محمدیؐ ولادت اور معجزات کا بیان، عرشِ الٰہی کی صفت قیمت روپے

۴- نزہتہ البساتین - روضۃ الریاحین کا اُردو ترجمہ ہے، اس میں بزرگوں کے حالات، کرامات، ملفوظات کو بہت عمدہ اسلوب میں بیان گیا گیا ہے، یہ ایک بہت مشہور جلیل القدر بزرگ حضرت یافعی یمنی کی مشہور تصنیف ہے، جو ہر نوع قابلِ قدر ہے، قیمت کامل ہر دو حصہ روپے،

۵- انیس الواعظین - کتابِ ہٰذا میں تصوف، عبادات، حقوق العباد پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، علاوہ ازیں سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل پر بحث کی گئی ہے، علم دین کا ایک خزانہ ہے، تصنیف مولانا ابوبکر بن محمد علی قرشی ترجمہ مولانا برکت اللہ فرنگی محلی قیمت روپے،

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

Marfat.com

۸ کُتب = ۱۰۰۰ کُتب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تقریباً ایک ہزار دینی کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن اگر آپ کے پاس موصوف کی تصنیف کردہ صرف حسبِ ذیل آٹھ کتب موجود ہوں تو گویا آپ نے انکی جملہ تصانیف کا نچوڑ اور ان کا نعم البدل حاصل کر لیا ہے

انفاسِ عیسیٰ
حصہ اوّل دوم

فنِ تصوف کا بیش بہا خزانہ، سالکین کی تمام پریشانیوں کا حل۔ تصوف کے وہ اسرار و رموز جو کبھی سینہ بسینہ منتقل ہوتے تھے اور اور عام مسلمان کے لئے ایک راز اور معمہ بن کر رہ گئے تھے حکیم الامتؒ نے ان کو اس کتاب میں علی الاعلان ظاہر کر کے علم سینہ کو علم سفینہ بنا دیا ہے۔

سیرتِ رسولِ اکرمؐ
حضرت تھانویؒ کی مشہور و معروف بیش بہا تصنیف

"نشر الطیّب"

پہلی بار ایک آسان اور عام فہم نام سے رسولِ اکرمؐ کی سیرت و حالاتِ زندگی پر مستند اور جامع کتاب جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

ہفتِ اختر

حضرت تھانویؒ کی زندہ کرامات۔ سات نادر الوجود مواعظ کی صورت میں — یہ اُن ۷ معرکۃ الآراء مواعظ کا مجموعہ ہے جن کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی اور جس کی نظیر اس صدی میں نہیں ملتی۔

فتاویٰ اشرفیہ (کامل)

حصہ اوّل دوم اور سوم

عقائد، عبادات، معاملات، بعت حسنہ و سیئہ وغیرہ سے متعلق نہایت اہم اور نازک مسائل کے نہایت اطمینان بخش جوابات پر مشتمل مختصر مگر جامع فتاوی کا مجموعہ جن کی اہمیت و افادیت کا اندازہ قاری کو ان کے مطالعہ کے فوراً بعد ہو جاتا ہے

حیاتُ المسلمین

جملہ شعبہ ہائے زندگی کا قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں بیان دنیا و عقبیٰ کی فلاح کا ذریعہ، سکون و راحت کی بیش بہا دولت۔ اس کتاب کے بارے میں مولانا تھانویؒ خود ارشاد فرماتے ہیں:- "میں اپنی ساری کتابوں میں اس کتاب کو اپنے لئے ذریعہ نجات گمان کرتا ہوں"

اعمالِ قرآنی

آیاتِ قرآنی سے جملہ روحانی و جسمانی امراض کا علاج، اہلِ حاجات و طالبانِ معاش کے لئے عظیم تحفہ۔ اہلِ یقین کے لئے دینوی و اخروی حاجت برآری کا سرچشمہ

اشرف المواعظ

اس مجموعہ مواعظ میں ہر شخص کے حسب حال نہایت کارآمد باتیں اور ہر مذاق کے مطابق دلچسپ مضامین نہایت پُراثر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

اصلاح الرسوم

ان رسومات کا بیان جن کو عوام مباح اور عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور حقیقتاً وہ دنیا کے نقصان اور آخرت کے خسارے کا باعث ہیں۔

جملہ کتب عمدہ کاغذ، بہترین کتابت اور عکسی طباعت سے مزین ہیں

ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی فون ۲۱۲۸۲۱

Marfat.com

ہمارے ادارہ کی شائع کردہ چند نادر دینی کتب

ترجمان السنہ
کامل ۴ حصص
تالیف:۔ قطب العارفین مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی ؒ
اردو زبان میں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع اور مستند
ذخیرہ بمعہ ضروری تشریحات و مباحث۔

جواہر الحکم
کامل ۳ حصص
تالیف:۔ قطب العارفین مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی ؒ
اسلام میں حاکمیت کا تصور اور اسلامی معاشرت کا صحیح
نقشہ، قرآن و حدیث کی روشنی میں

صحبتے با اولیاء
ملفوظات:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ
اصلاح نفس، فکر آخرت، ایمانی وتقیہی اور تصوف کے
رموز و آداب پر مشتمل نادر مجموعہ

نزہتہ المجالس
اردو
خیر المجالس
تالیف:۔ علامہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی ؒ
دلچسپ حکایات، عجیب و غریب قصص، لطائف و ظرائف
اور ایمان افروز نصیحتوں کا مجموعہ۔

مکتوبات صدی اردو
حصہ اول، دوم کامل
تالیف:۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری ؒ
بیش بہا مکتوبات۔ تصوف کے اسرار و رموز کا خزانہ ایک
ایک خط نیم کتابوں کا نچوڑ۔

نزہتہ البساتین اردو
روض الریاحین
تالیف امام ابی محمد عبداللہ یمنی یافعی ؒ
اولیاء اللہ کے مستند حالات و ملفوظات کا نایاب مجموعہ جس میں دینی
انقلاب پیدا کرنے والی کتاب ہے۔

اسلام کا نظام امن
تالیف:۔ محمد ظہیر الدین منهاجی
اسلام میں امن وامان کی اہمیت کے موضوع پر محققانہ تالیف۔

معمولات یومیہ
مختصر نصاب اصلاح نفس روزمرہ کے مسنون اوراد و وظائف
اور تمام خصوصیات تصوف کا مختصر خلاصہ جو ہر مسلمان کیلئے نہایت ضروری ہے
بیحد نافع ہے۔ کتابت و طباعت بہت عمدہ آفسٹ کاغذ صفحات ۸۰

رہبر حجاج
حج و عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ سے متعلق مفصل معلومات۔

غیبت کیا ہے؟
تالیف:۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی لکھنوی ؒ
غیبت کے موضوع پر واحد مستند کتاب ہے جو اس گناہ کبیرہ کے
ہر پہلو کو اجاگر کر کے اس کی ہلاکت خیزی کا احساس دلاتی ہے۔

ناشر:۔ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی۔ ادب منزل پاکستان چوک کراچی

Marfat.com

سعیدی فضائل اعمال عکسی

جس میں حسب ذیل شات کتابیں یکجا جمع کردی گئی ہیں

فضائل تبلیغ | تبلیغ کی ضرورت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جس میں اکرام مسلم اور اخلاص نیت وغیرہ کی بھی اہمیت درج ہے۔

فضائل قرآن مجید | قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلتیں اور ترک پر سزائیں نیز قرآن پاک کے آداب بیان ہوئے ہیں۔

فضائل نماز | جس میں نماز پڑھنے کی فضیلت، چھوڑنے پر اخروی عذاب اور دنیوی نقصان، جماعت کا ثواب اور اس کے ترک پر سزائیں اور بزرگوں کے قصے درج فرمائے گئے ہیں۔

فضائل رمضان | رمضان المبارک، تراویح، سحری، لیلۃ القدر اور اعتکاف وغیرہ کے فضائل وتاکید اور اہل اللہ کے معمولات کی تفصیل ہے۔

فضائل ذکر | وہ آیات واحادیث جمع فرمائی ہیں جن میں ذکر کے برکات، کلمہ طیبہ کے فضائل اور تسبیحات فاطمہ کے ثواب بیان ہوئے ہیں۔

فضائل درود شریف | درود شریف کے فضائل اور عشق نبوی کے بیشمار قصے نیز عربی میں بیشمار درود پاک مع ترجمہ درج ہیں۔

حکایات صحابہؓ | جس کے پڑھنے سے مرد وعورت اور بچوں کے قلوب میں مذہب کے بلند جذبات اور اسلام کا صحیح ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

ایچ-ایم-سعید کمپنی

ادب منزل - پاکستان چوک
کراچی

Marfat.com

محدثِ جلیل و مفسرِ بے عدیل علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتیؒ
خلیفۂ اجل حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف

تفسیر مظہری

ایک عظیم علمی کارنامہ — نایاب تفسیر — پاکستان میں پہلی بار اشاعت

علامہ موصوف دنیائے علم و ادب کی ایک نمایاں اور جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں کو شہرتِ دوام حاصل ہے۔ خصوصاً آپ کی یہ تفسیر ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ صاحبِ تفسیر نے ہر آیت کے مضمون کو احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ سلف سے واضح فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنی کی تفہیم میں احناف شوافع وغیرہما کے نظریاتی اختلافات پر بھی روشنی ڈالی ہے جس کی وجہ سے اس تفسیر کی افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔

اس بیش بہا تفسیر کا اردو ترجمہ ندوۃ المصنفین دہلی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اس نایاب تصنیف کا حصول کم و بیش ہمیشہ ہی دشوار رہا ہے۔ اور اب تو یہ تفسیر سالہاسال سے نایاب بلکہ ناپید ہے۔ لہٰذا اس تفسیر کی افادیت اور زمانہ حال کی ضروریات کے پیشِ نظر یہاں اس کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ کامل ۱۲ جلدیں

ناشر:
ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

Marfat.com